دعا اور توبہ

مؤلفین کرام

آیت اللہ مہدی آصفی

آقائی حسین انصاریان

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ

قرآن سینٹر ۲۴۔ الفضل مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ھیں۔

نام کتاب: دعا اور توبہ

تصنیف: آیت اللہ مہدی آصفی، آقائی حسین انصاریان

مترجمین: القائم گروپ

تصحیح و پروف: مجاہد حسین حرّ

کمپوزنگ: قائم گرافکس۔جامعہ علمیہ۔ڈیفنس کراچی

ناشر: مصباح القرآن ٹرسٹ۔لاہور۔پاکستان

تعداد: ایک ہزار(۱۰۰۰)

طبع: اوّل۔ ۱۴۳۳ھ

قیمت:

ملنے کا پتہ

مصباح القرآن ٹرسٹ

قرآن سینٹر ۲۴۔الفضل مارکیٹ۔اردو بازار۔لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ محسن ملت سید صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ کی ان صدقاتِ جاریہ میں سے ہے جس سے لوگ تا قیامت استفادہ کرتے رہیں گے اور موصوف کے درجات عالیہ میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ مصباح القرآن ٹرسٹ نے تراجم و تفاسیر قرآن سے کام شروع کیا اور پھر ہر وہ کتاب جس کی ملت کو ضرورت تھی شائع کی انشاءاللہ العزیز شائع کرتی رہے گی۔

موجودہ کتاب قرآن و آئمہ معصومین علیہم السلام کی تعلیمات سے ملت کے لئے ایک خوبصورت انتخاب ہے۔ ''دعااور توبہ'' دو حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ آیت اللہ مہدی آصفی کی کتاب ''دعا اور اہل بیت'' اور دوسرا حصہ آقائی حسین انصاریان کی ''توبہ آغوشِ رحمت''۔ ان دونوں کتابوں کا آپس میں کس حد تک ربط ہے یہ فیصلہ تو قاریان کرام ہی کریں گے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب انشاءاللہ آپ کو پسند آئے گی۔

یاد رہے کہ مصباح القرآن نے اپنی تمام کتابیں آپ کے استفادہ کے لئے انٹرنیٹ پر دے دی ہیں۔ ایڈریس ہے:

www.misbahulqurantrust.com

www.misbahulqurantrust.org

قارئین کرام سے التماس ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں خامی دیکھیں یا کمی محسوس کریں تو ہمیں مطلع ضرور فرمائیں ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے۔ ادارہ کے ترقی اور اس کے بانی محسن ملت سید صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کے طالب ہیں۔

ادارہ

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
پہلا حصہ	
دعااوراہل بیتؑ	
دعا کی تعریف	14
1۔ مدعو	14
۲۔ خداوند عالم کا خزانہ جود وعطا سے ختم نہیں ہوتا	14
۳۔ وہ اپنی ساحت وکبریائی میں کوئی بخل نہیں کرتا	15
2۔ داعی (دعا کرنے والا)	15
3۔ دعا (طلب، چاہت، مانگنا)	16
4۔ مدعوّ لہ (جس کے لئے یا جو طلب کیا جائے؟)	16
دعا کی قدرو قیمت	17
قرآن کریم میں خدا کی بارگاہ میں حاضری کے چار مرحلے	19
دعا، روح عبادت ہے	21
دعا سے روگردانی، خداوند عالم سے روگردانی ہے	23
بیشک اللہ اپنے بندے کی دعا کا مشتاق ہے	24
استجابت دعا	29
دعا توفیق اور استجابت کے حصار میں	29
قبولیت دعا کی دو جزائیں	31
مناجات محبین	33
دعا اور استجابت دعا کا رابطہ	33
دعا قبول ہونے میں اللہ کی سنت کیا ہے؟	34
عمل اور دعا اللہ کی رحمت کی دو کنجیاں	36
دعا اور عمل کے درمیان رابطہ	37
دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ	41
ضرورت سے پہلے دعا کرنا	46
دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں تین قوانین	47
ا۔ اللہ کی رحمت اور فقر و حاجت کے درمیان رابطہ	47

عنوان	صفحہ نمبر
۲۔فقر اور حاجت میں اللہ کی رحمت سے آگاہ ہو	
جانے کے بعد رابطہ۔	48
بارگاہ خدا میں احساس نیازمندی کی علامتیں	48
۳۔دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ	51
پہلی قسم کے موانع دعا	52
موانع (رکاوٹوں) کی دوسری قسم	56
دعا کی قبولیت میں تاخیر یا تبدیلی	57
جب دعا عمل میں تبدیل ہوجاتی ہے	59
دعا کی قبولیت اور دعا کے درمیان رابطہ	61
رحمت نازل ہونے کی تین منزلیں	65
دعا کے آداب اور اس کی شرائط	72
ا۔اللہ کی معرفت	74
۲۔اللہ سے حسن ظن	78
امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے	80
۳۔اللہ کی بارگاہ میں اضطرار	81
حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے	83
۴۔انھیں راستوں سے جانا جو خدا نے بتائے ہیں	83
۵۔خداوند عالم کی طرف پوری قلبی توجہ	84
۶۔دل پر خضوع اور رقت طاری کرنا	86
۷۔مشکلات اور راحت و آرام میں ہمیشہ دعا کرنا	89
۸۔عہد خدا کو وفا کرے	92
۹۔دعا اور عمل کا ساتھ	92

عنوان	صفحہ نمبر
۱۰۔سنت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی	94
۱۱۔گناہوں سے اجتناب	95
۱۲۔اجتماعی طور پر دعا کرنا اور مومنین کا آمین کہنا	96
۱۳۔آزادانہ طور پر، کسی تکلف کے بغیر دعا	97
۱۴۔نفس کو دعا،	97
حمد وثنائے الٰہی، استغفار اور صلوات پڑھنے کے	
لئے آمادہ کرنا	97
حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے	99
۱۵۔خدا سے اسکے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنا	99
۱۶۔اپنی حاجتیں اللہ کے سامنے پیش کرو	100
۱۷۔دعا میں اصرار	101
۱۸۔ایک دوسرے کے لئے دعا کرنا	103
۱۹۔رحمت الٰہی نازل ہوتے وقت دعا	104
انسان پر دعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے	104
۲۰۔آدھی رات کے وقت دعا	106
۲۱۔دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے اور سر پر پھیرنا	109
موانع اور رکاوٹیں	109
گناہ بارگاہ خدا کی راہ میں ایک رکاوٹ	110
اخذ اور عطا میں دل کا دوہرا کردار	110
دلوں کے لئے دوسرا مرحلہ توسعہ اور عطا	112
دلوں کے منجمد ہونے کے اسباب	114
گناہوں سے دلوں کا اُلٹ جانا	115

عنوان	صفحہ نمبر
گناہوں کے ذریعہ انسان کے دل سے حلاوت	
ذکر کا خاتمہ	116
دعاؤں کو روک دینے والے گناہ	117
قبولیت اعمال کے موانع	118
صعود اعمال کے موانع (اسباب)	119
اعمال کو اللہ تک پہنچانے والے اسباب	123
جن چیزوں کو اللہ سے دعا کرتے وقت انجام دینا	
چاہئے	126
رسول خداؐ اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کرنا	128
دعائے کمیل کے ذریعہ اللہ تک رسائی کے وسائل	128
دعا کمیل کی عام تقسیم	129
تصمیم دعا کی فکر	130
الف۔ اللہ سے کوئی مفر نہیں ہے	131
باللہ کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ نہیں ہے	131
دعائے کمیل کے چار وسیلے	136
پہلا وسیلہ	136
دوسرا وسیلہ	137
تیسرا وسیلہ	139
چوتھا وسیلہ	140
دعا میں خدا سے کیا مانگنا چاہئے اور کیا نہیں مانگنا	
چاہئے	143
ا۔ دعا میں خدا سے کیا مانگنا چاہئے؟	143

عنوان	صفحہ نمبر
ا۔ دعا میں محمد و آل محمد علیہم السلام پر صلوات	143
محمد و آل محمد علیہم السلام پر صلوات بھیجنے کے چند نمونے	145
۲۔ مومنین کے لئے دعا	146
الف عام مومنین کے لئے دعا	146
عمومی دعا کے کچھ نمونے	149
سرحدوں کے محافظوں کے حق میں دعا	151
قرآن کریم میں دعا کے تین صیغے	152
ا۔ اپنے لئے دعا	152
۲۔ دوسروں کے لئے دعا!	153
ملت عرش کی مومنین کے لئے دعا	154
۳۔ اجتماعی دعا	154
دعا کے تیسرے طریقہ کی تشریح وتفسیر	156
ب۔ مخصوص مومنین کیلئے دعا	159
1۔ غائب مومنین کیلئے دعا	159
2 چالیس مومنوں کیلئے دعا	161
3 دعا میں دوسروں کو ترجیح دینا	161
۳۔ والدین کے لئے دعا!	165
۴۔ اپنی ذات کیلئے دعا!	167
1۔ ہر لازم چیز کے لئے دعا!	167
2۔ بڑی حاجتیں چھوٹی حاجتوں پر پردہ نہ ڈال دیں	171
3 خداوند عالم کی بارگاہ میں بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے	172
4۔ دعا کر کے سب کچھ تدبیر الٰہی کے حوالہ کر دینا	175

عنوان	صفحہ نمبر
5۔خداوند عالم سے ذات خدا کو طلب کرنا	178
جو چیزیں دعا میں سزاوار نہیں ہیں	179
۱۔کائنات اور حیات بشری میں اللہ کی عام سنتوں کے خلاف دعا کرنا	179
۲۔حل نہ ہونے والی چیزوں کیلئے دعا کرنا	182
۳۔دوسروں کی نعمتوں کے زوال کی تمنا کرنا	183
۴۔مصلحت کے خلاف دعا کرنا	184
۵۔فتنہ سے پناہ مانگنا	185
۶۔مومنین کے لئے بددعا کرنا	186
مومنین کے ساتھ ملاوٹ کرنے سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے	190
مومنین سے سوئے ظن قبولیت عمل کی راہ میں رکاوٹ	190
اہل بیت علیہم السلام کی دعاؤں میں حبّ خدا	191
اللہ سے لو لگانا	191
اللہ کی محبت	192
ایمان اور محبت	195
محبت کی لذت	196
محبت کے ذریعہ عمل کی تلافی	198
محبت انسان کو عذاب سے بچاتی ہے	199
محبت کے درجات اور اس کے طریقے	200
دعا ابو حمزہ ثمالی۔	202
محبت میں انسیت اور شوق کی حالت	207
دوسری صورت	221
دلوں میں پیدا ہونے والے شکوک	225
اصل اختیار	227
ہم پھر مناجات کا رخ کرتے ہیں	229
دعائے قاع اور قمہ	230
تین وسیلے	234
پہلا وسیلہ حاجت	234
دوسرا وسیلہ دعا	239
تیسرا وسیلہ محبت	240
اللہ سے ملاقات کے شوق کی ایک اور حالت	245
اللہ کے لئے خالص محبت	248
بندہ سے متعلق خداوند عالم کی حمیت	250
اللہ کے لئے اور اللہ کے بارے میں محبت	252
محبت کا پہلا سرچشمہ	254
۱۔اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہے	255
۲۔ان کو اپنی محبت والفت عطا کرتا ہے	255
۳۔بندوں سے خداوند عالم کا اظہار دوستی	257
اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں دعاؤں کے مصادر	258
اصحاب ائمہ علیہم السلام اور تدوین حدیث کا اہتمام	259
حدیث کے سلسلہ میں چار سو اصول	259
میراث اہل بیت علیہم السلام اور طغرل بیگ کی آتش زنی	260

عنوان	صفحہ نمبر
اہل بیت علیہم السلام کی محفوظ رہ جانے والی میراث	260
کتاب مصباح المتہجد کے ذریعہ محفوظ رہنے والی دعائیں	261
سید ابن طاؤوس تک پہنچنے والے دعاؤں کے کچھ مصادر	261
سید ابن طاؤوس کے پاس حدیث اور دعا کے پندرہ سو مصادر	262
سید ابن طاؤوس کی ادعیہ اور اذکار کے سلسلہ میں پندرہ کتابیں	262
سید ابن طاووس سے متأخر دعاؤں کے مصادر	263
دعا اور قضا وقدر	264
تاریخ اور کائنات میں قانون علیت	264
خداوند عالم کے ارادہ کا قانون علیت سے رابطہ	266
پس ارادۂ الٰہیہ اور قانون علیت میں کیا رابطہ ہے؟	266
ارادۂ الٰہیہ قانون علیت پر بنفس نفیس قانون کی طرح حاکم ہے	266
قانون تسبیب	268
قانون توفیق	269
کائنات میں سلطان مطلق اللہ کا ارادہ	269
تکوین (موجودات) میں بداء	271
محو اور اثبات	272
"بداء" پر ایمان کی تردید	274

عنوان	صفحہ نمبر
دعا اور بداء	274
شکر	275
زیارت کے توحیدی اور سیاسی پہلو	276
تاریخ میں خاندان توحید	276
اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تسلسل	277
زیارت	282
زیارتوں کی عبارات میں آنے والے معانی و مفاہیم کا جائزہ	284
زیارتوں میں سیاسی اور انقلابی پہلو	284
ا۔ زیارت کا عام سیاسی دائرہ سے رابطہ	284
(۱) شہادت	285
مقابلہ کے پہلے مرحلہ میں رسالت کی گواہی	285
مقابلہ کے دوسرے مرحلہ میں امامؑ کی گواہی	286
دوسرے مرحلہ میں تاویل قرآن پر جنگ کرنے کی گواہی	287
وارثت کی گواہی	288
شاہد ومشہود	290
(۲) الموقف	291
ولایت وبرائت	293
رضا اور غضب	294
سلم اور تسلیم	295
انتقام کے لئے مدد کی دعا	297

عنوان	صفحہ نمبر
انتقام اور خون خواہی کے لئے دعا	299
ا۔رسول اسلامؐ اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کیلئے دعا	299
دوسرا حصہ	
توبہ (آغوز رحمت)	
عرض مؤلف	306
نعمتیں اور انسان کی ذمہ داری	308
نعمتیں اور انسان کی ذمہ داری	308
1۔نعمت کی فراوانی اور وسعت	309
2۔حصول نعمت کا راستہ	309
3۔نعمت پر توجہ	310
4۔نعمت پر شکر	311
5۔نعمت پر ناشکری سے پرہیز	313
6۔نعمتوں کا بے شمار ہونا	314
7۔نعمتوں کی قدر شناسی	317
8۔نعمتوں کا بے جا استعمال	318
9۔نعمتوں کے استعمال میں بخل کرنا	319
10۔نعمت،زائل ہونے کے اسباب وعلل	320
11۔اتمام نعمت	321
12۔نعمت سے صحیح فائدہ اٹھانے کا انعام	323
گناہ اور اس کا علاج	325
صلح وصفا کی کنجی	326
ناامیدی کفر ہے	327

عنوان	صفحہ نمبر
علاج کرنے والے اطباء	328
توبہ واجب فوری ہے	336
توبہ واجب اخلاقی ہے	340
تواضع کے بارے میں احادیث	342
خداوند عالم کی طرف واپسی	343
گناہگار اور توبہ کرنے کی طاقت	343
توبہ،آدم وحوا کی میراث	346
کیا کیا چیزیں گناہ ہیں؟	349
گناہوں کے برے آثار	350
جن گناہوں کے ذریعہ نعمتیں تبدیل ہوجاتی ہیں	352
جو گناہ ندامت اور پشیمانی کے باعث ہوتے ہیں	352
جن گناہوں کے ذریعہ نعمتیں زائل ہوجاتی ہیں	352
جن گناہوں کے ذریعہ انسان تک نعمتیں نہیں پہنچتیں	353
جن گناہوں کے ذریعہ پردہ اٹھ جاتا ہے	353
جو گناہ نزول بلاء کا سبب بنتے ہیں	353
جن گناہوں کے ذریعہ دشمن غالب آجاتے ہیں	353
جن گناہوں کے ذریعہ عمر گھٹ جاتی ہے	353
جن گناہوں کے ذریعہ امید ٹوٹ جاتی ہے	353
جن گناہوں کے ذریعہ انسان کا ضمیر تاریک ہوجاتا ہے	353
جن گناہوں کے ذریعہ (احترام کا) پردہ اٹھ جاتا ہے	353

عنوان	صفحہ نمبر
جن گناہوں کے ذریعہ دعا قبول نہیں ہوتی	353
جو گناہ باران رحمت سے محرومی سبب بنتے ہیں	354
حقیقی توبہ کا راستہ	354
امام علی علیہ السلام کی نظر میں حقیقی توبہ	355
ہر گناہ کے لئے مخصوص توبہ	356
1۔شیطان	357
2۔دنیا	358
3۔آفات	359
حقیقی توبہ کرنے والوں کے لئے الٰہی تحفہ	359
توبہ جیسے باعظمت مسئلہ کے سلسلہ میں قرآن کا نظریہ	361
2۔حقیقی توبہ کا راستہ	362
3۔توبہ قبول ہونا	363
4۔توبہ سے منہ موڑنا	363
5۔توبہ قبول نہ ہونے کے اسباب	364
توبہ،احادیث کی روشنی میں	365
توبہ کے منافع اور فوائد	369
توبہ کرنے والوں کے واقعات	371
ایک نمونہ خاتون	371
شعوانہ کی توبہ	373
میدان جنگ میں توبہ	374
ایک یہودی نوجوان کی توبہ	374

عنوان	صفحہ نمبر
ایک دہاتی کی بت پرستی سے توبہ	375
شقیق بلخی کی توبہ	376
فرشتے اور توبہ کرنے والوں کے گناہ	377
گناہگار اور توبہ کی مہلت	377
گناہگار اور توبہ کی امید	377
ایک سچا آدمی اور توبہ کرنے والا چور	377
ابو بصیر کا پڑوسی	378
ایک جیب کترے کی توبہ	379
توسّل اور توبہ	381
شراب خور اور توبہ	382
آہ،ایک سودمند تائب	383
توبہ کے ذریعہ مشکلات کا دور ہونا	384
عجیب اخلاق اور عجیب انجام	385
ایک کفن چور کی توبہ	386
فضیل عیاض کی توبہ	389
تین توبہ کرنے والے مسلمان	390
حرّ بن یزید ریاحی کی توبہ	391
عصر عاشور دو بھائیوں کی توبہ	396
برادران یوسف کی توبہ	400
ایک جزیرہ نشین مرد کی توبہ	402
اصمعی اور بیابانی تائب	403
صدق اور سچائی توبہ کے باعث بنے	405

عنوان	صفحہ نمبر
ایک عجیب وغریب توبہ	406
بشر حافی کی توبہ	407
توبہ کرنے والا اہل بہشت ہے	407
ابولبابہ کی توبہ	408
ایک لوہار کی توبہ	409
قوم یونس کی توبہ	410
ایک جوان اسیر کی توبہ	412
ستم کار حکومت میں ایک ملازم شخص کی توبہ	412
حیرت انگیز توبہ	413
گناہگار نے پُرمعنی جملہ سے توبہ کرلی	414
گرنمی پسندی تغیر دہ قضارا	415
ہارون الرشید کے بیٹے کی توبہ	416
ایک آتش پرست کی توبہ	419
توبہ اور خدا سے صلح وصفا	421
تقویٰ وپرہیزگاری کے فوائد	422
انسان اور اس کی خواہشات	422
انسانی نفس خود سب سے بڑا بت ہے	425
جہاد اکبر	426
جہاد بالنفس (یعنی اپنے نفس سے جنگ کرنا)	428
اصلاح نفس کا طریقہ	428
اصلاح نفس سے متعلق مسائل کے عناوین	437
ابن سیرین اور خواب کی تعبیر	437

عنوان	صفحہ نمبر
خداداد بے شمار دولت اور علم	439
ایک پرہیزگار اور بیدار جوان	439
ایک جوان عابد اور گناہ کے خطرہ پر توجہ	440
بوریائے ولی لیکن اپنے نفس سے جنگ کرنے والا	441
فرصت کو غنیمت جاننا چاہئے	444
نیکیوں سے مزین ہونا اور برائیوں سے پرہیز کرنا	446
نیکوں سے مزین ہونا اور برائیوں سے پرہیز کرنا	447
اہل ہدایت وصاحب فلاح	448
غیب پر ایمان	448
خداوند عالم	449
فرشتے	455
برزخ	456
محشر	459
حساب	464
میزان	469
بہشت وجہنم	471
نماز	475
انفاق	479
صدقہ وانفاق کے سلسلہ میں ایک عجیب وغریب واقعہ	483
امام جواد علیہ السلام کے نام امام رضا علیہ السلام کا ایک اہم خط	484
ماں باپ کے ساتھ نیکی	487
رشتہ داروں سے نیکی کرنا	490

عنوان	صفحہ نمبر
یتیموں پر احسان	492
مسکینوں پر احسان کرنا	494
نیک گفتار	497
اخلاص	499
صبر	502
مال حلال	504
تقویٰ	507
نیکی	509
غیرت	510
عبرت	511
خیر	512
تحصیل علم	513
امید	514
عدالت	517
سیئات اور برائیاں	519
جھوٹ	520
تہمت	521
غیبت	522

عنوان	صفحہ نمبر
استہزاء اور مسخرہ کرنا	523
جھوٹی قسم کھانا	525
حرام شہوت	525
ظلم وستم	527
غیظ وغضب	529
بغض وکینہ	531
بخل	532
احتکار (ذخیرہ اندوزی)	534
حبّ دنیا	535
خیانت	537
شرابخوری	538
گالیاں اور نازیبا الفاظ	541
اسراف (فضول خرچی)	542
ملاوٹ اور دھوکہ بازی کرنا	543
ربا (سود)	545
تباہی وہلاکت کے اسباب	546
تکبر	547
فہرست منابع وماخذ	552

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

دعا اور اہل بیت علیہم السّلام

تألیف

آیت اللہ مہدی آصفی

دعا کی تعریف

دعا یعنی بندے کا خدا سے اپنی حاجتیں طلب کرنا۔ دعا کی اس تعریف کی اگر تحلیل کی جائے تو اس کے مندرجہ ذیل چار رکن ہیں:

ا۔ مدعو: خداوند تبارک وتعالیٰ۔

۲۔ داعی: بندہ۔

۳۔ دعا: بندے کا خدا سے مانگنا۔

۴۔ مدعولہ: وہ حاجت اور ضرورت جو بندہ خداوند قدوس سے طلب کرتا ہے۔

ہم ذیل میں ان چاروں ارکان کی وضاحت کر رہے ہیں:

1۔ مدعو:

یعنی دعا میں جس کو پکارا جاتا ہے وہ خداوند قدوس کی ذات ہے:

ا۔ خداوند قدوس غنی مطلق ہے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

"اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" [۱]

"کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان وزمین کی حکومت صرف اللہ کے لئے ہے"

"وَلِلّٰہِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ" [۲]

"اور اللہ ہی کے لئے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی کل حکومت ہے"

۲۔ خداوند عالم کا خزانہ جود وعطا سے ختم نہیں ہوتا:

"اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ" [۳]

---

[۱] سورہ بقرہ آیت ۷

[۲] سورہ مائدہ ۱۷

[۳] سورہ ص آیت۔ ۵۴

"یہ ہمارا رزق ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے"

"کُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوراً"۔ [1]

"ہم آپ کے پروردگار کی عطا و بخشش سے اِن کی اور اُن سب کی مدد کرتے ہیں اور آپ کے پروردگار کی عطا کسی پر بند نہیں ہے"

اور دعائے افتتاح میں وارد ہوا ہے: "لَا تَزِيْدُهٗ كَثْرَةُ الْعَطَاءِ اِلَّا جُوْداً وَّ كَرَماً"۔

"اور عطا کی کثرت سوائے جود و کرم کے اور کچھ زیادہ نہیں کرتی"

۳۔ وہ اپنی ساحت و کبریائی میں کوئی بخل نہیں کرتا:

کسی چیز کے عطا کرنے سے اس کی ملکیت کا دائرہ تنگ نہیں ہوتا، وہ اپنے بندوں پر اپنی مرضی سے جو جود و کرم کرے اس سے اس کی ملکیت میں کوئی کمی نہیں آتی اور وہ بندوں کی حاجتوں کو قبول کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرتا۔

اگر کوئی بندہ اس کو پکارے تو وہ دعا کو مستجاب کرنے میں کسی چھوٹے بڑے کا لحاظ نہیں کرتا ہے چونکہ خود اسی کا فرمان ہے: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ "مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا" مگر یہ کہ خود بندہ دعا مستجاب کرانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ چونکہ بندہ اس بات سے آگاہ نہیں ہوتا کہ کونسی دعا قبول ہونی چاہئے اور کونسی دعا قبول نہیں ہونی چاہئے فقط خداوند عالم اس چیز سے واقف ہے کہ بندے کے لئے کونسی دعا قبولیت کی صلاحیت رکھتی ہے اور کونسی قبولیت کی صلاحیت نہیں رکھتی جیسا کہ دعائے افتتاح میں آیا ہے:

"وَلَعَلَّ الَّذِیْ اَبْطَاَ عَنِّیْ هُوَ خَيْرٌ لِیْ لِعِلْمِكَ بِعَاقِبَةِ الْاُمُوْرِ، فَلَمْ اَرَ مَوْلًى كَرِيْماً اَصْبَرَ عَلٰى عَبْدٍ لَئِيْمٍ مِنْكَ عَلَيَّ"۔

"حالانکہ تو جانتا ہے کہ میرے لئے خیر اس تاخیر میں ہے اس لئے کہ تو امور کے انجام سے باخبر ہے میں نے تیرے جیسا کریم مولا نہیں دیکھا ہے جو مجھ جیسے ذلیل بندے کو برداشت کر سکے"

2۔ داعی: (دعا کرنے والا)

بندہ ہر چیز کا محتاج ہے یہاں تک کہ اپنی حفاظت کرنے میں بھی وہ اللہ کا محتاج ہے ارشاد ہوتا ہے:

"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ"۔ [2]

"انسانوں تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد و ثنا ہے"

"وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ"۔ [3]

---

[1] سورہ اسراء آیت ۲۰

[2] سورہ فاطر آیت ۱۵

[3] سورہ محمد آیت ۳۸

"خداسب سے بے نیاز ہےاورتم سب اس کے فقیراور محتاج ہو"

انسان کے پاس اپنے فقر سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے جو اس کی بارگاہ میں پیش کر سکے۔اوراللہ کی بارگاہ میں اپنے کو فقیر بنا کر پیش کرنے سے اس کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

اور جتنا بھی انسان اللہ کی بارگاہ کا فقیر رہے گا اتنا ہی اللہ کی رحمت سے قریب رہے گا اور اگر وہ تکبر کرے گا اور اپنی حاجت و ضرورت کو اس کے سامنے پیش نہیں کرے گا اتنا ہی وہ رحمت خدا سے دور ہوتا جائے گا۔

3۔دعا:(طلب، چاہت، مانگنا)

انسان جتنا بھی گڑ گڑا کر دعا مانگے گا اتنا ہی وہ رحمت خدا سے قریب ہوتا جائے گا۔انسان کے مضطر ہونے کی سب سے ادنیٰ منزل یہ ہے کہ وہ اپنے تمام اختیارات کا مالک خدا کو سمجھے یعنی خدا کے علاوہ کوئی اس کی دعا قبول نہیں کرسکتا ہے اور مضطر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے پاس دوسرا کوئی اختیار نہ رہے یعنی اگر کوئی اختیار ہے تو وہ صرف اور صرف خدا کا اختیار ہے اور اس کے علاوہ کوئی اختیار نہیں ہے جب ایسا ہوگا تو انسان اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں نہایت مضطر محسوس کرے گا۔۔اور اسی وقت انسان اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ قریب ہوگا:

"اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ" [1]

"بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے"

مضطر کی دعا اور اللہ کی طرف سے اس کی قبولیت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے اور دعا میں اس اضطرار اور چاہت کا مطلب خدا کے علاوہ دنیا اور مافیہا سے قطع تعلق کر لینا اور صرف اور صرف اسی سے لو لگانا ہے اس کے علاوہ غیر خدا سے طلب اور دعا نہیں ہوسکتی ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دعا انسان کو کوشش اور عمل کرنے سے بے نیاز کر دیتی ہے، جس طرح کوشش اور عمل، دعا کرنے والے کو اللہ سے دعا کرنے سے بے نیاز نہیں کرتے ہیں۔

4۔مدعوّ لہ(جس کے لئے یا جو طلب کیا جائے؟)

انسان کو خداوند قدوس سے اپنی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی تمام حاجتیں طلب کرنا چاہئیں خدا اس کی حاجتوں کو پورا کرنے سے عاجز نہیں ہوتا اور نہ اس کے ملک وسلطنت میں کوئی کمی آتی ہے، اور نہ ہی بخل اس کی ساحتِ کبریائی سے ساز گار ہے۔

انسان کے لئے خداوند عالم سے اپنی چھوٹی سے چھوٹی حاجت طلب کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے (یہاں تک کہ وہ اپنے لئے جوتی، جانوروں کے لئے چارا اور اپنے آٹے کے لئے نمک بھی مانگ سکتا ہے) جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم چھوٹی بڑی حاجتوں کو پورا کر کے اپنے بندے کو ہمیشہ اپنے سے لو لگانے کو دوست رکھتا ہے۔نہ چھوٹی دعائیں، اور نہ ہی بڑی حاجتیں ہو

---

[1] سورہ نمل آیت ٦٢

نے کی وجہ سے خداوند عالم اپنے اور بندوں کے درمیان پردہ ڈالتا ہے۔ خداوند عالم تو ہمیشہ اپنے بندوں کی چھوٹی اور بڑی تمام حاجتوں کو پورا کرتا ہے اور اپنے بندے کے دل کو ہر حال میں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔

انسان اور خدا کے درمیان دعا اور حاجت کے مثل کوئی چیز واسطہ نہیں بن سکتی ہے۔ دعا کے یہی چار ارکان ہیں۔

دعا کی قدر و قیمت

ارشاد رب العزت ہے:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ" [۱]

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

دعا یعنی بندے کا اپنے کو اللہ کے سامنے پیش کرنا اور یہی پیش کرنا ہی روح عبادت ہے اور عبادت انسان کی غرض خلقت ہے۔

یہی تینوں باتیں ہماری دعاؤں کی قدر و قیمت کو مجسم کرتی ہیں، دعا کی حقیقت کو واضح کرہیں، ہم اپنی بحث کا آغاز تیسری بات سے کرتے ہیں اس کے بعد دوسرے مطلب کو بیان کرنے کے بعد پھر پہلی بات بیان کریں گے۔

قرآن کریم نے صاف طور پر یہ بیان کیا ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" [۲]

"اور میں نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کے لئے"

اسی آخری نقطہ کی دین اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔

اور عبادت کی قدر و قیمت یہ ہے کہ یہ انسان کو اسکے رب سے مربوط کردیتی ہے۔

عبادت میں اللہ سے قصد قربت اس کے محقق ہونے کے لئے اصلی اور جوہری امر ہے اور بغیر جوہر کے عبادت، عبادت نہیں ہے، عبادت اصل میں اللہ کی طرف حرکت ہے، اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے۔ اور یہ دوسری حقیقت پہلی حقیقت کی وضاحت کرتی ہے۔

اور پہلی حقیقت انسان کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا اللہ سے براہ راست مستحکم رابطہ ہے۔۔ اور عبادات میں دعا کے علاوہ کوئی

---

[۱] سورہ مومن آیت ۶۰

[۲] سورہ ذاریات آیت ۵۶

عبادت ایسی نہیں ہے جو اس سے زیادہ انسان کو اللہ سے قریب کر سکتی ہو سیف تمار سے مروی ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

"علیکم بالدعاء فانکم لا تتقربون بمثله" [1]

"تم دعا کیا کرو خدا سے قریب کرنے میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے"

جب بھی انسان کی حاجت اللہ کی طرف عظیم ہوگی اور وہ اللہ کا زیادہ محتاج ہوگا اور اس کی طرف وہ زیادہ مضطر ہوگا تو وہ اتنا ہی دعا کے ذریعہ اللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہوگا۔

انسان کے اندر اللہ کی نسبت زیادہ محتاجی کا احساس اور اس کی طرف زیادہ مضطر ہونے اور دعا کے ذریعہ اس کی بارگاہ میں ہو نے کے درمیان رابطہ طبیعی ہے۔ بیشک ضرورت اور اضطرار کے وقت انسان اللہ کی پناہ مانگتا ہے جتنی زیادہ ضرورت ہوگی اتنا ہی انسان اللہ کی طرف متوجہ ہوگا اور اس

کے برعکس بھی ایسا ہی ہے یعنی جتنا انسان اپنے کو بے نیاز محسوس کرے گا خدا سے دور ہوتا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى" [2]

"بیشک انسان سرکشی کرتا ہے جب وہ اپنے کو بے نیاز خیال کرتا ہے"

بیشک انسان جتنا اپنے کو غنی سمجھتا ہے اتنا ہی وہ اللہ سے روگردانی کرتا ہے اور سرکشی کرتا ہے اور جتنا اپنے کو فقیر محسوس کرتا ہے اتنا ہی اللہ سے لو لگاتا ہے۔ قرآن کی تعبیر بہت دقیق ہے:

"اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى" انسان اللہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا بلکہ انسان اللہ کا محتاج ہے:

"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ" [3]

"انسانو! تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد و ثنا ہے"

لیکن انسان اپنے کو مستغنی سمجھتا ہے، انسان کا غرور صرف خیالی ہے۔

جب انسان اپنے کو اللہ سے بے نیاز دیکھتا ہے تو اس سے روگردانی کرتا ہے اور سرکش ہو جاتا ہے

جب اس کو نقصان پہنچتا ہے اور اللہ کی طرف اپنے مضطر ہونے کا احساس کرتا ہے تو پلٹ جاتا ہے اور خدا کے سامنے سر جھکا دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے سامنے سر جھکا دینے کا نام حقیقت دعا ہے۔ جو اللہ سے دعا کرتا ہے اور اس کے سامنے گڑگڑاتا ہے تو اللہ

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۳

[2] ۔سورہ علق آیت ۶۔۷

[3] سورہ فاطر آیت ۱۵

بھی اس کی دعا قبول کرتا ہے۔

اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے لولگانا ہی دعا کی حقیقت، اسکا جوہر اور اس کی قیمت ہے۔

قرآن کریم میں خدا کی بارگاہ میں حاضری کے چار مرحلے

خداوند عالم نے اپنی بارگاہ میں حاضری کے لئے اپنے بندوں کے سامنے چار راستے رکھے ہیں جن میں دعا سب سے اہم راستہ ہے ان چاروں راستوں کا قرآن وسنت میں تذکرہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: انسان کے لئے چار چیزیں انجام دینا اس کے حق میں مفید ہے اور اس میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے: ایک ایمان اور دوسرے شکر، خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

"مَا يَفْعَلُ اللهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ" [۱]

"خدا تم پر عذاب کر کے کیا کرے گا اگر تم اس کے شکر گزار اور صاحب ایمان بن جاؤ"

تیسرے استغفار خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

"وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ" [۲]

"حالانکہ اللہ ان پر اس وقت تک عذاب نہیں کرے گا جب تک "پیغمبر" آپ ان کے درمیان ہیں اور خدا ان پر عذاب کر نے والا نہیں ہے اگر یہ توبہ اور استغفار کرنے والے ہو جائیں"

چوتھے دعا، خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ" [۳]

"پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پرواہ بھی نہ کرتا"

معاویہ بن وہب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے:

"یامعاویة !من أُعطیَ ثلاثة لم یُحرم ثلاثة: من أُعطی الدعاء أُعطی الاجابة، ومن أُعطی الشکر أُعطی الزیادة، ومن أُعطی التوکل أُعطی الکفایة: فانّ الله تعالیٰ یقول فی کتابه: "وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ" [۴]

---

[۱] سورہ نساء آیت ۱۴۷

[۲] سورہ انفال آیت ۳۳

[۳] سورہ فرقان آیت ۷۷، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۱

[۴] سورہ طلاق آیت ۳

ویقول: "لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ" [1]

ویقول: "اُدۡعُوۡنِيۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ" [2]

"اے معاویہ! جس کو تین چیزیں عطا کی گئیں وہ تین چیزوں سے محروم نہیں ہوگا: جس کو دعا عطا کی گئی وہ قبول بھی کی جائیگی، جس کو شکر عطا کیا گیا اس کے رزق میں برکت بھی ہوگی اور جس کو توکل عطا کیا گیا وہ اس کے لئے کافی ہوگا اس لئے کہ خداوند عالم قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ"

"اور جو خدا پر بھروسہ کرے گا خدا اس کے لئے کافی ہے"

"لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ"

"اگر تم ہمارا شکریہ ادا کروگے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کردیں گے"

"اُدۡعُوۡنِيۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ"

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا"

عبداللہ بن ولید وصافی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ کا فرمان ہے:

"ثلاث لایضر معھن شیٔ: الدعاء عند الکربات، والاستغفار عند الذنب، و الشکر عند النعمة" [3]

"تین چیزوں کے ساتھ کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی ہے: بے چینی میں دعا کرنا، گناہ کے وقت استغفار کرنا اور نعمت کے وقت خدا کا شکر ادا کرنا"

اللہ سے لو لگانے کے یہی ذرائع ہیں اور اللہ سے لو لگانے کے بہت زیادہ ذرائع ہیں جیسے توبہ، خوف وخشیت، اللہ سے محبت اور شوق، امید، شکر اور استغفار وغیرہ۔

انسان پر اللہ سے لو لگانے کے لئے اس طرح کے مختلف راستوں کا اختیار کرنا ضروری ہے اور اسلام خدا سے رابطہ رکھنے کے لئے صرف ایک راستہ ہی کو کافی نہیں جانتا ہے۔

خدا سے رابطہ کرنے اور اس کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کا سب سے اہم وسیلہ دعا ہے

کیونکہ فقر اور نیازمندوں سے زیادہ اور کوئی چیز انسان کو خدا کی طرف نہیں پہونچا سکتی ہے

---

[1] سورہ ابراہیم آیت ۷

[2] سورہ غافر آیت ۶۰، خصال صدوق جلد ا صفحہ ۵۰، المحاسن للبرقی صفحہ ۳، الکافی جلد ۲ صفحہ ۶۵۔

[3] ۔امالی شیخ طوسی صفحہ ۱۲۷۔

پس دعا خداوند عالم سے رابطے اور لو لگانے کا سب سے وسیع باب ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الحمد للہ الذی اُنادیه کلما شئت لحاجتی واخلوبه حیث شئت لسّری بغیر شفیع فیقضی لی حاجتی"

"تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس کو میں آواز دیتا ہوں جب اپنی حاجتیں چاہتا ہوں اور جس کے ساتھ خلوت کرتا ہوں جب جب اپنے لئے کوئی راز دار چاہتا ہوں یعنی سفارش کرنے والے کی حاجت کو پوری کرتا ہے"

دعا، روح عبادت ہے

دعا عبادت کی روح ہے؛انسان کی خلقت کی غرض عبادت ہے؛اور عبادت کرنے کی غرض۔خداوند عالم سے شدید رابطہ کرنا ہے؛اور یہ رابطہ دعا کے ذریعہ ہی محقق ہوتا ہے اور اس کے وسائل وسیع اور قوی ہوتے ہیں:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"الدعاء مخ العبادة؛ولا یهلك مع الدعاء احد" [1]

دعا عبادت کی روح ہے اور دعا کرنے سے کوئی بھی ہلاک نہیں ہوتا ہے"

اور یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے:

"افزعوا الی اللہ فی حوائجکم ، والجأوا الیه فی ملمّاتکم ، وتضرّعوا الیه ، وادعوه؛فإنّ الدعاء مخ العبادة و ما من مؤمن یدعوا اللہ الاّ استجاب ، فإمّا ان یُعجّله له فی الدنیا اَو یُؤجّل له فی الآخرة ، وإمّا اَن یُکفّر عنه من ذنوبه بقدر مادعا؛مالم یدع بماء ثم [2]

تم خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو نالہ وفریاد کے ذریعہ پیش کرو،مشکلوں میں اسی کی پناہ مانگو،اس کے سامنے گڑگڑاؤ،اسی سے دعا کرو،بیشک دعا عبادت کی روح ہے اور کسی مومن نے دعا نہیں کی مگر یہ کہ اس کی دعا ضرور قبول ہوئی،یا تو اسکی دنیا ہی میں جلدی دعا قبول کر لیتا ہے یا اس کو آخرت میں قبول کرے گا،یا بندہ جتنی دعا کرتا ہے اتنی مقدار میں ہی اسکے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

گویا روایت ہم کو خداوند عالم سے دعا کرنے اور ہم کو اس کی بارگاہ میں پیش ہونے کا طریقہ سکھاتی ہیں۔

ان فقرات :"افزعوا الی اللہ فی حوائجکم "،"اپنی حاجتیں خدا کی بارگاہ میں پیش کرو""والجأوا الیه فی ملمّاتکم"،"مشکلوں میں اسی کی پناہ مانگو""وتضرّعوا الیه"،"اسی کی بارگاہ میں گڑگڑاؤ" کے سلسلہ میں غور وفکر کریں۔

اور دوسری روایت میں حضرت رسول خدا فرماتے ہیں:

---

[1]۔بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۲۔

"الدعاء سلاح المؤمن و عماد الدین" [۱]

"دعا مومن کا ہتھیار اور دین کا ستون ہے"

بیشک دعا دین کا ستون ہے اور اس کا مطلب اللہ کی طرف حرکت کرنا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کا نام دعا ہے۔اور جب اپنے کو خداوند عالم کی بارگاہ میں پیش کرنے کا نام دعا ہے تو دعا خداوند عالم کے نزدیک سب سے محبوب اور سب سے اکرم چیز ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں:

"مامن شیء اکرم علیٰ اللہ تعالیٰ من الدعاء" [۲]

"خداوند عالم کے نزدیک سب سے اکرم چیز دعا ہے"

حنان بن سدیر اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

"ای العبادة افضل؟ فقال:"مامن شیٔ أحبّ الیٰ اللہ من أن یُسأل ویُطلب مما عنده، وما احد ابغض الیٰ اللہ عزّ و جلّ ممن یستکبر عن عبادته ولایسأل ما عنده" [۳]

"کونسی عبادت سب سے افضل ہے؟ تو آپ (امام) نے فرمایا: خداوند عالم کے نزدیک سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور خداوند عالم کے نزدیک سب سے مبغوض شخص وہ ہے جو عبادت کرنے پر غرور کرتا ہے اور خداوند عالم سے کچھ طلب نہیں کرتا"

بدھ کے دن پڑھی جانے والی دعا میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الحمد للہ الذی مرضاته فی الطلب الیه، والتماس مالدیه وسخطه فی ترك الالحاح فی المسألة علیه" [۴]

دعائے کمیل میں فرماتے ہیں:

"فَاِنَّكَ قَضَیْتَ عَلٰی عِبَادِكَ بِعِبَادَتِكَ وَاَمَرْتَهُمْ بِدُعَائِكَ وَضَمِنْتَ لَهُمُ الْاِجَابَةَ، فَاِلَیْكَ یَارَبِّ نَصَبْتُ وَجْهِی وَاِلَیْكَ یَارَبِّ مَدَدْتُ یَدِیْ۔۔۔"

"اس لئے کہ تو نے اپنے بندوں کے بارے میں طے کیا ہے کہ وہ تیری عبادت کریں اور تو نے اپنے سے دعا کرنے کا حکم دیا

---

[۱] ۔بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۸۸۔

[۲] ۔مکارم الاخلاق صفحہ ۳۱۱۔

[۳] ۔مکارم الاخلاق صفحہ ۳۱۱۔اور محاسن برقی صفحہ ۲۹۲۔

[۴] دعا یوم الاربعاء۔

ہے اور تو اس کے قبول کرنے کا ضامن ہے پس اے خدا! میں نے تیری ہی طرف لو لگائی ہے اور اے پروردگار تیری ہی جانب اپنے ہاتھ پھیلائے ہیں"

دعا سے روگردانی، خداوند عالم سے روگردانی ہے

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ" [1]

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

اس آیۂ کریمہ میں عبادت سے استکبار کرنا دعا سے روگردانی کرنا ہے، پس سیاق آیت کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

"ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ"

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

اور اس کے بعد فوراً فرماتا ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ" [2]

"اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"۔

اس آیۂ کریمہ میں دعا سے اعراض کرنا عبادت نہ کرنے کے مترادف ہے اس لئے کہ یہ اللہ سے روگردانی کرنا ہے۔

اور اس آیت کی تفسیر میں یہی معنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کئے گئے ہیں:

"هي والله العبادة، هي والله العبادة"

"خدا کی قسم یہی عبادت ہے، خدا کی قسم یہی عبادت ہے"۔

حماد بن عیسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"انّ الدعاء هو العبادة، انّ الله عزّوجلّ يقول: "إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ" [3]

---

[1] سورہ مومن آیت ۶۰۔

[2] سورہ مومن آیت ۶۰۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۳۔

"بیشک دعا سے مراد عبادت ہےاور خداوند عالم فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ"

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جولوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

اور اللہ کے نزدیک دعا اور دعا کی مقدار کے علاوہ انسان کی کوئی قیمت وارزش نہیں ہے اور خداوند عالم اپنے بندے کی اتنی ہی پرواہ کرتا ہے جتنی وہ دعا کرتا ہے اور اس کو قبول کرتا ہے:

"قُلْ مَا یَعْبَؤُابِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ" [۱]

"پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پروا بھی نہ کرتا"

بیشک دعا خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنے کو پیش کرنے کے مساوی ہے جیسا کہ دعا سے اعراض (منھ موڑنا) کرنا اللہ سے اعراض کرنا ہے۔

اور جو اللہ سے منھ موڑتا ہے تو خداوند عالم بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا، اور نہ ہی اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قدر و قیمت ہے۔

حضرت امام باقر علیہ السلام ایک حدیث میں فرماتے ہیں:

"وما احد ابغض الی اللہ عزّوجلّ ممن یستکبر عن عبادته، ولا یسأل ما عنده" [۲]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"لتسألنّ اللہ أو لیغضبنّ علیکم، انّ للہ عبادا یعملون فیعطیهم، وآخرین یسألونه صادقین فیعطیهم ثم یجمعهم فی الجنة، فیقول الذین عملوا: ربنا عملنا فاعطیتنا، فبما اعطیت هؤلاء؟ فیقول: هؤلاء عبادی اعطیتکم اجورکم ولم التکم من اعمالکم شیئا، وسألنی هؤلاء فاعطیتهم واغنیتهم، وهو فضلی اوتیه مَنْ أشاء" [۳]

بیشک اللہ اپنے بندے کی دعا کا مشتاق ہے

جب بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کے لئے حاضر ہوتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ اور جب بندہ اللہ سے روگردانی کرتا ہے تو خدا بھی اسے پسند نہیں کرتا ہے۔

کبھی کبھی خداوند عالم اپنے مومن بندے کی دعا مستجاب کرنے میں اس لئے دیر لگا دیتا ہے تا کہ وہ دیر تک اس کی بارگاہ میں

---

[۱] سورہ فرقان آیت ۶۰۔

[۲] وسائل الشیعہ جلد ۴: صفحہ ۱۰۸۴۔

[۳] وسائل الشیعہ جلد ۴: صفحہ ۱۰۸۴۔ حدیث ۸۶۰۹۔

کھڑا رہے اور اس سے دعا کر کے گڑگڑا تا رہے۔ کیونکہ اسے اپنے بندے کا گڑگڑانا بھی پسند ہے اسی لئے وہ دعا اور مناجات کا مشتاق رہتا ہے۔

عالم آل محمد یعنی امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ اللہ عزّ وجلّ لیؤخّر اجابۃ المؤمن شوقاً الیٰ دعائہ ویقول: صوتاً احبّ أن اسمعہ۔ ویعجّل إجابۃ دعاء المنافق، ویقول: صوتاً اکرہ سماعہ" [1]

"خداوند عالم مومن کی دعا کے شوق میں اس کی دعا کو دیر سے مستجاب کرتا ہے اور کہتا ہے: مجھے یہ آواز پسند ہے اور منافق کی دعا جلد قبول کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے اس کی آواز پسند نہیں"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"أکثروا من أن تدعوا اللہ، فإنّ اللہ یحبّ من عبادہ المؤمنین أن یدعوہ، وقد وعد عبادہ المؤمنین الاستجابۃ" [2]

"تم خداوند عالم سے بہت زیادہ دعائیں کرو بیشک اللہ کو یہ پسند ہے کہ اس کے مومن بندے اس سے دعائیں کریں اور اس نے اپنے مومن بندوں کی دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"احبّ الأعمال إلیٰ اللہ عزّ وجلّ فی الأرض: الدعاء" [3]

"زمین پر اللہ کا سب سے پسندیدہ عمل: دعا ہے"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

"إنّ المؤمن یسأل اللہ عزّ وجلّ حاجۃ فیؤخرعنہ تعجیل اجابتہ حبّاً لصوتہ واستماع نحیبہ" [4]

"بیشک جب کوئی مومن اللہ عز وجل سے کوئی سوال کرتا ہے تو خداوند عالم اس مومن کی دعا کی قبولیت میں اس کی آواز کو دوست رکھنے اور سننے کی خاطر تاخیر کرتا ہے"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۷ صفحہ ۲۹۶۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴: صفحہ ۱۰۸۶، حدیث ۸۶۱۶۔

[3] وسائل الشیعۃ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۹، حدیث ۸۶۳۹۔

[4] قرب الاسناد صفحہ ۱۷۱، اصول کافی صفحہ ۵۲۶۔

"انّ العبد ليدعو فيقول الله عزّ و جلّ للملكين: قد استجبت له، و لكن احبسوه بحاجته، فانّي أُحبّ ان اسمع صوته، وانّ العبدليدعوفيقول الله تبارك وتعالیٰ: عجلوا له حاجته فانی ابغض صوته" [1]

"جب ایک بندہ خداوندعزوجل سے دعا مانگتا ہے تو خداوند عالم دوفرشتوں سے کہتا ہے: میں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے لیکن تم اس کو اس کی حاجت کے ساتھ قید کرلو، چونکہ مجھے اس کی آواز پسند ہے، اور جب ایک بندہ دعا کرتا ہے تو خداوند عالم کہتا ہے: اس کی حاجت روائی میں جلدی کرو چونکہ مجھے اس کی آواز پسند نہیں ہے"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ العبد الولی لله ليدعوالله عزّوجلّ فی الامر ينوبه، فيُقال للملك الموكل به: اقض لعبدی حاجته، و لا تُعجّلها فانّی اشتهی ان اسمع صوته ونداءه وانّ العبدالعدولله عزّوجلّ يدعوالله عزّوجلّ فی الامر ينوبه، فيُقال للملك الموكل به: اقض حاجته، و عجّلها فانّی اكره ان اسمع صوته وندائه" [2]

"اللہ کو دوست رکھنے والا بندہ دعا کرتے وقت اللہ کو اپنے امر میں اپنا نائب بنا دیتا ہے تو خداوند عالم اس بندے پر موکل فرشتو ں سے کہتا ہے: میرے اس بندے کی حاجت قبول کرلو مگر اسے پوری کرنے میں ابھی جلدی نہ کرنا چونکہ میں اس کی آواز سننے کو دوست رکھتا ہوں اور جب اللہ کا دشمن بندہ اللہ سے دعا کرتے وقت اس کو اپنے کسی کام میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہے تو خداوند عالم اس بندے پر موکل فرشتوں سے کہتا ہے اس کی حاجت کو پورا کرنے میں جلدی کرو اس لئے کہ میں اس کی آواز سننا پسند نہیں کرتا ہوں"

خداوند عالم کو ہرگز یہ پسند نہیں ہے کہ اس کے بندے ایک دوسرے سے سوال کریں بلکہ اگر وہ اپنی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں تو اس کو یہی پسند ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی بارگاہ میں مومنین کے سوال کو پسند کرتا ہے اور اپنے سامنے ان کے گریہ وزاری اور دعا کرنے کو پسند کرتا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"انّ الله احبّ شيئاً لنفسه وابغضه لخلقه، ابغض لخلقه المسألة، واحبّ لنفسه ان يُسأل، وليس شیء احبّ الیٰ الله عزّوجلّ من ان يُسأل، فلايستحی احدكم من ان يسأل الله من فضله، ولوشسع نعل" [3]

"خداوند عالم ایک چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے لیکن اس کو مخلوق کے لئے پسند نہیں کرتا، وہ اپنے لئے اس بات کو دوست رکھتا

---

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۲، حدیث ۸۷۳۱۔ اصول کافی جلد ۲، صفحہ ۵۲۶۔
[2] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۷، وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۲، حدیث ۸۷۳۲۔
[3] فروع الکافی جلد ا صفحہ ۱۹۶، من لایحضرہ الفقیہ جلد ا صفحہ ۲۳۔

ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور اللہ کے نزدیک اس سے سوال کرنے کے علاوہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے پس تم میں سے کوئی اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرنے میں شرم نہ کرے اگر چہ وہ جوتے کے تسمے کے بارے میں ہی کیوں نہ ہو“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ الله يحبّ العبد أن يطلب اليه فى الجرم العظيم، ويبغض العبد أن يستخفّ بالجرم اليسير" [1]

”اللہ بندے کی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اس کو بڑے جرم میں پکارے اور اس بات سے ناراض ہوتا ہے کہ وہ اس کو چھوٹے جرم میں نہ پکارے“

محمد بن عجلان سے مروی ہے کہ: "اصابتنى فاقة شديدة واضاقة، ولاصديق لمضيق ولزمنى دينٌ ثقيل وعظيم، يلحّ فى المطالبة، فتوجّهت نحو دار الحسن بن زيد. وهو يومئذ أمير المدينة. لمعرفة كانت بينى وبينه، وشعر بذلك من حالى محمد بن عبد الله بن على بن الحسينؑ، وكان بينى وبينه قديم معرفة، فلقينى فى الطريق فأخذ بيدى وقال: قد بلغنى ما أنت بسبيله، فمن تؤمّل لكشف ما نزل بك؟

قلت: الحسن بن زيد. فقال اذن لايقضى حاجتك، ولاتسعف بطلبتك، فعليك بمن يقدر على ذلك، و هو اجود الاجودين، فالتمس ما تؤمّله من قبله، فإنّى سمعت ابن عمى جعفر بن محمد يُحدّث عن ابيه، عن جده، عن ابيه الحسين بن على، عن ابيه على بن ابيطالبؑ عن النبى ﷺ قال: اوحىٰ الله الىٰ بعض انبيائه فى بعض وحيه: وعزّتى وجلالى لأقطعن أمل كل آمل امّل غيرى بالإياس، ولأكسونّه ثوب المذلّة فى الناس، ولأبعدنّه من فَرَجى وفضلى، أيأمل عبدى فى الشدائد غيرى والشدائد بيدى؟ ويرجو سواى وانا الغنى الجواد؟ بيدى مفاتيح الابواب وهى مغلقة، وبابى مفتوح لمن دعانى.

الم تعلموا انّ من دهاه نائبة لم يملك كشفها عنه غيرى، فمالى أراه يأمله معرضا عنى وقد اعطيته بجودى و كرمى مالم يسألنى؟

فأعْرَضَ عنى، ولم يسألنى، وسأل فى نائبته غيرى، وأنا الله ابتدئ بالعطية قبل المسألة. أفأُسأل فلا أجُوَد؟ كلّا. أليس الجود والكرم لى؟ أليس الدنيا والآخرة بيدى؟ فلوانّ اهل سبع سماوات وارضين سألونى جميعا واعطيت كل واحد منهم مسألته مانقص ذلك من ملكى مثل جناح البعوضة، و كيف ينقص مُلْك أنا قيّمه فيا بؤسا لمن عصانى، ولم يراقبنى.

---

[1] المحاسن البرقی صفحہ ۲۹۳، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۲۔

فقلت لہ: یابن رسول اللہ، أعد علیّ ھذا الحدیث، فأعادہ ثلاثاً، فقلت: لا واللہ ما سألت احداً بعدھا حاجۃ۔ فمالبث أن جاءنی اللہ برزق من عندہ۔[1]

"میں شدید فقر وفاقہ کی زندگی گزار رہا تھا، میری تنگدستی کو دور کرنے والا بھی کوئی میرا ساتھی نہیں تھا اور مجھ پر دین کی اطاعت بڑی مشکل ہوگئی تھی اور میں اپنی ضروریات زندگی کے لئے چیخ اور چلا رہا تھا تو میں نے اس وقت اپنا وظیفہ معلوم کرنے کے لئے حسن بن زید (جو اس وقت مدینہ کے امیر وحاکم تھے) کے گھر کا رخ کیا اور ان تک میرے حالات کی خبر میرے قدیمی ہمنشین محمد بن عبداللہ بن علی بن الحسین علیہ السلام نے پہنچائی، میری ان سے راستہ میں ملاقات ہوئی تو انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: مجھ کو تمہارے حالات کے بارے میں خبر ملی ہے میں تمہارے بارے میں نازل ہونے والی مشکلات کے بارے میں سوچ رہا ہوں؟

میں نے کہا: حسن بن زید، اس نے کہا تمہاری حاجت پوری نہیں ہوگی اور تم اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکتے تم ایسے شخص کے پاس جاؤ جو تمہاری حاجت روائی کی قدرت رکھتا ہے اور تمام سخاوت کرنے والوں سے زیادہ سخی ہے اپنی مشکلات کے لئے ان کے پاس جاؤ اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ میرے چچا زاد بھائی جعفر بن محمد علیہما السلام نے اپنے والد کے ذریعہ اپنے جد سے پھر ان کے والد سے حسین بن علی علیہما السلام سے انھوں نے اپنے والد علی بن ابی طالب علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: خداوند عالم نے اپنے بعض انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی نازل کی کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے میں ہر اس شخص کی امید مایوسی میں بدل دونگا جو میرے علاوہ کسی اور سے امید لگائے گا، اسے ذلت کا لباس پہناؤں گا اور اسے اپنے فضل وکرم سے دور کر دونگا۔ کیا میرا بندہ مشکلات میں میرے علاوہ کسی اور سے امید کرتا ہے حالانکہ میں غنی جواد ہوں؟ تمام ابواب کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے حالانکہ تمام دروازے بند ہیں اور مجھ سے دعا کرنے والے کے لئے میرا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

کیا تم نہیں جانتے کہ جس کو کوئی مشکل پیش آئے اس کی مشکل کو میرے علاوہ کوئی اور دور نہیں کر سکتا تو میں اس کو غیر سے امید رکھتے ہوئے اور خود سے روگردانی کرتے ہوئے دیکھتا ہوں جبکہ میں نے اپنی سخاوت اور کرم کے ذریعہ وہ چیزیں عطا کی ہیں جن کا اس نے مجھ سے مطالبہ نہیں کیا ہے؟

لیکن اس نے مجھ سے روگردانی کی اور طلب نہیں کیا بلکہ اپنی مشکل میں دوسروں سے مانگا جبکہ میں ایسا خدا ہوں جو مانگنے سے پہلے ہی دیدیتا ہوں۔

تو کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ مجھ سے سوال کیا جائے اور میں جود وکرم نہ کروں؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیا جود وکرم میرے نہیں ہیں؟ کیا دنیا اور آخرت میرے ہاتھ میں نہیں ہیں؟ اگر سات زمین اور آسمان کے لوگ سب مل کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کی ضرورت کے مطابق اس کو عطا کر دوں تو بھی میری ملکیت میں ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی کمی نہیں آئیگی اور کیسے کمی آ بھی سکتی ہے جس کا ذمہ دار میں ہوں، لہٰذا میری مخالفت کرنے والے اور مجھ سے نہ ڈرنے والے پر افسوس ہے۔

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۳، ۳۰۴۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسول اس حدیث کی میرے لئے تکرار فرما دیجئے تو آپ نے اس حدیث کی تین مرتبہ تکرار فرمائی۔

میں نے عرض کیا: خدا کی قسم آج کے بعد کسی سے کوئی سوال نہیں کروں گا تو کچھ ہی دیر گذری تھی کہ خداوند عالم نے مجھ کو اپنی جانب سے رزق عطا فرمایا"

استجابت دعا

دعا توفیق اور استجابت کے حصار میں

دعا دو طرف سے اللہ کی رحمت سے گھری ہوئی ہوتی ہے: اللہ کی طرف سے توفیق اور دعا کی قبولیت۔ بندے کی دعا اللہ کی دی ہوئی توفیق کے علاوہ قبول نہیں ہوتی ہے اللہ اپنے بندہ کو دعا کرنے کی توفیق کا رزق عطا کرتا ہے چونکہ بندہ اس توفیق کے بغیر اللہ کی بارگاہ میں دعا پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا لہٰذا دعا سے پہلے اس توفیق کا ہونا ضروری ہے اور جب بندہ خدا سے دعا کرتا ہے تو اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے:

"اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ "[1]

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

تو پہلے اللہ سے دعا کرنے کی توفیق لازم ہوتی ہے اور پھر دعا بارگاہ معبود میں قبول ہوتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں دعا کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، یہ دونوں اللہ کی رحمت کے دروازے ہیں جو بندے کے لئے اس کے دعا کرنے سے پہلے اور دعا کرنے کے بعد کھلے رہتے ہیں۔ حضرت رسول خدا سے مروی ہے

"مَنْ فُتح له منکم باب الدعاء فتحت له أبواب الرحمة"[2]

"تم میں سے جس شخص کے لئے دعا کا دروازہ کھل جائے اس کے لئے ابواب رحمت کھل جاتے ہیں

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے:

"فذکروك بمنّك وشکروك"

جب بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے تو یہ اللہ کی عصمت اور اس کے فضل کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے وہ (خدا) بندہ کے شکر کا مستحق ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام ہی مناجات خمس عشرہ میں فرماتے ہیں:

"فَاِنَّا بِكَ وَلَكَ وَلَا وَسِيْلَةَ لَنَا اِلَيْكَ اِلَّا اَنْتَ"

---

[1] سورہ مومن آیت ۶۰۔

[2] درمنثور کے نقل کے مطابق المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۲۔

"ہم تیری وجہ سے ہیں اور تیرے لئے ہیں اور ہمارے پاس تیرے پاس تیرے علاوہ تیرے پاس آنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے"

بندہ اپنے پروردگار کو اس کے احسان وفضل کی بنا پر ہی یاد کرتا ہے (پہلے خداوند عالم کا فضل وکرم ہوتا ہے پھر بندہ خدا کو یاد کرتا ہے)، بندے کے لئے اللہ تک پہنچنے کے لئے اس کے فضل اور رحمت کا ہی وسیلہ ہے، جب بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے تو اس کے فضل سے ہی یاد کرتا ہے، جب دعا کرتا ہے تو یہ اس کی دی ہوئی توفیق ہی سے دعا کرتا ہے اور جب اس کا شکرادا کرتا ہے تو یہ اسی کی دی ہوئی رحمت کی وجہ سے ہی اس کا شکرادا کرتا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

"لَمْ یَمْنَعْكَ جَهْلِي وَجُرْاَتِي عَلَیْكَ اَنْ دَلَلْتَنِي اِلٰی مَا یُقَرِّبُنِي اِلَیْكَ وَوَفَّقْتَنِي لِمَا یُزْلِفُنِي لَدَیْكَ"

"تو میری جہالت اور میری جرأت نے تجھ کو میری رہنمائی کرنے سے نہیں روکا، اس چیز کی طرف جو مجھ کو تجھ سے قریب کردے اور تو نے مجھ کو توفیق دی اس امر کی جانب کہ جو مجھ کو تجھ سے قرب عطا کرے"

دعا کے لئے سب سے نازک چیز دعا کی توفیق ہونا ہے، بندہ کو خداوند عالم سے یہ دعا کرنا چاہئے کہ خداوند عالم اس کو دعا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ صحیفۂ سجادیہ کی دعاؤں میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وَاَعْمُرْ لَیْلِي بِاَیْقَاظِي فِیْهِ لِعِبَادَتِكَ، وَاِنْزَالِ حَوَائِجِي بِكَ" [1]

"اور میری راتوں کو عبادت کے لئے شب بیداری اور تنہائی میں تہجد اور سب سے الگ ہو کر تجھ سے لولگانے اور اپنی حاجتوں کو تیرے سامنے پیش کرنے کے لئے آباد رکھنا" حضرت امام جعفر صادق، اللہ سے دعا کی توفیق طلب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

"فَاَعِنِّي عَلٰی طَاعَتِكَ وَوَفِّقْنِي لِمَا اَوْجَبْتَ عَلَيَّ مِنْ کُلِّ مَا یُرْضِیْكَ فَاِنِّي لَمْ اَرَ اَحَداً اَبْلَغَ شَیْئاً مِنْ طَاعَتِكَ اِلَّا بِنِعْمَتِكَ عَلَیْهِ قَبْلَ طَاعَتِهِ، فَاَنْعِمْ عَلَيَّ بِنِعْمَةٍ اَنَالُ بِهَا رِضْوَانَكَ" [2]

"پس اپنی اطاعت پر میری مدد کر اور مجھے اپنی ادائیگی کی توفیق دے اس طرح کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو تیری اطاعت تک پہونچا ہو مگر اطاعت سے پہلے تیری ہی نعمت توفیق کے ذریعہ لہٰذا مجھ پر نعمت نازل کر جن کے ذریعہ میں تیری خوشنودی حاصل کرسکوں"

حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي اَصُوْلُ بِكَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ وَاَسْاَلُكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ وَاَتَضَرَّعُ اِلَیْكَ عِنْدَ الْمَسْکَنَةِ وَلَا تَفْتِنِّي بِالْاِسْتِعَانَةِ بِغَیْرِكَ اِذَا اضْطُرِرْتُ" [3]

"پروردگار! مجھے ایسا بنادے کہ ضرورت کے وقت تیرے ذریعہ حملہ کروں اور حاجتکے موقع پر تجھ سے سوال کروں، مسکینی میں

---

[1] صحیفۂ سجادیہ دعا ۴۷۔

[2] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۰۔

[3] صحیفۂ سجادیہ دعا۔ ۲۰۔

تیری بارگاہ میں گڑگڑاؤں اور مجھے ایسی آزمائش میں نہ ڈال دینا کہ مجبوری میں تیرے غیر سے مدد مانگنے لگوں“

قبولیت دعا کی دو جزائیں

بندہ کی دعا قبول ہونے کی اہمیت خداوند عالم کے یہاں دو جہتوں سے ہے ایک جہت سے نہیں ہے اوران میں سے ایک جہت دوسری جہت سے زیادہ عظیم ہے۔

کم اہمیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان سوال کے ذریعہ اس مطلب کا اظہار کرے جس کے ذریعہ انسان اللہ سے صرف دنیا یا صرف آخرت یاان دونوں کوایک ساتھ طلب کرتا ہے۔

بیش قیمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خداوندعالم بنفس نفیس بندہ کی دعا کا جواب دے تواس کا مطلب خداوندعالم کا اپنے بندہ کی دعا قبول کرنا ہی ہے کیونکہ جتنی مرتبہ بھی خداوندعالم قبول کرے گا اتنی ہی مرتبہ گویابندہ کی طرف توجہ کرے گا۔

دنیا کی ہر چیز کی قیمت اور حد ہوتی ہے لیکن خداوندقدوس کا اپنے بندہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے نہ کوئی حساب ہے اور نہ کوئی حد ہے۔

لیکن جب بندہ پر خدا کی خاص عنایت ہوتی ہے تو اس وقت بندہ کی سعادت کی کوئی حد نہیں ہوتی اور اس سعادت سے بلندکوئی اور سعادت نہیں ہوتی جس کو اللہ اپنے بندوں میں سے بعض بندوں سے مخصوص کردیتا ہے اوراسکی دعا قبول کرکے یہ نشاندہی کراتا ہے کہ جس چیز کا بندہ نے خدا سے سوال کیا ہے وہ کتنی قیمتی اوراہم ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

"لقد دعوت الله مرة فأستجاب، ونسيت الحاجة، لأنّ استجابته بإقباله علیٰ عبده عند دعوته اعظم واجل مما يريد منه العبد، ولوكانت الجنة ونعيمهاالأبد ولكن لايعقل ذلك الّاالعالمون، المحبون، العابدون، العارفون، صفوةالله وخاصته" [1]

”میں نے ایک مرتبہ خداوندعالم سے دعا کی اوراس نے قبول کرلی تو میں اپنی حاجت ہی کو بھول گیا اس لئے کہ اس کا دعا کی قبولیت کے ذریعہ بندہ کی طرف توجہ کرنا بندہ کی حاجت کے مقابلہ میں بہت عظیم ہے چاہے وہ صاحب حاجت اوراس کی ابدی نعمتوں سے متعلق ہی کیوں نہ ہو لیکن اس بات کو صرف خداوندعالم کے علماء، محبین، عابدین، عرفاء اوراس کے مخصوص بندے ہی سمجھ سکتے ہیں “پس دعااور استجابت دونوں اللہ اور بندہ کے مابین ایک تعلق ولگاؤ ہے یعنی سب سے افضل واشرف تعلق ہے۔اللہ اوراسکے بندوں کے درمیان اس سے افضل کونسا تعلق ولگاؤ ہوسکتا ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کے حضور میں اپنی حاجت پیش کرے اللہ اس کو قبول کرے اور اس سے مخصوص قرار دے۔

---

[1] مصباح الشریعۃ صفحہ ۱۴۔۱۵؛ بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۳۔

اس تعلق کی لذت اور نشوونما اور بندہ پر خداوند عالم کی توفیق وعنایات میں اسی وقت مزہ ہے جب انسان اپنی مناجات، ذکر اور دعا کو خدا سے مخصوص کردے

ہم (مولف) کہتے ہیں اللہ سے اس تعلق ولگاؤ کی لذت یہ بندہ پر اللہ کی عنایت ہے کہ بندہ اس طرح خداوند عالم کی یاد میں غرق ہوجاتا ہے کہ انسان خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجتیں پیش کرنے میں مشغول ہوجاتا ہے اور کون لذت اس لذت کے مقابل ہوسکتی ہے؟ اور کونسی دولت خداوند عالم کے حضور میں پیش ہونے، اس سے ملاقات، مناجات اور اسکا تذکرہ کرنے اور اسکے جلال و جمال میں منہمک ہونے کے مانند ہوسکتی ہے اور دعا کرنے کے لئے اللہ کے سامنے کھڑے ہونا یہ خدا کے سامنے حاضر ہونے اس سے ملاقات، مناجات اور اسکو یاد کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

ایک عارف کا کہنا ہے: اللہ کے حضور میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے کوئی سوال کرنا اللہ کے نزدیک بہت برا ہے اور خدا کے علاوہ اس کے جلال اور جمال میں منہمک ہوجانا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے:

"من شغله ذکری عن مسألتی اعطیته افضل ما اعطی السائلین"[1]

جو شخص مجھ سے کوئی سوال کرے گا تو میں اس کو سوال سے زیادہ عطا کرونگا" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"وانّ العبد لتکون له الحاجة الی الله فیبدأ بالثناء علی الله والصلاة علی محمد وآله حتّی ینسیٰ حاجته فیقضیها من غیر ان یسأله ایاها"[2]

"اگر بندہ، خدا سے کوئی حاجت رکھتا ہو اور وہ خداوند عالم سے اپنی حاجت کی ابتداء اس کی حمد وثنا اور محمد وآل محمد پر صلوات بھیج کر کرے اور اسی دوران وہ اپنی حاجت بھول جائے تو اس سے پہلے کہ وہ خداوند عالم سے حاجت کا سوال کرے وہ اس کی حاجت پوری کردے گا"

مناجات محبین میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے:

"... اِجْعَلْنَا مِمَّنْ هَيَّمْتَ قَلْبَهُ لِإِرَادَتِكَ وَاجْتَبَيْتَهُ لِمُشَاهَدَتِكَ، وَأَخْلَيْتَ وَجْهَهُ لَكَ وَفَرَّغْتَ فُؤَادَهُ لِحُبِّكَ وَرَغَّبْتَهُ فِيمَا عِنْدَكَ... وَقَطَعْتَ عَنْهُ كُلَّ شَيْءٍ يَقْطَعُهُ عَنْكَ"[3]

"ہم کو ان میں سے قرار دے کہ جن کے دلوں کو اپنی چاہت کے لئے گرویدہ کرلیا ہے اور اپنے مشاہدے کے لئے انھیں چن لیا ہے اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عنایت کی ہے اور اپنی محبت کے لئے ان کے دلوں کو خالی کرلیا ہے اور اپنے ثواب کے لئے راغب بنایا

---

[1] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۳۔

[2] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۱۲۔

[3] مناجات محبین۔

ہے۔۔۔اور ہر اس چیز سے الگ کر دیا ہے جو بندہ کو تجھ سے الگ کر سکے“

مناجات محبین

دعا اور استجابت دعا کا رابطہ

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ" [1]

”اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے“

دعا قبول ہونے کے درمیان کیا رابطہ ہے؟

استجابت کیسے تمام ہوتی ہے؟

ہم اس فصل میں ان ہی دو سوالات سے متعلق بحث کریں گے۔

بیشک خداوند عالم کی طرف سے دعا استجابت کے الٰہی سنتوں اور قوانین کے ذریعہ انجام پاتی ہے جیسا کہ تمام افعال میں خدا کا یہی طریقہ رائج ہے۔

منفعل ہونا خدا کی ذات میں نہیں ہے جیسا کہ ہم انسانوں کی فطرت ہے کہ کبھی ہم غصہ ہوتے ہیں، کبھی خوشحال ہوتے ہیں، کبھی غصہ ہوتے ہیں، کبھی خوش ہوتے ہیں، کبھی چُست رہتے ہیں اور کبھی ملول ورنجیدہ رہتے ہیں۔

اور خداوند عالم کے افعال ایک طرح کے قانون اور سنت ہیں ان میں خوشی یا غصہ کا کوئی دخل

نہیں ہوتا تمام سنتیں اور قوانین الٰہیہ اپنی جگہ پر ثابت ہیں۔ایسا نہیں ہے کہ خداوند عالم خوش ہوگا تو دعا قبول کرے گا اور ناراض ہوگا تو دعا قبول نہیں کرے گا۔

یہ تمام الٰہی سنتیں افق غیب (مٹافیزیکی) میں اس طرح جاری ہوتی ہیں جس طرح فیزیکس، کیمیا، اور میکانیک میں بغیر کسی فرق کے جاری ہوتی ہیں۔

"وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا" [2]

”تم خدا کی سنت میں ہرگز تبدیلی نہیں پاؤ گے“

---

[1] سورہ مومن آیت ۶۰۔

[2] سورہ احزاب (۶۲)۔

"وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللهِ تَحْوِيلًا"۔[1]

"ہرگز خدا کے طریقۂ کار میں کوئی تغیر نہیں ہوسکتا ہے"

دعا قبول ہونے میں اللہ کی سنت کیا ہے؟

دعا، رحمت کی کنجی ہے دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں نصوص اسلامیہ میں دعا اجابت کی کلید کے عنوان سے تعبیر کی گئی ہے اور یہی کلمہ دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کی نوعیت کو معین و مشخص کرتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

"الدعاء مفتاح الرحمة"۔[2]

"دعا کلید رحمت ہے"

اور امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو وصیت فرمائی:

"ثم جعل فی یدك مفاتیح خزائنه بما اذن فیه من مسألته فمتی شئت استفتحت بالدعاء ابواب خزائنه"۔[3]

"تمہارے ہاتھوں میں اپنے خزانوں کی کلید قرار دی پس جب تم چاہو تو اس دعا کے ذریعہ خزانوں کے دروازے کھول سکتے ہو"

دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کی واضح و روشن تعبیر "فمتی شئت استفتحت بالدعاء ابواب خزائنة" ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جس کلید سے ہم اللہ کی رحمت کے خزانوں کو کھول سکتے ہیں وہ دعا ہے۔

اور اللہ کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ تمام لوگ اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مالک بن جائیں اور ایسا بھی نہیں ہے کہ تمام لوگ آسانی سے اللہ کی رحمت کے خزانوں کو حاصل کرسکیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند عالم کے قول:

"مَا يَفْتَحِ اللهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا"۔[4]

"اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے" کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: وہ دعا ہے۔[5]

---

[1] سورہ فاطر آیت ۴۳۔

[2] بحار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰۔

[3] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۹۔

[4] سورہ فاطر آیت ۱۔

[5] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۹۔

بیشک دعا وہ کلید ہے جس کے ذریعہ خداوند عالم لوگوں کے لئے اپنی رحمت کے دروازوں کو کھول دیتا ہے اور اس کلید کو خداوند عالم نے اپنے بندوں کے ہاتھوں میں قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ:

"من فتح له من الدعاء منكم فتحت له ابو اب الاجابة" [1]

"تم میں سے جس شخص کے لئے باب دعا کھل جائے تو اس کے لئے اجابت کے دروازے کھل جاتے ہیں"

الله تبارك وتعالىٰ جو دعا کے ذریعہ بندے کے لئے دروازے کھول دیتا ہے وہ اس کے لئے ابواب اجابت بھی کھول دیتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"من قرع باب الله سبحانه فتح له" [2]

"جو اللہ کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے تو اللہ اس کے لئے دروازہ کھول دیتا ہے"

اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"اكثر من الدعاء، فانه مفتاح كل رحمة، ونجاح كل حاجة، ولاينال ما عند الله الا بالدعاء، وليس باب يكثر قرعه الا يوشك انْ يُفتح لصاحبه" [3]

"زیادہ دعا کرو اس لئے کہ دعا ہر رحمت کی کنجی ہے۔ ہر حاجت کی کامیابی ہے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے اس کو دعا کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا جا سکتا اور ایسا کوئی دروازہ نہیں جس کو بہت زیادہ کھٹکھٹایا جائے اور وہ کھٹکھٹانے والے کے لئے نہ کھلے"

اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"الدعاء مفاتيح النجاح، ومقاليد الفلاح، وخير الدعاء ما صدر عن صدر نقي وقلب تقي" [4]

"دعا کامیابی کی کلید اور رستگاری کے ہار ہیں اور سب سے اچھی دعا وہ ہوتی ہے جو پاک وصاف اور پرہیزگار دل سے کی جاتی ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ:

"الا ادلّكم على سلاح ينجيكم من اعدائكم، ويدرّ ارزاقكم ؟ قالوا: بلىٰ، قال: تدعون ربّكم بالليل والنهار، فانّ سلاح المؤمن الدعاء" [5]

---

[1] کنزالعمال حدیث نمبر ۳۱۵۱۔

[2] غرر الحکم حدیث ۸۲۹۲۔

[3] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۵، وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۶ حدیث ۸۶۱۶۔

[4] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۹۴ حدیث ۸۶۵، اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۱۷۔

[5] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۹۵، حدیث ۸۶۵۸۔

”آگاہ ہو جاؤ کیا میں تمہاری اس اسلحہ کی طرف راہنمائی کروں جو تم کو تمہارے دشمنوں سے محفوظ رکھے اور تمہارا رزق چلتا رہے؟ تو انھوں نے کہا: ہاں آپ نے فرمایا: خداوند عالم کو رات دن پکارو اس لئے کہ دعا مومن کا اسلحہ ہے“

عمل اور دعا اللہ کی رحمت کی دو کنجیاں

اللہ نے ہمارے ہاتھوں میں کنجیاں قرار دی ہیں جن کے ذریعہ ہم اللہ کی رحمت کے خزانوں کے دروازے کھول سکتے ہیں اور ان کے ذریعہ ہم اللہ کا رزق اور اس کا فضل طلب کر سکتے ہیں اور وہ دونوں کنجیاں عمل اور دعا ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔

عمل، دعا سے بے نیاز نہیں ہے یعنی انسان کے لئے عمل کے بغیر دعا پر اکتفا کر لینا کافی نہیں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوذر سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

”یاأباذر مَثَلُ الذی یدعو بغیر عمل کمثل الذی یر می بغیر وتر“ [1]

”اے ابوذر بغیر عمل کے دعا کرنے والا اسی طرح ہے جس طرح ایک انسان بغیر کمان کے تیر پھینکے“

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

”ثلاثة ترود علیهم دعوتهم: رجل جلس فی بیته وقال: یاربِّ ارزقنی، فیُقال له: ألم اجعل لك السبیل الیٰ طلب الرزق؟۔۔۔“ [2]

”تین آدمیوں کی دعائیں واپس پلٹا دی جاتی ہیں: ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور یہ کہے: اے پروردگار مجھے رزق عطا کر تو اس کو جواب دیا جاتا ہے: کیا میں نے تمہارے لئے طلب رزق کا راستہ مقرر نہیں کیا؟۔۔۔“

اور انسان کے لئے دعا کے بغیر عمل پر اکتفا کر لینا بھی صحیح نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

”إنّ للّٰه عباداً یعملون فیعطیهم، وآخرین یسألونه صادقین فیعطیهم، ثم یجمعهم فی الجنة۔ فیقول الذین عملوا: ربّنا، عملنا فأعطیتنا، فبما اعطیت هؤلاء؟ فیقول: هؤلاء عبادی، أعطیتکم اجورکم ولم ألتکم من أعمالکم شیئاً، وسألنی هؤلاء فأعطیتهم واغنیتهم، وهو فضلی أُوتیه مَنْ أشاء“ [3]

”بیشک اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو عمل کرتے ہیں اور خدا انکو عطا کرتا ہے اور دوسرے بندے ہیں جو صدق دل سے

---

[1] وسائل الشیعہ ابواب دعا باب ۳۲ حدیث ۳۔

[2] کتاب الصلوٰۃ ابواب الدعا باب ۵۰ ح ۳۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۴ حدیث ۸۶۰۹۔

سوال کرتے ہیں اور خداوند عالم ان کو بھی عطا کرتا ہے پھر جب ان کو جنت میں جمع کیا جائیگا تو عمل کرنے والے بندے کہیں گے: اے ہمارے پالنے والے ہم نے عمل کیا تو تو نے ہم کو عطا کیا لیکن ان کو کیوں عطا کیا گیا جواب ملے گا یہ میرے بندے ہیں میں نے تم کو تمہارا اجر دیا ہے اور تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کیا ہے اور ان لوگوں نے مجھ سے سوال کیا میں نے ان کو دیا اور ان کو بے نیاز کر دیا اور یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں“

اگر انسان عمل کرنے سے عاجز ہو تو اللہ نے اس کی تلافی کے لئے دعا قرار دی تا کہ انسان اپنے نفس پر اعتماد کرے، جو کچھ حول وقوۂ الٰہی کے ذریعہ عطا کیا گیا ہے اور جو کچھ اس نے عمل کے ذریعہ قائم کیا ہے اس کے فریب میں نہ آئے۔

معلوم ہوا کہ عمل اور دعا دونوں سب سے عظیم دو کنجیاں ہیں جن دونوں کے ذریعہ انسان پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں۔

اب ہم عمل اور اس کے رحمت سے رابطہ کے مابین اور اس کے بالمقابل دعا اور اللہ کی رحمت کے خزانوں کے مابین رابطہ اور عمل سے دعا کے رابطہ کے بارے میں بحث کریں گے چونکہ یہ روابط ہی اسلام کے ابتدائی اور اصلی مسائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ”عمل اور دعا“ دونوں چیزیں ایک ساتھ عطا کی ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو وہی سب کچھ عطا کیا” جو ان کے پاس ہے“۔ ”وہ سب کچھ نہیں جو ان کے پاس نہیں ہے“ اور ان کے پاس ان کی کوششیں اور ان کے اعمال ہیں۔ وہ اپنی کوشش سے جو کچھ اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں اور اپنے نفوس اور اموال سے خرچ کرتے ہیں وہ عمل ہے، اور جو کچھ ان کے پاس نہیں ہے وہ ان کا فقر، اور اللہ کا محتاج ہونا ہے اور اللہ کے سامنے اپنے فقیر اور محتاج ہونے کا اقرار کرنا ہے۔

انسانی حیات میں یہ دونوں اللہ کی رحمت کو نازل کرنے کی کنجیاں ہیں، جسے وہ اپنی کوشش عمل، نفس اور مال کے ذریعہ اللہ سے حاصل کرتا ہے اور اللہ کے حضور میں اپنی حاجت، فقر اور مجبوری کو دکھلاتا ہے۔

دعااور عمل کے درمیان رابطہ

ہمارا دعا کو اللہ کی سنتوں سے جدا سمجھنا صحیح نہیں ہے بیشک اللہ نے کائنات میں اپنے بندوں کے لئے ان کی حاجتوں کی خاطر سنتوں کو قرار دیا ہے۔ اور لوگوں کا اپنی تمام حاجتوں اور متعلقات میں ان سنتوں کو مہمل شمار کرنا حرمت نہیں ہے۔

دعا ان سنتوں کا بدل قرار نہیں دی جا سکتی یہ الٰہی سنتیں انسان کو دعا سے بے نیاز نہیں کرتی ہیں (یعنی ان سنتوں کو دعاؤں کا بدل قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔)

یہ نکتہ اسلامی ربانی ثقافت میں ایک بہت لطیف نکتہ ہے، لہٰذا فلاّح (کاشتکار) کے لئے زمین کھودنا اس میں پانی دینا، زمین کی فصل میں رکاوٹ بننے والی اضافی چیزوں کو دور کرنا، زراعت کی حفاظت کرنا اور مزرعہ سے نقصان دہ چیزوں کو دور کرنے کے لئے دعا کر دینا ہی کافی نہیں ہے۔

بیشک ایسی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور ایسی دعائیں امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس قول کا مصداق ہیں:

"الداعی بلاعمل کالرامی بلاوتر"

"عمل کے بغیر دعا کرنے والا بغیر کمان کے تیر پھینکنے والے کے مانند ہے۔

جس طرح بیمار اگر حکیم اور دوا کو بیکار سمجھنے لگے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اور یہ دعا قبول ہی کیسے ہو جس میں انسان اللہ کی سنتوں سے منھ موڑ لے۔ لہٰذا الٰہی سنتوں کے بغیر دعا قبول نہیں ہوسکتی ہے۔ بیشک اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والا فطری طور پر ان سنتوں کا خالق ہے وہ وہی خدا ہے جس نے اپنے بندوں کو ان سنتوں کو جاری کرنے کا حکم دیا ہے اور ان سے کہا ہے کہ تم اپنا رزق اور اپنی حاجتیں ان سنتوں کے ذریعہ حاصل کرو اور خداوند عالم فرماتا ہے:

"هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ"[1]

"اسی نے تمہارے لئے زمین کو نرم بنادیا ہے کہ اس کے اطراف میں چلو اور رزق خدا تلاش کرو

اور خداوند عالم کا یہ فرمان ہے:

"فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ"[2]

"پس زمین میں منتشر ہو جاؤ اور فضل خدا کو تلاش کرو"

جس طرح دعا عمل کا قائم مقام نہیں ہوسکتی اسی طرح عمل دعا کا قائم مقام نہیں ہوسکتا بیشک اس کائنات کی کنجی اللہ کے پاس ہے، دعا کے ذریعہ اللہ اپنے بندوں کو وہ رزق عطا کرتا ہے جس کو وہ عمل کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتے اور دعا کے ذریعہ فطری اسباب سے اپنے بندوں کو وہ کامیابی عطا کرتا ہے جس پر وہ عمل کے ذریعہ قادر نہیں ہوسکتے ہیں۔

انسان کے لئے رزق کی خاطر فطری اسباب کے مہیا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان فطری اسباب کے ذریعہ اللہ سے دعا، سوال اور مانگنے سے بے نیاز ہو جائے۔

بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ باسط، قابض، معطی، نافع، ضار، محیی ومہلک، معزّ ومذل، رافع اور واضع (یعنی بلندی اور پستی عطا کرنے والا) ہے، دنیائے ہستی کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں کوئی چیز اس کے امر میں مانع نہیں ہوسکتی، اس دنیا کی کوئی بھی چیز اس کے امر وسلطنت سے باہر نہیں ہوسکتی اس دنیائے ہستی کی ہر طاقت وقوت، سلطنت، نفع پہنچانے والی اور نقصان دہ چیز اس کے امر، حکم اور سلطنت کے تابع ہے اور خدا کی سلطنت وارادہ کے علاوہ اس دنیا میں کسی چیز کا وجود مستقل نہیں ہے یہاں تک کہ انسان بھی اللہ سے دعا، طلب اور سوال کے ذریعہ معاملہ کرنے سے بے نیاز نہیں ہے۔

ہم اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور یہودیوں کے اس قول: "يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ"[3] "خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں" سے اس کو

---

[1] سورۂ ملک آیت۔ ۱۵۔

[2] سورۂ جمعہ آیت۔ ۹۔

[3] سورۂ مائدہ آیت۔ ۶۴۔

منزہ قرار دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو قرآن کہتا ہے:

"بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ" [1]

"بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں"

ہم اپنے تمام معاملات خدا سے وابستہ قرار دیتے ہیں ہم خدا کے ساتھ معاملہ کرنے اور جن سنتوں کو اللہ نے بندوں کے لئے رزق کا وسیلہ قرار دیا ہے ان کے مابین جدائی کے قائل نہیں ہیں اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ یہ تمام طاقتیں اور روشیں خداوند عالم کے ارادہ مشیت اور سلطنت کے طول میں ہم کو فائدہ یا نقصان پہنچاتی ہیں یہ خداوند عالم کے ارادہ اور سلطان کے عرض میں نہیں ہیں اور نہ ارادہ و سلطان سے جدا ہیں۔

ہم اپنے چھوٹے بڑے تمام امور میں اللہ کی رحمت، فضل اور حکمت سے یہی لولگاتے ہیں اور ہم اپنی زندگی میں اللہ کے ارادے اسکی توفیق اور اسکے فضل سے ہی لولگاتے ہیں ہم اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اللہ کے محتاج ہیں اور پوری زندگی میں اسکے فضل و رحمت، حمایت، توفیق اور ہدایت کے محتاج ہیں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے امور کا استحکام ان کی، تائید، ہدایت، توفیق کا سرپرست ہے۔ہم خداوند عالم کی ذات کریمہ سے اس بات کی پناہ چاہتے ہیں کہ وہ ایک لمحہ کیلئے بھی ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دے خدا سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ خود ہی ہماری حاجتیں پوری کرے اور ہم کو کسی غیر کا محتاج نہ بنائے۔

اس دعا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنی حاجتوں کو لوگوں سے مخفی رکھے جبکہ اس کائنات میں فطری اسباب موجود ہیں بشرطیکہ انسان خداوند عالم سے دعا کرے بلکہ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ انسان خداوند عالم سے یہ دعا کرے کہ خداوند عالم غیر سے اس کی حاجت کو، اپنی حاجت کے طول میں قرار دے۔غیر پر اس کے اعتماد کو اپنے اعتماد کے طول میں قرار دے غیر سے معاملہ کرنے کو خود سے معاملہ کرنے کے طول میں قرار نہ دے اور نہ جدا قرار دے چنانچہ یہ کائنات تمام کی تمام ایسے اسباب پر مشتمل ہے جو خداوند عالم کے تابع ہیں اور خداوند عالم نے ان کو مخلوق کا تابع قرار دیا ہے۔

ان اسباب کے ساتھ معاملہ کرنا ان کو اخذ کرنا، ان پر اعتماد کرنا خداوند عالم کے ساتھ معاملہ کرنے، خدا سے اخذ کرنے، خدا پر اعتماد کرنے کے طول میں ہے نیز اس توحید کا جزء ہے جس کی طرف قرآن دعوت دیتا ہے وہ نہ خدا کے ساتھ ہے اور نہ خداوند عالم سے جدا ہے۔

اس روش کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ انسان کا فریضہ ہے کہ ہر چیز میں خداوند عالم کو پکارے، ہر چیز کو خداوند عالم سے طلب کرے چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، روٹی (کھانا)، آٹے کے نمک اور جانوروں کی گھاس سے لے کر جنگ کے میدانوں میں دشمنوں پر کامیابی تک ہر چیز خداوند عالم سے مانگے۔اپنی حاجتوں اور دعاؤں میں سے کسی چیز میں غیر خدا کا سہارا نہ لے اور اس بات سے خداوند عالم کی پناہ مانگے کہ وہ اس کو کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں اس کے حال پر چھوڑ دے۔

---

[1] سورۂ مائدہ آیت۔٦٣۔

فعلی طور پر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہم اس عام فضاء میں ہر چیز کے سلسلہ میں اللہ سے لو لگائیں، ہر چیز اللہ سے طلب کریں۔۔۔ یہ بات اس چیز سے کوئی منافات نہیں رکھتی کہ انسان جس کو اللہ نے پیدا کیا اور اس دنیا میں کچھ چیزیں اسکے لئے مسخر کردی ہیں اور وہ اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ مریض ہونے کی حالت میں اللہ سے شفا مانگتا ہے پھر ان اسباب شفاء اور علاج کو علم طب اور دوا میں ڈھونڈھتا جو اس نے ان میں قرار دئے ہیں۔

بلکہ ہم تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر انسان تمام چیزوں کو چھوڑ کر اور اس دنیا میں اللہ کی سنتوں کو بروئے کار نہ لا کر اللہ سے دعا کرتا ہے تو اسکی دعا قبول نہیں ہوتی اور وہ اس تیر چلانے والے کے مانند ہے جو بغیر کمان کے تیر پھینکتا ہے۔

یہ دقیق، پاک وصاف اسلامی ثقافت ہم کو اللہ سے رابطہ رکھنے اور اس کائنات میں اللہ کی سنتوں کے ساتھ ہماہنگی رکھنے کی دعوت دیتی ہے۔

ہم اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعائیں اللہ سے طلب کرنے کا ذخیرہ ہیں اور بندہ خدا کے علاوہ کسی اور سے کوئی حاجت نہ رکھے، اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے، اپنی رسی کو اللہ کی ریسمان سے ملادے اور ہر اس چیز سے منقطع ہوجائے جو اس کو خدا سے منقطع کردیتی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام دعا میں فرماتے ہیں:

"وَلَاتَكِلْنِيْ اِلٰى خَلْقِكَ بَلْ تَفَرَّدْ بِحَاجَتِيْ، وَتَوَلَّ كِفَايَتِيْ، وَانْظُرْ اِلَيَّ، وَانْظُرْ لِيْ فِيْ جَمِيْعِ اُمُوْرِيْ" [1]

"اور مجھے اپنی مخلوقات کے حوالہ نہ کردینا تو تن تنہا میری حاجت روا کرنا، اور میرے لئے کافی ہوجانا، اور میری طرف نگاہ رکھنا، اور میرے تمام امور پر اپنی نظریں رکھنا"

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

"اَللّٰهُمَّ مَا اَخَافُ فَاكْفِنِيْ وَمَا اَحْذَرُ فَقِنِيْ، وَفِيْ نَفْسِيْ وَدِيْنِيْ فَاحْرُسْنِيْ، وَفِيْ سَفَرِيْ فَاحْفَظْنِيْ، وَفِيْ اَهْلِيْ وَمَالِيْ فَاخْلُفْنِيْ، وَفِيْمَا رَزَقْتَنِيْ فَبَارِكْ لِيْ وَفِيْ نَفْسِيْ فَذَلِّلْنِيْ، وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِيْ وَمِنْ شَرِّ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فَسَلِّمْنِيْ، وَبِذُنُوْبِيْ فَلَا تَفْضَحْنِيْ، وَبِسَرِيْرَتِيْ فَلَا تُخْزِنِيْ، وَبِعَمَلِيْ فَلَا تَبْتَلِنِيْ، وَنِعَمَكَ فَلَا تَسْلُبْنِيْ وَاِلٰى غَيْرِكَ فَلَا تَكِلْنِيْ" [2]

"خدایا جس چیز کا مجھے خوف ہے اس کے لئے کفایت فرما اور جس چیز سے پرہیز کرتا ہوں اس سے بچالے اور میرے نفس اور میرے دین میں میری حراست فرما اور میرے سفر میں میری حفاظت فرما اور میرے اہل اور مال کی کمی پوری فرما اور جو رزق مجھ کو دیا ہے اس میں برکت عطا فرما مجھے خود میرے نزدیک ذلیل بنادے اور مجھ کو لوگوں کی نگاہ میں صاحب عزت قرار دے اور جن وانس کے

---

[1] صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا نمبر ۲۲۔

[2] دعا عرفہ امام حسین علیہ السلام

شر سے محفوظ رکھنا اور گناہوں کی وجہ سے مجھے رسوا نہ کرنا میرے اسرار کو بے نقاب نہ فرمانا اور میرے اعمال میں مجھے مبتلا نہ کرنا اور جو نعمتیں دیدی ہیں انھیں واپس نہ لینا اور مجھ کو اپنے علاوہ کسی اور کے حوالہ نہ کرنا"

اب ہم دعا اور دعا قبول ہونے کے درمیان رابطہ کو بیان کرتے ہیں۔

دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ

حاجت اور فقر کی طرف متوجہ ہونا ایک راز ہے جسکے ذریعہ ہم دعا اور استجابت دعا کے درمیان رابطہ کو کشف کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ دعا رحمت کی کنجی کیسے ہے اور دعا سے اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوتی ہے۔

بیشک ہر دعا فقر کی طرف متوجہ ہونے کے درجہ کو مجسم کردیتی ہے اور اللہ کی طرف حاجت کے مرتبہ کو معین و مشخص کرتی ہے۔

انسان جتنا زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرے گا اتنی ہی اس کی دعا قبولیت سے زیادہ قریب ہوگی اور اللہ کی رحمت انسان سے بہت زیادہ

قریب ہوجائیگی۔ اللہ اپنی رحمت کے نازل کرنے میں کوئی بخل نہیں کرتا بلکہ اللہ کی رحمت بندوں کی سرشت وطینت کے اعتبار سے مختلف طریقوں سے نازل ہوتی ہے۔

یہ تعجب خیز بات ہے کہ حاجت اور فقر، اور حاجت اور فقر کی طرف متوجہ ہونا یہ انسان کا ظرف ہے جسکے ذریعہ وہ اللہ کی رحمت کو حاصل کرتا ہے۔

اور جتنا زیادہ انسان اپنے فقر کی طرف متوجہ اور اللہ کی بارگاہ میں دادوفریاد کرے گا اتنا ہی زیادہ اس کا ظرف اللہ کی رحمت حاصل کرنے کے لئے وسیع ہوجائیگا۔

اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی ضرورت کے مطابق عطا کرتا ہے اور ہر انسان اپنے ظرف کے مطابق ہی اللہ کی رحمت کو پاتا ہے اور جس کا ظرف زیادہ وسیع ہوگا اللہ کی رحمت کا حصہ بھی اس کے لئے اتنا ہی زیادہ ہوگا اب ہم دعا کو مختصر تین کلموں میں بیان کرتے ہیں:

۱۔ فقر کی ضرورت۔

۲۔ فقر سے آگاہی۔

۳۔ حاجت طلب کرنا، اس کو وسیع کرنا اور اللہ کے حضور میں پیش کرنا۔

تیسرا کلمہ دوسرے کلمہ سے جدا ہے اور دوسرا کلمہ پہلے کلمہ سے جدا۔

بیشک ضرورت اور ہے اور ضرورت سے باخبر ہونا اور ہے۔ کبھی انسان ہر چیز کا اللہ سے اظہار نہیں کرتا۔

اور کبھی انسان ضرورت سے متعلق اللہ کا محتاج ہوتا ہے لیکن وہ اپنی ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اچھا نہیں سمجھتا اور اللہ سے مانگنے، سوال کرنے اور دعا کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا ہے۔

لیکن جب تک یہ تینوں کلمے ایک ساتھ جمع نہیں ہوں گے اس وقت تک دعا متحقق نہیں ہوسکتی۔ یہاں پر ضرورت، فلسفی اعتبار

سے ہے صرف حادث ہونے کے اعتبار سے ضرورت نہیں ہے جیسے ایک عمارت کی تعمیر کے لئے انجینئر اور معماروں کی ضرورت ہوتی ہے عمارت حادث اور باقی رہنے کی محتاج ہے جس طرح جب تک بجلی کا سوئچ آن رہیگا اس وقت تک بلب روشن رہے گا اور جیسے ہی سوئچ آف ہوگا ویسے ہی بلب کی روشنی بھی ختم ہو جائیگی۔

حدوث اور بقاء کے اعتبار سے انسان بھی اسی طرح اللہ کا محتاج ہے، انسان کا وجود، اسکا چلنا پھرنا اور اسکی زندگی سب اللہ سے مربوط ہیں ہر صورت میں ہر حال میں وہ اللہ کا محتاج ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

"یَآاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ"[1]

"انسانو تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ صاحب دولت اور قابل حمد وثنا ہے" ضرورت اور فقر دونوں ہی سے انسان پر اسکے ظرف کے اعتبار سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ خواہ انسان ان دونوں کو اللہ کے حضور میں پیش کرے یا پیش نہ کرے لیکن ضرورت و فقر کا اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اور اس سے کھل کر مانگنا اللہ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے زیادہ قوی ہے۔ اب ہم فقر اور فقر کے اللہ کی رحمت سے رابطہ، فقر سے آگاہی اور اسکو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے اور اس سے آگاہی اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے بعد کے متعلق گفتگو کرتے ہیں:

حاجت سے باخبر ہونے سے پہلے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے حاجت:

اللہ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنا حاجت کی ضرورت کے مطابق رحمت نازل کرتا ہے یہاں تک کہ اگر چہ حاجت سے باخبر ہونے اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے سے پہلے ہی کیوں نہ ہو اسکی مثال اس سوکھی زمین کے مانند ہے جو پانی کو جذب کر لیتی ہے اور چوس لیتی ہے۔

جس طرح اللہ سے غرور وتکبر کرنا اس سخت زمین کے مانند ہے جس پر پانی ڈالا جائے تو وہ اس کو اپنے سے دور کر دیتی ہے۔ یعنی اپنے اندر جذب نہیں کرتی ہے۔ اسی طرح اللہ کی عبادت اور دعا نہ کرنے والوں پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی اور ان کو کچھ نہیں ملتا ہے۔

بیشک فقر اور رحمت کے درمیان تکوینی تعلق ہے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے، اللہ سے فقر انسان کو اسکی رحمت سے قریب کرتا ہے اور اللہ کی رحمت ضرورت اور فقر کے مقامات کو تلاش کرتی ہے جس طرح بچہ کی کمزوری اور اسکی ضرورت کے درمیان مہربان ماں اور اسکی عطوفت کا رابطہ ہے ان میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کو چاہتا ہے بچہ کی کمزوری، مہربان ماں کو تلاش کرتی ہے اور مہربان ماں اور اسکی رحمت وعطوفت دونوں بچہ کی کمزوریوں کو تلاش کرتی ہیں۔

بلکہ ممکنات کے دائرہ حدود میں ان دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے بچہ کی کمزوری کی رعایت کرنے میں ماں کی ضرورت بچہ کو مہربان ماں کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

---

[1] سورۂ فاطر آیت/ ۱۵۔

اسی طرح عالم تعلیم دینے کی خاطر جاہل کو ڈھونڈھتا ہے جس طرح جاہل کچھ سیکھنے کی خاطر عالم کی تلاش میں رہتا ہے۔ عالم کی جاہل کو تعلیم دینے کی ضرورت جاہل کی عالم سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

حکیم مریضوں کا علاج کرنا چاہتا ہے اور مریضوں کا علاج کرنے کی خاطر وہ اپنی ڈگری کا اعلان کرتا ہے جس طرح مریض حکیم کی تلاش میں رہتا ہے حکیم کو مریض کی ضرورت مریض کو حکیم کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔

طاقتور، کمزور کی مدد کرنے کی تلاش میں رہتا ہے جس طرح کمزور اس تلاش میں رہتا ہے کہ طاقتور میری مدد کرے، بیشک طاقتور کی کمزور کی مدد کرنے کی ضرورت، کمزور کی طاقتور سے اپنی حمایت و مدد کی ضرورت سے کم نہیں ہے۔ بیشک تمام چیزوں میں یہ اللہ کی سنت ہے۔

یہی حال اللہ کی رحمت اور بندوں کی ضرورت کا ہے جس طرح ضرورت وحاجت رحمت طلب کرتی ہے اسی طرح رحمت، فقر اور ضرورت کی تلاش میں رہتی ہے اور خداوند سبحان حاجت وضرورت سے منزہ ہے اور وہ محتاج نہیں ہے لیکن اللہ کی رحمت حاجت وضرورت کے مقامات کی تلاش میں رہتی ہے۔

بخل سے کام لینا اللہ کے شایان شان نہیں ہے اور اس کی رحمت کے مرتبوں میں اختلاف بندے کی ضرورت وحاجت کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔

زمین سے اگنے والے دانہ کو گرمی، روشنی، پانی اور ہوا کی ضرورت ہے تو اللہ نے اسکے لئے حرارت، نور، پانی اور ہوا کی مقدار معین فرمائی لیکن تکوین کی زبان میں اس حاجت وضرورت کو طلب اور سوال کہا جاتا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

"یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ" [1]

"آسمان وزمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی سے سوال کرتے ہیں اور وہ ہر روز ایک نئی شان والا ہے"

بیشک جب شیر خوار بچہ کو سخت پیاس لگتی ہے اور وہ بذات خود کسی چیز کے ذریعہ اسکا اظہار کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو خداوند عالم نے اسکو رونے اور چیخنے کی تعلیم دی اور اسکے ماں باپ کے دل کو اس کے لئے مہربان کردیا تاکہ وہ اس کی دیکھ بھال کریں اور اس کو سیراب کریں۔

شیر خوار بچہ کی بھوک و پیاس اللہ کی رحمت اور اسکی مہربانی کو بغیر کسی طلب و دعا کے نازل کرتی ہیں۔ مریض جب اپنے درد والم کا احساس کرتا ہے تو اسکے ذریعہ بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

جب ہم اللہ کی معصیت و نافرمانی کرتے ہیں اور گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں تو ہم اللہ سے اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی بخشش ومغفرت اپنے سوال اور دعا کے ذریعہ چاہتے ہیں اور کبھی کبھی بغیر سوال اور دعا کے بھی مغفرت حاصل ہوجاتی ہے، جب بندہ

---

[1] سورۂ رحمن آیت۔۲۹۔

اپنے مولا کی سرکشی نہ کرے، قسی القلب نہ ہو اور رحمت خدا سے دور نہ کیا گیا ہو خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

"قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"[۱]

"پیغمبر آپ پیغام پہنچا دیجئے کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے"

کتنے ایسے بھوکے فقیر ہیں جن کو خداوند عالم بغیر سوال اور دعا کے رزق عطا کرتا ہے۔

کتنے ایسے مجبور و ناچار ہیں جو سمندر کی لہروں میں آجاتے ہیں یا غرق ہونے والے ہوتے ہیں یا تلوار کی دھار کے نیچے آجاتے ہیں یا آگ کے اندر گھر جاتے ہیں اور بغیر سوال و دعا کے خدا ان کو بچا لیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔

کتنے ایسے پیاسے ہیں جو اپنی جان دینے کے قریب ہوتے ہیں لیکن اللہ کی رحمت بغیر کسی سوال وطلب کے ان کو موت سے نجات دیتی ہے۔

کتنے ایسے انسان ہیں جن کو خطروں کا سامنا کرنا پڑا اور وہ خطروں سے دو کمان کے فاصلہ پر تھے جبکہ ان کو کبھی معلوم تھا اور کبھی نہیں معلوم تھا اس وقت خداوند عالم کی پردہ پوشی نے آکر ان کو نجات دی۔

کتنے ایسے انسان ہیں جن پر زندگی کے راستے بند ہو جاتے ہیں لیکن خداوند عالم ان کے لئے ہزار راستے کھول دیتا ہے اور یہ سب کچھ بغیر کسی سوال و دعا اور طلب کے ہوتا ہے۔

کتنے ایسے شیر خوار بچے ہیں جن کے شامل حال خداوند عالم کی رحمت ہوتی ہے جبکہ وہ اللہ سے نہ کوئی سوال کرتے ہیں اور نہ دعا کرتے ہی[۲]ں۔

دعاءافتتاح میں وارد ہوا ہے:

"فكم يا الهي من كربة قد فرّجتها، وهموم قد كشفتها، وعثرة قد اقلتها، ورحمة قد نشرتها وحلقة بلاء قد فككتها"

---

[۱] سورۂ زمر آیت ۵۳

[۲] اس کا مطلب یہ نہیں کہ لوگ زلزلہ میں عمارتوں کے نیچے نہیں مرتے یا آگ لگنے کی صورت میں نہیں جلتے، سمندروں کی گہرائیوں میں نہیں مرتے، کوئی انسان بیماری اور درد سے نہیں مرتا، کوئی شیر خوار بچہ نہیں مرتا چنانچہ خداوند عالم نے اپنی رحمت وحکمت کی وجہ سے اس کائنات کو بہرا کر دیا ہے تو جب حکمت الٰہی انسان یا حیوان یا نباتات میں کسی اہم چیز کے وقوع کا تقاضا کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم خداوند عالم کے فضل اور صفات حسنیٰ کے دوسرے رخ یعنی رحمت کا انکار کر دیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بلا اور پریشانی میں حکمت اور روش خدا کے تابع ہوتے ہیں وہ آسانی اور مشکل نیز زندگی کے سخت لحات میں رحمت الٰہی کا احساس نہیں کرتے، کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کے سخت اضطراری لحات میں خداوند عالم کی رحمت واسعہ سے آشنا نہیں ہوتے ہیں۔

"اے میرے خدا تو نے کتنے ہی غموں کو دور کیا ہے کتنے ہی مصیبتوں کو ختم کیا ہے اور کتنی ہی لغزشوں کو معاف کر دیا ہے اور رحمت کو پھیلا دیا ہے اور بلاؤں کی زنجیروں کو کھول دیا ہے"

ایام رجب کی دعاؤں میں وارد ہوا ہے:

"یامن یعطی مَن سأله، یامَن یعطی مَن لم یسأله ومَن لم یعرفه تحننا منه ورحمة"

"اے وہ خدا جو اسے عطا کرتا ہے جو اس سے سوال کرتا ہے اے وہ جو اسے عطا کرتا ہے جو اس سے سوال نہ کرے اور جو اس کو نہ پہچانے اپنی رحمت ولطف سے مجھ کو عطا کر"

اور مناجات رجبیہ میں آیا ہے:

"ولکن عفوك قبل عملنا"

"اور لیکن تیرا عفو ہمارے عمل سے پہلے سے ہے"

بیشک اللہ کی بخشش کو ہمارے گناہوں کی ضرورت ہے۔

حاجت اور فقر کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

ہم اس سلسلہ میں ایک مشہور ومعروف رومی عارف کے اشعار میں سے ایک شعر کا ترجمہ ذکر کرتے ہیں:

رومی عارف کا کہنا ہے: پانی نہ مانگو اور اتنی پیاس مانگو کہ تمہارے چاروں طرف پانی کے چشمے پھوٹ جائیں۔

اللہ کی رحمت اور اللہ کے بندوں کی حاجت وضرورت کے مابین رابطہ کی طرف حضرت علی علیہ السلام کی مناجات میں اشارہ کیا گیا ہے:

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْمَوْلیٰ وَ انا العبد، وهل یرحم العبدَ اِلّا الْمَوْلیٰ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْمَالِكُ وَاَنَا الْمَمْلُوْكُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَمْلُوْكَ اِلَّا الْمَالِكُ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ وَاَنَا الذَّلِیْلُ وَهَلْ یَرْحَمُ الذَّلِیْلَ اِلَّا الْعَزِیْزُ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْخَالِقُ وَاَنَا الْمَخْلُوْقُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَخْلُوْقَ اِلّا الْخَالِقُ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْقَوِیُّ وَاَنَا الضَّعِیْفُ وَهَلْ یَرْحَمُ الضَّعِیْفَ اِلَّا الْقَوِیُّ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْغَنِیُّ وَاَنَا الفَقِیْرُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْفَقِیْرَ اِلَّا الْغَنِیُّ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْمُعْطِیْ وَاَنَا السَّائِلُ وَهَلْ یَرْحَمُ السَّائِلَ اِلَّا الْمُعْطِیْ؟

مَوْلَایَ یَامَوْلَایَ اَنْتَ الْحَیُّ وَاَنَا الْمَیِّتُ وَهَلْ یَرْحَمُ الْمَیِّتَ اِلَّا الْحَیُّ؟

"اے میرے مولا اے میرے مولا تو مولا ہے اور میں بندہ ہوں اور بندے پر مولا کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو مالک ہے اور میں مملوک ہوں اور مملوک پر مالک کے سوا کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو عزت واقتدار والا ہے اور میں ذلت ورسوائی والا اور ذلیل پر عزت والے کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں اور مخلوق پر خالق کے سوا کون رحم کرے گا؟

اے میرے مولا اے میرے مولا تو عظیم ہے اور میں حقیر ہوں اور حقیر پر سوائے عظیم کے کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو طاقتور ہے اور میں کمزور ہوں اور کمزور پر طاقتور کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو مالدار ہے اور میں محتاج ہوں اور محتاج پر مالدار کے علاوہ اور کون رحم کرے گا؟

مولا اے میرے مولا تو عطا کرنے والا ہے اور میں سائل ہوں اور سائل پر سوائے عطا کرنے والے کے اور کون رحم کرے گا؟

میرے مولا اے میرے مولا تو زندہ ہے اور میں مردہ ہوں اور مردہ پر سوائے زندہ کے اور کون رحم کرے گا؟

ضرورت سے پہلے دعا کرنا

جس حاجت وفقر کی طرف انسان متوجہ ہوتا ہے اور اس کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے، اس سے دعا کرتا ہے اور اس سے طلب کرتا ہے (وہ فقر کی طرف متوجہ ہونے کے بعد دعا کرنا ہے)۔

ضرورت سے باخبر ہونے اور طلب سے متصل ضرورت کے ذریعہ اللہ کی رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے اس حاجت وضرورت کی نسبت جو دعا سے متصل نہیں ہوتی ہے۔

دونوں کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے لیکن حاجت جب طلب اور دعا سے متصل ہوتی ہے تو اللہ کی رحمت کو زیادہ جذب کرتی ہے اور اللہ کی رحمت غیر کی نسبت اس کو زیادہ جواب دیتی ہے۔

اور اسی حاجت کی طرف سورۂ نمل کی اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے:

"اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ"[1]

"بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی آواز کو سنتا ہے جب وہ آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے"

آیہ کریمہ میں دو باتوں پر زیادہ توجہ دی گئی ہے اضطرار اور دعا "الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ"[2] اور ان دونوں یعنی اضطرار اور دعا میں سے ہر ایک رحمت کو جذب کرتا ہے جب اضطرار اور دعا دونوں جمع ہو جائیں تو رحمت کا نازل ہونا ضروری ہے۔

اسلام میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا اور سوال کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس کی رحمت کو حاصل کرنے کے لئے اس کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کو پیش کرنے اور اس کے سامنے اپنی حاجت کی تشریح کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے۔

---

[1] سورۂ نمل آیت ۔ ۶۲۔

[2] سورۂ نمل آیت ۔ ۶۲۔

اسلامی نصوص میں حاجت برآوری کو دعا سے مربوط قرار دیا گیا ہے:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ "[۱]

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

اور قرآن نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کے بندے کی قدرو قیمت اس بندے کی دعا کے ذریعہ ہی ہے:

"قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ "[۲]

"پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پروا بھی نہ کرتا"

قرآن کریم نے تو اس بات پر زور دیا ہے کہ اگر کوئی دعا سے منحرف ہوتا ہے تو وہ اللہ کی عبادت کرنے سے اکڑنے والا قرار دیا جاتا ہے:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ؀ "[۳]

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا اور یقینا جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

دعا اور استجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں تین قوانین

اب ہمارا سوال یہ ہے کہ جب حاجت وضرورت دعا کے ساتھ ہوتی ہے تو رحمت کے نزول میں تیزی کیسے آجاتی ہے اور دعا و استجابت کے درمیان رابطہ کی شدت اور اس پر زیادہ زور دینے کی کیا وجہ ہے؟ درحقیقت ہم نے اس فصل کا آغاز اسی سوال کا جواب دینے اور دعا و استجابت کے درمیان رابطہ کی تحلیل کرنے کے لئے کیا ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے: دعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تین قوانین ہیں:

۱۔ اللہ کی رحمت اور فقر و حاجت کے درمیان رابطہ

ہم اس قانون کو پہلے وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں لہٰذا اب اس کو دوبارہ نہیں دُہرائیں گے اور دعا کی ہر حالت، حاجت اور فقر میں اللہ کی رحمت کی متضمن ہوتی ہے اور یہ اللہ کی رحمتوں کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔

۲۔ فقر اور حاجت میں اللہ کی رحمت سے آگاہ ہو جانے کے بعد رابطہ۔

---

[۱] سورۂ غافر آیت/۶۰۔

[۲] سورۂ فرقان آیت ۷۷۔

[۳] سورۂ غافر آیت ۶۰۔

آ گاہ ہوجانے کے بعد ضرورت اور آ گاہ ہونے سے پہلے ضرورت کے مابین فرق ہے۔

ان میں سے ہرایک حاجت وضرورت ہے اور ہرایک سے اللہ کی رحمت مجذوب ہوتی ہے اور نازل ہوتی ہے لیکن ان میں سے ایک باخبر ہونے سے پہلے اور ایک فقر وحاجت سے باخبر ہوجانے کے بعد ہے۔

جس حاجت وضرورت سے انسان باخبر نہیں ہوتا اس میں وہ اللہ کا محتاج ہوتا ہے اور وہ اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں کرتا بلکہ کبھی کبھی تو وہ اللہ کو پہچانتا بھی نہیں۔

لیکن فقر وضرورت سے آ گاہ انسان اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو اللہ بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور یہ باخبر ہونا ہی اس کے اللہ سے محتاجی کو تاریکی سے نکال کر باخبر ہونے تک پہنچادیتا ہے حالانکہ حاجت وضرورت سے ناسمجھ و بےخبر انسان تاریکی میں گھر جاتا ہے اور وہ اس کو سمجھ بھی نہیں پاتا۔

لیکن وہ فقیر ومحتاج جو اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے وہ اللہ کی رحمت اور اس کا فضل چاہتا ہے حالانکہ اپنی ضرو رتوں سے ناآ گاہ فقیر اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں کرتا ہے

گویا حاجتوں سے باخبر انسان حاجت وضرورت کی حالت سے صحیح معنوں میں دوچار ہوتا ہے اور ضرورت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اللہ کی رحمت کو قبول کرنے کے لئے نفس وسیع ہوگا اور ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اللہ کی رحمت کے خزانوں میں نہ بخل ہے اور نہ مجبوری۔ ہاں اللہ کی رحمت کو قبول کرنے کے لئے لوگوں کے ظروف مختلف ہوتے ہیں۔ جس انسان کا ظرف بہت زیادہ بڑا ہوگا اللہ کی رحمت میں اس کا حصہ اتنا ہی زیادہ ہوگا اور ظرف سے مراد یہاں پر ضرورت ہے یعنی جس ضرورت کی کوئی اہمیت ہو اور انسان اپنی ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے۔

ایک خطا کار مجرم کے لئے جب سولی کا حکم صادر کیا جاتا ہے تو وہ اس سے باخبر ہوتا ہے۔ وہ عوام الناس اور حکام کے دلوں کو اپنی طرف اس جرم سے زیادہ معطوف کرتا ہے جو اپنے لئے سولی کا حکم نافذ کرانا چاہتا ہے اور اس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اسے کہاں جا نا ہے۔ سولی کا حکم صادر ہونے کے متعلق دونوں برابر کا علم رکھتے ہیں۔ ہاں وہ مجرم جو اپنے جرم کا معترف اور اپنی سزا سے واقف ہے وہ دوسروں کے مقابلہ میں لوگوں سے زیادہ رحمت کا خواستگار ہوتا ہے کیونکہ ایسا شخص جرم اور سزا کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتا ہے جبکہ دو سرے افراد جرم اور سزا کی طرف اتنا متوجہ نہیں ہوتے۔

بارگاہ خدا میں احساس نیازمندی کی علامتیں

باخبر ضرورت کو دعاؤں کے ذریعہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کی چند نشانیاں اور علامتیں ہیں۔ جتنا زیادہ انسان اپنی ضرورتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اتنا ہی یہ نشانیاں اسکی دعاؤں میں واضح ہوتی ہیں۔

ان نشانیوں میں سے اہم نشانیاں: دعا میں خشوع، خضوع، رونا گڑگڑانا، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اپنی مجبوری کا اظہار کرنا ہیں۔

اسلامی نصوص میں دعاؤں میں ان تمام حالتوں اور نشانیوں پر زور دیا گیا ہے، اور دعاء کی قبولیت میں ان باتوں پر زور دیا گیا ہے۔

حقیقت میں یہ علامتیں دعا میں دوسرے اور تیسرے سبب پر توجہ دینے کو کشف کرتی ہیں۔ وہ دونوں سبب ضرورتوں کی اطلاع ہونا اور سوال کرنا ہے اور جتنا ہی انسان دعا میں خضوع وخشوع کرے گا اتنی ہی اسکی طلب و چاہت میں شدّت ہوگی اور انسان اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے گا۔

ان حالتوں میں دعا قبول ہونے کے یہی دو اسباب ہیں ان حالات اور ان کی طرف رغبت کو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے جن میں سے کچھ اسباب کو ہم ذیل میں بیان کررہے ہیں:

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

۱: "تَدۡعُوۡنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً" [۱]

"جسے تم گڑگڑا کر اور خفیہ طریقہ سے آواز دیتے ہو"

۲: "وَادۡعُوۡهُ خَوۡفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ" [۲]

"اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امیدوار بن کر دعا کرو کہ اس کی رحمت صاحبان حسن عمل سے قریب تر ہے"

تضرّع اور خوف یہ دونوں حالتیں انسان کو اللہ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں کو پیش کرنے کے بارے میں زور دیتی ہیں۔

اور طمع وہ حالت ہے جو انسان کو اس چیز کی رغبت دلاتی ہے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے بندہ اس کو حاصل کرے۔

خفیہ (رازدارانہ) طور پر دعا کرنا انسان کو اللہ کی بارگاہ میں حاضری دینے پر آمادہ کرتا ہے

۳۔ "وَذَا النُّوۡنِ اِذۡ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ‌. فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـنۡجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ" [۳]

"اور یونس کو یاد کرو جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جاکر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔ تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انھیں غم سے نجات دلادی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں"

اس آیت میں بندہ کی طرف سے خداوند عالم کی بارگاہ میں ظلم کا اعتراف اور اقرار ہے:

---

[۱] سورۂ انعام آیت ۶۳۔

[۲] سورۂ اعراف آیت ۔۵۶۔

[۳] سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔۸۸۔

"سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۔"[1]

"پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا"

ظلم کا اقرار کرنا ظلم سے باخبر ہونا ہے اور اس سے گناہگار انسان اپنے نفس میں استغفار کا بہت زیادہ احساس کرتا ہے اور جتنا ہی انسان اپنے ظلم اور گناہ سے باخبر ہوگا اتنا ہی وہ اللہ سے استغفار کرنے کے لئے زیادہ مضطرو بے چین ہوگا۔

۴: "وَيَدْعُونَنَا رَغَباً وَرَهَباً وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ"[2]

"اور رغبت اور خوف کے عالم میں ہم کو پکارنے والے تھے"

رغبت، خوف اور خشوع وہ نفسانی حالات ہیں جو اپنی حاجتوں سے باخبر انسان کو اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے پر زور دیتی ہیں۔ انسان اللہ کے عذاب سے خوف کھاتا ہے اور اللہ کے رزق اور ثواب سے اس کو رغبت ہوتی ہے۔

۵: "أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ"[3]

اضطرار وہ نفسانی حالت ہے جو انسان کے اپنی حاجتیں اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے پر زور دیتی ہے اور انسان کا اپنی ضرورتوں سے باخبر ہونا اللہ کے علاوہ دوسرے تمام وسیلوں سے دور کرتا ہے (یعنی صرف اللہ ہی نجات دے سکتا ہے)۔

۶۔: "يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً"[4]

"اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور طمع کی بنیاد پر پکارتے رہتے ہیں"

اپنی حاجتوں سے باخبر انسان جتنا زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی مجبوری ولاچاری کا اظہار کرے گا خداوند عالم اسی سوال اور حاجت کے مطابق اس کو عطا کرے گا خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"وَادْعُوهُ خَوْفاً وَطَمَعاً إِنَّ رَحْمَةَ اللهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ"[5]

"اور خدا سے ڈرتے ڈرتے اور امیدوار بن کر دعا کرو کہ اس کی رحمت صاحبانِ حسن عمل سے قریب تر ہے"

اللہ کی رحمت بندے سے اتنی ہی قریب ہوگی جتنا وہ اپنے نفس میں اللہ کے عذاب سے خوف کھائے گا اور اللہ کے احسان کی طمع کرے گا۔

انسان کے نفس میں جتنا زیادہ خوف ہوگا اتنی ہی اس کے نفس میں تڑپ پیدا ہوگی، اللہ کی بارگاہ میں اس کی دعا استجابت سے

---

[1] سورۂ انبیاء آیت ۸۷۔

[2] سورۂ انبیاء آیت ۹۰۔

[3] سورۂ نمل آیت ۶۲۔

[4] سورۂ سجدہ آیت ۔۱۶۔

[5] سورۂ اعراف آیت ۵۵۔

زیادہ قریب ہوگی اور اللہ کے رزق وثواب کے لئے جتنی طمع انسان کے اندر ہوگی تو اتنی ہی زیادہ اللہ کی بارگاہ میں اس کی دعا قبول ہونے کے نزدیک ہوگی۔

۳۔دعااوراستجابت دعاکے درمیان رابطہ

اور یہ بالکل واضح وروشن قانون ہے جس کوانسان بذات خودفطری طور پرسمجھ سکتاہے اورآیہ کریمہ اسی چیزکو بیان کرتی ہے:

"اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"[۱]

بیشک ہر دعا قبول ہوتی ہے اور خداوند عالم اس فرمان کا یہی مطلب ہے:"اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"اور یہ فطری وواضح قانون ہے جس کوانسان کی فطرت تسلیم کرتی ہے اور یہ عام قانون ہے لیکن اگرکوئی دعا قبول ہونے کے درمیان رکاوٹ پیدا ہوجائےتو دوسری بات ہے۔

دوطرح کی چیزیں دعا قبول ہونے میں رکاوٹ ڈالتی ہیں:

۱۔مسئول عنہ جس سے سوال کیاجائے اس کی طرف سے کچھ رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں۔

۲۔سائل(سوال کرنے والے)کی طرف سے کچھ رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں۔

مسئول(جس سے سوال کیاجائے)کی طرف سے آڑے آنے والی رکاوٹیں جیسے دعا قبول کرنے سے عاجز ہوجائے،دعا قبول کرنے میں بخل کرنے لگے۔

کبھی بذات خود سائل کی طرف سے رکاوٹیں پیدا ہوجاتی ہیں جیسے دعا قبول کرنا بندہ کے مفاد میں نہ ہواور بندہ اس سے جاہل ہواور اللہ اسکوجانتاہے۔

پہلی قسم کی رکاوٹیں اللہ کی سلطنت کے شایان شان نہیں ہیں چونکہ خداوندعالم بادشاہ مطلق ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس سے فوت ہوتی ہے،نہ ہی کوئی چیز اسکی سلطنت وقدرت سے باہر ہوسکتی ہے،نہ ہی اسکے جودوکرم کی کوئی انتہا ہے،نہ اسکے خزانہ میں کوئی کمی آتی ہے اور کثرت عطااس کے جودوکرم سے ہی ہوتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ دعا کے قبول ہونے میں پہلی قسم کی رکاوٹوں کے تصور کرنے کا امکان ہی نہیں ہے لیکن سائل کی طرف سے دعا قبول نہ ہونے دینے والی رکاوٹوں کا امکان پایا جاتا ہے اور سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خداوند عالم بہت سے بندوں کی دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے لیکن وہ ایسا اپنے عاجز ہوجانے یا بخیل ہوجانے کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے علم کی بناء پر یہ جانتا ہے کہ اس بندے کے لئے دعا کا دیر سے قبول کرنا بہتر ہے اور سب اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس صورت میں دعا کا قبول ہونا بندے کے لئے مضر ہے اور خدا بندے کی دعا قبول نہیں کرتا لیکن اس دعا کے بدلہ میں اسکو دنیا میں بہت زیادہ خیر عطا کر دیتا ہے اور اسکے

---

[۱] سورۂ مومن آیت۔۶۰۔

گناہوں کو بخش دیتا ہے یا اسکے درجات بلند کر دیتا ہے۔ یا اسکو یہ سب چیزیں عطا کر دیتا ہے۔

پہلے ہم پہلی قسم کے موانع سے متعلق بحث کریں گے، اسکے بعد دوسری قسم کے موانع کے سلسلہ میں بحث کریں اسکے بعد دعا اوراجابت کے درمیان رابطہ کے سلسلہ پر روشنی ڈالیں گے۔

پہلی قسم کے موانع دعا

پہلی قسم کے موانع (رکاوٹوں) کا کوئی وجود ہی نہیں ہے جیسا کہ ہم اللہ کی سلطنت کے متعلق عرض کر چکے ہیں کہ خدا کی سلطنت مطلق ہے وہ کسی چیز سے عاجز نہیں ہوتا، کوئی چیز اس سے چھوٹ نہیں سکتی، اسکی سلطنت اور قدرت کی کوئی حد نہیں ہے، کائنات میں ہر چیز اسکی سلطنت اور قدرت کے لئے خاضع ہے اور جب وہ کہہ دیتا ہے تو کوئی چیز اسکے ارادے اور امر سے سر پیچی نہیں کر سکتی ہے:

"وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ"[1]

"اور جب کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو صرف کن کہتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے"

"إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ"[2]

"ہم جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اس سے فقط اتنا کہتے ہیں کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے"

"إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ"[3]

"اس کا امر صرف یہ ہے کہ کسی شئی کے بارے میں یہ کہنے کا ارادہ کر لے کہ ہو جا اور وہ شئی ہو جاتی ہے"

کائنات میں کوئی بھی چیز اسکی سلطنت اور قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی ہے:

"وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ"[4]

"جبکہ روز قیامت تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اسی کے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے"

"إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"[5]

"اور یقیناً اللہ ہر شئی پر قدرت رکھنے والا ہے"

خداوند عالم کا امر (حکم) کسی چیز پر موقوف نہیں ہے، نہ ہی کسی چیز پر متعلق ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۱۷۔

[2] سورۂ نحل آیت ۴۰۔

[3] سورۂ یس آیت۔ ۸۲۔

[4] سورۂ زمر آیت۔ ۶۷۔

[5] سورۂ آل عمران آیت۔ ۱۶۵۔

"وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ إِنَّ اللهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"[۱]

"اور قیامت کا حکم تو صرف ایک پلک جھپکنے کے برابر یا اس سے بھی قریب تر ہے اور یقیناً اللہ ہر شئ پر قدرت رکھنے والا ہے"

یہ آیت خداوند عالم کی سلطنت وقدرت کے وسیع ہونے اور اسکے حکم اور امر کے نافذ ہونے کو بیان کرتی ہے۔

بخل اسکی ساحت کبریائی کے شایان شان نہیں ہے خداوند عالم ایسا جواد وسخی ہے جسکی سخاوت اور کرم کی کوئی حد نہیں ہے۔

"رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْماً"[۲]

"خدایا تیری رحمت اور تیرا علم ہر شئ پر محیط ہے"

"فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ"[۳]

"پھر اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجئے کہ تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے"

خداوند عالم کی عطا وبخشش دائمی ہے منقطع ہونے والی نہیں ہے۔

"كُلّاً نُمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُوراً"[۴]

"ہم آپ کے پروردگار کی عطا وبخشش سے ان کی اور اُن کی سب کی مدد کرتے ہیں اور آپ کے پروردگار کی عطا کسی پر بند نہیں ہے"

"وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ... عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ"[۵]

"اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے۔۔۔ یہ خدا کی ایک عطا ہے جو ختم ہونے والی نہیں ہے"

جب خداوند عالم رحمت نازل کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں آسکتی ہے:

"مَا يَفْتَحِ اللهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ"[۶]

"اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو روک دے اس کا کوئی بھیجنے والا نہیں ہے" اللہ کی رحمت کے خزانے کبھی ختم نہیں ہوتے:

"وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ"[۷]

---

[۱] سورۂ نحل آیت ۷۷۔

[۲] سورۂ غافر آیت ۷۔

[۳] سورۂ انعام آیت ۱۴۷۔

[۴] سورۂ اسراء آیت ۲۰۔

[۵] سورۂ ہود آیت ۱۰۸۔

[۶] سورۂ فاطر آیت ۔۲۔

[۷] سورۂ منافقون آیت ۷۔

"حالانکہ آسمان وزمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے لئے ہیں"

"وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ" [1]

"اورکوئی شے ایسی نہیں ہے جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم ہر شے کو ایک معین مقدار میں ہی نازل کرتے ہیں"

خداوندعالم جورزق اپنے بندوں کوعطا کردیتا ہے اس سے اللہ کی رحمت کے خزانے ختم نہیں ہوتے وہ اپنے جودوکرم سے زیادہ عطانہیں کرتا۔

دعاافتتاح میں آیا ہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْفَاشِي فِي الْخَلْقِ اَمْرُهُ وَحَمْدُهُ... اَلْبَاسِطِ بِالْجُوْدِ يَدَهُ الَّذِيْ لَا تَنْقُصُ خَزَائِنُهُ وَلَا تَزِيْدُهُ كَثْرَةُ الْعَطَاءِ إِلَّا جُوْداً وَكَرَماً"

"حمد اس خدا کے لئے ہے جس کا امر اور حمد مخلوق میں نافذ ہے۔۔۔اور جس کا ہاتھ بخشش کے لئے کشادہ ہے جس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور عطا کی کثرت اس میں سوائے جودوکرم کے اور کچھ زیادہ نہیں کرتی"

علامہ شریف رضی کی روایت کے مطابق حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن سے یہ وصیت فرمائی:

(۱) "إعلم انّ الذی بیدہ خزائن السماوات والارض قد اذن لك فی الدعاء وتکفّل لك بالاجابة، وامرك انْ تسأله لیعطیك، وتسترحمه لیرحمك، ولم یجعل بینك وبینه من یحجبك عنه، ولم یلجئك الی مَن یشفع لك الیه، ولم یمنعك ان اسات من التوبة، ولم یعاجلك بالنقمة، ولم یفضحك حیث الفضیحة، ولم یشدد علیك فی قبول الانابة، ولم یناقشك بالجریمة، ولم یؤیسك من الرحمة، بل جعل نزوعك عن الذنب حسنة، وحسب سیئتك واحدة، وحسب حسنتك عشرا، وفتح لك باب المتاب وب الاستعتاب۔

فاذاناديته سمع نداء ك واذا ناجيته علم نجواك، فافضيت اليه بحاجتك، وابثثته ذات نفسك، وشكوت اليه همومك، واستكشفته كروبك، واستعنته على امورك، وسالته من خزائن رحمته مالايقدرعلى اعطائهاغيره، من زيادة الاعمار وصحة الابدان، وسعة الارزاق

ثم جعل فی يدك مفاتيح خزائنه بما اذن لك فيه من مسالته، فمتى شئت استفتحت بالدعاء ابواب النعمة، واستمطرت شآبيب رحمته، فلا يقنطنّك ابطاء اجابته، فان العطيه على قدر

---

[1] سورۂ حجرآیت ۲۱۔

النیہ"۔[1]

"جان لو! جس کے قبضۂ قدرت میں آسمان و زمین کے خزانے ہیں اس نے تمھیں سوال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے، اور قبول کرنے کی ذمہ داری لی ہے اور تم کو مانگنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ دے، اس سے رحم کی درخواست کرو تاکہ وہ تم پر رحم کرے، اس نے اپنے اور تمہارے درمیان دربان نہیں کھڑے کئے جو تمھیں روکتے ہوں، نہ تمھیں اس پر مجبور کیا ہے کہ تم کسی کو اس کے یہاں سفارش کے لئے لاؤ تب ہی کام لو اور تم نے گناہ کئے ہوں، اس نے تمہارے لئے توبہ کی گنجائش ختم نہیں کی ہے، نہ سزا دینے میں جلدی کی ہے اور نہ توبہ و انابت کے بعد وہ کبھی طعنہ دیتا ہے (کہ تم نے پہلے یہ کیا تھا، وہ کیا تھا) نہ اس نے تمھیں ایسے موقعوں پر رسوا کیا جہاں تمھیں رسوا ہی ہونا چاہئے تھا اور نہ ہی اس نے توبہ قبول کرنے میں (سخت شرطیں لگا کر) تمہارے ساتھ سخت گیری کی ہے نہ ہی گناہ کے بارے میں تم سے سختی کے ساتھ جرح کرتا ہے اور نہ اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہے بلکہ اس نے گناہ سے کنارہ کشی کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے اور برائی ایک ہو تو اسے ایک (برائی) اور نیکی ایک ہو تو اسے دس نیکیوں کے برابر قرار دیا ہے اس نے توبہ کے دروازہ کھول رکھا ہے۔

جب بھی تم اس کو پکارتے ہو وہ تمہاری سنتا ہے اور جب بھی راز و نیاز کرتے ہوئے اس سے کچھ کہو تو وہ جان لیتا ہے، تم اسی سے مرادیں مانگتے ہو، اور اسی کے سامنے دل کے راز و بھید کھولتے ہو، اسی سے اپنے دکھ درد کا رونا روتے ہو اور مصیبتوں سے نکالنے کی التجا کرتے ہو اور اپنے کاموں میں مدد کے خواستگار ہو اور اس کی رحمت کے خزانوں سے وہ چیزیں طلب کرتے ہو جن کے دینے پر اور کوئی قدرت نہیں رکھتا جیسے عمروں میں درازی، جسمانی صحت و توانائی اور رزق میں وسعت۔

اور اس نے تمہارے ہاتھ میں اپنے خزانوں کو کھولنے والی کنجیاں دیدی ہیں اس طرح کے تمھیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا اس طرح جب تم چاہو اس کی رحمت کے دروازوں کو کھلوا لو، اس کی رحمت کے جھالوں کو برسا لو، ہاں بعض اوقات اگر دعا قبول ہونے میں دیر ہو جائے تو اس سے ناامید نہ ہو جاؤ اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے"

اور حدیث قدسی میں آیا ہے:

"یاعبادی کلکم ضال الاّمَن هدیته، فاسألونی الهدی اهدکم وکلکم فقیر الاّمَن اغنیته، فاسألونی الغنیٰ ارزقکم وکلکم مُذْنِب اِلَّا مَنْ عَافَيْتَهُ، فَاسْأَلُوْنِيْ الْمَغْفِرَةَ أغفرلکم... ولوانّ اولکم وآخرکم وحیّکم ومیتکم اجتمعوا فیتمنّیٰ کل واحد مابلغت امنیته، فاعطیته لم یتبین ذلك فی ملکی... فاذا اردت شیئاً فانّما اقول له کن فیکون"۔[2]

"بندو تم سب بھٹکے ہوئے ہو مگر جس کو میں راستہ دکھا دوں لہٰذا مجھ سے ہدایت طلب کرو تاکہ میں تمہاری ہدایت کر دوں اور تم سب فقیر ہو مگر جس کو میں بے نیاز کر دوں لہٰذا مجھ سے بے نیازی طلب کرو تاکہ میں تم کو روزی عطا کروں تم سب گناہگار ہو مگر جس کو میں

[1] نہج البلاغہ، قسم الرسائل والکتب، الکتاب: ۳۱

[2] تفسیر امام ۱۹۔۲۰، بحار الانوار جلد ۹۲ صفحہ ۲۹۳

عافیت عطا کروں لہٰذا مجھ سے بخشش طلب کرو تا کہ میں تمھیں بخش دوں اگر تمہارا پہلا، آخری، زندہ، مردہ سب اکٹھے ہو کر مجھ سے اپنی مرادیں مانگیں اور میں ان کی مرادیں پوری کر دوں تو اس سے میری حکومت کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا اس لئے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو میں اس سے کہتا ہوں ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے"

موانع (رکاوٹوں) کی دوسری قسم

دعا قبول ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والے دوسری قسم کے موانع بہت زیادہ ہیں۔

کبھی کبھی دعا کا قبول ہونا سائل کے لئے مضر ہوتا ہے لیکن سائل کو اس کا علم نہیں ہوتا ہے اور اللہ اس کے حق میں اس دعا کے مفید یا مضر ہونے سے واقف ہے۔

کبھی کبھی دعا کا جلدی قبول ہونا بھی مضر ہوتا ہے اور خداوند عالم جانتا ہے کہ بندہ کے لئے اس دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرنا اس کے حق میں بہتر اور بہت زیادہ فائدہ مند ہے۔ لہٰذا خداوند عالم اس کی دعا کو قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے

جیسا کہ ہم دعا افتتاح میں پڑھتے ہیں:

" فَصِرْتُ اَدْعُوْكَ اٰمِناً وَاَسْاَلُكَ مُسْتَاْنِساً لاَ خَائِفاً وَلاَ وَجِلاً مُدِلّاً عَلَيْكَ فِيْمَاقَصَدْتُ فِيْهِ اِلَيْكَ فَاِنْ اَبْطَاَ عَنِّيْ عَتَبْتُ بِجَهْلِيْ عَلَيْكَ وَلَعَلَّ الَّذِيْ اَبْطَاَ عَنِّيْ هُوَ خَيْرٌ لِّيْ لِعِلْمِكَ بِعَاقِبَةِ الْاُمُوْرِ "

"تو میں مطمئن ہو کر تجھ کو پکارنے لگا اور انس و رغبت کے ساتھ بلا خوف و خطر اور ہیبت کے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کا بھی میں نے تیری جانب ارادہ کیا ہے اگر تو نے میری حاجت کے پورا کرنے میں دیر کی تو میں نے جہالت سے عتاب کیا اور شاید کہ جس کی تاخیر کی ہے وہ میرے لئے بہتر ہو کیونکہ تو امور کے انجام کا جاننے والا ہے"

کبھی خداوند عالم بندے کی دعا قبول کرنے میں اس لئے تاخیر کرتا ہے تا کہ وہ مسلسل اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرتا رہے کیونکہ خداوند عالم اپنے سامنے بندے کے گریہ وزاری کرنے کو پسند کرتا ہے، حدیث قدسی میں آیا ہے:

" یاموسیٰ انی لست بغافل عن خلقی ولکن احّ ان تسمع ملا ئکتی ضجیج الدعاء من عبادی " [1]

"اے موسیٰ میں اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہوں لیکن میں یہ دوست رکھتا ہوں کہ میرے ملائکہ میرے بندوں کی گڑ گڑا کر دعا کرنے کی آواز کو سنتے رہیں"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

" ان العبد لیدعو فیقول اللہ عزّ وجل للملکین قد استجبت لہ، ولکن احسبوہ بحاجتہ فانی

---

[1] عدۃ الداعی

احبّ ان اسمع صوته وانّ العبد ليدعو فيقول الله تبارك و تعالیٰ: عجّلوا له حاجته فانی ابغض صوته" [۱]

"انسان دعا کرتا ہے تو خدا دو فرشتوں سے کہتا ہے کہ میں نے اس کی دعا قبول کر لی لیکن ابھی اس کی حاجت پوری مت کرو کیونکہ میں اس کی آواز سننا ہوں تو وہ مجھے اچھی لگتی ہے اور کبھی کوئی انسان دعا کرتا ہے تو خدا کہتا ہے کہ اس کی مراد جلدی پوری کرو کیونکہ مجھے اس کی آواز اچھی نہیں لگتی ہے"

اگر دعا کی قبولیت بندے کے حق میں مضر ہوتی ہے تو خداوند عالم مطلق طور پر اس کی دعا کو لغو نہیں قرار دیتا بلکہ اس کو بندے کے گناہوں کے کفارہ میں بدل دیتا ہے، اس کی بخشش کرتا ہے یا کچھ وقفہ کے بعد اس کو دنیا میں جلد ہی رزق عطا کرتا رہتا ہے یا جنت میں اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔

اور ہم مذکورہ دونوں حالتوں، تبدیل اور تاخیر کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی تین حدیثیں ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

دعا کی قبولیت میں تاخیر یا تبدیلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"ما من مسلم دعا الله سبحانه دعوة ليس فيها قطيعة رحم ولا اثم، الّا اعطاه الله احدیٰ خصال ثلاثة: امّا ان يُعجّل دعوته، واما ان يؤخّره، وامّا ان يدفع عنه من السوء مثلها "قالوا: يارسول الله، اذن نُكثر. قال: "اكثروا"۔ [۲]

"جو مسلمان بھی خداوند عالم سے ایسی دعا مانگتا ہے جس میں رشتہ داروں سے رابطہ ختم کرنے یا کسی گناہ کا مطالبہ نہیں ہوتا تو خداوند عالم اس کو تین صفات میں سے کوئی ایک صفت عطا کر دیتا ہے یا اس کی دعا جلد قبول کر لیتا ہے یا تاخیر سے قبول کرتا ہے یا اس سے کوئی بلا دور کر دیتا ہے لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تو ہم بہت زیادہ دعا کریں گے۔

آپ نے فرمایا: ہاں بہت زیادہ دعا کیا کرو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"الدعاء مخ العبادة، وما من مؤمن يدعو الله الّا استجاب له، إمّا أن يعجّل له فی الدنيا، او يؤجّل له فی الآخرة، و اما ان يُكفّر من ذنوبه بقدر ما دعا ما لم يدع بمأثم "[۳]

[۱] وسائل الشیعہ کتاب الصلوۃ ابواب الدعا باب ۲۱ حدیث ۳۔
[۲] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۶ حدیث ۸۶۱۷۔
[۳] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ، ابواب الدعا باب ۱۵۔ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۶ حدیث ۸۶۱۸۔

”دعا عبادت کی روح وجان ہے اور کوئی ایسا مومن نہیں ہے جسکی دعا اللہ قبول نہ کرتا ہو یا تو اس دعا کو دنیا میں جلدی قبول کر لیتا ہے یا اس کے مستجاب ہونے میں آخرت تک تاخیر کر دیتا ہے یا جتنی وہ دعا کرتا ہے خدا اس کو اس بندے کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے“

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

”فَلاَیُقَنِّطَنَّکَ اِبْطَاءُ اِجَابَتِہِ فَاِنَّ الْعَطِیَّةَ عَلٰی قَدْرِ النِّیَّةِ وَرُبَمَا اُخِّرَتْ عَنْکَ الاِجَابَةُ لِیَکُوْنَ ذٰلِکَ اَعْظَمَ لِاَجْرِ السَّائِلِ وَاَجْزَلَ لِعَطَاءِ الآمِلِ وَرُبَمَاسَاَلْتَ الشَّیءَ فَلاَتُؤتَاہُ وَاُوْتِیْتَ خَیْراً مِنْہُ عَاجِلاً اَوْآجلاً اوْصُرِفَ عَنْکَ لِمَاھُوَخَیْرٌلَکَ فَلَرُبَّ اَمْرٍ قَدْ طَلَبْتَہُ فِیْہِ ھَلَاکُ دِیْنِکَ لَوْاُوْتِیْتَہُ فَلْتَکُنْ مَسْاَلَتُکَ فِیْمَایَبْقٰی لَکَ جَمَالُہُ وَیَنْفِیْ عَنْکَ وَبَالُہُ وَالْمَالُ لَایَبْقٰی لَکَ وَلَاتَبْقٰی لَہُ“ [۱]

”ہاں بعض اوقات قبولیت میں دیر ہو تو، اس سے ناامید نہ ہو اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے اور اکثر قبولیت میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ سائل کے اجر میں اور اضافہ ہو اور امیدوار کو عطیے اور زیادہ ملیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تم ایک چیز مانگتے ہو اور وہ حاصل نہیں ہوتی مگر دنیا یا آخرت میں اس سے بہتر چیز تمھیں مل جاتی ہے یا تمہارے کسی مفاد کے پیش نظر تمھیں اس سے محروم کر دیا جاتا ہے اس لئے کہ تم کبھی ایسی چیزیں بھی طلب کر لیتے ہو کہ اگر تمھیں دیدی جائیں، تو تمہارا دین تباہ ہو جائے لہٰذا تمھیں بس وہ چیزیں طلب کرنا چاہئے جس کا جمال پائیدار ہو اور جسکا وبال تمہارے سر نہ پڑنے والا ہو رہا دنیا کا مال، تو یہ نہ تمہارے لئے رہے گا اور نہ تم اس کے لئے رہو گے“

ہم ان تینوں روایات کو جمع کرنے کے بعد دعا مستجاب ہونے کی پانچ حالتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں:

۱۔(عجلت) خداوند عالم کی بارگاہ میں بندے کی دعا کا جلدی مستجاب ہونا

۲۔(مدت) جس حاجت کے لئے بندے نے اللہ سے دعا کی ہے اس کو مستجاب کرنے میں وقت لگانا۔

۳۔(عوض) (تبدیلی) دعا کو تبدیل کر کے مستجاب کرنا اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والے سے اس دعا کے بدلہ برائیوں کو دور کرتا ہے جس کے قبول ہونے میں فی الحال کوئی مصلحت نہیں ہوتی ہے۔

۴۔جس دعا کو قبول کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو اللہ اس کے بدلے دعا کرنے والے کو آخرت میں بلند درجات عطا کرتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

”واللہ مصیّر دعاء المؤمنین یوم القیامة لھم عملا یزیدھم فی الجنة“ [۲]

---

[۱] نہج البلاغہ قسم الرسائل والکتب، الکتاب۔۳۱۔

[۲] وسائل الشیعہ جلد ۴۔۱۰۸۶، حدیث۔۸۶۱۵۔

"خداوند عالم بروز قیامت مومنین کی دعا کو ان کے حق میں ایسے عمل میں بدل دیگا جس سے جنت میں ان کا مرتبہ بلند ہوتا رہے گا"

دوسری حدیث میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"واللہ ما اخّر اللہ عزّوجلّ عن المؤمنین ما یطلبون من ھٰذہ الدنیا خیر لھم عمّا عجّل لھم منھا"۔[۱]

"خدا کی قسم مومنین جو کچھ اس دنیا میں خدا سے طلب کرتے ہیں اُس میں اِس دنیا میں عطا کر دینے سے ان کے لئے تاخیر کرنا بہتر ہے"

۵۔(تبدیل) جب دعا کو قبول کرنا بندے کی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا مستجاب کرتے وقت اس کی دعا کو اس کے گناہوں اور برائیوں کا کفارہ قرار دیتا ہے[۲]۔

اور کبھی کبھی ان کو تبدیل نہ کرنا اور مدّت معین کرنا دو حالتوں میں دعا مستجاب ہونے میں وقت درکار ہونا اور اس کو معین قرار دینے کے وقت دعا کرنے والے کی مصلحت کے لئے ہوتا ہے۔کبھی کبھی یہ نظام کی مصلحت کے لئے ہوتا ہے جو سائل اور دوسرے افراد کو بھی شامل ہوتا ہے دعا مستجاب ہونے یا جلدی دعا مستجاب ہوجانے سے نظام میں خلل واقع ہوتا ہے جس کو اللہ نے خاص انسان یا عام دنیا کے لئے معین فرمایا ہے۔

جب دعا عمل میں تبدیل ہوجاتی ہے

دعا اور عمل دونوں الگ الگ مقولہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک رحمت کے نازل ہونے کا سبب ہے بیشک عمل سے الٰہی کی رحمت اسی طرح نازل ہوتی ہے جس طرح دعا سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ"[۳]

"اور پیغمبر کہہ دیجئے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو کہ تمہارے عمل کو اللہ، رسول اور صاحبان ایمان دیکھ رہے ہیں"

"فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ"[۴]

"پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا"

---

[۱] قرب الاسناد صفحہ ۱۷۱۔اصول کافی صفحہ ۵۲۶۔

[۲] ان پانچوں باتوں میں سے آخری تین باتیں صرف بندے کی دعا کو ملغیٰ قرار دینے سے مخصوص ہیں خداوند عالم اپنے بندے کی دعا قبول کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی دعا کو اس کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے اس سے برائیاں دور کردیتا ہے اور آخرت میں بلند درجات عطا کرتا ہے۔

[۳] سورۂ توبہ آیت ۱۰۵۔

[۴] سورۂ الزلزلہ آیت ۷۔

اسی طرح دعا رحمت کی کنجی ہے:

"اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" [1]

لیکن ایسا نہیں ہے کہ انسان جو کچھ سوال کرے وہ اس دنیا کے عام نظام میں ممکن بھی ہو، بلکہ کبھی کبھی انسان اللہ سے ایسی دعا کرتا ہے جو اس دنیا کے عام نظام (قضاوقدر) میں ممکن نہیں ہوتی لہٰذا اس کی دعا مستجاب نہیں ہوتی۔

کبھی کبھی دعا کے مستجاب ہونے یا دعا کے جلدی مستجاب ہونے میں صاحب دعا کے لئے کوئی مصلحت نہیں ہوتی، تو انسان دعا میں اتنی جدوجہد و کوشش کیوں کرتا ہے؟

جواب: بیشک دعا بذات خود عمل اور عبادت میں تبدیل ہوجاتی ہے جس سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

لہٰذا (قضاوقدر) مصلحت دعا کے موانع میں سے نہیں ہیں۔ بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ اگر چہ اپنے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا ہے بلکہ بندے کی دعا تو خود اسی کے عمل اور عبادت پر موقوف ہے اور اسی کے مطابق اس کو دنیا اور آخرت میں جزا یا سزا دی جائیگی۔

اسلامی روایات میں اس دقیق معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دعا عمل میں تبدیل ہوجاتی ہے۔

حماد بن عیسیٰ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"سمعته یقول: ادع، ولا تقل قد فرغ من الامر [2] فان الدعاء هو العبادة" [3]

میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا ہے: دعا کرو اور یہ نہ کہو کہ خدا کا حکم تمام ہوگیا ہے بیشک دعا عبادت ہے

"یعنی یہ امر اللہ کے قضاوقدر میں ہے اور دعا کے ذریعہ اسکو آگے پیچھے کردینا ممکن نہیں ہے۔

اور دوسری حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"ادعه، ولا تقل قد فرغ من الأمر، فانّ الدعاء هو العبادة انّ الله عزّوجلّ یقول: "اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْ {FR124 [4]}ن

"خدا کو پکارو یہ نہ کہو کہ خدا کا امر (حکم) تمام ہوگیا ہے بیشک دعا عبادت ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ"

---

[1] سورۂ مومن آیت ۶۰۔

[2] یعنی یہ امر خداوند عالم کے قضاء وقدر میں ہے جس سے تجاوز کرنا ممکن نہیں ہے اور دعا کے ذریعہ اس کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا ہے"

[3] وسائل الشیعہ صفحہ ۹۲۔ حدیث ۸۶۴۳، اصول کافی صفحہ ۵۱۶)

[4] وسائل الشیعہ ۴: ۱۰۹۲ حدیث ۸۶۴۰، اصول کافی: فروع کافی جلد ا سطر ۹۴۔ (ا) اس رابطہ کے ضروری ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ پر یہ امر واجب ہوگیا ہے بلکہ خود قرآن کریم اس یقینی اور ضروری رابطہ پر اس طرح زور دیتا ہے:

اس نے اپنے اوپر رحمت لکھ لی ہے:

"فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" (سورۂ انعام آیت۔ ۵۴)

"اور یقینا جولوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

دعا کی قبولیت اور دعا کے درمیان رابطہ

ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ مطلق طور پر پہلی قسم کے موانع خداوندعالم کی کبریائی کے شایان شان نہیں ہیں لیکن دوسری قسم کے موانع حقیقی ہیں اور بندوں کی زندگی اوردعاؤں میں پائے جاتے ہیں اسی لئے کبھی کبھی خداوندعالم دعا مستجاب کرنے میں مدت معین کر دیتا ہےاور کبھی مستجاب کر کےاس کودوسری چیز سے بدل دیتا ہے۔

اوران دونوں حالتوں (حالت تاخیراور حالت تبدیل) کےعلاوہ دعا کا مستجاب ہونا ضروری ہےاس کا منبع قطعی فطری حکم ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب سائل، مسئول (جس سے سوال کیا جارہا ہے) کا محتاج ہوتا ہےاور مسئول سائل کی حاجت قبول کرنے پر قادر ہوتا ہےاور اپنی مخلوق کے ساتھ بخل سے کام نہیں لیتا ہے۔[۱]

1۔ "اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ"[۲]

"بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہےاوراس کی مصیبت کودور کر دیتا ہے"

لہٰذا جو شخص مجبور ہواوراپنی بلا دور ہونے کے سلسلہ میں دعا کے قبول ہونے کا شدید محتاج ہواس کوفقط دعا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جب وہ خداوندعالم کو پکارتا ہےتو خداوندعالم اس کی دعا قبول کر کےاس سے بلاکودور فرما دیتا ہے۔

جب وہ خدا سے دعا کرتا ہےتو خدااس کی دعا مستجاب کرتا ہےاوراس کے لئے برائیوں کوواضح کر دیتا ہے۔

2۔ :"وَقَالَ رَبُّکُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیۡنَ"[۳]

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرومیں قبول کرونگا اور یقینا جولوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے"

"پس ان سے سلام علیکم کہئےتمہارے پروردگار نے اپنے او پر رحمت لازم قرار دے لی ہے"

یہ آیتِ کریمہ دعااوراستجابتِ دعا کے درمیان رابطہ کوصاف طور پرواضح کررہی ہے:

"اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ"[۴]

"مجھ سے دعا کرومیں قبول کرونگا"

---

[۱] سورۂ نمل آیت ۶۲۔

[۲] سورۂ مومن آیت ۶۰۔

[۳] سورۂ مومن آیت۔۶۰۔

[۴] سورۂ مومن آیت۔۶۰۔

"وَاُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ" [۱]

"پکارنے والے کی آواز سنتا ہوں جب بھی پکارتا ہے"

ان آیات میں دعا اور اس کے مستجاب ہونے کا رابطہ صاف اور واضح ہے، اور اس میں کوئی شک وشبہہ ہی نہیں ہے کہ خداوند عالم ہر دعا کو قبول کرتا ہے لیکن اگر دعا قبول کرنا بندہ کے حق میں مضر ہو یا اس عام نظام کے خلاف ہو جس کا بندہ خود جزء شمار ہوتا ہے، اور ان آیات میں دعا کے مستجاب ہونے کی کوئی شرط نہیں ہے اور نہ ہی کسی چیز پر معلّق ہے۔

جن شرطوں کو ہم عنقریب بیان کریں گے وہ حقیقت میں دعا کے محقق ہونے کے لئے ضروری ہوتی ہیں یا بذات خود دعا کرنے والے کی مصلحت کے لئے ہوتے ہیں اور اگر یہ دونوں نہ ہوں تو پھر یا تو دعا کا اثر کم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ دعا اور استجابت کے درمیان ایسا رابطہ ہے جس کے بدلنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے اور ایسا مطلق تعلق ہے جو کسی سے متعلق نہیں ہوتا مگر کوئی ایسی شرط ہو جس کی تاکید کی گئی ہو یا وہ دعا کی حالت کا اثبات کرتی ہو جیسے خداوند عالم فرماتا ہے:

اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ [۲]

"جب وہ اس کو آواز دیتا ہے تو وہ اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے"

شریعت اسلامیہ میں احادیث نبی اور احادیث اہل بیت علیہم السلام میں دعا اور دعا کے مستجاب ہونے کے درمیان اس رابطہ پر زور دیا گیا ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے:

"یاعیسیٰ إنی اسمع السامعین استجیب للداعین اذا دعونی" [۳]

"اے عیسیٰ میں اسمع السامعین (سننے والوں میں سب سے زیادہ سننے والا) ہوں دعا کرنے والے جب دعا کرتے ہیں تو میں ان کی دعا مستجاب کرتا ہوں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"مامن عبد یسلك وادیاً فیبسط کفّیه فیذکر الله ویدعو الّا ملأ الله ذلك الوادی حسنات فلیعظم ذلك الوادی اولیصغر" [۴]

"جو بندہ بھی کسی وادی کو طے کرتا ہے اور دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر خداوند عالم کو یاد کرتا ہے اور دعا کرتا ہے تو خداوند عالم اس وادی کو نیکیوں سے بھر دیتا ہے چاہے وہ وادی بڑی ہو یا چھوٹی"

---

[۱] سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶۔

[۲] سورۂ نمل آیت ۶۲۔

[۳] اصول کافی۔

[۴] ثواب الاعمال صفحہ ۱۳۷۔

اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"لو أنّ عبداً أسدَّ فاهُ لم يسأل لم يعط شيئاً فسل تعط." [1]

"اگر بندہ اپنا منھ بند رکھے اور وہ خدا سے سوال نہ کرے تو اس کو کچھ عطا نہیں کیا جائیگا، لہذا سوال کرو خدا عطا کرے گا"

"میسر بن عبدالعزیز نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"یامیسر إنّه ليس من باب يُقرع إلّا يُوشك انْ يُفتح لصاحبه." [2]

"اے میسر! اگر کسی دروازے کو کھٹکھٹایا جائے تو وہ عنقریب کھٹکھٹانے والے کے لئے کھل جاتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے:

"متیٰ تُكثر قرع البابُ يفتح لك." [3]

"جب دروازہ پہ زیادہ دستک دی جائیگی تو کھل جائیگا"

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

"يا علي أُوصيك بالدعاء فانّ معه الاجابة." [4]

"اے علی میں تم کو دعا کرنے کی سفارش کرتا ہوں بیشک اگر دعا کی جائے تو ضرور مستجاب ہوگی"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"اذا أُلهم احدكم الدعاء عند البلاء فاعلموا انّ البلاء قصير." [5]

"جب تم میں سے کسی کو مصیبت کے وقت دعا کرنے کا الہام ہو جائے تو جان لو کہ مصیبت چھوٹی ہے"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"لا والله لا يلحّ عبدٌ على الله عزّ وجلّ الّا استجاب الله له." [6]

"خدا کی قسم بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں نہیں گڑگڑاتا مگر یہ کہ خدا اسکی دعا مستجاب کرتا ہے"

اسلامی روایات میں دعا اور دعا کی مقبولیت کے درمیان رابطہ کے یقینی اور مطلق ہونے پر زور دیا گیا ہے اور یہ واضح ہے کہ جب بندہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہے تو خدا کو اسکی دعا رد کرنے سے حیا آتی ہے۔

---

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸۴، حدیث ۸۶۰۶۔

[2] وسائل الشیعہ ۴: صفحہ ۱۰۸۵ ح ۸۶۱۱۔

[3] وسائل الشیعہ ۴: صفحہ ۱۰۸۵ ح ۸۶۱۳۔

[4] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲ حدیث ۱۸۔

[5] وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۱۰۸۷ حدیث ۸۶۲۴۔

[6] اصول کافی کتاب الدعا باب الالحاح فی الدعاء حدیث ۵۔

حدیث قدسی میں آیا ہے:

"ما انصفنی عبدی، یدعونی فاستحیی انْ اردّہ، ویعصینی ولا یستحیی منی"۔[1]

"میرے بندے نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا چونکہ جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو مجھے اسکی دعا رد کرنے میں حیا آتی ہے لیکن جب وہ میری معصیت کرتا ہے تو مجھ سے کوئی حیا نہیں کرتا"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"ما ابرز عبد یدہ الی اللہ العزیز الجبار الّا استحییٰ اللہ عزّوجلّ أنْ یردّھا"۔[2]

"بندہ خداوند عالم کی بارگاہ میں ہاتھوں کو بلند کرتا ہے تو خدا کو اسکی دعا رد کرنے سے حیا آتی ہے"

حدیث قدسی میں آیا ہے:

"من احدث وَتوضأ وصلیّٰ ودعانی فلم اُجبه فیما یسأل عن امر دینه ودنیاہ فقد جفوته ولست بربٍّ جافٍ"۔[3]

"جس شخص سے حدث صادر ہو اور وہ وضو کر کے نماز پڑھے پھر مجھ سے دعا مانگے لیکن میں اس کی دینی اور دنیاوی حاجت پوری نہ کروں تو میں نے اس پر جفا کی جبکہ میں جفا کرنے والا پروردگار نہیں ہوں"

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"ما کان اللہ لیفتح باب الدعاء، ویغلق علیه باب الاجابة"۔[4]

"ایسا نہیں ہے کہ خداوند عالم بندہ پر باب دعا تو کھول دے اور اس پر باب اجابت کو بند رکھے"

اور امیر المومنین علیہ السلام سے ہی مروی ہے:

"من اُعطی الدعاء لم یُحرم الاجابة"۔[5]

"جس کو دعا عطا کی گئی اسکو دعا کے مستجاب ہونے سے محروم نہیں کیا گیا"

آخری دو روایتوں میں اہم اور بلند درجہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے بیشک اللہ تعالیٰ کریم اور وفی ہے جب اس نے دعا کا دروازہ کھول دیا تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دعا مستجاب ہونے کے دروازہ کو بند کر دے۔ جب خداوند عالم نے بندہ کو دعا کرنے کی توفیق عطا کر دی

---

[1] ارشاد القلوب للدیلمی۔

[2] عدۃ الدوامی وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۴ حدیث ۱

[3] ارشاد القلوب للدیلمی۔

[4] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲ حدیث ۱۱۱۲ اور ۴:۱۰۸۷۔حدیث ۸۶۲۲

[5] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ ابواب الدعا باب ۲ اور ۴ صفحہ ۱۰۸۶۔حدیث ۸۶۲۲

تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اس کی دعا مستجاب نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"ما فُتح لأحد باب دعاء الّا فتح الله له فیه باب اجابة، فاذا فُتح لأحد کم باب دعاء فلیجهد فانّ الله لا یمل"۔[1]

"خداوند عالم نے کسی کے لئے دعا کا دروازہ نہیں کھولا ہے مگر یہ کہ اسکے لئے اسکی دعا کے قبول ہونے کا دروازہ بھی کھول دیا ہے۔ جب تم میں سے کسی ایک کے لئے باب اجابت کھل جائے تو اسکو کوشش کرنا چاہئے بیشک خدا کسی کو ملول نہیں کرتا"

یہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کی تیسری منزل ہے۔

اللهم سمعنا و شهدنا و آمنّا

"خدایا ہم نے سنا اور گواہی دی اور ایمان لائے"

رحمت نازل ہونے کی تین منزلیں

جناب ہاجرہ اور اسمعیل علیہما السلام اور ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہم تینوں منزلوں کا یکجا طور پر مشاہدہ کر سکتے ہیں:

۱۔ فقر و حاجت

۲۔ دعا اور سوال

۳۔ سعی اور کوشش

جب ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خداوند عالم نے ان کی زوجہ جناب ہاجرہ کے ساتھ بے آب و گیاہ وادی (چٹیل میدان) میں بھیجا اور انھوں نے وہاں ہاجرہ کے ساتھ ان کے فرزند شیر خوار جناب اسمعیل کو چھوڑا تو یہ دعا کی:

" رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلاَ ةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُوْنَ"[2]۔

"پروردگار میں نے اپنی ذریت میں سے بعض کو تیرے محترم مکان کے قریب بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا ہے تا کہ نماز یں قائم کریں اب تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑ دے اور انھیں پھلوں کا رزق عطا فرما تا کہ وہ تیرے شکر گزار بندے بن جائیں"

۱۔

---

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴، ۱۰۸۷ حدیث ۸۶۱۴

[2] سورۂ ابراہیم آیت ۳۷۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام خداوند قدوس کے حکم کی تعمیل کے لئے گئے۔ جناب ہاجرہ اور طفل شیر خوار کو اس بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا اور ان کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہوگیا، بچہ پر پیاس کا غلبہ ہوا، جناب ہاجرہ نے چاروں طرف پانی ڈھونڈھا لیکن پانی کا کوئی نام ونشان نہ ملا، بچہ چیخنے، چلانے اور ہاتھ پیر مارنے لگا۔ آپ کی والدہ ادھر ادھر دوڑ لگانے لگیں، کبھی صفا پہاڑی پر جا تیں اور دور دراز تک پانی دیکھتیں اسکے بعد نیچے اتر آتیں اور دوڑتی ہوئیں مروہ پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں، اور خداوند عالم سے اپنے اور بچہ کے لئے اس بے آب وگیاہ وادی میں پانی کا سوال کرتیں اور بچہ بیت حرام کے نزدیک چیختا چلاتا اور ہاتھ پیر مار رہا تھا۔

اللہ نے بچہ کے قدموں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کیا، ماں پانی کی طرف دوڑی تا کہ اپنے شیر خوار بچہ کو سیراب کر سکے اور پانی کو ضائع ہونے سے بچا سکے لہٰذا انھوں نے پانی سے کہا زم زم یعنی ٹھہر ٹھہر کہ وہ اس کے لئے ایک حوض بنا رہی تھیں۔

یہ عجیب وغریب منظر رحمت کے نازل ہونے کا سبب بنا، خداوند عالم نے بے آب وگیاہ وادی میں چشمہ زم زم جاری کیا اور اسکو اس مبارک زمین پر متعدد برکتوں کا مصدر قرار دیا۔

خداوند عالم نے اس عمل کو اعمال حج کا جزء قرار دیا اور اسکو سب سے اشرف فرائض میں قرار دیا۔

اس منظر کا کیا راز ہے؟ اور اسکو اصل دین میں داخل کرنے اور حج کے احکام میں ثبت کرنے کا اتنا اہتمام کیوں کیا گیا؟ وہ موثر اور طاقت ورسبب کیا ہے جسکی وجہ سے خداوند عالم نے اس منظر کی قوت سے رحمت نازل کی اور تاریخ میں آنے والے تمام موحدوں کے لئے بہت زیادہ برکتوں کا مبدأ قرار دیا؟

پس اس منظر میں ایک خاص راز ہے جس کے لئے اس بے آب وگیاہ وادی میں اللہ کی رحمت نازل ہونے کی استدعا کی گئی ہے، اس رحمت کے ہمیشہ باقی رہنے کی استدعا کی گئی ہے، اس کو متعدد برکتوں کے لئے مصدر اور مبدأ قرار دیا گیا ہے اور یہ استدعا کی گئی ہے کہ خداوند عالم اس کو اپنے بیت حرام کے نزدیک موحدین کی آنے والی نسلوں کے لئے اسی طرح قائم ودائم رکھے۔

ہمارا (مؤلف) عقیدہ ہے کہ (خداوند عالم اس منظر کے تمام اسرار کو جانتا ہے) ایسے منظر شاذونادر ہی ہوتے ہیں جن میں اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تینوں پہلو جمع ہوجاتے ہیں اور ہر ایک سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

پہلی منزل: حاجت وضرورت ہے جو یہاں پر پیاس ہے جو شیر خوار بچہ کے لئے نقصان دہ تھی اور حاجت وضرورت کا اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اللہ کی رحمت نازل ہونے کا ایک پہلو ہے۔

جب ضرورت صاحب ضرورت کے لئے زیادہ نقصان دہ ہوگی تو وہ اللہ کی رحمت سے زیادہ قریب ہوگا۔ اسی لئے ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب شیر خوار بچوں کے لئے دکھ درد، یا بھوک یا پیاس یا سردی یا گرمی بہت زیادہ مضر ہوجاتی ہے جسکو وہ برداشت نہیں کر سکتے تو وہ ان بزرگوں کے ذریعہ جو ان تمام چیزوں کو برداشت کر سکتے ہیں اللہ کی رحمت سے قریب ہوجاتے ہیں۔ چونکہ دوسروں کے مقابلہ میں ان کے لئے اس حاجت کا نقصان زیادہ ہے۔

معلوم ہوا کہ حاجت ان کے غیروں کے علاوہ خود ان کے لئے بہت زیادہ مضر ہے۔

دعا میں وارد ہوا ہے: "اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ لِفَقْرِیْ" صرف اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جب بھی اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے والی حاجت جتنی عظیم ہوگی اتنا ہی وہ اللہ کی رحمت کے نزول کا باعث ہوگی۔

بیشک اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا انسان کو اللہ کی رحمت سے قریب کر دیتا ہے چاہے انسان اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت سے باخبر ہوکر پیش کرے یا نہ کرے اگر انسان اپنی حاجتوں سے باخبر ہوکران کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے تو اللہ کی رحمت نازل کرانے میں اسکی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

لیکن اس میں یہ شرط پائی جاتی ہے کہ انسان اپنی حاجت میں تحریف نہ کرے یعنی انسان یہ تصور کرے کہ اسکو مال کی ضرورت ہے یا حطام دنیا (دنیوی چیزیں) کی ضرورت ہے لہٰذا بندگان خدا کی طرف حاجت پیش نہ کرے۔

نیز یہ شرط بھی ہے کہ انسان اپنی ضرورت کو اس کی جگہ سے نہ ہٹائے اور یہ تصور نہ کرنے لگے کہ یہ دولت یا سرمایہ دنیا کی ضرورت خداوند عالم کے کچھ بندوں کی ضرورت کی بنا پر ہے اس کے بجائے کہ وہ فقر کو خداوند عالم کی طرف نیاز مندی پر حمل کرے۔

اِس حاجت اور اُس حاجت میں فرق ہے۔جس حاجت سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنا ہے اور جب انسان اس ضرورت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے بجائے اللہ کے بندوں کی خدمت میں پیش کرتا ہے تو اسکے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہونے کی قدر و قیمت ختم ہوجاتی ہے اور لوگوں کی اکثر حاجتیں اسی قسم کی ہیں۔

اس منظر میں بچہ کا پیاس کی شدت سے چیخنا چلانا گریہ وزاری کرنا اللہ کی رحمت نازل کرنے میں بڑا موثر ہے۔

خداوند عالم کی طرف نیازمندی کے مناظر میں خداوند عالم کی رحمت کا سبب بننے والا اثر اور رقت آور منظر اس بچہ کے منظر سے زیادہ نہیں جو پیاس سے جھلس رہا ہو اور اس کی ماں کو اس کیلئے پانی نہ مل رہا ہو۔

اللہ کی رحمت کا اس منظر میں دوسرا پہلو سعی ہے، یہ رزق کے لئے شرط ہے، بغیر سعی و کوشش کے رزق نہیں ہے اور اللہ تعالی نے سعی اور حرکت کو انسان کی زندگی میں رزق کی کنجی قرار دیا ہے۔

جب فقر کا سبب انسان سے عزم، قوت، ارادہ، حرکت اور نشاط چاہتا ہے اور جتنی انسان میں حرکت و سعی اور عزم ہوگا اتنا ہی اللہ اس کو اپنی رحمت سے رزق عطا کریگا۔

جب جناب ہاجرہ کے پاس پانی ختم ہوگیا اور حضرت اسماعیل پر پیاس کا غلبہ ہوا تو جناب ہاجرہ نے پانی تلاش کیا اور اسی پانی کی تلاش میں آپ کبھی صفا پہاڑی پر جاتیں اور دور تک نظر دوڑاتیں اور پھر صفا سے اتر کر مروہ پہاڑی پر جاتیں اور دور تک نظر دوڑاتیں اسی طرح آپ جب صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر گئیں تو آپ کو کہیں پانی کا نام ونشان نہیں دکھائی دیا تو آپ مایوس نہیں ہوئیں اور اس عمل کی تکرار کرتی رہیں اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑ لگاتی رہیں یہاں تک کہ آپ نے ان کے درمیان سات چکر لگائے۔

اگر یہ آرزو اور امید نہ ہوتی تو ان کی سعی پہلے ہی چکر میں ختم ہوجاتی لیکن پانی کی امید نے ان دونوں کے دلوں کو زندہ رکھا اور اسی شوق میں وہ سعی کی تکرار کرتی رہیں یہاں تک کہ اللہ نے ان کے اس امر کو آسان کیا اور جناب اسماعیل کے قدموں کے نیچے چشمہ جا

ری فریاد یالیکن اس مقام پر آرزو اور امید اللہ کی ذات سے ہے ان کی سعی میں نہیں ہے اگر آرزو وامید ان کی سعی میں ہوتی تو ان کی یہ آرزو وامید پہلے یا دوسرے چکر میں ہی ختم ہوجاتی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سعی اور اس حرکت کو رزق کے لئے شرط قرار دیا، انسان پر اپنی رحمت کا نزول قرار دیا اور اللہ اپنے بندوں کو رزق دیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے لیکن خداوند عالم نے انسان کی سعی اور حرکت کو اپنے رزق اور رحمت کی کنجی قرار دیا ہے۔

اللہ کی رحمت کے لئے اس منظر میں تیسرا پہلو جناب اسمٰعیل کی والدہ کی دعا ہے ان کا اللہ سے لولگانا اور اس بے آب وگیاہ وادی میں پانی کی تلاش میں اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرنا ہے۔

جتنا انسان اللہ سے دعا کرتے وقت اپنے کو اس کی یاد میں غرق کردیگا اتنا ہی وہ اللہ کی رحمت سے قریب ہوگا۔

ہمیں نہیں معلوم کہ اس نیک وصالح خاتون نے اس وقت اور اس وادی میں اللہ کی یاد میں منہمک ہونے والی کس حالت کا انتخاب کیا جبکہ ان کے پاس نہ کوئی انسان تھا اور نہ حیوان، صرف ایک پیاسا شیر خوار اپنی پیاس سے تڑپ رہا تھا گویا وہ اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا۔

اس وقت اس خاتون نے خداوند عالم سے اس طرح دعا کی کہ ملائکہ نے ان کے لئے گڑگڑا کر دعا کرنا شروع کردی اور اپنی آوازوں کو ان کی آواز، اور اپنی دعاؤں کو ان کی دعاؤں سے ملا دیا۔

اگر تمام انسان اللہ کی یاد میں اسی طرح منہمک ہوجائیں اور خدا کے علاوہ سب سے ہٹ کر صرف اس کی بارگاہ سے لولگائیں تو اُن پر زمین وآسمان سے رزق کی بارش ہوگی۔

"لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ "[1]

"تو وہ ہر طرح سے اللہ کی رحمت سے مالا مال ہوں گے"

اگر تمام لوگ خداوند عالم کی طرف اس طرح متوجہ ہوجاتے تو وہ آسمان وزمین کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوتے اور رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہوتی۔

اے مادر گرامی آپ پر اللہ کا سلام !اے اسماعیل کی مادر گرامی آپ پر اسماعیل کی اولاد کا سلام جس کو اللہ نے نور، ہدایت، ایمان، نبوت عطا کی ہے اور ان کی ہدایت اور نور سے ہدایت پانے والے ہیں۔ اگر آپ اس حجاز کی سخت گرمی میں اس بے آب وگیاہ وادی میں تنہا نہ ہوتیں، اور صفا ومروہ کی پہاڑیوں کے درمیان اس مشکل موقع پر آپ خداوند قدوس سے اس طرح لو نہ لگاتیں اور آپ دونوں پر خداوند عالم کی رحمت نازل نہ ہوتی اور اگر وہ رحمت نہ ہوتی تو آپ اللہ سے اس طرح لو نہ لگاتیں تو آپ کی صفا ومروہ کے درمیان سعی حج میں شعائر اللہ میں قرار نہ دی جاتی۔

---

[1] سورہ مائدہ آیت ٦٦۔

"إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ "[1]

"بیشک صفا ومروہ دونوں پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں ہیں لہٰذا جو شخص بھی حج یا عمرہ کرے اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دونوں پہاڑیوں کا چکر لگائے اور جو مزید خیر کرے گا خدا اس کے عمل کا قدردان اور اس سے خوب واقف ہے"

اے مادر گرامی! اللہ نے اپنی یاد میں اس وقت آپ کے انہماک کو دامن تاریخ میں ثبت کر دیا پانی کی تلاش میں آپ کی سعی اور آپ کے بچہ اسماعیل کی چیخ و پکار کے تذکرہ کو تاریخ میں لکھ دیا تاکہ آپ کے بعد آنے والی نسلوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت کے لئے کیسے خشوع وخضوع کیا جاتا ہے؟

اللہ کی رحمت وسیع ہے اس میں نہ کسی طرح کا بخل ہے نہ نقص اور نہ ہی وہ عاجز ہے لیکن لوگ اس کی رحمت کے نازل ہونے کے مقامات کو نہیں جانتے نہ ہی اس سے اچھی طرح پیش آتے ہیں اور نہ ہی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

آپ نے ہم کو یہ تعلیم دی کہ اللہ کی رحمت کو کیسے نازل کرائیں اور اللہ کی رحمت کے ساتھ کیسے پیش آئیں اور اے بی بی ہم نے آپ سے رحمت کی کنجیاں حاصل کی ہیں۔

اگر ہم نے آپ کی ان کنجیوں کی حفاظت نہ کی جن کو آپ نے اپنے فرزند ارجمند جناب اسمٰعیل کے سپرد کیا، اسمٰعیل کے بعد یہ کنجیاں اسمٰعیل کی اولاد کو وراثت میں ملیں اور ہم کو آپ کے بیٹے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ میراث میں ملیں تو ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں کہ ہم نے انبیاء علیہم السلام کی میراث اور ان کی وراثت کو ضائع و برباد کر دیا ہے۔

ہم نے اپنے جد ابراہیم سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے کی تعلیم حاصل کی اور ہم نے اپنی ماں جناب ہاجرہ سے اللہ سے سوال کرنے کا طریقہ سیکھا ہے۔

اگر ہم خواہشات نفسانی اور طاغوت وسرکشی میں پھنس گئے تو ہم نے اِس کو بھی ضائع کیا اور اُس کو بھی ضائع و برباد کر دیا ہے۔

اے اللہ ہم نے اپنے جد ابراہیم اور اپنی جدہ جناب ہاجرہ کی جس میراث کو ضائع و برباد کر دیا اس پر تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ ہم کو ان کے خاندان میں قرار دے لہٰذا اے پروردگار اس میراث کی بازیابی کے سلسلہ میں ہماری مدد فرما، جو ہم نے ضائع کر دی ہے اور ہم کو ان کے پیروؤں میں قرار دے اور پروردگارا ہم کو اس گھر سے اولاد ابراہیم اور اولاد عمران سے مت نکالنا۔

"إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ "[2]

"اللہ نے آدم نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کر لیا ہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۱۵۸

[2] سورہ آل عمران آیت ۳۳۔۳۴۔

سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے"

"رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ"[1]

"پروردگار ہم دونوں کو اپنا مسلمان اور فرماں بردار قرار دیدے اور ہماری اولاد میں بھی ایک فرمانبردار پیدا کر۔ ہمیں ہمارے مناسک دکھلا دے اور ہماری توبہ قبول فرما کہ تو بہترین توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"

جناب اسماعیل کی مادر گرامی نے اس دن اور اس وادی میں تمام اسباب خیر اخذ کئے جن کو سعی، دعا اور حاجت کہا جاتا ہے۔

بیشک ہماری اس مادر گرامی نے پانی کی تلاش میں سعی کی کبھی آپ صفا پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں اور مروہ پہاڑی پر پانی کی تلاش میں جاتیں خداوندعالم اپنے بندوں کی سعی اور عمل کو دوست رکھتا ہے اور اس نے انھیں رزق کی اہم شرطیں قرار دیا ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ اس طرح سعی کرے کہ خدا کی یاد میں منہمک ہو جائے اور اسی حالت میں خدا سے لو لگائے، دعا کرے، تاریخ انسانیت میں ایسی مثالیں بہت ہی کم نظر آتی ہیں۔

سعی وکوشش خداوندعالم کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی اور انسان کو اس سے الگ نہیں کر دیتی اور صرف خداوندعالم سے وابستگی بھی انسان کی سعی وکوشش کی راہ میں حائل نہیں ہوتی جناب ہاجرہ کی پانی کے لئے کوشش ایک عورت کی قوت امکان کی آخری منزل تھی۔

آج یہ ہمارے حج کے مناسک میں سے ہے اور ہم ان دونوں پہاڑوں کے درمیان بغیر کسی زحمت، تکلیف غم اور رنج کے سات چکر لگاتے ہیں سعی کرتے ہیں جس کی بنا پر ہم تھک جاتے ہیں مشقت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس بزرگ بی بی نے اس سعی کی اس بے آب وگیاہ وادی میں بنیاد رکھی جب بچہ کی پیاس پورے عروج پر تھی اور پیاسا شیر خوار اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا لیکن اس کے باوجود پانی کی تلاش میں اس سعی کو بڑی ہمت اور عزم وارادہ کے ساتھ قائم کیا۔

اس کے باوجود اس سعی کے دوران ایک منٹ بھی آپ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوئیں یہ پوری سعی یاد الٰہی کے ساتھ تھی نہ یہ یاد خدا میں رکاوٹ تھی اور نہ سعی وکوشش میں مانع! گویا کوشش صرف خداوندعالم سے وابستہ تھی اور خداوندعالم سے وابستگی سعی وکوشش کے ساتھ تھی ہم میں سے اس پر کون قدرت رکھ سکتا ہے؟

ملائکہ اس روز اس منظر کو دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے کہ آپ نے اللہ سے کیسے لو لگائی؟ اور آپ نے پانی کی تلاش میں اس طرح کیسے سعی کی ہے؟ اور آپ نے سعی اور اللہ سے اس طرح لو لگانے کو ایک ساتھ کیسے جمع کر دیا؟ اللہ کی بارگاہ میں کیسے تضرع کیا کہ وہ آپ کی دعا اور سعی مستجاب کرے اور آپ کی سعی اور دعا سے اللہ رحمت نازل کرے اور اللہ کی رحمت اتنی قریب ہو جائے کہ آسمان کے طبق زمین پر اتر جائیں۔

اس دن دعا اور عمل صالح زمین سے آسمان پر پہنچے اور رحمت کے ستون آسمان سے زمین پر نازل ہوئے اور ملائکہ نے اس

[1] سورہ بقرہ ۱۲۸۔

بے مثال واحد منظر کا نظارہ کیا تو اللہ کی بارگاہ میں تضرع کرنے لگے اور وہ چیز رونما ہوئی جوان کے دل و دماغ میں بھی نہیں آئی تھی کہ شیر خوار بچہ کے قدموں کے نیچے سے صاف وشفاف اور گوارا پانی کا چشمہ ابل پڑا۔

پاک و پاکیزہ ہے خداوند عالم اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں اس نے ہاجرہ کی سعی اور دعا کو قبول فرمایا لیکن سعی کی بنا پر نہیں بلکہ اس شیر خوار بچہ کے قدموں تلے جو اپنے ہاتھ پیروں کو اس دن کی پیاس کی بنا پر پٹخ رہا تھا تا کہ خداوند عالم ہاجرہ کو بتا سکے کہ خدا ہی نے ان کو یہ ٹھنڈا اور گوارا پانی اس تپتی دھوپ میں عنایت فرمایا ہے خود ہاجرہ نے اپنی سعی کے ذریعہ اس کو پیدا نہیں کیا ہے اگر چہ ہاجرہ کے لئے سعی و کوشش کرنا ضروری تھا تا کہ خداوند عالم ان کو زمزم عطا فرماتا۔

اللہ نے (زمزم) کو شیر خوار بچہ کے قدموں کے نیچے جاری کیا۔اپنے بیت حرام کو اسی وادی میں قائم کیا، زمزم میں برکت عطا کی اور ہمیشہ آنے والی نسلوں کے تمام حاجیوں کے لئے اسے سیرابی کا ذریعہ قرار دیا۔اس دعا اور سعی کا تاریخ میں تذکرہ ثبت کردیا اس کو مناسک حج کی ایک نشانی قرار دیا جس کو حجاج ہر سال انجام دیا کرتے ہیں جس کو مدت سے ان کی والدہ محترم جناب ہاجرہ اور ان (انسانوں) کے پدر بزرگوار ابراہیم واسماعیل نے ان کے لئے مہیا کیا۔

اس وادی میں اس دن اللہ کی رحمت نازل ہونے کے تین اسباب، حاجت، سعی اور دعا جمع ہوئے۔حاجت یعنی ضعف اور فاقہ کا انتہائی درجہ، سعی اپنے آخری وحوصلہ کے مطابق اور دعا انقطاع اور اضطرار کے اعتبار سے ہے۔

ہم ہر سال حج میں اس منظر کی یاد کو تازہ و زندہ کرتے ہیں جس کی حضرت اسماعیل کی والدہ نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ ہم اللہ کی رحمت کیسے طلب کریں، کیسے اس کے فضل ورحمت کو نازل کرائیں اور ہم اس کی معرفت کیسے حاصل کریں اور اس کی بارگاہ میں کیسے پیش آئیں۔

دعا کے آداب اور اس کی شرائط

ہمارے بعض علماء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ: راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا؟ اللہ کی کتاب میں دو ایسی آیات ہیں جن کی میں تاویل نہیں جانتا؟ آپ نے فرمایا وہ کونسی دو آیات ہیں؟ میں نے عرض کیا:

"اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" [1]

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

میں دعا کرتا ہوں لیکن مستجاب نہیں ہوتی۔آپ نے مجھ سے فرمایا: تم نے اللہ پر بہتان باندھا، کیا اللہ نے جو وعدہ کیا ہے وہ اس کی مخالفت کرے گا؟

میں نے عرض کیا: نہیں

[1] سورۂ مومن آیت ۶۰۔

آپ نے فرمایا: پھر کیا مطلب ہے؟

میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا ہوں۔

آپ نے فرمایا دوسری آیت کونسی ہے؟

میں نے عرض کیا اللہ کا یہ قول: "وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ"[1]،

"میں انفاق کرتا ہوں لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں دیکھتا ہوں"

آپ نے فرمایا: کیا ہونا چاہئے؟

میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا: لیکن میں تم کو باخبر کرونگا انشاءاللہ، آگاہ ہوجاؤ جو کچھ خداوند عالم نے تم کو حکم دیا ہے اگر تم اس کی اطاعت کروگے اور اس کے بعد اس سے دعا کروگے تو وہ تمہاری دعا مستجاب کرے گا لیکن اگر تم اس کے حکم کی مخالفت کروگے اور اس کی معصیت (نافرمانی) کروگے تو وہ تمہارا کوئی جواب نہیں دے گا۔

لیکن رہی تمہاری یہ بات کہ تم انفاق کرتے ہو اور اس کا کوئی نتیجہ تمہارے سامنے نہیں آتا تو آگاہ ہوجاؤ کہ اگر تم نے مال اس کے حلال طریقہ سے کسب کیا پھر اس کو اسی کے حق میں خرچ کردیا ہے تو کسی بندے نے کوئی درہم خرچ نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ نے اس کو اس کا بدلہ عطا کیا اگر تم اس کو دعا کے ذریعہ پکاروگے تو وہ تمہاری دعا ضرور مستجاب کرے گا اگرچہ تم نے گناہ ہی کیوں نہ کیا ہو۔

میں نے عرض کیا: جہت دعا سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم نے فریضہ ادا کیا تو تم نے اللہ کی تمجید و تعریف و تعظیم کی اور جتنی تم میں قدرت تھی تم نے اس کی مدح کی اور جتنا ممکن ہو نبی پر زیادہ صلوات بھیجتے رہو، ان کی تبلیغ رسالت کی گواہی دو، اپنے اوپر نازل ہونے والی مصیبتوں اور ملنے والی نعمتوں کی بنا پر نبی پر درود بھیجو، اپنے پاس اس کی نعمتوں کا تذکرہ کیا، اور جتنا تم سے ہوسکا تم نے اس پر اللہ کی حمد و ثنا کی اور اس کا شکرادا کیا، پھر ایک ایک کرکے اپنے تمام گناہوں کا اعترف واقرار کیا، یا ان میں سے جو گناہ تمہارے یاد آگئے اس کا اقرار کیا، اور جو مخفی رہ گئے ان کا مجمل طور پر اقرار کیا، پس تم نے تمام گناہوں کی اللہ سے توبہ کی اور یہ نیت کی کہ اسکے بعد پھر گناہ نہیں کرونگا، اور میں اللہ سے ندامت، صدق نیت اور خوف ورجاء سے استغفار کرتا ہوں، اور اس طرح کہو:

"اللّهمّ انّی اعتذراليك مِن ذنوبی واستغفرك واتوب اليك فاعنی علیٰ طاعتك ووفقنی لما اوجبت علیّ من كلّ مايُرضيك، فانی لم أرأحداًبلغ شيئاًمِن طاعتك الابنعمتك عليه قبل طاعتك، فانعم علیّ بنعمة انال بها رضوانك والجنّة"[2]

"پروردگار میں اپنے گناہوں کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں، تجھ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، اپنی طاعت پر

---

[1] سورۂ سبا آیت ۳۹۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۱۹، فلاح السائل صفحہ ۳۸۔۳۹، عدۃ الداعی صفحہ ۱۶۔

میری مدد کر، جن چیزوں سے تو راضی ہوتا ہے اور وہ تو نے مجھ پر واجب کی ہیں مجھے ان کے ادا کرنے کی توفیق عطا کر، میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس کے اطاعت کرنے سے پہلے تیری نعمتیں اس کو عطا ہو گئیں پس مجھ پر وہ نعمتیں نازل کر جن کے ذریعہ میں تیری رضا اور جنت تک پہنچ جاؤں،،

اس کے بعد سوال کرو ہم امید کرتے ہیں تم نامراد نہیں رہو گے انشاء اللہ۔

آداب دعا کے سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے:

"احفظ آداب الدعاء، وانظر مَن تدعو، وكيف تدعو، ولماذا تدعو، وحقق عظمة الله وكبريائه، وعاين فى قلبك علمه بما فى ضميرك واطّلاعه علىٰ سرّك، ومايكن فيه من الحق والباطل، واعرف طرق نجاتك وهلاكك كى لاتدعوالله بشىء فيه هلاكك وأنت تظن فيه نجاتك"

قال الله عزوجل:

"وَيَدْعُ الإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الإِنْسَانُ عَجُولاً"[1]

وتفكّر ماذا تسأل، ولماذا تسأل. والدعاء استجابة الكل منك للحق، وتذويب المهجة فى مشاهدة الربّ، وترك الاختيار جميعاً، وتسليم الأُمور كلها ظاهراً وباطناً الى الله۔

فان لم تأت بشروط الدعاء فلا تنتظر الاجابة، فانّه يعلم السرّ وأخفىٰ، فلعلك تدعو بشىء قد علم من سرّك خلاف ذلك"[2]

آداب دعا کی حفاظت کرو، یہ دیکھو کہ کس سے مانگ رہے ہو، کس طرح مانگ رہے ہو اور کیوں مانگ رہے ہو، خداوند عالم کی عظمت و بزرگی پر نظر رکھو جو کچھ تمہارے دلوں میں علم ہے اور جن رازوں سے تم واقف ہوا سکے ذریعہ اپنے دل کا معائنہ کرو اور یہ دیکھو کہ کس میں ہلاکت ہے اور کس میں نجات ہے تاکہ ہلاکت کا مطالبہ نہ کر بیٹھو، اپنی نجات اور ہلاکت کے راستوں کو پہچانو کہ کہیں تم ایسی دعا نہ کر بیٹھو جس میں تمہاری ہلاکت ہو رہی ہو اور تم اس سے اپنی نجات کا گمان کر رہے ہو۔

اور خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولاً"[3]

"اور انسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے کہ انسان بہت جلد باز واقع ہوا ہے"

جو کچھ مانگ رہے ہو اس کے متعلق اور کیوں مانگ رہے ہو اس کے سلسلہ میں فکر کرو۔

---

[1] سورۂ اسراء آیت ۱۱۔

[2] بحار الانوار جلد: ۹۰ صفحہ ۳۲۲۔

[3] سورۂ اسراء آیت ۱۱۔

دعا یعنی تمہارا حق کو مکمل طور پر قبول کرنا،تمہاراا اپنے پروردگار کے دیدار میں اپنے کو پگھلا دینا اپنے تمام اختیارات خداوند عالم کے حوالے کردینااور اپنے تمام ظاہری اور باطنی اموراسی کے حوالے کردینا۔

اگر تم دعا کواس کی تمام شرطوں کے ساتھ انجام نہیں دو گے تو اس کے مستجاب ہونے کا بھی انتظار نہ کرنا بیشک خداوند عالم تمام رازوں اور پوشیدہ چیزوں سے آگاہ ہے،شاید تم ایسی چیز کے بارے میں دعا کر بیٹھو جسکو وہ تمہاری بھلائی کے خلاف جانتا ہو"

یہ روایت دعا کے مستجاب ہونے اور دعا کے آداب کی شرطوں کی طرف اشارہ کرتی ہے ہم اس فصل میں سب سے پہلے دعا کے مستجاب ہونے کی شرطوں کو بیان کریں گے اس کے بعد اگر شروط وآداب کی تقسیم میں بعض مشکلات سامنے نہ آئیں تو آداب دعا کے متعلق بحث کریں گے۔

ہم اس فصل میں سب سے پہلے دعا قبول ہونے کی شرطوں کے سلسلہ میں بحث کرنا چاہتے ہیں پھر آداب دعا کے سلسلہ میں گفتگو کریں گے اگر چہ شرطوں کو آداب دعا سے جدا کرنا ہمارے لئے مشکل ہے لہٰذا ہم نے شرائط وآداب کو ایک ساتھ بیان کرنا بہتر سمجھا ہے۔

ہم ذیل میں سرسری طور پر شریعت اسلامیہ کی روشنی میں دعا کے آداب اوراس کی شرطوں کو بیان کررہے ہیں۔

ا۔اللہ کی معرفت

دعا مستجاب ہونے کی شرطوں میں سے سب سے اہم شرط اللہ کی معرفت ہے اوراس کی مطلق قدرت وسلطنت پر ایمان رکھنا کہ اس کا بندہ جو کچھ اس سے چاہتا ہے وہ ضرور حاصل ہوگا۔

درمنثور میں معاذ بن جبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے:

"لوعرفتم اللہ حق معرفته،لزالت لدعائکم الجبال"[1]

"اگر تم اللہ کی معرفت اس کے حق کے ساتھ حاصل کرو تو تمہاری دعائیں پہاڑوں کو بھی ان کی جگہ سے ہٹادیں گی"

تفسیر عیاشی میں خداوند عالم کے اس فرمان:"فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی"[2]،

"لہٰذا مجھ سے طلب قبولیت کریں اور مجھ ہی پر اعتماد رکھیں" کے متعلق امام جعفر صادق سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"یعلمون انی اقدران اعطیهم مایسألونی"[3]

"وہ(بندے)جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ مجھ سے سوال کریں گے میں ان کووہ عطا کردونگا"

[1] المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۳۔

[2] سورۂ بقرہ آیت۔۱۸۶۔

[3] المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۳۔

طبرسی نے مجمع البیان میں مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ: "**ولیومنوا بی**" [1]

"اور مجھ ہی پر اعتماد رکھیں"

یعنی یہ بات بالکل متحقق ہے کہ جو کچھ وہ سوال کریں گے میں وہ ان کو عطا کرنے پر قادر ہوں:

"**لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ**" [2]

"شاید اس طرح راہ راست پر آ جائیں"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"**أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ**" [3]

"بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے"

فسئل ما لنا ندعو، و لا يستجاب لنا؟ فقال لأنّكم تدعون مالاتعرفون و تسألون مالاتفهمو[4]**ن**

آپ سے سوال کیا گیا: ہم دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا مستجاب نہیں ہوتی، آپ نے فرمایا: تم ان چیزوں کی دعا کرتے ہو جن کی تمھیں معرفت نہیں ہے اور وہ سوالات کرتے ہو جن کو تم سمجھتے نہیں ہو۔

اس حدیث میں دعا مستجاب ہونے کے باب میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ سائل کو اپنے سوال اور جس سے سوال کر رہا ہے ان سے باخبر ہونا چاہئے۔

امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: جس نے مجھ سے سوال کیا اور وہ یہ جانتا ہے کہ نفع ونقصان میری طرف سے ہے تو میں اس کی دعا قبول کرونگا

امام علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں آیا ہے:

"**تمدّحت بالغناء عن خلقك وانت اهل الغنىٰ عنهم، ونسبتهم الى الفقروهم اهل الفقر اليك، فمن حاول سدّ خلّته من عندك، ورام صرف الفقر عن نفسه بك، فقدطلب حاجته فى مظانها واتى طلبته من وجهها**" [5]

---

[1] سورۂ بقرہ آیت۔۱۸۶۔

[2] سورۂ بقرہ آیت۔۱۸۶۔

[3] سورۂ نمل آیت۔۶۲۔

[4] الصافی صفحہ ۵۷ (طبع حجریہ۔ایران) سورۂ بقرہ آیت نمبر ۸۶ کی تفسیر میں ہے۔

[5] صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا: ۱۳۔

”تو نے اپنی تعریف یہ کی ہے کہ تو مخلوقات سے بے نیاز ہے اور اس بے نیازی کا اہل ہے اور تو نے مخلوقات کو فقر کی طرف نسبت دی ہے کہ وہ واقعاً تیرے محتاج ہیں لہٰذا جو شخص بھی اپنی حاجت کو تیری بارگاہ سے پورا کرانا چاہتا ہے اور اپنے نفس سے فقر کو تیرے ذریعہ دور کرنا چاہتا ہے اُس نے حاجت کو اس کی منزل سے طلب کیا ہے اور مقصد تک صحیح رخ سے آیا ہے“

حضرت امیر المومنین علیہ السلام مناجات میں ارشاد فرماتے ہیں:

”سبحان الذی یتوکّل کلّ مؤمن علیه ویضطر کلّ جاحد الیه، ولایستغنی احدٌ الا بفضل ما لدیه“ [۱]

”پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جس پر ہر مومن توکل کرتا ہے اور جس کے سامنے ہر انکار کرنے والا اپنے کو مضطر محسوس کرتا ہے اور کوئی بھی اس کے فضل کے بغیر بے نیاز نہیں ہوسکتا ہے“

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام صحیفہ کاملہ سجادیہ کی دعا نمبر ۷ میں فرماتے ہیں:

”اَصْبَحْنَا فِیْ قَبْضَتِكَ یَحْوِیْنَا مُلْكُكَ وَسُلْطَانُكَ وَتَضُمُّنَا مَشِیَّتُكَ وَنَتَصَرَّفُ عَنْ اَمْرِكَ وَنَتَقَلَّبُ فِیْ تَدْبِیْرِكَ لَیْسَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ اِلَّا مَا قَضَیْتَ وَمِنَ الْخَیْرِ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَ“

”اور ہم بھی تیرے ہی قبضہ میں ہیں تیرا اقتدار تیری ساری سلطنت ہمارے سارے وجود پر حاوی ہے اور تیری مشیت ہمیں اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ ہم تیرے ہی حکم سے تصرف کرتے ہیں اور تیری ہی تدبیر سے کروٹیں بدلتے ہیں ہمارا حصہ معاملات میں اتنا ہی ہے جس کا تو نے فیصلہ کر دیا ہے اور خیر بھی وہی ہے جو تو نے عطا کر دیا ہے“

اور صحیفۂ علویہ میں ہے:

”مَن ذالذی یضارك ویغالبك أو یمتنع منك أو ینجو مِن قدرك“

”کون تم کو نقصان پہنچاتا ہے اور کون تمہارا مقابلہ کرتا ہے یا وہ تم سے اجتناب کرتا ہے یا تیری قدر و قضا سے فرار کرتا ہے“

یہ معرفت ہی تو ہے کہ دعا کرنے والا یہ جانتا ہے کہ اللہ اس سے قریب ہے اور ہر شئے اس سے بہت قریب ہے، وہ اس (بندے) کے نفس میں ہونے والے وسواس سے بھی باخبر ہے وہ اس کے نفس سے اس کی شہ رگ حیات سے بھی زیادہ قریب ہے وہ اس کے اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے: ”وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ“ [۲]

”اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں“

”وَنَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ“ [۳]

---

[۱] بلد امین صفحہ ۹۶۔

[۲] سورۂ بقرہ آیت۔ ۱۸۶۔

[۳] سورۂ ق آیت۔ ۱۶۔

"اور ہم تو اس کی شہرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں"

"اِنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ" [1]

"بیشک خدا انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعا میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اتقرب اليك بسعة رحمتك التي وسعت كلّ شيء وقد ترى يارب مكاني و تطلع على ضميري وتعلم سري ولا يخفى عليك امري وانت اقرب اليّ من حبل الوريد" [2]

"میں تیری اس وسیع رحمت سے قریب ہونا چاہتا ہوں جو ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، تو میرے مکان سے بخوبی آگاہ ہے، میرے ضمیر سے باخبر ہے، میرے رازوں کو جانتا ہے، میرا کوئی امر تجھ سے پوشیدہ نہیں اور تو میری شہ رگ حیات سے زیادہ مجھ سے قریب ہے"

جمعہ کے دن کی دعا میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"لا اله الا الله المجيب لمن ناداه بأخفض صوته، السميع لمن ناجاه لأغمض سرّه، الرؤوف بمن رجاه لتفريج همّه القريب ممّن دعاه لتنفيس كربه وغمّه" [3]

"کوئی خدا نہیں ہے سوائے اللہ کے جو اپنے بندے کی ہلکی سی آواز کا بھی جواب دیتا ہے وہ اس کی آواز کو بھی سنتا ہے جو اس کو اپنے راز کو پوشیدہ رکھ کر اسے پکارتا ہے اس شخص پر مہربان ہے جو اپنی مشکل دور کرنے میں خداوند عالم سے لو لگاتا ہے اس شخص سے قریب ہے جو اپنے غم کے دور ہونے کے سلسلہ میں اس سے دعا کرتا ہے"

امام علیہ السلام ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"سبق في العلوّ فلا شيء أعلا منه، وقرب في الدنو فلا شئى اقرب منه، فلا استعلاؤه باعده عن شيء من خلقه ولا قربه ساواهم في المكان به" [4]

"وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند نہیں ہوسکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شے اس سے قریب نہیں ہے اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوقات سے دور کردیا ہے اور نہ اس کے قرب نے اُسے دوسروں کی سطح پر لاکر اُن کے برابر کردیا ہے"

۲۔ اللہ سے حسن ظن

اللہ سے حسن ظن رکھنا اللہ کی معرفت کے پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہے، اللہ اپنے بندوں کو اتنا ہی عطا کرتا ہے جتنا وہ اللہ

[1] سورۂ انفال آیت۔ ۲۴۔
[2] البلد الامین صفحہ ۹۶۔
[3] البلد الامین صفحہ ۹۳۔
[4] نہج البلاغہ خطبہ ۴۹

سے حسن ظن رکھتے ہیں اوراس کی رحمت اور کرم کی وسعت کا یقین رکھتے ہیں۔

حدیث قدسی میں آیا ہے:

"اناعند ظن عبدی بیّ، فلا یظُنُّ بِیّ الا خیراً۔"[1]

"میں اپنے سلسلہ میں اپنے بندے کے ظن وگمان کے مطابق اس کی حاجت پوری کرتا ہوں اس سے قریب ہوں لہٰذا وہ میرے بارے میں خیر کے علاوہ کوئی ظن وگمان نہ رکھے"

سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"ادعوا اللّٰہ وانتم موقنون بالاجابة"

"اللہ سے دعا مستجاب ہونے کے یقین کے ساتھ دعا کرو"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب موسیٰ کو وحی کی:

"مادعوتنی ورجوتنی فانی سامع لك"[2]

"اے موسیٰ جو کچھ مجھ سے دعا کرتے ہو اور مجھ سے امید رکھتے ہو میں اس کو تمہاری خاطر سنتا ہوں"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"اذا دعوت فأقبل بقلبك وظنّ حاجتك بالباب"[3]

"جب دعا کرو تو اپنے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو اور اپنی حاجت کو قبولیت کے دروازے پر سمجھو"

اور یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے:

"فاذا دعوت فاقبل بقلبك ثم استَیْقِن الاجابة"[4]

"جب دعا کرو تو اپنے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو اور اجابت کا یقین رکھو"

اس کے بالمقابل اللہ کی رحمت اور دعا کے مستجاب ہونے سے مایوس ہوجانا ہے یہ اللہ کی رحمت سے دور ہوجانے کا ایک سبب ہے کبھی کبھی انسان اللہ سے دعا کرتا ہے تو خداوند عالم اس کی دعا مستجاب کرنے میں تاخیر کرتا ہے اور اس وقت تک تاخیر کرتا ہے جب تک وہ اس کی مصلحت کے مطابق نہ ہوجائے لیکن انسان اس کی معرفت نہیں رکھتا اور اللہ اس کو جانتا ہے لہٰذا انسان اللہ سے سوء ظن کر بیٹھتا ہے اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہوجاتا ہے یہی ناامیدی اللہ کی رحمت میں مانع ہوتی ہے۔

---

[1] المیزان جلد ۲ صفحہ ۳۷۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۵، حدیث ۸۷۰۳۔

[3] اصول کافی صفحہ ۵۱۹، اور وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۵ حدیث۔ ۸۷۰۰

[4] اصول کافی باب الاقبال علی الدعا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"لایزال العبد بخیر و رجاء ورحمة من الله عزّوجلّ، مالم یستعجل، فیقنط، ویترك الدعاء، وقیل له: کیف یستعجل؟ قال: یقول: قد دعوت منذ کذا و کذا وما أریٰ الاجابة" [1]

"انسان اس وقت تک نیکی کی امید اور رحمت الٰہی میں رہتا ہے جب تک وہ جلدی بازی نہ کرے اور بندہ جلد بازی کرنے کے نتیجہ میں مایوس ہو جاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ امام سے سوال کیا گیا بندہ کی جلد بازی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا وہ کہتا ہے: میں یہ دعا مانگ رہا ہوں لیکن قبول نہیں ہو رہی ہے"

احمد بن محمد بن ابی نصر سے مروی ہے کہ میں نے ابوالحسن کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

"جُعلت فداك إنی قد سألت الله الحاجة منذ کذا و کذا سنة، وقد دخل قلبی من ابطائها شیٔ، فقال: یاأحمد، ایاك والشیطان ان یکون له علیك سبیل حتیٰ یقنطك۔ اخبرنی عنك لو أنّی قلت لك قولاً کنت تثق به منی۔ فقلت له: جعلت فداك، اذالم اثق بقولك فبمن أثق، وانت حجة الله علیٰ خلقه؟ قال فکن بالله اوثق، فإنّك علیٰ موعد من الله عزّوجلّ۔ ألیس الله یقول "وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ" [2] وقال: "لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ" [3]، و قال: "وَ اللهُ یَعِدُکُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلاً" [4] فکن بالله أوثق منك بغیره ولا تجعلوا فی انفسکم الاخیر أفانه لغفور لکم" [5]

"میری جان آپ پر فدا ہو میں پروردگار سے ایک سال تک اپنی فلاں فلاں حاجتیں مانگتا رہا اب میرے دل میں ان کے قبول نہ ہونے کے سلسلہ میں خدشہ آ گیا ہے: آپ نے فرمایا: اے احمد شیطان سے بچو! اس لئے کہ وہ تمہیں مایوسی کے راستہ پر لگا دے گا: مجھے ثبوت دو کہ اگر میں تمہیں کچھ بتاؤں تو تم اس پر اعتماد کرو گے: میں نے عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو اگر میں آپ کے فرمان پر اعتماد نہیں کرونگا تو پھر کس کے فرمان پر اعتماد پر کرونگا اور آپ تو مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ پر سب سے زیادہ اعتماد رکھو چونکہ خداوند عالم نے تم سے وعدہ کیا ہے" کیا پروردگار عالم نے نہیں فرمایا:

"وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ أُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ"

"اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں پکارنے والے کی آواز

[1] اصول کافی صفحہ ۵۲۷
[2] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۷ حدیث ۸۷۱۱۔
[3] سورۂ زمر آیت۔ ۵۳۔
[4] سورۂ بقرہ آیت۔ ۲۶۸۔
[5] قرب الاسناد صفحہ۔ ۱۷۱۔

سنتا ہوں جب بھی پکارتا ہے“

اور یہ فرمان:

"لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ"

”رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا“

اور یہ فرمان:

"وَاللهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلاً"

”اور خدا مغفرت اور فضل واحسان کا وعدہ کرتا ہے“

لہٰذا تم سب سے زیادہ اللہ پر اعتماد کرو اور اپنے نفس میں خیر کے علاوہ اور کچھ نہ قرار دو بیشک اللہ تمہارے لئے غفور ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ العبد اذا عجل فقام لحاجته (يعني انصرف عن الدعاء ولم يطل في الدعاء، والوقوف بين يدي الله طالباً للحاجة) يقول الله عزّ وجلّ: أما يعلم عبدي أنّي أنا الله الّذي اقضي الحوائج" [1]

”بندہ جب جلد بازی کرتا ہے تو وہ اپنی حاجت کے لئے قیام (یعنی دعا کرنے سے منصرف ہوجاتا ہے زیادہ دیر تک دعا نہیں مانگتا اور اللہ کی بارگاہ میں حاجت روائی کے لئے کھڑا ہوجاتا ہے) کر لیتا ہے۔ پروردگار فرماتا ہے: کیا میرا بندہ نہیں جانتا بیشک میں خدا ہوں جو حاجتوں کو پورا کرنے والا ہوں؟“

ہشام بن سالم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا

"كان بين قول الله عزّ وجلّ: "قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا" [2]

خداوند عالم کے قول:

"قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا"

اور فرعون کی تنبیہ کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے“ [3]

اسحاق بن عمار سے مروی ہے:

"قلت لابي عبد الله ؑ: يستجاب للرجل الدعاء ثم يؤخّر؟

---

[1] وسائل الشیعہ صفحہ ۱۱۰۶ حدیث ۸۷۰۹۔

[2] سورۂ یونس آیت ۔۸۸۔

[3] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۔۵۶۲۔

قال: نعم، عشرين سنة۔"[1]

"میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو کیا بندے کی دعا مستجاب ہونے میں تاخیر ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں بیس سال تاخیر ہو سکتی ہے"

۳۔ اللہ کی بارگاہ میں اضطرار

دعا میں انسان کے لئے اللہ کی پناہ مانگنا ضروری ہے چونکہ مضطر خداوند عالم کے علاوہ کسی کو اس لائق نہیں پاتا جس سے امید لگائے اور اپنی حاجتوں کے لئے اس پر بھروسہ رکھے۔

جب انسان اللہ اور اللہ کے علاوہ اس کے بندوں میں سے کسی سے اپنی امید لگائے رہتا ہے تو اس کو خداوند عالم سے جس طرح لو لگانی چاہیئے تھی اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا اور اپنے نفس میں اللہ سے مضطر ہونے کی حالت نہیں پیدا کی حالانکہ دعا کے مستجاب ہونے کی بنیادی شرط وہی ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے محمد بن حنفیہ کو وصیت کرتے وقت فرمایا:

"وبالإخلاص يكون الخلاص فاذا اشتدّ الفزع فالى الله المفزع۔"[2]

"انسان اخلاص کے ذریعہ ہی چھٹکارا حاصل کرتا ہے جب زیادہ شدت واضطراب وگھبراہٹ ہوگی تو انسان اللہ سے خوف کھائے گا"

مجبوری کی حالت میں انسان کی تمام امیدیں ہر ایک سے منقطع ہو جاتی ہیں اور صرف اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے اور خدا کے علاوہ وہ کسی اور سے امید نہیں رکھتا

روایت کی گئی ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی:

"ادعني دعاء الحزين الغريق ليس له مغيث، ياعيسىٰ! سلني ولا تسأل غيري، فيحسن منك الدعاء، ومنيّ الاجابة۔"[3]

"اے عیسیٰ جس کا کوئی فریادرس نہ ہو اس کی طرح گڑگڑا کر محزون ورنجیدہ ہو کر مجھ سے دعا مانگو، میرے علاوہ کسی اور سے دعا نہ مانگو جو مجھ سے اچھی دعا مانگے گا تو میں ضرور مستجاب کرونگا"

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اللہ سے مناجات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الٰهي ليس تشبه مسألتي مسألة السائلين لانّ السائل اذا مُنع امتنع عن السؤال،

---

[1] اصول کافی جلد ۲ صفحہ۔ ۵۶۲۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ۔ ۱۱۲۱ حدیث ۸۷۶۴۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴: صفحہ نمبر ۱۱۷۴ حدیث ۸۹۵۸۔

وأنالاغناء بي عمّاسألتك على كل حال، الهي إرضَ عني، فان لم ترضِ فاعف عني، فقديعفو السيدعن عبده وهو عنه غير راضٍ الهي كيف أدعوك وأنا أنا؟و كيف أيأس منك وأنت أنت؟" [1]

"پروردگار میرا مسئلہ سائلوں کے سوالوں جیسا کب ہوسکتا ہے چونکہ سائل کو جب منع کر دیا جاتا ہے تو وہ سوال کرنے سے رک جاتا ہے اور میں تجھ سے بے نیاز نہیں ہوں مجھے تو ہر حال میں تجھ سے سوال کرنا ہی ہے، خدایا مجھ سے راضی ہوجا، اگر تو مجھ سے راضی نہیں ہوتا تو مجھ کو معاف فرمادے، کیونکہ آقا اپنے غلام کو راضی نہ ہونے کی صورت میں بھی معاف کر دیتا ہے، پروردگار میں تجھ سے کیسے دعا کروں حالانکہ میں میں ہوں؟ اور تجھ سے کیسے مایوس ہوں حالانکہ تو تو ہے؟"

اسی کو حالت اضطرار کہا جاتا ہے جس میں بندہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو پناہ گاہ نہیں سمجھتا اور اپنی حاجتوں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔

جیسا کہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حالت اضطرار اللہ کی یاد میں غرق ہوجانا ہے جب بندہ اس بات سے باخبر ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنے پر مضطر ہے اور اللہ کے علاوہ اس کا کوئی اور نہیں ہے جس کی بارگاہ میں وہ اپنی حاجت پیش کر سکے تو وہ اسی کی یاد میں غرق ہوجاتا ہے اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے لو نہیں لگاتا وہ اللہ کی ہی یاد میں منہمک رہتا ہے اور اس کے علاوہ کسی کی یاد میں منہمک نہیں ہوتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعا میں فرماتے ہیں:

"وَاجْعَلْنِي مِمَّنْ يَدْعُوكَ مُخْلِصاً فِي الرَّخَاءِ دُعَاءُ الْمُضْطَرِّيْنَ لَكَ" [2]

"مجھے ان لوگوں میں قرار دے جو سکون کے لمحات میں اس خلوص سے دعا کرتے ہیں جس طرح پریشانی کے اوقات میں مضطر لوگ دعا کرتے ہیں"

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَخْلَصْتُ بِانْقِطَاعِيْ اِلَيْكَ وَاَقْبَلْتُ بِكُلِّيْ عَلَيْكَ وَصَرَفْتُ وَجْهِيْ عَمَّنْ يَّحْتَاجُ اِلٰى رِفْدِكَ وَقَلَبْتُ مَسْأَلَتِيْ عَمَّنْ لَمْ يَسْتَغْنِ عَنْ فَضْلِكَ وَرَأَيْتُ اَنَّ طَلَبَ الْمُحْتَاجِ اِلَى الْمُحْتَاجِ سَفَهٌ مِنْ رَأْيِهِ وَضَلَّةٌ مِنْ عَقْلِهِ" [3]

"خدایا میں مکمل اخلاص کے ساتھ تیری طرف آرہا ہوں اور پورے وجود کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوں میں نے اپنا رخ ان تمام لوگوں سے موڑ لیا ہے جو خود ہی تیری عطا کے محتاج ہیں اور اپنے سوال کو ان کی طرف سے ہٹا لیا ہے جو خود بھی تیرے فضل وکرم

[1] البلد الامین صفحہ ۳۱۶۔

[2] صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا ۲۲۔

[3] صحیفہ کاملہ سجادیہ دعا ۲۸۔

سے بے نیاز نہیں ہیں اور میں نے یہ اندازہ کرلیا ہے کہ محتاج کا محتاج سے مانگنا فکر کی نادانی اور عقل کی گمراہی ہے"

ان باتوں پر زور دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان وہ مادی وسائل واسباب جن کو اللہ نے لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کا وسیلہ قرار دیا ہے ان کا سہارا نہ لے جبکہ اللہ نے ان کا سہارا لینے کا حکم دیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان اسباب کو اپنی مشیت وارادہ میں دائمی قرار دیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"واذا أراد احدکم ان لایسأل ربّه شیئا الّا اعطاه فلییأس من الناس کلهم، ولایکون له رجاء الّا عندالله عزّوجلّ، فإذا علِمَ الله ذٰلك من قلبه لم یسأله شیئا الّا اعطاه"[1]

"جب تم میں سے کوئی ایک یہ ارادہ کرے کہ ان کا پروردگار ان کو عطا کرنے کے علاوہ ان سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتا ہے اور وہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے کوئی امید وآرزو نہیں رکھتا ہے، جب پروردگار عالم اس کے دل کی اس حالت سے آگاہ ہوجاتا ہے تو وہ (خدا) اس (بندہ) کو عطا کرنے کے علاوہ کوئی سوال نہیں کرتا ہے"

۴۔انھیں راستوں سے جانا جو خدا نے بتائے ہیں

اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے وقت فروتنی کرنا اور یہ فروتنی اُن ہی طریقوں سے کی جائے جن کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

روایت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے چالیس رات اللہ کی عبادت کی اور پھر اللہ سے دعا کی اور وہ مستجاب نہ ہو سکی تو اس نے عیسیٰ بن مریم علیہا السلام سے گلہ شکوہ کیا۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے خداوند عالم سے اس کے متعلق سوال کیا تو پروردگار عالم نے فرمایا:

"یاعیسیٰ !انّه دعانی، وفی قلبه شك منك"[2]

"اے عیسیٰ اس نے مجھ سے دعا کی لیکن اس کے دل میں تمہارے متعلق شک تھا"

۵۔خداوند عالم کی طرف پوری قلبی توجہ

دعا قبول ہونے کی سب سے اہم شرط یہی ہے بیشک دعا کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اپنے دل کو خدا کے سامنے جھکا دے اگر انسان کا دل اللہ کے علاوہ دنیا کے مشاغل میں سے کسی ایک کی طرف لگا ہوا ہو تو انسان دعا کی حقیقت کو محقق نہیں کرسکتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

---

[1] تفسیر صافی: ۵۸،طبع الحجریۃ۔ایران،اصول کافی: ۳۸۲،۳،وسائل الشیعہ جلد ۴۔۱۱۷۴،حدیث ۸۹۵۶۔

[2] کلمۃ اللہ حدیث ۳۷۱۔

"انّ اللہ عزوجلّ لا یقبل دعاءً بظھر قلب ساہٍ"[1]

"بیشک خداوند عالم بھلا دینے والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا"

آپ کا ہی فرمان ہے:

"فاذا دعوت أقبِل بقلبك ثم استیقن الاجابۃ"[2]

"جب تم دعا کرو تو پہلے دل کو خداوند عالم کی طرف متوجہ کرو پھر اس کے مستجاب ہونے کا یقین کرو"

اور یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ (امیر المومنین علیہ السلام) نے فرمایا:

"لا یقبل اللہ عزّوجلّ دعاء قلب لاہٍ"[3]

"خدا لہو و لعب میں مشغول دل کی دعا قبول نہیں کرتا ہے"

حدیث قدسی میں آیا ہے:

"یاموسیٰ ادعنی بالقلب النقی واللسان الصادق"[4]

"اے موسیٰ مجھ سے پاک وصاف دل اور سچی زبان سے دعا کرو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے وصیت میں فرمایا:

"لا یقبل اللہ دُعاء قلب ساہٍ"[5]

"اللہ سہو کرنے والے دل کی دعا قبول نہیں کرتا"

سلیمان بن عمرو سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

"انّ اللہ عزوجلّ لا یستجیب دعاء بظھر قلب ساہ فاذا دعوت أقبِل بقلبك ثم استیقن الاجابۃ"[6]

"خداوند عالم ظاہری طور پر فراموش کار قلب کی دعا قبول نہیں کرتا، پہلے دعا کو اپنے دل کے سامنے پیش کرو پھر اس کے قبول ہونے کا یقین کرو"

اور یہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

---

[1] اصول کافی باب الاقبال علی الدعاء۔

[2] اصول کافی باب الاقبال علی الدعاء حدیث ۱۔

[3] اصول کافی باب الاقبال علی الدعاح ۲۔

[4] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۴۱۔

[5] من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۹۔

[6] وسائل الشیعہ جلد ۴۔۱۱۰۵، حدیث ۸۷۰۵۔

"انّ اللہ عزّ وجلّ لَا یستجیب دعاء بظھر قلب قاس"۔[1]

"بیشک خداوند عالم قسی القلب کی دعا قبول نہیں کرتا"

دعا میں اللہ کے سامنے اپنے دل کا جھکانا ضروری ہے اور اپنے کو اللہ کے حضور میں پیش کرنا ہے لہو ولعب، سہو اور قساوت یہ تینوں چیزیں انسان کو اللہ کے سامنے دل جھکانے سے روک دیتی ہیں

ہم ماثورہ دعاؤں میں پڑھتے ہیں کہ دعا کرنے والا خدا کے سامنے دعا کی حالت میں آئے اور ایسا نہ ہو کہ اس کے دل اور زبان الگ الگ چیزوں میں مشغول ہوں وہ زبان سے تو دعا کر رہا ہو لیکن اس آدمی کا دل دنیاوی کاموں میں مشغول ہو۔

عارف فقیہ شیخ جواد ملکی تبریزی اپنی کتاب (المراقبات) میں تحریر کرتے ہیں: جان لو جب تک تمہاری روح اور تمہارا دل صفات دعا سے متصف نہ ہو اس وقت تک تمہاری دعا قبول نہیں ہو سکتی اور صفات دعا سے متصف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دعا تمہارے راز، روح اور دل سے جاری ہو،

مثال کے طور پر جب تم یہ کہو "ارجوک لکل خیر" میں تجھ سے ہر خیر واچھائی کی امید رکھتا ہوں۔ تو تم کو اپنے باطن، روح اور دل سے اللہ سے امید کرنا چاہئے اور ان میں سے ہر ایک کے کچھ آثار ہوتے ہیں اور ان آثار کا تمہارے اعمال سے اظہار ہونا چاہئے تو جس کے باطن اور حقیقت میں آرزو محقق ہو جائے تو گویا وہ مجسم آرزو ہو جائے گا اور یہ جس کی روح میں ہو تو گویا اس کی زندگی آرزو کے ذریعہ ہو گی، جو اپنے قلب کے ذریعہ آرزومند ہو گا تو قصد واختیار سے صادر ہونے والے اس کے اعمال آرزو کے ہمراہ ہوں گے لہٰذا اس بات سے ڈرو کہ تمہارے معاملات میں کچھ آرزو نہ پائی جائے اس کو اپنے اعمال میں آزماؤ۔ یہ دیکھو کہ کیا تم کو اپنی حرکات میں آرزو کا اثر یعنی طلب نظر آرہا ہے یا نہیں؟ کیا تم نے معصوم علیہ السلام کا قول نہیں سنا: "مَنْ رَجَا شَیْئاً طَلَبَہُ" "جو شخص کسی چیز کی آرزو رکھتا ہے اس کو طلب کرتا ہے" اور یہ حقیقت بھی ہے کیونکہ تم دنیوی امور میں آرزومند اہل دنیا کے حالات میں اس مطلب کو دیکھو گے کہ جب وہ کسی شخص یا شئے سے کسی خیر کی امید کرتے ہیں تو وہ اپنی امید کی مقدار بھر اس شخص سے اس کو طلب کرتے ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ تاجر اپنی تجارت سے جدا نہیں ہوتا، ہنرمند اپنے ہنر سے چپکا رہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تجارت اور پیشہ میں بھلائی کی امید کرتے ہیں اسی طرح ہر جماعت اپنی مراد کو اس چیز میں تلاش کرتی ہے جس میں ان کو امید ہوتی ہے اور جب تک ان کو مل نہیں جاتا جدا نہیں ہوتے، مگر جنت اور آخرت کا امیدوار اور فضل وکرامت الٰہی کا امیدوار۔ صفات کے یہ آثار ایسے نہیں ہیں جن کا خداوند عالم نے حکم لگایا ہو اور آپ روش الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے لیکن گڑبڑی دعوے کی حقیقت سے مشتبہ ہونے میں پیش آتی ہے ورنہ جب ذرّہ برابر امید نظر آتی ہے تو اس کے پاس اتنی ہی طلب ہوتی ہے اور اسی طرح الیٰ آخر اس مطلب کو اخذ کر لیجئے۔

آرزو ہی کی طرح تسبیح، تہلیل، تحمید، تضرع، استکانت، خوف، استغفار اور توبہ جیسے مطالب دعا ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی کچھ حقیقتیں اور دعوے ہیں چنانچہ حقیقت کا اثر تخلف پذیر نہیں ہوتا ہے۔

---

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴۔ ۱۱۰۶، حدیث ۸۷۰۷۔

۶۔دل پر خضوع اور رقت طاری کرنا

جب انسان اپنی دعا مستجاب کرانے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے قلب پر رقت طاری کرنا ضروری ہے اور انسان اپنے دل پر رقت طاری کرنے کی کوشش کرے اس لئے کہ جب دل پر رقت طاری ہو جاتی ہے تو وہ صاف وشفاف ہو جاتا ہے، اللہ اور اس بندے کے درمیان سے مانع ہونے والی چیزیں ہٹ جاتی ہیں اور بندہ اللہ سے قریب ہو جاتا ہے۔

دعا اور سوال کرنے کے طریقوں میں دل پر رقت طاری ہونا مؤثر ہے اور روایات میں دعا کرتے وقت اپنے کو اسکی بارگاہ میں ذلیل وخوار کرکے پیش کرنا وارد ہوا ہے۔احمد بن فہد حلی نے کتاب (عدۃ الداعی) میں نقل کیا ہے:

"أنّ رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اذا ابتهل ودعا کان کما یستطعم المسکین"[۱]

"جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گریہ وزاری فرماتے تھے تو آپ کی وہی حالت ہوتی تھی جو مسکین کی کھانا طلب کرتے وقت ہوتی ہے"

روایت کی گئی ہے کہ جب اللہ نے جناب موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی:

"ألق کفیك ذُلّا بین یدیّ کفعل العُبید المستصرخ الی سیّده. فاذا فعلت ذالك رحمت، وأنا اکرم الأکرمین القادرین"[۲]

"میرے سامنے تم اُس ذلیل وخوار غلام کی طرح آؤ جو اپنے آقا کے سامنے بالکل ذلیل وخوار ہوتا ہے اس لئے کہ جب وہ غلام ایسا کرتا ہے تو آقا اس پر رحم کرتا ہے اور میں سب سے زیادہ اکرام کرنے اور قدرت رکھنے والا ہوں"

محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس فرمان:

"فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ"[۳]

"پس وہ اپنی سرکشی پر اڑے رہیں گے اور گمراہ ہی ہوتے جائیں گے" کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

"سألت ابا جعفر علیه السلام عن قول الله عزّ وجلّ: "فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ"

فقال علیه السلام: الاستکانة هی الخضوع، والتضرع، هو رفع الیدین والتضرع بهما"[۴]

"استکانت سے مراد خضوع اور تضرع سے مراد دونوں ہاتھوں کو بلند کرکے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑانا"

دعا میں اس طرح کے طریقوں کا مقصد لوگوں کے لئے واضح نہیں ہے، شک کرنے والے لوگ، لوگوں کو دعا کے طریقوں

---

[۱] عدۃ الداعی صفحہ ۱۳۹، والمجالس للمفید صفحہ۔۲۲۔

[۲] عدۃ الداعی صفحہ ۱۳۹۔

[۳] سورہ مومنون آیت۔۷۶۔

[۴] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴۸

میں شک کرنے والا بنا دیتے ہیں۔ہم دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کیوں دعا کریں؟ کیا اللہ آسمان کی طرف ہے جو ہم آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کریں؟ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے ان کے لئے یہ بیان فرمادیا ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے لیکن دعا کے اس طریقہ کو ہم نے اللہ کے سامنے خضوع وخشوع کرنے سے اخذ کیا ہے اور یہ علامت ونشانی دل پر رقت طاری ہونے اور سختی کو دور کرنے اور اللہ کے سامنے خضوع وخشوع پیش آنے میں مؤثر ہے۔

طبرسی نے کتاب احتجاج میں ابا قرہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

"مابالکم اذا دعوتم رفعتم ایدیکم الیٰ السماء؟قال ابوالحسنؑ:إِنّ الله استعبدخلقه بضروب من العبادة... واستعبد خلقه عند الدعاء والطلب والتضرع ببسط الایدی ورفعهاالیٰ السماءلحال الاستکانة،علامة العبودیة والتذلل له"[1]

"کیا وجہ ہے کہ آپ دعا کرتے وقت ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں؟ ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم نے بندوں کو عبادت کے کئی طریقہ بتلائے ہیں اور اس نے اپنی مخلوق کو دعا، تضرع اور طلب کرتے وقت ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کرکے خشوع کی حالت کی تعلیم دی ہے اور یہ خدا کی عبودیت اور خشوع وخضوع کی علامت ہے"

رقت طاری ہونے کے اوقات میں رحمت نازل ہوتی ہے۔انسان اللہ سے دعا کرتے وقت اس وقت کو غنیمت شمار کرے اس لئے کہ ان اوقات میں خداوند عالم کی بے حساب رحمت نازل ہوتی ہے، نہ یہ کہ خدا کی رحمت نازل ہونے کا کوئی وقت محدود اور مخصوص ہے بلکہ اللہ کی رحمت کے استقبال کرنے کا وقت محدود اور اس کی خاص حالت ہے اور وہ حالت رقت کا طاری ہونا ہے جب انسان کے دل پر رقت طاری ہوتی ہے تو اس کے لئے رحمت کا استقبال کرنا ممکن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"اغتنموا الدعاء عند الرقة فإنّها رحمة"[2]

"رقت طاری ہونے کے وقت کو اپنے لئے غنیمت سمجھو اس لئے کہ یہ رحمت ہے"

ابوبصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"اذا رقّ احدکم فلیدع،فإنّ القلب لایرقّ حتیٰ یخلص"[3]

"جب تم میں سے کسی ایک پر رقت طاری ہوجائے تو اسے دعا کرنا چاہئے اس لئے کہ جب تک دل میں اخلاص نہ ہو اس وقت تک اس پر رقت طاری نہیں ہوسکتی"

---

[1] اصول کافی صفحہ ۵۲۲۔وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۰۱حدیث ۸۶۸۷۔

[2] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۱۳۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴:۱۱۲۰۔حدیث صفحہ ۸۷۶۱،اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۱۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اذا اقشعرّ جلدك ودمعت عيناك، فدونك دونك فقد قصد قصدك"۔[1]

"جب تمہاری جلد کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور تمہاری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں تو اس حالت کو ضرور غنیمت سمجھو کیونکہ تمہاری یاد کی برآوری نزدیک ہو چکی ہے"

حدیث بہت دقیق ہے، بیشک دعا مستجاب ہونے کے لئے دعا کرنے والے کی حالت کا براہ راست رابطہ ہے، جب دل پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور اس میں خشوع آ جاتا ہے تو دعا کرنے والا دعا کے مستجاب ہونے کے بہت قریب ہو جاتا ہے اس کے بر خلاف جب دعا کرنے والا قسی القلب ہو جاتا ہے تو اس کی دعا مستجاب ہونے سے بہت دور ہو جاتی ہے۔

اسلامی نصوص میں وارد ہوا ہے کہ نفس کے انکسار اور دل پر رقت طاری ہونے کے وقت سے استفادہ کرنا چاہئے اس لئے کہ انسان اس دنیا کے مصائب کو اللہ سے دعا اور سوال کر کے آسان کر لیتا ہے۔

یہی اوقات انسان کو اللہ کی بارگاہ میں جھکنے اور اس کی رحمت کا استقبال کرنے کے لئے زیادہ آمادہ کرتے ہیں، اس کا راز یہ ہے کہ انسان خود پر طاری ہونے والی رقت کے بغیر خدا کے سامنے جھکنے اور رحمت کا استقبال کرنے کے لئے متمکن نہیں ہوتا ہے، جو انسان اللہ کی بارگاہ میں جھکنا اور دعا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے دعا میں رقت کا طاری کرنا ضروری ہے۔

اسحاق بن عمار سے مروی ہے: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا:

"ادعوا فاشتهي البكاء، ولا يجيئني، وربّما ذكرت بعض مَنْ مات مِنْ أهلي فأرقّ وابكي، فهل يجوز ذالك؟ فقال: نعم، فتذكّر فاذا رققت فابكِ، وادع ربك تبارك وتعالىٰ"۔[2]

"میں دعا کرتا ہوں اور رونا چاہتا ہوں لیکن مجھے رونا نہیں آتا لیکن جب اپنے مرنے والے رشتہ داروں کو یاد کرتا ہوں تو گریہ کرنے لگتا ہوں کیا یہ جائز ہے امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں تم ان کو یاد کرو اور جب رقت پیدا ہو جائے تو گریہ کرو اور خداوند عالم سے دعا کرو"

سعد بن یسار سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

"إنّي اتباكى في الدعاء، وليس لي بكاء۔ قال: نعم"۔[3]

"میں دعا کرتے وقت دوسروں کو رُلا دیتا ہوں لیکن خود نہیں روتا۔

تو آپ نے فرمایا: ہاں یعنی بہت اچھی بات ہے"

ابوحمزہ سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو بصیر سے فرمایا:

---

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۴۱، حدیث۔ ۸۷۶۳۔

[2] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۳۔ وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۲ حدیث ۸۷۶۷۔

[3] وسائل اشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۲ حدیث ۸۷۶۱۔ اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۳۔

"إِنْ خفت امراً يكون اوحاجة تريدها، فأبدأبالله فمجّده، واثن عليه كما هو اهله، وصلّ على النبی وسل حاجتك، و تباك۔۔ إنّابی كان يقول:

إنّ اقرب مايكون العبد من الربّ عزّوجلّ وهوساجد باكٍ"۔[1]

"اگرتم پر کوئی امر(بات)مخفی ہو یاتمہاری کوئی حاجت ہواورتم حاجت روائی چاہتے ہوتوتم اس کی ابتداءاللہ کی تمجید سے کرو، خدا کی ایسی حمدوثنا کروجس کاوہ اہل ہے، نبی پرصلوات بھیجواورحاجت پیش کرواورگریہ وزاری کرو۔۔۔ بیشک میرے والد بزرگوارفرمایا کرتے تھے: بیشک پروردگارعالم کے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہے جوگریہ وزاری کی حالت میں سجدہ ریز ہو"

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سجدوں میں یہ ذکرفرماتے تھے:

سجد وجهی الذليل لوجهك العزيز، سجد وجهی البالی لوجهك الدائم الباقی، سجد وجهی الفقير لوجهك الغنی سجد وجهی وسمعی وبصری ولحمی ودمی وجلدی وعظمی وما اقلت الارض منّی للهرب العالمين"۔[2]

"میں اپنے حقیر چہرہ کے ذریعہ تیری مقتدرذات کے سامنے سجدہ ریز ہوامیں نے اپنے بوسیدہ چہرہ کے ذریعہ تیری بے نیاز ذات کے سامنے سجدہ کیامیں نے اپنے چہرے،کان،آنکھ،گوشت،خون،کھال،ہڈی اوران چیزوں کے ذریعہ تمام جہان کے پالنے والے خدا کے سامنے سجدہ کیاجن کابارزمین پرہے"

۷۔مشکلات اورراحت وآرام میں ہمیشہ دعاکرنا

اسلامی روایات میں ہمیشہ آسانی کے وقت دعاکرنے کوپریشانی کے وقت دعاکرنے پرمقدم رکھنے پرزوردیاگیاہے۔

حضرت رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"تعرّف الی الله فی الرخاء يعرفك فی الشدّة"۔[3]

"تم آسانی کے وقت اللہ کوپہچانو(اللہ کاتعارف کراؤ)وہ تمہاراسختی کے وقت خیال رکھے گا(یعنی تمہاری مشکل آسان کردیگا)"

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"مَنْ تقدّم فی الدعاء استجيب له اذا نزل البلاء، وقيل:صوت معروف، ولم يحجب عن السماء، ومن لم يتقدم فی الدعاء لم يستجيب له اذانزل البلاء، وقالت الملا ئكة :ذاالصوت

---

[1] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۴،وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۲۲،حدیث ۸۷۷۰۔

[2] البلدالامین صفحہ ۳۳۱۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۰۹۷حدیث ۸۶۷۲۔

لانعرفه"۔[۱]

"جس شخص پر مصیبتیں پڑ رہی ہوں اور پھر بھی دعا کو مقدم رکھے یعنی دعا کرتا رہے تو اسکی دعا مستجاب ہوتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ اسکی ایک مشخص و معین آواز ہوتی ہے جس میں آسمان بھی مانع نہیں ہوتے ہیں اور جو آسانی کے وقت دعا مقدم نہیں کرتا تو بلائیں نازل ہوتے وقت اس کی دعا قبول نہیں ہوتی اور ملائکہ کہتے ہیں: ہم اس آواز سے آشنا نہیں ہیں"

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"إنّ الدعاء فی الرخاء یستخرج الحوائج فی البلاء"۔[۲]

"آسانی کے وقت دعا کرنا مصیبتوں میں حاجتوں کو روا کرتا ہے"

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

"مَنْ سرّہ ان یُستجاب له فی الشدّة فلیکثر الدعاء فی الرخاء"۔[۳]

"اگر کوئی سختیوں میں اپنی دعا قبول کرانا چاہتا ہے تو اس کو آسانی کے اوقات میں بہت زیادہ دعائیں کرنا چاہئے" اور آپ ہی کا فرمان ہے:

"کان جدی یقول: تقدّموا فی الدعاء، فإنّ العبد اذا کان دعّاءً فنزل به البلاء فدعا، قیل: صوت معروف۔ واذا لم یکن دعّاءً، یقول: فنزل به البلاء، قیل: أین کنت قبل الیوم؟"۔[۴]

"میرے جد فرمایا کرتے تھے: دعا میں پیش قدمی کرو بیشک جب بندہ بہت زیادہ دعا کرتا ہے اور اس پر مصیبتیں ٹوٹ پڑتی ہیں تو بھی دعا کرتا ہے، تو اس کو ندا دی جاتی ہے یہ جانی پہچانی آواز ہے اور جب وہ زیادہ دعا نہیں کرتا اور اس پر بلائیں نازل ہونے لگیں تو اس سے کہا جاتا ہے: اس سے پہلے تم کہاں تھے؟"

یہ روایات بہت ہی دقیق و لطیف معنی کی طرف اشارہ کرتی ہیں بیشک دعا کا مطلب اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں جھکا دینا دعا کا پُر معنی اور دعا کو مستجاب ہونے کے نزدیک کرتا ہے اور جتنا زیادہ انسان اللہ کی بارگاہ میں جھکتا ہے اتنا ہی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

جب انسان مکمل طور سے خدا کی بارگاہ میں خلوص دل سے اپنے کو جھکا دے اور بالکل خدا ہی سے لو لگائے تو اس وقت دعا اور دعا مستجاب ہونے کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں رہتی اور جتنا خدا کی بارگاہ میں جھکے گا اتنا ہی اس کی دعا مستجاب ہوگی، خدا کی بارگاہ میں جھکنا اور اس کے سامنے خشوع و خضوع سے پیش آنا انسان کو زیادہ دعا کرنے کے لئے آمادہ کرتا ہے۔

---

[۱] وسائل اشیعہ جلد ۴۔۱۰۹۶، حدیث۔ ۸۶۶۴۔

[۲] وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۰۹۶، حدیث۔ ۸۶۶۵۔

[۳] وسائل الشیعہ جلد ۴۔۱۰۹۶، حدیث۔ ۸۶۶۰۔

[۴] وسائل الشیعہ جلد ۴۔۱۰۹۶، حدیث۔ ۸۶۶۷۔

انسان کی زندگی کا کوئی بھی عمل ہو اس کی شان یہی ہونی چاہیئے اور انسان جتنی زیادہ دعا کرے گا اتنا ہی اس کا دل اللہ کی بارگاہ میں جھکے گا اور اس کا دل اللہ کی اطاعت کرنے کے لئے آمادہ ہوگا۔

پس جب انسان پر مصیبت پڑے گی اور اس کا دل مصیبت نازل ہوتے وقت اللہ کا مطیع ہوگا اور فوری طور پر خدا کی طرف متوجہ ہوگا تو اسکی دعا استجابت کے قریب ہوگی اور اس دن اسکی دعا اور استجابت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔

فضل بن عباس سے مروی ہے:

"قال لی رسول اللهﷺ: احفظ الله یحفظك۔ احفظ الله تجده امامك۔ تعرّف الی الله فی الرخاء یعرفك فی الشدّة" [1]

"مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو یاد کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کو یاد کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کو یاد کرو تو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے تم آسانیوں میں خدا کا تعارف کراؤ وہ تمہارا سختیوں میں تعارف کرائیگا"

حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے مروی ہے:

"لم أرَ مثل التقدم فی الدعاء، فانّ العبد لیس تحضره الاجابة فی کلّ ساعة" [2]

"دعا کو مقدم کرنے سے زیادہ میں کسی چیز کو نہیں سمجھتا اس لئے کہ بندہ کی دعا ہر وقت قبول نہیں ہوتی ہے"

جناب ابوذر سے مروی ہے:

"قال رسول الله ﷺ: یا أباذر تعرّف الیٰ الله فی الرخاء یعرفك فی الشدّة. فإذا سألت فاسأل الله، واذا استعنت فاستعن بالله" [3]

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر تم آسانیوں میں اللہ کی معرفت حاصل کرو تو وہ تمہارا سختیوں میں تعارف کرائیگا اور جب تمھیں کوئی سوال درپیش ہو تو اللہ سے سوال کرو اور جب کسی مدد کی ضرورت پڑے تو اللہ سے مدد مانگو"

حضرت ابوجعفر علیہ السلام سے مروی ہے:

"ینبغی للمؤمن أنْ یکون دعائه فی الرخاء نحواًمن دعائه فی الشدّة. لیس اذا اعطی فتر، فلا تملّ الدعاء فإنّه من الله عزّوجل بمکانّ"

"مومن کو سختی اور آسانی دونوں میں ایک ہی طریقہ سے دعا کرنا چاہئے ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ نعمت ملنے کی صورت میں دعا میں سستی پیدا ہو جائے لہٰذا دعا کرنے سے مت تھکو کیونکہ دعا کا خداوند عالم کے نزدیک درجہ ہے"

---

[1] من لایحضرہ الفقیہ جلد ۲ صفحہ ۳۵۸۔

[2] ارشاد مفید صفحہ ۲۷۷۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۹۸، عدۃ الداعی لابن فہد حلی صفحہ ۱۲۷۔

۸۔عہد خدا کو وفا کرے

تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"إن الله تعالىٰ يقول: أُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [۱] وإنّا ندعوه فلا يستجاب لنا فقال: "لأنكم لا توفون بعهد الله وإن الله يقول: "أفوا بعهدي أوفِ بعهدكم" [۲] والله لو وفيتم لله لوفىٰ لكم" [۳]

آپ سے سوال کیا گیا کہ خداوند عالم فرماتا ہے: "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" "تم مجھ سے دعا کرو میں پوری کرونگا" ہم دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا: تم اللہ کے عہد کو پورا نہیں کرتے ہو اور اللہ فرماتا ہے:

"اَوْفُوْا بِعَهْدِيْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ"

"تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کرونگا"

۹۔دعا اور عمل کا ساتھ

دعا قبول ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ دعا عمل سے متصل ہونی چاہئے، بغیر عمل کے دعا کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتی ہے اور عمل دعا سے بے نیاز نہیں کرسکتا ہے۔

اس میں دو باتیں ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ: دعا عمل کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوذر سے فرمایا:

"يا أباذر مثل الّذي يدعو بغير عمل كمثل الذي يرمي بغير وتر" [۴] "اے ابوذر عمل کے بغیر دعا کرنے والا اس تیر چلانے والے شخص کے مانند ہے جو بغیر کمان کے تیر پھینک رہا ہو"

عمر بن یزید سے مروی ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ایک شخص کہتا ہے:

"لأقعدنّ في بيتي، ولأصلينّ ولأصومنّ، ولأعبدنّ ربّي، فأمّا رزقي فسيأتيني، فقال: هذا احد الثلاثة الّذين لا يستجاب لهم" [۵]

"میں اپنے گھر میں بیٹھوں گا، نماز پڑھونگا، روزے رکھوں گا اور اپنے پروردگار کی عبادت کرونگا اور مجھے بغیر کام کئے رزق بھی ملے گا"

---

[۱] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۱ حدیث ۸۷۲۹۔

[۲] سورہ مومن آیت ۶۰۔

[۳] تفسیر الصافی: ص ۵۷ (طحجریہ) تفسیر آیت ۱۸۶ از سورہ بقرہ

[۴] وسائل الشیعہ کتاب الصلاۃ۔ ابواب دعا باب ۳۲ ح ۳۔

[۵] وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۶۰۔ حدیث۔ ۸۹۱۳۔

آپ نے فرمایا: یہ ان تین افراد میں سے ہے جن کی دعا قبول نہیں ہوتی"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"الداعی بلا عمل کالرامی بلا وتر" [1]

"بغیر عمل دعا کرنے والا اس تیر چلانے والے کے مثل ہے جو بغیر کمان کے تیر چلا رہا ہے"

آپ ہی کا فرمان ہے:

"ثلاثة ترد علیهم دعوتهم:

رجل جلس فی بیته وقال: یارب ارزقنی، فیُقال له: الم اجعل لك سبیلاً الیٰ طلب الرزق..." [2]

"تین طرح کے لوگوں کی دعا رد کر دی جاتی ہے:

ایک وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں بیٹھ کر کہے: اے پروردگار مجھے رزق عطا کر تو اس کو جواب دیا جاتا ہے: کیا میں نے تمہارے رزق طلب کرنے کے لئے کوئی راستہ معین نہیں کیا ہے..."

اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کی اصلاح اور ہدایت کے لئے خدا سے دعا کرے لیکن وہ اس کی تربیت کا کوئی اہتمام نہ کرے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوگی، اور یہ دعا ان چیزوں میں سے ہے جو اس کے مستجاب ہونے میں رکاوٹ ڈالتی ہے اسی طرح اگر کوئی مریض ڈاکٹر سے مراجعہ کئے بغیر اپنے مرض سے چھٹکارے کی خاطر خدا سے دعا کرتا ہے اور دوا نہیں کھاتا ہے اور شفاء کے لئے دوسری لازمی چیزوں کو بروئے کار نہیں لاتا ہے تو یہ دعا کے مستجاب ہونے میں مانع ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عمل دعا سے بے نیاز نہیں ہے عمل کے بغیر دعا نہیں ہو سکتی۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"یدخل الجنة رجلان کانا یعملان عملاً واحداً، فیریٰ احدهما صاحبه فوقه فیقول: یارب بم اعطیته وکان عملنا واحداً؟ فیقول الله تعالیٰ: سألنی ولم تسألنی.

ثم قال: اسألوا الله من فضله، واجزلوا فانّه لا یتعاظمه شیء" [3]

"جنت میں ایسے دو مرد داخل ہوں گے جن کا عمل ایک ہی ہوگا لیکن ان میں ایک اپنے کو دوسرے سے برتر دیکھے گا تو ایک کہے گا:

پروردگار اس کو مجھ سے زیادہ کیوں عطا کیا جبکہ ہم دونوں نے ایک ہی عمل انجام دیا تھا۔

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۷۵۔ حدیث ۸۹۶۵۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴۔ ۱۱۷۵، حدیث۔ ۸۹۶۵۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۰۸۴۔ حدیث۔ ۸۶۰۸۔

پروردگار عالم جواب دیگا: اُس نے مجھ سے سوال کیا، لیکن تم نے سوال نہیں کیا

پھر فرمایا: اللہ کے فضل سے سوال کرو اور اسکے علاوہ کوئی اور چیز اسکے نزدیک بڑی نہیں ہے" یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی فرمان ہے:

"إنّ لله تعالیٰ عباداً یعملون فیعطیهم، وآخرین یسألون صادقین فیعطیهم ثم یجمعهم فی الجنة، فیقول الذین عملوا: ربّنا عملنا فأعطیتنا، فبما اعطیت هٰؤلاء؟

فیقول: هٰؤلاء عبادی۔ اعطیتکم اجورکم ولم ألتکم من اعمالکم شیئاً، وسألنی هٰؤلاء فأعطیتهم واغنیتهم، وهوفضلی اوتیه مَنْ اشاء"[۱]

"بیشک جن بندوں نے اس کی عبادت عمل کے ساتھ کی خداوند عالم نے ان کو عطا کیا، اور دوسروں نے صدق دل سے سوال کیا تو ان کو بھی عطا کیا پھر ان سب کو اس نے جنت میں داخل کر دیا تو عمل کرنے والے کہیں گے: پروردگار ہم نے عمل کیا تو تو نے ہم کو عطا کیا لیکن تو نے ان کو کیوں عطا کیا، جبکہ انھوں نے عمل نہیں کیا؟

پروردگار کہے گا: اے میرے بندو! میں نے تم کو تمہارے عمل کی اجرت عطا کی، لیکن رہا تمہارا یہ سوال کہ ان کو کیوں عطا کیا ان کو غنی کیوں کیا؟ وہ تو میرا فضل ہے جس پر ہو جائے"

۱۰۔ سنت الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی

دعا کا مطلب فطرت، کائنات، معاشرہ اور تاریخ میں شگاف ڈالنا نہیں ہے اور اللہ کی سنتوں میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا۔

دعا کرنے والے کو دعا میں ان چیزوں کا سوال نہیں کرنا چاہیے جو معاشرہ، تاریخ اور یا عالم فطرت و کائنات یا شریعت الٰہیہ کے خلاف ہوں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا گیا:

"ایّ دعوة اضلّ؟

قال: الداعی بمالایکون"[۲]

"کون سی دعا سب سے زیادہ گمراہ کرنے والی ہے؟

آپ نے فرمایا: نہ ہونے والی چیز کے بارے میں سوال کرنا"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

---

[۱] وسائل الشیعہ ۴: ۱۰۸۴۔ حدیث۔ ۸۶۰۹۔

[۲] بحارانوار جلد ۹۳۔ صفحہ ۳۲۴۔

"ویاصاحب الدعا لاتسأل مالایکون ومالایحل"

"اے دعا کرنے والے جو چیز نہ ہونے والی ہواور جو چیز محال ہواس کے بارے میں سوال نہ کر۔

اور"مالایکون "جو چیز نہ ہونے والی ہو یعنی معاشرے، تاریخ یا فطرت، کائنات میں سنت الٰہی میں تغیر وتبدل کی دعا کرنا۔

اور"مالایحل "حلال نہ ہوں،یعنی انسانی حیات میں اللہ کے نظام شریعت کی مخالفت کرنا۔اس سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے:

"إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَهُمْ "[1]

"اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو خدا انھیں بخشنے والا نہیں ہے"

۱۱۔ گناہوں سے اجتناب

دعا مستجاب ہونے کی ایک شرط گناہوں سے اجتناب اور ان کی طرف توجہ کرنا ہے، بیشک دعا کا جوہر اپنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے، کیسے انسان اللہ کی معصیت کرنے کی تمرین کرتا ہے اس کے امر اور حکم سے روگردانی کرتا ہے، اللہ کی بارگاہ میں توبہ نہیں کرتا اور اپنے کو اللہ کی بارگاہ میں کیسے پیش کرے؟

محمد بن مسلم امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں:

"انّ العبد یسأل الله تعالیٰ الحاجة، فیکون من شأنه قضاؤُها الیٰ اجلٍ قریب، أوالیٰ وقت بطیءٍ، فیذنب العبد ذنباً، فیقول الله تعالیٰ للملك :لاتقض حاجته، واحرمه ایّاها، فانّه تعرّض لسخطی واستوجب الحرمان منّی"[2]

"جب بندہ اللہ سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے تو پروردگار عالم کی شان یہ ہے کہ اس کی حاجت کو کچھ مدت کے بعد پورا کرے یا کچھ تاخیر سے پورا کرے تو بندہ گناہ کرنے لگتا ہے پروردگار عالم فرشتہ سے کہتا ہے:اس کی حاجت پوری نہ کرنا، اس کو محروم اور دور رکھنا وہ مجھ سے سختی کے ساتھ پیش

آیا لہٰذا وہ مجھ سے محروم ہونے کا سبب بنا"

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"مرّ موسیٰ برجل وهو ساجد، فانصرف من حاجته وهو ساجد، فقال ؑ:لو کانت حاجتك بیدی لقضیتها لك، فأوحیٰ الله الیه، یاموسیٰ لوسجد حتی ینقطع عنقه ماقبلته (ما استجبت له)حتیٰ یتحوّل

---

[1] سورۂ توبہ آیت۔۸۰۔

[2] اصول کافی جلد ۲ صفحہ۔۴۴۰۔

عمّا أکرہ الیٰ ما أُحبّ۔"[1]

"ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام ایک سجدہ کرنے والے کے پاس سے گزرے، وہ جب سجدہ میں اپنی حاجت طلب کر کے اٹھا تو جناب موسیٰ نے فرمایا: تم اپنی حاجت مجھ سے بیان کرو میں پورا کرونگا، اللہ نے وحی نازل کی اے موسیٰ یہ بندہ اگر اتنے سجدے کرے کہ اسکی گردن بھی سجدہ کی حالت میں کٹ جائے تو بھی اس کی دعا مستجاب نہیں ہوگی جب تک وہ اس ناپسند گناہ کو ترک نہ کرے"

۱۲۔اجتماعی طور پر دعا کرنا اور مومنین کا آمین کہنا

اسلامی روایات میں مومنین کے ایک ساتھ جمع ہوکر دعا کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے:

مومنین کے اللہ کی بارگاہ میں ایک ساتھ جمع ہونے پر اللہ نے ہمیشہ ان پر رحمت نازل کی ہے۔ مومنین نے اجتماع نہیں کیا اور اللہ ان کے اس اجتماع سے راضی نہیں ہوا مگر یہ کہ ان کا اجتماع اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ قریب ہے اور ان پر اللہ کی رحمت اور فضل کی منازل میں سے ہے۔

ابن خالد سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"مامِنْ رھط اربعین رجلاً اجتمعوا ودعوا اللّٰہ عزّوجلّ فی امر الّا استجاب لھم، فان لم یکونوا اربعین فأربعۃ یدعون اللّٰہ عزّوجلّ عشر مرّات الّا استجاب اللّٰہ لھم فانّ لم یکونوا اربعۃ فواحد یدعوا اللّٰہ اربعین مرّۃ، فیستجیب اللّٰہ العزیز الجبّار لھم۔"[2]

"کوئی ایسا گروہ نہیں ہے کہ اگر چالیس آدمی جمع ہوکر اللہ سے دعا کریں تو خدا ان کی دعا قبول کرے گا اگر چالیس آدمی جمع نہ ہوسکیں تو چار آدمی جمع ہوکر دس مرتبہ دعا کریں تو خدا ان کی دعا مستجاب کرے گا، اور اگر چار آدمی جمع نہ ہوسکیں تو ایک آدمی چالیس مرتبہ دعا کرے تو خداوند عزیز وجبار اس کی دعا قبول کرے گا"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"کان أبی اذا حزنہ أمر دعا النساء والصبیان ثمّ دعا وأمّنوا۔"[3]

"میرے پدر بزرگوار جب محزون ہوتے تو مجھے اور عورتوں کو جمع کرتے پھر دعا کرتے اور ان سے آمین کہلواتے"

۱۳۔آزادانہ طور پر، کسی تکلف کے بغیر دعا

انسان کے لئے خداوند عالم سے آزادانہ اور کسی تکلف کے بغیر دعا کرنا سب سے بہترین چیز ہے بیشک دعا کی حقیقت بھی یہی

---

[1] عدۃ الداعی صفحہ ۱۲۵۔

[2] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۵۔

[3] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۳۵، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۴۴ حدیث۔ ۸۸۶۳۔

ہے کہ وہ اللہ سے سوال کرتے وقت گریہ وزاری کرے گڑگڑا کر دعا مانگے کسی طرح کا کوئی تکلف نہ کرے روایات میں وارد ہونے والی دعا ئیں پڑھے اور دعا کرنے والا کسی طرح بھی دعا کرتے وقت اس حالت کو نہ چھوڑے اس لئے کہ انسان اللہ سے گڑگڑا کر دعا کرتے وقت اپنے نفس میں اس چیز کا احساس کرتا ہے جس کا وہ روایات میں وارد ہونے والی دعاؤں کو پڑھتے وقت احساس نہیں کرتے ہیں۔

اس لئے دعا کرتے وقت انسان کو اپنے نفس میں اس حالت کا خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ سے گڑگڑا کر اور گریہ وزاری کر کے دعا مانگنے میں کسی تکلف سے کام نہ لے۔کبھی کبھی ائمہ معصومین دعا کرنے والے کو بے تکلف ہو کر دعا کرنے کی تلقین فرماتے تھے روایات میں وارد ہونے والی دعاؤں کے ذریعہ نہیں، اسلئے کہ کہیں ماثورہ دعاؤں کے ذریعہ دل کی یہ بے تکلفی ختم نہ ہو جائے۔

زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

"علّمنی دعاءً۔

فقال: انّ أفضل الدعاء ماجریٰ علیٰ لسانك"[1]

"مجھ کو دعا کی تعلیم دیجئے۔

آپ نے فرمایا: سب سے افضل وہ دعا ہے جو تمہاری زبان پر جاری ہوتی ہے"

۱۴۔ نفس کو دعا،

حمد وثنائے الٰہی، استغفار اور صلوات پڑھنے کے لئے آمادہ کرنا

دعا یعنی خود کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا اور خود کو اس کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے حضور نفس کا ہونا ضروری ہے۔حضور نفس کی ابتداء حمد وثنائے الٰہی سے کرے، اس کی نعمتوں اور فضل وکرم کا شکر ادا کرے، اللہ کے حضور میں اپنے گناہوں سے استغفار کرے، رسول اور اہل بیت رسول پر صلوات بھیجے دعا کے لئے حضور نفس کے یہی طریقے ہیں اور انسان اپنے خدا کی بارگاہ میں حاضر کرنے اور اس سے سوال کرنے کیلئے اپنے نفس کو آمادہ کرے، اکثر دعاؤں کے مقدمہ میں حمد وثنائے الٰہی، شکر، استغفار اور محمد وآل محمد پر صلوات بھیجنا وارد ہوا ہے۔

عیص بن قاسم سے مروی ہے کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی تم میں سے کوئی ایک خدا سے حاجت طلب کرنا چاہے تو اس کو سب سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد وثنا کرنا چاہئے جب تم اپنی حاجتیں خدا سے طلب کرو تو اللہ کی تعریف وتمجید کرو، اور اس کی حمد وثنا کرتے ہوئے اس طرح کہو: یا أجودَ مَنْ اعطیٰ، ویا خیر من سُئل ویا أرحم مَنْ استُرحم، یا احد، یا صمد، یا من لم یلد ولم یولد، ولم یکن لہ کفوا احد، یا من لم یتخذ صاحبۃ ولا ولداً یا من یفعل مایشاء، ویحکم مایریدُ ویقضی ما أُحب، یا من یحول بین المرء وقلبہ، یا من ھو بالمنظر الاعلیٰ، یا من لیس کمثلہ شیء یا سمیع یا بصیر"

[1] الامان من الاخطار لابن طاؤس صفحہ ۳۔

اور اللہ عزوجل کے اسماء کی زیادہ تکرار کرو چونکہ خدا کے اسماء بہت ہیں اور محمد آل محمد پر صلوات بھیجو اور کہو

"اللّٰھم اوسع علیّ من رزقك الحلال ما اکفّ بہ وجھی، واودی بہ عنی (عن) امانتی، واصل بہ رحمی، ویکون عونالی فی الحج والعمرۃ"

اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

"انّ رجلاً دخل المسجد فصلّی رکعتین ثم سأل اللہ عزّوجلّ وصلّی علی النبی ﷺفقال رسول اللہ عجّل العبد ربہ، وجاء آخر فصلیٰ رکعتین، ثم اثنیٰ علی اللہ عزّوجل وصلّی علیٰ النبی ﷺ، فقال رسول اللہ ﷺ سل تعط "[1]

"ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد خدا سے اپنی حاجت طلب کی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے اپنے رب کی عبادت کرنے میں جلدی کی ہے: اور دوسرا شخص مسجد میں آیا اس نے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد خدا کی حمد وثنا کی، نبی ﷺ پر صلوات بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوال کرو تا کہ تم کو عطا کیا جائے"

ابو کہمس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"دخل رجل المسجد فابتدأ قبل الثناء علی اللہ والصّلاۃ علی النبی فقال النبی عجّل العبد ربّہ ثمّ دخل آخر فصلیٰ، واثنیٰ علی اللہ عزّوجل (ا) فصلّی علیٰ رسول اللہ ﷺ، فقال رسول اللہ سل تعطہ"[2]

"ایک شخص مسجد میں داخل ہوا تو اس نے اللہ کی حمد وثنا اور نبی پر صلوات بھیجنے سے پہلے نماز پڑھنا شروع کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس بندے نے اپنے رب کی عبادت کرنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے، پھر دوسرا شخص مسجد میں داخل ہوا اس نے نماز پڑھی اور خدا کی حمد وثنا کی اور رسول ﷺ پر صلوات بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوال کرتا کہ تجھکو عطا کیا جائے"

صفوان جمال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"کلّ دعاء یُدعیٰ اللہ عزّوجلّ بہ محجوب عن السماء حتّی یصلیٰ علی محمّد وآل محمّد"[3]

"اللہ سے کی جانے والی دعا اس وقت تک آسمان کے پردوں سے اوپر نہیں جاتی جب تک محمد وآل محمد پر صلوات نہ بھیجی جائے"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

---

[1] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۴۔ وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۶ حدیث/ ۸۷۸۶۔

[2] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۲۷ حدیث/ ۸۷۸۸۔ اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۵۔

[3] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۸، وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۳۵ حدیث ۸۸۲۶۔

"لایزال الدعاء محجوباً عن السماء حتّی یصلیٰ علی محمّد وآل محمّد" [1]

"جب تک محمد وآل محمد پر صلوات نہ بھیجی جائے دعا آسمان کے پردوں سے اوپر نہیں جاسکتی ہے"

۱۵۔خدا سے اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنا

بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے اس کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ پکاریں:

"قُلِ ادْعُوا اللهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی" [2]

"آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو جس طرح بھی پکاروگے اس کے تمام نام بہترین ہیں"

اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہر ایک اسم اسکی رحمت اور فضل کے ابواب میں سے ایک باب کی کنجی ہے۔

شریعت اسلامیہ کی متعدد روایات میں پروردگار عالم کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دعا کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، اور متعدد روایات میں وارد ہوا ہے جب مومن اللہ کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ دس مرتبہ پکارتا ہے تو اللہ اس کی آواز پر لبیک کہتا ہے۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"من قال یاالله عشر مرّات قیل له:لبیك ما حاجتك" [3]

"جس نے دس مرتبہ یا اللہ کہا تو اس کو ندا دی جاتی ہے بولو تمہاری کیا حاجت ہے؟"

ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"من قال یاالله عشر مرّات قیل له:لبیك ما حاجتك؟" [4]

"جب بندہ سجدے کی حالت میں دس مرتبہ یا اللہ، یا ربّاہ، یا سیداہُ، کہتا ہے تو پروردگار اس کی دعا کو قبول کرتے ہوئے کہتا ہے: لبیک اے میرے بندے بتا تیری کیا حاجت ہے؟"

عبداللہ بن جعفر نے قرب الاسناد میں مسعدہ بن صدقہ سے نقل کیا ہے:

"قل عشر مرّات یاالله یاالله فانّه لم یقله احدٌ مِنَ المؤمنین قط الّا قال له الربّ تبارك وتعالیٰ:لبیك یاعبدی سل حاجتك" [5]

"دس مرتبہ یا اللہ یا اللہ کہو، جب بھی کوئی مومن اللہ کو دس مرتبہ پکارتا ہے تو خداوند عالم اس سے کہتا ہے: لبیک میرے بندے

---

[1] مجالس مفید صفحہ ۶۰، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۳۷ حدیث ۸۸۳۷۔

[2] سورۂ اسراء آیت ۱۱۰۔

[3] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۴۱۔وسائل الشیعہ جلد ۴ / ۱۱۳۰، حدیث/ ۸۷۹۸۔

[4] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۳۱۔حدیث/ ۸۸۰۲۔

[5] قرب الاسناد جلد ۲، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۳۲، حدیث/ ۸۸۰۹۔

بتا تیری کیا حاجت ہے؟"

حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے مروی ہے: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو یا ارحم الراحمین کہتے سنا تو آپ نے اس شخص کا شانہ پکڑ کر فرمایا:

هٰذا ارحم الراحمين قد استقبلك بوجهه سل حاجتك"

یہ ارحم الراحمین ہے جس نے مکمل طور پر تمہاری طرف توجہ کی ہے"[1]

۱۶۔ اپنی حاجتیں اللہ کے سامنے پیش کرو

پروردگار عالم جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں اور ہمارا کیا ارادہ ہے، وہ ہمارے سوال سے بے نیاز ہے لیکن خداوند عالم اپنی بارگاہ میں ہماری حاجتیں پیش کرنے کو پسند کرتا ہے۔

کبھی کبھی کوئی بندہ ایسا ہوتا ہے جو اپنے کو خدا سے بے نیاز سمجھتا ہے یہاں تک کہ نہ اس سے سوال کرتا ہے اور نہ ہی اس کی بارگاہ میں ہاتھ بلند کرتا ہے۔

بیشک جب انسان خدا کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتا ہے تو وہ بندہ اس سے قریب ہوتا ہے، اس سے لو لگاتا ہے، اس سے مانوس ہوتا ہے، وہ اپنے کو خدا کا محتاج ہونے کا احساس کرتا ہے اور خداوند عالم ان تمام چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔

جب ہم اپنے تمام امور میں اللہ سے دعا کرتے ہیں تو خداوند عالم کو یہ اچھا لگتا ہے کہ ہم اس سے تفصیل کے ساتھ دعا کریں اختصار کے ساتھ دعا نہ کریں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ الله تعالیٰ یعلم مایرید العبد اذا دعاه، ولکن یُحبّ ان یبث الیه الحوائج، فاذادعوت فسمّ حاجاتك"[2]

"بیشک جب بندہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہے تو خدا جانتا ہے کہ بندہ کیا چاہتا ہے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اس کے سامنے نام بنام اپنی حاجتیں بیان کرے پس جب تم اس سے دعا کرو تو نام بنام اپنی حاجتیں بیان کرو"

۱۷۔ دعا میں اصرار

دعا میں بہت زیادہ اصرار کرنے سے بندے کے خدا پر گہرے اعتماد اور خدا سے اپنی امیدیں رکھنے اور گہرے تعلقات کا پتہ چلتا ہے، انسان کا جتنا زیادہ اللہ پر اعتماد ہوگا اتنا ہی وہ دعا میں اصرار کرے گا، اسکے برعکس جب انسان کا اللہ پر کم اعتماد ہوتا ہے تو جب

---

[1] محاسبۃ النفس: ۱۴۸، وسائل الشیعہ جلد ۴ / ۱۱۳۲، حدیث/ ۸۸۱۵۔

[2] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۰، وسائل الشیعہ جلد ۴، ص ۱۰۹۱ حدیث ۸۶۴۲۔

اسکی دعا قبول نہیں ہوتی تو وہ دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے اور مایوس ہو جاتا ہے۔

جس طرح دعا میں اصرار کرنے سے اللہ پر اعتماد اور اس سے گہرے تعلقات کا پتہ چلتا ہے اسی طرح دعا میں اصرار کرنے سے اللہ پر زیادہ اعتماد اور اس سے گہرا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔

جتنا انسان کا اللہ پر اعتماد اور اس سے لگاؤ ہوگا اتنا ہی وہ اللہ سے قریب ہوگا۔ اسلامی روایات میں متعدد مرتبہ دعا میں اصرار کرنے اور کسی بھی حال میں دعا کے مستجاب نہ ہونے سے مایوس نہ ہونے پر زور دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"انّ اللہ یُحبّ الملحّینَ فی الدعاء"[1]

"خداوند عالم دعا میں بہت زیادہ اصرار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ:

"انّ اللہ یُحبّ السائل اللحوح"[2]

"خداوند عالم زیادہ اصرار کرنے والے سائل کو دوست رکھتا ہے"

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"الدعاء ترس المؤمن ومتیٰ تکثر قرع الباب یُفتح لک"[3]

"دعا مومن کی سپر ہے اور جب بھی وہ بہت زیادہ دروازہ کھٹکھٹائے گا تو وہ کھل جائے گا"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"الدعاء یردّ القضاء بعد ما اُبرم ابراماً فاکثر من الدعاء فانّہ مفتاح کلّ رحمۃ ونجاح کلّ حاجۃ ولاینال ماعند اللہ عزّوجلّ الاّ بالدعاء وانّہ لیس باب یُکثر قرعہ الا اوشک انْ یفتح لصاحبہ"[4]

"محکم و مضبوط دعا سے قضا ٹل جاتی ہے، دعائیں بہت زیادہ کرو یہ ہر رحمت کی کنجی ہے۔ ہر حاجت و ضرورت کی کامیابی کا سرچشمہ ہیں اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ دعا کے علاوہ کسی اور چیز سے حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے، اور جب بھی کسی دروازے کو زیادہ کھٹکھٹایا جاتا ہے تو وہ کھٹکھٹانے والے کے لئے کھل جاتا ہے"

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ/ ۳۷۴۔

[3] وسائل الشیعہ جلد ۴/ ۱۰۸۵ حدیث/ ۸۶۱۲۔

[4] وسائل الشیعہ جلد ۴/ ۱۰۸۶ حدیث/ ۸۶۱۶۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ الله كره الحاح الناس بعضهم على بعض فى المسألة وأحبّ ذلك لنفسه" [1]

"خداوندعالم بعض بندوں کوبعض دوسرے بندوں کے سامنے گڑگڑانے اور خوشامد کرنے کوناپسند کرتا ہے اور اپنی بارگاہ میں اصرار کرنے کودوست رکھتا ہے"

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

"فالحح عليه فى المسألة يفتح لك ابواب الرحمة" [2]

"تم کسی مسئلہ میں اس (اللہ) سے اصرار کروتو وہ تمہارے لئے رحمت کے دروازے کھول دیگا"

ولید بن عقبہ ہجری سے مروی ہے میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

"والله لا يلحّ عبد مؤمن على الله فى حاجته الّا قضاها له" [3]

"خدا کی قسم کوئی بندہ اپنی دعا میں خدا سے خوشامد نہیں کرتا مگر یہ کہ خدا اسکی دعا مستجاب کرتا ہے"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت امام رضا علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں:

"رحم الله عبداً طلب من الله عزّ وجلّ حاجة فألحّ فى الدعاء استجيب له أو لم يستجب ثم تلا هذه الآية "وَادْعُوا رَبِّيْ عَسىٰ اَنْ لَّا اَكُوْنَ بِدُعَاءِ رَبِّيْ شَقِيّاً""

"خداوندعالم رحم کرے اس بندے پر جو اپنی دعا میں اصرار اور خوشامد کرتا ہے، اسکی دعا مستجاب کرے یا مستجاب نہ کرے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"وَادْعُوا رَبِّيْ عَسىٰ اَنْ لَّا اَكُوْنَ بِدُعَاءِ رَبِّيْ شَقِيّاً". [4]

"اور اپنے رب کو آواز دونگا کہ اس طرح میں اپنے پروردگار کی عبادت سے محروم نہیں رہونگا"

حضرت امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

"سل حاجتك والح فى الطلب فانّ الله يحبّ إلحاح الملحّين من عباده المؤمنين" [5]

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ:

---

[1] بحارالانوار جلد ۹۴ ص ۳۷۴۔
[2] بحارالانوار جلد ۷۷ صفحہ/ ۲۰۵۔
[3] اصول کافی صفحہ/ ۵۲۰۔
[4] سورۂ مریم آیت/ ۴۸۔
[5] اصول کافی جلد ۲ ص ۵۲۰۔

"سل حاجتك وألحّ فی الطلب فإنّ الله یُحبّ إلحاح الملحّین من عبادہ المؤمنین"۔[1]

"خدا کی قسم کسی بندے نے اللہ سے دعا کرنے میں خوشامد نہیں کی مگر یہ کہ خدا نے اسکی دعا مستجاب فرمائی"

۱۸۔ایک دوسرے کے لئے دعا کرنا

اس سلسلہ میں عنقریب اس کتاب کی آئندہ آنے والی بحث" دعا کے سلسلہ میں کونسی چیزیں سزاوار ہیں اور کونسی چیزیں سزا وارنہیں ہیں" بیان کریں گے، اب ہم یہاں پرصرف اتنی ہی بحث کریں گے جو دعا کے آداب اوراس کی شرطوں سے متعلق ہے۔پس جب انسان اللہ سے دوسروں کے لئے دعا مانگتا ہے اوراپنے اوراس دوست کے درمیان سے کینہ ونفرت دور کردیتا ہے تو خداوندعالم اس کے لئے دروازہ کھول دیتا ہے۔ بیشک مومنین کا ایک دوسرے سے محبت،عطوفت اور مہربانی کرنا دعا کرنے والے اورجس کے لئے دعا کی جارہی ہے اس کے لئے اللہ کی رحمت کی کنجیوں میں سے ہے۔

دعا کرنے والے کے سلسلہ میں معاویہ بن عمار نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"الدعاء لاخیك بظهر الغیب یسوق الی الداعی الرزق ویصرف عنه البلاء ویقول الملك ولك مثل ذلك"۔[2]

"تمہاری نظروں سے پوشیدہ بھائی کے لئے تمہارے دعا کرنے سے تمہارے رزق میں برکت ہوتی ہے،دعا کرنے والے سے بلائیں دور ہوتی ہیں اورفرشتہ کہتا ہے:تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے جوتم نے دوسروں کے لئے دعا کی ہے(یعنی خداوند عالم تمہارے رزق میں بھی برکت کردے گا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"مَنْ دعا لمؤمن بظهر الغیب قال الملك فلك مثل ذلك"۔[3]

"جونظروں سے پوشیدہ مومن کے لئے دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے:تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے اس لئے کہ تم نے دوسرے کے لئے دعا کی ہے"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"دعاء المرء لأخیه بظهر الغیب یدرّ الرزق ویدفع المکروہ"۔[4]

"انسان کا اپنے غائب مومن بھائی کے لئے دعا کرنے سے اس کے رزق میں برکت ہوتی ہے اوراس سے بلائیں دور ہوتی

---

[1] قرب الاسناد ص ۵۲۰۔

[2] امالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۷۔

[3] امالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۴۔

[4] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۴۳۵، وسائل الشیعہ جلد ۴:۵ ۱۱۴، حدیث ۸۸۶۷۔

ہیں“

ابن خالد قمّاط سے مروی ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"اسرع الدعاء نجحاً للإجابة دعاء الاخ لاخيه بظهر الغيب يبدأ بالدعاء لأخيه فيقول له ملك موكّل به آمين ولك مثلاه"[1]

”سب سے جلدی وہ دعا مستجاب ہوتی ہے جو کسی بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں کی جاتی ہے دعا کی ابتدا میں پہلے دوسرے کے لئے دعا کرنا شروع کرو تو اس کا موکل فرشتہ آمین کہتا ہے اور تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے“

اور جس کے لئے دعا کی جارہی ہے اس کے سلسلہ میں روایت نقل کی گئی ہے کہ:

"ادعني على لسان لم تعصني به۔

قال: يارب، انّى لى بذلك؟ قال: أُدعني على لسان غيرك"[2]

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران سے کہا: مجھے اس زبان سے پکارو جس زبان سے تم نے گناہ نہ کئے ہوں۔

موسیٰ بن عمران نے عرض کیا: پالنے والے کیا میں ایسا کرسکتا ہوں؟ پروردگار نے فرمایا: مجھ سے کسی دوسرے کے لئے دعا کرو“

۱۹۔ رحمت الٰہی نازل ہوتے وقت دعا

انسان پر دعا کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے:

دعا کے سب سے بہترین اوقات وہ اوقات ہیں جن میں رحمت نازل ہوتی ہے، انسان اللہ کی رحمت سے قریب ہوجاتا ہے۔

رحمت نازل ہونے کے بہت زیادہ اوقات ہیں:

قرآن کی تلاوت کرتے وقت، اذان کے وقت، بارش کے وقت، جنگ کے دوران شہید ہوتے وقت۔ یہ آخری وقت سب سے افضل وقت ہے چونکہ اس میں زمین والوں کیلئے اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ سکونی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اغتنموا الدعاء عند اربع: عند قراء القرآن، و عند الآذان، وعند نزول الغيث، وند التقاء

---

[1] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۴۳۵، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۴۵، حدیث ۸۸۶۷۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۴۲، عدۃ الداعی صفحہ۔ ۱۲۸۔

الصفین للشاھادۃ۔ [1]

''چار موقعوں پر دعا کرنا غنیمت شمار کرو: قرآن کی تلاوت کرتے وقت، آذان کے وقت بارش ہوتے وقت اور جنگ کے دوران شہید ہوتے وقت''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

اغتنمو الدعاء عند خمسة مواطن: عند قراءة القرآن، وعند الآذان، وعند نزول الغيث، وند التقاء الصفين للشهادة، وعند دعوة المظلوم، فانها ليس لها حجاب دون العرش۔ [2]

''پانچ موقعوں پر دعا کرنا غنیمت سمجھو: تلاوت قرآن کے وقت، بارش ہوتے وقت، جنگ میں شہادت کیلئے لڑتے وقت اور مظلوم کیلئے دعا کرتے وقت ان پانچوں وقتوں میں دعا کرنے میں عرش الٰہی کے علاوہ کوئی حجاب نہیں ہے''

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

من قراء مائة آية من لاقرآن، من اى القرآن شاء ثم قال: يا الله سبع مرات فلودعا على الصخرة لقعها ان شاء الله۔ [3]

اگر کوئی شخص کسی جگہ سے بھی قرآن کی سو آیات کی تلاوت کرنے کے بعد سو مرتبہ یا اللہ کہے اور پہاڑ کیلئے دعا کرے تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے انشاء اللہ''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

كان ابى اذا طلب الحاجة طلبها عند زوال الشمس، فاذا اراد ذلك قدم شيئاً فتصدق به و شم شيئاً من طيب، و راح الى المسجد و دعا فى حاجته بما شاء الله۔ [4]

''میرے والد بزرگوار زوال کے وقت اپنی حاجت طلب کرتے تھے، جب آپ حاجت طلب کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے صدقہ دیتے خوشبو لگاتے مسجد ے جاتے اور اللہ سے اپنی حاجتیں طلب فرماتے''

۲۰۔ آدھی رات کے وقت دعا

رات میں تنہائی میں اپنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے کا عظیم اثر ہے، اللہ کی رحمت انسان کی طرف متوجہ ہوتی ہے، انسان رات کے آخری حصہ میں اپنے نفس کو خدا کی طرف متوجہ ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں پاتا، رات کے آخری حصہ میں انسان خدا کی

[1] اصول کافی جلد ۲، صفحہ ۵۲۱، وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۴، حدیث ۸۷۳۹۔
[2] وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۱۵، حدیث ۸۷۴۲
[3] ثواب الاعمال الصدوق صفحہ ۵۸۔
[4] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۵۲۱

رحمت کا استقبال کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتا ہےاور خداوند عالم نے رات کے آخری حصہ میں وہ رحمتیں اور برکتیں قرار دی ہیں جو دن اور رات کے دوسرے حصوں میں نہیں قرار دی ہیں۔

اور اسلامی روایات میں غور وفکر کرنے والے کے لئے اس میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ تمام وقت برابر نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت زیادہ اوقات ہیں جن میں انسان پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھلتے ہیں، بہت سے اوقات ہیں جن میں انسان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے البتہ یہ اوقات بہت ہی افضل ہیں اور رات کے آخری حصہ میں اللہ کی رحمت زیادہ نازل ہوتی ہے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلاً نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلاً أَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلاً ثَقِيلاً إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلاً"۔[1]

"اے میرے چادر لپیٹنے والے رات کو اٹھو مگر ذرا کم آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کردو یا کچھ زیادہ کرواور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو ہم عنقریب تمہارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں بیشک رات کا اٹھنا نفس کی پامالی کے لئے بہترین ذریعہ اور ذکر کا بہترین وقت ہے"

مفضل بن عمرو نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"كان فيما ناجى الله به موسى بن عمران أنْ قال له:يابن عمران، كذّب مَنْ زعم أنّه يحبني، فاذا جنّه الليل نام عنّي، اليس كل محبّ يحبّ خلوة حبيبه؟ها انا يابن عمران مطّلع على احبائی، اذا جنّهم الليل حوّلت ابصارهم فی قلوبهم ومثلت عقوبتی بين أعينهم، يخاطبونی عن المشاهدة، ويكلمونی عن الحضور۔

يابن عمران، هبّ لی من قلبك الخشوع، ومن بدنك الخضوع، ومن عينيك الدموع، وادعنی فی الظلمات فانّك تجدنی قريباً مجيباً"۔[2]

"جب موسیٰ بن عمران نے اللہ سے مناجات کی تو اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے تو تم اس کی تکذیب کرو، جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو وہ سوجاتا ہے کیا ہر محبوب اپنے حبیب سے تنہائی میں ملنا نہیں چاہتا؟ آگاہ ہو جاؤ اے ابن عمران میں اپنے دوستوں کو بخوبی جانتا ہوں جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو میں ان کی آنکھوں کو ان کے دلوں کی طرف پھیر دیتا ہوں اپنی عقوبت کو ان کی نظروں میں مجسم کردیتا ہوں وہ دیکھنے کے بجائے مجھ سے خطاب کرتے ہیں اور حاضر ہونے کے بجائے مجھ سے ڈرتے ہیں۔

---

[1] سورہ مزمل آیت ۱۔۲۔

[2] مجالس المفید صفحہ ۲۱۴، وسائل الشیعہ جلد ۴:۲۵ ۱۱۴ حدیث ۸۷۸۱۔

اے ابن عمران تم اپنے دل سے خشوع، اپنے بدن سے خضوع اور اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کو میرے لئے ہبہ کردو اور تاریکیوں میں مجھے پکارو پس تم مجھے اپنے سے قریب اور دعا قبول کرنے والا پاؤ گے"

اس روایت میں کئی باتیں غور طلب ہیں لیکن ہم بحث کے طولانی ہوجانے کی وجہ سے ان سے قطع نظر کرتے ہیں۔ شب اولیائے الٰہی کے لئے آتی ہے اور ان کو زندگانی اور اس کی مصروفیات سے روک دیتی ہے گویا شب انسان کو ان مصروفیات دنیا کے درمیان سے جدا کردیتی ہے جو اس کو خداوند عالم کی طرف متوجہ ہونے سے روک دیتے ہیں اور یہ رات کی تنہائی کی فرصت ہوتی ہے جس میں انسان کے سامنے ذات الٰہی کسی رکاوٹ کے بغیر سامنے ہوتی ہے اور وہ اس خلوت میں خداوند عالم سے لولگاتا ہے۔

جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے لیکن جب رات چھاجاتی ہو تو انسان جس کو دوست رکھتا ہے اس کے حضور میں مناجات اور تضرع کرنے کے بجائے سوجائے تو وہ شخص جھوٹا ہے کیا ہر حبیب اپنے محبوب کی خلوت کو پسند نہیں کرتا؟

جب تاریکیٔ شب چھاجاتی ہے اور ہم زندگی کے مشکلات سے فارغ ہوجاتے ہیں تو ہماری دن میں پراکندہ ہوجانے والی قوت بصارت اور سماعت یکجا ہوجاتی ہے اور باہر سے اندر کی طرف چلی جاتی ہے دل میں زندگی کی زحمت سے اس دل کے اندر چلی جاتی ہے جو انسانی زندگی میں بصیرت ونور کا سرچشمہ ہے اس وقت ہماری بکھری ہوئی بصیرت اکٹھی ہوجاتی ہے اور باہر سے اندر کی طرف چلی جاتی ہے اور خداوند عالم اس وقت قلب انسانی کے لئے بصیرت ونور کے دروازے کھول دیتا ہے اس جملہ"اذا جَنّھم اللیل حوّلت ابصارھم فی قلوبھم" کا یہی مطلب ہے اس وقت انسان خود کو خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے اور غضب ورحمت الٰہی کو اپنے سامنے مجسم دیکھتا ہے تو جب وہ خداوند عالم سے مخاطب ہوتا ہے تو مشاہدہ اور حاضری کی بنا پر مخاطب ہوتا ہے دوری اور غیر حاضری کی بنا پر نہیں اور اس فقرہ "یخاطبونی عن المشاھدۃ" کا یہی مطلب ہے اور جب وہ خداوند عالم سے بات کرتا ہے تو خداوند عالم کو حاضر سمجھ کر بات کرتا ہے غائب سمجھ کر بات نہیں کرتا ہے اور اس فقرہ "یکلمونی عن الحضور" کا یہی مطلب ہے۔ اس کی نظروں میں عقوبت اور عذاب الٰہی مجسم ہوجاتا ہے اور اس فقرہ "مثّلت عقوبتی بین اعینھم" کا یہی مطلب ہے حبیب کی موجودگی کی انسیت نیز ان کی نظروں میں مجسم عقوبت کا خوف نیند کا سکون چھین لیتا ہے اور بھلا وہ کیسے سوسکتا ہے جو خود کو رات کی خلوت میں اپنے حبیب کے سامنے پائے؟ اور اس کو کیسے اونگھ آسکتی ہے جبکہ وہ اپنی نظروں میں عذاب الٰہی کو مجسم دیکھ رہا ہو؟

یہ حالت یعنی قوت بصارت کے خارج سے اندر کی جانب چلے جانا اور دن میں پراگندہ ہونے کے بعد رات میں اکٹھا ہوجانے کا فطری نتیجہ ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے معروف خطبہ متقین میں فرماتے ہیں:

"اَمَّا اللَّیْلُ فَصَافُّوْنَ اَقْدَامَھُمْ، تَالِیْنَ لِاَجْزَاءِ الْقُرْآنِ یُرَتِّلُوْنَھَا تَرْتِیْلاً، یُحَزِّنُوْنَ بِهِ اَنْفُسَھُمْ وَیَسْتَثِیْرُوْنَ بِهِ دَوَاءَ دَائِھِمْ۔ فَاِذَا مَرُّوْا بِاٰیَةٍ فِیْھَا تَشْوِیْقٌ رَکَنُوْا اِلَیْھَا طَمَعاً وَتَطَلَّعَتْ نُفُوْسُھُمْ اِلَیْھَا شَوْقاً، وَظَنُّوْا اَنَّھَا نُصْبُ اَعْیُنِھِمْ۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِاٰیَةٍ فِیْھَا تَخْوِیْفٌ اَصْغَوْا اِلَیْھَا مَسَامِعَ قُلُوْبِھِمْ وَظَنُّوْا اَنَّ

زَفِيْرِ جَهَنَّمَ وَشَهِيْقَهَافِيْ اُصُوْلِ اٰذَانِهِمْ. فَهُمْ حَانُوْنَ عَلٰى اَوْسَاطِهِمْ مُفْتَرِشُوْنَ لِجِبَاهِهِمْ وَاَكُفِّهِمْ وَرُكَبِهِمْ وَاَطْرَافِ اَقْدَامِهِمْ يَطْلِبُوْنَ اِلَى اللهِ تَعَالٰى فِيْ فَكَاكِ رِقَابِهِمْ وَاَمَّا النَّهَارُ فَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ اَبْرَارٌ اَتْقِيَاءُ"[1]

"رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہوکر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں جس سے اپنے دلوں میں غم واندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈ ھتے ہیں جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو، تو اس کی طمع میں اس طرف جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پر کیف) منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے کہ جس میں (جہنم) سے ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ و پکار ان کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے، وُہ (رکوع) میں اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے ہیں اور اللہ سے گلوئے خلاصی کے لئے التجائیں کرتے ہیں۔ دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم، نیکوکار اور پرہیز کار نظر آتے ہیں"

نہج البلاغہ میں ہی حضرت امیر المومنین علیہ السلام نوف بکالی سے رات کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں:

يَانُوْف اِنَّ دَاوُدَ علیہ السلام قَامَ فِيْ مِثْلِ هٰذِهِ السَّاعَةِ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ: اِنَّهَا سَاعَةٌ لَا يَدْعُوْ فِيْهَا عَبْدٌ اِلَّا اسْتُجِيْبَ لَهٗ"[2]

"اے نوف بیشک داود علیہ السلام رات کے اس حصہ میں عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تھے، پھر فرمایا: یہ وہ وقت ہے کہ جس میں دعا کرنے والے کی دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے"

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے؟

"اذا كان آخر الليل يقول الله عزّوجلّ: هل من داع فأُجيبه؟ وهل من سائل فأُعطيه سؤله؟ وهل من مستغفر فاغفر له؟ هل من تائب فاتوب عليه"

"جب رات کا آخری حصہ آتا ہے تو اللہ عزوجل کہتا ہے: ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا قبول کی جائے؟ ہے کوئی سوال کرنے والا جس کو اس کے سوال کا جواب دیا جائے؟ ہے کوئی استغفار کرنے والا کہ اس کی بخشش کروں؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول کروں؟۔

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۳۔

[2] نہج البلاغہ دوسری قسم صفحہ ۱۶۵۔

۲۱۔ دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے اور سر پر پھیرنا

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"ما ابرز عبد یدہ الی اللہ العزیز الجبار الا استحیا اللہ عزّوجلّ ان یردّھا صفراً، حتیٰ یجعل فیھا من فضل رحمتہ مایشاء، فاذا دعا احدکم فلا یردّ یدہ حتیٰ یمسح علیٰ وجھہ ورأسہ"[1]

"کوئی بندہ اپنے ہاتھ خدائے عزیز وجبار کے سامنے نہیں پھیلاتا مگر یہ کہ خداوند عالم اس کو خالی ہاتھ واپس کرنے پر حیا محسوس کرتا ہے اور اپنے فضل ورحمت سے جو کچھ چاہتا ہے اس کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی دعا کرے اور اپنے ہاتھ ہٹائے تو وہ اپنے ہاتھوں کو چہرے پر مل لے"

موانع اور رکاوٹیں

(کونسی چیزیں دعا کے اللہ تک پہنچنے میں مانع ہوتی ہیں؟)

اس بحث میں ہم اس سوال کا جواب پیش کریں گے انشاء اللہ۔

بیشک دعا کے بارے میں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ دعا وہ قرآن صاعد ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے بالمقابل ہے۔ نازل ہونے والے قرآن میں عبودیت، بندہ کو صرف خود کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے اور صرف اسی سے لولگانے کی دعوت دی گئی ہے اور قرآن صاعد میں اس دعوت پر لبیک کہی گئی ہے۔

لیکن یہاں پر کچھ ایسے موانع ہیں جو دعاؤں کو اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے سے روک دیتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں ان دعاؤں کے پہنچنے سے روکنے والے اہم موانع گناہ اور معصیتیں ہیں دعائے کمیل میں وارد ہوا ہے:

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیَ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ تَحْبِسُ الدُّعَاءَ"

"خدایا میرے ان تمام گناہوں کو بخش دے جو دعاؤں کو قبول ہونے سے روک دیتے ہیں"

اور اسی دعائے کمیل میں آیا ہے:

"فَاَسْاَلُکَ بِعِزَّتِکَ اَنْ لَا یَحْجُبَ عَنْکَ دُعَائِیْ سُوْءُ عَمَلِیْ"

"میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری عزت کے واسطے سے کہ میری بدعملی میری دعا کو پہنچنے سے نہ روکے"

ہم عنقریب ان موانع (رکاوٹوں) کی تحلیل کریں گے انشاء اللہ:

---

[1] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۴۲؛ من لایحضرہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۷؛ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۷۔

گناہ بارگاہ خدا کی راہ میں ایک رکاوٹ

حیات انسان میں گناہوں کے دواثر ہوتے ہیں:

ا۔ گناہ انسان اور خداوند عالم کے درمیان حائل ہوجاتے ہیں، انسان خدا سے منقطع ہوجاتا ہے اس کے لئے اپنے کوخدا کی بارگاہ میں پیش کرنے اوراس سے لولگانے کا امکان ہی نہیں رہتا، اور نہ ہی اس کے لئے دعا کرناممکن ہوتا ہے بیشک دعا کا مطلب اپنے کوخداوند عالم کی بارگاہ میں پیش کرنا ہے۔

جب گناہ، گناہ کرنے والے کوخدا تک پہنچانے میں مانع ہوجاتے ہیں تواس کی دعامیں بھی مانع ہوجاتے ہیں۔

۲۔ گناہ دعا کواللہ تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں، چونکہ جب دعا اللہ تک پہنچتی ہے تو خدااس کومستجاب کرتا ہے، یہ خدا کے شایان شان نہیں کہ جب کسی بندے کی دعااس تک پہنچے تو وہ عاجز ہوجائے یا بخل سے کام لے، بیشک دعا کی عاجزی یہ ہے کہ وہ خدا تک نہیں پہنچتی ہے: کبھی کبھی گناہ انسان کودعا کرنے سے مقید کردیتے ہیں اور کبھی کبھی دعا کواللہ تک پہنچنے میں مقید کردیتے ہیں۔

ہم ذیل میں اس مطلب کی وضاحت کررہے ہیں:

اخذ اور عطا میں دل کا دوہرا کردار

بیشک قلب ایک طرف تو خداوند عالم سے رابطہ کے لئے ضروری چیزیں اخذ کرتا ہے اوراس سے ملاقات کرتا ہے، اور دوسری طرف ان چیزوں کوعطا کرتا ہے جیسے حملہ آور قلب جوخون کو پھینکنے واپس لانے اورلوگوں کے درمیان سے اکٹھا کرنے کا کام دیتا ہے۔

جب دل میں انسان کوملانے اور خداوند عالم سے مربوط کرنے کی صلاحیت ختم ہوجائے تو گویا اس نے اپنی ساری اہمیت کھو دی اوراس کوکوئی فائدہ نہیں ہوا جیسے وہ دل جو پوری طرح حملہ آور ہے۔

دل اس لینے دینے میں ایک طرف تو خداوند عالم کی جانب سے ہدایت، نورانیت اور آگاہی حاصل کرتا ہے اور دوسری طرف انسان کواس کی حرکات وگفتار اور موقف عمل میں یہ ہدایت اور نورانیت عطا کرتے ہیں

پہلی شق (اللہ سے ملاقات اوراخذ کرنا) کے سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيْلاً"[1]

"اورکافر یہ بھی کہتے ہیں کہ آخر ان پر یہ قرآن ایک دفعہ کل کا کل کیوں نہیں نازل ہوگیا۔ ہم اسی طرح تدریجا نازل کرتے ہیں تاکہ تمہارے دل کو مطمئن کرسکیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر نازل کیا ہے"

قرآن رسول کے قلب مبارک پر ایک دم اور آہستہ آہستہ نازل ہوتا تھا اور دلوں کوتقویت بخشتا تھا نیز یہ دل اس سے نورانیت

[1] سورۂ فرقان آیت ۳۲۔

اور ہدایت حاصل کرتے تھے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَاباً مُتَشَابِهاً مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ"[1]

"اللہ نے بہترین کلام اس کتاب کی شکل میں نازل کیا ہے جس کی آیتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں اور بار بار دُہرائی گئی ہیں کہ ان سے خوف خدا رکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اس کے بعد ان کے جسم اور دل یادِ خدا کے لئے نرم ہوجاتے ہیں"

قلوب، قرآن سے خشوع وخضوع اخذ کرتے ہیں، نرم ہوجاتے ہیں خدا کی ہدایت اور اس نور کے ساتھ رابطہ پیدا کرتے ہیں جس کو خداوند عالم نے بندوں کی طرف بھیجا ہے کیونکہ قرآن خداوند عالم کی طرف سے ہدایت اور ایسا نور ہے جس کو خداوند عالم نے بندوں کی جانب بھیجا ہے نیز یہ قرآن خداوند عالم کا برہان اور مخلوق پر حجت ہے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"يَااَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْراً مُبِيْناً"[2]

"اے انسانو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے برہان آچکا ہے اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور بھی نازل کردیا ہے"

یہ نور اور ہدایت مومنین اور متقین لوگوں کے دلوں سے مخصوص ہے وہ اس نور کو اخذ کرتے ہیں اور اس سے متاثر ہوتے ہیں:

"هٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدىً وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِيْنَ"[3]

"یہ عام انسانوں کے لئے ایک بیان حقائق ہے اور صاحبان تقویٰ کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے"

"هٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدىً وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ"[4]

"یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے دلائل ہدایت اور صاحبان ایمان کے لئے رحمت کی حیثیت رکھتا ہے"

دل کے لئے یہ پہلا دور ہے جو اللہ سے ہدایت، نور، بصیرت اور برہان حاصل کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نور اور ہدایت نازل کیا ہے ان سے مخصوص ہوتا ہے۔

دلوں کے لئے دوسرا مرحلہ توسعہ اور عطا

[1] سورۂ زمر آیت ۲۳۔

[2] نساء آیت/ ۱۷۴)

[3] سورۂ آل عمران آیت/ ۱۳۸۔

[4] سورۂ اعراف آیت/ ۲۰۳۔

اس مرحلہ میں قلوب ایسے نوراور ہدایت کو پھیلاتے ہیں جوان کوخداوندعالم کی جانب سے ملا ہوتا ہےاور یہ قلوب انسان کی حرکت، گفتار، موقف، روابط اور اقدامات کونورعطا کرتے ہیں اس وقت انسان نورالٰہی اور ہدایت الٰہی کے ذریعہ آگے بڑھتا ہے نورخدا اور ہدایت خدا سے تکلم کرتا ہے نورخدااور ہدایت کے ذریعہ اپنا موقف معین کرکے لوگوں کے درمیان چلتا ہے۔

"اَوَمَنْ کَانَ مَیْتاً فَاَحْیَیْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوراً یَمْشِیْ بِهِ فِی النَّاسِ"[1]

"کیا جو شخص مُردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیااور اس کے لئے ایک نور قرار دیا جس کے سہارے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے"

"یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَآمِنُوْا بِرَسُوْلِهِ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَیَجْعَلْ لَکُمْ نُوْراً تَمْشُوْنَ بِهِ وَیَغْفِرْ لَکُمْ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"[2]

"ایمان والواللہ سے ڈرو اور رسول پر واقعی ایمان لے آؤ تا کہ خدا تمھیں اپنی رحمت کے دہرے حصے عطا کردے اور تمہارے لئے ایسا نور قرار دیدے جس کی روشنی میں چل سکو اور تمھیں بخش دے اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے"

یہ نور جس کے ذریعہ مومنین کا ایک دوسرے سے رابط برقرار رہتا ہے،اس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کی صفوں میں گھوما کرتے ہیں،ان کی سیاست، یا تجارت یا حیات انسانی کے دوسرے تمام کاموں میں لگے رہتے ہیں یہ خداوندعالم کا وہ نور ہے جس کواللہ نے اپنے بندوں کے لئے بھیجا ہے:

"وَمَنْ لَمْ یَجْعَلِ اللهُ لَهُ نُوْراً فَمَا لَهُ مِنْ نُوْرٍ"[3]

"اور جس کے لئے خدا نور قرار نہ دے اس کے لئے کوئی نورنہیں ہے"

یہ وہ نور ہے جواللہ کی طرف سے قلب میں ودیعت کیا جاتا ہے پھراس کے ذریعہ دل، انسان کی بینائی، سماعت اور اس کے اعضاوجوارح کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

اس اخذ اور عطا میں دل کا کردار درمیانی ہوتا ہے نور اللہ کی طرف سے آتا ہے اور اس کے ذریعہ انسان اپنا راستہ، اپنی تحریک،کلام اورموقف اختیار کرتا ہے۔

یہ دل کے صحیح وسالم ہونے کی علامت ہےاور وہ قرآن کوصحیح طریقہ سے اخذ کرتا ہے،اوراسکوعطا کرتا ہے جس طرح سرسبز زمین نور، ہوااور پانی کواخذ کرتی ہےاور طیب وطاہر پھل دیتی ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام قرآن کی صفت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] سورۂ انعام آیت/ ۱۲۲۔

[2] سورۂ حدید آیت/ ۲۸۔

[3] سورۂ نور آیت/ ۴۰۔

"کتاب اللہ تبصرون بہ وتنطقون بہ وتسمعون بہ"

"یہ اللہ کی کتاب ہے جس کے ذریعہ تمھیں سجھائی دیتا ہے اور تمہاری زبان میں گویائی آتی ہے اور (حق کی آواز) سنتے ہو"

جب دل صحیح وسالم نہ ہو تو اس میں اللہ سے لولگانے کی خاصیت مفقود ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرنے پر متمکن نہیں ہوتا۔

جب دل میں اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرنے کی قدرت نہ ہوگی تو وہ نماز اور دعا کے ذریعہ قرآن صاعد کو اللہ تک پہنچانے پر قادر نہیں ہو سکے گا۔

اس حالت کو انغلاق قلب (دل کا بند ہو جانا) کہا جاتا ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

"صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ" [1]

"یہ سب بہرے، گونگے، اور اندھے ہو گئے ہیں اور اب پلٹ کر آنے والے نہیں ہیں"

بہرا اور اندھا نور کا استقبال کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے اسی طرح جو بولنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو فطری طور پر گونگا کہا جاتا ہے۔

پروردگار عالم بنی اسرائیل سے فرماتا ہے:

"ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً" [2]

"پھر تمہارے دل سخت ہو گئے جیسے پتھر یا اس سے بھی کچھ زیادہ سخت"

بیشک پتھر، نور، ہوا اور پانی کا استقبال کرنے پر متمکن نہیں ہوتا ہے اور نور، ہوا اور پانی میں سے جو کچھ بھی اس پر گرتا ہے اس کو واپس کر دیتا ہے اور یہ فطری بات ہے کہ وہ ثمر دینے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے، بلکہ ثمر تو وہ زمین دیتی ہے جس میں نور، ہوا اور پانی جذب کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے

اسی طرح جب دل صحیح وسالم نہیں ہوتا تو وہ نور کا استقبال نہیں کرتا اور نہ ہی نور سے استفادہ کر پاتا ہے اسی کو مکمل انغلاق کی حالت کہا جاتا ہے اور وہ حالت (دل کا مرجانا) جس میں دل ہر طرح کی حیاتی چیز سے بے بہرہ ہو جاتا ہے یعنی زندہ دل کی طرح اس میں کسی چیز کو لینے یا دینے کی طاقت باقی نہیں رہ جاتی اور جس دل میں یہ خاصیت نہ پائی جاتی ہو وہ زندگی کا ہی خاتمہ کر دیتا ہے۔

خداوند عالم دل کے مردہ ہو جانے کے متعلق فرماتا ہے۔

"إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ" [3]

---

[1] سورۂ بقرہ ۱۸۔

[2] سورۂ بقرہ ۷۴۔

[3] سورۂ فاطر آیت/ ۲۲۔

"اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بات سنا دیتا ہے اور آپ انھیں نہیں سنا سکتے جو قبروں کے اندر رہنے والے ہیں"

اور یہ فرمان خدا:

"إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ"[1]

"آپ مُردوں کو اور بہروں کو اپنی آواز نہیں سنا سکتے ہیں اگر وہ منھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں"

خداوند عالم یہ فرماتا ہے:

"وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ"[2]

"اوران کے لئے سب برابر ہے آپ انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں"

آواز اور انداز میں کوئی عجز و کمی نہیں ہے بلکہ یہ میت کی کمی اور عاجزی ہے کہ وہ کسی چیز کو سننے کی قابلیت نہیں رکھتی ہے۔

دل کی اسی حالت کو اس (دل) کا مرجانا، بند ہوجانا اور اللہ سے منقطع ہوجانا کہا جاتا ہے۔

اس قطع تعلق اور دل کے بند ہوجانے کی کیا وجہ ہے؟

دلوں کے منجمد ہونے کے اسباب

اسلامی روایات میں دلوں کے منغلق ہونے اور ان کے اللہ سے منقطع ہوجانے کے دو اہم اسباب پر زور دیا گیا ہے:

۱۔ اللہ کی آیات سے اعراض روگردانی اور ان کی تکذیب۔

۲۔ گناہوں اور معصیتوں کا ارتکاب۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

"وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ"[3]

"اور جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی وہ بہرے گونگے تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں"

اس آیۂ کریمہ میں اللہ کی آیات کی تکذیب، لوگوں کی زندگی میں تاریکیوں کے بس جانے اور ان کے گونگے ہوجانے کا سبب ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا"[4]

---

[1] سورۂ نمل آیت/ ۸۰۔

[2] سورۂ یس آیت/ ۱۰۔

[3] سورۂ انعام آیت/ ۳۹۔

[4] سورۂ لقمان آیت/ ۷۔

"اور جب اس کے سامنے آیاتِ الٰہیہ کی تلاوت کی جاتی ہے تو اکڑ کر منھ پھیر لیتا ہے جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں ہے اور جیسے اس کے کان میں بہرا پن ہے"

ہم اس آیۂ کریمہ میں اللہ کی آیات سے روگردانی ان سے استکبار کے درمیان ایک متبادل تعلق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اسی پہلے سبب کو اعراض وروگردانی کہا جاتا ہے۔

اور دوسرے سبب (گناہ) کے سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے:

"كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ" [۱]

"نہیں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ لگ گیا ہے"

آیۂ کریمہ میں صاف طور پر یہ واضح کردیا گیا ہے کہ جن گناہوں کو انسان کسب کرتا ہے وہ دل کو زنگ آلود کردیتے ہیں جن کی وجہ سے دل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور وہ اللہ سے منقطع ہوجاتا ہے۔

گناہوں سے دلوں کا اُلٹ جانا

انسان جب بار بار گناہ کرتا ہے یہاں تک کہ اس کا دل خدا سے منقطع ہوجاتا ہے اور جب دل خدا سے منقطع ہوجاتا ہے تو وہ برعکس (پلٹ جانا) ہوجاتا ہے گویا اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر ہوجاتا ہے اور اس کے تمام خصوصیات ختم ہوجاتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"كان أبي يقول: ما من شيء افسد للقلب من خطيئته، انّ القلب ليواقع الخطيئة، فلا تزال به حتّىٰ تغلب عليه، فيصير اعلاه اسفله" [۲]

"میرے والد بزرگوار کا فرمایا کرتے تھے: انسان کی خطا وغلطی کے علاوہ کوئی چیز انسان کے دل کو خراب نہیں کرسکتی، بیشک اگر دل خطا کرجائے تو وہ اس پر ہمیشہ کے لئے غالب آجاتی ہے یہاں تک کہ دل کا اوپر والا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر آجاتا ہے"

اور یہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

"اذا اذنب الرجل خرج في قلبه نكتة سوداء، فان تاب انمحت، وان زاد زادت، حتّىٰ تغلب علىٰ قلبه، فلا يفلح بعدها أبداً" [۳]

"جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہوجاتا ہے اگر وہ توبہ کرلیتا ہے تو وہ مٹ جاتا ہے، اور اگر زیادہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بھی بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورے دل پر غالب آجاتا ہے اور پھر کبھی وہ اس (دل) پر کامیابی نہیں پا سکتا

---

[۱] سورۂ مطففین آیت/ ۱۴۔

[۲] بحار الانوار جلد ۷۳ صفحہ/ ۳۱۲۔

[۳] بحار الانوار جلد ۷۳ صفحہ ۳۲۷۔

ہے“

گناہوں کے ذریعہ انسان کے دل سے حلاوت ذکر کا خاتمہ

اللہ کے ذکر کے لئے مومنوں کے دلوں میں حلاوت پائی جاتی ہے، اس حلاوت وشیرینی سے بلند تر کوئی حلاوت نہیں ہے، لیکن جب انسان خداوند عالم سے روگردانی کرلیتا ہے تو وہ حلاوت بھی ختم ہوجاتی ہے اور اس کا حلاوت ذکر کا ذائقہ چکھنے والوں میں شمار نہیں کیا جاتا ہے جیسے بیمار انسان جو اپنی تندرستی کھوبیٹھتا ہے تو اس کی قوت ذائقہ بھی مفقود ہوجاتی ہے نہ یہ کہ کھانے والی چیزوں کا ذائقہ ختم ہوجاتا ہے، بلکہ مریض کی قوت ذائقہ مفقود ہوجاتی ہے اسی طرح جب دل خدا سے پھر جاتے ہیں تو ان سے اللہ کے ذکر کی حلاوت ختم ہوجاتی ہے اور ان کی نظر میں اللہ کے ذکر کی کوئی حلاوت وجاذبیت نہیں رہ جاتی ہے جیسے وہ بیمار جو اپنی سلامتی وصحت وتندرستی سے محروم ہوجاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ لذیذ چیزوں کی لذت کھوبیٹھتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لذیذ چیزوں میں لذت نہیں رہی ہے بلکہ انسان کو ان کی اشتہا وخواہش نہیں رہی ہے اسی طرح جب قلوب اپنا اعتدال کھو بیٹھتے ہیں تو ان کے درمیان سے خداوند عالم کی یاد کی شیرینی کا ذائقہ ختم ہوجاتا ہے اور خداوند عالم کی یاد اور تذکرہ کے لئے ان میں کوئی حلاوت وجذابیت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے:

”اِنَّ اللہَ اَوْحیٰ اِلیٰ دَاودَ اَن اَدنیٰ مَا اَنَا صَانِعٌ بِعبدٍ غَیْرَ عَامِلٍ بِعِلْمِہِ مِنْ سَبْعِیْنَ عَقُوْبَۃً بَاطِنِیَّۃٍ اَنْ اَنْزِعَ مِنْ قَلْبِہِ حَلَاوَۃَ ذِکْرِیْ“۔[1]

”خداوند عالم نے جناب داؤد کو وحی کی کہ اپنے علم پر عمل نہ کرنے والے بندہ کو ستر باطنی سزاؤں میں سے سب سے کم سزا یہ دیتا ہوں کہ میں اس کے دل سے اپنے ذکر کی حلاوت ختم کردیتا ہوں“

ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا:

”یا امیر المؤمنین، إنی قد حرمت الصلاۃ باللیل۔

فقال علیہ السلام: انت رجل قد قیدتك ذنوبك“۔[2]

”اے امیر المومنین ایسا لگتا ہے کہ جیسے نماز شب مجھ پر حرام ہوگئی ہے“

آپ نے فرمایا: تو ایسا شخص ہے کہ تیرے گناہوں نے تجھ کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

”انّ الرجل یذنب الذنب، فیحرم صلاۃ اللیل، وانّ العمل السیّئ أسرع فی صاحبہ من

---

[1] دار السلام مؤلف شیخ نوری جلد ۳ صفحہ ۲۰۰۔

[2] علل الشرائع جلد ۲ صفحہ/۵۱۔

السکین فی اللحم"[1]

"جب انسان گناہوں پر گناہ کئے چلا جاتا ہے تو اس پر نماز شب حرام ہوجاتی ہے اور برا عمل انسان کے اندر گوشت میں چھری سے کہیں زیادہ تیز اثر کرتا ہے"

دعاؤں کوروک دینے والے گناہ

براہ راست گناہوں کے انجام دینے سے انسان کا دل اللہ سے منقطع ہوجاتا ہے اور جب انسان کا دل اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے تو نہ اس میں کسی چیز کو اخذ کرنے کی صلاحیت باقی رہ جاتی ہے اور نہ ہی اس کو کوئی چیز عطا کی جاتی ہے

جب انسان اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کا استقبال کرتا ہے تو (دعا) انسان کو اللہ تک پہنچاتی ہے، اور جب انسان اللہ کے نازل کئے جانے والے قرآن سے منقطع ہوجاتا ہے تو وہ ضروری طور پر قرآن صاعد سے بھی منقطع ہوجاتا ہے۔ اس کی دعا محبوس (قید) ہوجاتی ہے اور وہ اس پر کامیاب نہیں ہو پاتا یہاں تک کہ اگر وہ خدا کی بارگاہ میں بہت زیادہ گڑگڑائے یا پافشاری کرے، اصرار کرے تب بھی خدا اس کی دعا کو اوپر پہنچنے سے روک دیتا ہے اور اس کی دعا مستجاب نہیں ہوتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

"المعصية تمنع الاجابة"

"گناہ دعا کے مستجاب ہونے میں مانع ہوتے ہیں"

ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس قول "ادعونی استجب لکم" کے سلسلہ میں سوال کیا:

"مالنا ندعو فلا يُستجاب لنا؟ قال: فأي دعاء يُستجاب لكم، وقد سددتم ابوابه وطرقه، فاتقواالله و اصلحوا اعمالكم، و اخلصوا سرائركم، وأمروا بالمعروف، وانهواعن المنكر، فيستجيب الله معكم"[2]

"کیا وجہ ہے کہ ہم خداوند عالم سے دعا کرتے ہیں لیکن ہماری دعا مستجاب نہیں ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری دعا کیسے مستجاب ہو جب تم نے اس کے دروازوں اور راستوں کو بند کردیا ہے پس تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، نیک اعمال انجام دو، اپنے اسرار کو پاکیزہ کرو، امر بالمعروف کرو، نہی عن المنکر انجام دو تو خدا تمہاری دعا قبول کرے گا"

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے:

"والذنوب التي تردّ الدعاء، وتُظلم الهواء عقوق الوالدين"[3]

---

[1] اصول کافی ۲ صفحہ/ ۲۷۲۔

[2] بحار الانور جلد ۹۳ /صفحہ ۳۷۶۔

[3] معانی الاخبار صفحہ/ ۲۷۰۔

"جو گناہ دعاؤں کورد کردیتے ہیں اور فضا کوتاریک کردیتے ہیں ان سے مرادوالدین سے سرکشی کرنا ہے"

دوسری روایت میں آیا ہے:

"والذنوب التی تردّالدعاء:سوء النیة وخبث السریرة، والنفاق، وترك التصدیق بالاجابة، وتاخیرالصلوات المفروضات حتّیٰ تذهب اوقاتها، وترك التقرب الیٰ الله عزّ وجلّ بالبرّ والصدقة، واستعمال البذاء والفحش فی القول".[1]

"دعاؤں کو مستجاب ہونے سے روک دینے والے گناہ یہ ہیں: بُری نیت، خُبث باطنی، نفاق واجب صدقہ نہ دینا، واجب نمازوں کے ادا کرنے میں اتنی تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت ہی ختم ہوجائے، نیکی اور صدقہ دینے کے ذریعہ اللہ سے قربت حاصل کرنے کو چھوڑ دینا اور گفتگو میں گالیاں دینا"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ العبد یسأل الله الحاجة، فیکون من شأنه قضاؤها الیٰ اجل قریب، فی ذنب العبد ذنباً، فیقول الله تبارك وتعالیٰ للملك:لاتقض حاجته، واحرمه ایاها، فإنهّ تعرض لسخطی واستوجب الحرمان منی".[2]

"جب بندہ خداوند عالم سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے تو خدا کی شان دعا کو پورا کر دینا ہے مگر بندہ گناہ کرلیتا ہے جسکی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوتی، خداوند عالم فرشتہ سے کہتا ہے: اس کی حاجت روانہ کرنا، اس کو اس کی حاجت سے محروم رکھنا، وہ مجھکو ناخشنود کرتا ہے جسکی وجہ سے وہ مجھ سے محروم ہوا ہے"

قبولیت اعمال کے موانع

اسلامی روایات میں (اعمال کے بلند ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والے موانع) اور (اللہ کی بارگاہ میں اعمال پہنچانے کے اسباب) کا تذکرہ موجود ہے:

ان دونوں چیزوں کا انسان کے عمل سے براہ راست تعلق ہے مگر یہ کہ (موانع) اعمال کے اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں، اور (اسباب) اعمال کو اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے میں مددگار ہوتے ہیں:

ہم ذیل میں (موانع) کے متعلق اسلامی روایات میں وارد ہونے والے ایک نمونہ کا تذکرہ کریں گے اور اسباب کے سلسلہ میں بھی ایک ہی نمونہ کا تذکرہ کریں گے اور اس مسئلہ کی اسلامی ثقافت وتربیت میں زیادہ اہمیت ہونے کی غرض سے اسکی تفصیل وتشریح

---

[1] معانی الاخبار صفحہ/۲۷۱۔

[2] اصول کافی جلد ۳ صفحہ ۳۷۳۔

ایک مناسب موقع کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

صعودِ اعمال کے موانع (اسباب)

شیخ ابو جعفر محمد بن احمد بن علی قمی ساکن ری نے اپنی کتاب "المنبئ عن زھد النبی" عبد الواحد سے اور انھوں نے معاذ بن جبل سے نقل کیا ہے: ان کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا: میرے لئے ایک ایسی حدیث بیان فرما دیجئے جس کو آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو اور حفظ کیا ہو انھوں نے کہا ٹھیک ہے پھر معاذ نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تو اس وقت مجھ سے یہ حدیث نقل فرمائی جب میں ان کے پاس کھڑا ہوا تھا:

"بینا نسیر اذ رفع بصرہ الی السماء فقال: الحمد للہ الذی یقضی فی خلقہ ما أحبّ، ثم قال: یا معاذ، قلت: لبیك یا رسول اللہ وسید المؤمنین قال: یا معاذ، قلت، لبیك یا رسول اللہ امام الخیر ونبی الرحمة فقال: احدثك شیئاً ما حدّث بہ نبی امتہ ان حفظتہ نفعك عیشك، وان سمعتہ ولم تحفظہ انقطعت حجتك عند اللہ، ثم قال: انّ اللہ خلق سبع أملاك قبل ان یخلق السماوات فجعل فی کل سماء ملکاً قد جللھا بعظمتہ، وجعل علیٰ کل باب من ابواب السماوات ملکاً بواباً، فتکتب الحفظة عمل العبد من حین یصبح الی حین یمسی، ثم ترتفع الحفظة بعملہ ولہ نور کنور الشمس حتّی اذا بلغ سماء الدنیا فتزکیہ وتکثرہ فیقول الملك: قفوا واضربوا بھذا العمل وجہ صاحبہ، انا ملك الغیبة، فمن اغتاب لا ادع عملہ یجاوزنی الیٰ غیری، امرنی بذالك ربی۔

قال: ثم تجیٔ الحفظة من الغد ومعھم عمل صالح، فتمّر بہ فتزکیہ وتکثرہ حتّی تبلغ السماء الثانیة، فیقول الملك الذی فی السماء الثانیة: قفوا واضربوا ھذا العمل وجہ صاحبہ انّما اراد بھذا عرض الدنیا، انا صاحب الدنیا، لا ادع عملہ یتجاوزنی الیٰ غیری۔

قال: ثم تصعد الحفظة بعمل العبد مبتھجا بصدقة وصلاة فتعجب بہ الحفظة، وتجاوز بہ الیٰ السماء الثالثة، فیقول الملك: قفوا واضربوا ھذا العمل وجہ صاحبہ وظھرہ، أنا ملك صاحب الکبر، فیقول: انہ عمل وتکبّر علی الناس فی مجالسھم؛ امرنی ربی أن لا أدع عملہ یتجاوزنی الیٰ غیری۔

قال: وتصعد الحفظة بعمل العبد یزھر کالکوکب الدری فی السماء، لہ دوی بالتسبیح والصوم والحج، فتمّر بہ الی السماء الرابعة فیقول لہ الملك: قفوا واضربوا بھذا العمل وجہ صاحبہ وبطنہ، انا ملك العُجب، انہ کان یعجب بنفسہ انہ عمل وادخل نفسہ العُجب، امرنی ربّی ان لا ادع عملہ یتجاوزنی الی غیری۔

قال وتصعد الحفظة بعمل العبد کالعروس المزفوفة الی اھلھا، فتمرّ بہ الی ملك السماء

الخامسة بالجهاد والصلاة (والصدقة)مابين الصلاتين، ولذلك العمل رنين كرنين الابل وعليه ضوء كضوء الشمس، فيقول الملك:قفوا انا ملك الحسد، واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه، واحملوه علیٰ عاتقه، انه كان يحسد مَنْ يتعلم اويعمل لله بطاعته، واذا رایٰ لاحد فضلافی العمل والعبادة حسده ووقع فيه، فيحمله علیٰ عاتقه ويلعنه عمله۔

قال:وتصعد الحفظة بعمل العبد من صلاة وزكاة وحج وعمرة، فيتجاوزون به الى السماء السادسة، فيقول الملك:قفوا اناصاحب الرحمة واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه، واطمسوا عينيه لانّ صاحبه لم يرحم شيئاً اذا اصاب عبداً من عباد الله ذنب للاخرة اوضرّ فی الدنيا شمت به، امرنی به ربی ان لاادع عمله يجاوزنی۔

قال وتصعد الحفظة بعمل العبد بفقه واجتهاد وورع وله صوت كالرعد، وضوء كضوء البرق، ومعه ثلاثة آلاف ملك، فتمرّبه الى ملك السماء السابعة، فيقول الملك:قفوا واضربوا بهذا العمل وجه صاحبه انا ملك الحجاب احجب كل عمل ليس لله، انّه اراد رفعة عند القُوّاد، وذكراً فی المجالس وصيتاً فی المدائن، امرنی ربی ان لاادع عمله يتجاوزنی الی غيری مالم يكن الله خالصاً۔

قال:وتصعد الحفظة بعمل العبد مبتهجاً به من صلاة وزكاة وصيام وحج وعُمرة وحسن الخلق وصمت وذكر كثير، تشيعه ملائكة السماوات والملائكة السبعة بجماعتهم، فيطئأون الحجب كلّها حتیٰ يقوموا بين يديه سبحانه، فيشهدوا له بعمل ودعاء فيقول:انتم حفظة عمل عبدی، وانا رقيب علیٰ مافی نفسه انه لم يردنی بهذا العمل۔ وعليه لعنتی فيقول الملائكة:عليه لعنتك ولعنتنا قال :ثم بكیٰ معاذقال:قلت:يارسول الله، ماا عمل واخلص فيه ؟قال:اقتد بنبيك يامعاذفی اليقين قال:قلت انت رسول الله وانامعاذ قال:وان كان فی عملك تقصير يامعاذ فاقطع لسانك عن اخوانك وعن حملة القرآن، ولتكن ذنوبك عليك لا تحملهاعلیٰ اخوانك، ولاتزك نفسك بتذميم اخوانك، ولاترفع نفسك بوضع اخوانك، ولاتراء بعملك، ولاتدخل من الدنيافی الآخرة، ولا تفحش فی مجلسك لكی يحذروك لسوء خلقك ولاتناج مع رجل وانت مع آخر، ولا تعظم علی الناس فتنقطع عنك خيرات الدنيا، ولاتمزق الناس فتمزقك كلاب اهل النار، قال الله تعالیٰ:"وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطاً"[1]افتدری ماالناشطات ؟انها كلاب اهل النار تنشط اللحم واعظم قلت:ومن يطيق هذه الخصال ؟قال:يامعاذ، انه يسير علیٰ من يسّره الله تعالیٰ عليه

[1] سورۂ نازعات آیت/ ۲۔

قال:ومارایت معاذاً یکثرتلاوۃ القرآن کما یکثر تلاوۃ ھذاالحدیث[1]۔

”انھوں نے فرمایا: ہم راستہ چلے جارہے تھے توانھوں نے اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے فرمایا: تمام تعریفیں اس خدائے وحدہ لاشریک کے لئے ہیں وہ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرتا ہے۔ پھرانھوں نے کہا: اے معاذ۔

میں نے کہا: لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے سردار۔ فرمایا: اے معاذ میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ خیر کے امام اور نبی رحمت، انھوں نے کہا میں تم سے ایک حدیث نقل کررہا ہوں جیسی کسی نبی نے اپنی امت سے نقل نے کی ہو اگر تم اس کو حفظ کروگے تو زندگی میں مستفید ہوگے اگر سن کرحفظ نہیں کروگے تو تم پر خداوند عالم کی حجت تمام ہوجائے گی۔ پھرانھوں نے کہا کہ خداوند عالم نے آسمانوں کی خلقت سے پہلے سات فرشتے خلق کئے تو ہراس آسمان میں ایک فرشتہ معین کیا جس کو اپنی عظمت کے ذریعہ مکرم فرمایا آسمانوں کے ہر دروازے پرایک نگہبان فرشتہ معین فرمایا تو وہ انسان کے اعمال نامہ میں اس بندہ کا صبح سے شام تک کا عمل لکھتے ہیں پھر یہ لکھنے والے فرشتے اس کے اعمال نامہ کو لے کراوپر جاتے ہیں اس کی روشنی دھوپ کے مانند ہوتی ہے یہاں تک کہ جب وہ آسمان دنیا پر پہنچتا ہے تو فرشتے اس کے عمل کو پاک وصاف وشفاف اور زیادہ کردیتے ہیں تو فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرواوراس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر ماردو میں غیبت کا فرشتہ ہوں جو غیبت کرتا ہے میں اس کے عمل کو اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہیں پہنچنے دوں گا میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگلے دن یہ نامۂ اعمال، عمل صالح کے ساتھ تزکیہ اور زیادہ ہونے کی صورت میں دوسرے آسمان تک پہنچتا ہے، تو دوسرے آسمان والا نگہبان فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرو

اوراس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر ماردو چونکہ اس نے اس عمل کے ذریعہ اپنے کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور میں صاحب دنیا ہوں لہٰذا میں اس عمل کو اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہیں جانے دونگا۔

فرمایا: پھروہ لکھنے والے اس نامۂ اعمال کو صدقہ اور نماز سے پُر، خوشی خوشی اوپر لیجاتے ہیں اور وہ تیسرے آسمان سے عبور کر جاتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: ٹھہرواوراس عمل کو صاحب عمل کے منھ اور پیٹھ پر ماردو میں صاحب کبر کا فرشتہ ہوں وہ کہے گا: اس نے اس عمل کے ذریعہ لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھ کر تکبر کیا میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس عمل کو اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہ پہنچنے دوں۔

---

[1] ہم نے یہ طویل حدیث کتاب عدۃ الداعی کے صفحہ ۲۲۸۔ ۲۳۰ سے نقل کی ہے، اوراس کتاب میں اس حدیث کے حاشیہ میں تحریر ہے کہ: سلیمان بن خالد سے مروی ہے کہ میں نے اباعبداللہ علیہ السلام سے خداوند عالم کے اس قول: ''وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاہُ ھَبَاءً مَنْثُوراً'' سورۂ فرقان آیت/ ۲۳ ”پھر ہم انکے اعمال کی طرف توجہ کریں گے اور سب کو اڑتے ہوئے خاک کے ذروں کے مانند بنادیں گے“ کے سلسلہ میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر انکے اعمال قباطی سے بھی زیادہ سفید (بہت زیادہ نورانی) رہے ہوں گے لیکن جب ان کے سامنے کسی حرام چیز کو پیش کیا جاتا تھا تو اسکو ترک نہیں کرتے تھے“ مرآۃ العقول میں آیا ہے: مذکورہ مطلب میں اس بات کی دلالت ہے کہ کھلم کھلا گناہ کرنے سے نیکیاں ختم ہوجاتی ہیں اوراحباط کا مطلب یہ ہے کہ اچھائیوں پر ثواب نہ ملنا اسکے بالمقابل تکفیر ہے یعنی کسی برائی پر عذاب نہ ملنا۔

فرمایا: یہ نامہٗ اعمال بندہ کے اس عمل کی وجہ سے جس میں تسبیح، روزہ اور حج ہوگا ان کے ذریعہ آسمان میں کوکب دری کی طرح روشن ہوکر چوتھے آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ اس سے کہے گا: اس عمل کو صاحب عمل کے منھ اور پیٹ پر ماردو، میں عُجب کا فرشتہ ہوں وہ اپنے نفس میں اس عمل کے ذریعہ عجب کرتا تھا اور اس کے نفس میں عُجب داخل ہوگیا ہے؛ میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ یہ عمل میرے علاوہ کسی اور تک نہ پہنچنے پائے۔

فرمایا: یہ نامہٗ اعمال بندہ کے عمل کے ذریعہ اپنے شوہر کے گھر کی طرف جانے والی دُلہن کے مانند جہاد، نماز اور دونمازوں کے درمیان دئے جانے والے صدقہ سے پانچویں آسمان سے گذرجائیگا یہ اونٹ کی طرح آواز بلند کررہا ہوگا اور آفتاب کی طرح روشن ہوگا، پس فرشتہ کہے گا: ٹھہرو میں حسد کا فرشتہ ہوں اور اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر ماردو اور اس کے کاندھوں پر رکھدو؛ یہ طالب علم اور اللہ کی اطاعت کرنے والے سے حسد کرتا تھا اور جب بھی یہ عمل اور عبادت میں کسی اور کو اپنے سے برتر دیکھتا تھا تو اس سے حسد کرتا تھا لہٰذا اس عمل کو اسی کے کاندھوں پر رکھدو اور اس کا عمل اس پر لعنت کریگا۔

فرمایا: وہ نامہٗ اعمال نماز، زکات، حج اور عمرہ کے ذریعہ چھٹے آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ کہے گا: ٹھہرو میں صاحب رحمت ہوں اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر ماردو اور اس کی آنکھوں کو بے نور کردو چونکہ اس شخص نے ذرہ برابر رحم نہیں کیا جب اللہ کا کوئی بندہ اُخروی گناہ یا دنیوی مصیبت میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اس کی شماتت کی جاتی ہے۔

فرمایا: یہ نامہٗ اعمال بندہ کے فقہ، اجتہاد اور ورع و پرہیزگاری کے ذریعہ جو بجلی کی طرح کڑک رہا ہوگا، برق کی طرح اس کی روشنی ہوگی اور اس کے تین ہزار فرشتے ہوں گے یہ ساتویں آسمان سے گذر جائیگا تو فرشتہ کہے گا: ٹھہرو اس عمل کو صاحب عمل کے منھ پر ماردو میں حجاب کا فرشتہ ہوں اس نے جو عمل اللہ کیلئے نہیں تھا اس کو چھپایا؛ اس نے رہنماؤں کی نظر میں بلند مرتبہ، نشستوں میں اپنے تذکرہ اور شہروں میں اپنی شہرت کی تمنّا کی تھی، میرے پروردگار نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ جو عمل خالص اللہ کے لئے نہ ہو اس کو میں اپنے علاوہ کسی دوسرے تک نہ جانے دوں۔

فرمایا: یہ نامہٗ اعمال بندہ کے عمل کے ذریعہ خوشی خوشی جس میں نماز، زکات، روزے، حج، عمرہ، حُسن خلق، صمت و وقار اور ذکر کثیر ہوگا آگے بڑھے گا جس کے ساتھ آسمان و زمین کے ملائکہ ہوں گے جو تمام پردوں کو روندھ دیتے ہیں یہاں تک کہ پروردگار عالم کے سامنے جا کھڑے ہوں گے اور وہ سب اس بندہ کے اس عمل اور دعا کی گواہی دیں گے پس پروردگار آواز دے گا: تم نے میرے بندہ کا یہ نامہٗ اعمال لکھا ہے اور میں بذات خود اس کا دیکھنے والا ہوں۔ اس عمل کو میرے پاس نہ لاؤ اس پر میری لعنت ہے۔ تو ملائکہ کہیں گے: اس پر تیری اور ہم سب کی لعنت ہے۔

فرمایا: پھر معاذ گریہ کرنے لگے۔

معاذ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: میں کیسے خالص عمل انجام دوں؟

فرمایا: اے معاذ تم یقین میں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کرو۔

معاذ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رسول خدا ہیں اور میں معاذ ہوں ۔

فرمایا: اگر تمہارے عمل میں کوئی کوتاہی ہے تو تم اپنے برادران کی غیبت کرنے سے پرہیز کرو قرآن کے حاملین کے سلسلہ میں اپنی زبان بند رکھو تمہارے گناہوں کا بوجھ تمہارے بھائیوں پر نہیں پڑنا چاہئے، اپنے بھائیوں کی برائی کر کے خود کو بہتر مت سمجھو، اپنے بھائیوں کی توہین کر کے خود کو بلند مرتبہ مت سمجھو، ریا کاری نہ کرو، دنیا کے ذریعہ آخرت میں داخل نہ ہو اگر تم کسی سے سرگوشی کر رہے ہو تو دوسرے شخص کے ساتھ اسی حال میں سرگوشی مت کرو، لوگوں پر بوجھ مت بنو کہ تم سے دنیا کی بھلائیاں روگردانی کر جائیں، لوگوں میں تفرقہ نہ پیدا کرو ورنہ جہنم کے کتے تم کو پاش پاش کر ڈالیں گے خداوند عالم کا فرمان ہے: ''وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطاً'' ''اور آسانی سے کھول دینے والے ہیں'' کیا تم جانتے ہو کہ ناشطات کیا ہے؟ یہ جہنم کے کتے ہیں جو گوشت اور ہڈیوں کو کھا جاتے ہیں۔

معاذ نے عرض کیا: ان خصلتوں کی کس میں طاقت ہے؟

فرمایا: اے معاذ یہ اس شخص کیلئے بہت آسان ہیں جن کیلئے خداوند عالم ان کو آسان کر دیا ہے

فرمایا: میں نے معاذ کو اتنی زیادہ قرآن کی تلاوت کرتے نہیں دیکھا جتنی وہ اس حدیث کی تلاوت کرتے تھے"

اعمال کو اللہ تک پہنچانے والے اسباب

موانع کے بالمقابل کچھ ایسے اسباب ہیں کہ جب اعمال اللہ کی بارگاہ تک پہنچنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو وہ اسباب جو انسان کے اعمال کو اللہ کی بارگاہ تک پہنچاتے ہیں اور یہ اسباب، موانع کے بالمقابل ہیں: ان اسباب کا روایت نبوی میں تذکرہ موجود ہے جن کو ہم علامہ مجلسی کی نقل روایت کے مطابق جس کو انھوں نے امالی شیخ صدوق سے بحار الانوار میں نقل کیا ہے بیان کرتے ہیں:

شیخ صدوق نے ((امالی)) میں سعید بن مسیب سے انھوں نے عبد الرحمن بن سمرہ سے نقل کیا ہے: (ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا:

فقال: انی رایت البارحة عجائب، قال: فقلنا: یارسول الله، ومار آیت ؟ حدّثنا به فداك انفسنا واهلونا واولادنا ؟ فقال: رآیت رجلاً من اُمتی وقد آتاه ملك الموت لیقبض روحه، فجاء ه برّه بوالدیه فمنعه منه۔

ورآیت رجلاً من اُمتی قد بسط علیه عذاب القبر، فجاءَه وضوؤه فمنعه منه۔

ورآیت رجلاً من اُمتی قد احتوشته الشیاطین، فجاءَه ذکرُ الله عزّ وجلّ فنجّاه من بینهم۔

ورأیت رجلاً من اُمتی والنبیّون حلقاً حلقاً کلما اتیٰ حلقة طردوه، فجاءَ ه اغتساله من الجنابة فاخذ بیده فأجلسه الی جنبهم۔

ورأیت رجلاً من اُمتی بین یدیه ظلمة ومن خلفه ظلمة وعن یمینه ظلمة وعن شماله ظلمة

ومن تحته ظلمة مستنقعاً فى الظلمة، فجاءه حجه وعمرته فأخرجاه من الظلمة وادخلاه النور۔

ورأ يت رجلاً من اُمتى يُكلّم المُؤمنين فلايُكلمونه، فجاءَ ه صلته للرحم فقال: يامعشر المؤمنين، كلّموه فانّه كان واصلاً لرحمه، فكلمه المؤمنون وصافحوه وكان معهم۔

ورأيت رجلاً من اُمتى تقى وجهه النيران و شررها بيده ووجهه، فجاءته صدقته فكانت ظلّاً على راسه وستراً على وجهه۔

ورأ يت رجلاً من اُمتى قد اخذته الزبانية من كل مكان فجاءه امره بالمعروف ونهيه عن المنكر فخلّصاه من بينهم وجعلاه مع ملائكة الرحمة۔

ورأيت رجلاً من اُمتى جاثياً على ركبتيه بينه وبين رحمة الله حجاب فجاءه حسن خلقه فأخذ بيده فأدخله فى رحمة الله۔

ورأ يت رجلاً من اُمتى قد هوت صحيفته قبل شماله فجاءه خوفه من الله عزّ وجلّ فأخذ صحيفته فجعلها فى يمينه۔

ورأيت رجلاً من اُمتى قد خفت موازينه، فجاءه افراطه فثقلوا موازينه۔

ورأ يت رجلاً من اُمتى قائماً على شفير جهنم، فجاءَ ه رجاءَ ه فى الله عزّو جلّ فاستنقذه بذالك۔

ورأ يت رجلاً من اُمتى قد هوىٰ فى النار فجاءَته دموعه التى بكىٰ من خشية الله فاستخرجته من ذلك۔

ورأ يت رجلاً من اُمتى على الصراط يرتعد كما ترتعد السعفة فى يوم ريح عاصف فجاءَه حسن ظنه بالله فسكن رعدته ومضىٰ على الصراط۔

ورايت رجلاً من اُمتى على الصراط يزحف احياناًو يحبو احياناًو يتعلق احياناًفجاءَته صلاته عليه فأقامته على قدميه ومضىٰ على الصراط۔

ورأ يت رجلاً من اُمتى انتهىٰ الىٰ ابواب الجنة كلما انتهىٰ الىٰ باب اُغلق دونه، فجاءته شهادة ان لا اله الّا الله صادقاً بها، ففتحت له الابواب و دخل الجنة۔" [1]

"میں نے متعدد عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ نے کن کن عجائبات کا مشاہدہ فرمایا؟ میری جان آپ پر فدا ہو ذرا ان عجائبات کی ہمارے اور ہماری اولاد کے لئے تفسیر تو فرما دیجیے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنی امت میں سے

[1] بحارالانوار جلد ۷ صفحہ/ ۲۹۰۔۲۹۱۔

ایک شخص کو دیکھا کہ ملک الموت اس کی روح قبض کرنے کے لئے آیا ہے تو وہ فرشتہ اس (شخص) کی اپنے والدین کے ساتھ نیکیوں کی وجہ سے اس کی روح قبض نہ کرسکا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کو شیاطین نے ڈرا رکھا تھا تو اللہ عزوجل کے تذکرہ نے اس کو ان شیاطین سے نجات دلائی۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے پیاسے شخص کو دیکھا کہ جب بھی وہ پانی کے حوض پر پانی پینے کی غرض سے پہنچتا تھا تو اس کو پانی پینے نہیں دیا جاتا تھا تو ماہ رمضان کے روزوں نے آکر اس کو سیراب کیا گیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام حلقہ، حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں تو جب بھی یہ شخص حلقہ کے پاس پہنچتا تھا تو اس کو نزدیک آنے سے منع کردیا جاتا تھا، لیکن جب وہ غسل جنابت کرکے آیا تو انھوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بیٹھایا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جسکے آگے پیچھے، دائیں، بائیں اور اس کے نیچے کی طرف تاریکی ہی تاریکی تھی اور وہ اس تاریکی کے سبب جانکنی کے عالم میں تھا تو اس کے انجام دئے ہوئے حج وعمرہ نے آکر اس کی جان بچائی اور تاریکی سے نکال کر روشنی میں داخل کیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا کہ مومنین سے کلام کرتا ہے لیکن مومنین اس سے بات نہیں کرتے ہیں۔ تو اس شخص کے صلۂ رحم نے کہا اے مومنو اس سے کلام کرو کیونکہ اس نے صلۂ رحم انجام دیا ہے تو مومنوں نے اس سے کلام کیا، مصافحہ کیا گویا کہ وہ ان کے ساتھ تھا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ اور چہرہ آگ کی سوزش سے جل رہے تھے تو اس کے دئے ہوئے صدقہ نے اس کے سر پر آکر سایہ کیا اور اس کے چہرے کو چھپالیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو دیکھا جس کی ہر جگہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے تو اس کے کئے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نے اس کو ان شعلوں سے نجات دلائی اور اس کے لئے رحمت کے فرشتہ مقرر فرمائے۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو گھٹنیوں کے بھل چل رہا تھا اور اس کے اور اللہ کی رحمت کے درمیان پردے حائل ہوگئے تھے تو اس کے حسن خلق نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کی رحمت میں داخل کیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں تھا تو اللہ کے خوف نے اس کا وہ نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ سے لے کر اس کے دائیں ہاتھ میں دیدیا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کے اعمال کا پلڑا بہت ہلکا تھا تو اس کے دوسروں کو سیراب کرنے نے اس کو وزنی بنایا۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کوجہنم کے پاس کھڑے دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے امید نے اس کوجہنم سے نجات دلائی۔

میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو جہنم کی آگ میں جلتے دیکھا تو اس کے وہ آنسو جو اللہ کے خوف کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے جاری ہوئے تھے انھوں نے اس کو جہنم کی آگ سے نکالا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو صراط پر دیکھا جو سخت آندھیوں میں خرمہ کے درخت کی شاخ کی طرح ہل رہا تھا تو اس کے اللہ سے حسن ظن نے اس کو ہلنے سے روکا اور وہ صراط سے گذر گیا۔

میں نے اپنی امت میں سے پل صراط پر ایک ایسے شخص کو دیکھا جو آگے بڑھنے کے لئے اپنے چاروں ہاتھ پیر مار رہا تھا اور کبھی اپنے کو کھینچے جارہا تھا اور کبھی اس پر لٹک رہا تھا تو اس کی نماز نے آکر اس کے قدموں پر کھڑا کیا اور پل صراط سے گذارا۔

میں نے اپنی امت کے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس پر جنت کے تمام دروازے بند ہو گئے تھے تو اس کی ''اشهد ان لا اله الا اللہ'' کی گواہی نے اس کی تصدیق کی تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھل گئے اور وہ جنت میں چلا گیا۔

جن چیزوں کو اللہ سے دعا کرتے وقت انجام دینا چاہئے

اب ہم ان (وسائل) اسباب کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہیں جن کو دعا کرتے وقت انجام دنیا چاہئے۔

پروردگار عالم کا فرمان ہے کہ ہم اس سے وسیلہ کے ذریعہ دعا کریں:

ارشاد خداوند عالم ہے:

''أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ''[1]

''یہ جن کو خدا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کے لئے وسیلہ تلاش کر رہے ہیں''

''يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ''[2]

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو''

خداوند عالم نے یہ وسائل ان بندوں کے لئے قرار دئے ہیں جن کے اعمال اور دعائیں اللہ کی رحمت تک پہنچنے سے عاجز ہیں اور وہ (خدا) ارحم الراحمین ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

''اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ''[3]

''پاکیزہ کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور عمل صالح انھیں بلند کرتا ہے''

---

[1] سورۂ اسرا آیت/ ۵۷۔

[2] سورۂ مائدہ آیت/ ۳۵۔

[3] سورہ فاطر آیت ۱۰۔

بیشک انسانی حیات میں کلمۂ طیب اور عمل صالح ہے۔

''کلم الطیّب'' سے مراد انسان کا اللہ پر ایمان رکھنا، اخلاص، اُس (خدا) پر اعتماد رکھنا، اس سے امید رکھنا، اس سے دعا کرنا اور اس کی بارگاہ میں گڑگڑانا اور گریہ وزاری کرنا ہے۔

عمل صالح سے مراد وہ عمل ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی انسانیت قائم ہوتی ہے اور وہ ایمان، اخلاص، اعتماد اور امید ہے۔

اور ''کلم الطیب''''خوشگوار گفتگو'' قرآن کی تصریح کی رو سے خداوند عالم کی جانب چلی جاتی ہے لیکن قرآن ہی کی صراحت کی بنا پر اس خوشگوار گفتگو کو خداوند عالم کی جانب نیک عمل ہی لے جاتا ہے۔

اگر عمل صالح نہ ہو تو ''کلم الطیب'' اللہ تک نہیں پہنچ سکتا، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ (عمل صالح) عاجز اور کمزور ہوتا ہے اور اس میں ''کلم الطیب'' کو اللہ تک پہنچانے کی طاقت وقدرت نہیں ہوتی لہٰذا ایسی صورت میں نہ تو انسان کی دعا اللہ تک پہنچتی ہے اور نہ ہی اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔

اللہ نے انسان کی زندگی میں اس کے ہاتھوں میں کچھ ایسے وسائل دیدئے ہیں جن کے ذریعہ وہ خداوند عالم تک پہنچ سکتا ہے اگر یہ وسائل واسباب نہ ہوں تو انسان کے لئے اس کی دعا اور فریاد کے اللہ تک پہنچنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔

یہی وہ وسائل واسباب ہیں جن کی طرف قرآن کریم نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ ان ہی وسائل میں سے رسول اللہ کا اپنی امت کے لئے دعا اور استغفار کرنا ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُ وْكَ فَاسْتَغْفِرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيْماً''[1]

''اور کاش جب ان لوگوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا تو آپ کے پاس آتے اور خود بھی اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے حق میں استغفار کرتے تو خدا کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے''

قرآن کریم کی یہ آیت صاف طور پر یہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مومنین کے لئے استغفار کرنا ان وسائل میں سے ہے جن میں پروردگار عالم اپنے بندوں کو اس چیز کی رغبت دلاتا ہے جو دعا اور استغفار میں ان کے لئے وسیلہ قرار پائے۔

جو کچھ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ان کی حیات طیبہ میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مومنین کے لئے خدا سے استغفار کیا ہے وہ وفات کے بعد استغفار نہیں کر سکتے نہیں ایسا کچھ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وفات کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں۔

---

[1] سورۂ نساء آیت/ ۶۴۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کرنا

اسلامی روایات میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام سے توسل کے لئے بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

داؤ وبرقی سے مروی ھے: "إِنّي كنت اسمع اباعبد الله اكثر مايلحّ في الدعاء على الله بحقّ الخمسة، يعني رسول الله، و امير المؤمنين، وفاطمة، والحسن، والحسين" [۱]

"میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام کو دعا میں اکثر پنجتن پاک کے وسیلہ سے دعا کرتے دیکھا ہے یعنی رسول اللہ، امیر المومنین، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام"

سماعہ سے مروی ہے: مجھ سے ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا: اے سماعہ جب تمھیں خداوند عالم سے کوئی سوال درپیش ہوتو اس طرح کہو:

"اللهم انّي اسالك بحقّ محمّد وعلي فانّ لهما عندك شأناً من الشأن وقدراً من القدر، وبحقّ ذلك القدر ان تُصلّيَ على محمّد وآل محمّد وان تفعل بي كذا و كذا" [۲]

"پروردگارا میں تجھ کو محمد اور علی کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں جن کا تیرے نزدیک بلند وبالا مقام ہے اور اسی عظمت کے پیش نظر تو محمد وآل محمد پر درود بھیج اور میرے لئے ایسا ایسا انجام دے"

دعائے کمیل کے ذریعہ اللہ تک رسائی کے وسائل

ہم دعائے کمیل میں ان وسائل کا مشاہدہ کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے امیر المومنین دعا میں خداوند عالم سے متوسل ہوئے ہیں۔

یہ وسائل دعا کے دوسرے حصہ میں بیان ہوئے ہیں جن کو امیر المومنین علیہ السلام نے خداوند عالم سے دعا اور حاجتوں کو پیش کرنے سے پہلے مدنظر رکھا ہے۔ اس دعائے شریف میں بیان فرمایا ہے ان کو بیان کرنے سے پہلے ہم اس دعائے کمیل کا مختصر سا خاکہ بیان کرتے ہیں، اور جن بلند افکار پر یہ دعا مشتمل ہے ان کو بیان کریں گے نیز اس کی بھی وضاحت کریں گے کہ آپ نے اس دعا میں ان بلند افکار کے مابین کن طریقوں سے استفادہ فرمایا ہے۔

کیونکہ ائمہ سے منقول مشہور ادعیہ کی ہر عبارت کے معین افکار اور منظم اسلوب نیز دعا کے آغاز اور اختتام کی مخصوص روش ہے۔

معروف ادعیہ میں سے ہر دعا کی ایک مخصوص شکل ہے ان کیفیات کے مطالعہ سے ہمیں یہ استفادہ ہوتا ہے کہ دعا کی روش نیز

---

[۱] وسائل الشیعہ جلد ۴/ ۱۱۳۹، حدیث/ ۸۸۴۴۔

[۲] عدۃ الداعی صفحہ/ ۳۸۔

خداوند عالم سے مناجات کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

ہر دعا کے لئے بلند وبالا اور بنیادی فکر ہے، افکار کا مجموعہ اسی فکر سے پرورش پاتا ہے، یہ بنیادی مطلب ہے اور دوسرے مطالب کا مجموعہ اسی اساسی مطلب سے پرورش پاتا ہے، سوال کرنے کا طریقہ اور سوال کرنے اور ختم کرنے کے اسلوب وطریقوں کو بتاتا ہے۔

اگر علما نے اس مسئلہ کو بطور کافی ووافی بیان کیا ہوتا تو اس سے مفید نتائج کا اخراج کرتے۔

اب ہم دعائے کمیل کے سلسلہ میں اس کے بنیادی افکار اور کیفیت کے متعلق بیان کرتے ہیں:

دعا کمیل کی عام تقسیم

دعائے کمیل مومنین کے درمیان بڑی مشہور ومعروف ہے جس کو مومنین ہر شب جمعہ کو پڑھا کرتے ہیں، اور اس کو کبھی تنہا اور کبھی ایک ساتھ مل کر بھی پڑھا کرتے ہیں۔

یہ دعا حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منسوب ہے جو آپ نے کمیل بن زیاد نخعی کو تعلیم فرمائی تھی اسی طرح یہ دعا ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں مومنین تک پہنچتی رہی ہے۔

یہ دعا عبودیت، فروتنی وانکساری کے مفاہیم کے لحاظ سے بیش بہا خزانہ نیز زندہ اشکال میں تضرع، فریاد خواہی نیز توبہ اور انابہ کا موجیں مارتا سمندر ہے۔

ہم اس دعاء میں بیان شدہ تمام مطالب ومفاہیم کی تشریح کرنا نہیں چاہتے چونکہ یہ طولانی بحثیں ہیں انشاء اللہ اگر موقع ملا، قسمت نے ساتھ دیا اور اسباب بھی پیدا ہو گئے تو ضرور ان مطالب کی تشریح کریں گے۔

لیکن اب ہم صرف اس دعا کی کیفیت کی وضاحت کرتے ہیں یہ دعا تین مخصوص مرحلوں پر مشتمل ہے اور ہر مرحلہ آنے والے مرحلہ میں شمار ہوتا ہے ان تمام باتوں کی اساس وبنیاد دعا کی کیفیت سے درک ہوتی ہے یہ ہمارے دعا پڑھنے، اس میں بیان ہونے والے مفاہیم وافکار کے سلسلہ میں غور وفکر کرنے اور ان سے متاثر ہونے میں ہماری بہت زیادہ مدد کرتے ہیں۔

شاید پروردگار عالم اس جہد وکوشش کو ان مومنین کے لئے نفع بخش اور مفید قرار دے جنھوں نے اس دعا کو پڑھنے کی اپنی عادت بنالی ہے۔

تصمیم دعا کی فکر

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ دعا تین مرحلوں پر مشتمل ہے:

پہلا مرحلہ: جو دعا کے شروع کرنے کے حکم میں ہے جس میں دعا کرنے والا اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر دعا کرتا ہے۔ گڑگڑاتا ہے اور خدا سے مانگتا ہے، چونکہ گناہ انسان اور اللہ کے درمیان حائل ہو کر دعا کو مقید کر دیتے ہیں اور اگر بندہ خدا کے سامنے کھڑے ہو کر

دعا کرنے کا موقف اپنا تا ہے تو اس کے لئے اس پہلے مرحلہ کی رعایت کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔

اس مرحلہ (ابتدائے دعا) میں اللہ سے مانگنے، طلب کرنے کے طریقہ کی ابتداء بیان کرتے ہیں ان میں سے ایک اللہ سے مغفرت طلب کرنا ہے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِيْ تَهْتِكُ الْعِصَمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيَ الذُّنُوْبَ الَّتِيْ تُنْزِلُ النِّقَمَ۔۔۔"

"خدایا میرے گناہوں کو بخش دے جو ناموس کو بٹہ لگا دیتے ہیں۔ ان گناہوں کو بخش دے جو نزول عذاب کا باعث ہوتے ہیں"

یہ جملے مغفرت سے متعلق ہیں۔

اور دوسرے مرحلہ میں خدا کی یاد، شکر اور اسکا تقرب طلب کیا گیا ہے:

"وَاَسْأَلُكَ بِجُوْدِكَ اَنْ تُدْنِيَنِيْ مِنْ قُرْبِكَ وَاَنْ تُوْزِعَنِيْ شُكْرَكَ وَاَنْ تُلْهِمَنِيْ ذِكْرَكَ"

"تیرے کرم کے سہارے میرا سوال ہے کہ مجھے اپنے سے قریب بنالے اور اپنے شکر کی توفیق عطا فرما اور اپنے ذکر کا الہام کرامت فرما"

پہلے تو انسان کے لئے خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرنے کے لئے کھڑا ہونا ضروری ہے۔

جس کے نتیجہ میں خداوند عالم اسکے گناہوں کو معاف کریگا، اسکے دل سے پردے ہٹا دیگا۔

دوسرے خداوند عالم کا بندے کو اپنے سے قریب ہونے اسکا شکر کرنے اور اس کے دل میں تذکرہ کرنے کی اجازت دینا ضروری ہے۔

یہ دعا میں وارد ہونے کے ابتدائی فقرے ہیں۔

اسکا دوسرا فقرہ اللہ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں کو پیش کرنا اور اسکی طرف راغب ہونا ہے:

"اَللّٰهُمَّ وَاَسْأَلُكَ سُؤَالَ مَنِ اشْتَدَّتْ فَاقَتُهُ وَاَنْزَلَ بِكَ عِنْدَ الشَّدَائِدِ حَاجَتَهُ وَعَظُمَ فِيْمَا عِنْدَكَ رَغْبَتُهُ"

"مجھے ہر حال میں تواضع اور فروتنی کی توفیق عطا فرما خدایا میرا سوال اس بے نوا جیسا ہے جس کے فاقے شدید ہوں اور جس نے اپنی حاجتیں تیرے سامنے رکھ دی ہوں اور جس کی رغبت تیری بارگاہ میں عظیم ہو"

اللہ سے کوئی فرار نہیں کر سکتا اور نہ ہی خدا کے علاوہ بندے کی کوئی اور پناہگاہ ہے۔

یہ دو حقیقتیں ہیں:

الف۔ اللہ سے کوئی مفر نہیں ہے

"اَللّٰهُمَّ عَظُمَ سُلْطَانُكَ وَعَلَا مَكَانُكَ وَخَفِيَ مَكْرُكَ وَظَهَرَ اَمْرُكَ وَ غَلَبَ قَهْرُكَ وَجَرَتْ

قُدْرَتُكَ وَلَا يُمْكِنُ الْفِرَارُ مِنْ حُكُومَتِكَ"

"خدایا تیری سلطنت عظیم، تیری منزلت بلند، تیری تدبیر مخفی، تیرا امر ظاہر، تیرا قہر غالب اور تیری قدرت نافذ ہے اور تیری حکومت سے فرار ناممکن ہے"

ب: اللہ کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ نہیں ہے

"اَللّٰهُمَّ لَا اَجِدُ لِذُنُوبِي غَافِراً وَلَا لِقَبَائِحِي سَاتِراً، وَلَا لِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِيَ الْقَبِيحِ بِالْحَسَنِ مُبَدِّلاً غَيْرَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ"

"خدایا میرے گناہوں کے بخشنے والے، میرے عیوب کی پردہ پوشی کرنے والے، میرے قبیح اعمال کو نیکیوں میں تبدیل کرنے والے تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے"

یہ اس ابتدائی مرحلہ کا دوسرا فقرہ ہے اور اس مرحلہ کے تیسرے فقرے میں حضرت علی انسان کی مایوسی اور اس کی طویل شقاوت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اَللّٰهُمَّ عَظُمَ بَلَائِي وَاَفْرَطَ بِي سُوءُ حَالِي، وَقَصُرَتْ بِي اَعْمَالِي، وَقَعَدَتْ بِي اَغْلَالِي، وَحَبَسَنِي عَنْ نَفْعِي بُعْدُ اَمَلِي وَخَدَعَتْنِي الدُّنْيَا بِغُرُورِهَا، وَنَفْسِي بِجِنَايَتِهَا وَمِطَالِي يَا سَيِّدِي"

"خدایا میری مصیبت عظیم ہے، میری بدحالی حد سے آگے بڑھی ہوئی ہے، میرے اعمال میں کوتاہی ہے، مجھے کمزوریوں کی زنجیروں نے جکڑ کر بٹھا دیا ہے اور مجھے دور دراز کی امیدوں نے فوائد سے روک دیا ہے، دنیا نے دھوکہ میں مبتلا رکھا ہے اور نفس نے خیانت اور ٹال مٹول میں مبتلا رکھا ہے اے میرے سردار"

اس بے بسی، رنج وغم اور شقاوت کے اسباب انسان کا عمل اور اس کی کوششیں ہیں لہٰذا وہ خداوند عالم سے دعا کرے کہ اس کے گناہوں کو معاف کردے اور ان گناہوں کو اپنے اور دعا کے درمیان حائل نہ ہونے دے۔

"فَاَسْئَلُكَ بِعِزَّتِكَ اَنْ لَا يَحْجُبَ عَنْكَ دُعَائِي سُوءُ عَمَلِي وَفِعَالِي وَلَا تَفْضَحْنِي بِخَفِيِّ مَا اطَّلَعْتَ عَلَيْهِ مِنْ سِرِّي وَلَا تُعَاجِلْنِي بِالْعُقُوبَةِ عَلٰى مَا عَمِلْتُهُ فِي خَلَوَاتِي مِنْ سُوءِ فِعْلِي وَاِسَائَتِي وَدَوَامِ تَفْرِيطِي وَجَهَالَتِي وَكَثْرَةِ شَهَوَاتِي وَغَفْلَتِي"

"تجھے تیری عزت کا واسطہ۔ میری دعاؤں کو میری بداعمالیاں روکنے نہ پائیں اور میں اپنے مخفی عیوب کی بنا پر برسر عام رسوا نہ ہونے پاؤں۔ میں نے تنہائیوں میں جو غلطیاں کی ہیں ان کی سزا فی الفور نہ ملنے پائے، چاہے وہ غلطیاں بدعملی کی شکل میں ہوں یا بے ادبی کی شکل میں۔ مسلسل کوتاہی ہو یا جہالت یا کثرت خواہشات وغفلت"

اس مرحلہ کے چوتھے فقرے میں ایک بہت بڑے مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ بندہ کا اپنے نقصان اور مایوسی کے وقت خدا کے علاوہ اس کا کوئی ملجا وماویٰ نہیں ہے:

"اِلٰهِیْ مَنْ لِیْ غَیْرُكَ اَسْاَلُهُ كَشْفَ ضُرِّیْ وَالنَّظَرَ فِیْ اَمْرِیْ"

"خدایا۔ پروردگار۔ میرے پاس تیرے علاوہ کون ہے جو میرے نقصانات کو دور کر سکے اور میرے معاملات پر توجہ فرما سکے"

اس مرحلہ کے پانچویں فقرے میں دو باتوں کا اعتراف کیا گیا ہے:

ا۔ گناہوں کا اعتراف۔

۲۔ اس چیز کا اعتراف کہ بندہ جب اللہ کے حدود واحکام کی مخالفت کرتا ہے اور اپنی خواہشات نفسانی میں غرق ہوجاتا ہے تو وہ خدا کے سامنے کوئی حجت پیش نہیں کر سکتا ہے۔

اس مرحلہ کے آخری اور چھٹے حصہ میں بندہ کا اپنے گناہوں، معصیت، ناامیدی شقاوت کا اعتراف کرنا ہے اور یہ اعلان کہ خدا سے کوئی فرار اختیار نہیں کر سکتا اور اسکے علاوہ بندہ کی کوئی پناہ گاہ نہیں ہے، اور اللہ سے یہ درخواست کرنا کہ وہ بندے سے اس کے برے افعال، جرم وجرائم کا مواخذہ نہ کرے، اللہ کے سامنے گریہ وزاری اور اپنے مسکین ہونے کا اعتراف کرنے کے بعد بندہ یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ اپنے مولا کی بارگاہ میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے، اس سے نادم ہے، انکساری کرتا ہے چونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف فرار نہیں کیا جاسکتا ہے اور وہ اپنے نقصان اور رنج وغم کے وقت اللہ کے علاوہ کسی اور کے سامنے گڑگڑا نہیں سکتا ہے:

"وَقَدْ اَتَیْتُكَ یَااِلٰهِیْ بَعْدَ تَقْصِیْرِیْ وَاِسْرَافِیْ عَلٰی نَفْسِیْ مُعْتَذِراً نَادِماً مُنْكَسِراً مُسْتَقِیْلاً مُنِیْباً مُقِرّاً مُذْعِناً مُعْتَرِفاً لَا اَجِدُ مَفَرّاً مِمَّا كَانَ مِنِّیْ وَلَا مَفْزَعاً اَتَوَجَّهُ اِلَیْهِ فِیْ اَمْرِیْ غَیْرَ قَبُوْلِكَ عُذْرِیْ وَاِدْخَالِكَ اِیَّایَ فِیْ سَعَةِ رَحْمَتِكَ"

"اب میں ان تمام کوتاہیوں اور اپنے نفس پر تمام زیادتیوں کے بعد تیری بارگاہ میں ندامت انکساری، استغفار، انابت، اقرار، اذعان، اعتراف کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں کہ میرے پاس ان گناہوں سے بھاگنے کے لئے کوئی جائے فرار نہیں ہے اور تیری قبولیت معذرت کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ صرف ایک ہی راستہ ہے کہ تو اپنی رحمت کاملہ میں داخل کرلے"

اس مقام پر یہ مرحلہ ختم ہوجاتا ہے۔

اور اس جملہ "وقد اتیتك" کے ذریعہ انسان خداوندعالم کی بارگاہ میں دعا اور تضرع کرنے کا اعلان کرتا ہے۔

یہاں سے دعا کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے اس مرحلہ میں امام علیہ السلام ان وسائل کا تذکرہ فرماتے ہیں جن کے ذریعہ اللہ سے متوسل ہوا جاتا ہے اور ہمارے (مولف) نظریہ کے مطابق وہ چار وسائل ہیں:

پہلا وسیلہ: خداوندعالم کا اپنے بندوں پر فضل وکرم ورحمت اور ان سے محبت کرنا ہے:

"یَامَنْ بَدَاَ خَلْقِیْ وَذِكْرِیْ وَتَرْبِیَتِیْ وَهَبَنِیْ لِاِبْتِدَاءِ كَرَمِكَ وَسَالِفِ بِرِّكَ بِیْ"

"اے میرے پیدا کرنے والے۔ اے میرے تربیت دینے والے۔ اے نیکی کرنے والے! اپنے سابقہ کرم اور گذشتہ

احسانات کی بنا پر مجھے معاف فرمادے"

دوسرا وسیلہ: ہمارا خداوند عالم سے محبت (لولگانا) کرنا اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنا ہے:

"اَتُرَاكَ مُعَذِّبِيْ بِنَارِكَ بَعْدَ تَوْحِيْدِكَ وَبَعْدَ مَا انْطَوٰى عَلَيْهِ قَلْبِيْ مِنْ مَعْرِفَتِكَ وَلَهِجَ بِهِ لِسَانِيْ مِنْ ذِكْرِكَ وَاعْتَقَدَهُ ضَمِيْرِيْ مِنْ حُبِّكَ وَبَعْدَ صِدْقِ اعْتِرَافِيْ وَدُعَائِيْ خَاضِعاً لِرُبُوْبِيَّتِكَ"

"پروردگار! کیا یہ ممکن ہے کہ میرے عقیدۂ توحید کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب نازل کرے، یا میرے دل میں اپنے معرفت کے باوجود مجھے مورد عذاب قرار دے کہ میری زبان پر مسلسل تیرا ذکر اور میرے دل میں برابر تیری محبت جاگزیں رہی ہے۔ میں صدق دل سے تیری ربوبیت کے سامنے خاضع ہوں"

تیسرا وسیلہ: ہمارا عذاب کے تحمل کرنے میں کمزوری کا اعتراف ہے اپنی کھال کی کمزوری اور ہڈیوں کے ناتواں ہونے کا اقرار کرنا ہے:

"وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفِيْ عَنْ قَلِيْلٍ مِنْ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَعُقُوْبَاتِهَا وَمَا يَجْرِيْ فِيْهَا مِنَ الْمَكَارِهِ عَلٰى اَهْلِهَا عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ بَلَاءٌ وَمَكْرُوْهٌ قَلِيْلٌ مَكْثُهُ يَسِيْرٌ بَقَائُهُ قَصِيْرٌ مُدَّتُهُ فَكَيْفَ اِحْتِمَالِيْ لِبَلَاءِ الْاٰخِرَةِ وَجَلِيْلِ وَقُوْعِ الْمَكَارِهِ فِيْهَا... اِلٰهِيْ وَرَبِّيْ وَسَيِّدِيْ لِاَيِّ الْاُمُوْرِ اِلَيْكَ اَشْكُوْ وَلِمَا مِنْهَا اَضِجُّ وَاَبْكِيْ لِاَلِيْمِ الْعَذَابِ وَشِدَّتِهِ اَمْ لِطُوْلِ الْبَلَاءِ وَمُدَّتِهِ"

"پروردگار تو جانتا ہے کہ میں دنیا کی معمولی بلا اور ادنیٰ سی سختی کو برداشت نہیں کر سکتا اور میرے لئے اس کی ناگواریاں ناقابل تحمل ہیں جب کہ یہ بلائیں قلیل اور ان کی مدت مختصر ہے۔ تو میں ان آخرت کی بلاؤں کو کس طرح برداشت کروں گا جن کی سختیاں عظیم ہیں۔۔۔ خدایا۔ پروردگارا۔ میرے سردار۔ میرے مولا! میں کس کس بات کی فریاد کروں اور کس کس کام کے لئے آہ وزاری اور گریہ و بکا کروں، قیامت کے دردناک عذاب اور اس کی شدت کے لئے یا اس کی طویل مصیبت اور دراز مدت کے لئے"

چوتھا وسیلہ: امام علیہ السلام نے اس دعا میں بیان فرمایا ہے وہ اس بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہے جس نے اپنے آقا کی نافرمانی کی ہو اور وہ پھر اپنے آقا کی پناہ اور اس کی مدد چاہتا ہو جب اسکے تمام راستہ بند ہو گئے ہوں اور اس کی اپنے مولا کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہ ہو۔

اس وسیلہ کی امام علیہ السلام ان کلمات میں عکاسی فرماتے ہیں:

"فَبِعِزَّتِكَ يَا سَيِّدِيْ وَمَوْلَايَ اُقْسِمُ صَادِقاً لَئِنْ تَرَكْتَنِيْ نَاطِقاً لَاَضِجَّنَّ اِلَيْكَ بَيْنَ اَهْلِهَا ضَجِيْجَ الْاٰمِلِيْنَ وَلَاَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ وَلَاَبْكِيَنَّ عَلَيْكَ بُكَاءَ الْفَاقِدِيْنَ وَلَاُنَادِيَنَّكَ اَيْنَ كُنْتَ يَا وَلِيَّ الْمُؤْمِنِيْنَ يَا غَايَةَ اٰمَالِ الْعَارِفِيْنَ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا حَبِيْبَ قُلُوْبِ الصَّادِقِيْنَ وَيَا اِلٰهَ الْعَالَمِيْنَ"

"تیری عزت و عظمت کی قسم اے آقا و مولا! اگر تو نے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا۔ اور فریادیوں کی طرح نالہ و شیون کروں گا اور "عزیز گم کردہ" کی طرح تیری دوری پر آہ و بکا کروں گا اور تو جہاں بھی

ہوگا تجھے آواز دوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید، فریادیوں کا فریادرس۔ صادقین کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے"

یہاں پر اس دعائے شریفہ کے چاروں وسیلے پیش کرنے کے بعد دوسرا مرحلہ ختم ہوجاتا ہے جن کے ذریعہ بندہ اللہ سے دعا اور سوال کرنے کے لئے لولگاتا ہے۔

اب ہم اس دعائے شریفہ کے تیسرے مرحلہ کو پیش کرتے ہیں۔ (امام علیہ السلام ان چاروں وسیلوں سے اللہ سے متوسل ہونے کے بعد) جس میں امام علیہ السلام اپنی حاجات و مطالب کو یکے بعد دیگرے خدا کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں یہ تمام حاجتیں ایک پست نقطہ یعنی بندہ کی حیثیت اور اس کے عمل سے شروع ہوتی ہیں اور بلند ترین نقطہ قمہ یعنی انسان کا اپنے آقا کی رحمت کے سلسلہ میں وسیع شوق پر ختم ہوتی ہیں۔

ہم پستی کے مقام پر اس طرح پڑھتے ہیں:

"اَنْ تَهَبَ لِيفِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَفِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ كُلَّ جُرْمٍ اَجْرَمْتُهُ وَكُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهُ وَكُلَّ قَبِيْحٍ اَسْرَرْتُهُ"

" مجھے اِسی رات میں اور اِسی وقت معاف کردے۔ میرے سارے جرائم، سارے گناہ اور ساری ظاہری اور باطنی برائیاں۔۔۔"

اور بلند نظری کے سلسلہ میں ہم اس طرح پڑھتے ہیں:

"وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَحْسَنِ عَبِيْدِكَ نَصِيْباً عِنْدَكَ وَاَقْرَبِهِمْ مَنْزِلَةً مِنْكَ وَاَخَصِّهِمْ زُلْفَةً لَّدَيْكَ"

اور مجھے بہترین حصہ پانے والا، قریب ترین منزلت رکھنے والا اور مخصوص ترین قربت کا حامل بندہ قرار دینا"

اور جن حاجتوں کو امام علیہ السلام نے ان فقروں میں بیان فرمایا ہے ان کے چار گروہ ہیں۔

ا۔ پہلا گروہ: خداوند عالم ہم کو بخش دے اور ہم سے ہمارے گناہوں کا مواخذہ نہ کرے ہماری برائیوں سے درگذر فرما ہمارے جرم اور جن برائیوں کا ہم نے ارتکاب کیا ان کو معاف فرما:

"اَنْ تَهَبَ لِيْ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَفِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ كُلَّ جُرْمٍ اَجْرَمْتُهُ وَكُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهُ وَكُلَّ قَبِيْحٍ اَسْرَرْتُهُ وَكُلَّ جَهْلٍ عَمِلْتُهُ كَتَمْتُهُ اَوْ اَعْلَنْتُهُ، اَخْفَيْتُهُ اَوْ اَظْهَرْتُهُ، وَكُلَّ سَيِّئَةٍ اَمَرْتَ بِاِثْبَاتِهَا الْكِرَامَ الْكَاتِبِيْنَ الَّذِيْنَ وَكَّلْتَهُمْ بِحِفْظِ مَايَكُوْنُ مِنِّيْ وَجَعَلْتَهُمْ شُهُوْداً عَلَيَّ مَعَ جَوَارِحِيْ"

" مجھے اِسی رات میں اور اِسی وقت معاف کردے۔ میرے سارے جرائم، سارے گناہ اور ساری ظاہری اور باطنی برائیاں اور ساری جہالتیں جن کو میں نے خفیہ طریقہ سے یا علی الاعلان چھپا کر یا ظاہر کر کے عمل کیا ہے اور میری تمام خرابیاں جنھیں تو نے درج کرنے کا حکم کراماً کاتبین کو دیا ہے جن کو اعمال کے محفوظ کرنے کے لئے معین کیا ہے اور میرے اعضاء و جوارح کے ساتھ ان کو میرے اعمال کا گواہ قرار دیا ہے"

دوسرے گروہ میں امام علی علیہ السلام اللہ سے رحمت نازل کرنے کے لئے عرض کرتے ہیں اور خدا سے عرض کرتے ہیں اے پروردگار وہ ہر شان، ہر رزق اور خیر جو تو نازل کرتا ہے اس میں میرا حصہ قرار دے۔

"وَاَنْ تُوَفِّرَ حَظِّیْ مِنْ کُلِّ خَیْرٍ اَنْزَلْتَهُ اَوْ بِرٍّ نَشَرْتَهُ اَوْ رِزْقٍ بَسَطْتَهُ"

"میرے پروردگار اپنی طرف سے نازل ہونے والے ہر خیر و احسان اور نشر ہونے والی ہر نیکی، ہر وسیع رزق، ہر بخشے ہوئے گناہ، عیوب کی ہر پردہ پوشی میں سے میرا وافر حصہ قرار دے"

یہ وسیع دعا ان تمام چیزوں کو شامل ہے جو اللہ کی رحمتوں سے خارج نہیں ہو سکتی ہیں۔

اس دعا کے تیسرے گروہ میں طولانی فقرے ہیں اور اس مطلب کی عکاسی کرتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام نے اللہ سے لو لگانے کا بڑا اہتمام فرمایا ہے۔

مولائے کائنات خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ میرے اوقات کو اپنے ذکر سے پر کردے اپنی خدمت میں لگے رہنے کی دھن لگا دے، اپنے (خدا) سے ڈرتے رہنے کی توفیق عطا کر، اپنے سے قریب کر اور اپنے جوار میں جگہ عطا فرما:

"اَسْاَلُکَ اَنْ تَجْعَلَ اَوْقَاتِیْ مِنَ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ بِذِکْرِکَ مَعْمُوْرَةً وَبِخِدْمَتِکَ مَوْصُوْلَةً... قَوِّ عَلٰی خِدْمَتِکَ جَوَارِحِیْ، وَاشْدُدْ عَلَی الْعَزِیْمَةِ جَوَانِحِیْ وَهَبْ لِیَ الْجِدَّ فِیْ خَشْیَتِکَ وَالدَّوَامَ فِی الْاِتِّصَالِ بِخِدْمَتِکَ حَتّٰی اَسْرَحَ اِلَیْکَ فِیْ مَیَادِیْنِ السَّابِقِیْنَ، وَاشْتَاقَ اِلٰی قُرْبِکَ فِی الْمُشْتَاقِیْنَ وَاَدْنُوَ مِنْکَ دُنُوَّ الْمُخْلِصِیْنَ، وَاَخَافَکَ مَخَافَةَ الْمُوْقِنِیْنَ، وَاجْتَمِعَ فِیْ جِوَارِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ"

"میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ دن اور رات میں جملہ اوقات اپنی یاد سے معمور کردے۔ اپنی خدمت کی مسلسل توفیق عطا فرما۔۔۔ اپنی خدمت کے لئے میرے اعضاء و جوارح کو مضبوط کردے اور اپنی طرف رخ کرنے کے لئے میرے ارادۂ دل کو مستحکم بنادے۔ اپنا خوف پیدا کرنے کی کوشش اور اپنی مسلسل خدمت کرنے کا جذبہ عطا فرما تا کہ تیری طرف سابقین کے ساتھ آگے بڑھوں اور تیز رفتار افراد کے ساتھ قدم ملا کر چلوں۔ مشتاقین کے درمیان تیرے قرب کا مشتاق شمار ہوں اور مخلصین کی طرح تیری قربت اختیار کروں۔ صاحبان یقین کی طرح تیرا خوف پیدا کروں اور مومنین کے ساتھ تیرے جوار میں حاضری دوں"

ہمارے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ پہلے اور تیسرے گروہ کے دعا کے تمام فقرے بندے کے اللہ سے لو لگانے کے لئے مخصوص ہیں لیکن پہلے گروہ (قسم) میں سلبی پہلو اختیار کیا گیا ہے اس میں انسان اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہے ان سے در گذر چاہتا ہے؛ اور تیسرے گروہ (قسم) میں ایجابی (مثبت) پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے اس میں خدا سے اخلاص، خوف، خشیت، حب اور شوق کی بنیاد پر اللہ سے لو لگانے کو کہا گیا ہے۔

چوتھے گروہ (قسم) میں ان مطالب کو مدنظر رکھا گیا ہے جن میں امام نے خداوند عالم سے ظالموں کے مکر اور ان کے شر سے بچنے کی درخواست کی ہے اور ان کے شر کو خود ان ہی کی طرف پلٹانے کو کہا ہے اور ظالموں کے ظلم اور ان کی اذیتوں سے محفوظ رہنے کی در

خواست کی ہے:

"اَللّٰھُمَّ وَمَنْ اَرَادَنِیْ بِسُوْءٍ فَاَرِدْهُ، وَمَنْ کَادَنِیْ فَکِدْهُ"

"خدایا! جو بھی کوئی میرے لئے برائی چاہے یا میرے ساتھ کوئی چال چلے تو اسے ویسا ہی بدلہ دینا"

"وَاکْفِنِیْ شَرَّ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ مِنْ اَعْدَائِیْ"

"اور مجھے تمام دشمنان جن وانس کے شر سے محفوظ فرمانا"

یہ اس دعا شریف کا بہت ہی مختصر اور مفید خلاصہ ہے۔

لہٰذا اس اجمال کی تشریح کرنا ضروری ہے۔

دعائے کمیل کے چار وسیلے

اب ہم دعائے کمیل کے چار وسیلوں کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں اور یہ اس دعا شریف کی دوسری فصل ہے۔

پہلا وسیلہ

خداوند عالم نے اپنے بندے پر پہلے ہی اپنا فضل وکرم فرمادیا ہے۔ جب بندہ اپنے عمل وکوشش میں عاجز ہوجاتا ہے اور اس کے اور اللہ کے درمیان پردے حائل ہوجاتے ہیں تو خدا کا بندے پر فضل اور اس کی رحمت خدا تک پہنچنے کے لئے بندہ کی شافع ہوتی ہے۔

خدا کا بندے پر سابق فضل اور رحمت نازل کرنا اللہ کا بندے سے محبت کرنے کی علامت ہے۔

اور اسی (حب الٰہی) کے ذریعہ بندہ خداوند عالم کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتا ہے جب بندہ خدا کی رحمت کا مستحق نہیں ہوتا تو اللہ کی محبت اس کو اپنی رحمت اور فضل کا اہل بنا دیتی ہے اور اس کو مقام اجابت تک پہنچاتی ہے امام علیہ السلام اس وسیلہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یَامَنْ بَدَءَ خَلْقِیْ وَذِکْرِیْ وَتَرْبِیَتِیْ وَبِرِّیْ، ھَبْنِیْ لِاِبْتِدَاءِ کَرَمِکَ وَسَالِفِ بِرِّکَ بِیْ"

"اے میرے پیدا کرنے والے، اے میرے تربیت دینے والے، اے نیکی کرنے والے! اپنے سابقہ کرم اور گذشتہ احسانات کی بنا پر مجھے معاف فرمادے"

ہماری پیدائش بھی اللہ سے سوال کرنے سے پہلے نیکی کا ذکر، خلق اور تربیت کے ذریعہ ہوئی جبکہ ہم اس کے مستحق نہیں تھے۔

جب ہمارے گناہ اور ہماری برائیاں اللہ کی نیکی اور اس کی رحمت کے درمیان حائل ہوجاتے ہیں تو اللہ کی محبت ہماری شفاعت کرتی ہے اور ہم کو اللہ کے روبرو اور اسکی رحمت کے مقام پر لاکر کھڑا کردیتی ہے۔

دوسرا وسیلہ

ہماری خدا سے محبت، اس کی ہمارے لئے کامیاب محبت کا وسیلہ ہے۔ امام علیہ السلام نے پہلے وسیلہ میں خدا کی محبت کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد خداوند عالم سے اپنی محبت کو وسیلہ قرار دیا ہے۔

اس وسیلہ کے سیاق میں ہمارا خدا کی وحدانیت کا اقرار، اس کی بارگاہ میں خضوع وخشوع، ہماری نمازیں سجدے، ذکر، شہادت (گواہی)، اس کی ربوبیت کا اقرار نیز اس کی عبودیت کا اقرار کرنا یہ تمام چیزیں آتی ہیں۔

ان تمام چیزوں کا مرجع دو ہی چیزیں ہیں: ہمارا اس سے محبت کرنا اور اس کی توحید کا اقرار کرنا ہے۔ بیشک (حب) اور (توحید) دونوں ایسے سرمایہ ہیں جن کو اللہ رد نہیں کرتا ہے اور ہم کو بھی دونوں چیزوں میں ایک لحظہ کیلئے بھی کوئی شک نہیں کرنا چاہئے۔

امام علیہ السلام اس وسیلہ سے متوسل ہونے کے لئے فرماتے ہیں:

"اَتُرَاكَ مُعَذِّبِیْ بِنَارِكَ بَعْدَ تَوْحِیْدِكَ وَبَعْدَ مَاانْطَوٰی عَلَیْهِ قَلْبِیْ مِنْ مَعْرِفَتِكَ وَلَهِجَ بِهِ لِسَانِیْ مِنْ ذِكْرِكَ وَاعْتَقَدَهُ ضَمِیْرِیْ مِنْ حُبِّكَ وَبَعْدَ صِدْقِ اعْتِرَافِیْ وَدُعَائِیْ خَاضِعاً لِرُبُوْبِیَّتِكَ"

"کیا یہ ممکن ہے کہ میرے عقیدۂ توحید کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب نازل کرے، یا میرے دل میں اپنی معرفت کے باوجود مجھے مورد عذاب قرار دے کہ میری زبان پر مسلسل تیرا ذکر اور میرے دل میں برابر تیری محبت جاگزیں رہی ہے۔ میں صدق دل سے تیری ربوبیت کے سامنے خاضع ہوں"

یہاں پر ہم دعا کے اس فقرہ سے متعلق ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے: جب خداوند عالم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی حکومت وسلطنت عطا کی تو آپ ایک دن اپنے گھر کے سامنے تخت پر ایک ایسے نیک وصالح بندے کے ساتھ تشریف فرما تھے جس کو اللہ نے علم اور نور عطا کیا تھا، اسی وقت اس تخت کے پاس سے ایک نوجوان کا گذر ہوا تو اس صالح بندے نے حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا آپ اس جوان کو پہچانتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: نہیں تو اس بندے نے عرض کیا: یہ وہی بچہ ہے جس نے آپ کے بری وپاک ہونے کی اس وقت گواہی دی تھی جب عزیز مصر کی زوجہ نے آپ پر الزام لگایا تھا۔

"وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ۔ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ"[1]

"اور اس پر اس کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی بھی دیدی کہ اگر ان کا دامن سامنے سے پھٹا ہے تو وہ سچی ہے اور یہ جھوٹوں میں سے ہیں اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو وہ جھوٹی ہے اور یہ سچوں میں سے ہیں"

---

[1] سورۂ یوسف آیت/۲۶۔۲۷۔

یہ وہی شیر خوار بچہ ہے جس نے گہوارے میں آپ کی گواہی دی تھی اور یہ اب جوان ہوگیا ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو بلایا، اپنے پہلو میں بیٹھایا اور اس کا بہت زیادہ احترام کیا اور وہ عبد صالح حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس متعجب ہو کر مسکراتے ہوئے حضرت یوسف کے اس برتاؤ کا مشاہدہ کرتا رہا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس نیک بندے سے فرمایا۔ کیا تم کو میرے اس جوان کے عزت وکرام کرنے پر تعجب ہورہا ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں لیکن اس جوان کی آپ کے بری الذمہ ہونے کی گواہی کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہیں ہے، خدا نے اس کو قوت گویائی عطا کی جبکہ اس کی خود اس میں کوئی فضیلت نہیں ہے، اس کے باوجود آپ نے اس کا اتنا زیادہ اکرام کیا اس کو اتنی عزت دی ہے۔

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی بندہ اللہ کے سامنے اتنے طولانی سجدے کرے اور وہ اس کو جہنم کی آگ میں جلادے، یا اس بندے کے اس دل کو جلادے جو اس کی محبت سے لبریز ہے، یا اس کی اس زبان کو جلادے جس سے اس نے خدا کو بہت زیادہ یاد کیا یا اسکی وحدانیت کی گواہی دی اور اس کی وجہ سے شرک کا انکار کیا ہے؟

حضرت امام علی علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"وَلَيْتَ شِعْرِيْ يَاسَيِّدِيْ وَاِلٰهِيْ وَمَوْلَائِيْ اَتُسَلِّطُ النَّارَعَلٰى وُجُوْهٍ خَرَّتْ لِعَظَمَتِكَ سَاجِدَةً وَعَلٰى اَلْسُنٍ نَطَقَتْ بِتَوْحِيْدِكَ صَادِقَةً وَبِشُكْرِكَ مَادِحَةً وَعَلٰى قُلُوْبٍ اعْتَرَفَتْ بِاِلٰهِيَّتِكَ مُحَقِّقَةً وَعَلٰى ضَمَائِرَحَوَتْ مِنَ الْعِلْمِ بِكَ حَتّٰى صَارَتْ خَاشِعَةً وَعَلٰى جَوَارِحَ سَعَتْ اِلٰى اَوْطَانِ تَعَبُّدِكَ طَائِعَةً، وَاَشَارَتْ بِاِسْتِغْفَارِكَ مُذْعِنَةً مَا هٰكَذَا الظَّنُّ بِكَ وَلَا اُخْبِرْنَابِفَضْلِكَ عَنْكَ يَا كَرِيْمُ "

"میرے سردار۔ میرے خدا میرے مولا! کاش میں یہ سوچ بھی سکتا کہ جو چہرے تیرے سامنے سجدہ ریز رہے ہیں ان پر بھی تو آگ کو مسلط کردے گا اور جو زبانیں صداقت کے ساتھ حرف توحید کو جاری کرتی رہی ہیں اور تیری حمد وثنا کرتی رہی ہیں یا جن دلوں کو تحقیق کے ساتھ تیری خدائی کا اقرار ہے یا جو ضمیر تیرے علم سے اس طرح معمور ہیں کہ تیرے سامنے خاضع وخاشع ہیں یا جو اعضاء وجوارح تیرے مراکز عبادت کی طرف ہنسی خوشی سبقت کرنے والے ہیں اور تیرے استغفار کو یقین کے ساتھ اختیار کرنے والے ہیں :ان پر بھی تو عذاب کرے گا۔ ہرگز تیرے بارے میں ایسا خیال بھی نہیں ہے اور نہ تیرے فضل وکرم کے بارے میں ایسی کوئی اطلاع ملی ہے"

تیسرا وسیلہ

عذاب برداشت کرنے کے مقابلہ میں ہمارا کمزور ہونا، ہماری کھال کا باریک ہونا، ہماری ہڈیوں کا کمزور ہونا، ہم میں صبر اور قوت برداشت کے مادہ کا کم ہونا، کمزوری، قوی متین تک پہنچنے میں ایک کامیاب وسیلہ ہے، ہر کمزور قوی کو جذب کرنے اور اس کی عطوفت ومحبت کو اخذ کرنے کی خواہش کرتا ہے۔

بیشک کمزور میں ایک راز ہے جس کی بنا پر اسے ہمیشہ قوی کی طلب ہوتی ہے اسی طرح قوی (طاقتور) کو ہمیشہ کمزور کی تلاش

رہتی ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی تلاش رہتی ہے۔

بیشک شیر خوار اپنی کمزوری کی بناء پر اپنی ماں کی محبت چاہتا ہے جس طرح مادر مہربان کو بچہ کی کمزوری اور اس کی رقت کی چاہت ہوتی ہے۔

کمزور کا اسلحہ اور وسیلہ بکا اور امید ہے امیر المومنین علی علیہ السلام اس دعائے کمیل میں فرماتے ہیں:

"یَامَنِ اسْمُهُ دَوَاءٌ، وَذِكْرُهُ شِفَاءٌ وَطَاعَتُهُ غِنًى اِرْحَمْ مَنْ رَّاسُ مَالَهُ الرَّجَاءُ وَسِلاَحُهُ الْبُكَاءُ"

"اے وہ پروردگار جس کا نام دوا، جس کی یاد شفا۔۔۔اس بندہ پر رحم فرما جس کا سرمایہ فقط امید اور اس کا اسلحہ فقط گریہ ہے"

بیشک فقیر کا اصل سرمایہ غنی (مالدار) سے امید رکھنا ہے، کمزور کا اسلحہ، قوی کے نزدیک گریہ وزاری کرنا ہے، اور دنیا میں جو کمزور کے، قوی وطاقتور سے اور طاقتور کے کمزور سے لولگانے کے سلسلہ میں اللہ کی سنتوں کو نہیں سمجھ پائے گا وہ اس دعائے کمیل میں حضرت علی علیہ السلام کے ان موثر فقروں کو نہیں سمجھ پائیگا۔

حضرت امام علی بن ابی طالب علیہ السلام دوسری مناجات میں فرماتے ہیں:

"انت القوی وانا الضعیف وهل یرحم الضعیف الا القوی"

"تو قوی ہے اور میں کمزور ہوں اور کیا طاقتور کے علاوہ کوئی کمزور پر رحم کرسکتا ہے"

امام علیہ السلام اس دعا کمیل میں بندے کی کمزوری، اس کی تدبیر کی کمی اسکے صبر وتحمل کے جلدی ختم ہوجانے، کھال کے رقیق ہو نے اور اسکی ہڈیوں کے رقیق ہونے سے متوسل بہ بارگاہ خداوند قدوس ہوتے ہیں۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یَارَبِّ ارْحَمْ ضَعْفَ بَدَنِیْ وَرِقَّةَ جِلْدِیْ وَدِقَّةَ عَظْمِیْ"

"پروردگار میرے بدن کی کمزوری، میری جلد کی نرمی اور میرے استخواں کی باریکی پر رحم فرما"

ہم کو دنیا میں کانٹا چبھتا ہے، انگارے سے ہمارا ہاتھ جل جاتا ہے اور جب ہم کو دنیا میں ہلکی سی بیماری لاحق ہوجاتی ہے تو ہماری نیند اڑ جاتی ہے اور ہم بے چین ہوجاتے ہیں، جبکہ اس تھوڑی سی دیر کی بیماری کو خداوند عالم نے امتحان کے لئے قرار دیا ہے تو ہم اس وقت کیا کریں گے جب ہم دردناک عذاب کی طرف لے جائے جائیں گے اور عذاب کے فرشتوں سے کہا جائیگا:

"خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعاً فَاسْلُکُوْهُ"[1]

"اب اسے پکڑ واور گرفتار کرلو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر ستر گز کی ایک رسی میں اسے جکڑ لو"

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفِیْ عَنْ قَلِیْلٍ مِنْ بَلاَءِ الدُّنْیَا وَعُقُوْبَاتِهَا وَمَا یَجْرِیْ فِیْهَا مِنَ الْمَکَارِهِ عَلٰی

[1] سورۂ الحاقۃ آیت/ ۳۰،۳۱،۳۲۔

اَهْلِهَا عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ بَلَاءٌ وَمَكْرُوْهٌ قَلِيْلٌ مَكْثُهُ يَسِيْرٌ بَقَائُهُ قَصِيْرٌ مُدَّتُهُ فَكَيْفَ اِحْتِمَالِيْ لِبَلَاءِ الْآخِرَةِ وَجَلِيْلِ وَقُوْعِ الْمَكَارِهِ فِيْهَا وَهُوَ بَلَاءٌ تَطُوْلُ مُدَّتُهُ وَيَدُوْمُ مُقَامُهُ وَلَا يُخَفَّفُ عَنْ اَهْلِهِ لِاَنَّهُ لَا يَكُوْنُ اِلَّا عَنْ غَضَبِكَ وَانْتِقَامِكَ وَسَخَطِكَ وَهٰذَا مَالَا تَقُوْمُ لَهُ السَّمٰوٰاتُ وَالْاَرْضُ يَا سَيِّدِيْ فَكَيْفَ لِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ الضَّعِيْفُ الذَّلِيْلُ الْحَقِيْرُ الْمِسْكِيْنُ الْمُسْتَكِيْنُ يَا اِلٰهِيْ وَرَبِّيْ وَسَيِّدِيْ وَمَوْلَايْ"

"پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں دنیا کی معمولی بلا اور ادنی سی سختی کو برداشت نہیں کر سکتا اور میرے لئے اس کی ناگواریاں ناقابل تحمل ہیں جب کہ یہ بلائیں قلیل اور ان کی مدت مختصر ہے۔ تو میں ان آخرت کی بلاؤں کو کس طرح برداشت کروں گا جن کی سختیاں عظیم، جن کی مدت طویل اور جن کا قیام دائمی ہے۔ جن میں تخفیف کا بھی کوئی امکان نہیں ہے اس لئے کہ یہ بلائیں تیرے غضب اور انتقام کا نتیجہ ہیں اور ان کی تاب زمین وآسمان نہیں لا سکتے، تو میں ایک بندۂ ضعیف و ذلیل وحقیر ومسکین و بے چارہ کیا حیثیت رکھتا ہوں خدایا، پروردگارا، میرے سردار، میرے مولا"

چوتھا وسیلہ

امام علیہ السلام اس دعا میں بندہ کے اللہ سے مضطر ہونے کو بیان فرماتے ہیں اور انسان کے لئے اضطرار ایک کامیاب وسیلہ ہے اور اس کی حاجتیں اللہ کے علاوہ کسی اور کے ذریعہ پوری نہیں ہو سکتی ہیں۔

ہماری اضطرار سے مراد یہ ہے کہ انسان کی حاجتیں اللہ کے علاوہ کوئی اور پورا نہیں کر سکتا ہے اور اس کی پناہگاہ کے علاوہ کوئی پناہگاہ نہیں ہے، انسان اللہ کے علاوہ کسی اور جگہ بھاگ کر جا ہی نہیں سکتا اللہ کے علاوہ اس کو کوئی اور پناہگاہ نہیں مل سکتی ہے۔

چھوٹا بچہ بچپن میں اپنے ماں باپ کے علاوہ کسی اور کو ایسا نہیں پاتا جو اس کے کام آئے اس کا دفاع کرے اس کی حاجتیں پوری کرے اس کی ہر خواہش وچاہت پر لبیک کہے اس پر عطوفت کرے لہٰذا وہ اپنے والدین سے مانوس ہوتا ہے وہ اپنے ابھرتے بچپن میں ان دونوں سے اپنے ہر مطالبہ اور ہر ضرورت کو ان کی رحمت رافت شفقت سے پاتا ہے جب بچہ کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو ان کو تکلیف ہوتی ہے جب اس کو کسی چیز کا خوف ہوتا ہے تو وہ اپنے والدین کی پناہ میں آجاتا ہے اور ان کے پاس اس کو امن وچین، رحمت اور شفقت ملتی ہے اس کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور جس چیز سے اس کو خوف ہوتا ہے ان سے امان ملتی ہے۔

جب وہ کبھی ایسا کام انجام دیتا ہے جس میں وہ ان دونوں کے عقاب کا مستحق ہوتا ہے اور اس کو اپنی جان کا خوف ہوتا ہے تو وہ اپنے دائیں بائیں نظریں ڈالتا ہے تو اس کو کوئی پناہگاہ نظر نہیں آتی اور نہ ہی وہ ان دونوں سے فرار کر سکتا ہے اور ان کے علاوہ کوئی امن کی جگہ اس کو نظر نہیں آتی تو انھیں کی پناہگاہ میں چلا جاتا ہے اور اپنے نفس کو ان کا مطیع وفرمانبردار کہہ کر ان سے فریاد کرتا ہے حالانکہ وہ دونوں اس کو مارنے اور مواخذہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔

والدین کو بھی اس طرح کے اکثر مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں اور بچہ ان کی محبت اور عطوفت کو حاصل کر لیتا ہے۔

امام علیہ السلام اس دعائے شریفہ میں اسی معنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ آپ ہر مسئلہ میں اللہ سے پناہ مانگتے تھے جب آپ

پر کوئی سخت وقت آتا تھا، کوئی مصیبت پڑتی تھی یا کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا تھا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتے تھے اور اسی سے لو لگاتے تھے لیکن پھر بھی آپ کو اپنی مصیبت کے سلسلہ میں اللہ کے علاوہ اور کوئی پناہ گاہ نہیں ملتی تھی امام علیہ السلام انسان کا اسی حالت میں مشاہدہ کرتے ہیں وہ خداوند عالم کے اسی غضب کے سامنے ہے جس کی رحمت کی اسے امید ہے اور اس خداوند قدوس کی عقوبت کے سامنے ہے جس کے غضب سے وہ سلامتی چاہتا ہے۔

بندے کی (جب وہ اپنے کو اللہ کے عذاب کا مستحق دیکھتا ہے) اللہ کے علاوہ اور کوئی پناہ گاہ نہیں ہے اللہ کے علاوہ وہ کہیں فرار اختیار نہیں کرسکتا نہ اس کو خدا کے علاوہ کسی کی حمایت حاصل ہوسکتی ہے اور نہ ہی وہ خدا کے علاوہ کسی اور سے سوال کرسکتا ہے۔

جب عذاب کے فرشتے اس کو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں تو وہ خدا کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے اس سے امن و چین طلب کرتا ہے اس سے فریاد کرتا ہے، اپنے نفس کے لئے اس سے رحمت طلب کرتا ہے جیسے وہ بچہ کہ جب اس کے والدین اس سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے پاس ان دونوں کے علاوہ کسی اور کی طرف فرار کرنے کی کوئی جگہ باقی نہیں رہ جاتی ہے اور وہ ان کے علاوہ وہ کسی کو اپنا مونس و مددگار نہیں پاتا ہے۔

ہم امام علیہ السلام سے ان کلمات میں دقیق ورقیق وشفاف مطالب کو سنتے ہیں جن کو توحید اور دعا کی روح وجان کہا جاتا ہے:

"فَبِعِزَّتِكَ يَاسَيِّدِيْ وَمَوْلَايْ اُقْسِمُ صَادِقاً لَئِنْ تَرَكْتَنِيْ نَاطِقاً لَاَضِجَّنَّ اِلَيْكَ بَيْنَ اَهْلِهَا ضَجِيْجَ الْآمِلِيْنَ وَلَأَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ وَلَأَبْكِيَنَّ عَلَيْكَ بُكَاءَ الْفَاقِدِيْنَ وَلَاُنَادِيَنَّكَ اَيْنَ كُنْتَ يَاوَلِيَّ الْمُؤْمِنِيْنَ يَاغَايَةَ آمَالِ الْعَارِفِيْنَ يَاغِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَاحَبِيْبَ قُلُوْبِ الصَّادِقِيْنَ وَيَااِلٰهَ الْعَالَمِيْنَ"

"تیری عزت وعظمت کی قسم اے آقا و مولا! اگر تو نے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا اور فریادیوں کی طرح نالہ وشیون کروں گا اور "عزیز گم کردہ" کی طرح تیری دوری پر آہ و بکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہوگا تجھے آواز دوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید، فریادیوں کا فریادرس، صادقین کے دلوں کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے"

ضیہ کی یہ پہلی وجہ ہے اور دوسری وجہ بھی پہلی وجہ کی طرح واضح وروشن ہے یعنی خداوند عالم کا اپنے بندہ سے رابطہ۔

پہلی وجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ جب مضطر ہوتا ہے تو خدا سے ہی لو لگاتا ہے اس کی رحمت اور اس کی امن کی تلاش میں رہتا ہے۔

بندہ سے خداوند عالم کے محبت کرنے کا دوسرا رخ اس وقت نظر آتا ہے جب وہ تیز بخار میں مبتلا ہوتا ہے اور اُس (خدا) کی رحمت کا طلبگار رہتا ہے خداوند عالم سے خود اسی خدا کی طرف فرار کرتا ہے خداوند عالم کی رحمت اور فضل کو اس حال میں طلب کرتا ہے کہ وہ خداوند عالم کی عقوبت اور انتقام کے سامنے ہوتا ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ ارحم الراحمین ہونے کے باوجود بندہ کی فریاد سنتا ہو اور اس (بندہ) کو اس کی عقل کی کمی

اور جہالت کی وجہ سے اس کا ٹھکانا جہنم بنا دے جبکہ وہ اس سے فریاد کرتا ہے، اس کا نام لے کر چیختا ہے، اپنی زبان سے اس کی توحید کا اقرار کرتا ہے، اس سے جہنم سے نجات کا سوال کرتا ہے، اور اسی کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہے۔۔۔اور وہ اس کو جہنم کے عذاب میں ڈال دے اور اس کے شعلے اس کو جلا دیں، اس کو جہنم کی آواز پریشان کرے، اس کے طبقوں میں لوٹتا رہے، اس کے شعلے اس کو پریشان کریں جبکہ خداوند عالم جانتا ہے کہ یہ بندہ اس سے محبت کرتا ہے یہ سچ بول رہا ہے اس کی توحید کا اقرار کر رہا ہے اس سے پناہ مانگ رہا ہے اور اسی کا مضطر ہے۔

پس تم غور سے سنو:

اَفَتُرَاكَ سُبْحَانَكَ يَا اِلٰهِي وَبِحَمْدِكَ تَسْمَعُ فِيهَا صَوْتَ عَبْدٍ مُسْلِمٍ سُجِنَ فِيهَا بِمُخَالَفَتِهِ وَذَاقَ طَعْمَ عَذَابِهَا بِمَعْصِيَتِهِ وَحُبِسَ بَيْنَ اَطْبَاقِهَا بِجُرْمِهِ وَجَرِيرَتِهِ وَهُوَ يَضِجُّ اِلَيْكَ ضَجِيجَ مُؤَمِّلٍ لِرَحْمَتِكَ وَيُنَادِيكَ بِلِسَانِ اَهْلِ تَوْحِيدِكَ وَيَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِرُبُوبِيَّتِكَ يَا مَوْلَايَ فَكَيْفَ يَبْقَى فِي الْعَذَابِ وَهُوَ يَرْجُو مَا سَلَفَ مِنْ حِلْمِكَ اَمْ كَيْفَ تُؤْلِمُهُ النَّارُ وَهُوَ يَاْمُلُ فَضْلَكَ وَرَحْمَتَكَ اَمْ كَيْفَ يُحْرِقُهُ لَهِيبُهَا وَاَنْتَ تَسْمَعُ صَوْتَهُ وَتَرَى مَكَانَهُ اَمْ كَيْفَ يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ زَفِيرُهَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفَهُ اَمْ كَيْفَ يَتَقَلْقَلُ بَيْنَ اَطْبَاقِهَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ صِدْقَهُ اَمْ كَيْفَ تَزْجُرُهُ زَبَانِيَتُهَا وَهُوَ يُنَادِيكَ يَا رَبَّهُ اَمْ كَيْفَ يَرْجُو فَضْلَكَ فِي عِتْقِهِ مِنْهَا فَتَتْرُكُهُ فِيهَا هَيْهَاتَ مَا ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ وَلَا الْمَعْرُوفُ مِنْ فَضْلِكَ وَلَا مُشْبِهٌ لِمَا عَامَلْتَ بِهِ الْمُوَحِّدِينَ مِنْ بِرِّكَ وَاِحْسَانِكَ"

"اے میرے پاکیزہ صفات، قابل حمد وثنا پروردگار کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنے بندۂ مسلمان کو اس کی مخالفت کی بنا پر جہنم میں گرفتار اور معصیت کی بنا پر عذاب کا مزہ چکھنے والا اور جرم وخطا کی بنا پر جہنم کے طبقات کے درمیان کروٹیں بدلنے والا بنا دے اور پھر یہ دیکھے کہ وہ امیدوار رحمت کی طرح فریاد کناں اور اہل توحید کی طرح پکارنے والا، ربوبیت کے وسیلہ سے التماس کرنے والا ہے اور تو اس کی آواز نہیں سنتا ہے۔

خدایا تیرے حلم وتحمل سے آس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل وکرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کا شکار ہوگا، جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو اور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو، جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہوگا، وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت کو جانتا ہے، جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہوگا اور تو اسے جہنم میں کس طرح چھوڑ دے گا جب کہ وہ تیرے فضل وکرم کا امیدوار ہوگا، ہرگز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے، تو نے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے"

دعامیں خدا سے کیا مانگنا چاہئے اور کیا نہیں مانگنا چاہئے

اس مقام پر دعاء کے سلسلہ میں دو اہم سوال درپیش ہیں:

ا۔ہمیں دعا کرتے وقت خدا سے کن چیزوں کو مانگنا چاہئے؟

۲۔اور دعامیں خداوند عالم سے کن چیزوں کا سوال نہیں کرنا چاہئے؟

ا۔دعامیں خدا سے کیا مانگنا چاہئے؟

ہم پہلے سوال سے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہیں کہ دعا کرتے وقت اللہ سے کونسی چیزیں مانگنا سزاوار ہے؟

بیشک بندے کا اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا دعا کہلاتا ہے۔

بندے کی ضرورت اور حاجت کی کوئی انتہا نہیں ہے جیسا کہ خداوند عالم کے غنی سلطان اور کرم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

دونوں لامتناہی چیزوں کے جمع ہونے کو دعا کہا جاتا ہے۔

یعنی بندے کی ضرورت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور خداوند عالم کے غنی اور کریم ہونے کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کے ملک کے خزانے ختم نہیں ہوتے،اسکی سلطنت اور اس کی طاقت کی کوئی حد نہیں،اس کے جودو کرم کی کوئی انتہا نہیں،اسی طرح بندے کی حاجت وضرورت کمزوری اور کوتاہی کی کوئی انتہا نہیں ہے ان تمام باتوں کے مدنظر ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم دعا میں خداوند عالم سے کیا طلب کریں؟

ا۔دعامیں محمد وآل محمد علیہم السلام پر صلوات

دعامیں سب سے اہم نقطہ خداوند عالم کی حمد وثنا کے بعد مسلمانوں کے امور کے اولیاء محمد وآل محمد پر صلوات بھیجنا ہے۔

اور اسلامی روایات میں اس صلوات پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے جس کا سبب واضح وروشن ہے بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے دعا کو مسلمانوں اور اوران کے اولیاء کے درمیان ایک دوسرے سے رابطہ کا وسیلہ قرار دیا ہے اور وہ ولا ومحبت کی رسی کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہیں جس کو اللہ نے مسلمانوں کے لئے معصوم قرار دیا ہے صلوات،ان نفسی رابطوں میں سے سب سے اہم سبب کا نام ہے بیشک محبت کے حلقے (کڑیاں) اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ملی ہوئی ہیں اور رسول اللہ اور اہل بیت علیہم السلام کی محبت ان کی سب سے اہم کڑیاں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اللہ کی محبت کی کڑی میں واقع ہے اہل بیت علیہم السلام کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی کڑی میں واقع ہے اس محبت کی تاکید اور تعمیق خداوند عالم کی محبت کی تاکید کا جزء ہے نیز خداوند عالم کی محبت کی تعمیق کا جزء ہے یہ معرفت کا ایسا وسیع باب ہے جس کو اس مقام پر تفصیل سے بیان نہیں کیا جاسکتا اور اس سلسلہ میں ہم کما حقہ گفتگو نہیں کرسکتے ہیں شاید خداوند عالم ہم کو کسی اور مقام پر اسلامی ثقافت اور اسلامی امت کی تکوین کے سلسلہ میں اس اہم اور حساس نقطہ کے سلسلہ میں گفتگو کی توفیق عنایت فرما

ئے۔

اس مطلب پر اسلامی روایات میں بہت زور دیا گیا ہے۔ ہم اس موضوع سے متعلق بعض روایات کو ذیل میں بیان کر رہے ہیں۔

اوران میں سب سے عظیم خداوند عالم کا یہ فرمان ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰائِکَتَہُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً" [۱]

"بیشک اللہ اور اس کے ملائکہ رسول پر صلوات بھیجتے ہیں تو اے صاحبان ایمان تم بھی ان پر صلوات بھیجتے رہو اور سلام کرتے رہو"

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"الصلاۃ علیّ نور علی الصراط" [۲]

"مجھ پر صلوات بھیجنا پل صراط کے لئے نور ہے"

یہ بھی رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی قول ہے:

"انّ ابخل الناس مَنْ ذُکرت عندہ ولم یصلّ علیّ" [۳]

"سب سے بخیل انسان وہ ہے جس کے پاس میرا تذکرہ کیا جائے اور وہ مجھ پر صلوات نہ بھیجے"

عبداللہ بن نعیم سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو میں اپنے پاس محمد و آل محمد پر صلوات بھیجنے کے علاوہ کوئی اور دعا نہیں پاتا تو آپ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ اس سے افضل اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی ہے"

حضرت امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے مروی ہے:

"اثقل ما یُوزن فی المیزان یوم القیامۃ الصلاۃ علی محمّد و آل محمّد" [۴]

"قیامت کے دن میزان میں سب سے زیادہ وزنی چیز محمد و آل محمد پر صلوات ہوگی"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اذا کانَ لکَ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہُ حَاجَۃ فَأبْدَأْ بِمَسْأَلَۃِ الصَّلَاۃِ عَلٰی رَسُوْلِہِ ثُمَّ سَلْ حَاجَتُكَ، فَاِنَّ اللّٰہَ

[۱] سورۂ احزاب آیت/۵۶۔

[۲] کنزالعمال حدیث/ ۲۱۴۹۔

[۳] کنزالعمال حدیث/ ۲۱۴۴۔

[۴] بحارالانوار جلد۱۷۔ صفحہ/ ۳۷۴۔

اَکْرَمُ مِنْ اَنْ یُسْاَلَ حَاجَتَیْنِ، فَیَقْضِیْ اِحْدَاھُمَا وَیَمْنَعُ الْاُخْرَیٰ۔ [1]

"جب تم خداوند عالم سے کوئی حاجت طلب کرو تو پہلے محمد و آل محمد پر صلوات بھیجو اس کے بعد اس سے سوال کرو بیشک خداوند عالم سب سے زیادہ کریم ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور وہ ان میں سے ایک کو پورا کردے اور دوسری کو پورا نہ کرے"

انبیاء و مرسلین اور ان کے اوصیاء کی دعائیں اسی طرح کی دعائیں ہیں۔

عام طور پر تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے اوصیاء پر صلوات و سلام وارد ہوتے ہیں یا اہل بیت علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں میں مشخص و معین اور نام بنام ان پر صلوات و سلام وارد ہوئے ہیں اور ان میں وارد ہونے والی ایک دعا (عمل ام داؤد) ہے جو رجب کے مہینہ میں ایام بیض کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے اور وہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

محمد و آل محمد علیہم السلام پر صلوات بھیجنے کے چند نمونے

صحیفۂ سجادیہ میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

ربِّ صلِّ علی محمّد وآل محمّد، المنتجب، المصطفیٰ المکرّم، المقرّب افضل صلواتك وبارك علیه اَتمّ برکاتك، و ترحّم علیه امتع رحماتك۔ ربِّ صلِّ علی محمّد وآله صلاة زاکیة لاتکون صلاة ازکیٰ منها و صلِّ علیه صلاة نامیة لاتکون صلاة انمیٰ منها و صلِّ علیه صلاة راضیة لاتکون صلاة فوقها ربِّ صلِّ علی محمّد صلوة تُرضیه وتزید علی رضاه وصلِّ علیه صلاة تُرضیك و تزید علی رضاك وصلِّ علیه صلاة لانرضیٰ له الّا بها ولاتریٰ غیره لها اهلا..... ربِّ صلِّ علیٰ محمّد وآله صلاة تنتظم صلوات ملائکتك وانبیائك ورسلك واهل طاعتك"

"خدایا محمد و آل محمد علیہم السلام پر رحمت نازل فرما جو منتخب، پسندیدہ، محترم اور مقرب ہیں۔ اپنی بہترین رحمت اور ان پر برکتیں نازل فرما اپنی تمام ترین برکات، اور ان پر مہربانی فرما اپنی مفید ترین مہربانی خدایا محمد و آل محمد پر وہ پاکیزہ صلوات نہ ہو اور وہ مسلسل بڑھنے والی رحمت جس سے زیادہ بڑھنے والی کوئی رحمت نہ ہو۔ ان پر وہ پسندیدہ صلوات نازل فرما جس سے بالاتر کوئی صلوات نہ ہو۔ خدایا محمد و آل محمد پر وہ صلوات نازل فرما جس سے انھیں راضی کردے اور ان کی رضامندی میں اضافہ کردے اپنے پیغمبر پر وہ صلوات نازل فرما جو تجھے راضی کردے اور تیری رضا میں اضافہ کردے۔ ان پر وہ صلوات نازل فرما جس کے علاوہ ان کے لئے کسی صلوات سے تو راضی نہ ہو اور اس کا ان کے علاوہ کوئی اہل نہ سمجھتا ہو۔۔۔ خدایا محمد و آل محمد پر وہ صلوات نازل فرما جو تیرے ملائکہ، انبیاء و مرسلین اور اطاعت گذاروں کی صلوات کو سمیٹ لے"

---

[1] نہج البلاغہ حکمت ۳۶۱۔

۲۔مومنین کے لئے دعا

خداوند عالم کی حمد وثنا اور محمد وآل محمد انبیاء اوران کے اوصیاء پر درود وسلام بھیجنے کے بعد سب سے اہم چیز مومنین کے لئے دعا کرنا ہے یہ دعا، دعا کے اہم شعبوں میں سے ہے اس لئے کہ مومنین کے لئے دعا کرنا اس روئے زمین پر ہمیشہ پوری تاریخ میں ایک مسلمان کو پوری امت مسلمہ سے جوڑے رہی ہے جس طرح محمد وآل محمد پر صلوات خداوند عالم کی طرف سے نازل ہونے والی ولایت کی رسی کے ذریعہ جوڑے رہی ہے۔

اس رابط کو دعا ایک طرف فرد اور امت کے درمیان جوڑتی ہے اوران سے رابطہ قائم کرنے والے تمام افراد کے درمیان اس رابطہ کو جوڑتی ہے یہ رابطہ سب سے بہترین وافضل رابطہ ہے اس لئے کہ اس علاقہ وتعلق سے انسان اللہ کی بارگاہ میں جاتا ہے اور یہ تعلق ولگاؤ اس کو ہمیشہ خدا سے جوڑے رہتا ہے اور وہ خدا کے علاوہ کسی اور کو نہیں پہچانتا اور یہ اللہ کی دعوت پر لبیک کہنا ہے۔

یہ دعا دوطریقہ سے ہوتی ہے:

عام دعا کسی شخص کو معین اور نام لئے بغیر دعا کرنا۔

دوسرے نام بنام اور مشخص ومعین کرنے کے بعد دعا کرنا۔

اور ہم انشاء اللہ ان دونوں قسموں کے متعلق بحث کریں گے:

الف: عام مومنین کے لئے دعا

اس طرح کی دعا کو اللہ دوست رکھتا ہے، اس کو اسی طرح مستجاب کرتا ہے خداوند عالم اس سے زیادہ کریم ہے کہ وہ بعض دعا کو قبول کرے اور بعض دعا کو رد کردے۔

دعا کا یہ طریقہ عام مومنین کے لئے ہے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور طول تاریخ میں روئے زمین پر امت مسلمہ کے ایک ہونے کی نشاندہی کرتا ہے اور ہمارے تعلقات کو اس خاندان سے زیادہ مضبوط ومحکم کرتا ہے۔

ہماری زندگی میں دعا کے دو کردار ہیں:

پہلا کردار یہ ہے کہ ہم اللہ سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔

دوسرا کردار یہ ہے کہ طول تاریخ میں روئے زمین پر ایمان لانے والی امت مسلمہ سے ہمارا رابطہ ہوتا ہے۔

دعا کے اس بلیغ طریقہ پر اسلامی روایات میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور یہ وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم دعا کرنے والے کو اس کی بزم میں حاضر ہونے والے تمام مومنین کی تعداد کے مطابق نیک ثواب دیتا ہے، اس دعا میں شامل ہونے والے ہر مومن کی اس وقت شفاعت ہوگی جب خدا اپنے نیک بندوں کو گناہگار بندوں کی شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مامن مؤمن دعا للمؤمنين والمؤمنات إلّا ردّ الله عليه مثل الذى دعا لهم به من كلّ مؤمن ومؤمنة، مضى مِنْ اوّل الدهر او هو آت الىٰ يوم القيامة۔

وانّ العبد ليؤمر به الىٰ النار يوم القيامة فيسحب، فيقول المؤمنون والمؤمنات: يارب هٰذا الذي كان يدعوا لنا فشفعنا فيه، فيشفعهم الله عزّوجلّ، فينجو"[1]

"جو مومن بھی زندہ مردہ مومنین ومومنات اور مسلمین ومسلمات کے لئے دعا کرے گا خداوند عالم اس کیلئے ہر مومن ومومنہ کے بدلے خلقت آدم سے قیامت تک نیکی لکھے گا۔

بیشک قیامت کے دن ایک انسان کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم دیا جائیگا تو اس کو کھینچا جائیگا اس وقت مومن ومومنات کہیں گے یہ وہی شخص ہے جو ہمارے لئے دعا کرتا تھا لہٰذا ہم کو اس کے سلسلہ میں شفیع قرار دے تو خداوند عالم ان کو شفیع قرار دے گا جس کے نتیجہ میں وہ شخص نجات پا جائیگا"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"مَنْ قال كلّ يوم خمسا و عشرين مرة :اللّهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات كتب الله له بعدد كل مؤمن ومضىٰ وبعدد كل مؤمن ومؤمنة بقى الىٰ يوم القيامة حسنة ومحا عنه سيئة ورفع له درجة"[2]

"جس نے ایک دن میں پچیس مرتبہ "اللّهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات" کہا، تو خداوند عالم ہر گزشتہ اور قیامت تک آنے والے مومن اور مومنہ کی تعداد کے مطابق اس کے لئے حسنات لکھے گا اور اس کی برائیوں کو محو کر دے گا اور اس کا درجہ بلند کرے گا"

ابوالحسن حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

"مَنْ دعا لإخوانه من المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات وكّل الله به عن كل مؤمن ملكا يدعو له"[3]

"جس نے مومنین ومومنات اور مسلمین ومسلمات کے لئے دعا کی تو خداوند عالم ہر مومن پر ایک ملک کو معین فرمائے گا جو اس کے لئے دعا کرے گا"

ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے مروی ہے:

---

[1] اصول کافی/ ۵۳۵، آمالی طوسی جلد ۲ صفحہ ۹۵، وسائل الشیعہ جلد ۴ /۱۱۵۱، حدیث/ ۸۸۸۹۔
[2] ثواب الاعمال صفحہ ۸۸؛ وسائل الشیعہ جلد ۴ /۱۱۵۱، حدیث ۸۸۹۱۔
[3] وسائل الشیعہ جلد ۴ / ۱۱۵۲، حدیث ۸۸۹۳۔

"مامن مؤمن يدعوللمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات، الأحياء منهم والأموات، الّا كتب اللهُ لهُ بكُلِّ مؤمن ومؤمنة حسنة، منذ بعث الله آدم الیٰ ان تقوم الساعة" [1]

"جو مومن بھی زندہ مردہ مومنین ومومنات اور مسلمین ومسلمات کیلئے دعا کرے گا خداوند عالم اس کیلئے ہر مومن اور مومنہ کے بدلہ خلقت آدم سے قیامت تک ایک نیکی لکھے گا"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤاجداد سے اورانھوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے:

"مامن مؤمن اومؤمنة، مضیٰ من اوّل الدهر، او هو آت الیٰ يوم القيامة، الّا وهم شفعاء لمن يقول فی دعائه: اللّهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات، وان العبد ليؤمر به الى النار يوم القيامة، فيُسحب فيقول المؤمنين والمؤمنات: يا ربَّنا هذا الذی كان يدعولنا فشفّعنا فيه فيشفّعهم الله، فينجو" [2]

"جو مومن مرد یا مومن عورت زمانہ کے آغاز سے گذر چکے ہیں یا قیامت تک آنے والے ہیں وہ اس شخص کی شفاعت کرنے والے ہیں جو یہ دعا کرے: خدایا مومنین ومومنات کو بخش دے اور قیامت کے دن انسان کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم دیا جائیگا تو اس وقت مومنین ومومنات کہیں گے پروردگار عالم یہ ہمارے لئے دعا کیا کرتا تھا لہٰذا اس کے سلسلہ میں ہم کو شفیع قرار دے تو خداوند عالم ان کو شفیع قرار دے گا جس کے نتیجہ میں وہ شخص نجات پا جائے گا"

ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے مروی ہے:

"مامن مؤمن يدعو للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات، الاحياء منهم والاموات، الّا ردالله عليه من كُلِّ مؤمن ومؤمنة حسنة، منذ بعث الله آدم الیٰ ان تقوم الساعة" [3]

"جو شخص زندہ مردہ مومنین ومومنات اور مسلمین ومسلمات کے لئے دعا کرتا ہے تو خداوند عالم خداوند عالم اس کیلئے ہر مومن اور مومنہ کے بدلہ خلقت آدم سے قیامت تک ایک نیکی لکھے گا"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤاجداد سے انھوں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے:

"مامن عبد دعاء للمؤمنين والمؤمنات الّا ردّ الله عليه مثل الذی دعا لهم من كلّ مؤمن ومؤمنة، مضیٰ من اوّل الدهر، او هو آت الیٰ يوم القيامة، وان العبد ليؤمر به الى النار يوم القيامة، فيُسحب فيقول المؤمنين والمؤمنات: يا ربّنا هذا الذی كان يدعو لنا فشفّعنا فيه فيشفّعهم الله،

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴/ ۱۱۵۲، حدیث/ ۸۸۹۴۔
[2] امالی صدوق صفحہ ۲۷۳؛ بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۵۔
[3] ثواب الاعمال صفحہ/ ۱۴۶، بحارالانوار جلد ۹۳ /صفحہ ۳۹۶۔

فینجو من النار"۔[1]

"جو مومن مرد یا مومن عورت زمانہ کے آغاز سے گذر چکا ہے یا قیامت تک آنے والا ہے وہ اس شخص کی شفاعت کرنے والا ہے جو یہ دعا کرے: خدایا مومنین ومومنات کو بخش دے اور قیامت کے دن اس انسان کو دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم دیا جائیگا تو اس وقت مومنین ومومنات کہیں گے پروردگار عالم یہ ہمارے لئے دعا کیا کرتا تھا لہٰذا اس کے سلسلہ میں ہم کو شفیع قرار دے تو خداوند عالم ان کو شفیع قرار دے گا جس کے نتیجہ میں وہ شخص نجات پا جائے گا"

امام جعفر صادق رسول خدا سے نقل فرماتے ہیں:

"اذا دعا احدکم فلیعمّ فإنّه اوجب للدعاء"۔[2]

"جب دعا مانگو تو سب کیلئے دعا مانگو کیونکہ اس طرح دعا ضرور قبول ہوتی ہے"

ابوعبداللہ الصادق علیہ السلام سے مروی ہے:

جب انسان کہتا ہے:

"اللّهم إغفر للمؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات الاحياء منهم وجميع الاموات ردّ الله عليه بعدد ما مضى ومَنْ بقي من كلّ انسان دعوة"۔[3]

"پروردگار تمام زندہ مردہ مومنین ومومنات اور مسلمین ومسلمات کو بخش دے تو خداوند عالم اس کے گذشتہ اور آئندہ انسانوں کی تعداد کے برابر نیکی لکھ دیتا ہے"

عمومی دعا کے کچھ نمونے

ہم ذیل میں اہل بیت علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں میں عام دعا کے سلسلہ میں کچھ نمونے پیش کرتے ہیں:

"اَللّٰهُمَّ اغْنِ كُلَّ فَقِيْرٍ اَللّٰهُمَّ اشْبِعْ كُلَّ جَائِعٍ. اَللّٰهُمَّ اكْسُ كُلَّ عُرْيَانٍ اَللّٰهُم اقْضِ دَيْنَ مِنْ كُلِّ مَدِيْنٍ اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ كُلِّ مَكْرُوْبٍ اَللّٰهُم رُدَّ كُلَّ غَرِيْبٍ اَللّٰهُم فُكَّ كُلَّ اَسِيْرٍ اَللّٰهُم اَصْلِحْ كُلِّ فَاسِدٍ مِنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ. اَللّٰهُم اشْفِ كُلَّ مَرِيْضٍ. اَللّٰهُم سُدَّ فَقْرَنَا بِغِنَاكَ. اَللّٰهُم غَيِّرْ سُوْءَ حَالَنَا بِحُسْنِ حَالِكَ. وَصَلَّ اللّٰهُ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِيْنَ"

"خدایا تو ہر فقیر کو غنی بنادے، خدایا تو ہر بھوکے کو سیر کردے، خدایا تو ہر برہنہ کو لباس پہنا، خدایا تو ہر قرضدار کا قرض ادا کر دے، خدایا ہر غمگین کے غم کو دور کر، خدایا ہر مسافر کو اس کے وطن پہنچا دے، خدایا ہر اسیر کو آزاد کر، خدایا مسلمانوں کے جملہ فاسد امور کی

---

[1] ثواب الاعمال صفحہ/ ۱۴۷، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ/ ۳۸۶۔

[2] ثواب الاعمال صفحہ/ ۱۴۷۔ بحار الانوار جلد ۹۲ صفحہ/ ۳۸۶۔

[3] فلاح السائل صفحہ/ ۴۳۔ بحار النوار جلد ۹۳ صفحہ/ ۳۸۷۔

اصلاح فرما، خدایا ہر مریض کو شفا عطا کر، خدایا ہمارے فقر کو اپنی مالداری سے درست کر دے، خدایا ہماری بدحالی کو خوش حالی سے بدل دے، خدایا ہمارے قرض کو ادا کر دے اور ہمارے فقر کو مالداری سے تبدیل کر دے اور محمد اور ان کی آل پاک پر صلوات بھیج“

ان ہی نمونوں میں سے ہے:

"اللّٰھم وتفضّل علیٰ فقراء المؤمنین والمؤمنات بالغنیٰ والثروۃ، وعلیٰ مرضی المؤمنین والمؤمنات بالشفاء والصحۃ، وعلیٰ احیاء المؤمنین و المؤمنات باللطف والکرامۃ وعلیٰ اموات المؤمنین والمؤمنات بالمغفرۃ والرحمۃ وعلیٰ مسافر المؤمنین والمؤمنات بالردّ الیٰ اوطانھم سالمین غانمین برحمتک یاارحم الراحمین وَصَلَّ اللہُ عَلیٰ سیدنا مُحَمَّدٍ خاتم النبیین وعترتہ الطَّاھِرِیْنَ"

”خدایا مومنین اور مومنات فقراء کو اپنے فضل سے دولت و ثروت عطا کر، بیمار مومنین اور مومنات کو شفا و صحت عطا کر، زندہ مومنین اور مومنات پر لطف و کرم فرما، مردہ مومنین و مومنات پر بخشش و رحمت عطا فرما، اپنی رحمت سے مسافر مومنین و مومنات کو ان کے وطن میں صحیح و سالم واپس لوٹا اور ہمارے سید و سردار محمد خاتم النبیین اور ان کی آل پاک پر درود و سلام ہو“

صحیفۂ سجادیہ میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اللّٰھم وصلّ علیٰ التابعین منا یومنا ھذا الیٰ یوم الدین وعلیٰ ازواجھم وعلیٰ ذرّیاتھم وعلیٰ مَنْ اطاعک منھم صلواۃً تعصمھم بھا من معصیتک وتفسح لھم فی ریاض جنتک وتمنعھم بھا من کید الشیطان وتعینھم بھا علیٰ ما استعانوک علیہ من برّ وتقیھم طوارق اللیل والنھار الاّ طارقا یطرق بخیرٍ"

”خدایا ان تمام تابعین پر آج کے دن سے قیامت کے دن تک مسلسل رحمتیں نازل کرتے رہنا اور ان کی ازواج اور اولاد پر بھی بلکہ ان کے تمام اطاعت گذاروں پر بھی وہ صلوات و رحمت جس کے بعد تو انھیں اپنی معصیت سے بچالے اور ان کے لئے باغات جنت کی وسعت عطا فرمادے اور انھیں شیطان کے مکر سے بچالے اور جس نیکی پر امداد مانگیں ان کی امداد کر دے اور رات اور دن کے نازل ہونے والے حوادث سے محفوظ بنادے۔ علاوہ اس حادثہ کے جو خیر کا پیغام لے کر آئے“

سرحدوں کے محافظوں کے حق میں دعا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ، وَحَصِّنْ ثُغُوْرَالْمُسْلِمِیْنَ بِعِزَّتِکَ وَاَیِّدْ حُمَاتُھَا بِقُوَّتِکَ وَاَسْبِغْ عَطَایَاھُمْ مِنْ جِدَتِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَ کَثِّرْعِدَّتَھُمْ وَاشْحَذْاَسْلِحَتَھُمْ وَاحْرُسْ حَوْزَتَھُمْ وَامْنَعْ حَوْمَتَھُمْ وَاَلِّفْ جَمْعَھُمْ وَدَبِّرْ اَمْرَھُمْ وَوَاتِرْ بَیْنَ مِیَرِھِمْ وَتَوَحَّدْ بِکِفَایَۃِ مُؤَنِھِمْ وَاعْضُدْھُمْ بِالنَّصْرِوَاَعِنْھُمْ بِالصَّبْرِوَالْطُفْ لَھُمْ فِیْ الْمَکْرِ۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَعَرِّفْھُمْ مَایَجْھَلُوْنَ وَعَلِّمْھُمْ مَالَایَعْلَمُوْنَ وَ بَصِّرْھُمْ مَالَایُبْصِرُوْنَ"

"خدایا محمد و آل محمد علیہم السلام پر رحمت نازل فرما اور اپنے غلبہ کے ذریعہ مسلمانوں کی سرحدوں کی محافظت فرما اور اپنی قوت کے سہارے محافظین حدود کی تائید فرما اور اپنے کرم سے ان کے عطایا کو مکمل بنادے خدایا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور مجاہدوں کی تعداد میں اضافہ فرما ان کے اسلحوں کو تیز و تند بنادے ان کے مرکزی مقامات کی حفاظت فرما، ان کے حدود و اطراف کی حراست فرما ان کے اجتماع انس و الفت پیدا کر ان کے امور کی تدبیر فرما ان کی رسد کے وسائل کو متواتر بنادے اور تو تن تنہا ان کی تمام ضروریات کے لئے کافی ہوجا اپنی نصرت سے ان کے بازوؤں کو قوی بنادے اور جوہر صبر کے ذریعہ ان کی امداد فرما اور باریک تدبیروں کا علم عطا فرما۔

خدایا محمد و آل محمد علیہم السلام پر رحمت نازل فرما اور مسلمانوں کو ان تمام چیزوں سے باخبر کردے جن سے وہ ناواقف ہیں اور وہ تمام باتیں بتادے جنھیں نہیں جانتے ہیں اور وہ سارے مناظر دکھلا دے جنھیں آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں"

صحیفہ سجادیہ میں ایک اور مقام پر امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اللّھم وایّما مسلم اھمّہ امر الاسلام واحزنہ تحزب اھل الشرك علیھم فنویٰ غزواً او ھمّ بجھاد فقعد بہ ضعف او ابطات بہ فاقۃ او اخرّہ عنہ حادث او عرض لہ دون ارادتہ مانع فاکتب اسمہ فی العابدین واوجب لہ ثواب المجاھدین واجعلہ فی نظام الشھدآء والصالحین"

"خدایا اور جس مسلمان کے دل میں اسلام کا درد ہو اور وہ اہل شرک کی گروہ بندی سے رنجیدہ ہو کر جہاد کا ارادہ کرے اور مقابلہ پر آمادہ ہوجائے لیکن کمزوری اسے بٹھادے یا فاقہ اسے روک دے یا کوئی حادثہ درمیان میں حائل ہوجائے اور اس کے ارادہ کی راہ میں کوئی مانع پیش آجائے تو اس کا نام بھی عبادت گزاروں میں لکھ دینا اور اسے بھی مجاہدین کا ثواب عطا فرمادینا اور شہداء و صالحین کی فہرست میں اس کا نام بھی درج کردینا"

دعا مجاہدین الرسالیین صحیفہ سجادیہ میں امام زین العابدین فرماتے ہیں:

"اَللّٰھُمَّ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ خَلَفَ غَازِیاً اَوْمُرَابِطاً فِیْ دَارِہٖ اَوْتَعَھَّدَ خَالِفِیْہِ فِیْ غَیْبَتِہٖ اَوْاَعَانَہُ بِطَائِفَۃٍ مِنْ مَالِہٖ، وَاَمَدَّہُ بِعِتَادٍ، اَوْرَعیٰ لَہُ مِنْ وَّرَائِہٖ حُرْمَۃً فَاْجِرْلَہُ مِثْلَ اَجْرِہٖ وَزْناً بِوَزْنٍ، وَمِثْلاً بِمِثْلٍ"

"اور خدایا جو مرد مسلمان کسی غازی یا سرحد کے سپاہی کے گھر کی ذمہ داری لے لے اور اس کے اہل خانہ کی حفاظت کرے یا اپنے مال سے اس کی مدد کرے یا جنگ کے آلات و ابزار سے اس کی کمک کرے یا پس غیبت اس کی حُرمت کا تحفظ کرے تو اسے بھی اسی جیسا اجر عطا کرنا تا کہ دونوں کا وزن ایک جیسا ہو"

قرآن کریم میں دعا کے تین صیغے

قرآن کریم میں دعا کے لئے تین صیغے آئے ہیں:

۱۔ایک انسان کا خود اپنے لئے دعا کرنا۔

۲۔کسی دوسرے کے لئے دعا کرنا۔

۳۔کچھ افراد کا مل جل کر تمام مومنین کے لئے دعا کرنا۔

دعا کے سلسلہ میں ہم ذیل میں ان تینوں گروہوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں تا کہ مومنین کے لئے دعا کرنے میں ہم قرآن کے اسلوب سے واقف ہوسکیں:

۱۔اپنے لئے دعا

دعا کا یہ مشہور ومعرف طریقہ ہے ہم قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی زبانی اس طرح دعا کرنے کے بہت سے نمونوں کا مشاہدہ کرتے ہیں یا خدا کے وہ اپنے بندے جن کو اللہ نے اس طرح دعا کرنے کی تعلیم دی ہے اس سلسلہ میں قرآن کریم فرماتا ہے:

"رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ؁" [1]،

"پروردگارتو نے مجھے ملک بھی عطا کیا اور خوابوں کی تعبیر کا علم بھی دیا تو زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور دنیا وآخرت میں میرا والی اور سرپرست ہے مجھے دنیا سے فرمانبردار ہی اٹھانا اور صالحین سے ملحق کردینا"

"وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا" [2]،

"اور یہ کہئے کہ پروردگار مجھے اچھی طرح سے آبادی میں داخل کر اور بہترین انداز سے باہر نکال اور میرے لئے ایک طاقت قرار دیدے جو میری مدد گار ثابت ہو۔

"قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ؀ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ؀ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ؀ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ؀" [3]،

"موسیٰ نے عرض کی پروردگار میرے سینے کو کشادہ کردے اور میرا کام میرے لئے آسان کردے اور میری زبان سے لکنت

---

[1] سورۂ یوسف آیت/۱۰۱۔

[2] سورۂ اسراء آیت/۸۰۔

[3] سورۂ طہ آیت/۲۵۔۲۸۔

کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں“

”رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ“[1]

”پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ دینا کہ تو تمام وارثوں سے بہتر وارث ہے۔

”رَبِّ اَنۡزِلۡنِیۡ مُنۡزَلًا مُّبٰرَکًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ ﴿۲۹﴾“[2]

”اور یہ کہنا کہ پوردگار ہم کو بابرکت منزل پر اتارنا کہ تو بہترین اتارنے والا ہے۔

”رَبِّ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ ہَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوۡذُ بِکَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ ﴿۹۸﴾“[3]

”اور کہئے کہ پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ شیاطین میرے پاس آجائیں“

”رَبِّ ہَبۡ لِیۡ حُکۡمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۳﴾ وَ اجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۸۴﴾ وَ اجۡعَلۡنِیۡ مِنۡ وَّرَثَۃِ جَنَّۃِ النَّعِیۡمِ ﴿۸۵﴾“[4]

”خدایا مجھے علم وحکمت عطافرما اور مجھے صالحین کے ساتھ ملحق کردے اور آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر قائم رکھ اور مجھے بھی نعمت کے باغ (بہشت) کے وارثوں میں قرار دے“

۲۔ دوسروں کے لئے دعا!

دوسرا طریقہ جس کے سلسلہ میں قرآنی نمونے اور شواہد موجود ہیں۔

خدا فرماتا ہے:

”وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ﴿ؕ۲۴﴾“[5]

”پروردگار ان دونوں پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح کے انھوں نے بچپنے میں مجھے پالا ہے“

ملت عرش کی مومنین کے لئے دعا:

”رَبَّنَا وَسِعۡتَ کُلَّ شَیۡءٍ رَّحۡمَۃً وَّ عِلۡمًا فَاغۡفِرۡ لِلَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اتَّبَعُوۡا سَبِیۡلَکَ وَ قِہِمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا وَ اَدۡخِلۡہُمۡ جَنّٰتِ عَدۡنِ ۣالَّتِیۡ وَعَدۡتَّہُمۡ وَ مَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِہِمۡ وَ اَزۡوَاجِہِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِہِمۡ ؕ

---

[1] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۹۔

[2] سورہ مومنون آیت ۲۹۔

[3] سورہ مومنون آیت ۹۷، ۹۸۔

[4] سورہ شعراء آیت ۸۳۔۸۵۔

[5] سورۂ اسراء آیت/ ۲۴۔

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝٨ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ ۚ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝٩"[1]

"خدایا تیری رحمت اور تیرا علم ہر شے پر محیط ہے لہٰذا ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستہ کا اتباع کیا ہے اور انھیں جہنم سے بچالے، پروردگار انھیں اور انکے باپ دادا ازواج اور اولاد میں سے جو نیک اور صالح افراد ہیں انکو ہمیشہ رہنے والے باغات میں داخل فرما جن کا تونے ان سے وعدہ کیا ہے کہ بیشک تو سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے، اور انھیں برائیوں سے محفوظ فرما کہ آج جن لوگوں کو تونے برائیوں سے بچالیا گویا انھیں پر رحم کیا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے"

۳۔اجتماعی دعا

قرآن کریم کا یہ سب سے مشہور طریقہ ہے اور قرآن کریم کی اکثر دعائیں اسی طرح کی ہیں اس سلسلہ میں قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝٦ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝٧"[2]

"ہم سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا رہ جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تونے نعمتیں نازل کی ہیں ان کا راستہ نہیں جن پر غضب نازل ہوا ہے یا جو بہکے ہوئے ہیں"

"رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ"[3]

"اور دل میں یہ دعا تھی کہ پروردگار ہماری محنت کو قبول فرمالے کہ تو بہترین سننے والا ہے"

"رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ"[4]

"پروردگار ہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہم کو عذاب جہنم سے محفوظ فرما"

"رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ"[5]

"خدایا ہمیں بے پناہ صبر عطا فرما ہمارے قدموں کو ثبات دے اور ہمیں کافروں کے مقابلہ میں نصرت عطا فرما"

"مَا اكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ

---

[1] سورۂ غافر آیت/ ۷۔۹

[2] سورۂ حمد آیت ۶۔۷۔

[3] سورۂ بقرہ آیت ۱۲۷

[4] سورۂ بقرہ آیت ۲۰۱

[5] سورۂ بقرہ آیت ۲۵۰۔

عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ [1]۔

"پروردگارہم جو کچھ بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہوجائے اسکا ہم سے مواخذہ نہ کرنا خدایا ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈالنا جیسا پہلے والی امتوں پر ڈالا گیا ہے پروردگارہم پر وہ بار نہ ڈالنا جس کی ہم میں طاقت نہ ہو ہمیں معاف کردینا ہمیں بخش دینا ہم پر رحم کرنا تو ہمارا مولا اور مالک ہے اب کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما"

"رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ [2]"

"ان کا کہنا ہے کہ پروردگارجب تونے ہمیں ہدایت دے دی ہے تو اب ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا ہونے پائے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما کہ تو بہترین عطا کرنے والا ہے"

"رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ [3]"

"پروردگارہم نے اس منادی کو سنا جو ایمان کی آواز لگا رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے پروردگار اب ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری برائیوں کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ محشور فرما پروردگار جو تو نے اپنے رسول سے وعدہ کیا ہے اسے عطا فرما اور روز قیامت ہمیں رسوا نہ کرنا کہ تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا"

"رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ [4]"

"خدایا ہم پر صبر کی بارش فرما اور ہمیں مسلمان دنیا سے اٹھانا"

"اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ [5]"

"پروردگارہم ایمان لائے ہیں لہٰذا ہمارے گناہوں کو معاف کردے اور ہم پر رحم فرما کہ تو بہترین رحم کرنے والا ہے"

"رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا [6]"

"پروردگارہم سے عذاب جہنم کو پھیر دے کہ اس کا عذاب بہت سخت اور پائیدار ہے"

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۸۶۔

[2] سورۂ آل عمران آیت ۸۔

[3] سورۂ آل عمران آیت ۱۹۳۔۱۹۴

[4] سورۂ اعراف آیت/۱۲۶۔

[5] سورۂ مومنون آیت ۱۰۹۔

[6] سورۂ فرقان آیت/ ۶۵۔

"رَبَّنَآ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ"[1]

"خدایاہمارے لئے ہمارے نورکومکمل کردے اورہمیں بخش دے کہ تو یقیناہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے"

دعا کے تیسرے طریقہ کی تشریح وتفسیر

دونوں قسموں میں مومنین کے لئے دعا کی گئی ہے مگر دعا کی دوسری قسم میں ایک فرد کا تمام انسانوں کے لئے دعا کرنا بیان کیا گیا ہے اور تیسری قسم میں اجتماعی اعتبار سے دعا کرنے کو بیان کیا ہے اور ہم دعا کے اسی تیسرے طریقہ کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں:

۱۔جمیع (تمام)افراد کے لئے دعا کرنا یعنی انسان صرف اپنے لئے دعانہیں کرتا بلکہ وہ سب کے لئے دعا کرتا ہے اور کبھی کبھی تنہا انسان کی دعا اس کے لئے مفید نہیں ہوتی جیسا کہ اگر کسی امت پر بلاومصیبت نازل ہو تو یہ فرد بھی انھیں میں شامل ہوتا ہے یہاں تک کہ دوسرے افراد جو ظلم میں کسی کے شریک نہیں ہوتے ان پر بھی بلا نازل ہو جاتی ہے:

"وَاتَّقُوۡا فِتۡنَةً لَّا تُصِيۡبَنَّ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡكُمۡ خَآصَّةً"[2]

"اوراس فتنہ سے بچو جو صرف ظالمین کو پہنچنے والا نہیں ہے"

ایسے موقع پر انسان کو سب کے لئے دعا اور استغفار کرنا چاہئے۔لہٰذا جب پروردگار عالم سب سے عذاب اٹھائے گا تو اس انسان سے بھی اٹھائے گا۔

"رَبَّنَا اكۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ"[3]

"تب سب کہیں گے کہ پروردگار اس عذاب کو ہم سے دور کردے ہم ایمان لے آنے والے ہیں"

۲۔کبھی کبھی دعا کرنے والا تمام مومنین کا قائم مقام بن کر دعا کرتا ہے اور جب اس طرح کی دعا کی جاتی ہے تو اکثر کلمہ "ربنا" استعمال کرتا ہے گویا دعا کرنے والے کا قائم مقام بن کر سب کے لئے دعا کرتا ہے اور جن کے لئے دعا کرتا ہے ان سے اپنے نفس کو الگ نہیں کرتا جس طرح دعا کی دوسری قسم میں ہے،وہ (دعا کرنے والا)سب کا قائم مقام بن کر ان سب کے لئے دعا کرتا ہے، اپنے نفس کو خود انھیں لوگوں میں شامل کرتا ہے جن کے لئے وہ دعا کر رہا ہے یہی دعا بارگاہ خداوند عالم میں قبولیت کے زیادہ نزدیک ہوتی ہے۔

خداوند عالم یا تو سب کی دعا کو رد کر دے گا یا بعض انسانوں کے لئے قبول کرے گا اور بعض انسانوں کے لئے قبول نہیں کرے گا یا سب کے لئے دعا قبول کرے گا۔

خداوند عالم سب سے زیادہ کریم ہے وہ کہاں سب کی دعاؤں کو رد کرے۔بعض کے لئے اس کی دعا قبول کر لینا یہ اس کی

---

[1] سورۂ تحریم آیت/ ۸۔

[2] سورۂ انفال آیت/ ۲۵۔

[3] سورۂ دخان آیت/ ۱۲

شان کریمی نہیں ہے۔

یہیں سے یہ تیسرا فرضیہ کہ خداوند عالم سب کے حق میں دعا مستجاب کرتا ہے معین ہوجاتا ہے۔

دعا کی اس قسم میں انسان سب کی طرف سے اللہ تک پیغام پہنچاتا ہے اللہ کو سب کی طرف سے مخاطب کرکے کہتا ہے (ربنا)سب کا قائم مقام بنتا ہے اور سب کا پیغام اللہ تک پہنچاتا ہے۔

عمدہ بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک انسان دوسروں کا نمائندہ بن کر سب کا پیغام خدا تک پہنچانے کے لئے اپنے نفس کو پیش کرتا ہے لہٰذا ہم میں سے ہر ایک لوگوں کا پیغام دعا کے ذریعہ پہنچاتا ہے جس طرح پروردگار عالم اپنا پیغام لوگوں تک پہنچاتا ہے اسی طرح لوگ اپنی حاجتوں کو خداوند عالم کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں۔

یہاں پر ہر انسان تمام انسانوں کا پیغام پہنچانے والا ہے اور تمام انسانوں کا قائم مقام بنتا ہے۔ یہ بڑی تعجب خیز بات ہے کہ جب ہم اس دنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں تو بازاروں اور سڑکوں میں ہم میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کے لئے رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں اور بعض کو بعض سے جدا کرتے ہیں اور ہم میں سے ہر ایک پر ایک دوسرے کے کچھ حقوق ہوتے ہیں جو نہ تو واپس کئے جا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کو چھوڑا جا سکتا ہے، انسان اپنی ذات کو ہی سب کے سامنے مثالی کردار بنا کر پیش کرتا ہے، وہ بذات خود دوسروں کا قائم مقام بننا چاہتا ہے، وہ دوسروں کا قائم مقام بھی اسی وقت بنتا ہے جب تک دوسرا اس کو صاف طور پر سب کے سامنے اپنا قائم مقام نہ بنائے لیکن جب ہم نماز اور دعا کرتے ہیں تو یہ سب باتیں ختم ہوجاتی ہیں، ہم میں سے کوئی بھی اپنے نفس کو دوسروں سے جدا نہیں سمجھتا، گویا کہ ہم میں سے ہر ایک سب کا قائم مقام بن جاتا ہے اور یہ تمثیل کا طریقہ سب سے بہترین اور عمدہ طریقہ ہے (یعنی تمام انسانوں کا تمام انسانوں کا قائم مقام بننا اور سب کی نطق، ندا اور دعا میں رب العالمین کی بارگاہ میں سب کی نیابت کرنا)۔

اس سے بھی اچھی و بہتر بات یہ ہے کہ خداوند عالم سب کی طرف سے سب کی اس تمثیل نیابت اور رسالت کو قبول کرتا ہے، وہ اس کو رد نہیں کرتا اور نہ ہی انکار کرتا ہے، وہ دعا کرنے والے کو اس حالت میں سب کا قائم مقام بننے کے لئے قوت عطا کرتا ہے، جب ہم میں سے کوئی اپنی نماز میں "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ [1] "، "ہم کو سیدھے راستہ پر گامزن رکھ" کہتا ہے تو گویا سب نے مل کر سب کے لئے دعا کی اور اللہ سے ہدایت طلب کی ہے اور اس حالت میں دعا کی قدر و قیمت معلوم ہوجاتی ہے۔

بیشک ہم میں سے ہر نماز میں ہر ایک کی دعا سب کے لئے سب کی دعا کی طاقت رکھتی ہے۔ ایسی حالت میں دعا کرنا خداوند عالم کی بارگاہ میں رحم کی درخواست کرنا بہت بلند طاقت کا حامل ہے۔

اس سے بھی اہم اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ان دعاؤں میں مسلمان ہر دن اللہ سے متعدد مرتبہ یہ درخواست کرتا ہے:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ "

"ہم کو سیدھے راستہ پر گامزن رکھ"

---

[1] سورۂ حمد آیت ۶

بیشک تمام افراد مل کر تمام انسانوں کے قائم مقام بنتے ہیں، ریاضی کے حساب سے یہ دعا کے عجائب وغرائب میں شمار ہوتا ہے، دعا میں سب، سب کے لئے مجسم شکل میں بن کر سب کے قائم مقام ہوجاتے ہیں، ہم دوبارہ پھر دعا کی قدر و قیمت کے سلسلہ میں غور وفکر کرتے ہیں۔

اس اعتبار سے کہ تمام مومنین کیلئے دعا کی جارہی ہے لہٰذا دعا کی بڑی اہمیت ہے یہ عام مومنین کیلئے دعا کرنا خداوندعالم کے نزدیک بڑی اہمیت بڑھا دیتا ہے۔

دعا کرنے والا شخص (ذاتی) طور پر پروردگار عالم سے دعانہیں کرتا بلکہ وہ تو تمام لوگوں کی دعاؤں کو خدا کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے وہ سب کا قائم مقام بنتا ہے اور خداوندعالم اس بندے سے اس کے سب کا قائم مقام ہونے کی نیابت قبول کرتا ہے، وہ ان کو اللہ کی بارگاہ میں مجسم بنا کر پیش کرتا ہے اور خداوندعالم اس بندہ سے اِس تمثیل اور دوسروں کی نیابت کو قبول کرتا ہے۔

مومنین بعض افراد کے دوسرے بعض افراد سے تمثیل وتشبیہ دینے کو قبول کرتے ہیں اور یہاں پر تمثیل وتشبیہ سے مراد فرد کا اللہ کی بارگاہ میں دعویٰ پیش کرنا نہیں ہے بلکہ یہ حقیقی تشبیہ ہے جس کو پروردگار عالم قبول کرتا ہے اور جو افراد اللہ کی بارگاہ میں کسی دوسرے فرد کی نیابت کرتے ہیں یہ تمثیل وتشبیہ شرعی ہے اور خداوندعالم کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

اس صورت میں دعا سب کی دعاؤں کی طاقت رکھتی ہے جب ہم میں سے کوئی شخص اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے کہتا ہے:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ"

"ہم کو سیدھے راستہ پر گامزن رکھ"

گویا سب نے مل کر خدا سے دعا کی، اس درجہ اور طاقت وقوت کی حامل دعا کو ہر مسلمان ہر روز نماز میں خداوندعالم سے کرتا ہے اور سب کا قائم مقام بن کر سب کیلئے دعا کرتا ہے۔

ہر دن لوگ اللہ کی بارگاہ میں ہمیشہ اسی طرح گڑگڑاتے ہیں اور دسیوں مرتبہ اس سے رحم وعطوفت کی درخواست کیا کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ جس پروردگار کو ہم روزانہ دسیوں مرتبہ پکارتے ہیں اسی نے ہم کو ہدایت کی تعلیم دی ہے اور یہ بھی سکھایا ہے کہ ہم اس سے تمام لوگوں کی ہدایت طلب کریں اسی نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ اس دعا میں سب کی نیابت کریں اور وہ ہماری نیابت کو قبول کرتا ہے۔

کیا ان تمام باتوں کے باوجود بھی خداوندعالم کا ہماری دعا کے قبول نہ کرنے کا امکان ہے؟ ہرگز نہیں۔

ب۔ مخصوص مومنین کیلئے دعا

جس طرح اسلامی روایات میں عام مومنین کیلئے دعا کرنا وارد ہوا ہے اسی طرح مخصوص مومنین کا نام لے کر ان کیلئے دعا کرنا وارد ہوا ہے۔

دعا کے اس رنگ میں الگ ہی نکھار ہے اور دعا کرنے والے کے نفس میں اس نکہت اور اثر کے علاوہ بھی ایک اثر ہے جو عمومیت کے لئے تھا کیونکہ دعا کا یہ رنگ ان منفی اثرات کو ختم کر دیتا ہے جو کبھی دو طرفہ اور افراد کے اجتماعی تعلّقات پر سایہ فگن ہو جاتے ہیں اور کبھی مومنین کی جماعتوں پر اثر انداز ہو جاتے ہیں کیونکہ جب مومن خداوند عالم سے اپنے مومن بھائیوں کا نام لے کر رحمت و مغفرت کی دعا کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو دوست رکھتا ہے اور اس کے ذریعہ وہ حسد اور نفرت وغیرہ دور ہو جاتے ہیں جن کو وہ ان کی طرف سے کبھی اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔

اس وقت دعا کی تین حالتیں ہوتی ہیں؟

۱۔ دعا کرنے والا اللہ سے لو لگا تا ہے۔

۲۔ دعا کرنے والا روئے زمین پر بسنے والی امت مسلمہ اور طول تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے دونوں سے رابطہ رکھتا ہے۔

۳۔ وہ اپنے برادران اور رشتہ داروں سے رابطہ پیدا کرتا ہے اور یہ اس کی زندگی کا بہت ہی وسیع میدان ہے۔

اسلامی روایات میں نام لے کر دعا کرنے کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔

ہم ذیل میں ان عناوین کے متعلق وارد ہونے والی روایات کے نمونے بیان کر رہے ہیں:

1۔ غائب مومنین کیلئے دعا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

"دعاء المرء لاخیه بظهر الغیب یدر الرزق، و یدفع المکروه"[1]

"انسان کے غائب مومنین کیلئے دعا کرنے سے رزق میں کشادگی ہوتی ہے اور بلائیں، مشکلیں دور ہوتی ہیں"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

"اوشك دعوة واسرع اجابة دعاء المرء لاخیه بظهر الغیب"[2]

"انسان کی غائب شخص کیلئے کی جانے والی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے"

ابو خالد قماط سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"اسرع الدعاء نجحاللاجابة دعاء الاخ لأخیه بظهر الغیب. یبدأ بالدعاء لاخیه فیقول له ملك موکّل به: آمین ولك مثلاه"[3]

"غائب شخص کیلئے کی جانے والی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے جب انسان اپنے غائب بھائی کیلئے دعا کرنا شروع کرتا ہے تو

---

[1] اصول کافی/ ۴۳۵، وسائل الشیعہ جلد ۴/ ۱۱۴۵، حدیث/ ۸۸۶۷۔

[2] اصول کافی/ ۴۳۵۔

[3] اصول کافی/ ۴۳۵۔

دعا کرنے والے کا موکل فرشتہ اس کی دعا کے بعد آمین کہتا ہے اور کہتا ہے تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہوگا"

سکونی نے حضرت امام جعفر صادق سے اور آپ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے:

"لیس شیء اسرع اجابة من دعوة غائب لغائب"[۱]

"غائب شخص کی غائب شخص کیلئے دعا جتنی جلدی قبول ہوتی ہے کوئی چیز اُتنی جلدی قبول نہیں ہوتی ہے"

جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد سے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے:

"یاعلی اربعة لاترد لهم دعوة: امام عادل، والوالد لولده، والرجل یدعو لاخیه بظهر الغیب، والمظلوم۔ یقول الله عزّوجلّ: وعزّتی وجلالی لأنتصرنّ لك ولو بعد حین"[۲]

"اے علی، چار آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی ہے: امام عادل، باپ کا اپنے بیٹے کیلئے دعا کرنا، انسان کا اپنے غائب بھائی، اور مظلوم کیلئے دعا کرنا، اللہ عزوجل فرماتا ہے میری عزت وجلال کی قسم میں تمہاری مدد ضرور کرونگا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہی کیوں نہ کروں"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"مَنْ دعا لمؤمن بظهر الغیب قال الملك: فلك بمثل ذلك"[۳]

"جو انسان کسی غائب مومن شخص کیلئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہوگا"

حمران بن اعین سے مروی ہے:

میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں عرض کیا: مجھے کچھ نصیحت فرمایئے تو آپ نے فرمایا:

"اوصیك بتقوی الله وایاك والمزاح فانه یذهب بهیبة الرجل وماء وجهه، وعلیك بالدعا لاخوانك بظهر الغیب؛ فانّه یهیل الرزق۔ یقولها ثلاثاً"[۴]

"اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، مذاق کرنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ اس سے انسان کی ہیبت اور اس کے چہرے کی رونق ختم ہوجاتی ہے اور تم اپنے غائب بھائی کیلئے دعا کرو چونکہ اس طرح رزق میں وسعت ہوتی ہے" آپ نے ان جملوں کو تین مرتبہ دُہرایا"

معاویہ بن عمار نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"الدعاء لاخیه بظهر الغیب یسوق الی الداعی الرزق، ویصرف عنه البلاء، ویقول

---

[۱] وسائل الشیعہ جلد ۴/ ۱۱۴۶،حدیث/ ۸۸۷۔

[۲] خصال صدوق جلد ۱ صفحہ/ ۹۲ اور فقیہ جلد ۵ صفحہ/ ۵۲۔

[۳] امالی طوسی جلد ۲ صفحہ/ ۹۵۔ بحار الانوار جلد ۹۳۔صفحہ/ ۳۸۴۔

[۴] السرائر صفحہ/ ۴۸۴۔ بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ/ ۳۸۷۔

الملك: ولك مثل ذلك".[۱]

"اپنے کسی غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کرنا رزق کی طرف دعوت دینا ہے، اس سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور فرشتہ کہتا ہے: تمہار ے لئے بھی ایسا ہی ہے"

2: چالیس مومنوں کیلئے دعا

اسلامی روایات میں نام بنام چالیس مومنوں کیلئے اور انھیں اپنے نفس پر مقدم کر کے دعا کرنے پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

علی بن ابراہیم نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"مَنْ قدّم فی دعائه اربعین من المؤمنین، ثم دعا لنفسه استجیب له".[۲]

"جو انسان اپنے لئے دعا کرنے سے پہلے چالیس مومنوں کے لئے دعا کرتا ہے اسکی دعا مستجاب ہوتی ہے"

عمر بن یزید سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

"مَنْ قدّم اربعین رجلا من إخوانه قبل أنْ یدعو لنفسه استجیب له فیهم و فی نفسه".[۳]

"جس نے اپنے لئے دعا کرنے سے پہلے اپنے چالیس بھائیوں کے لئے دعا کی تو پروردگار عالم اس کی دعا ان کے اور خود اس کے حق میں قبول کرتا ہے"

3: دعا میں دوسروں کو ترجیح دینا

ابوعبیدہ نے ثویر سے نقل کیا ہے کہ میں نے علی بن الحسین علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے:

"انّ الملائکة اذا سمعوا المؤمن یدعو لأخیه المؤمن بظهر الغیب، او یذکره بخیر، قالوا: نعم الأخ انت لأخیك، تدعو له بالخیر، و هو غائب عنك و تذکره بخیر، قد اعطاك الله عزّوجلّ مثلَی ما سألت له، و اثنیٰ علیك مثلی ما اثنیت علیه، ولك الفضل علیه".[۴]

"جب فرشتے کسی مومن کو اپنے غیر حاضر بھائی کے لئے دعا کرتے ہوئے یا اسکو اچھائی سے یاد کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: ہاں وہ تمہارا بھائی ہے تم اس کیلئے خیر کی دعا کرو، وہ تمہارے پاس نہیں ہے تم اسکو خیر کے ساتھ یاد کرو خداوند عالم تم کو اسی کے مثل عطا کرے گا جو تم نے اس کیلئے خدا سے مانگا ہے ویسی ہی تعریف تمہاری ہے جو تعریف تم نے اس کے لئے کی ہے اور تمہارے لئے

---

[۱] امالی طوسی ج ۲ ص ۲۹۰، بحار الانوار ج ۹۳ ص ۳۲۷

[۲] المجالس صفحہ ۲۷۳؛ بحار الانوار جلد ۹۳ / ۳۸۴؛ وسائل الشیعہ جلد ۴ / ۱۱۵۴، حدیث / ۸۸۹۸۔

[۳] المجالس صفحہ ۲۷۳؛ الامالی صفحہ ۲۷۳؛ وسائل الشیعہ جلد ۴ / ۱۱۵۴، حدیث / ۸۸۹۸۔

[۴] اصول کافی / ۵۳۵، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۷، وسائل الشیعہ جلد ۴ / ۱۱۴۹، حدیث / ۸۸۸۲۔

فضل ہے۔

یونس بن عبدالرحمن نے عبداللہ بن جندب سے نقل کیا ہے:

"الداعی لاخیہ المؤمن بظھر الغیب ینادیٰ من عنان السماء: لك بکل واحدۃ مائۃ الف" [1]

" میں نے ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا ہے: غیر حاضر مومن کے لئے دعا کرنے والے کو عنانِ سماء سے آواز آتی ہے: تمہارے لئے ایک دعا کے عوض ایک لاکھ دعائیں ہیں"

ابن ابوعمیس نے زید نرسی سے نقل کیا ہے:

"کنت مع معاویۃ بن وھب فی الموقف وھو یدعو، فتفقدت دعاءہ فما رأیتہ یدعو لنفسہ بحرف، ورأیتہ یدعو لرجل رجل من الآفاق ویُسمّیھم، ویُسمّی آباءھم حتّی افاض الناس۔

فقلت لہ: یاعمّ لقد رأیت عجباً!

قال: وما الذی أعجبك مما رأیت؟

قلت: ایثارك اخوانك علی نفسك فی مثل ھذا الموضع، وتفقدك رجلاً رجلاً۔

فقال لی: لاتعجب من ھذا یابن اخی، فانی سمعت مولی... وھو یقول من دعالأخیہ بظھر الغیب ناداہ ملك من السماء الدنیا: یاعبد اللہ، لك مائۃ ألف وضعف مما دعوت..." الخ [2]

"میں موقف (حج) میں معاویہ بن وہب کے ساتھ تھا وہ اپنے علاوہ سب کے لئے دعا کر رہے تھے اپنے لئے دعا کا ایک بھی فقرہ نہیں کہہ رہے تھے اور آفاق میں سے ایک ایک شخص اور ان کے آباؤ اجداد کا نام لے لے کر ان کے لئے دعا کر رہے تھے یہاں تک کہ سب کوچ کر گئے۔

میں نے ان کی خدمت عرض کیا: اے چچا میں نے بڑی عجیب چیز دیکھی انھوں نے کہا: تم نے کیا عجیب چیز دیکھی؟

میں نے عرض کیا: اس طرح کے مقام پر آپ کا اپنے نفس کو چھوڑ کر دوسرے برادران کے لئے دعا کرنا یہاں تک کہ ان میں سے ایک ایک کر کے سب چلے گئے۔

انھوں نے مجھ سے کہا: اے برادر زادہ اس بات سے متعجب نہ ہو میں نے اپنے مولا کو یہ فرماتے سنا ہے:...جس نے اپنے غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کی تو آسمان کے فرشتے اس کو آواز دیتے ہیں جو کچھ تم نے اس کیلئے دعا کی ہے تمہارے لئے اس کے ایک لاکھ برابر ہے

حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت امام حسن سے نقل کیا ہے:

---

[1] رجال کشی صفحہ ۳۶۱۔

[2] عدۃ الداعی صفحہ/ ۱۲۹، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۷، وسائل الشیعہ جلد ۴ / ۱۱۴۹، حدیث/ ۸۸۸۵۔

"رأیت امی فاطمة قامت فی محرابها لیلة جمعتها، فلم تزل راکعة، ساجدة حتیٰ اتضح عمود الصبح، و سمعتها تدعو للمؤمنین و المؤمنات، و تسمّیهم و تُکثر الدعاء لهم و لا تدعو لنفسها بشیٔ فقلت لها: یا أُماه: لم لا تدعین لنفسك، کما تدعین لغیرك؟ فقالت: یابُنّی، الجار ثم الدار "[1]

"میں نے اپنی مادر گرامی کو شب جمعہ ساری رات محراب عبادت میں رکوع وسجود کرتے دیکھا یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جاتی تھی اور آپ مومنین اور مومنات کا نام لے لے کر بہت زیادہ دعائیں کیا کرتی تھیں اور اپنے لئے کوئی دعا نہیں کرتی تھیں۔ میں نے آپ کی خدمت مبارک میں عرض کیا: اے مادر گرامی آپ اپنے لئے ایسی دعا کیوں نہیں کرتیں جیسی دوسروں کیلئے کرتی ہیں؟

تو آپ نے فرمایا: اے میرے فرزند، پہلے ہمسایہ اور پھر گھر والے ہیں"

ابونا تانہ نے حضرت علی علیہ السلام سے اور انھوں نے اپنے پدر بزرگوار سے نقل کیا ہے:

"رأیت عبد الله بن جندب فی الموقف فلم أر موقفاً أحسن من موقفه، ما زال مادّاً یدیه الی السماء ودموعه تسیل علی خدیه حتّیٰ تبلغ الارض. فلما صدر الناس قلت له: یاأبامحمّد، مارأیت موقفاً أحسن من موقفك! قال: والله مادعوت الّا لاخوانی، وذلك أنّ أباالحسن موسیٰ بن جعفر أخبرنیأنّه مَن دعالاخیه بظهر الغیب نُودی من العرش: ولك مائة ألف ضعف. فکرهت أن أدع مائة ألف ضعف مضمونة لواحدة لاأدری تستجاب أم لا "[2]

"میں نے عبداللہ بن جندب کو موقف حج میں دیکھا اور اس سے بہتر میں نے کسی کا موقف نہیں دیکھا آپ مسلسل اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو آپ کے رخساوں سے بہہ کر زمین پر ٹپک رہے تھے، جب سب ہٹ گئے تو میں نے ان سے عرض کیا: اے ابومحمد، میں نے آپ کے موقف سے بہتر کوئی موقف نہیں دیکھا! انھوں نے کہا: میں صرف اپنے بھائیوں کے لئے دعا کر رہا تھا اسی وقت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر نے مجھ کو خبر دی ہے کہ جو اپنے غیر حاضر بھائی کیلئے دعا کرتا ہے تو اس کو عرش سے ندا دی جاتی ہے: تمہارے لئے اس کے ایک لاکھ برابر ہے: لہٰذا مجھ کو یہ نا گوار گذرا کہ اس ایک نیکی کی خاطر ایک لاکھ ضمانت شدہ نیکیوں کو ترک کر دوں جس کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ وہ قبول بھی ہوگی یا نہیں"

عبداللہ بن سنان سے مروی ہے: میں عبداللہ بن جندب کے پاس سے گزرا تو میں نے آپ کو صفا (پہاڑی کے نام) پر کھڑے دیکھا اور دوسرے ایک سن رسیدہ آدمی کو دعا میں یہ کہتے سنا: کہ خدا اے افلاں فلاں کو بخش دے جن کی تعداد کو میں شمار نہ کر سکا۔ جب وہ نماز کا سلام تمام کر چکے تو میں نے ان سے عرض کیا: میں نے آپ سے بہتر کسی کا موقف نہیں دیکھا لیکن میں نے

---

[1] علل الشرائع صفحہ/۱۷۔

[2] امالی صدوق صفحہ ۲۷۳؛ بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۸۴۔

آپ میں ایک قابل اعتراض بات دیکھی ہے۔انھوں نے کہا کیا دیکھا؟ میں نے ان سے کہا: آپ اپنے بہت سے برادران کے لئے دعا کرتے ہیں لیکن میں نے آپ کو اپنے لئے دعا کرتے نہیں دیکھا تو عبداللہ بن جندب نے کہا: اے عبداللہ میں نے امام جعفر صادق کو یہ فرماتے سنا ہے:

"مَن دعا لاخیه المؤمن بظهر الغیب نودی من عنان السماء: لك یاهذا مثل ماسألت فی اخیك مائة الف ضعف فلم أحبّ أن أترُك مائه ألف ضفع مضمونة بواحدة لاادری أتستجاب ام لا"[1]

"جس نے اپنے غیر حاضر مومن بھائی کے لئے دعا کی تو اس کو آسمان سے ندا دی جاتی ہے، جو کچھ تم نے اپنے مومن بھائی کے لئے سوال کیا ہے تمہارے لئے اس کے ایک لاکھ برابر ہے لہٰذا مجھ کو یہ نا گوار گذرا کہ اس ایک نیکی کی خاطر ایک لاکھ ضمانت شدہ نیکیو ں کو ترک کردوں جس کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ وہ قبول بھی ہوگی یا نہیں"

ابن عمیر نے اپنے بعض اصحاب سے نقل کیا ہے کہ:

"کان عیسیٰ بن اعین اذا حجّ فصار الی الموقف اقبل علیٰ الدعاء لاخوانه حتّیٰ یفیض الناس، فقیل له: تنفق مالك، و تتعب بدنك، حتّیٰ اذا صرت الی الموضع الذی تبث فیه الحوائج الی الله اقبلت علی الدعاء لاخوانك، وتترك نفسك فقال: اننی علیٰ یقین من دعاء الملك لی وشك من ا لدعاء لنفسی"[2]

"جب عیسیٰ بن اعین حج کرتے وقت موقف پر پہنچے تو انھوں نے اپنے برادران کے لئے دعا کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سب لوگ چلے گئے۔

ان سے سوال کیا گیا: آپ نے مال خرچ کیا، مشقتیں برداشت کیں اور آپ نے دوسرے برادران کے لئے دعائیں کیں اور اپنے لئے کوئی دعا نہیں کی تو انھوں نے کہا: مجھ کو یقین ہے کہ فرشتہ میرے لئے دعا کرتا ہے اور مجھے خود اپنے نفس کے لئے دعا کرنے میں شک ہے"

ابراہیم بن ابی البلاد (یا عبداللہ بن جندب) سے مروی ہے:

"قال کنت فی الموقف فلما افضت لقیت ابراهیم بن شعیب، فسلّمت علیه، وکان مصاباً باحدیٰ عینیه و اذا عینه الصحیحة حمراء کأنّها علقة دم، فقلتله: قد أصیت باحدیٰ عینیك، و انا مشفق لك علی الاخریٰ فلو قصرت عن البکاء قلیلاً قال: لا و الله یا أبا محمّد، ما دعوت لنفسی الیوم

---

[1] فلاح السائل صفحہ/ ۴۳، بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ/ ۳۹۰۔۳۹۱۔

[2] الاختصاص صفحہ ۶۸، بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۹۲۔

بدعوۃ؟۔

فقلت: فلمن دعوت؟

قال: دعوت لاخوانی: سمعت اباعبداللہ علیہ السلام یقول: مَن دعا لاخیہ بظھر الغیب، وکّل اللہ بہ ملکاً یقول: ولک مثلاہ فاردت ان اکون انما ادعو لاخوانی ویکون الملک یدعو لی لانی فی شک من دعائی لنفسی، ولست فی شک من دعاء الملک لی"[1]

"جب میں موقف میں تھا تو میری ابراہیم بن شعیب سے ملاقات ہوئی میں نے ان کو سلام کیا تو ان کی ایک آنکھ پر مصیبت کے آثار نمایاں تھے اوران کی صحیح آنکھ اتنی سرخ تھی گویا خون کا ٹکڑا ہو تو میں نے ان سے کہا: تمہاری ایک آنکھ خراب ہوگئی ہے لہٰذا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کم گریہ کریں اور دوسری آنکھ کی خیر منائیں۔

انھوں نے کہا: اے ابو محمد خدا کی قسم آج میں نے اپنی ذات کیلئے ایک بھی دعا نہیں کی ہے میں نے کہا: تو آپ نے کس کیلئے دعا کی ہے؟

انھوں نے کہا: میں نے اپنے برادران کیلئے دعا کی ہے: کیونکہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے: جس نے اپنے غائب (غیر حاضر) مومن بھائی کیلئے دعا کی تو خداوند عالم اس پر ایک ایسے فرشتہ کو معین فرما دیتا ہے جو یہ کہتا ہے: تمہارے لئے بھی ایسا ہی ہے۔ میں نے اسی مقصد و ارادہ سے اپنے برادران کیلئے دعا کی ہے اور فرشتہ میرے لئے دعا کرتا ہے مجھے اس سلسلہ میں کوئی شک ہی نہیں ہے حالانکہ مجھکو اپنی ذات کیلئے دعا کرنے میں شک ہے"

۳۔ والدین کے لئے دعا!

والدین کے ساتھ نیکی کرنا ان کے حق میں دعا کرنا ہے اور نیز ان کے ساتھ احسان کرنے کے بہت زیادہ مصادیق ہیں۔

انسان اُن کی طرف سے صدقہ دے، ان کی طرف سے حج بجالائے، ان کی نمازیں ادا کرے، ان کیلئے دعا کرے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"ما یمنع الرجل منکم ان یبرّ والدیہ حیین او میتین یصلی عنھما، و یتصدق عنھما، ویصوم عنھما، فیکون الذی صنع لھما، ولہ مثل ذالک، فیزیدہ اللہ عزّ وجلّ ببرّہ (وصلتہ) خیراً کثیراً"

"تم میں سے ہر انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنا چاہئے چاہے وہ زندہ ہوں یا مردہ ان کی نمازیں ادا کرے، ان کی طرف سے صدقہ دے، حج بجالائے اور ان کے روزے رکھے پس جو کچھ وہ ان کیلئے کرے گا ویسا ہی اس کیلئے ہوگا اللہ عزوجل اس کی

[1] الاختصاص صفحہ ۸۴، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۹۲۔

نیکیوں اور صلہ میں بہت زیادہ اضافہ کرے گا"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہی مروی ہے:

کان ابی یقول: خمس دعوات لا یحجبن عن الرّب تبارك وتعالیٰ:

۱۔ دعوة الامام المقسط۔

۲۔ و دعوة المظلوم، یقول الله عزّوجلّ: لأنتقمن لك ولو بعد حین۔

۴۔ ودعوة الوالد الصالح لولده۔

۵۔ ودعوة المؤمن لاخیه بظهر الغیب، فیقول: ولك مثلاه۔ [1]

"میرے والد بزرگوار کا فرمان ہے: پانچ دعائیں ایسی ہیں جن کے مابین اللہ سے کوئی حجاب نہیں:

۱۔ عادل امام کی دعا۔

۲۔ مظلوم کی دعا، اللہ عزوجل کہتا ہے: میں تیرا انتقام ضرور لوں گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہی کیوں نہ لوں۔

۳۔ نیک اولاد کی اپنے والدین کیلئے دعا۔

۴۔ نیک باپ کا اپنے فرزند کیلئے دعا کرنا۔

۵۔ مومن کا اپنے غائب (غیر حاضر) بھائی کیلئے دعا کرنا، اس سے کہا جاتا ہے: تمہارے لئے بھی اس کے مثل ہے"

والدین کے لئے دعا کرنے کے سلسلہ میں صحیفہ سجادیہ میں دعا وارد ہوئی ہے:

"اَللَّهُمَّ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَاخْصُصْ اَبَوَيَّ بِأَفْضَلِ مَاخَصَصْتَ بِهِ آبَاءَ عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاُمَّهَاتِهِمْ يَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَللَّهُمَّ لَاتُنْسِنِيْ ذِكْرَهُمَافِيْ اَدْبَارِصَلَوَاتِيْ كلّ آن وَفِيْ اِنًامِنْ آنَاءِ لَيْلِيْ وَفِيْ كُلِّ سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِ نَهَارِيْ اَللَّهُمَّ صَلِّ علیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاغْفِرْ لِيْ بِدُعَائِيْ لَهُمَاوَاغْفِرْلَهُمَابِبِرِّهِمَا بِيْ مَغْفِرَةً حتماً وَارْضَ عَنْهُمَابِشَفَاعَتِيْ لَهُمَارِضیً عَزْماًوَبَلِّغْهُمَابِالْكَرَامَةِ مَوَاطِنَ السَّلَامَةِ اَللَّهُمَّ وَاِنْ سَبَقَتْ مَغْفِرَتِكَ لَهُمَافَشَفِّعْهُمَافِيَّ وَاِنْ سَبَقَتْ مَغْفِرَتَكَ لِيْ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِمَاحَتّیٰ نَجْتَمِعَ بِرَافَتِكَ فِيْ دَارِ كَرَامَتِكَ وَمَحَلِّ مَغْفِرَتِكَ وَرَحْمَتِكَ"

"خدایا محمد وآل محمد علیہم السلام پر رحمت نازل فرما اور میرے والدین کو وہ بہترین نعمت عطا فرما جو تو نے اپنے بندگان مومنین میں کسی والدین کو بھی عطا فرمائی ہے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، خدایا! مجھے ان کی یاد سے غافل نہ ہونے دینا نہ نمازوں کے بعد اور نہ رات کے لحات میں اور نہ دن کی ساعات میں، خدایا! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور میری دعائے خیر کے سبب انھیں بخش دے اور میرے ساتھ ان کی نیکیوں کے بدلہ ان کی حتمی مغفرت فرما اور میری گذارش کی بنا پر ان سے مکمل طور پر راضی ہو جا اور اپنی کرامت کی

---

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴/ ۱۱۵۳، حدیث/ ۸۸۹۵۔

بنا پر انھیں بہترین سلامتی کی منزل تک پہنچادے، اور خدایا! اگر تو انھیں پہلے بخش چکا ہے تو اب انھیں میرے حق میں شفیع بنادے اور اگر میری بخشش پہلے ہو جائے تو مجھے ان کے حق میں سفارش کا حق عطا کر دینا کہ ہم سب ایک کرامت کی منزل اور مغفرت و رحمت کے محل میں جمع ہو جائیں"

۴۔ اپنی ذات کیلئے دعا!

یہ دعا کی منزلوں میں سے آخری منزل ہے پہلی منزل نہیں ہے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ اسلام انسان سے اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ دنیاوی زندگی میں اپنے معیشتی امور میں نیز دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے کے سلسلہ میں ناچیز سمجھے اور دوسروں کو خود پر ترجیح دے جس طرح اسلام انسان سے یہی مطالبہ دعا کے سلسلہ میں بھی کرتا ہے۔

لیکن انسان کو خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرتے وقت اپنے نفس کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ ہم کو اپنی ذات کیلئے اللہ سے کیا سوال کرنا چاہئے؟ اور ہمیں کیسے دعا کرنا چاہئے؟

ہم اس سلسلہ میں انشاء اللہ عنقریب بحث کریں گے۔

1۔ ہر لازم چیز کے لئے دعا!

ہم کو خداوند عالم سے اپنی ضروریات کی وہ تمام چیزیں طلب کرنی چاہئیں جو ہماری دنیا و آخرت کے لئے اہم ہیں۔ ہم کو اس سے ہر برائی اور شر سے اپنی دنیا و آخرت میں دور رہنے کا سوال کرنا چاہئے بیشک خیر کی تمام کنجیاں اور اس کے اسباب خداوند عالم کے پاس ہیں کوئی چیز اس کے ارادے کے متحقق ہونے میں مانع نہیں ہو سکتی ہے، نہ ہی کوئی چیز اس کو عاجز کر سکتی ہے اور نہ ہی وہ اپنے بندوں پر خیر اور رحمت کرنے میں بخل کرتا ہے۔

جب خداوند عالم کسی چیز کے عطا کرنے اور دعا مستجاب کرنے میں کوئی بخل نہیں کرتا ہے تو یہ کتنی بری بات ہے کہ انسان اللہ سے سوال اور دعا کرنے میں بخل سے کام لے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے:

"لوانّ اوّلکم وآخرکم وحیّکم ومیّتکم اجتمعوا فتمنّیٰ کلّ واحد ما بلغت امنیّته فأعطیته لم ینقص ذلك من ملکی"[1]

"اگر تمہارے پہلے اور آخری، مردہ اور زندہ جمع ہو کر مجھ سے اپنی اپنی آرزو بیان کریں تو میں ہر ایک کی آرزو پوری کرونگا اور میری ملکیت میں کوئی کمی نہیں آئیگی"

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۳۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے:

"لوانّ اهل سبع سماوات وأرضين سألوني جميعاً، واعطيت كلّ واحد منهم مسألته مانقص ذلك من ملك و كيف ينقص ملك أنا قيّمه"[۱]

"اگر ساتوں زمین اور آسمان والے مل کر مجھ سے سوال کریں تو میں ہر ایک کو اس کے سوال کے مطابق عطا کرونگا اور میری ملکیت میں کوئی کمی نہیں آئیگی اور کمی آئے بھی کیسے جب میں نے ہی خود اس کو خلق کیا ہے"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی حدیث میں آیا ہے:

"سلوا الله واجزلوا؛فانّه لايتعاظمه شيءٌ"[۲]

"خداوند عالم سے مانگو اور زیادہ مانگو چونکہ اس کے سامنے کوئی چیز بڑی نہیں ہے"

روایت کی گئی ہے:

"لاتستكثروا شيئاً مما تطلبون،فما عندالله اكثر"

"اپنی دعاؤں میں کسی چیز کو زیادہ مت سمجھو چونکہ خداوند عالم کے نزدیک جو کچھ بھی ہے زیادہ ہے"

اہل بیت علیہم السلام سے مروی روایات میں دعا میں ہر خیر کی طلب اور ہر برائی سے دور رہنے کے لئے خداوند عالم سے سوال کرنا عام طور پر بیان ہوا ہے۔

ہم ذیل میں بعض نمونے بیان کر رہے ہیں:

رجب المرجب کے مہینہ میں نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا وارد ہوا ہے:

"يَامَنْ يُعْطِي الْكَثِيْرَبِالْقَلِيْلِ يَامَنْ يُعْطِي مَنْ سَأَلَهُ يَامَنْ يُعْطِي مَنْ لَمْ يَسْأَلْهُ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْهُ تَحَنُّنَامِنْهُ وَرَحْمَةً اَعْطِنِي بِمَسْ ئَلَتِي اِيَّاكَ جَمِيعَ خَيْرِالدُّنْيَاوَجَمِيعَ خَيْرِ الآخِرَةِ وَاصْرِفْ عَنِّي بِمَسْئَلَتِي اِيَّاكَ جَمِيعَ شَرِّ الدُّنْيَاوَشَرِّ الآخِرَةِفَاِنَّهُ غَيْرُ مَنْقُوصٍ مَا اَعْطَيْتَ وزدني مِنْ فَضْلِكَ يَا كَرِيْمُ"

"اے وہ خدا جو کم کے مقابلہ میں زیادہ عطا کرتا ہے، اے وہ خدا جو سوال کرنے والے اور سوال نہ کرنے والے دونوں کو عطا کرتا ہے اور جو اس کو نہ پہچانے، میرے سوال کرنے کی بنا پر مجھ کو بھی اپنی رحمت ولطف سے عطا کر، دنیا کی کل نیکی اور آخرت کی تمام نیکیاں، میرے سوال کے مطابق مجھ کو عطا کردے اور دنیا وآخرت کی تمام برائیاں مجھ سے دور فرمادے کیونکہ تیری عطا میں نقص نہیں ہے اور میرے لئے اپنے فضل کو زیادہ کر اے کریم!"

"اللّهم انّي اسألك مفاتح الخير وخواتمه وسوابغه وفوائده وبركاته ومابلغ علمه علمي

---

[۱] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۳۔

[۲] بحارالانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۲۔

وما قصر عن احصائہ حفظی"

"یَا مَنْ هُوَ فِیْ عُلُوِّہٖ قَرِیْبٌ، یَا مَنْ هُوَ فِیْ قُرْبِہٖ لَطِیْفٌ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ محمد اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ لِدِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَآخِرَتِیْ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّہٖ"

"خدایا میں تجھ سے خیر کی کنجیاں، عاقبت بخیر، نعمتیں، فوائد برکات نیز جس کا علم مجھے نہیں ہوسکا ہے اور جس چیز کا احاطہ کرنے سے میری یادداشت قاصر ہے سب کا سوال کرتا ہوں"

اے وہ خدا جو اپنی برتری میں قریب ہے اے وہ خدا جو اپنے قرب میں لطیف ہے درود ورحمت ہو محمد وآل محمد پر، اے خدا میں تجھ سے اپنے دین، دنیا اور آخرت میں خیر کی دعا کرتا ہوں اور تمام برائیوں سے پناہ چاہتا ہوں"

"وَاَدْخِلْنِیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ اَدْخَلْتَ مُحَمَّداً وَآلَ مُحَمَّدٍ وَاَخْرِجْنِیْ مِنْ کُلِّ سُوْٓءٍ اَخْرَجْتَ مِنْہُ مُحَمَّداً وَآلَ مُحَمَّدٍ"

"اے میرے مولا مجھ کو ہر اس نیکی میں داخل کردے جس میں تو نے محمد وآل محمد علیہم السلام کو داخل کیا ہے اور مجھ کو ہر اس برائی سے نکال دے جس سے تو نے محمد وآل محمد کو نکال دیا ہے"

"وَاکْفِنِیْ مَا اَھَمَّنِیْ مِنْ اَمْرِ دُنْیَایَ وَآخِرَتِیْ"

"اور مجھ کو دنیا وآخرت کے ان امور سے محفوظ رکھ جو میرے لئے دشواری کا سبب ہیں"

"اَللّٰھُمَّ لَاتَدَعْ لِیْ ذَنْباً اِلَّا غَفَرْتَہُ وَلَا ھَمّاً اِلَّا فَرَّجْتَہُ وَلَا سُقْماً اِلَّا شَفَیْتَہُ وَلَا عَیْباً اِلَّا سَتَرْتَہُ وَلَا رِزْقاً اِلَّا بَسَطْتَہُ وَلَا خَوْفاً اِلَّا آمَنْتَہُ وَلَا سُوْءاً اِلَّا صَرَفْتَہُ وَلَا حَاجَۃً ھِیَ لَكَ رِضاً وَلِیَ فِیْھَا صَلَاحٌ اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ"

"خدایا! میرے لئے کوئی گناہ نہ چھوڑ مگر تو اس کو بخش دے اور نہ کسی غم کو مگر اس کو خوشی سے بدل دے اور نہ کسی مرض کو مگر یہ کہ تو شفا دیدے اور نہ کسی عیب کو مگر اس کو چھپا دے نہ کسی رزق کو مگر اسے زیادہ کردے اور نہ کسی خوف کو مگر اس سے امان دیدے اور نہ کسی برائی کو مگر اسے دور کردے اور نہ کسی حاجت کو جس میں تیری رضا اور جس میں میرے لئے صلاح ہو مگر تو اس کو پورا کردے اے سب سے بڑے رحم کرنے والے"

"یَا مَنْ بِیَدِہٖ مَقَادِیْرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَبِیَدِہٖ مَقَادِیْرِ النَّصْرِ وَ الْخُذْلَانِ، وَبِیَدِہٖ مَقَادِیْرِ الْغِنیٰ وَ الْفَقْرِ وَ بِیَدِہٖ مَقَادِیْرِ الْخَیْرِ وَ الشَّرِّ، صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ آلِ محمد، وَ بَارِكْ لِیْ فِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ مِلَاكُ اَمْرِیْ وَ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعِیْشَتِیْ، وَ آخِرَتِیْ الَّتِیْ اِلَیْھَا مُنْقَلَبِیْ وَ بَارِكْ لِیْ فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِیْ... اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ الْمَحْیَا وَ الْمَمَاتِ، وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مَکَارِہِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ"

"اے وہ ذات جس کے اختیار میں دنیا وآخرت کے اندازے ہیں کامیابی اور شکست کے اندازے ہیں مالداری اور غربت

کا اختیار ہے محمد و آل محمد پر درود بھیج اور مجھے میری اس دنیا میں برکت دے جو میرے امر کا معیار ہے اور اسی دنیا میں برکت دے جس میں میری روزی ہے اور اس آخرت میں برکت دے جہاں مجھے جانا ہے میرے تمام امور میں برکت دے۔۔۔ میں زندگی اور موت کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور دنیا و آخرت کی ناگواریوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

"أسالُكَ بنور وجهك الذى اشرقت به السماوات وانكشفت به الظلمات وصلح عليه امر الاولين والاخرين ان تصلى على محمّد وآل محمّد وان تصلح لى شأنى كلّه ولا تكلنى الى نفسى طرفة عين ابداً"

"میں تجھ سے تیری ذات کے اس نور کے صدقہ میں سوال کرتا ہوں جس کے ذریعہ آسمان چمکے تاریکیاں چھٹ گئیں اور اس پر آنے والوں اور گذر جانے والوں کا معاملہ درست ہوا تو محمد و آل محمد پر درود بھیج اور یہ کہ تو میرے لئے میرے پورے معاملہ کو درست کر دے اور مجھ کو ایک لحظہ کیلئے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کر" سحری سے متعلق دعا میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اكْفِنِى الْمُهِمَّ كُلَّهُ، وَاقْضِ لِىْ بِالْحُسْنىٰ، وَبَارِكْ فِىْ جَمِيْعِ اُمُوْرِىْ وَاقْضِ لِىْ جَمِيْعَ حَوَائِجِى اللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِىْ مَآ اَخَافُ تَعْسِيْرَهُ فانّ تيسير ما اخاف تعسيره عليك يسير وسهّل لى ما اخاف حزونته ونفّس عنى ما أخاف ضيقه وكفّ عنى ما أخاف غمّه واصرف عنى ما أخاف بليّته"

"اور ہمارے تمام اہم امور کے لئے کافی ہو جا اور انجام بخیر کر اور مجھ کو برکت دے تمام امور میں اور میری تمام حاجتوں کو پورا کر خدایا! میرے لئے آسان کر جس کی سختی سے میں ڈرتا ہوں اس کا آسان کرنا تیرے لئے بہت سہل ہے اور سہل بنا دے اس کو جس کی دشواری سے میں خوف زدہ ہوں اور جس کی تنگی سے میں خوفزدہ ہوں اس میں کشادگی عطا کر اور جس کے غم سے خوف زدہ ہوں اس کو روک دے اور جس کی مصیبت سے میں خوف زدہ ہوں اس کو مجھ سے دور کر دے"

اور دعاء الاسحار میں آیا ہے:

"وَهب لى رحمة واسعة جامعة اطلب بها خير الدنيا والآخرة"

"اور مجھ کو وسیع اور کامل رحمت عطا کر جس سے میں دنیا و آخرت کی نیکیاں حاصل کر سکوں"

2۔ بڑی حاجتیں چھوٹی حاجتوں پر پردہ نہ ڈال دیں

کبھی کبھی ہم میں سے بعض افراد اپنی چھوٹی چھوٹی حاجتوں کو خداوند عالم سے مانگنے کو عیب سمجھتے ہیں لیکن انسان کو پروردگار عالم سے مختلف چیزوں کے متعلق سوال کرنا چاہئے چاہے حاجت کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو خدا سے سوال کرنے میں کوئی عیب نہیں سمجھنا چاہئے۔

بندہ پروردگار عالم سے اپنی تمام حاجتوں اور کمزوریوں کو چھپاتا ہے لیکن ہماری تمام حاجتیں، ہمار انقص یہاں تک کہ جن حاجتوں کو ہم خدا کے علاوہ کسی اور کے سامنے پیش کرنے سے بھی شرمندہ ہوتے ہیں وہ ان سب سے آگاہ ہے۔

خداوند عالم سے بڑی بڑی حاجتوں اور سوالات کرنے سے چھوٹی چھوٹی حاجتوں پر پردہ ڈالنا سزاوار نہیں ہے۔

خداوند عالم اپنے بندے سے اس کی چھوٹی بڑی تمام حاجتوں میں اس سے رابطہ برقرار رکھنے کو پسند کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سے ہمیشہ رابطہ رکھنا چاہتا ہے اور یہ جاودانہ رابطہ اس وقت تک برقرار نہیں رہ سکتا جب تک بندہ خداوند عالم سے اپنی چھوٹی بڑی تمام حاجتوں کا سوال نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"سلوا الله عزّوجلّ مابدا لکم من حوائجکم حتّی شسع النعل، فانّه انْ لم ییسره لم یتیسر"

"تم اپنی تمام حاجتیں یہاں تک کہ جوتے کے تسمہ کو بھی خدا سے مانگو چونکہ اگر اس کو خدا نہیں دیگا تو نہیں ملے گا"

یہ بھی رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"لیسأل احدکم ربّه حاجاته کلّها، حتّیٰ یسأله شسع نعله اذا انقطع"۔[1]

"تم میں سے ہر ایک کو خداوند عالم سے اپنی تمام حاجتیں طلب کرنا چاہئیں یہاں تک کہ اگر تمہارے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو بھی خدا سے مانگنا چاہئے"

اور یہ بھی رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"لاتعجزوا عن الدعاء فانّه لم یهلك أحدٌ مع الدعاء، ولیسأل احدُکم ربّه حتّیٰ یسأله شسع نعله اذا انقطع، واسألوا الله مِنْ فضله؛ فانّه یحبّ انْ یسأل"۔[2]

"تم دعا کرنے سے عاجز نہ ہونا؛ چونکہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہیں ہوا تم میں سے ہر ایک کو خداوند عالم سے سوال کرنا چاہئے یہاں تک کہ اگر تمہارے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو بھی اسی سے مانگنا چاہئے اور تم اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو چونکہ خداوند عالم اس چیز کو دوست رکھتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے"

سیف تمار سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے سُنا ہے:

"علیکم بالدعاء؛ فانّکم لا تتقربون بمثله، و لا تترکوا صغیرة لصغرها أنْ تسألوها، فانّ صاحب الصغائر هو صاحب الکبائر"۔[3]

"تم پر دعا کرنا ضروری ہے چونکہ تم دعا کے مانند کسی اور چیز سے خداوند عالم کے قریب نہیں ہو سکتے اور چھوٹی چیزوں کے

---

[1] مکارم الاخلاق صفحہ ۳۱۲، بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۵۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۰۰۔

[3] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۲۹۳، المجالس صفحہ ۱۹، وسائل الشیعہ جلد ۴ / ۱۰۹۰، حدیث/ ۸۶۳۵، اصول کافی/ ۵۱۶

بارے میں اس کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق سوال کرنا نہ چھوڑ دو اس لئے کہ جو چھوٹی چیزوں کا مالک ہے وہی بڑی چیزوں کا مالک ہے"

حدیث قدسی میں آیا ہے:

"یاموسیٰ سلنی کلّ ما تحتاج الیہ، حتّیٰ علف شاتك وملح عجینك"[1]

"اے موسیٰ مجھ سے ہر چیز کا سوال کرو یہاں تک کہ اپنی بکریوں کے چارے اور اپنے آٹے کے نمک کیلئے بھی مجھ سے سوال کرو"

دعا کے سلسلہ میں ان چیزوں پر زور دینے سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ انسان دعا کرنے کی وجہ سے عمل میں سستی کرے بلکہ اس کو چاہئے کہ وہ جو عمل انجام دے رہا ہے اس تکیہ نہ کرے اور اس عمل کے سلسلہ میں اس کی امید و آرزو خداوند عالم کی ذات سے ہو۔

دوسرے یہ کہ انسان اپنے تمام لوازمات دعا انجام دیتے وقت اپنی حاجتوں اور خدا کے درمیان رابطہ برقرار رکھے۔

مذکورہ دونوں چیزوں کا یہ تقاضا ہے کہ انسان اللہ سے اپنی تمام حاجتیں طلب کرے یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ، اپنے حیوان کے لئے چارہ اور آٹے کے لئے نمک کا بھی اسی سے سوال کرے، جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔

3: خداوند عالم کی بارگاہ میں بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے

جہاں ہم پروردگار عالم سے ہر چیز مانگتے ہیں وہیں پر ہمیں اس سے بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے

جس طرح ہمیں پروردگار عالم سے چھوٹی چھوٹی چیزیں مانگنے میں ندامت نہیں ہونی چاہئے جیسے حیوان کے لئے چارہ، جوتے کا تسمہ اور آٹے کے لئے نمک اسی طرح ہمیں اس سے بڑی بڑی نعمتوں کا سوال کرنا چاہئے چاہے وہ کتنی ہی بڑی و عظیم کیوں نہ ہو۔

ربیعہ بن کعب سے مروی ہے:

"قال لی ذات یوم رسول اللہ ﷺ:یاربیعۃ خدمتنی سبع سنین، افلا تسألنی حاجۃ ؟فقلت یارسول اللہ امھلنی حتّیٰ افکر۔ فلمّااصبحت ودخلت علیہ قال لی: یاربیعۃ ھات حاجتك، فقلت:تسأل اللہ ان یدخلنی معك الجنۃ،فقال لی:مَنْ علّمك ھذا ؟فقلت :یارسول اللہ ماعلّمنی احد لکن فکرّت فی نفسی وقلت:انْ سألتہُ مالاً کان الیٰ نفاد، وان سألتہ عمرا طویلاواولاداً کان عاقبتھم الموت۔ قال ربیعۃ :فنکس رأسہ ﷺساعۃ ثم قال:افعل ذلك، فاعنّی بکثرۃ السجود۔

---

[1] عدۃ الداعی صفحہ ۹۸۔

قال و سمعته یقول: ستکون بعدی فتنة، فاذا کان ذلك فالتزموا علی بن ابی طالب"۔[1]

"مجھ سے ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ربیعہ تم سات سال سے میری خدمت کر رہے ہو کیا مجھ سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے غور وفکر کرنے کی مہلت دیجئے۔ جب میں اگلے روز صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا: اے ربیعہ مجھ سے اپنی حاجت بیان کرو۔

میں نے عرض کیا: خدا سے دعا فرما دیجئے کہ وہ مجھکو آپ کے ساتھ جنت میں داخل کرے۔

آپ نے مجھ سے فرمایا: تم کو یہ کس نے سکھایا ہے؟

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مجھے کسی نے نہیں سکھا یا میں نے بذات خود غور وفکر کیا کہ اگر میں آپ سے مال کا سوال کروں تو وہ ختم ہو جائے گا، اگر میں آپ سے اپنی طولانی عمر اور اولاد کا سوال کروں تو یقیناً ایک دن موت ضرور آئیگی۔

ربیعہ کا کہنا ہے کہ آپ نے کچھ دیر توقف کرنے کے بعد فرمایا: خدا ایسا ہی کرے، لہٰذا تم بہت زیادہ (سجدے) عبادت کیا کرو۔

ربیعہ کہتے ہیں میں نے آپ کو یہ فرماتے سُنا ہے: عنقریب میرے بعد فتنہ بپا ہوگا اور جب ایسا ہو جائے تو تم پر علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اطاعت کرنا واجب ہے"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سئل شیئا فاذا اراد ان یفعله قال: نعم۔ واذا اراد ان لا یفعل سکت، وکان لا یقول لشیءٍ لا فأتاه اعرابی فسأله فسکت، ثم سأله فسکت، ثم سأله فسکت۔ فقال صلی اللہ علیہ وسلم۔ کهیئة المسترسل: ماشئت یا اعرابی؟ فقلنا: الآن یسأل الجنّة. فقال الاعرابی: أسألك ناقة ورحلها وزاداً۔ قال: لك ذلك، ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم: کم بین مسألة الاعرابی وعجوز بنی اسرائیل؟ ثم قال: انّ موسیٰ لمّا اُمر أن یقطع البحر فأنتهیٰ الیه وضربت وجوه الدواب رجعت، فقال موسیٰ: یاربّ مالی؟ قال: یاموسیٰ انّك عند قبر یوسف فأحمل عظامه، وقد استویٰ القبر بالارض، فسأل موسیٰ قومه: هل یدری احد منکم این هو؟ قالوا: عجوز لعلّها تعلم، فقال لها: هل تعلمین؟ قالت: نعم، قال: فدلینا علیه، قالت: لا والله حتّی تُعطینی ما أسئلك، قال: ذلك لك، قالت: فإنی أسألك أن أکون معك فی الدرجة الّتی تکون فی الجنّة، قال: سلی الجنّة۔ قالت: لا والله الّا أن أکون معك، فجعل موسیٰ

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۳۔ صفحہ ۳۲۷۔

یر او دفأوحیٰ الله الیہ: أن أعطھا ذلك: فإنّھا لا تنقصك، فأعطاھا و دلّته علی القبر"[1]

"جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جاتا تھا تو اگر آپ کا ارادہ اس فعل کے انجام کے متعلق ہوتا تھا تو آپ فرماتے تھے: ہاں اور اگر آپ کا ارادہ اس کے انجام نہ دینے کا ہوتا تھا تو آپ ساکت رہتے تھے۔

اور آپ کسی بھی چیز کے سلسلہ میں "نہیں" نہیں فرماتے تھے، ایک اعرابی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا تو آپ خاموش رہے، اس نے پھر سوال کیا تو آپ پھر خاموش رہے، پھر اس نے سوال کیا، آپ پھر خاموش رہے، تو آپ نے فرمایا:

اے اعرابی تو کیا چاہتا ہے؟ ہم لوگوں نے کہا کہ اب یہ جنت کے سلسلہ میں سوال کرے گا۔

اعرابی نے کہا: میں آپ سے ناقہ، سواری اور زاد راہ چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا: ہاں تجھ کو عطا کیا جائیگا، پھر آپ نے فرمایا: اس اعرابی اور اس بنی اسرائیل کی بڑھیا کے درمیان کتنا فرق ہے؟ پھر فرمایا: جب موسیٰ کو دریا پار کرنے کا حکم ملا اور آپ دریا کے کنارے پہنچ گئے تو موسیٰ نے جانوروں کو آگے بڑھانا چاہا لیکن جانور واپس آ گئے۔

جناب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پالنے والے میرے لئے کیا فرمان ہے؟

فرمایا: اے موسیٰ تم حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے پاس ہو اور ان کی ہڈیوں کو اٹھا لو جبکہ قبر زمین کے برابر ہو چکی تھی۔

جناب موسیٰ نے اپنی قوم سے سوال کیا: کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے؟

قوم نے کہا: ایک بڑھیا ہے شاید وہ جانتی ہے؟

بڑھیا سے سوال کیا: کیا تم جانتی ہو؟

اس نے جواب دیا: ہاں آپ نے فرمایا: تو ہمیں بتاؤ کہاں ہے؟

بڑھیا نے کہا: خدا کی قسم میں اس وقت تک قبر کا پتہ نہیں بتاؤنگی جب تک آپ میرے سوال کا جواب نہیں دیں گے۔

آپ نے فرمایا: جو تم مانگو گی وہی دیا جائیگا، اس نے کہا: میں جنت میں آپ کے ساتھ اسی درجہ میں رہوں جس میں آپ رہیں گے۔

آپ نے فرمایا: ہاں تم جنت میں رہو گی اس نے کہا: نہیں خدا کی قسم میں جب تک آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم جنت کا سوال کرو۔ تو بڑھیا نے کہا: میں اس سے کم پر راضی نہیں ہوں۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کچھ پس و پیش کرنے لگے تو اللہ نے آپ پر وحی نازل فرمائی: اگر آپ اس کو عطا کر دیں گے تو جنت میں کمی نہیں آئیگی تو آپ نے اس کو عطا کر دی اور اس نے قبر کا نشان بتایا"۔

---

[1] بحا الانوار جلد ۹۳ صفحہ/ ۳۲۷۔

4۔دعا کر کے سب کچھ تدبیر الٰہی کے حوالہ کر دینا

دعا میں خداوند عالم سے یہ طلب کرنا کہ وہ اپنی تدبیر کے ذریعہ ہم کو اپنی تدبیر سے بے نیاز کر دے اور اپنی رحمت وحکمت کو ہمارے امر کا ولی بنادے اور ہمارے نفسوں پر کسی چیز کو موکول نہ کرے، دعاء عرفہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَغْنِنِيْ بِتَدْبِيْرِكَ لِيْ عَنْ تَدْبِيْرِيْ، وَبِاِخْتِيَارِكَ عَنْ اِخْتِيَارِيْ"

"میرے خدا مجھ کو اپنی تدبیر کے ذریعہ میری تدبیر سے بے نیاز کر اور اپنے اختیار کے مقابلہ میں میرے اختیار سے بے نیاز کر"

اور مناجات شعبانیہ میں آیا ہے:

"وَتَوَلَّ مِنْ اَمْرِيْ مَا اَنْتَ اَهْلُهُ"

"خدایا! جس چیز کا تو اہل ہے میرے امر میں سے اس کا تو ذمہ دار ہوگا"

یہ بھی وارد ہوا ہے:

"حَسْبِيْ عَنْ سُؤَالِيْ عِلْمُهٗ بِحَالِيْ"[1]

"میرے سوال کرنے سے اس کا میرے حال سے واقف ہونا ہی کافی ہے"

مروی ہے: جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: کیا آپ کی کوئی حاجت ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں میری حاجت تو ہے لیکن تجھ سے نہیں۔

"حَسْبِيَ اللّٰهُ، وَنِعْمَ الْوَكِيْل"

اس کے بعد میکائل نے عرض کیا: اگر آپ کا ارادہ آگ کو بجھانے کا ہے تو میں آگ کو بجھا دوں گا چونکہ بارش اور پانی کا خزانہ میرے اختیار میں ہے۔

آپ نے فرمایا: میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

اس کے بعد ہوا کے فرشتہ نے آکر عرض کیا: اگر آپ چاہیں تو میں آگ کو اڑادوں آپ نے فرمایا: میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

جبرئیل نے کہا: تو پھر اللہ سے اپنی حاجت طلب کیجئے آپ نے فرمایا: خداوند عالم کو میرے حالات کا علم ہے"[2]

اس کا مطلب دعا سے منع کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب بندہ کا تدبیر میں اپنے امر کو اللہ کے حوالہ کر دینا ہے۔

اس کو ہر امر میں اللہ کی طرف تفویض سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سختیوں اور بلاؤں میں اللہ کی تقدیر، قضا، حکمت اور تدبیر پر اعتماد

[1] بحار الانوار جلد ۷۱ صفحہ ۱۵۵۔

[2] بحار الانوار جلد ۷۱ صفحہ ۱۵۵۔

رکھنا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

"اِلٰهِي اِنَّ اِخْتِلَافَ تَدْبِيْرِكَ وَ سُرْعَةَ طَوَاءِ مَقَادِيْرِكَ مَنَعَا عِبَادَكَ الْعَارِفِيْنَ بِكَ عَنِ السُّكُوْنِ اِلٰى عَطَاءٍ وَالْيَأْسِ مِنْكَ فِيْ بَلَاءٍ"

"میرے معبود! بیشک تیری تدبیر کی تبدیلی اور تیرے مقدارات کے سریع تغیرات نے تیرے عارف بندوں کو پرسکون عطا اور مصیبت میں ناامید ہونے سے روک دیا ہے"

امام علیہ السلام فرماتے ہیں بیشک تیرے عارف بندے کسی عطا پر راضی نہیں ہوتے وہ عطا چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اور کسی مصیبت میں تجھ سے مایوس نہیں ہوتے وہ بلا کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ تیرے احکام اور بندوں کے سلسلہ میں فیصلہ بہت جلد ہوتا ہے نیز ایک حالت سے دوسری حالت کی جانب تیری تدبیر بدلتی رہتی ہے لہٰذا تیرے بندے عطا اور روزی پر مطمئن نہیں ہوتے اور تیری رحمت سے کسی مصیبت میں مایوس نہیں ہوتے البتہ تیری رحمت پر مطمئن رہتے ہیں اور تیرے فضل سے مایوس نہیں ہوتے ہیں"

امام حسین کے اسی مفہوم کی، قرآن کریم کی یہ آیت براہ راست عکاسی کر رہی ہے:

"لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاكُمْ"[1]

"یہ تقدیر اس لئے ہے کہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس کا افسوس نہ کرو اور جب خدا تم کو کوئی چیز (نعمت) عطا کرے تو اس پر نہ اترایا کرو"

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: زہد قرآن کے ان دو کلموں میں ہے:

"لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاكُمْ"[2]

"یہ تقدیر اس لئے ہے کہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس کا افسوس نہ کرو اور جب خدا تم کو کوئی چیز (نعمت) عطا کرے تو اس پر نہ اترایا کرو"

جب خداوند عالم نے بندوں کو اس کے قضا و قدر پر اعتماد اور اپنے تمام امور کو خدا پر واگذار کرنے کی توفیق عطا کر دی ہے۔۔۔تو بندہ اس وقت خوشی اور غم میں اللہ کے قضا و قدر پر سکون محسوس کرتا صرف اس کی عطا پر نہیں، اور نہ ہی وہ مصیبتوں میں مایوس ہوتا ہے۔

ماثورہ دعاؤں میں اس معنی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے مشہور و معروف زیارت امین اللہ میں آیا ہے:

---

[1] سورہ حدید آیت/ ۲۳۔

[2] سورہ حدید آیت/ ۲۳۔

"اَللّٰھُمَّ فَاجْعَلْ نَفْسِیْ مُطْمَئِنَّةً بِقَدَرِكَ رَاضِيَةً بِقَضَائِكَ، مَوْلِعَةً بِذِكْرِكَ وَدُعَائِكَ صَابِرَةً عِنْدَ نُزُوْلِ بَلَائِكَ شَاكِرَةً لِفَوَاضِلِ نِعَمَائِكَ"

"خدایا! میرے نفس کو اپنے قدر پر مطمئن اور اپنے قضا پر راضی کر دے، اپنے ذکر و دعا کا شیدائی بنا دے اور اپنے خالص اور برگزیدہ اولیاء کا محبت کرنے والا بنا دے اور اپنے آسمان و زمین میں محبوب کر دے اور اپنی بلا کے نزول پر صابر اور اپنی بہترین نعمتوں پر شاکر بنا دے اپنی تمام نعمتوں کا یاد کرنے والا"

حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہما السلام دعا میں فرماتے ہیں:

"وَ اَلْهِمْنَا الْاِنْقِيَادَ لِمَا اَوْرَدْتَ عَلَيْنَا مِنْ مَشِيَّتِكَ حَتّٰى لَا نُحِبُّ تَاخِيْرَ مَا عَجَّلْتَ، وَلَا تَعْجِيْلَ مَا اَخَّرْتَ وَلَا نَكْرَهُ مَا اَحْبَبْتَ وَلَا نَتَخَيَّرَ مَا كَرِهْتَ" [1]

"ہمیں اس مشیت کی اطاعت کا الہام عطا فرما جو تو نے ہم پر وارد کی ہے تاکہ جو چیز جلدی سامنے آ جائے ہم اس کی تاخیر کے خواہاں نہ ہوں اور جو چیز دیر میں آئے اس کی عجلت کے طلبگار نہ ہوں تیری محبوب اشیاء کو مکروہ نہ سمجھیں اور تیری ناپسندیدہ چیزوں کو اختیار نہ کر لیں"

دعا کے ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"وطیب بقضائك نفسی ووسّع بمواقع حکمك صدری ووهب لی الثقة لأقرمعها بانّ قَضَائك لم یجر الّا بالْخَیْرة" [2]

"اور میرے نفس کو اپنے فیصلہ سے مطمئن کر دے اور میرے سینہ کو اپنے فیصلوں کے لئے کشادہ بنا دے مجھے یہ اطمینان عطا فرما دے کہ میں اس امر کا اقرار کروں کہ تیرا فیصلہ ہمیشہ خیر ہی کے ساتھ جاری ہوتا ہے۔

دعاء صباح میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الٰھی ھٰذہٖ ازمة نفسی عقلتها بعقال مشیئتك" [3]

"خدایا! یہ میرے نفس کی مہار ہے جس کو مرضی اور مشیت کے رسّی سے مستحکم باندھا ہے"

5۔ خداوند عالم سے ذات خدا کو طلب کرنا

دعا میں سب سے زیادہ لطف اور اس کی جلالت یہ ہے کہ انسان دعا میں اللہ سے نہ دنیا طلب کرے اور نہ آخرت طلب کرے بلکہ وہ خدا سے اس کے وجہ کریم کا مطالبہ کرے، اس کی مرضی، ملاقات، اس سے قربت، اس تک رسائی، اس کی محبت، اس سے

---

[1] صحیفہ سجادیہ دعا/ ۳۳۔

[2] صحیفہ سجادیہ دعا/ ۳۵۔

[3] دعاء صباح۔

انسیت، اوراس تک پہنچنے کی تشویق کا مطالبہ کرے حضرت فاطمہ صدیقۂ طاہرہ نے دعا میں ملک الموت کے خداوند عالم کے امر سے ان کی روح پاک قبض کرنے سے پہلے اس کی جانب سے ایسے رزق کا مطالبہ کیا جس سے ان کا سینہ ٹھنڈا ہو جائے اوران کا نفس خوش ہو جائے، آپ نے دعا میں یوں عرض کیا: پروردگارا تیری طرف سے بشارت ہونی چاہئے تیرے علاوہ کسی اور کی طرف سے نہیں، اس سے میرا دل ٹھنڈا ہو گیا، میرا نفس خوش ہو گیا، میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور میرا چہرہ باغ باغ ہو گیا۔۔۔اور میرا دل مطمئن ہو گیا اور اس سے میرا پورا جسم خوش ہو گیا"[1]

حضرت امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں:

"منك أطلبُ الوصول اليك"

"تجھ ہی سے تجھ تک پہنچنے کا مطالبہ کرتا ہوں"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعاء صباح میں فرماتے ہیں:

"اَنتَ غَايَةُ مَطْلُوبِي وَمُنَايَ"

"اور تو ہی میرا آخری مطلوب ہے اور دنیا اور آخرت میں میری امید ہے"

پندرہ مناجات میں سے مناجات "محبین" میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِلٰهِي مَنْ ذَا الَّذِيْ ذَاقَ حَلاَوَةَ مَحَبَّتِكَ فَرَامَ مِنْكَ بَدَلاً وَمَنْ ذَا الَّذِيْ اَنِسَ بِقُرْبِكَ فَابْتَغٰى عَنْكَ حِوَلاً"

"خدایا وہ کون شخص ہے جس نے تیری محبت کی مٹھاس کو چکھا ہو اور تیرے علاوہ کا خواہش مند ہو اور وہ کون شخص ہے جس نے تیری قربت کا انس پایا ہو اور ایک لحہ کے لئے بھی اس سے روگردانی کرے"

پندرہ مناجات میں سے مناجات مریدین میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِلٰهِي فَاسْلُكْ بِنَا سُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلَيْكَ وَسَيِّرْنَا فِيْ اَقْرَبِ الطُّرُقِ لِلْوُفُوْدِ عَلَيْكَ"

"خدایا! ہم کو اپنی طرف پہنچنے کے راستوں پر چلا دے اور ہم کو تیری طرف پہنچنے والے قریب ترین راستہ سے لے چل، ہمارے اوپر دور کو قریب کر دے"

مناجات متوسلین میں فرماتے ہیں:

"وَاجْعَلْنِيْ مِنْ صَفْوَتِكَ الَّذِيْنَ اَقْرَرْتَ اَعْيُنَهُمْ بِالنَّظَرِ اِلَيْكَ يَوْمَ لِقَائِكَ"

"اور مجھ کو ان منتخب بندوں میں قرار دے جن کی آنکھوں کو روز ملاقات اپنے دیدار سے خنکی عطا کی ہے"

دعا عرفہ میں امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

[1] فلاح السائل۔

"اَطْلُبْنِیْ بِرَحْمَتِكَ حَتّٰی اَصِلَ اِلَیْكَ"

"میرے معبود مجھ کو اپنے در رحمت پر طلب کر، تاکہ میں تجھ سے مل جاؤں"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعائے کمیل میں فرماتے ہیں:

"وَاسْتَشْفِعُ بِكَ اِلٰی نَفْسِكَ وَهَبْ لِیَ الْجِدَّ فِیْ خَشْیَتِكَ وَالدَّوَامَ فِی الْاِتِّصَالِ بِخِدْمَتِكَ... وَاَدْنُوَ مِنْكَ دُنُوَّ الْمُخْلِصِیْنَ وَاَجْتَمِعَ فِیْ جِوَارِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ"

"اور تیری ہی ذات کو اپنا سفارشی بناتا ہوں، اور تو مجھ کو خوف و خشیت میں کوشش کی توفیق عطا کر نیز تیری خدمت کے لگا تار انجام دینے کی۔۔۔ اور تیری بارگاہ میں خلوص رکھنے والوں کا سا قرب حاصل ہو، اور تیری بارگاہ میں مومنین کے ساتھ جمع ہو جاؤں"

مناجات محبین میں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِلٰهِیْ فَاجْعَلْنَا مِمَّنْ هَیَّمْتَ قَلْبَهُ لِاِرَادَتِكَ وَاجْتَبَیْتَهُ لِمُشَاهَدَتِكَ وَ اَخْلَیْتَ وَجْهَهُ لَكَ وَفَرَّغْتَ فُؤَادَهُ لِحُبِّكَ وَرَغَّبْتَهُ فِیْمَا عِنْدَكَ وَقَطَعْتَ عَنْهُ كُلَّ شَیْءٍ یَقْطَعُهُ عَنْكَ"

"خدایا! تو مجھ کو ان لوگوں میں سے قرار دے جس کے دل کو اپنے ارادہ کا مسکن بنایا ہو اور جس کو تو نے اپنے مشاہدہ کے لئے منتخب کیا ہو اور جس کے چہرے کو اپنے لئے خالی کر لیا ہے اور جس کے دل کو اپنی محبت کے لئے فارغ کر لیا ہے اور جس کو اس چیز کی رغبت دی ہے جو تیرے پاس ہے اور جس سے ہر اس چیز کو دور کر دیا ہے جو تجھ سے دور کرتی ہے"

جو چیزیں دعا میں سزاوار نہیں ہیں

اب ہم ان چیزوں کے سلسلہ میں بحث کریں گے جو دعا میں نہیں ہونا چاہئیں اور ہم ان سب چیزوں کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں بیان کریں گے جو مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ کائنات اور حیات بشری میں اللہ کی عام سنتوں کے خلاف دعا کرنا

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی شفاعت اور اس کے پانی میں غرق ہونے سے بچانے کیلئے خداوند عالم کے وعدہ کے مطابق کہ وہ ان کے اہل کو نجات دے گا خدا سے دعا کی لیکن خداوند عالم نے اپنے بندے اور اپنے نبی نوح علیہ السلام کی دعا قبول نہیں کی اور ان کی دعا کو رد فرمایا: ''انہ لیس من اھلک'' اے نوح یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے" اور ان کو پھر اس کے مثل کبھی دعا نہ کرنے کی نصیحت فرمائی۔

"وَنَادٰی نُوْحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِیْنَ #قَالَ یَانُوْحُ اِنَّهُ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهُ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اِنِّیْ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ #قَالَ رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَیْسَ بِهِ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْ اَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ"

[۱]۔

"اور نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ پروردگار میرا فرزند میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ اہل کو بچانے کا برحق ہے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے، ارشاد ہوا کہ نوح یہ تمہارے اہل سے نہیں ہے یہ عمل غیر صالح ہے لہٰذا مجھ سے اس چیز کے بارے میں سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تمہارا شمار جاہلوں میں نہ ہو جائے نوح نے کہا کہ خدایا! میں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ اس چیز کا سوال کروں جس کا علم نہ ہو اور اگر تو مجھے معاف نہ کرے گا اور مجھ پر رحم نہ کرے گا تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جاؤں گا"

حضرت نوح علیہ السلام کو خداوند عالم سے اپنے اہل وعیال کی نجات کا سوال کرنے کا حق تھا لیکن جوان کے اہل سے نہ ہو اس کو غرق ہونے سے نجات دلانے کے سلسلہ میں سوال کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

ان کا بیٹا ان کے اہل میں نہیں تھا یہ اللہ کا حکم ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کو پروردگار عالم کے قوانین اور احکام کی خلاف ورزی کرنے کا حق نہیں ہے۔

ذرا حضرت نوح علیہ السلام کے جواب پر غور وفکر کیجئے۔

دعا میں اللہ کی سنتوں کے امر کو سمجھنا ضروری ہے دعا کا کام ان سنتوں کو توڑنا اور ان سے تجاوز کرنا نہیں ہے بلکہ دعا کا فلسفہ یہ ہے کہ بندہ خداوند عالم کی سنتوں اور اس کے قوانین کے دائرہ میں رہ کر خداوند عالم سے سوال کرے۔ بیشک اللہ کی سنتیں ہمیشہ اللہ کے ارادہ تکوینی کو مجسم کرتی ہیں، اور دعا کی شان اللہ کے ارادہ کے زیر سایہ ہے نہ اس سے تجاوز کرتی ہے اور نہ ہی اس کی حدود کو پار کرتی ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلاً"[۲]۔

"اور تم خدا کی سنت میں ہرگز تبدیلی نہیں پاؤ گے"

نظام کائنات اللہ کے اس ارادہ کی مجسم شکل ہے جس کے بغیر کائنات کا نظام درست نہیں رہ سکتا ہے، بندہ کے لئے اس کی تبدیلی کے لئے دعا کرنا صحیح نہیں ہے بیشک دعا بندوں کے لئے اللہ کی رحمت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے؛ اور اللہ کا ارادہ ہمیشہ اس کی رحمت کے مطابق ہوتا ہے اور بندہ کے لئے اس میں تغیر وتبدل کی دعا کرنا صحیح نہیں ہے۔

ایک سنت دوسری سنت سے مختلف نہیں ہوسکتی ہے، ہر سنت اللہ کے ارادہ کو مجسم کرتی ہے اور اللہ کا ارادہ اس کی اس رحمت اور حکمت کو مجسم کرتا ہے جس سے بلند نہ کوئی رحمت ہے اور نہ حکمت ہے۔ چاہے وہ تکوینی سنتیں ہوں یا تاریخی اور اجتماعی سنتیں ہوں۔

یہ اللہ کی سنت ہے جو لوگ بعض دوسرے لوگوں سے اپنے دین ودنیا کے سلسلہ میں سوال کیا کرتے ہیں اور انسان کا اللہ سے

---

[۱] سورۂ ہود آیت ۴۵ سے ۴۷۔

[۲] سورۂ فاطر آیت/ ۴۳۔

اور ایک دوسرے سے بے نیاز رہنے کا سوال کرنا صحیح نہیں ہے چونکہ اس طرح کی دعا کرنا بالکل اللہ کی سنت اور اس کے ارادہ کے خلاف ہے۔

حدیث میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اللّٰھم لا تحوجنی الیٰ احد من خلقك"

"خدایا مجھ کو اپنی مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہ بنا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح مت کہو چونکہ ہر انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے:

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: پھر میں کیسے کہوں یا رسول اللہ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللّٰھم لا تحوجنی إلی شرار خلقك"[1]

"پروردگارا! مجھے اپنی شریر مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہ کرنا"

شعیب نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا:

"ادعُ الله یغنینی عن خلقه۔ قال: انّ الله قسّم رزق مَن شاء علیٰ یدی مَن شاء، ولکن اسأل الله أن یغنیك عن الحاجة التی تضطرك الیٰ لئام خلقه"[2]

"آپ یہ دعا فرما دیجئے کہ خدا مجھ کو مخلوق سے بے نیاز کر دے آپ نے فرمایا: اللہ نے رزق کو کسی نہ کسی کے ذریعہ تقسیم کیا ہے لہٰذا تم خداوند عالم سے یہ دعا کرو کہ خدا مجھکو برے لوگوں کے سامنے اپنی حاجت بیان کرنے پر مجبور نہ کرے"

دعا کے اس طریقہ سے دعا کرنے میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلامی روایات میں دعائیں کرنے کا ایک واقعی محدود دائرہ ہے اور غیر واقعی اور خیالی دائروں سے دعا خارج ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"أنه سأله شیخ من الشام: أی دعوة أضلّ؟ فقال: "الداعی بما لا یکون"[3]

"آپ سے شام کے ایک بزرگ نے سوال کیا: سب سے زیادہ گمراہ کُن کونسی دعا ہے؟

آپ نے فرمایا: "نہ ہونے والی چیز کیلئے دعا کرنا"

حیات بشری میں نہ ہونے والی چیز اللہ کی متعارف سنتوں کے دائرہ حدود سے خارج ہے ان میں واقعی و حقیقی طور پر کوئی تفکر

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ/ ۳۲۵۔

[2] اصول کافی صفحہ/ ۴۳۸، وسائل الشیعہ جلد ۴: ۱۱۷ حدیث صفحہ/ ۸۹۴۶۔

[3] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ/ ۳۲۴۔

نہیں کیا جا سکتا ہے۔

عدۃ الداعی میں امیر المومنین سے مروی ہے:

"مَن سأل فوق قدرہ استحق الحرمان"۔[1]

"جس نے اپنی مقدار سے زیادہ سوال کیا وہ اس سے محروم ہونے کا مستحق ہے"

ہمارے عقیدے کے مطابق (فوق قدرہ) کے ذریعہ ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جن کو حقیقی طور پر طلب نہیں کیا جاتا ہے۔

۲۔حل نہ ہونے والی چیزوں کیلئے دعا کرنا

جس طرح نہ ہونے والی چیزوں کے بارے میں سوال اور دعا نہیں کرنا چاہئے اسی طرح حلال نہ ہونے والی چیزوں کیلئے دعا کرنا بھی سزاوار نہیں ہے اور یہ دونوں ایک ہی باب سے ہیں پہلی بات اللہ کے ارادۂ تکوینیہ سے خارج ہے اور دوسری بات اللہ کے تشریعی ارادہ سے خارج ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

"اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ"۔[2]

"اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو خدا انھیں بخشنے والا نہیں ہے"

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لاتسأل مالایکون ومالایحلّ"۔[3]

"نہ ہونے والی اور غیر حلال چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو"

۳۔دوسروں کی نعمتوں کے زوال کی تمنا کرنا

انسان کا اللہ سے یہ دعا کرنا کہ وہ دوسروں کی نعمتوں کو مجھے دیدے تو ایسی دعا کرنا جائز نہیں ہے: خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ"۔[4]

"اور خبردار جو خدا نے بعض افراد کو بعض سے کچھ زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرنا"

انسان کا اللہ سے نعمتوں کی آرزو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کے اس آرزو کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ/ ۳۲۷ حدیث/ ۱۱۔

[2] سورۂ توبہ آیت/ ۸۰۔

[3] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ/ ۳۲۴۔

[4] سورۂ نساء آیت/ ۳۲۔

جس طرح دوسروں کو نعمت دی ہے ہم کو بھی بلکہ دوسروں سے زیادہ ہم پر فضل و کرم کرے لیکن خداوند عالم اپنے بندوں سے اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ جن بندوں کو اس نے نعمت دی ہے وہ ان نعمتوں کو دیر تک ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجاً مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" [1]

"اور خبردار ہم نے ان میں سے بعض لوگوں کو دنیا کی اس ذراسی زندگی کی رونق سے مالا مال کر دیا ہے اس کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں"

خداوند عالم اس بات کو بھی دوست نہیں رکھتا ہے کہ انسان دوسروں کی نعمتوں کو اپنی طرف منتقل کرنے کی آرزو کرے۔ بیشک اس طرح کی تمنا کرنے کا مطلب دوسروں سے نعمت چھیننا ہے اور خداوند عالم اس چیز کو اپنے بندوں سے پسند نہیں کرتا ہے، یہ تو تنگ نظری اور اپنی حیثیت سے زیادہ تمنا اور آرزو کرنا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے بالکل پسند نہیں کرتا ہے بیشک اللہ کی سلطنت و بادشاہت وسیع ہے، اس کے خزانے ختم ہونے والے نہیں ہیں، اس کے ملک کی کوئی حد نہیں ہے اور انسان کے اللہ سے ہر چیز کا سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں، یہ تمنا و آرزو کر سکتا ہے کہ خدا اس کو دوسروں سے بہتر رزق عطا فرمائے۔ دعا میں وارد ہوا ہے:

"اللّٰھم آثرنی ولا توثر علیّ احداً"

"خدایا مجھ کو منتخب فرما مجھ پر کسی کو ترجیح نہ دے"

"وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَفْضَلِ عِبَادِكَ نَصِيباً عِنْدَكَ، وَاَقْرَبِهِمْ مَنْزِلَةً مِنْكَ وَاَخَصِّهِمْ زُلْفَةً لَدَيْكَ"

"اور مجھے ان بندوں میں قرار دے جو حصہ پانے میں تیرے نزدیک سب سے اچھے ہوں اور تیرے قرب میں بڑی منزلت رکھتے ہوں"

ان تمام چیزوں کے خداوند عالم سے مانگنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اللہ بھی ان تمام چیزوں کو دوست رکھتا ہے، اور ہمارے پروردگار کو اس چیز کا ارادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جب وہ اپنے کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس بندہ سے چھین کر کسی دوسرے بندہ کو عطا کر دے۔

عبدالرحمان بن ابی نجران سے مروی ہے کہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ کے اس قول

"وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ" [2]

"اور خبردار جو خدا نے بعض افراد کو بعض سے کچھ زیادہ دیا ہے" کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

---

[1] سورۂ طہ آیت/۱۳۱۔

[2] سورۂ نساء آیت/۳۲۔

"لایتمنی الرجل امرأة الرجل ولا ابنته ولکن یتمنّی مثلھا"۔[1]

"انسان کوکسی کی عورت یااس کی بیٹی کی تمنا نہیں کرنی چاہئے بلکہ اسکے مثل کی تمنا کرنا چاہئے"

۴۔مصلحت کے خلاف دعا کرنا

انسان کا اپنی مصلحت کے خلاف دعا کرنا سزاوار نہیں ہے، جب انسان دعا کے نفع اور نقصان سے جاہل ہوتا ہے لیکن اللہ اس کو جانتا ہے خداوند عالم دعا کو کسی دوسری نعمت کے ذریعہ مستجاب کرتا ہے یا بلا دور کر دیتا ہے یا جب تک اس دعا میں نفع دیکھا ہے اس کے مستجاب کرنے میں تاخیر کر دیتا ہے، دعاافتتاح میں وارد ہوا ہے:

"اَ سْاَلُکَ مُسْتَاْنِساً لَاخَائِفاًوَلَاوَجِلاً، مُدِلّاًعَلَیْکَ فِیْمَاقَصَدْتُ فِیْہِ اِلَیْکَ، فَاِنْ اَبْطَأَعَنِّیْ عَتَبْتُ بِجَھْلِیْ عَلَیْکَ، وَلَعَلَّ الَّذِیْ اَبْطَأَعَنِّیْ ھُوَخَیْرٌلِیْ لِعِلْمِکَ بِعَاقِبَةِ الْاُمُوْرِ. فَلَمْ اَرِمَوْلیً کَرِیْماًاَصْبِرَعَلیٰ عَبْدٍلَئِیْمٍ مِنْکَ عَلَیَّ یَارَبِّ"

"اورانس ورغبت کے ساتھ بلاخوف وخطراور ہیبت کے تجھ سے سوال کرتا ہوں جس کا بھی میں نے تیری جانب ارادہ کیا ہے اگر تو نے میری حاجت کے پورا کرنے میں دیر کی تو جہالت سے میں نے عتاب کیا اور شاید کہ جس کی تاخیر کی ہے وہ میرے لئے بہتر ہو کیونکہ تو امور کے انجام کا جاننے والا ہے میں نے نہیں دیکھا کسی کریم مالک کو جو لئیم بندہ پر تجھ سے زیادہ صبر کرنے والا ہو"

دعا میں اس طرح کے حالات میں انسان کو اللہ سے دعا کرنا چاہئے اپنے تمام امور اسکے حوالہ کر دینا چاہئے، جب بندہ اپنی دعا کے قبول ہونے میں دیر دیکھے یا اسکی دعا مستجاب نہ ہو رہی ہو تو اسے اللہ سے ناراض نہیں ہونا چاہئے لیکن کبھی کبھی انسان خداوند عالم سے ان چیزوں کا سوال کرتا ہے جو اس کے لئے مضر ہوتی ہیں، کبھی کبھی وہ خیر طلب کرنے کی طرح شر(برائی) طلب کرتا ہے اور اپنے لئے نقصان دہ چیزوں کے لئے جلدی کیا کرتا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَہُ بِالْخَیْرِ وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلاً"۔[2]

"اورانسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے اور انسان تو بڑا جلد باز ہے"

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"قَالَ یَاقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ"۔[3]

"صالح نے کہا کہ قوم والو آخر بھلائی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں کر رہے ہو"

---

[1] تفسیر عیاشی صفحہ ۲۳۹۔

[2] اسرا آیت/۱۱۔

[3] سورۂ نمل آیت/۴۶۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اپنی نجات کے راستوں کو پہچانو کہ کہیں تم اس میں وہ دعا نہ کر بیٹھو جو تمہاری ہلاکت کا باعث بن جائیں اور تم اس کو اپنے لئے نجات کا باعث سمجھتے رہو خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَيَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاۤءَهٗ بِالۡخَيۡرِ‌ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا"[1]

"اور انسان کبھی کبھی اپنے حق میں بھلائی کی طرح برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے اور انسان تو بڑا جلد باز ہے"

۵۔ فتنہ سے پناہ مانگنا

فتنہ سے پناہ مانگنا صحیح نہیں ہے چونکہ انسان کی زوجہ، اولاد اور اس کا مال فتنہ ہیں اور نہ ہی انسان کا اپنے اہل وعیال اور مال کے لئے اللہ کی پناہ مانگنا صحیح ہے لیکن انسان کا گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ چاہنا صحیح ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

"لا يقولنّ احد كم: اللّهم انّي اعوذ بك من الفتنة، لأنّه ليس من احد إلاّ وهو مشتمل على فتنة، ولكن من استعاذ فليستعذ من مضلاّت الفتن، فانّ الله يقول: وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَ اَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ"[2]

"تم میں سے کوئی ایک بھی یہ نہ کہے کہ میں فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں چونکہ تم میں سے ہر ایک فتنہ گر ہے لیکن تم فتنوں کی گمراہی سے پناہ مانگو اور خداوند عالم اس سلسلہ میں فرماتا ہے:

"اور جان لو! کہ یہ تمہاری اولاد اور تمہارے اموال ایک آزمائش ہیں"

ابو الحسن الثالث علیہ السلام نے اپنے آباؤ واجداد علیہم السلام سے نقل کیا ہے: ہم نے امیر المومنین علیہ السلام سے ایک شخص کو یہ کہتے سُنا:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنَ الۡفِتۡنَةِ"

"اے پروردگار میں تجھ سے فتنوں سے پناہ مانگتا ہوں"

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں یہ دیکھتا ہوں کہ تم اپنے مال اپنی اولاد سے پناہ مانگ رہے ہو چونکہ خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَ اَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ"[3]

"تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے صرف امتحان کا ذریعہ ہیں"

لیکن یہ کہو:

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۳ صفحہ ۳۲۲؛ سورۂ اسرا آیت/ ۱۱۔

[2] سورۂ انفال آیت/ ۲۸۔ نہج البلاغہ القسم الثانی: ۱۶۲۔

[3] سورۂ تغابن آیت/ ۱۵۔

"اللّٰھم انّی اعوذبك من مضلاّت الفتن"[1]

"اے پروردگار میں تجھ سے گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگتا ہوں"

۶۔مومنین کے لئے بددعا کرنا

دعا کی اہمیت اوراس کی غرض وغایت میں سے ایک چیز مسلمان خاندانوں کے مابین رابطہ کامحکم کرنااوران کے درمیان سے غلط فہمیوں اور جھگڑوں کودورکرنا ہے جو عام طور سے دنیاوی زندگی میں مزاحمت کا سبب ہوتے ہیں، غائب شخص کے لئے دعا کرنا اس رابطہ کا سب سے بہترین سبب ہے جو زندگی کے مائل ہونے کوپیش کرتا ہے، البتہ اس کے برعکس ایسے حالات جوتعلقات میں منفی صورت حال پیدا کرتے ہیں ان حالات میں پروردگارعالم دعا کرنے کودوست نہیں رکھتا ہے۔

خداوندعالم مومنین کے ایک دوسرے کی موجودگی میں دعا کرنے دعا کے ذریعہ ایک ایک دوسرے پر ایثار وفدا کاری کرنے اوردعا کرنے والے کے دوسرے کی حاجتوں اوران کے اسماءکواپنے نفس پرمقدم کرنے کودوست رکھتا ہے۔

خداوندعالم دعا میں اپنے دوسرے بھائی کی نعمتوں کے زائل وختم ہونے کی دعا کرنے کو پسندنہیں کرتا ہے، جیسا کہ ہم ابھی بیان کرچکے ہیں۔

اورنہ ہی خداوندعالم دعا میں کسی انسان کے اپنے مومن بھائی کے خلاف دعا کرنے کو پسندکرتا ہے، اگر چہ اس نے اس کو تکلیف یااس پرظلم ہی کیوں نہ کیا ہو(اگروہ اس کا ایمانی بھائی ہواورظلم کرکے ایمانی برادری کے دائرہ سے خارج نہ ہوا ہو)اورنہ ہی خدا وندعالم اس چیزکوپسندکرتا ہے کہ اس کے بندے ایک دوسرے کوبرائی کے ساتھ یادکریں۔

دعوات راوندی میں ہے کہ توریت میں آیا ہے کہ خداوندعالم اپنے بندے سے فرماتا ہے:

"انّك متیٰ ظلمت تدعونی علیٰ عبد من عبیدی من اجل انّه ظلمك۔ فلك من عبیدی من یدعوعلیك من اجل انّك ظلمته۔ فان شئت اجبتك و اجبته منك، وان شئت اخرتکما الیٰ یوم القیامة"[2]

"خداوندعالم اپنے بندہ سے خطاب کرتا ہے کہ جب تجھ پرظلم کیاجاتا ہےتوتواس ظلم کی وجہ سےاس کے خلاف بددعا کرتا ہے توتجھے یہ بھی معلوم ہوناچاہئے کہ کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ جن پرتم نےظلم کیاہےاوروہ تیرے لئے بددعا کرتے ہیں تواگرمیری مرضی ہوتی ہےتومیں تیری دعاقبول کرلیتاہوں اوراس بندے کی دعابھی تیرے حق میں قبول کرلیتاہوں"

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"اذا ظلم الرجل فظلّ یدعو علیٰ صاحبه، قال الله عزّوجلّ:انّ ها هنا آخر یدعو علیك یزعم

[1] امالی طوسی جلد ۲ صفحہ/ ۱۹۳؛بحارالانوارجلد ۹۳ صفحہ/ ۳۲۵۔

[2] بحارالانوارجلد ۹۳ صفحہ/ ۳۲۶۔

انّك ظلمته، فان شئت اجبتك و اجبت عليك و ان شئت اخّرتكما فيوسعكما عفوى.“[1]

”جب کوئی انسان پر ظلم کرتا ہے اور وہ بددعا کرتا ہے تو خداوند عالم فرماتا ہے کہ کل جب تم کسی پر ظلم کروگے تو وہ تمہارے لئے بددعا کرے گا پس اگر چاہو تو میں دونوں کی بددعا قبول کرلونگا اور اگر چاہو تو میں اس کو قیامت تک کے لئے ٹال دونگا“

ہشام بن سالم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق کو یہ فرماتے سنا ہے:

”انّ العبد ليكون مظلوما فلا يزال يدعو حتّىٰ يكون ظالماً.“[2]

”جب کوئی مظلوم بددعا کرتا ہے تو وہ ظالم ہوجاتا ہے“

حضرت علی بن الحسین علیہ السلام سے مروی ہے:

”ان الملائكة اذا سمعوا المؤمن يذكر أخاه بسوء ويدعو عليه قالوا له: بئس الاخ انت لاخيك كفّ ايّها المستّر علىٰ ذنوبه وعورته، وأربع علىٰ نفسك، و احمد الله الّذى ستر عليك، و اعلم أنّ الله عزّ وجلّ اعلم بعبده منك.“[3]

”جب ملائکہ سنتے ہیں کہ مومن اپنے کسی بھائی کی برائی اور اس کے لئے بددعا کررہا ہے تو کہتے ہیں کہ تو بہت برا بھائی ہے اے وہ شخص جس کے گناہ کی خداوند عالم نے پردہ پوشی کررکھی ہے تو اپنی زبان کو قابو میں رکھ اس خدا کی تعریف کر جس نے تیرے گناہ کی پردہ پوشی کی ہے اور تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ خداوند عالم کو تیرے مقابلہ میں اپنے بندے کے بارے میں زیادہ علم ہے“

بیشک اللہ تبارک وتعالےٰ ”السلام“ ہے، سلام اسی کی طرف پلٹتا ہے، ذات خدا سلامتی سے برخوردار ہے، سلامتی اسی کی طرف پلٹتی ہے، سلامتی اسی کی جانب سے ہے، اس کا دربار، سلامتی کا دربار ہے۔ جب ہم سلام وسلامتی سے بھرے دلوں سے خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، ایک دوسرے کیلئے دعا کریں گے، اور ہم میں سے بعض دوسرے بعض افراد کیلئے رحمت کا سوال کریں گے، اور ہم میں سے بعض کی دعائیں اللہ کی رحمت نازل ہونے میں مؤثر ہوں گی تو ہم پر جو اللہ کی رحمت نازل ہوگی وہ سب کو شامل ہوگی، بیشک خداوند عالم کی رحمت محبت اور سلامتی کے مقامات پر نازل ہوتی ہے، جو قلوب مومنین سے محبت ومسالمت کرتے ہیں، ہمارے اعمال، نمازیں، دعائیں، اور قلوب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بلند ہوتے ہیں کلم طیب (پاکیزہ کلمات) اور کلم طیب (پاکیزہ کلمات) سے زندہ قلوب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف بلند ہوتے ہیں:

”اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ.“[4]

---

[1] وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ/ ۱۱۷۷، حدیث ۸۹۷۲؛ امالی الصدوق صفحہ/ ۱۹۱۔

[2] اصول کافی صفحہ ۴۳۸؛ عقاب الاعمال صفحہ ۴۱، وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۶۴، حدیث ۸۹۲۶۔

[3] اصول کافی صفحہ ۵۳۵، وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۶۴، حدیث/ ۸۹۲۷۔

[4] سورۂ فاطر آیت/ ۱۰۔

"پاکیزہ کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور عمل صالح انھیں بلند کرتا ہے"

جب ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے ٹیڑھے اور کینہ بھرے دل جن میں محبت وسلامتی نہ ہواُن کے ساتھ کھڑے ہو کرایک دوسرے مومن کے خلاف دعا کریں گےتو ہم سے خدا کی تمام نعمتیں منقطع ہوجائینگی،اوراس کائنات میں خدا کی وسیع رحمت ہم پرنازل نہیں ہوگی،اور ہمارے اعمال،نمازیں،دعائیں اورقلوب اللہ تک نہیں پہنچ پائیں گے۔

بیشک محبت سے لبریز اور محبت سے زندہ دلوں کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور مومنین سے بلائیں اور عذاب دور ہوتا ہے اس کے برخلاف (مومنوں کے) مخالف اور دشمن دلوں کے ذریعہ ان سے اللہ کی رحمت دور ہوتی ہے اوران کے لئے بلائیں اور عذاب کونزدیک کرتی ہے۔

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے اپنے آباؤاجداد سے اورانھوں نے حضرت رسول خدا سے نقل کیا ہے:

"انّ الله تبارك وتعالیٰ إذا رأی اهل قرية قد اسرفوا فی المعاصی وفيهم ثلاثة نفر من المؤمنين، ناداهم جلّ جلاله: يا أهل معاصيتی، لو لا فيكم من المؤمنين المتحابين بجلا لی العامرين بصلا تهم ارضی و مساجدی المستغفرين بالاسحار خوفاً منی لأنزلت بكم العذاب"[1]

"بیشک جب اللہ تعالیٰ نے ایک قریہ کے لوگوں کو معصیت میں زندگی بسر کرتے دیکھا حالانکہ ان کے مابین صرف تین افراد مومن تھےتو پروردگار عالم کی طرف سے ندا آئی:اے گناہ کرنے والو!اگرتمہارے درمیان محبت سے بھرے دل نہ ہوتے جو اپنی نمازوں کے ذریعہ میری زمین کوآباد رکھتے ہیں اور مسجدوں میں سحر کے وقت میرے خوف کی وجہ سے استغفار کیا کرتے ہیں تو میں تم پر عذاب نازل کردیتا"

جمیل بن دراج نے حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"مَن فضّل الرجل عند الله محبّته لاخوانه، ومن عرّفه الله محبّة اخوانه احبّه الله ومَن احبّه الله أوفاه اجره يوم القيامة"[2]

"اللہ کے نزدیک وہ شخص بافضیلت ہے جو اپنے بھائیوں سے محبت کرتا ہے اورجس کوخداوندعالم اس کے بھائیوں کی محبت سے آشنا کردیتا ہے اس کودوست رکھتا ہے اورجس کودوست رکھتا ہے اس کوقیامت کے دن پورا اجردیگا"

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"لاتزال امتی بخير ماتحابوا، وأدّو الامانة، وآتوا الزكاة، وسيأتی علیٰ امتی زمان تخبث فيه

---

[1] بحارالانوار جلد ۷۴ صفحہ ۳۹۰۔

[2] ثواب الاعمال صفحہ/ ۴۸؛ بحارالانوار جلد ۷۴ صفحہ/ ۳۹۷۔

سرائرهم، وتحسن فيه علانيتهم ان يعمّهم الله ببلاء فيدعونه دعاء الغريق فلا يستجاب لهم "[1]

"میری امت اس وقت تک نیک رہے گی جب تک اس کے افراد ایک دوسرے سے محبت کرتے رہیں، امانت ادا کرتے رہیں، زکات دیتے رہیں، میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جب ان کے باطن برے ہوں گے اور ان کا ظاہر اچھا ہوگا اور اگر خداوند عالم ان کو کسی مصیبت میں مبتلا کرے گا اور وہ ڈوبتے شخص کے مثل بھی دعا مانگیں گے تو بھی ان کی دعا قبول نہ ہوگی"

محبت بھرے دلوں سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے

حضرت امام جعفر دق علیہ السلام سے مروی ہے:

"انّ المؤمنين اذا التقيا فتصافحا انزل الله تعالیٰ الرحمة عليهما، فكانت تسعة وتسعين لأشدّهما حبّا لصاحبه، فاذا تواقفا غمرتهما الرحمة، و اذا قعدا يتحدثان قالت الحفظة بعضها لبعض: اعتزلوا بنا فلعل لهما سرّا وقد ستر الله عليهما"

"بیشک جب مومنین ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں تو خداوند عالم ان دونوں پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے ان میں سے ننانوے رحمتیں اس شخص کیلئے ہیں جو ان میں اپنے دوسرے بھائی سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور جب ان میں توافق ہو جاتا ہے تو دونوں کو رحمت خدا گھیر لیتی ہے اور جب وہ دونوں گفتگو کرنے کیلئے بیٹھتے ہیں تو نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتہ کہتے ہیں کہ ان دونوں سے دور ہو جاؤ چونکہ یہ راز کی باتیں کر رہے ہیں اور خداوند عالم نے ان کی پردہ پوشی کی ہے"

اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"انّ المؤمنين اذا اعتنقا غمرتهما الرحمة فاذا التزما لايريدان عرضاً من اعراض الدنيا قيل لهما: مغفور لكما فأستأنفا، فاذا اقبلا على المساءلة قالت الملائكة بعضها لبعض: تنحّوا عنهما، فانّ لهما سرّا قد ستر الله عليهما.

قال اسحق: فقلت: جعلت فداك، ويكتب عليهما لفظهما وقد قال الله تعالیٰ "مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ"[2]؟ قال فتنفس ابو عبد الله الصعداء ثم بكى و قال: يا اسحق، انّ الله تعالیٰ انما امر الملائكة أن تعتزل المؤمنين اذا التقيا اجلالاً لهما، وان كانت الملائكة لاتكتب لفظهما، ولاتعرف كلاهما، فانه يعرفه ويحفظه عليهما عالم السر واخفیٰ"[3]

"بیشک جب مومنین ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کو رحمت گھیر لیتی ہے جب وہ بے

---

[1] عدۃ الداعی صفحہ ۱۳۵، بحار الانوار جلد ۷۴ صفحہ/ ۴۰۰۔

[2] سورۂ ق آیت/ ۱۸۔

[3] معالم الزلفی للمحدث البحرانی صفحہ/ ۳۴۔

لوٹ انداز میں ایک دوسرے سے چمٹ جاتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے سب گناہ بخش دئے گئے لہٰذا اب شروع سے نیک عمل انجام دو، جب وہ ایک دوسرے سے کچھ چیز دریافت کرنے کی جانب بڑھتے ہیں تو فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں ان دونوں سے دور ہو جاؤ کیونکہ یہ راز کی بات کر رہے ہیں اور خداوند عالم نے ان کی پردہ پوشی کی ہے۔

اسحاق کا کہنا ہے کہ میں نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو کیا ان دونوں کے الفاظ لکھے جاتے ہیں جبکہ خداوند عالم فرماتا ہے مومن جو بھی بات کرتا ہے اس کے پاس ایک نگراں فرشتہ موجود ہوتا ہے اس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے اسحاق خداوند عالم نے فرشتوں کو مومنین سے ان کے ملاقات کے وقت جدا رہنے کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ ان مومنین کی تعظیم کر سکے اور فرشتے اگرچہ ان کے الفاظ نہیں لکھتے اور ان کے کلام کو نہیں پہچانتے لیکن خداوند عالم تو پہچانتا ہی ہے جو راز اور مخفی باتوں کا جاننے والا ہے"

مومنین کے ساتھ ملاوٹ کرنے سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے

اس موضوع سے جو چیز متعلق ہوتی ہے اور دعا و صاحب دعا کے درمیان حائل ہوتی ہے وہ مومنین کیلئے فریب و دھوکہ کا مخفی رکھنا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"من بات وفى قلبه غش لأخيه المسلم بات فى سخط الله، واصبح كذلك وهو فى سخط الله حتىٰ يتوب ويرجع، واين مات كذلك مات على غير دين الاسلام".[1]

"جو ساری رات عبادت میں بسر کرے اور وہ اپنے دل میں ایسا ارادہ کرے جس کے ذریعہ مومن بھائی فریب کھا جائیں تو وہ پوری رات اللہ کے غضب و ناراضگی میں بسر کرتا ہے اور یہی اس کے بعد والے دن کا حال ہے یعنی اللہ کے غضب میں پورا دن گزارتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ سے توبہ کرے اور اپنی اصلی حالت پر آجائے اور اگر وہ اسی کینہ و بغض کی حالت میں مر جائے تو وہ دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر مرے گا"

مومنین سے سوئے ظن قبولیت عمل کی راہ میں رکاوٹ

جس طرح سے باطن میں برائی چھپائے رکھنے کی وجہ سے عمل خداوند عالم تک نہیں پہنچتا ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"لا يقبل الله من مؤمن عملاً وهو مضمر علىٰ اخيه المؤمن سوءاً".

"اللہ تبارک و تعالیٰ اس مومن کے عمل کو قبول نہیں کرتا جو اپنے مومن بھائی سے اپنے دل میں برائی رکھے ہوئے ہو"

---

[1] الوسائل جلد ۲۵ صفحہ ۲۰۴۔

خداوند عالم مومنین سے بغض رکھنے والوں پر اپنا کرم نہیں فرماتا

حضرت امیر المومنین علیہ السلام حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں:

"شرار الناس مَن يبغض المؤمنين وتبغضه قلوبهم، المشّاؤون بالنميمة المفرقون بين الأحبة، أُولئك لاينظر الله اليهم، ولايزكّيهم يوم القيامة." [1]

"لوگوں میں سب سے شریر لوگ وہ ہیں جو اپنے مومن برادران سے بغض رکھتے ہیں اور مسلسل چغلی کرتے رہتے ہیں دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالتے ہیں خداوند عالم قیامت کے دن ان کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا"۔

اہل بیت علیہم السلام کی دعاؤں میں حبّ خدا

اللہ سے لولگانا

"قُلْ اِنْ كَانَ آبَاءُ كُمْ وَاَبْنَاؤُ كُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَاوَمَسَاكِنَ تَرْضَوْنَهَا اَحَبُّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللهِ وَرَسُوْلِهِ وجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهِ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللهُ بِاَمْرِهِ وَاللهُ لَايَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ." [2]

"پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا، اولاد، برادرن، ازواج، عشیرہ وقبیلہ اور وہ اموال جنھیں تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت جس کے خسارہ کی طرف سے فکرمند رہتے ہو اور وہ مکانات جنھیں پسند کرتے ہو تمہاری نگاہ میں اللہ، اس کے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو وقت کا انتظار کرو یہاں تک کہ امر الٰہی آجائے اور اللہ فاسق قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے"

صحیح صورت میں خداوند عالم سے ایک دوسرے سے ہماہنگ اور تمام سازگار عناصر کے ذریعہ ہی لولگائی جاسکتی ہے اور یہی چند چیزیں مجموعی طور پر اللہ سے لولگانے کے صحیح طریقہ معین کرتی ہیں۔

اسلامی روایات میں ایک ہی عنصر جیسے خوف یارجاء (امید) یا محبت یا خشوع کی بنیاد پر اللہ سے لولگانے کو منع کیا گیا ہے۔ جو عناصر خداوند عالم سے مجموعی اور وسیع طور پر رابطہ کو تشکیل دیتے ہیں ان کا آیات، روایات اور دعاؤں میں تفصیلی طور پر ذکر کیا گیا ہے جیسے امید، خوف، تضرع، خشوع، تذلل، ترس، محبت، شوق، اُنس، انابہ، ایک دوسرے سے کنارہ کشی، استغفار، استعاذہ، استرحام، انقطاع، تمجید، حمد، رغبت رہبت، طاعت، عبودیت، ذکر، فقر اور اعتصام ہیں۔

حضرت امام زین العابدین بن حسین علیہ السلام سے دعا میں وارد ہوا ہے:

"اللّٰهم انی اسالك انْ تملا قلبی حباًوخشيةمنك وتصديقاًلك وايمانابك وفرقاًمنك

---

[1] وسائل جلد ۲۵ صفحہ/ ۲۰۴۔

[2] سورۂ توبہ آیت/ ۲۴۔

وشوقاً اليك"۔[۱]

"پروردگارا! میں تیری بارگاہ میں دست بہ دعا ہوں کہ میرے دل کو اپنی محبت سے لبریز فرمادے، میں تجھ سے خوف کھاؤں، تیری تصدیق کروں، تجھ پر ایمان رکھوں اور تجھ سے فرق کروں اور تیری طرف شوق سے رغبت کروں"

ان تمام عناصر کے ذریعہ خداوندعالم سے خاص طریقہ سے لولگائی جاتی ہے اور ان عنصروں میں سے ہر عنصر اللہ کی رحمت اور معرفت کے ابواب میں سے ہر باب کیلئے ایک کنجی ہے۔

استرحام اللہ کی رحمت کی کنجی ہے اور استغفار مغفرت کی کنجی ہے۔

ان عنصروں میں سے ہر عنصر بذات خود اللہ سے لولگانے کا ایک طریقہ ہے شوق محبت اور انسیت اللہ تک پہنچنے کا ایک طریقہ ہے، خوف اور رھبت اللہ تک پہنچنے کا دوسراطریقہ ہے خشوع اللہ تک پہنچنے کا تیسراطریقہ ہے۔ دعااور تمنا اللہ تک رسائی کا ایک اور طریقہ ہے۔

انسان کیلئے اللہ تک رسائی کی خاطر مختلف طریقوں سے حرکت کرنا ضروری ہے اس کو ایک ہی طریقہ پر اکتفاء نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ہر طریقہ کا ایک خاص ذوق کمال اور ثمر ہوتا ہے جو دوسرے طریقہ میں نہیں پایا جاتا ہے۔

اس بنیاد پر اسلام اللہ تک رسائی کے متعدد طریقوں کو بیان کرتا ہے یہ ایک وسیع بحث ہے جس کو ہم اس وقت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

اللہ کی محبت

اللہ تعالیٰ کی محبت ان تمام عناصر سے افضل اور قوی تر ہے، یہ انسان کو اللہ سے لولگانے کیلئے آمادہ کرتی ہے اور اللہ سے اس کے رابطہ کو محکم و مضبوط کرتی ہے۔

محبت کے علاوہ کسی اور طریقہ میں اتنا محکم اور بلیغ رابطہ خدا اور بندے کے درمیان نہیں پایا جاتا ہے خداوندعالم سے یہ رابطہ اسلامی روایات میں بیان ہوا ہے جن میں سے ہم بعض روایات کا تذکرہ کررہے ہیں:

روایات میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کی طرف وحی کی:

"يا داود ذكري للذاكرين وجنتي للمطيعين وحبي للمشتاقين وانا خاصة للمحبين"۔[۲]

"اے داؤد ذاکرین کے لئے میرا ذکر کرو، میری جنت اطاعت کرنے والوں کے لئے ہے اور میری محبت مشتاقین کے لئے ہے اور میں محبت کرنے والوں کے لئے مخصوص ہوں"

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

[۱] بحارالانوار جلد ۹۸ صفحہ ۹۲۔

[۲] بحاالانوار جلد ۹۸ صفحہ ۲۲۶۔

"الحبّ افضل من الخوف"

"محبت، خوف سے افضل ہے"[1]

محمد بن یعقوب کلینی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"العبّاد ثلا ثة:قوم عبدوا الله عزّوجلّ خوفاً فتلك عبادة العبيد، وقوم عبدوا الله تبارك وتعالیٰ طلب الثواب، فتلك عبادة التجار، وقوم عبدوا الله عزّوجلّ حبّاً، فتلك عبادة الاحرار، وهی افضل عبادة"[2]

"عبادت تین طرح سے کی جاتی ہے یا عبادت کرنے والے تین طریقہ سے عبادت کرتے ہیں ایک قوم نے اللہ کے خوف سے عبادت کی جس کو غلاموں کی عبادت کہا جاتا ہے، ایک قوم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طلب ثواب کی خاطر عبادت کی جس کو تاجروں کی عبادت کہا جاتا ہے اور ایک قوم نے اللہ عزوجل سے محبت کی خاطر عبادت کی جس کو احرار (آزاد لوگوں) کی عبادت کہا جاتا ہے اور یہی سب سے افضل عبادت ہے"۔

جناب کلینی نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے:

"افضل الناس مَن عشق العبادة، فعانقها، واحبّها بقلبه، وباشرها بجسده، وتفرّغ لها، فهو لا يبالی علیٰ ما اصبح من الدنيا علی عسر أم يسر"[3]

"لوگوں میں سب سے افضل شخص وہ ہے جس نے عبادت سے عشق کرتے ہوئے اس سے معانقہ کیا، اس کو اپنے دل سے دوست رکھا اور اپنے اعضاء وجوارح سے اس سے وابستہ رہے، اس کو پرواہ نہیں رہتی کہ اس کا اگلا دن خوشی سے گزرے گا یا غم کے ساتھ گذرے گا"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"نجویٰ العارفين تدور علیٰ ثلاثة اصول:الخوف، والرجاء والحبّ۔ فالخوف فرع العلم، والرجاء فرع اليقين، والحبّ فرع المعرفة۔ فدليل الخوف الهرب، ودليل الرجاء الطلب، ودليل الحبّ ايثار المحبوب، علیٰ ماسواه۔ فاذا تحقق العلم فی الصدر خاف، واذا صحّ الخوف هرب، واذا هرب نجا واذا اشرق نور اليقين فی القلب شاهد الفضل واذا تمكن من رؤية الفضل رجا، واذا وجد حلاوة الرجاء طلب، واذا وُفّق للطلب وجد۔ واذا تجلّیٰ ضياء المعرفة فی الفؤاد۔ هاج ريح المحبة، واذا هاج

---

[1] بحار الانوار جلد ۷۸۔ صفحہ ۲۲۶۔

[2] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۸۴۔

[3] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۲۸۳۔

ریح المحبة استأنس ظلال المحبوب، وآثر المحبوب علیٰ ماسواه، وباشر اوامره. ومثال هذه الاصول الثلاثة کالحرم والمسجد والکعبة. فمن دخل الحرم أمن من الخلق، ومن دخل المسجد أمنت جوارحه أن يستعملها في المعصية، ومَن دخل الکعبة أمن قلبه من أن يشغله بغير ذکر الله"[1]

"عارفوں کی مناجات تین اصول پر گردش کرتی ہے: خوف، امید اور محبت۔ خوف علم کی شاخ ہے، امید یقین کی شاخ ہے اور محبت معرفت کی شاخ ہے خوف کی دلیل ہرب (فرار اختیار کرنا) ہے، امید کی دلیل طلب ہے اور محبت کی دلیل محبوب کو دوسروں پر ترجیح دینا ہے، جب سینہ میں علم محقق ہوجاتا ہے تو خوف ہوتا ہے اور جب صحیح طریقہ سے خوف پیدا ہوتا ہے تو فرار وجود میں اتا ہے اور جب فرار وجود میں اجاتا ہے تو انسان نجات پاجاتا ہے، جب دل میں یقین کا نور چمک اٹھتا ہے تو عارف انسان فضل کا مشاہدہ کرتا ہے اور جب فضل دیکھ لیتا ہے تو امیدوار ہوجاتا ہے، جب امید کی شرینی محسوس کرلیتا ہے تو طلب کرنے لگتا ہے اور جب طلب کی توفیق ہوجاتی ہے تو اس کو حاصل کرلیتا ہے، جب دل میں معرفت کی ضیاء روشن ہوجاتی ہے تو محبت کی ہوا چل جاتی ہے اور جب محبت کی ہوا چل جاتی ہے تو محبوب کے سایہ میں ہی سکون محسوس ہوتا ہے اور محبوب کے علاوہ انسان ہر چیز سے لاپرواہ ہوجاتا ہے اور براہ راست اپنے محبوب کا تابع فرمان ہوجاتا ہے۔ ان تین اصول کی مثال حرم مسجد اور کعبہ جیسی ہے جو حرم میں داخل ہوجاتا ہے وہ مخلوق سے محفوظ ہوجاتا ہے، جو مسجد میں داخل ہوتا ہے اس کے اعضاء وجوارح معصیت میں استعمال ہونے سے محفوظ ہوجاتے ہیں جو کعبہ میں داخل ہوجاتا ہے اس کا دل یاد خدا کے علاوہ کسی اور چیز میں مشغول ہونے سے محفوظ ہوجاتا ہے"

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"بکی شعيب من حبّ الله عزّوجلّ حتّیٰ عمی... أوحیٰ الله اليه: يا شعيب، ان يکن هذا خوفاً من النار، فقد أجرتك، و ان يکن شوقا الی الجنة فقد ابحتك. فقال: الهی و سيدی، انت تعلم انی ما بکيت خوفا من نارك، و لا شوقا الی جنتك، و لکن عقد حبك علی قلبی، فلست اصبر ا و اراك. فاوحی الله جلّ جلاله اليه: اما اذا کان هذا هکذا فمن اجل هذا ساخدمك کليمی موسی بن عمران"[2]

"اللہ سے محبت کی وجہ سے گریہ کرتے کرتے حضرت شعیب علیہ السلام کی آنکھوں سے نور چلا گیا۔ تو اللہ نے حضرت شعیب علیہ السلام پر وحی کی: اے شعیب اگر یہ گریہ وزاری دوزخ کے خوف سے ہے تو میں نے تم کو اجر دیا اور اگر جنت کے شوق کی وجہ سے ہے تو میں نے تمہارے لئے جنت کو مباح کیا۔

جناب شعیب علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے اللہ اور اے میرے سید وسردار تو جانتا ہے کہ میں نہ تو دوزخ کے خوف سے گریہ کررہاہوں اور نہ جنت کے شوق ولالچ میں لیکن میرے دل میں تیری محبت ہے اللہ نے وحی کی اے شعیب! اگر ایسا ہے تو میں

---

[1] مصباح الشریعہ صفحہ ۲۔۳۔

[2] بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۳۸۰۔

عنقریب تمہاری خدمت کیلئے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو بھیجوں گا"

حضرت ادریس علیہ السلام کے صحیفہ میں آیا ہے:

"طوبیٰ لقوم عبدونی حبّاً، و اتخذونی الٰهاً و ربّاً، سهروا الليل، ودأبوا النهار طلباً لوجهي من غير رهبة و لا رغبة، و لا لنار، و لا جنّة، بل للمحبّة الصحيحة، و الارادة الصريحة و الانقطاع عن الكل الىّ". [1]

"اس قوم کیلئے بشارت ہے جس نے میری محبت میں میری عبادت کی ہے، وہ راتوں کو جاگتے ہیں اور دن میں بغیر کسی رغبت اور خوف کے، نہ ان کو دوزخ کا خوف ہے اور نہ جنت کا لالچ ہے بلکہ صحیح محبت اور پاک وصاف ارادہ اور ہر چیز سے بے نیاز ہو کر مجھ سے لو لگاتے ہیں۔

اور دعا کے سلسلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"عميت عين لا تراك عليها رقيباً و خسرت صفقة عبد لم تجعل له من حبّك نصيباً". [2]

"وہ آنکھ اندھی ہے جو خود پر تجھ کو نگران نہ سمجھے، اور اس انسان کا معاملہ گھاٹے میں ہے جس کے لئے تو اپنی محبت کا حصہ نہ قرار دے"

ایمان اور محبت

اسلامی روایات میں وارد ہوا ہے بیشک ایمان محبت ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

"الايمان حبّ و بغض"

"ایمان محبت اور بغض ہے" [3]

فضیل بن یسار سے مروی ہے:

"سألت اباعبد الله عليه السلام عن الحبّ و البغض، أمن الايمان هو؟ فقال: "وهل الايمان الّا الحبّ و البغض؟". [4]

"میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے محبت اور بغض کے بارے میں سوال کیا کہ کیا دونوں ایمان میں سے ہیں؟ آپ نے

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۵ صفحہ ۴۶۷۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ/ ۲۲۶۔

[3] بحار الانوار جلد ۷۸ صفحہ/ ۱۷۵۔

[4] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵۔

فرمایا: کیا محبت اور بغض کے علاوہ ایمان ہوسکتا ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"هل الدين الّا الحبّ؟ انّ الله عزّ وجلّ يقول:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ"[1]

"کیا دین محبت کے علاوہ ہے؟ بیشک خداوند عالم فرماتا ہے:

"اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کرے گا"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

"الدين هو الحبّ والحبّ هو الدين"[2]

"دین محبت ہے اور محبت دین ہے"

محبت کی لذت

عبادت اگرچہ محبت، شوق اور حسرت و درد کے ذریعہ ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر کوئی لذت وحلاوت نہیں ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جنھوں نے اللہ کی محبت اور اس کے ذائقہ اور حلاوت کا مزہ چکھا ہے وہ فرماتے ہیں:

"الهى ما اطيب طعم حبّك وما اعذب شرب قُربك"[3]

"پروردگار تیری محبت کے ذائقہ سے اچھا کوئی ذائقہ نہیں ہے اور تیری قُربت سے گوارا کوئی چیز گوارا نہیں ہے"

یہ حلاوت اور لذت، اولیاء اللہ کے دلوں میں پائی جاتی ہے یہ عارضی لذت نہیں ہے جو ایک وقت میں ہو اور دوسرے وقت میں ختم ہوجائے بلکہ یہ دائمی لذت ہے جب کسی بندہ کے دل میں اللہ سے محبت کی لذت مستقر ہوجاتی ہے تو اس کا دل اللہ کی محبت سے زندہ ہوجاتا ہے اور جو دل اللہ کی محبت سے زندہ ہوجائے خداوند وعالم اس پر عذاب نازل نہیں کرتا اور اللہ کی محبت اس کے دل میں گھر کر جاتی ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الهى وعزّتك وجلالك لقد أحببتك محبةاستقرّت حلاوتهافى قلبى وماتنعقدضمائر موحّديك على انك تبغضُ محبيك"[4]

---

[1] سورۂ آل عمران آیت/ ۳۱۔ بحار الانوار جلد ۶۹ صفحہ/ ۲۳۷

[2] نور الثقلین جلد ۵ صفحہ/ ۲۸۵۔

[3] بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ/ ۲۶۔

[4] مناجات اھل البیت صفحہ ۹۶۔۹۷۔

"خدایا! تجھ کو تیرے عزت وجلال کی قسم تیری محبت کی مٹھاس میرے دل میں گھر کر گئی ہے اور تیرے موحدین کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں گذرتا کہ تو ان سے نفرت کرتا ہے"

اللہ کی محبت کی اسی مستقر اور ثابت حالت کے بارے میں حضرت امام علی بن الحسین فرماتے ہیں:

"فوعزّتك یاسیدی لو انتهرتنی مابرحت من بابك ولا كففت عن تملّقك لما انتهی الی من المعرفة بجودك و كرمك"[1]

"تیری عزت کی قسم! اے میرے مالک اگر مجھ کو اپنی بارگاہ سے نکال دے گا تو میں اس دروازے سے نہ جاؤنگا اور نہ تیری خوشامد سے باز رہونگا اس لئے تیرے جود و کرم کو مکمل طور پر پہچان لیا ہے"

محبت کے گہرے اور دل میں مستقر ہونے کی سب سے بلیغ تعبیر یہی ہے کہ وہ محبت دائمی ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر مولا اپنے غلام کو ذبح بھی کردے تو بھی وہ محبت اس کے دل سے زائل نہیں ہوسکتی اور جس غلام کے دل میں اس کے مولا کی محبت ثابت اور مستقر ہوگئی وہ اپنے غلام کو کبھی قتل نہیں کرسکتا ہے۔

جب انسان اللہ سے محبت کے ذائقہ اور اس سے انسیت کی قوت سے آشنا ہوجاتا ہے تو اس پر کوئی اور چیز اثر نہیں کرسکتی حضرت امام زین العابدین امام الحبین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَن ذاالذی ذاق حلاوة محبّتك فرام عنك بدلا؟ ومن ذاالذی انس بقربك فابتغی عنك حولا"[2]

"وہ کون شخص ہے جس نے تیری محبت کی مٹھاس کو چکھا ہو اور تیرے بدل کا خواہش مند ہو اور وہ کون شخص ہے جس نے تیری قربت کا انس پایا ہو اور ایک لحہ کے لئے بھی تجھ سے روگردانی کرے"

لوگوں کا مسالک اور مذاہب میں تقسیم ہونا اللہ سے محبت کی لذت سے محروم ہونا ہے جو لوگ اپنی زندگی میں اللہ سے محبت کی معرفت حاصل کرلیتے ہیں وہ اس کے بعد اپنی زندگی میں کسی دوسری چیز کی جستجو نہیں کرتے ہیں۔

حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ماذا وجد من فقدك؟ وما الذی فقد من وجدك؟"

"جس نے تجھ کو کھودیا اس نے کیا پایا؟ اور جس نے تجھ کو پالیا اس نے کیا کھویا"[3]

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام اللہ سے محبت کی لذت کے علاوہ محبت سے استغفار کرتے ہیں، اللہ کے علاوہ کسی

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ/ ۸۵۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ/ ۱۴۸۔

[3] بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ/ ۲۲۶۔

دوسرے ذکر میں مشغول ہونے سے استغفار کرتے ہیں اور اللہ کی قربت کے علاوہ کسی دوسری خوشی سے استغفار کرتے ہیں، اس اعتبار سے نہیں کہ خداوندعالم نے اس کو اپنے بندوں پر حرام قرار دیا ہے بلکہ اس لئے کہ وہ محبت دل کو اللہ سے منصرف کردیتی ہے اور انسان اللہ کے علاوہ کسی دوسرے سے لو لگانے لگتا ہے اگرچہ بہت کم مدت کیلئے ہی کیوں نہ ہو لیکن جس دل کو اللہ سے محبت کی معرفت ہوگئی ہے وہ دل اللہ سے منصرف نہیں ہوتا ہے۔

اولیائے خدا کی زندگی میں ہر چیز اور ہر کوشش اللہ سے دائمی محبت، اللہ کا ذکر اور اس کی اطاعت کے ذریعہ ہی آتی ہے اس کے علاوہ ہر چیز اللہ کی یاد سے منصرف کرتی ہے اور ہم اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

"واستغفرك من كل لذة بغير ذكرك ومن كلّ راحة بغير اُنسك، ومن كل سرور بغير قربك، ومن كلّ شغلٍ بغير طاعتك"۔[۱]

"اور میں تیری یاد سے خالی ہر لذت، تیرے انس سے خالی ہر آرام، تیرے قرب سے خالی ہر خوشی، اور تیری اطاعت سے خالی ہر مشغولیت سے استغفار کرتا ہوں"

محبت کے ذریعہ عمل کی تلافی

محبت عمل سے جدا نہیں ہے محبت انسان کے عمل، حرکت اور جدوجہد کی علامت ہے لیکن محبت، عمل کا جبران کرتی ہے اور جس شخص نے عمل کرنے میں کوئی کوتاہی کی ہے اس کی شفاعت کرتی ہے وہ اللہ کے نزدیک شفیع و مشفع ہے۔

حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام ماہ رمضان میں سحری کی ایک دعا میں جو ابوحمزہ ثمالی سے مروی ہے اور بڑی عظیم دعا میں شمار ہوتی ہے فرماتے ہیں:

"معرفتي يامولاي دليلي عليك وحبي لك شفيعي اليك وانا واثق من دليلي بدلالتك ومن شفيعي الىٰ شفاعتك"۔[۲]

"اے میرے آقا میری معرفت نے میری، تیری جانب راہنمائی کی ہے اور تجھ سے میری محبت تیری بارگاہ میں میرے لئے شفیع قرار پائے گی اور میں اپنے رہنما پر بھروسہ کئے ہوئے ہوں نیز مجھے اپنے شفیع پر اعتماد ہے"

معرفت اور محبت بہترین رہنما اور شفیع ہیں لہٰذا وہ انسان ضائع نہیں ہوسکتا جس کی اللہ کی طرف رہنمائی کرنے والی ذات اسکی معرفت ہے اور وہ بندہ مقصد تک پہنچنے میں پیچھے نہیں رہ سکتا جس کی خداوندعالم کے سامنے شفاعت کرنے والی ذات محبت ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

[۱] بحارالانوار جلد ۹۴ صفحہ/۱۵۱۔

[۲] بحارالانوار جلد ۹۸ صفحہ ۸۲۔

"الھی انّك تعلم انّی وان لم تدم الطاعة منّی فعلا جزما فقد دامت محبّة وعزما"

"خدایا تو جانتا ہے کہ میں اگر چہ تیری مسلسل اطاعت نہ کر سکا پھر بھی تجھ سے مسلسل محبت کرتا ہوں"

یہ امام علیہ السلام کے کلام میں سے ایک لطیف و دقیق مطلب کی طرف اشارہ ہے بیشک کبھی کبھی اطاعت انسان کو قصوروار ٹھہراتی ہے اور وہ اللہ کی اطاعت پر اعتماد کرنے پر متمکن نہیں ہوتا ہے لیکن اللہ سے محبت کرنے والے انسانوں کے یقین وجزم میں شک کی کوئی راہ نہیں ہے اور جس بندے کے دل میں اللہ کی محبت گھر کر جاتی ہے اس میں شک آ ہی نہیں سکتا۔ بندہ بذات خود ہی اطاعت میں کوتاہی کرتا ہے اور وہ ان چیزوں کا مرتکب ہوتا ہے جن کو خداوند عالم پسند نہیں کرتا اور نہ ہی اپنی معصیت کرنے کو دوست رکھتا ہے لیکن اس کے لئے یہ امکان نہیں ہے کہ (بندہ اطاعت میں کوتاہی کرے اور معصیت کا ارتکاب کرے) اطاعت کو نا پسند کرے اور معصیت کو دوست رکھے۔

بیشک کبھی اعضا و جوارح معصیت کی طرف پھسل جاتے ہیں، ان میں شیطان اور خواہشات نفسانی داخل ہو جاتے ہیں اور اعضاء و جوارح اللہ کی اطاعت کرنے میں کوتاہی کرنے لگتے ہیں لیکن اللہ کے نیک و صالح بندوں کے دلوں میں اللہ کی محبت، اس کی اطاعت سے محبت اور اس کی معصیت کے ناپسند ہونے کے علاوہ اور کچھ داخل ہی نہیں ہو سکتا ہے۔

ایک دعا میں آیا ہے:

"الھی احبّ طاعتك وانْ قصرت عنها واکره معصیتك وانْ رکبتها فتفضل علیّ بالجنّة"[1]

"خدایا! میں تیری اطاعت کرنا چاہتا ہوں اگرچہ میں نے اس سلسلہ میں کوتاہی کی ہے اور مجھے تیری معصیت کرنا ناگوار ہے اگرچہ میں تیری معصیت کا ارتکاب کر چکا ہوں لہٰذا مجھ کو بہشت کرامت فرما"

جوارح اور جوانح کے درمیان یہی فرق ہے بیشک جوارح کبھی جوانح سے ملحق ہونے سے کوتاہی کرتے ہیں اور کبھی جوانح اپنے پروردگار کی محبت میں مکمل طور پر خاضع وخاشع ہو جاتے ہیں اور جوارح ایسا کرنے سے کوتاہی کرتے ہیں لیکن جب دل پاک و پاکیزہ اور خالص ہو جاتا ہے تو جوارح اسکی اطاعت کرنے کیلئے ناچار ہوتے ہیں اور ہمارے لئے جوارح اور جوانح کی مطلوب چیز کا نافذ کرنا ضروری ہے اور ہم جوارح اور جوانح کے درمیان کے اس فاصلہ کو اخلاص قلب کے ذریعہ ختم کر سکتے ہیں

محبت انسان کو عذاب سے بچاتی ہے

جب انسان گناہوں کے ذریعہ اللہ کی نظروں سے گر جاتا ہے اور انسان کو اللہ کے عذاب اور عقاب کیلئے پیش کیا جاتا ہے تو محبت انسان کو اللہ کے عذاب اور عقاب سے نجات دلاتی ہے۔

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام مناجات میں فرماتے ہیں:

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۰۱۔

"الهی انّ ذنوبی قداخافتنی ومحبّنی لك قداجارتنی"۔[1]

"خدایا! میرے گناہوں نے مجھے ڈرا دیا ہے اور تجھ سے میری محبت نے مجھے پناہ دے رکھی ہے"

محبت کے درجات اوراس کے طریقے

بندوں کے دلوں میں محبت کے درجے اور مراحل ہوتے ہیں

یعنی دل میں اتنی کم محبت ہوتی ہے کہ محبت کرنے والے کو اصلا اس محبت کا احساس ہی نہیں ہوتا ہے۔

ایک محبت ایسی ہوتی ہے جس سے بندے کا دل اس طرح پُر ہوجاتا ہے کہ انسان کے دل میں کوئی ایسی جگہ باقی نہیں رہ جاتی جس سے انسان لہو ولعب میں مشغول ہو اور اللہ کا ذکر نہ کرے۔

اور ایک محبت ایسی ہوتی ہے کہ انسان اللہ کے ذکر، اس سے مناجات کرنے اور اس کی بارگاہ میں کھڑے ہونے میں مہنمک ہوجاتا ہے اور وہ ذکر، دعا، نماز اور فی سبیل اللہ عمل کرنے اور اس کے سامنے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے سیراب نہیں ہوتا ہے۔

ایک دعا میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"سیّدی انامن حبّك جائع لااشبع، وانامن حبك ظمآن لاأروی واشوقاه الیٰ مَن یرانی ولاأراه"

"میرے آقا و سردار میں تیری محبت کا بھوکا ہوں کہ سیر نہیں ہوسکتا، اور تیری محبت کا اتنا پیاسا ہوں کہ سیراب نہیں ہوسکتا اور میں کسی ذات کے دیدار کا مشتاق ہوں لیکن وہ مجھے اپنا دیدار نہیں کراتا"

حضرت امام علی بن الحسین زین العابدین مناجات میں فرماتے ہیں:

"وغُلتی لایبردهاالاّوصلُك ولوعتی لایطفئوهاالّالقاءُ ك وشوقی الیك لایُبلُّهُ الاالنّظرُالیْكَ"۔[2]

"اور میری حرارت اشتیاق کو تیرے وصال کے علاوہ کوئی اور چیز ٹھنڈا نہیں کرسکتی اور میرے شعلۂ شوق کو تیری ملاقات کے علاوہ کوئی اور چیز بجھا نہیں سکتی اور میرے شوق کو تر نہیں کرسکتا ہے مگر تیری طرف نظر کرنا"

اللہ کی محبت میں والہانہ پن بھی ہے، زیارت امین میں آیا ہے:

"اللهم انّ قلوب المخبتین الیك والهة"۔[3]

"تیرے سامنے تواضع کرنے والوں کے دل مشتاق ہیں"

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۵ صفحہ/ ۹۹۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۴۹۔

[3] مفاتیح الجنان دعاء ابوحمزہ ثمالی۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے دعا میں مروی ہے:

"الهی بك هامت القلوب الوالهة... فلا تطمئنّ القلوب الابذكراك ولا تسكن النفوس الاعند رؤياك" [1]

"خدایا! محبت بھرے دل تجھ ہی سے وابستہ ہیں۔۔۔دل تیرے ذکر کے بغیر مطمئن نہیں ہوتے اورنفسوں کو تیرے دیدار کے بغیر سکون نہیں ملتا"

ان والھہ اور ہائمہ قلوب کی یہ خاصیت ہے کہ ان کو اللہ کے ذکر کے بغیر سکون واطمینان نہیں ہوتا۔

ہم کو محبت کی آخری حد کا سبق امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اس دعا کے کلمات میں ملتا ہے جس کی آپ نے کمیل بن زیاد نخعی کو تعلیم دی تھی جو دعائے کمیل کے نام سے مشہور ہے:

"فهبنی یاسیّدی ومولای وربی صبرت علیٰ عذابك فكیف اصبر علیٰ فراقك، وهبنی صبرت علی حر نارك فكیف اصبر عن النظر الیٰ كرامتك ام كیف اسكن فی النار ورجائی عفوك؟!" [2]

"تو اے میرے خدا! میرے پروردگار! میرے آقا! میرے سردار! پھر یہ بھی طے ہے کہ اگر میں تیرے عذاب پر صبر بھی کر لوں تو تیرے فراق پر صبر نہیں کر سکتا۔ اگر آتش جہنم کی گرمی برداشت بھی کر لوں تو تیری کرامت نہ دیکھنے کو برداشت نہیں کر سکتا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تیری معافی کی امید رکھوں اور پھر میں آتش جہنم میں جلا دیا جاؤں"

یہ بندہ کی توجہ کو مبذول کرنے کے بہت ہی پاک و پاکیزہ اور سچے نمونے ہیں یعنی بندہ اپنے مولا وآقا کی طرف سے جہنم کے عذاب پر تو صبر کر سکتا ہے لیکن وہ اسکی جدائی اور غضب پر کیسے صبر کر سکتا ہے؟!

کبھی محب اپنے مولا کے عقاب کو برداشت کرتا ہے لیکن اس کے غضب کو برداشت نہیں کرتا کبھی وہ سب سے سخت عذاب دوزخ کو تو برداشت کر لیتا ہے لیکن مولا وآقا کے فراق کو برداشت نہیں کر پاتا ہے۔

جہنم کی آگ بندہ کا ٹھکانا کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ بندہ اپنے مولا وآقا سے مہربانی وعطوفت اور جہنم سے نجات دینے کی امید رکھتا ہے؟

محبت اور رجاء وامید یہ دونوں چیزیں بندے کے دل سے جدا نہیں ہو سکتی ہیں (حالانکہ اس کو اللہ کے غضب کی وجہ سے جہنم کی بھٹی میں جھونک دیا جاتا ہے) اس عظیم وجلیل دعا کی یہ پاک و پاکیزہ صورتیں ہیں۔

کبھی بندہ اپنے مولا سے محبت کرتا ہے اور اس کا مولا وآقا اس کو اپنی نعمت اور فضل سے نوازتا ہے یہ محبت کی تاکید کا ہی اثر ہے لیکن وہ محبت جس کو بندے کے دل سے جدا کرنے اور جدا نہ کرنے سے اس کی محبت میں کوئی اضافہ نہ ہوتا ہو تو اس کو بندے کے مولا

---

[1] بحار الانوار جلد صفحہ/۱۵۱۔

[2] مفاتیح الجنان دعائے کمیل۔

وآقا کے عذاب جہنم میں جھونک دیا جائیگا۔

امام زین العابدین نے جس دعاءسحر کی ابوحمزہ ثمالی کو تعلیم دی تھی اس میں فرماتے ہیں:

"فوعزّتك لو انتهرتني مابرحت من بابك ولا كففت عن تملّقك لما اُلهم قلبي من المعرفة بكرمك وسعة رحمتك الى مَن يذهب العبد الاّ الى مولاه؟ والى مَن يلتجي المخلوق الاّالى خالقه ؟!الهي لوقرنتني بالاصفاد، ومنعتني سيبك من بين الاشهاد، ودللت علىٰ فضائحي عيون العباد، وامرت بي الى النار وحلت بيني وبين الابرار ماقطعتُ رجائي منك، وماصرفتُ تأميلي للعفوعنك، ولاخرج حبّك من قلبي" [1]

"تیری عزت کی قسم !اگر تو مجھ کو جھڑک بھی دے گا تو ہم تیرے دروازے سے کہیں جائیں گے نہیں اور تجھ سے آس نہیں توڑیں گے ہمارے دل کو تیرے کرم کا یقین ہے اور ہمیشہ تیری وسیع رحمت پر اعتماد ہے میرے مالک بندہ اپنے مالک کو چھوڑ کر کدھر جائے اور مخلوق خالق کے ماسوا کس کی پناہ لے! میرے معبود اگر تو مجھ کو زنجیروں میں جکڑ بھی دے گا اور مجمع عام میں عطا سے انکار بھی کر دیگا اور لوگوں کو ہمارے عیوب سے آگاہ بھی کر دیگا اور ہم کو جہنم کا حکم بھی دیدیگا اور اپنے نیک بندوں سے الگ بھی کر دیگا تو بھی میں امید کو تجھ سے منقطع نہیں کرونگا اور جو تیری معافی سے آس نہیں توڑونگا اور تیری محبت کو دل سے نہ نکالونگا"

یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ یہی محبت سچی محبت، امید، آرزو، اور پاک صاف محبت ہے یہ بندہ کے دل سے کبھی نکل نہیں سکتی چاہے مولا اس کو زنجیروں میں ہی کیوں نہ جکڑ دے اور اس کو لوگوں کے سامنے رسوا ہی کیوں نہ کرے۔

ہم محبت اور رجاء کی ان بہترین صورتوں کو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جن کو مولائے کائنات نے جلیل القدر دعا کمیل میں بیان فرمایا ہے:

دعا ابوحمزہ ثمالی۔

"فَبِعِزَّتِكَ يَاسَيِّدِيْ وَمَوْلَايَ اُقْسِمُ صَادِقاً لَئِنْ تَرَكْتَنِيْ نَاطِقاً لَاَضِجَّنَّ اَلَيْكَ بَيْنَ اَهْلِهَا ضَجِيْجَ الْآمِلِيْنَ وَلَأَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ وَلَأَبْكِيَنَّ عَلَيْكَ بُكَاءَ الْفَاقِدِيْنَ وَلَاُنَادِيَنَّكَ اَيْنَ كُنْتَ يَاوَلِيَّ الْمُؤْمِنِيْنَ يَاغَايَةَ آمَالِ الْعَارِفِيْنَ يَاغَيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَاحَبِيْبَ قُلُوْبِ الصَّادِقِيْنَ وَ يَااِلٰهَ الْعَالَمِيْنَ"

اَفَتُرَاكَ سُبْحَانَكَ يَااِلٰهِيْ وَبِحَمْدِكَ تَسْمَعُ فِيْهَا صَوْتَ عَبْدٍ مُسْلِمٍ سُجِنَ فِيْهَا بِمُخَالَفَتِهِ وَذَاقَ طَعْمَ عَذَابِهَا بِمَعْصِيَتِهِ وَحُبِسَ بَيْنَ اَطْبَاقِهَا بِجُرْمِهِ وَجَرِيْرَتِهِ وَهُوَ يَضِجُّ اِلَيْكَ ضَجِيْجَ مُؤَمِّلٍ لِرَحْمَتِكَ

[1] دعا ابو ثمالی۔

وَيُنَادِيكَ بِلِسَانِ اَهْلِ تَوْحِيدِكَ وَيَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِرُبُوبِيَّتِكَ يَامَوْلاَيَ فَكَيْفَ يَبْقىٰ فِي الْعَذَابِ وَهُوَ يَرْجُو مَا سَلَفَ مِنْ حِلْمِكَ اَمْ كَيْفَ تُؤْلِمُهُ النَّارُ وَهُوَ يَأْمُلُ فَضْلَكَ وَرَحْمَتَكَ اَمْ كَيْفَ يُحْرِقُهُ لَهِيبُهَا وَاَنْتَ تَسْمَعُ صَوْتَهُ وَتَرىٰ مَكَانَهُ اَمْ كَيْفَ يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ زَفِيرُهَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفَهُ اَمْ كَيْفَ يَتَقَلْقَلُ بَيْنَ اَطْبَاقِهَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ صِدْقَهُ اَمْ كَيْفَ تَزْجُرُهُ زَبَانِيَتُهَا وَهُوَ يُنَادِيكَ يَارَبَّهُ اَمْ كَيْفَ يَرْجُو فَضْلَكَ فِي عِتْقِهِ مِنْهَا فَتَتْرُكُهُ فِيهَا هَيْهَاتَ مَا ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ وَلَا الْمَعْرُوفُ مِنْ فَضْلِكَ وَلَا مُشْبِهٌ لِمَا عَامَلْتَ بِهِ الْمُوَحِّدِينَ مِنْ بِرِّكَ وَاِحْسَانِكَ"[1]

"تیری عزت وعظمت کی قسم اے آقا ومولا! اگر تو نے میری گویائی کو باقی رکھا تو میں اہل جہنم کے درمیان بھی امیدواروں کی طرح فریاد کروں گا اور فریادیوں کی طرح نالہ وشیون کروں گا اور "عزیز گم کردہ" کی طرح تیری دوری پر آہ وبکا کروں گا اور تو جہاں بھی ہوگا تجھے آواز دوں گا کہ تو مومنین کا سرپرست، عارفین کا مرکز امید، فریادیوں کا فریادرس، صادقین کا محبوب اور عالمین کا معبود ہے۔

اے میرے پاکیزہ صفات، قابل حمد وثنا پروردگار کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنے بندۂ مسلمان کو اس کی مخالفت کی بنا پر جہنم میں گرفتار اور معصیت کی بنا پر عذاب کا مزہ چکھنے والا اور جرم وخطا کی بنا پر جہنم کے طبقات کے درمیان کروٹیں بدلنے والا بنا دے اور پھر یہ دیکھے کہ وہ امیدوار رحمت کی طرح فریاد کناں اور اہل توحید کی طرح پکارنے والا، ربوبیت کے وسیلہ سے التماس کرنے والا ہے اور تو اس کی آواز نہیں سنتا ہے۔

خدایا تیرے حلم وتحمل سے آس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل وکرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کا شکار ہوگا۔ جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو اور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو، جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہوگا۔ وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت کو جانتا ہے۔ جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہوگا اور تو اسے جہنم میں کس طرح چھوڑ دے گا جب کہ وہ تیرے فضل وکرم کا امیدوار ہوگا، ہرگز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے تو نے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ میں تو یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تو نے اپنے منکروں کے حق میں عذاب کا فیصلہ نہ کر دیا ہوتا اور اپنے دشمنوں کو ہمیشہ جہنم میں رکھنے کا حکم نہ دے دیا ہوتا تو ساری آتش جہنم کو سرد اور سلامتی بنا دیتا اور اس میں کسی کا ٹھکانا اور مقام نہ ہوتا"

ہمارے ایک دوست نے ہم سے کہا: شجاعت حضرت علی علیہ السلام کی اصلی خصلت ہے اور یہ خصلت ان سے جدا نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ آپ رب العالمین کی بارگاہ میں اس شہامت کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔ آپ نے جناب کمیل کو جو دعا تعلیم فرمائی تھی اس میں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ جب گناہکار بندہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ آگ کے جنگل میں پھنس گیا ہے اور چاروں طرف سے اسکو آگ

---

[1] مفاتیح الجنان دعاء کمیل۔

نے گھیر لیا ہے تو وہ اس وقت نہ تو خاموش رہ سکتا ہے نہ کسی جگہ پر اسکو سکون ملتا ہے اور نہ ہی عذاب اور عقوبت کے لئے تسلیم ہو سکتا ہے اور یہی حال اس شخص کا ہے جس پر عذاب کا ہو رہا ہو اور آگ کے شعلے اس کو ڈرا رہے ہوں تو وہ روتا ہے چلاتا ہے افسوس کرتا ہے اور آواز بلند کرتا ہے۔

قارئین! کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ اس حالت کی دعا میں کس طرح تعبیر کی گئی ہے؟

"فَبِعِزَّتِكَ يَاسَيِّدِيْ وَمَوْلَايَ اُقْسِمُ صَادِقاً لَئِنْ تَرَكْتَنِيْ نَاطِقاً لَاَضِجَّنَّ اِلَيْكَ بَيْنَ اَهْلِهَا ضَجِيْجَ الْآمِلِيْنَ وَلَاَصْرُخَنَّ صُرَاخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ وَلَاَبْكِيَنَّ عَلَيْكَ بُكَاءَ الْفَاقِدِيْنَ وَلَاُنَادِيَنَّكَ اَيْنَ كُنْتَ يَاوَلِيَّ الْمُؤْمِنِيْنَ"

ہم نے عرض کیا: تم نے مولائے کائنات کے کلام کو صحیح طور پر نہیں سمجھا۔ اگر مولائے کائنات یہ بیان فرماتے جو تم نے خیال کیا ہے تو اس خطاب کے مقدمہ میں "لو ترکتنی ناطقاً" نہ فرماتے لیکن میں اس مقام پر حضرت علی علیہ السلام کی فطری حالت کا احساس کر رہا ہوں جو آپ نے ان کلمات میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر فرمایا ہے کہ انسان اللہ کی بارگاہ میں اس شیر خوار بچہ کے مانند ہے جو دنیا میں اپنی ماں کی عطوفت، مہربانی، رحمت اور محبت کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں رکھتا ہے جب بھی اسکو کوئی امر لاحق ہوتا ہے یا کوئی نقصان پہنچتا ہے تو وہ دوڑ کر اپنی ماں کی آغوش میں چلا جاتا ہے اسی سے فریاد کرتا ہے اور جب وہ کسی مخالفت کا مرتکب ہوتا ہے اور اسکی ماں اسکو کوئی سزا دینا چاہتی ہے اور وہ اپنی ماں کی سزا سے بچ کر کسی اور پناہ گاہ میں جانا چاہتا ہے تو اسکے پاس اسکی ماں کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ ہوتی ہی نہیں ہے لہٰذا اسکے لئے اسی سے فریاد کرنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی دوسرا شخص اسکو اذیت و تکلیف دیتا ہے تو اسکے پاس اسکی ماں کے علاوہ کوئی اور پناہ گاہ نہیں ہوتی ہے۔

یہی حال مولائے کائنات کا اس دعا میں ہے آپ نے اپنے عظیم قلب سے اس دعا کی تعلیم فرمائی: اللہ سے پناہ مانگو، اس سے فریاد کرو اور اسکے علاوہ کسی اور کو اپنا ملجا و ماویٰ نہ بناؤ۔

فقط خداوند تبارک وتعالیٰ یکتا اسکا ملجا و ماویٰ ہے جس کے علاوہ وہ کسی کو پہچانتا ہی نہیں ہے جب بندہ یہ خیال کرتا ہے کہ خداوند عالم کا عذاب اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے [1]

کیا خداوند تبارک وتعالیٰ اسکا ملجا و ماویٰ نہیں ہے؟ تو پھر کیوں اس خدا سے استغاثہ کرنے میں تردد کرتا ہے؟

امام زین العابدین علیہ السلام مناجات میں اسی معنی کی عکاسی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فان طردتنی من بابك فبمن الوذ؟ وان رددتنی عن جنابك فبمن اعوذ؟ الهی هل يرجع

[1] یہاں ہم خود مولا علی کے کلمات سے مذکورہ مطالب کو اخذ کر رہے ہیں اگر مولائے کائنات سے یہ کلمات صادر نہ ہوئے ہوتے تو اس طرح مولائے کائنات اور خداوند عالم کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں گفتگو کی ہم جرأت نہیں کر سکتے ہیں۔

العبد الابق الّا الی مولاہ؟ ام هل یجیرہ من سخطه احد سواہ" [1]

"پس اگر تو مجھ کو اپنے دروازے سے ہٹا دے گا تو میں کس کی پناہ لونگا اور اگر تو نے مجھ کو اپنی درگاہ سے لوٹا دیا تو کس کی پناہ میں رہونگا کیا فراری (بھاگا ہوا) غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے پاس پلٹتا ہے یا اس کو آقا کی ناراضگی سے خود آقا کے علاوہ کوئی اور بچاتا ہے"

اور آپ نے ابوحمزہ ثمالی کو جو دعا کی تعلیم فرمائی تھی اس میں آپ فرماتے ہیں: "وانا یا سیدی عائذ بفضلك هارب منك الیك" [2]

"اور میں تیرے فضل کی پناہ چاہنے والا ہوں اور تجھ سے بھاگ کر تیری طرف آنے والا ہوں۔

اسی دعا میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الیٰ مَن یذهب العبد إلا إلیٰ مولاہ والی مَن یذهب المخلوق الا الیٰ خالقه" [3]

"کیا غلام اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے پاس جا سکتا ہے اور کیا مخلوق اپنے خالق کے علاوہ کسی اور کے پاس جاتی ہے"

بندہ کے خداوند عالم سے لو لگانے کے سلسلہ میں بندہ کا اللہ سے اللہ کی طرف بھاگ کر جانا یہ بہت دقیق معانی اور بلند افکار ہیں حضرت علی علیہ السلام نے بندہ کے اللہ سے لو لگانے کی جو منظر کشی فرمائی ہے یہ محبت اور رجا و امید کے سب سے زیادہ دقیق اور لطیف مشاعر ہیں اور محبت کرنے والوں کے دلوں میں سچے دل سے گھر کرتی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے دعا کے اس فقرے میں استغاثہ کرتے وقت شعراء کا طریقہ اختیار نہیں فرمایا ہے بلکہ دعا کے اس مرحلہ کو پوار کیا ہے آپ خدا کی بارگاہ میں اپنے احساس اور شعور کی تعبیر کرنے میں بالکل سچے ہیں۔

یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہمارے، اللہ کی رحمت اور اسکے فضل کی معرفت رکھتے ہوئے بھی خدا اپنے بندہ سے رجا اور محبت میں سچے اور پاک وصاف احساس کو اس بندہ کی محبت اور اسکی امید کو رد فرمادے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" فَكَيْفَ يَبْقَى فِي الْعَذَابِ وَهُوَ يَرْجُو مَا سَلَفَ مِنْ حِلْمِكَ اَمْ كَيْفَ تُؤْلِمُهُ النَّارُ وَهُوَ يَأْمُلُ فَضْلَكَ وَرَحْمَتَكَ، اَمْ كَيْفَ يُحْرِقُهُ لَهِيبُهَا وَاَنْتَ تَسْمَعُ صَوْتَهُ وَتَرَىٰ مَكَانَهُ اَمْ كَيْفَ يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ زَفِيرُهَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ ضَعْفَهُ اَمْ كَيْفَ يَتَقَلْقَلُ بَيْنَ اَطْبَاقِهَا وَاَنْتَ تَعْلَمُ صِدْقَهُ اَمْ كَيْفَ تَزْجُرُهُ زَبَانِيَتُهَا وَهُوَ يُنَادِيكَ يَا رَبَّهُ"

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۴ ص ۱۴۲۔

[2] بحار الانوار جلد ۹۸ ص ۸۴۔

[3] بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ/ ۸۸۔

"خدایا تیرے حلم وتحمل سے آس لگانے والا کس طرح عذاب میں رہے گا اور تیرے فضل وکرم سے امیدیں وابستہ کرنے والا کس طرح جہنم کے الم ورنج کا شکار ہوگا۔ جہنم کی آگ اسے کس طرح جلائے گی جب کہ تو اس کی آواز کو سن رہا ہو اور اس کی منزل کو دیکھ رہا ہو، جہنم کے شعلے اسے کس طرح اپنے لپیٹ میں لیں گے جب کہ تو اس کی کمزوری کو دیکھ رہا ہوگا۔ وہ جہنم کے طبقات میں کس طرح کروٹیں بدلے گا جب کہ تو اس کی صداقت کو جانتا ہے۔ جہنم کے فرشتے اسے کس طرح جھڑکیں گے جبکہ وہ تجھے آواز دے رہا ہوگا"

کیا یہ ممکن ہے کہ خداوند عالم بندہ کی گردن میں اگ کا طوق ڈالدے، اسکو اس میں جلائے حالانکہ وہ خدا کو پکار رہا ہو اپنے کئے پر پچھتا رہا ہو اور اپنی زبان سے اس کی وحدانیت کا اقرار کر رہا ہو؟

ہماری زندگی میں جو کچھ اس کا حلم وفضل گذر چکا ہم اس کی مطلق اور قطعی ویقینی طور پر نفی کرتے ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام خداوند عالم کے حلم وفضل پر اس کے فضل سے اسطرح استدلال فرماتے ہیں: "وَهُوَ يَرْجُو مَا سَلَفَ مِنْ حِلْمِكَ" امام علیہ السلام قضیہ کے دونوں طرف یعنی خداوند عالم کے بندہ سے رابطہ برقرار رکھنے اور بندہ کے خداوند عالم سے لولگانے میں قاطع اور صاف صاف طور پر بیان فرماتے ہیں۔

جس طرح اس کو یقین ہے کہ اگر بندہ کو جہنم میں بھی ڈالدیا جائیگا تو اس کی محبت اور امید اس سے جدا نہیں ہوسکتی ہے اور ہرگز خداوند عالم کے علاوہ اس کا کوئی ملجا وماویٰ نہیں ہوسکتا ہے اسی طرح اس کو بھی یقین ہے کہ خداوند عالم سچی محبت اور امید کو بندے کے دل سے ختم نہیں کرتا ہے۔

اس جزم، قاطعیت اور صاف گوئی کے متعلق مولائے کائنات کے کلام میں غور فرمائیں:

"هيهات ماذلك الظّنُ بكَ وَلَا الْمَعْرُوفُ مِنْ فَضْلِكَ وَلَا مُشْبِهٌ لِمَا عَامَلْتَ بِهِ الْمُوَحِّدِينَ مِنْ بِرِّكَ وَإِحْسَانِكَ فَبِالْيَقِينِ أَقْطَعُ لَوْلَا مَا حَكَمْتَ بِهِ مِنْ تَعْذِيبِ جَاحِدِيكَ وَقَضَيْتَ بِهِ مِنْ إِخْلَادِ مُعَانِدِيكَ لَجَعَلْتَ النَّارَ كُلَّهَا بَرْداً وَسَلَاماً وَمَا كَانَ لِأَحَدٍ فِيهَا مَقَرّاً وَلَا مُقَاماً". [1]

"ہرگز تیرے بارے میں یہ خیال اور تیرے احسانات کا یہ انداز نہیں ہے۔ تونے جس طرح اہل توحید کے ساتھ نیک برتاؤ کیا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ میں تو یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تونے اپنے منکروں کے حق میں عذاب کا فیصلہ نہ کردیا ہوتا اور اپنے دشمنوں کو ہمیشہ جہنم میں رکھنے کا حکم نہ دے دیا ہوتا تو ساری آتش جہنم کو سرد اور سلامتی بنادیتا اور اس میں کسی کا ٹھکانا اور مقام نہ ہوتا"

یہ جزم ویقین جو بندہ خداوند عالم سے لولگانے میں رکھتا ہے یہ بلند مرتبہ ہے اور مولا کا اپنے بندے سے تعلق رکھنا یہ مرتبہ پائین ہے۔ ہم ان دونوں باتوں کا مولائے کائنات کے دوسرے کلام میں مشاہدہ کرتے ہیں جہاں پر آپ نے اپنی مشہور مناجات میں خداوند عالم کو مخاطب قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

"الهی وعزّتك وجلالك لقد احببتك محبّة استقرّت حلاوتها فی قلبی، وما تنعقد ضمائر

[1] مفاتیح الجنان دعائے کمیل۔

موحّديك على انك تبغض محبيك". [1]

"خدایا! تجھ کو تیرے عزت وجلال کی قسم تیری محبت کی مٹھاس میرے دل میں گھر کر گئی ہے اور تیرے موحدین کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں گذرتا کہ تو ان سے نفرت کرتا ہے"

حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام کی مناجات میں آیا ہے:

"الهی نفس اعززتها بتوحيدك كيف تذلّها بمهانة هجرانك وضمير انعقد على مودّتك كيف تحرقه بحرارة نيرانك". [2]

"اے خدا جس نفس کو تو نے اپنی توحید سے عزت دی ہے اسے کیسے اپنے فراق کی ذلت سے ذلیل کرے گا اور جس نے عشق ومحبت کی گرہ باندھی ہے اس کو اپنی آگ کی حرارت سے کیسے جلائے گا"

حضرت سجاد علیہ السلام ابوحمزہ ثمالی کو تعلیم دینے والی دعا میں فرماتے ہیں:

"افتراك يارب تخلف ظنوننا او تخيّب آمالنا؟ كلّا يا كريم، فليس هٰذا ظنّنا بك، ولا هٰذا طمعنا فيك يارب اِنَّ لَنَا فِيكَ اَمَلاً طَوِيلاً كَثِيراً، اِنَّ لَنَا فِيكَ رَجَاءً عَظِيماً..." [3]

"اور تو یقیناً ہمارے یقین کو جھوٹا نہیں کرے گا اور ہماری امید کو ناامید نہیں کرے گا؟ ہرگز نہیں کریم تیرے بارے میں یہ بدگمانی نہیں ہے ہم تجھ سے بہت امید رکھتے ہیں اور بہت کچھ امید لگائے بیٹھے ہیں"

محبت میں انسیت اور شوق کی حالت

محبت کا اظہار دو طرح سے ہوتا ہے۔ کبھی محبت شوق کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی محبت کسی سے انسیت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور ان دونوں حالتوں کو محبت سے تعبیر کیا جاتا ہے مگر دونوں میں یہ فرق ہے کہ بندے کے اندر شوق کی حالت اس وقت زور پکڑتی ہے جب وہ اپنے محب سے دور ہوتا ہے اور انس کی حالت اس وقت زور پکڑتی ہے جب وہ اپنے حبیب کے پاس موجود ہوتا ہے۔

یہ دونوں حالتیں بندے کے قلب پر اس وقت طاری ہوتی ہیں جب وہ اللہ سے لولگاتا ہے بیشک خداوندعالم کبھی بندے پر دور سے تجلی کرتا ہے اور کبھی نزدیک سے تجلی کرتا ہے:

"اَلَّذِی بَعُدَ فَلَایُرٰی وَقَرُبَ فَشَهِدَ النَّجْوٰی". [4]

---

[1] مناجات اہل البیت صفحہ ۶۸۔۶۹۔
[2] بحارالانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۴۳۔
[3] مفاتیح الجنان دعائے ابوحمزہ ثمالی۔
[4] مفاتیح الجنان دعائے ابوحمزہ ثمالی۔

"جو اتنا دور ہے کہ دکھائی نہیں دیتا ہے اور اتنا قریب ہے کہ ہر راز کا گواہ ہے"

جب وہ بندے پر دور سے تجلی کرتا ہے تو بندے میں شوق کی حالت پیدا ہوتی ہے اور جب وہ بندے پر قریب سے تجلی کرتا ہے اور بندہ اپنے مولا کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا احساس کرتا ہے:

"وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ" [1]

"وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی رہو"

"وَنَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ" [2]

"اور ہم اس کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں"

"وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ" [3]

"اور اے پیغمبر اگر میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں ان سے قریب ہوں" تو بندہ میں انسیت کی حالت پیدا ہوتی ہے۔

دعائے افتتاح میں ان دونوں حالتوں کی امام حجت المہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے دقیق طور پر عکاسی کی گئی ہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا يُهْتَكُ حِجَابُهُ وَلَا يُغْلَقُ بَابُهُ" [4]

"ساری حمد اس خدا کے لئے جس کا حجاب نور اٹھایا نہیں جا سکتا ہے اور اس کا دروازہ کرم بند نہیں ہو سکتا ہے"

حجاب کی بھی دو قسمیں ہیں: حجاب ظلمت اور حجاب نور۔ کبھی انسان گھپ اندھیرے کی وجہ سے کچھ دیکھ نہیں پاتا یعنی گھٹا ٹوپ اندھیرا اس کے دیکھنے میں مانع ہوتا ہے اس کو حجاب ظلمت اور تاریکی کہا جاتا ہے۔

کبھی انسان انتہائی روشنی اور نور کی وجہ سے کچھ دیکھ نہیں پاتا ہے جس طرح انسان وسط میں کسی رکاوٹ و حائل ہونے والی چیز کے بغیر سورج کی طرف نہیں دیکھ سکتا ہے یہ سورج کی انتہائی روشنی کی وجہ سے ہے اسی کو حجاب نور کہا جاتا ہے۔

"دنیا سے محبت"، برائیوں کی مقارنت اور"مَا يُرِيْنُ القلب" انسان کے اللہ سے لو لگانے میں حجاب ظلمت شمار ہوتے ہیں۔

انسان کے اللہ سے لو لگانے کے لئے حجاب نور دوسری چیز ہے، حجاب نور وہ حجاب ہے جو کبھی نہیں چھٹتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے اس دعا میں فرمایا ہے۔

یہ وہ حجاب ہے جو بندوں کے دلوں میں شوق و اشتیاق زیادہ کرتا ہے حضرت امام زین العابدین اپنی مناجات میں اللہ سے لو

---

[1] سورۂ حدید آیت/ ۴۔

[2] سورۂ ق آیت/ ۱۶۔

[3] سورۂ بقرہ آیت/ ۱۸۶۔

[4] مفاتیح الجنان دعائے افتتاح۔

لگانے کے شوق واشتیاق کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"وَغُلَّتِیْ لَایُبَرِّدُهَا اِلَّا وَصْلُكَ وَلَوْعَتِیْ لَایُطْفِيْهَا اِلَّا لِقَاؤُكَ وَشَوْقِیْ اِلَيْكَ لَايَبُلُّهُ اِلَّا النَّظَرُ اِلٰى وَجْهِكَ وَقَرَارِیْ لَا يُقِرُّ دُوْنَ دُنُوِّیْ مِنْكَ وَلَهْفَتِیْ لَايَرُدُّهَا اِلَّا رَوْحُكَ وَسُقْمِیْ لَايَشْفِيْهِ اِلَّا طِبُّكَ وَغَمِّیْ لَايُزِيْلُهُ اِلَّا قُرْبُكَ وَجُرْحِیْ لَايُبْرِئُهُ اِلَّا صَفْحُكَ وَرَيْنَ قَلْبِیْ لَايَجْلُوْهُ اِلَّا عَفْوُكَ... فَيَا مُنْتَهٰى اَمَلِ الْآمِلِيْنَ، وَيَا غَايَةَ سُؤْلِ السَّائِلِيْنَ وَيَا اَقْصٰى طَلِبَةِ الطَّالِبِيْنَ وَيَا اَعْلٰى رَغْبَةِ الرَّاغِبِيْنَ وَيَا وَلِیَّ الصَّالِحِيْنَ وَيَا آمَانَ الْخَائِفِيْنَ، وَيَا مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ وَيَا ذُخْرَ الْمُعْدِمِيْنَ وَيَا كَنْزَ الْبَائِسِيْنَ"۔[1]

"اور میرے اشتیاق کی حرارت کو تیرے وصال کے علاوہ کوئی اور چیز ٹھنڈا نہیں کر سکتی اور میرے شعلۂ شوق کو تیری ملاقات کے علاوہ کوئی چیز بجھا نہیں سکتی اور میرے شوق کو تر نہیں کر سکتا ہے مگر تیری طرف نظر کرنا میرا دل تیرے قرب کے علاوہ قرار نہیں پاتا ہے اور میری حسرت کو تیری رحمت کے سوا کوئی زائل نہیں کرتا اور میرے درد کو تیرے علاج کے سوا کوئی شفا نہیں دیتا ہے اور میرے غم کو تیرے قرب کے سوا کوئی زائل نہیں کرتا اور میرے زخم کو تیری چشم پوشی کے علاوہ کوئی ٹھیک نہیں کرتا اور میرے دل کے زنگ کو تیری معافی کی علاوہ کوئی جلا نہیں دیتا۔۔۔اے امیدواروں کی امید کی انتہا اے سوال کرنے والوں کے منتہاء مقصود، اے طلب کرنے والوں کے بلندترین مطلوب اے رغبت رکھنے والوں کی بلندترین آرزو، اے نیکوں کے ولی اے خوف رکھنے والوں کے امان دینے والے اور اے مضطر کی دعا قبول کرنے والے اور اے بینواؤں کے ہمنوا اور اے بیچاروں کے لئے امید کا خزانہ"

اس تجلی کے بالمقابل تجلی کا ایک اور طریقہ ہے اور وہ اپنے اور بندوں کے درمیان دروازہ بند کئے ہوئے بغیر تجلی کرنا ہے وہ ان کی مناجات کو سنتا ہے، وہ ان کی شہ رگ گردن سے بھی زیادہ ان سے قریب ہے، یحول بین المرء وقلبہ، اس سے بندوں کے دلوں میں آنے والی کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے، بندہ خود کو اپنے آقا کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے وہ اپنے آقا کی کوئی بھی مخالفت اور معصیت کرنے سے ڈرتا ہے، اس کے ذکر و یاد سے مانوس ہوتا ہے، اپنی مناجات اور دعا میں ثابت قدم رہتا ہے، مناجات کو طول دیتا ہے، خدا کا ذکر اور اس کو یاد کرتا ہے اور اس کے سامنے ٹھہرتا ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ پروردگار عالم رات کی تاریکی میں اپنی بارگاہ میں اپنے بعض انبیاء کو رکوع و سجود سے متصف کرتا ہے جبکہ لوگ گہری نیند میں سوئے ہوئے ہوتے ہیں:

"ولو تراهم وهم يقيمون لي في الدجیٰ، وقد مثلت نفسي بين اعينهم يخاطبوني، وقد جللت عن المشاهدة ويكلّموني وقد عززت عن الحضور"۔[2]

"اگر تم ان کو رات کی تاریکی میں دیکھو گے تو وہ حالت قیام میں ہونگے وہ میرے وجود کا مشاہدہ کرتے ہیں اور مجھ سے

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۵۰۔

[2] لقاء اللہ صفحہ/۱۰۱۔

مخاطب ہوتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں درحالیکہ میں ان سے غائب ہوں‘‘

بندہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے نہیں اکتاتا اور نہ ہی وقت گذرنے کا احساس کرتا ہے۔کیا آپ نے یہ مشاہدہ نہیں کیا کہ جب انسان اپنے کسی ایسے دوست کے پاس جاتا ہے جس سے اس کو بہت زیادہ محبت ہوتی ہے تو وہ نہ اس کے پاس جانے سے اکتاتا ہے اور نہ ہی اس کو اپنے وقت گذرنے کا احساس ہوتا ہے؟

تو پھر انسان، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے کیسے اکتائے گا؟ جبکہ پروردگار عالم اس کی بات سنتا ہے، اس کو دیکھتا ہے اس کے خطاب اور کلام کو سنتا ہے اور وہ اس کے ساتھ ہے۔

"وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ "[۱]"

تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے"

اللہ کے ذکر سے اس کو اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے:

"اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ"[۲]

"اور آگاہ ہوجاؤ کہ اطمینان یاد خدا سے ہی حاصل ہوتا ہے"

امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف مشہور ومعروف دعائے افتتاح میں فرماتے ہیں:

فصرت ادعوك آمناً واسألك مستانساً، لا خائفاً ولا وجلا، مدّلاً عليك فيما قصدت فيه اليك "[۳]

"تو اب میں بڑے اطمینان کے ساتھ تجھے پکار رہا ہوں اور بڑے انس کے ساتھ تجھ سے سوال کر رہا ہوں نہ خوفزدہ ہوں نہ لرزاں ہوں اپنے ارادوں میں تجھ سے اصرار کر رہا ہوں"

بیشک یہ حالت اللہ سے اُنس اور اس سے اطمینان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اللہ سے مدد اور امن کا احساس ایسی کیفیت ہے جو اللہ کی بارگاہ میں حاضری، اس کی قُربت اور معیت سے وجود میں آتی ہے اور یہ بندہ کی اللہ سے لولگانے کی سب سے افضل حالت ہے لیکن ہر چیز کی اللہ سے لولگانے کی مثال نہیں دی جاسکتی ہے بلکہ اس سے حالت شوق کا ملا ہوا ہونا ضروری ہے یہاں تک کہ اس حالت کو کامل متوازن اور منظم ہونا چاہئے۔

اولیاء اللہ اور اس کے نیک بندوں کی عبادت اور ان کے اللہ سے لولگانے کے سلسلہ میں یہ دو اہم حالتیں ہیں کبھی ان کی عبادت اور اللہ سے لولگانے میں شوق اور ہم وغم غالب رہتا ہے اور کبھی ان کی عبادت اور اللہ سے لولگانے میں اُنس، سکون واطمینان غالب رہتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے اور کبھی ویسا ہوتا ہے یہی سب سے افضل حالتیں ہیں اور اللہ سے لولگانے میں نظم وانس کی حالت سے

---

[۱] سورۂ حدید آیت/ ۴۔

[۲] سورہ رعد آیت/ ۲۸۔

[۳] مفاتیح الجنان دعاء افتتاح۔

بہت قریب ہیں۔

حماد بن حبیب عطار کوفی سے مروی ہے: ہم حاجیوں کا قافلہ اپنا رخت سفر باندھ کر نکلا تو ہم رات کے وقت "زبالہ" (عراق سے حاجیوں کے راستہ میں آنے والا مقام) نامی جگہ پر پہنچے تو کالی

آندھی آئی اور میں قافلہ سے بچھڑ گیا اور بقیہ رات اسی جنگل و بیابان میں گذری جب میں ایک چٹیل میدان پر پہنچا جب رات آئی تو میں نے ایک درخت کے نیچے قیام کیا اور جب گھپ اندھیرا چھا گیا تو میرے پاس ایک نوجوان آیا جو سفید لباس پہنے ہوئے تھا، اس کے منھ سے مسک کی خوشبو آرہی تھی میں نے سوچا: یہ کوئی اللہ کا ولی ہے۔

میں کچھ ڈرا کہ یہ شخص کیا چاہتا ہے، وہ ایک جگہ پر پہنچا اور نماز کے لئے تیاری کرنے لگا، پھر جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہونے لگا تو اس کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے:

یامَن احاز کل شیءٍ ملکوتاوقهر کل شیءٍ جبروتا، اولج قلبی فرح الاقبال علیك والحقنی بمیدان المطیعین لك"

"اے وہ کہ جو ہر چیز پر محیط ہے اور غالب ہے میرے دل میں ہر مناجات کی خوشی ڈال دے اور اپنے اطاعت گذار بندوں میں شمار فرما"

اس کے بعد وہ نماز میں مشغول ہو گیا۔۔۔

جب اندھیرا چھٹ گیا تو اس کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے:

"یامَن قصده الطالبون فاصابوه مرشدا، وامّه الخائفون فوجدوه متفضّلا و لجأالیه العابدون فوجدوه نوالا متیٰ وجد راحة مَن نصب لغیرك بدنه ومتیٰ فرح مَن قصد سواك بنیته الهی قد تقشع الظلام ولم اقض من خدمتك وطراً، ولامن حاضّ مناجاتك مدراً، صلِّ الله علیٰ محمّد وآله، وافعل بی اولی الامرین بك یاارحم الراحمین"

"اے وہ ذات جس کا حقیقت کے طالبوں نے قصد کیا تو اس کو رہنما پایا اور خائفین نے اس کو اپنا پیشوا قرار دیا تو اس کو سخی پایا، عابدین نے اس کو اپنی پناہ گاہ قرار دیا تو اس کو آسان پناہ گاہ پایا وہ شخص کیسے آرام پا سکتا ہے جو تیرے علاوہ کسی اور کے لئے خود کو خستہ کرے اور وہ کب خوش ہو سکتا ہے جو اپنے باطن میں تیرے علاوہ کسی اور کا قصد کرے۔ خدایا! تاریکیاں چھٹ گئیں لیکن میں تیری ذرہ برابر خدمت نہ کر سکا اور نہ ذرہ برابر تجھ سے مناجات کر سکا، محمد وآل محمد علیہم السلام پر درود بھیج اور دوسروں کے ساتھ وہ سلوک کر جو تیرے لئے زیادہ سزاوار ہے اے ارحم الراحمین"

میں نے خیال کیا کہ کہیں یہ شخص دنیا سے نہ گذر جائے اور اس کا اثر مجھ تک پہنچے تو میں نے اس سے کہا: آپ سے رنج وتعب کیسے دور ہوا اور آپ کو ایسا شوق شدید اور لذت و رغبت کس نے عطا کی ہے۔۔۔ آپ کون ہیں؟ تو انھوں نے مجھ سے فرمایا: میں علی بن

الحسین بن علی بن ابوطالب علیہم السلام ہوں۔[1]

اصمعی سے مروی ہے: میں رات میں خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا تو میں نے دیکھا ایک خوبصورت جوان کعبہ کے پردے کو ہاتھوں میں تھامے ہوئے کہہ رہا ہے:

"نامت العیون وعلت النجوم وانت الملك الحی القیوم، غلّقت الملوك ابوابها، واقامت علیها حرّاسها، وبابك مفتوح للسائلین، جئتك لتنظر الیَّ برحمتك یاارحم الراحمین"

"آنکھیں محو خواب ہیں ستارے نکل آئے ہیں اور تو حی و قیوم بادشاہ ہے، بادشاہوں کے دروازے بند ہیں اوران پر پہرے دار کھڑے ہیں جبکہ حاجتمندوں کے لئے تیرا دروازہ کھلا ہوا ہے میں تیرے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نظر رحمت ڈال دے"

پھر اس کے بعد زبان پر یہ اشعار جاری کئے:

"یامَن یُجیب دعا المضطرّ فی الظلم یاکاشف الضرّ والبلویٰ مع السقم"

"اے وہ ہستی جو تاریکیوں میں مجبور شخص کی دعا قبول کرتی ہے اے وہ ہستی جو ہماری پریشانی اور بلا کو دور کرنے والی ہے"

قد نام وفدك حول البیت قاطبة وانت وحدك یاقیوم لم تنم

"خانۂ کعبہ کے اردگرد تیری تمام مخلوق سوگئی جبکہ اے قیوم! تو نہیں سویا"

ادعوك ربّ دعاءً قد امرت بها فارحم بکائی بحقّ البیت والحرم

"پروردگارا! تیرے حکم کے مطابق میں تجھے پکار رہا ہوں لہٰذا خانۂ کعبہ اور حرم کے واسطے میرے گریہ پر لطف نازل فرما"

ان کان عفوك لایرجوه ذوسرف فمن یجود علی العاصین بالنعم

"اگرچہ زیادہ روی کرنے والا تیری معافی کا امیدوار نہ ہو تو گناہگاروں پر نعمتوں کی بارش کون کرے گا"

جب میں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ آپ امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔[2]

طاؤوس فقیہ سے مروی ہے:

"رأیته یطوف من العشاء الیٰ السحر و یتعبّد فلما لم یر أحداً رمق السماء بطرفه و قال: الهی غارت نجوم سماواتك، و هجعت عیون انامك، و ابوابك مفتحات للسائلین، جئتك لتغفرلی و ترحمنی و ترینی وجه جدی محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ فی عرصات القیامة"

ثم بکیٰ وقالوعزّتك وجلالك ما اردت بمعصیتی مخالفتك، وما عصیتك اذعصیتك وانا بك

---

[1] بحارالانوار جلد ۴۶ صفحہ ۷۷۔۷۸۔

[2] بحارالانوار جلد ۴۶ صفحہ ۸۰۔۸۱۔

شاك ولا بنكالك جاهل، ولا لعقوبتك متعرض، ولكن سوّلت لی نفسی واعاننی علیٰ ذالك سترك المرخیٰ به علیّ. فالآن من عذابك من یستنقذنی ؟ وبحبل من اعتصم ان قطعت حبلك عنی؟ فوا سواتاه غداًمن الوقوف بین یدیك. اذاقیل للمخفّیْنَ جُوزوا، وللمثقلین حطّوا. أمع المخفین، أجوز؟ أم مع المثقلین احط؟ویلی کلما طال عمری کثرت خطایای ولم اتب، أماآن لی ان استحیی من ربّی"؟

ثم بکیٰ وانشأیقول:

اتحرقنی بالنار یاغایة المنیٰ فأین رجائی ثم این محبّتی اتیت بأعمال قباح رزیّة ومافی الوریٰ خلق جنیٰ کجنایتی

ثم بکیٰ وقال:

سبحانك تُعصی کانّك لاتریٰ، وتحلم کأنّك لم تُعصَ. تتودّدالیٰ خلقك بحسن الصنیع کأنّ بك الحاجة الیهم، وانت یاسیدی الغنی عنهم.

ثمَّ خرَّ الی الأرض ساجداً. قال:فدنوت منه وشِلت برأسه ووضعته علیٰ رکبتی وبکیت حتّیٰ جرت دموعی علیٰ خدّه. فاستویٰ جالساًوقال:من الّذی أشغلنی عن ذکر ربّی؟فقلت:أناطاووس یابن رسول الله ماهذاالجزع والفزع؟ونحن یلزمناأن نفعل مثل هذاونحن عاصون جانون. أبوك الحسین بن علیّ وأُمّك فاطمةالزهراء، وجدُّك رسول الله ﷺ. قال:فالتفت الیَّ و قال:هیهات هیهات یاطاووس دع عنّی حدیث أبی وأُمّی وجدّی خلق الله الجنّة لمن أطاعه وأحسن، ولوکان عبداًحبشیّاً، وخلق النارلمن عصاه ولوکان ولداً قرشیّاً. أماسمعت قوله تعالیٰ:"فَإِذَانُفِخَ فِی الصُّورِفَلاَأَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍوَلاَ یَتَسَاءَ لُونَ"[1]والله لاینفعك غداًالّاتقدِمَةٌتقدّمهامن عمل صالح"[2]

"میں نے آپ کوعشاء کے وقت سے لے کرسحر تک خانہ کعبہ کا طواف اورعبادت کرتے دیکھا جب وہاں پرکوئی دکھائی نہ دیا توآپ نے آسمان کی طرف دیکھ کرفرمایا:"معبودتیرے آسمان کے ستارے غروب کرچکے ہیں تیری مخلوق کی آنکھیں بند ہیں جبکہ حاجتمندوں کے لئے تیرے دروازے کھلے ہیں میں تجھ سے رحمت اورمغفرت کا خواہاں اورعرصۂ قیامت میں اپنے جد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی آرزو لے کرآیاہوں"

پھرآپ نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] سورۂ آل عمران آیت/ ۱۹۰۔

[2] بحارالانوارجلد ۴۶ صفحہ ۸۱۔ ۸۲۔

"تجھ کو اپنی عزت و جلال کی قسم، میں نے گناہ کے ذریعہ تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا اور میں نے جو تیری مخالفت کی ہے وہ اس حالت میں مخالفت نہیں کی ہے کہ مجھ کو تیری ذات میں شک رہا ہو اور میں تیرے عذاب سے ناواقف رہا ہوں نیز تیری سزا کی طرف بڑھنے والا ہوں بلکہ میرے نفس نے میرے لئے امور کو مزین کر دیا اور سونے پر سہاگا یہ ہوا کہ تو نے میری پردہ پوشی کی تو اب مجھ کو تیرے عذاب سے کون بچائے گا؟ نیز اگر تو مجھ سے اپنی ریسمان کو توڑ لے تو میں کس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑوں؟ کل تیرے سامنے کھڑا ہونا میرے لئے کتنا رسوائی کا سبب ہوگا جب ہلکے بوجھ والوں سے آگے بڑھ جانے کیلئے کہا جائیگا اور زیادہ بوجھ والوں سے کہا جائیگا کہ اتر جاؤ؟ کیا میں ہلکے بوجھ والوں کے ساتھ گذر جاؤنگا یا زیادہ بوجھ والوں کے ساتھ گر جاؤنگا؟ کتنا افسوس ہے کہ جتنی میری عمر بڑھ رہی ہے مجھ سے غلطیاں زیادہ سرزد ہو رہی ہیں جبکہ میں نے ابھی توبہ بھی نہیں کی ہے؟ کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے پروردگار سے توبہ کروں؟

پھر آپ نے رو کر اس مفہوم کے یہ اشعار کہنا شروع کئے:

اتحرقنی بالنار یاغایة المنیٰ فأین رجائی ثم این محبتی

"اے آرزوؤں کی انتہا کیا تو مجھ کو آگ میں جلائیگا تو میری امید اور محبت کہاں گئی؟

اتیت بأعمال قباح رزیّة ومافی الوریٰ خلق جنیٰ کجنایتی

"میں برے کام کر کے آیا ہوں اور میری طرح کسی نے جرم نہیں کیا ہے"

پھر آپ نے رو کر فرمایا:

تو پاک و منزہ ہے تیری نافرمانی کی جاتی ہے گویا تو نہیں دیکھتا اور تو برداشت کرتا ہے گویا تیری نافرمانی نہیں کی گئی ہے، تو اپنی مخلوقات سے اچھے کام کے ذریعہ محبت کرتا ہے گویا تجھ کو ان کی ضرورت ہے جبکہ اے میرے آقا تو اس سے بے نیاز ہے۔

پھر آپ سجدے میں گر پڑے۔ طاؤس فقیہ کا کہنا ہے کہ میں ان کے نزدیک گیا اور ان کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا اور اتنا رویا کہ میرے آنسو ان کے رخسار پر بہنے لگے۔ امام علیہ السلام اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: کس نے مجھ کو میرے رب کی یاد سے روک دیا؟ میں نے عرض کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں طاؤس ہوں یہ بیتابی کس لئے ہے؟ ایسا تو ہمیں کرنا چاہئے درانحالیکہ ہم گناہگار اور مجرم ہیں۔ آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں، مادر گرامی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں جد بزرگوار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ طاؤس کہتے ہیں کہ پھر میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا: اے طاؤس ہرگز ہرگز مجھ سے میرے والدین اور جد بزرگوار کی گفتگو مت کرو خداوند عالم نے بہشت اطاعت گذار اور نیک افراد کے لئے خلق کی ہے چاہے وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اور دوزخ گناہگار کیلئے خلق کی ہے چاہے وہ قریشی ہی کیوں نہ ہو؟ کیا تم نے خداوند عالم کا یہ فرمان نہیں سنا ہے:

"فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ" [1]

---

[1] سورۂ مومنون آیت/۱۰۱۔

"پھر جب صور پھونکا جائیگا تو نہ رشتہ داریاں ہوں گی اور نہ آپس میں کوئی ایک دوسرے کے حالات پوچھے گا"

خدا کی قسم کل تمھیں وہی نیک عمل فائدہ پہنچائے گا جس کو تم پہلے سے بجالا چکے ہو گے"

حبہّ عرنی سے مروی ہے:

"بينا أنا و"نوف"نائمين في رحبة القصر، اذنحن بأمر المؤمنين في بقية من الليل، واضعاًيده على الحائط شبه الواله، وهو يقول: "إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰاوٰاتِ وَالْأَرْضِ..." ثم جعل يقرأ هذه الآيات، و يمر شبه الطائر عقله فقال: أراقد ياحبة أم رامق؟

قلت: رامق، هذا أنت تعمل هذا العمل فكيف نحن؟!

فأرخیٰ عينه فبكى، ثم قال لي: ياحبة انّ للهموقفاًولنابين يديه موقف، فلا يخفىٰ عليه شيء من أعمالنا، ياحبة انّ الله أقرب اليك والىَّ من حبل الوريد، ياحبة انّه لن يحجبني ولا اياك عن الله شيء ثم قال: أراقد أنت يانوف؟

قال: لا يا أمير المؤمنين ما أنا براقد، ولقد أطلت بكائي هذه الليلة... ثم وعظهما وذكرهما، وقال في أواخره: فكونوا من الله على حذر فقد أنذرتكما ثم جعل يمرّ وهو يقول:

"ليت شعري في غفلاتي أمعرض أنت عني أم ناظر اليَّ وليت شعري في طول منامي وقلة شكري في نعمك عليّ ما حالي؟

قال: فوالله ما زال في هذه الحالة حتّىٰ طلع الفجر"[1]

میں اور نوف قصر کی کشادہ زمین پر سو رہے تھے کہ اتنے میں مولائے کائنات رات کے آخری حصہ میں حیران شخص کی طرح دیوار پر ہاتھ رکھ کر کہہ رہے تھے:

"إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰاوٰاتِ وَالْأَرْضِ..."

"بیشک زمین وآسمان کی خلقت..."

اور ایک حیران و پریشان پرندہ کی طرح چلے جا رہے تھے؟ پھر آپ نے فرمایا: اے نوف سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو؟

میں نے عرض کیا: جاگ رہا ہوں۔ جب آپ ایسا کہہ رہے ہیں تو ہمارا کیا حال ہوگا؟!

پھر آپ نے آنکھیں نیچی کر کے گریہ فرمایا اس کے بعد مجھ سے فرمایا: بیشک خدا کا ایک موقف ہے اور ہمارا ایک موقف ہے لہٰذا ہمارا اس پر کوئی عمل مخفی نہیں رہتا۔ اے حبہ! خداوند عالم ہم سے اور تم سے شہ رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اے حبہ مجھ کو اور تم کو خداوند عالم سے کوئی چیز نہیں روک سکتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے نوف سو رہے ہو؟

---

[1] فلاح السائل لابن طاؤس صفحہ ۲۶۶۔

میں نے عرض کیا: نہیں امیر المومنین میں بیدار رہوں، کیونکہ اس شب میں آپ نے بہت زیادہ گریہ فرمایا۔ پھر آپ نے نوف اور حبہ کو نصیحت فرمائی اور یاددہانی کرائی، اور آخر میں فرمایا: خدا سے ڈرتے رہو میں نے تم کو ڈرادیا۔ پھر آپ یہ کہہ کر گذرنے لگے:

" کاش مجھ کو اپنی غفلتوں کی حالتوں میں معلوم ہوتا کہ اے خدا تو مجھ سے بے توجہی کر رہا ہے یا میری طرف نظر کرم کئے ہوئے ہے، کاش مجھ کو اپنی طولانی نیند کی حالت میں نیز نعمتوں کے سلسلہ میں کم شکری کے وقت معلوم ہوتا کہ میری کیا حالت ہے۔

خدا کی قسم آپ طلوع فجر تک اسی حالت میں رہے"

اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعائیں اور مناجات میں خاص طور سے وہ پندرہ مناجات جن کو علامہ مجلسی نے بحارالانوار میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے اُنس اور شوق کی حامل ہیں۔

ہمارے لئے اہل بیت علیہم السلام کی میراث (دعاؤں) میں ان صورتوں اور معانی کا لازوال خزانہ موجود ہے جبکہ اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے پاس اس طرح کا ذخیرہ بہت کم پایا جاتا ہے ہم اس محبت کو ختم کرنے سے پہلے بعض صورتوں کو ذیل میں بیان کر رہے ہیں:

"الٰهی من ذا الذی ذاق حلاوة محبتك فرام منك بدلا و من ذا الذی انس بقربك فا بتغیٰ عنك حولا؟

الٰهی فاجعلنا ممن اصطفیته لقربك وولایتك واخلصته لودك و محبّتك، وشوقته الیٰ لقائك، ورضّیته بقضائك، و منحته النظر الیٰ وجهك، و حبوته برضاك، واعذته من هُجرك وقلاك، وبوّاته مقعد الصدق فی جوارك، و خصصته بمعرفتك، واهّلته لعبادتك، وهیّمت قلبه لارادتك واجتبیته لمشاهدتك، واخلیت وجهه لك، و فرّغت فئواده لحبك، و رغّبته فیما عندك، والهمته ذكرك، واوزعته شكرك، وشغلته بطاعتك، وصیّرته من صالحی بریتك، واخترته لمناجاتك، و قطعت عنه كل شئی یقطعه عنك۔

اللهم اجعلنا ممّن دابهم الارتیاح الیك والحنین ودهرهم الزفرة والانین، جباههم ساجدة لعظمتك، و عیونهم ساهرة لخدمتك، ودموعهم سائلة من خشیتك وقلوبهم متعلقة بمحبتك، وافئدتهم منخلعة من مهابتك یا من انوارقد سه لابصار محبیه رائقة وسبحات وجهه لقلوب عارفیه شائقة، ویامنیٰ قلوب المشتاقین، و یا غایة آمال المحبّین اسألك حبّك وحبّ من یحبّك، وحبّ كلّ عمل یوصلنی الی قربك، وان تجعلك احبّ الیّ مماسواك وان تجعل حبی ایاّك قائداًالی رضوانك وشوقی الیك ذائداًعن عصیانك، وامنن بالنظرالیك علیّ وانظربعین

الودو العطف الیّ، ولا تصرف عنی وجھك"[1]

"خدایا! وہ کون ہے جس کو تیری محبت کا مزہ مل گیا ہے ہو اور اس کے بعد بھی تیرا بدل تلاش کر رہا ہے اور وہ کون ہے جو تیرے انس سے مانوس ہو گیا اور اس کے بعد تجھ سے ہٹنا چاہتا ہے؟

خدایا! ہمیں ان لوگوں میں قرار دے جن کو قرب اور اپنی محبت کے لئے منتخب کیا ہے اور دوستی کے لئے خالص قرار دیا ہے اپنی ملاقات کا مشتاق بنایا ہے اپنے فیصلہ سے راضی کیا ہے اور اپنی طرف نظر کرنے کی توفیق عنایت کی ہے اپنی رضا کا تحفہ دیا ہے اپنے فراق اور ناراضگی سے بچایا ہے اور اپنے

ہمسایہ میں بہترین جگہ عنایت کی ہے اپنی معرفت سے مخصوص کیا ہے اور اپنی عبادت کا اہل بنایا ہے اپنی چاہت کے لئے ان کے دلوں کو گرویدہ کر لیا ہے اور اپنے مشاہدہ کے لئے انھیں چُن لیا ہے اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عنایت کی ہے اور اپنی محبت کے لئے ان کے دلوں کو خالی کر لیا ہے اپنے ثواب کے لئے راغب بنایا ہے اور اپنے ذکر کا الہام کیا ہے اپنے شکر کی توفیق دی ہے اور اپنی اطاعت کے لئے مشغول کیا ہے اپنے نیک بندوں میں قرار دیا ہے اور اپنی مناجات کے لئے چُن لیا ہے اور ہر اس چیز سے الگ کر دیا ہے جو بندے کو تجھ سے الگ کر سکے۔

خدایا! مجھے ان لوگوں میں قرار دے جن کا طریقہ تیری طرف توجہ اور اشتیاق ہے اور ان کی زندگی عاشقانہ نالہ وآہ سے پُر ہیں اور پیشانیاں تیرے سجدہ میں جھکی ہوئی ہیں اور آنکھیں تیری خدمت میں بیدار ہیں ان کے آنسو تیرے خوف سے رواں ہیں اور ان کے دل تیری محبت سے وابستہ ہیں۔ ان کے قلوب تیرے خوف سے دنیا سے الگ ہو گئے ہیں اے وہ کہ جس کے انوار قدسیہ چاہنے والوں کی نگاہوں کے لئے روشن ہیں اور اس کی ذات کی تجلّیاں عارفین کے دلوں کے لئے نمایاں ہیں اے مشتاقین کے دلوں کی آرزو اور اے چاہنے والوں کی آرزو کی انتہا میں تجھ سے تیری اور تیرے چاہنے والوں کی، اور ہر نیک عمل کی محبت چاہتا ہوں جو مجھ کو تیرے قرب تک پہونچا دے اور تجھے ساری کائنات سے محبوب بنا دے اور اس کے بعد تو اسی رضا کو اپنی رضا تک پہنچانے کا ذریعہ ہے اور اسی شوق کو اپنی معصیت سے بچنے کا وسیلہ بنا دینا، مجھ پر یہ احسان کر کہ میری نگاہ تیری طرف رہے اور تو خود مجھے عطوفت کی نگاہ سے دیکھتا رہے اور اپنے منھ کو مجھ سے موڑ نہ لینا"

دعاء کے یہ فقرے محبت، شوق اور اُنس کا بیکراں خزانہ ہیں ہم دعا کے ان فقروں پر کوئی حاشیہ نہیں لگانا چاہتے اور ہرگز ہمارے اندر اتنی استطاعت بھی نہیں ہے جو ان دعاؤں کے فقروں کو اور خوبصورت بنا کر بیان کریں اور ہم اتنی صلاحیت واستعداد کے مالک بھی نہیں ہیں کہ اللہ سے دعا محبت اور ادب پر کوئی حاشیہ لگا سکیں۔

سب سے پہلے ہماری نظر دعا کے ان فقروں پر مرکوز ہو جاتی ہے جن کے ذریعہ امام نے اپنے رب کو پکارا ہے:

"یامنیٰ قلوب المشتاقین ویاغایة آمال المحبّین۔۔۔ "۔ " یامن انوارقدسه لابصار محبیه

[1] بحار الانوار جلد ۶۴ صفحہ/ ۱۴۸۔

رائقة وسبحات وجهه لقلوب عارفيه شائقة"

"اے وہ کہ جس کے انوار قدسیہ چاہنے والوں کی نگاہوں کے لئے روشن ہیں اور اس کی ذات کی تجلّیاں عارفین کے دلوں کے لئے نمایاں ہیں اے مشتاقین کے دلوں کی آرزو"

اس دعا میں امام علیہ السلام نے تین باتیں بیان فرمائی ہیں اور بندہ اپنے پروردگار سے ان ہی تین عظیم چیزوں کو طلب کرتا ہے۔

1۔آپ نے سب سے پہلے اللہ سے دعا فرمائی کہ وہ ان نفس کا انتخاب فرمائے اُن کے نفس (قلب) کو اپنی محبت کے لئے خالص کردے، جن چیزوں کا وہ مالک ہے ان کی طرف رغبت دلائے، ان کے دل کو اپنی محبت میں مشغول کردے، جو چیزیں اس نے خود سے منقطع کی ہیں اُن سے بھی منقطع کردے اور جو چیزیں خود سے دور کی ہیں ان سے بھی دور فرمادے۔

امام علیہ السلام نے خداوند عالم سے جو کچھ طلب فرمایا ہے اس پر گامزن ہونے کیلئے سب سے پہلے اس چیز کا ہونا ضروری ہے اور اس کے آغاز وابتداء کے بغیر انسان اللہ سے ملاقات کرنے کے لئے اس مشکل راستہ پر گامزن نہیں ہوسکتا اور وجہ اللہ کا ہر نبی اور صدیق بآسانی مشاہدہ کرسکتا ہے۔

اگرچہ وجہ اللہ پر نظر کرنا رزق ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے یہ رزق عطا کرنے کے لئے منتخب کرلیتا ہے لہٰذا بندے کے لئے اللہ کے رزق کو حاصل کرکے اس کی کنجیاں حاصل کرنا ضروری ہے جب خداوند عالم اپنے بندہ کو رزق عطا کرتا ہے تو اس کو اس رزق کے دروازے اور کنجیاں بھی عطا کردیتا ہے اور اس کے اسباب مہیا کردیتا ہے۔

کچھ لوگ اللہ تعالیٰ سے بغیر دروازے اور کنجیوں کے رزق طلب کرتے ہیں وہ اللہ کو اس کی ان سنتوں اور قوانین کے خلاف پکارتے ہیں جن کو اس نے اپنے بندوں کو عطا کیا ہے۔

انسان کو جن دروازوں سے خداوند عالم سے ملاقات اور وجہ کریم کا مشاہدہ کرنے کے لئے اقدام کرنا چاہئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔دل کو ہر طرح کے گناہ رنج وغم اور دنیا سے لولگانے سے پرہیز کرنا چاہئے جس کو علماء تخلیہ کہتے ہیں (یعنی دل کو ہر طرح کے رنج وغم اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے لولگانے سے خالی ہونا چاہئے)

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

"واجعلنا ممن اخلصته لودّك ومحبّتك، واخليت وجهه لك، وفرّغت فؤاده لحبّك، وقطعت عنه كل شيءٍ يقطعه عنك"

"خدایا! ہم کو ان لوگوں میں سے قرار دے جن کو اپنی محبت اور مودت کے لئے خالص کیا ہے اور اپنی طرف توجہ کی یکسوئی عطا کی ہے اور اپنی محبت کے لئے ان کے دلوں کو خالی کرلیا ہے اور ہر اس چیز سے الگ کردیا ہے جو بندہ کو تجھ سے الگ کرسکے"

منفی پہلو کے اعتبار سے ابتداء میں یہ پہلا مرحلہ ہے۔

علماء کے قول کے مطابق ابتداء میں دوسرا مرحلہ ''التحلیہ ۔التخلیہ ''کے بالمقابل ہے یہ وہ ایجابی مطلب ہے جس کو امام علیہ السلام نے مندرجہ ذیل فقروں میں خداوند عالم سے طلب فرمایا ہے:

"رضّیته بقضائك، وحبوته برضاك وخصصته بمعرفتك، واهّلته لعبادتك، ورغّبته فیما عندك، والهمته ذكرك، و او زعته شكرك، وشغلته بطاعتك، وصیّرته من صالحی بریتك، واخترته لمناجاتك"

و اجعلنا جباههم ساجدة لعظمتك، وعیونهم ساهرة فی خدمتك، و دموعهم سائلة من خشیتك، وافئدتهم منخلعة من رهبتك"

"اپنے فیصلہ سے راضی کیا ہے اور اپنی طرف نظر کرنے کی توفیق عنایت کی ہے اپنی رضا کا تحفہ دیا ہے اپنے فراق اور ناراضگی سے بچایا ہے اور اپنے ہمسایہ میں بہترین جگہ عنایت کی ہے اپنی معرفت سے مخصوص کیا ہے اور اپنی عبادت کا اہل بنایا ہے اپنی چاہت کے لئے ان کے دلوں کو گرویدہ کرلیا ہے اور اپنے مشاہدہ کے لئے انھیں چُن لیا ہے"

"اور پیشانیاں تیرے سجدہ میں جھکی ہوئی ہیں اور آنکھیں تیری خدمت میں بیدار ہیں ان کے آنسو تیرے خوف سے رواں ہیں اوران کے دل تیری محبت سے وابستہ ہیں"

ان دونوں باتوں سے گفتگو کا آغاز اللہ سے لولگانے کی کنجی ہے یہ وہ راستہ ہے جس پر انسان کے گامزن رہنے کی غرض اللہ سے ملاقات،اس کے وجہ کریم اور جمال وجلال کا مشاہدہ کرنا ہے۔

2۔دوسرا مرحلہ بھی پہلے مرحلہ پر مترتب ہے اور یہ اللہ سے ملاقات کرنے کا درمیانی راستہ ہے۔اور اسکے بغیر انسان اللہ تک نہیں پہنچ سکتا اور اسکے قرب وجوار تک نہیں پہونچ سکتا ہے۔

"فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ "[1]

"اس پاکیزہ مقام پر جو صاحب اقتدار بادشاہ کی بارگاہ میں ہے"

انسان کو اس مقصد تک پہنچانے والی سواری جس کی ہر نبی،ولی،صدیق اور شہید نے تمنّا کی ہے وہ محبت اللہ سے انس اور اللہ سے شوق ملاقات ہے محبت شوق اور انس کے بغیر انسان اللہ کے بتائے ہوئے اس بلند مرتبہ تک ترقی کرنا ممکن نہیں ہے۔

محبت شوق اور اُنس،اللہ کے رزق ہیں بیشک اللہ اپنا رزق بندوں میں سے جس بندہ کا چاہے انتخاب کر کے عطا کرسکتا ہے لیکن جن مقدمات کو امام نے ذکر کیا ہے ہم ان مقدمات کو اس مناجات کے فقروں میں الگ الگ مشاہدہ کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام بڑے ہی اصرار کے ساتھ ان چیزوں کو خدا سے طلب کرتے ہیں اور مختلف وسیلوں اور تعبیروں سے خدا سے متوسّل ہوتے ہیں آپ عمدہ جملوں سے خداوند عالم کو پکارتے ہیں:

---

[1] سورۂ قمر آیت ۵۵

"یامنیٰ قلوب المشتاقین ویاغایۃ آمال المحبین"

"اے مشتاقین کے دلوں کی آرزو اور اے چاہنے والوں کی آرزو کی انتہا"

پھر آپ اللہ کی محبت، خدا جس کو دوست رکھتا ہے اس کی محبت اور ہر اس عمل کی محبت مانگتے ہیں جو بندہ کو اللہ کے قرب و جوار تک پہنچاتا ہے۔

ہم براہ راست امام علیہ السلام کے کلمات میں غور وفکر کرتے ہیں اس لئے کہ حاشیہ پردازی

ہمارے براہ راست آفاق میں محبت کے سلسلہ میں غور وفکر کرنے کے لحات واوقات کوتباہ و برباد کردے گی جس محبت کو امام علیہ السلام نے ہمارے لئے اس دعا میں پیش کیا ہے:

"أسأ لُكَ حبّكَ وَحبَ مَن یحبّكَ، وحبّ کل عمل یوصلنی الیٰ قربك، وان تجعلك احبّ الیَّ مماسواك، وان تجعل حبی ایاك قائِداً الیٰ رضوانكَ، وشوقی الیك ذائدا عن عصیانك وامنن بالنظر الیك علیَّ وانظر بعین الودوالعطف الیولا تصرف عنّی وجهك"

اور آپ نے فرمایا:

"واجعلنا ممن شوّقته الیٰ لقائك، واعذته من هجرك وقلاك وهیمت قلبه لارادتك"

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

"اللهم اجعلنا ممّن دابهم الارتیاج الیك والحنین، ودهرهم الزفرة والانین... قلوبهم متعلقة بمحبّتك، وافئدتهم منخلعة من مهابتكَ"

ان جملوں کو مندرجہ ذیل چار چیزوں میں اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ہم اس کے ہجر وفراق سے پناہ چاہتے ہیں۔

۲۔ہم کو اپنی محبت اور مودّت کا رزق عطا کر۔

۳۔ہم کو اپنے سے مانوس ہونے کا رزق عطا کر۔

۴۔ہم کو اپنی ملاقات کا شوق عطا کر۔

امام علیہ السلام نے "انس اور شوق" کو اس مختصر سے جملہ میں سمودیا ہے:

"واجعلنا ممن دابهم الارتیاح الیك والحنین"

اللہ سے خوش ہونا اس کی طرف راغب ہونے کے علاوہ ہے اور ان دونوں چیزوں کو امام علیہ السلام نے اللہ سے طلب کیا ہے۔ ارتیاح (خوش ہونا) وہ انسیت ہے جو ملاقات سے پیدا ہوتی ہے اور رغبت وہ شوق ہے جو انسان کو اللہ سے ملاقات کرنے کے لئے اُکساتا ہے۔

3۔اس عظیم و بزرگ دعا میں اللہ سے لو لگانے کے لئے سواری، سب سے عظیم آخری مقصد جس کو انبیاء علیہم السلام اور صدیقین نے بھی طلب فرمایا ہے وہ خداوند عالم کے وجہ کا دیدار کرنا ہے، اس مقصد تک وہی افراد پہنچ سکتے ہیں جن کو خداوند عالم نے اپنے قرب و جوار کے لئے منتخب فرمایا ہے۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وَاجْعَلْنَامِمَّنْ مَنَحْتَهُ النَّظَرَاِلیٰ وَجْهِكَ وَبَوَّأْتَهُ مَقْعَدَالصِّدْقِ فِي جِوَارِكَ وَاجْتَبَيْتَهُ لِمُشَاهَدَتِكَ... وَامْنُنْ بِالنَّظَرِ اِلَيْكَ عَلَيَّ"

"اور ہم کو ان لوگوں میں قرار دے جن کو اپنی طرف نظر کرنے کی توفیق عنایت کی ہے اور اپنے ہمسایہ میں بہترین جگہ عنایت کی ہے اور اپنے مشاہدہ کے لئے انھیں چُن لیا ہے۔۔۔ اور مجھ پر یہ احسان کر کہ میری نگاہ تیری طرف رہے"

انسان اپنے پروردگار کے وجہ کا دیدار اور اس کے جلال و جمال کا قریب سے مشاہدہ کرنے کی آرزو رکھتا ہے، اس کے قرب و جوار میں بیٹھنے کی خواہش و تمنا رکھتا ہے اور اپنے پروردگار سے شراباً طهوراً سے سیراب ہونا چاہتا ہے۔

دوسری صورت

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعاؤں میں شوق اور انس و محبت کی دوسری صورت پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

"اِلٰهِي فَاسْلُكْ بِنَا سُبُلَ الْوُصُولِ اِلَيْكَ وَسَيِّرْنَا فِي اَقْرَبِ الطُّرُقِ لِلْوُفُودِ عَلَيْكَ قَرِّبْ عَلَيْنَا الْبَعِيدَ وَسَهِّلْ عَلَيْنَا الْعَسِيرَ الشَّدِيدَ وَاَلْحِقْنَا بِعِبَادِكَ الَّذِينَ هُمْ بِالْبِدَارِ اِلَيْكَ يُسَارِعُونَ وَبَابَكَ عَلَى الدَّوَامِ يَطْرُقُونَ وَ اِيَّاكَ فِي اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ يَعْبُدُونَ وَهُمْ مِنْ هَيْبَتِكَ مُشْفِقُونَ الَّذِينَ صَفَّيْتَ لَهُمُ الْمَشَارِبَ وَبَلَّغْتَهُمُ الرَّغَائِبَ وَاَنْجَحْتَ لَهُمُ الْمَطَالِبَ وَ قَضَيْتَ لَهُمْ مِنْ فَضْلِكَ الْمَآرِبَ وَمَلَاْتَ لَهُمْ ضَمَائِرَهُمْ مِنْ حُبِّكَ وَرَوَّيْتَهُمْ مِنْ صَافِي شِرْبِكَ فَبِكَ اِلَى لَذِيذِ مُنَاجَاتِكَ وَ صَلُوا وَمِنْكَ اَقْصَى مَقَاصِدِهِمْ حَصَّلُوا فَيَا مَنْ هُوَ عَلَى الْمُقْبِلِينَ عَلَيْهِ مُقْبِلٌ وَبِالْعَطْفِ عَلَيْهِمْ عَائِدٌ مُفْضِلٌ وَبِالْغَافِلِينَ عَنْ ذِكْرِهِ رَحِيمٌ رَؤُفٌ وَبِجَذْبِهِمْ اِلَى بَابِهِ وَدُودٌ عَطُوفٌ اَسْئَلُكَ اَنْ تَجْعَلَنِي مِنْ اَوْفَرِهِمْ مِنْكَ حَظّاً وَ اَعْلَاهُمْ عِنْدَكَ مَنْزِلاً وَ اَجْزَلِهِمْ مِنْ وُدِّكَ قِسْماً وَاَفْضَلِهِمْ فِي مَعْرِفَتِكَ نَصِيباً فَقَدِ انْقَطَعَتْ اِلَيْكَ هِمَّتِي وَانْصَرَفَتْ نَحْوَكَ رَغْبَتِي فَاَنْتَ لَاغَيْرُكَ مُرَادِي وَلَكَ لَاسِوَاكَ سَهَرِي وَ سُهَادِي وَلِقَاؤُكَ قُرَّةُ عَيْنِي وَوَصْلُكَ مُنَى نَفْسِي وَاِلَيْكَ شَوْقِي وَفِي مَحَبَّتِكَ وَلَهِي وَاِلَى هَوَاكَ صَبَابَتِي وَرِضَاكَ بُغْيَتِي وَ رُؤْيَتُكَ حَاجَتِي وَجِوَارُكَ طَلَبِي وَ قُرْبُكَ غَايَةُ سُؤْلِي وَفِي مُنَاجَاتِكَ رَوْحِي وَرَاحَتِي وَعِنْدَكَ دَوَاءُ عِلَّتِي وَشِفَاءُ غُلَّتِي وَبَرْدُ لَوْعَتِي وَ كَشْفُ كُرْبَتِي فَكُنْ اَنِيسِي فِي وَحْشَتِي وَمُقِيلَ عَثْرَتِي وَغَافِرَ زَلَّتِي وَقَابِلَ تَوْبَتِي وَمُجِيبَ دَعْوَتِي وَوَلِيَّ عِصْمَتِي وَمُغْنِيَ فَاقَتِي وَلَا تَقْطَعْنِي عَنْكَ وَلَا تُبْعِدْنِي مِنْكَ يَانَعِيمِي وَجَنَّتِي وَيَا دُنْيَايَ

وَآخِرَتِي". [1]

"خدایا! ہم کو اپنی طرف پہنچنے کے راستوں کی ہدایت فرمادے اور ہمیں اپنی بارگاہ میں حاضری کے قریب ترین راستہ پر چلادے، ہر دور کو قریب، ہر سخت اور مشکل کو آسان بنادے اور ہمیں ان بندوں سے ملادے جو تیزی کے ساتھ تیری طرف بڑھنے والے ہیں اور ہمیشہ تیرے در کرم کو کھٹکھٹانے والے ہیں اور دن رات تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی ہیبت سے خوفزدہ رہتے ہیں جن کے لئے تو نے چشمے صاف کردئے ہیں اور ان کو امیدوں تک پہنچا دیا ہے اور ان کے مطالب کو پورا کردیا ہے اور اپنے فضل سے ان کی حاجتوں کو مکمل کردیا ہے اپنی محبت سے ان کے دلوں کو بھر دیا ہے اور اپنے صاف چشمہ سے انھیں سیراب کردیا ہے وہ تیرے ہی ذریعہ تیری لذیذ مناجات تک پہنچے ہیں اور تیرے ہی ذریعہ انھوں نے اپنے بلند ترین مقاصد کو حاصل کیا ہے اے وہ خدا جو اپنی طرف آنے والوں کا استقبال کرتا ہے اور ان پر مسلسل مہربانی کرتا ہے اپنی یاد سے غافل رہنے والوں پر بھی مہربان رہتا ہے اور انھیں محبت کے ساتھ اپنے دروازے کی طرف کھینچ لیتا ہے خدایا میرا سوال یہ ہے کہ میرے اپنی بہترین نعمت کا سب سے زیادہ حصہ قرار دے اور بہترین منزل کا مالک بنادے اور اپنی محبت کا عظیم ترین حصہ عطا فرمادے اور اپنی معرفت کا بلند ترین مرتبہ دیدے چونکہ میری ہمت تیری ہی طرف ہے فقط تو میری مراد ہے اور تیرے ہی لئے میں راتوں کو جاگتا ہوں کسی اور کے لئے نہیں تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور تیرا وصال میرے نفس کی امید ہے اور تیری جانب میرا شوق ہے اور تیری ہی محبت میں میری بے قراری ہے تیری ہی خواہش کی طرف میری توجہ ہے اور تیری ہی رضا میری آرزو ہے تیری ہی ملاقات میری حاجت ہے اور تیرا ہی ہمسایہ میرا مطلوب ہے تیرا قرب میرے سوالات کی انتہا ہے اور تیری مناجات میں میری راحت اور سکون ہے تیرے پاس میرے مرض کی دوا ہے اور میری تشنگی کا علاج ہے، غم کی بیقراری کی ٹھنڈک، رنج وغم کی دوری تیرے ہی ذمہ ہے، تو میری وحشت میں میرا انیس لغزشوں میں کا سنبھالنے والا اور خطاؤں کو معاف کرنے والا اور میری توبہ کو قبول کرنے والا اور میری دعا کا قبول کرنے والا، میری حفاظت کا ذمہ دار فاقہ میں غنی بنانے والا ہے مجھے اپنے سے الگ نہ کرنا اپنی بارگاہ سے دور نہ کرنا اے میری نعمت، اے میری جنت اے میری دنیا و آخرت"

یہ مناجات کا نہایت ہی بزرگ ٹکڑا ہے اور دعا کے آداب میں سے بہت ہی عمدہ طریقہ ہے، اہل بیت علیہم السلام کے عمدہ و بہترین کلمات میں سے ایک بہترین کلمہ ہے: دعا، تضرع اور محبت کے سلسلہ میں، اور یہ بہت زیادہ غور وفکر کا مستحق ہے۔

ہم اس مناجات میں بیان کی گئی حب الٰہی کی بعض صورتوں اور افکار پر سرسری نظر ڈالتے ہیں:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مناجات کے آغاز میں پروردگار عالم سے سہارے کی تمنا کرتے ہیں کہ اے خدا ہم کو اپنی طرف پہنچنے والے راستوں پر چلادے۔ اس پوری دعا کا خلاصہ یہی جملے ہیں اور دعا کے سب سے اہم مطالب ہیں اس دعا میں حضرت امام زین العابدین خدا سے دنیا اور آخرت کی دعا نہیں مانگتے ہیں بلکہ آپ خدا سے اپنے سے شرعی محبت کا مطالبہ فرماتے ہیں، اس کا قرب، اس تک رسائی اور اس کا جوار طلب کرتے ہیں اور اپنا ٹھکانا انبیاء علیہم السلام، شہداء اور صدیقین کے ساتھ طلب کرتے ہیں۔

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۴ صفحہ ۱۴۸

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِلٰهِی فَاسْلُكْ بِنَا سُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلَيْكَ"

آپ نے واحد کا صیغہ استعمال فرمایا ہے جمع کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا چونکہ خداوند عالم تک رسائی کا راستہ ایک ہی ہے متعدد راستے نہیں ہیں اور قرآن کریم نے بھی واحد "صراط" راستہ کا تذکرہ کیا ہے:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝" [١]

"ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا رہ جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے نعمتیں نازل کی ہیں ان کا راستہ نہیں جن پر غضب نازل ہوا ہے یا جو بہکے ہوئے ہیں"

"وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" [٢]

"اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت دے دیتا ہے"

"وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" [٣]

"اور انھیں صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے"

"جْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" [٤]

"انھیں بھی منتخب کیا اور سب کو سیدھے راستے کی ہدایت کردی"

لیکن "سبیل" جمع کے صیغہ کے ساتھ قرآن کریم میں حق اور باطل کے سلسلہ میں بہت زیادہ استعمال ہوا ہے خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ" [٥]

"جس کے ذریعہ خدا اپنی خوشنودی کا اتباع کرنے والوں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرتا ہے"

"وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ" [٦]

"اور دوسرے راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ راہ خدا سے الگ ہو جاؤ گے"

---

[١] سورۂ فاتحہ آیت/ ٦۔٧

[٢] سورۂ بقرہ آیت/ ٢١٣

[٣] سورۂ مائدہ آیت/ ١٦

[٤] سورۂ انعام آیت/ ٨٧

[٥] سورۂ مائدہ آیت/ ١٦

[٦] سورۂ انعام آیت/ ١٥٣

"وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا"[1]

"اور ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسہ کریں جب کہ اسی نے ہمیں ہمارے راستوں کی ہدایت دی ہے"

"وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ"[2]

"اور جن لوگوں نے ہمارے حق میں جہاد کیا ہے ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے اور یقیناً اللہ حسن عمل والوں کے ساتھ ہے"

اللہ نے انسانوں کے چلنے کے لئے متعدد راستے بنائے ہیں جن پر وہ اللہ تک رسائی کے لئے گامزن ہوتے ہیں اور علماء کے درمیان یہ مشہور ہے:

"اِنَّ الطّرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق"

"خداوند عالم کی طرف جانے والے راستے اتنے ہی ہیں جتنی مخلوقات کے سانس کی تعداد ہے"

یہ تمام راستے اللہ تک پہنچنے والے صراط مستقیم کے ماتحت جاری ہوتے ہیں لیکن خداوند عالم نے ہر انسان کے لئے ایک طریقہ قرار دیا ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے رب کی معرفت حاصل کرتا ہے اور خدا تک پہنچنے کے لئے اس پر گامزن ہوتا ہے۔

کچھ لوگ علم اور عقل کے راستہ کے ذریعہ خدا تک رسائی حاصل کرتے ہیں، کچھ لوگ اور دل کے ذریعہ خدا تک پہنچتے ہیں اور کچھ لوگ اللہ کے ساتھ معاملات اور تجارت کے ذریعہ اس کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں اور سب سے افضل و بہتر طریقہ یہی ہے کہ انسان براہ راست خداوند عالم سے معاملہ کرے اور اس کی عطاؤ بخشش اخذ کرے۔ اس سلسلہ میں خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ"[3]

"ایمان والو کیا تمھیں ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچالے"

اور خداوند عالم کا یہ فرمان ہے:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ"[4]

"اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو مرضئ پروردگار کے لئے بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے"

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام خداوند عالم سے اس تک پہنچنے کے متعدد راستے طلب کرتے ہیں۔ جب انسان خداوند عالم تک رسائی کی خاطر متعدد راستے طے کرے گا تو اس کا خدا کے قرب و جوار تک پہنچنا زیادہ قوی و بلیغ ہوگا۔

---

[1] سورۂ ابراہیم آیت/ ۱۲

[2] سورۂ عنکبوت آیت/ ٦٩

[3] سورۂ صف آیت/ ۱۰

[4] سورۂ بقرہ آیت/ ۲۰۷

اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پروردگار عالم سے اُس کے اُن صالحین بندوں سے ملحق ہونے کی خواہش کرتے ہیں جو اللہ سے لو لگانے میں دوسروں سے سبقت کرتے ہیں اور رات دن اللہ کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہتے ہیں۔

اللہ تک رسائی کا راستہ بہت دشوار ہے اس طریقہ کی قرآن کریم نے "ذات الشوکۃ" کے نام سے تعبیر کی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو اس طریقہ کی بڑے عزم و صدق وصفا سے سیر کا آغاز کرتے ہیں لیکن وہ آدھا راستہ طے کرنے کے بعد ڈانوا ڈول (بہک) ہوجا تے ہیں۔

اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام خدا سے یوں سوال کرتے ہیں کہ اے خدا مجھ کو اپنی قربت عطا کر، اس مشکل سفر میں میرے راستہ کو آسان کر، مجھے گذشتہ صالحین سے ملحق فرما چونکہ اولیاء اور خار دار راستہ کو طے کرنے کے لئے صالحین کی معیت اور مصاحبت سب کے دلوں کو محکم کردیتی ہے اور راستہ تک پہچانے کے لئے ان کے عزم وارادہ میں اضافہ کرتی ہے۔

بیشک اللہ تک رسائی بہت مشکل ہے جب کچھ صالحین بندے اس راستہ کو طے کرتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے تمسک اختیار کرتے ہیں، حق اور صبر کی وصیت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان کے لئے "ذات الشوکہ" راستہ طے کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اس مشکل اور طویل راستہ کو طے کرنے اور صالحین کے تقرب اور ان سے ملحق ہونے کے لئے فرماتے ہیں:

"وَسَيِّرْنَا فِيْ اَقْرَبِ الطُّرُقِ لِلْوَفُوْدِ عَلَيْكَ قَرِّبْ عَلَيْنَا الْبَعِيْدَ وَسَهِّلْ عَلَيْنَا الْعَسِيْرَ الشَّدِيْدَ، وَاَلْحِقْنَا بِعِبَادِكَ الَّذِيْنَ هُمْ بِالْبِدَارِ اِلَيْكَ يُسَارِعُوْنَ وَبَابَكَ عَلَى الدَّوَامِ يَطْرُقُوْنَ وَاِيَّاكَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ يَعْبُدُوْنَ"

"خدایا ہمیں اپنی بارگاہ میں حاضری کے قریب ترین راستہ پر چلادے، ہر دور کو قریب، ہر سخت اور مشکل کو آسان بنادے اور ہمیں ان بندوں سے ملادے جو تیزی کے ساتھ تیری طرف بڑھنے والے ہیں اور ہمیشہ تیرے در کرم کو کھٹکھٹانے والے ہیں اور دن رات تیری ہی عبادت کرتے ہیں"

دلوں میں پیدا ہونے والے شکوک

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام صالحین کی صفات بیان فرماتے ہیں جن سے آپ ملحق ہونے کے لئے اللہ سے سوال کرتے ہیں اور ان کو ایسی عظیم صفت سے متصف کرتے ہیں جس کے بارے میں بہت زیادہ تفکر اور غور وفکر کی ضرورت ہے:

" صَفَّيْتَ لَهُمُ الْمَشَارِبَ وَبَلَّغْتَهُمُ الرَّغَائِبَ... وَمَلَاْتَ لَهُمْ ضَمَائِرَهُمْ مِنْ حُبِّكَ وَ رَوَّيْتَهُمْ مِنْ صَافِيْ شِرْبِكَ"

"جن کے لئے تو نے چشمے صاف کردئے ہیں اور ان کو امیدوں تک پہنچا دیا ہے۔۔۔ اپنی محبت سے ان کے دلوں کو بھر دیا ہے اور اپنے صاف چشمہ سے انھیں سیراب کردیا ہے"

یہ کونسی صاف، شفاف اور پاکیزہ شراب ہے جس سے ان کا پروردگار انھیں دنیا میں سیراب کریگا؟ اور وہ کونسا ظرف ہے جن کو اللہ نے اپنی محبت سے پُر کر دیا ہے؟

بیشک وہ پاک و پاکیزہ اور صاف وشفّاف شراب، محبت، یقین، اخلاص اور معرفت ہے اور ظرف دل ہے۔

خداوند عالم نے انسان کو معرفت، یقین اور محبت کے لئے بہت سے ظروف کا رزق عطا کیا ہے لیکن قلب، دل ان سب میں اعظم ہے۔

جب خداوند عالم کسی بندہ کو منتخب کر لیتا ہے تو اس کے دل کو پاک و پاکیزہ اور صاف وشفاف شراب سے سیراب کر دیتا ہے تو اس کا عمل رفتار و گفتار اور اس کی عطا و بخشش بھی اس شراب کے مثل پاک و پاکیزہ اور صاف وشفاف ہوگی۔

بیشک دل کی واردات اور صادرات میں مشابہت اور سنخیت پائی جاتی ہے جب دل کی واردات پاک صاف خالص اور گوارا ہیں تو دل کی صادرات بھی اسی کے مشابہ ہونگی تو پھر بندہ کا فعل گفتار، نظریات اخلاق موقف اور اس کی عطا و بخشش صاف اور گوارا ہوگی جب دل کی واردات گندی یا کثافت سے مخلوط ہوگی جن کو شیاطین اپنے دوستوں کو بتایا کرتے ہیں تو لامحالہ دل کی صادرات کذب ونفاق، خبث نفس اور اللہ ورسول سے روگردانی کے مشابہ ہوگی۔

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ:

"انّ فی القلب لمّتین: لمّة من الملك، و ایعاد بالخیر و تصدیق بالحق، و لمّة من العدو: ایعاد بالشرّ و تکذیب للحق. فمن وجد ذالك فلیعلم انه من الله، و من وجد الآخر فلیتعوّذ بالله من الشیطان" ثمّ قرأ "اَلشَّیۡطَانُ یَعِدُکُمُ الۡفَقۡرَ وَ یَاۡمُرُکُمۡ بِالۡفَحۡشَاءِ وَاللهُ یَعِدُکُمۡ مَغۡفِرَةً مِّنۡهُ وَفَضۡلاً"۔[1]

اور حق کی تصدیق کے لئے ہوتی ہے جبکہ دوسری حالت دشمن کی جانب سے ہوتی ہے جو برائی کے وعدے اور حق کی تکذیب کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے جس کو پہلی حالت مل جائے اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ خداوند عالم کی جانب سے ہے اور جس کو دوسری حالت ملے اس کو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنا چاہئے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"اَلشَّیۡطَانُ یَعِدُکُمُ الۡفَقۡرَ وَیَاۡمُرُکُمۡ بِالۡفَحۡشَاءِ وَاللهُ یَعِدُکُمۡ مَغۡفِرَةً مِّنۡهُ وَفَضۡلاً"۔[2]

"شیطان تم سے فقیری کا وعدہ کرتا ہے اور تمھیں برائیوں کا حکم دیتا ہے اور خدا مغفرت اور فضل واحسان کا وعدہ کرتا ہے"

فرشتہ والی حالت یہ دل کی طرف ربّانی واردات ہے اور شیطان کی حالت یہ دل کی طرف شیطانی واردات ہے۔

کیا تم نے شہد کی مکھی کا مشاہدہ نہیں کیا جو پھولوں سے رس چوستی ہے لوگوں کے لئے میٹھا شہد مہیا کرتی ہے اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے لہٰذا جب وہ کثیف جگہوں سے اپنی غذا مہیا کرے گی تو اس کا بھی ویسا ہی اثر ہوگا۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت/ ۲۶۸

[2] تفسیر المیزان جلد ۲ صفحہ ۴۰۴۔

خداوند عالم اپنے خلیل ابراہیم اسحاق اور یعقوب علیہم السلام سے فرماتا ہے:

"وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ" [1]

"اور اے پیغمبر ہمارے بندے ابراہیم اسحاق اور یعقوب کا ذکر کیجئے جو صاحبان قوت اور صاحبان بصیرت تھے ہم نے ان کو آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز قرار دیا تھا اور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک بندوں میں سے تھے"

یہ عظیم صفت جو اللہ نے ان جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کو عطا کی ہے وہ قوت اور بصیرت ہے ایدی اور ابصار یہ اس خالص شراب کا نتیجہ ہے جو اللہ نے ان کو عطا کی ہے:

"إِنَّا أَخْلَصْنَاهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ" [2]

"ہم نے ان کو آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز قرار دیا تھا"

اگر خداوند عالم نے ان کو اس خالص ذکری الدار سے مزیّن نہ فرمایا ہوتا تو وہ ان کے لئے نہ قوت ہوتی اور نہ بصیرت۔ [3]

اگر انسان پاک وصاف اور اچھے اعمال انجام دیتا ہے تو اس کے لئے پاک وشفاف غذا نوش کرنا ضروری ہے اور انسان کا دل وہی واپس کرتا ہے جو کچھ وہ اخذ کرتا ہے۔

اصل اختیار

ہم قلب ودل کی واردات اور صادرات اور ان کے مابین مشابہت اور سنخیت کو بیان کرنے کے بعد یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں: یہ گفتار اصل اختیار سے کوئی منافات نہیں رکھتی ہے جو متعدد قرآنی مفاہیم اور افکار کی بنیاد ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دل ایک خالی ظرف ہے جو کچھ خیر وشر اس میں ڈالا جاتا ہے اسی کو واپس کرتا ہے بلکہ دل ایسا ظرف ہے جو کچھ اس میں ڈالا جاتا ہے اس کو اخذ کر لیتا ہے اور حق کو باطل اور خیر کو شر سے جدا کرتا ہے۔

افکار اسلامی اصولوں میں سے یہ ایک اصل ہے اس اصل کی بنیاد "دعا القلب" ہے اور اسی "اختیار" پر اسلام کے متعدد مسائل، اصول اور قضایا موقوف ہیں۔

---

[1] سورۂ ص آیت ۴۵۔۴۷۔

[2] سورۂ ص آیت/ ۴۶۔

[3] اس مقام پر قلب کی واردات اور صادرات کے مابین جدلی تعلق ہے اگر دل کی واردات اچھی ہوں گی اس کے برعکس بھی صحیح ہے یعنی جب انسان نیک اعمال انجام دیتا ہے تو خداوند عالم اس کو منتخب کر لیتا ہے اور جب انسان برے کام انجام دیتا ہے تو خداوند عالم اس سے پاک وصاف خالص شراب سے پردہ کر لیتا ہے اور اس کو خود اسی کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور وہ اسی طرح کھاتا پیتا ہے جس طرح شیطان اور خواہشات نفسانی اس کی رہنمائی کرتے ہیں اور لوگ شیطان اور خواہشات نفسانی کے دسترخوان سے غذا نوش کرتے ہیں۔

اسلامی روایات میں وارد ہوا ہے کہ انسانی حیات میں دل کے کردار کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ حق و باطل کو جدا کرنے پر قادر ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے یوں مناجات کی ہے:

"الهی لکل ملك خزانة، فأين خزائنك؟

فقال جلّ جلاله: لی خزانة أعظم من العرش، واوسع من الكرسی، و اطيب مِن الجنّة، وأزين من الملكوت، أرضها المعرفة، و سماء و ها الايمان، و شمسها الشوق، و قمرها المحبة، و نجومها الخواطر، و سحابها العقل، و مطرها الرحمة، و شجرها الطاعة، و ثمرها الحكمة، و لهااربعة اركان: التوكّل و التفكير، و الأُنسُ و الذكر ولها اربعة ابواب: العلم و الحكمة و الصبر و الرضا۔۔ الا و هی القلب"۔[1]

"اے میرے پروردگار ہر ملک کا خزانہ ہوتا ہے تو تیرا خزانہ کہاں ہے؟

پروردگار عالم نے فرمایا: میرا خزانہ عرش اعظم ہے، کرسی سے وسیع ہے، جنت سے زیادہ پاکیزہ ہے، ملکوت سے زیادہ مزین ہے، زمین اس کی معرفت ہے، آسمان اس کا ایمان ہے، سورج اس کا شوق ہے، قمر اس کی محبت ہے، ستارے اس کے خیالات ہیں، عقل اس کے بادل ہیں، بارش اس کی رحمت ہے، طاقت اس کا درخت ہے، حکمت اس کا پھل ہے، اس کے چار رکن ہیں: توکل، تفکر، انس اور ذکر۔ اس کے چار دروازے ہیں: علم، حکمت، صبر اور رضا۔۔۔ آگاہ ہو جاؤ یہ دل ہی ہے"

روایت (جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے) سوال اور جواب کی صورت میں رمزی طور پر گفتگو کرتی ہے اور اسلامی روایات میں یہ مشہور و معروف لغت ہے۔ روایت میں ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

"یاموسیٰ جرّد قلبك لحبّی، فانی جعلت قلبك ميدان حبی، وبسطت فی قلبك ارضاً من معرفتی، وبنيت فی قلبك شمساًمن شوقی، وامضيت فی قلبك قمراًمن محبتی، وجعلت فی قلبك عيناًمن التفكّروادرت فی قلبك ريحاًمن توفيقی، وامطرت فی قلبك مطراًمن تفضّلی، وزرعت فی قلبك زرعاًمن صدقی، وانبت فی قلبك اشجاراًمن طاعتی، ووضعت فی قلبك جبالاًمن يقينی"۔[2]

"اے موسیٰ اپنے دل کو میری محبت کے لئے خالی کر دو، کیونکہ میں نے تمہارے دل کو اپنی محبت کا میدان قرار دیا ہے، اور تمہارے دل میں اپنی معرفت کی کچھ زمین ایجاد کی ہے، اور تمہارے دل میں اپنے شوق کا سورج تعمیر کیا ہے تمہارے دل میں اپنی محبت کا چاند بنایا ہے، تمہارے دل میں فکر کی آنکھ بنائی ہے تمہارے دل میں اپنی توفیق کی ہوا چلائی ہے تمہارے دل میں اپنے فضل کی

---

[1] بحار الانوار جلد ۱۵ صفحہ ۳۹۔

[2] بحار الانوار جلد ۱۵ صفحہ ۳۹۔

بارش کی ہے تمہارے دل میں اپنی سچائی کی کھیتی کی ہے تمہارے دل میں اپنی اطاعت کے درخت اُگائے ہیں تمہارے دل میں اپنے یقین کے پہاڑ رکھے ہیں"

اس روایت میں بھی راز دارانہ گفتگو کی گئی ہے اور دونوں روایات دل کے لئے حق کو باطل اور ہدایت کو ضلالت و گمراہی سے جدا کرنے کے لئے واعی کی شرح کر رہی ہیں۔

ہم پھر مناجات کا رخ کرتے ہیں

اس کے بعد امام علیہ السلام خداوند عالم کو اس لطیف و رقیق انداز میں پکارتے ہیں:

"فَیَامَنْ هُوَعَلَی الْمُقْبِلِیْنَ عَلَیْهِ مُقْبِلٌ، وَ بِالْعَطْفِ عَلَیْهِمْ عَائِدٌ مُفْضِلٌ، وَ بِا الْغَافِلِیْنَ عَنْ ذِکْرِهِ رَحِیْمٌ رَءُوفٌ، وَبِجَذْبِهِمْ اِلیٰ بَابِهِ وَدُوْدٌ عَطُوْفٌ"

"اے وہ خدا جو اپنی طرف آنے والوں کا استقبال کرتا ہے اوران پر مسلسل مہربانی کرتا ہے اپنی یاد سے غافل رہنے والوں پر بھی مہربان رہتا ہے اور انھیں محبت کے ساتھ اپنے دروازے کی طرف کھینچ لیتا ہے"

اس مناجات میں دو باتیں شامل ہیں:

بیشک پروردگار عالم اس بندے کا استقبال کرتا ہے جو اس کی خدائی کا اقرار کرتا ہے اور اس پر اپنا فضل وکرم کرتا ہے۔

خداوند عالم اپنے سے غفلت کرنے والے بندوں پر مہربانی وعطوفت کرتا ہے اور ربانی جذبات کے ذریعہ ان سے غفلت دور کر دیتا ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام اللہ سے اس طرح مناجات کرتے ہیں:

"اَسْئَلُكَ اَنْ تَجْعَلَنِیْ مِنْ اَوْفَرِهِمْ مِنْكَ حَظّاً وَاَعْلَاهُمْ عِنْدَكَ مَنْزِلاً وَاَجْزَلِهِمْ مِنْ وُدِّكَ قِسْماً وَاَفْضَلِهِمْ فِیْ مَعْرِفَتِكَ نَصِیْباً"

"خدایا میرا سوال یہ ہے کہ میرے لئے اپنی بہترین نعمت کا سب سے زیادہ حصہ قرار دے اور بہترین منزل کا مالک بنا دے اور اپنی محبت کا عظیم ترین حصہ عطا فرما دے اور اپنی معرفت کا بلند ترین مرتبہ دیدے"۔

دعا کے اس فقرہ سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے: اس جملہ سے پہلے تو امام علیہ السلام خداوند عالم سے یہ درخواست کر رہے تھے کہ مجھ کو ان سے ملحق کر دے اور اب یہ تمنا وآرزو کر رہے ہیں کہ اپنے پاس سے میرے زیادہ فضل اور بلند ترین مقام ومنزلت قرار دے، اب اس سوال کو پہلے سوال سے کیسے ملایا جا سکتا ہے؟

دعا میں اور دعا کرتے وقت امام علیہ السلام کے نفس میں کونسی چیز موجزن ہو رہی تھی کہ امام علیہ السلام نے صالحین سے ملحق ہونے کی دعا کرنے سے پہلے ان پر اپنی سبقت اور امامت کی دعا فرمائی؟

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے اس سوال کی تشریح ضروری ہے اور یہ دعا کے اسرار میں سے ایک راز ہے۔ خداوند عالم

نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ ہم اس سے دعا کرنے سے فرار اختیار نہ کریں، دعا کرنے میں بخل سے کام نہ لیں، جب ہمارا مولا کریم ہے، جب مسئول (جس سے سوال کیا جا رہا ہے) کریم ہے تو اس سے سوال کرنے میں بخل سے کام لینا بہت بری بات ہے، جس کی رحمت کے خزانوں کی کوئی انتہا نہیں ہے، جو ختم ہونے والے نہیں ہیں اور اس کی کثرت عطا سے صرف اس کا جود و کرم ہی زیادہ ہوتا ہے۔ [۱]

خداوند عالم نے ہم کو "عباد الرحمن" کے آداب واخلاق میں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم خداوند عالم سے یہ سوال کریں کہ وہ ہم کو متقین کا امام قرار دے:

"وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَاماً"۔ [۲]

"اور ہم کو متقین کا امام قرار دے"

ہم معصوم علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں یہ اولوا العزمی والا جملہ بہت زیادہ پڑھا کرتے ہیں:

"آثِرْنِيْ وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيَّ اَحَداً"۔

"مجھ کو ترجیح دے اور مجھ پر کسی کو ترجیح نہ دے"

دعائے قاع اور قمہ

دعاؤں کی دو قسمیں ہیں ایک میں بندہ کے مقام اور ان برائیوں اور گناہوں کو مجسم کیا جاتا ہے جن سے انسان مرکب ہے جس کو عربی میں قاع کے نام سے یاد کیا گیا ہے دوسری قسم میں خداوند عالم کے سلسلہ میں انسان کے شوق اور رجحان کو مجسم کیا جاتا ہے اور خداوند عالم کے جود و کرم و سخاوت اور اس کی رحمت کے خزانوں کی کوئی حد نہیں ہے اس کو عربی میں قمہ کہا جاتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعائے اسحار میں دونوں کے مابین اسی نفسی فاصلہ کو بیان فرماتے ہیں:

"اِذَا رَاَيْتُ مَوْلٰی ذُنُوْبِيْ فَزِعْتُ، وَاِذَا رَاَيْتُ كَرَمَكَ طَمِعْتُ"۔

"جب میں اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو ڈر جاتا ہوں اور جب میں تیرے کرم کو دیکھتا ہوں تو پُر امید ہو جاتا ہوں"

اور اسی دعا میں آپ فرماتے ہیں:

"عَظُمَ يَا سَيِّدِيْ اَمَلِيْ وَسَاءَ عَمَلِيْ فَاَعْطِنِيْ مِنْ عَفْوِكَ بِمِقْدَارِ عَمَلِيْ وَلَا تُؤَاخِذْنِيْ بِاَسْوَءِ عَمَلِيْ"۔

---

[۱] دعائے افتتاح میں آیا ہے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْفَاشِيْ فِي الْخَلْقِ اَمْرُهُ وَحَمْدُهُ الظَّاهِرِ بِالْكَرَمِ مَجْدُهُ الْبَاسِطِ بِالْجُوْدِ يَدَهُ اَلَّذِيْ لَا تَنْقُصُ خَزَائِنُهُ وَلَا تَزِيْدُهُ كَثْرَةُ الْعَطَاءِ اِلَّا جُوْداً وَكَرَماً اِنَّهُ هُوَ الْعَزِيْزُ الْوَهَّابُ"۔

"ساری حمد اس خدا کے لئے ہے جس کا امر اور اس کی حمد مخلوقات میں نمایاں ہے اور جس کی بزرگی اس کے کرم کے ذریعہ نمایاں ہے، اور اس کے دونوں ہاتھ بخشش کے لئے کھلے ہوئے ہیں، اس کے خزانوں میں کمی نہیں ہے، اور کثرت عطا اس کے یہاں سوائے جود و کرم کے کسی بات کا اضافہ نہیں ہوتا ہے"

[۲] سورۂ فرقان آیت/ ۷۴

"اے میرے مالک میری امیدیں عظیم ہیں اور میرے اعمال بدترین ہیں مجھے اپنے عفو کرم سے بقدر امید دیدے اور میرے بدترین اعمال کا محاسبہ نہ فرما"

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے جو دعا کمیل بن زیاد نخعی کو تعلیم فرمائی تھی اس میں آپ نے قاع سے ہی آغاز فرمایا ہے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تَهْتِكُ الْعِصَمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تُنْزِلُ النِّقَمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تُغَيِّرُ النِّعَمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تَحْبِسُ الدُّعَاءَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیَ الذُّنُوبَ الَّتِی تُنْزِلُ الْبَلَاءَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِی كُلَّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُهُ وَكُلَّ خَطِیئَةٍ اَخْطَاْتُهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَتَقَرَّبُ اِلَيْكَ بِذِكْرِكَ وَاَسْتَشْفِعُ بِكَ اِلٰی نَفْسِكَ وَاَسْئَلُكَ بِجُودِكَ اَنْ تُدْنِيَنِی مِنْ قُرْبِكَ وَاَنْ تُوزِعَنِی شُكْرَكَ وَاَنْ تُلْهِمَنِی ذِكْرَكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ سُؤَالَ خَاضِعٍ مُتَذَلِّلٍ خَاشِعٍ اَنْ تُسَامِحَنِی وَتَرْحَمَنِی وَتَجْعَلَنِی بِقِسْمِكَ رَاضِياً قَانِعاً وَفِی جَمِيعِ الْاَحْوَالِ مُتَوَاضِعاً اَللّٰهُمَّ وَاَسْئَلُكَ سُؤَالَ مَنِ اشْتَدَّتْ فَاقَتُهُ وَاَنْزَلَ بِكَ عِنْدَ الشَّدَائِدِ حَاجَتَهُ وَعَظُمَ فِيمَا عِنْدَكَ رَغْبَتُهُ اَللّٰهُمَّ عَظُمَ سُلْطَانُكَ وَعَلَا مَكَانُكَ وَخَفِیَ مَكْرُكَ وَظَهَرَ اَمْرُكَ وَغَلَبَ قَهْرُكَ وَجَرَتْ قُدْرَتُكَ وَلَا يُمْكِنُ الْفِرَارُ مِنْ حُكُومَتِكَ اَللّٰهُمَّ لَا اَجِدُ لِذُنُوبِی غَافِراً وَلَا لِقَبَائِحِی سَاتِراً وَلَا لِشَیْءٍ مِنْ عَمَلِیَ الْقَبِيحِ بِالْحَسَنِ مُبَدِّلاً غَيْرَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ ظَلَمْتُ نَفْسِی وَتَجَرَّأْتُ بِجَهْلِی وَسَكَنْتُ اِلٰی قَدِيمِ ذِكْرِكَ لِی وَمَنِّكَ عَلَیَّ اَللّٰهُمَّ مَوْلَایَ كَمْ مِنْ قَبِيحٍ سَتَرْتَهُ وَكَمْ مِنْ فَادِحٍ مِنَ الْبَلَاءِ اَقَلْتَهُ وَكَمْ مِنْ عِثَارٍ وَقَيْتَهُ وَكَمْ مِنْ مَكْرُوهٍ دَفَعْتَهُ وَكَمْ مِنْ ثَنَاءٍ جَمِيلٍ لَسْتُ اَهْلاً لَهُ نَشَرْتَهُ اَللّٰهُمَّ عَظُمَ بَلَائِی وَاَفْرَطَ بِی سُوءُ حَالِی وَقَصُرَتْ بِی اَعْمَالِی وَقَعَدَتْ بِی اَغْلَالِی وَحَبَسَنِی عَنْ نَفْعِی بُعْدُ اَمَلِی وَخَدَعَتْنِی الدُّنْيَا بِغُرُورِهَا وَنَفْسِی بِجِنَايَتِهَا وَمِطَالِی يَا سَيِّدِی فَأَسْئَلُكَ بِعِزَّتِكَ اَنْ لَا يَحْجُبَ عَنْكَ دُعَائِی سُوءُ عَمَلِی وَفِعَالِی وَلَا تَفْضَحْنِی بِخَفِیِّ مَا اطَّلَعْتَ عَلَيْهِ مِنْ سِرِّی"

"خدایا میرے گناہوں کو بخش دے جو ناموس کو بٹہ لگا دیتے ہیں۔ ان گناہوں کو بخش دے جو نزول عذاب کا باعث ہوتے ہیں، ان گناہوں کو بخش دے جو نعمتوں کو متغیر کر دیا کرتے ہیں، ان گناہوں کو بخش دے جو دعاؤں کو تیری بارگاہ تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں، خدایا میرے ان گناہوں کو بخش دے جن سے بلائیں نازل ہوتی ہیں خدایا میرے تمام گناہوں اور میری تمام خطاؤں کو بخش دے خدایا میں تیری یاد کے ذریعہ تجھ سے قریب ہو رہا ہوں اور تیری ذات کو تیری بارگاہ میں شفیع بنا رہا ہوں تیرے کرم کے سہارے میرا یہ سوال ہے کہ مجھے اپنے سے قریب بنالے اور اپنے شکر کی توفیق عطا فرما اور اپنے ذکر کا الہام کرامت فرما خدایا! میں نہایت درجہ خشوع خضوع اور ذلت کے ساتھ یہ سوال کر رہا ہوں کہ میرے ساتھ مہربانی فرما مجھ پر رحم کر اور جو کچھ مقدر میں ہے مجھے اسی

پر قانع بنا دے، مجھے ہر حال میں تواضع اور فروتنی کی توفیق عطا فرما، خدایا! میرا سوال اس بے نوا جیسا ہے جس کے فاقے شدید ہوں اور جس نے اپنی حاجتیں تیرے سامنے رکھ دی ہوں اور جس کی رغبت تیری بارگاہ میں عظیم ہو، خدایا! تیری سلطنت عظیم، تیری منزلت بلند، تیری تدبیر مخفی، تیرا امر ظاہر، تیرا قہر غالب، اور تیری قدرت نافذ ہے اور تیری حکومت سے فرار ناممکن ہے۔۔۔ خدایا میرے گناہوں کے لئے بخشنے والا۔ میرے عیوب کے لئے پردہ پوشی کرنے والا، میرے قبیح اعمال کو نیکیوں میں تبدیل کرنے والا تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔۔ خدایا میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے، اپنی جہالت سے جسارت کی ہے اور اس بات پر مطمئن بیٹھا ہوں کہ تو نے مجھے ہمیشہ یاد رکھا ہے اور ہمیشہ احسان فرمایا ہے۔۔۔ خدایا میری مصیبت عظیم ہے۔ میری بدحالی حد سے آگے بڑھی ہوئی ہے۔ میرے اعمال میں کوتاہی ہے۔ مجھے کمزوریوں کی زنجیروں نے جکڑ کر بٹھا دیا ہے اور مجھے دور دراز امیدوں نے فوائد سے روک دیا ہے، دنیا نے دھوکہ میں مبتلا رکھا ہے اور نفس نے خیانت اور ٹال مٹول میں مبتلا رکھا ہے۔۔۔ میرے آقا و مولا! تجھے تیری عزت کا واسطہ۔ میری دعاؤں کو میری بداعمالیاں روکنے نہ پائیں اور میں اپنے مخفی عیوب کی بنا پر برسر عام رسوا نہ ہونے پاؤں"

یہ قاع عبودیت اور اس پر محیط برائیوں کا مخزن ہے۔ پھر دعا کے آخر میں ہم محبت کی اس بلندی تک پہونچتے ہیں جو بندہ کی آرزو اور اللہ کی وسیع رحمت کے سایہ میں اس کی عظیم آرزو کو مجسم کرتی ہے:

وَهَبْ لِيَ الْجِدَّ فِي خَشْيَتِكَ وَالدَّوَامَ فِي الاِتِّصَالِ بِخِدْمَتِكَ حَتَّىٰ اَسْرَحَ اِلَيْكَ فِي مَيَادِيْنِ السَّابِقِيْنَ وَاُسْرِعَ اِلَيْكَ فِي الْبَارِزِيْنَ وَاَشْتَاقَ اِلَىٰ قُرْبِكَ فِي الْمُشْتَاقِيْنَ وَاَدْنُوَ مِنْكَ دُنُوَّ الْمُخْلِصِيْنَ... وَاَخَافَكَ مَخَافَةَ الْمُوْقِنِيْنَ وَاَجْتَمِعَ فِي جِوَارِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ وَمَنْ اَرَادَنِي بِسُوْءٍ فَاَرِدْهُ وَمَنْ كَادَنِي فَكِدْهُ وَاجْعَلْنِي مِنْ اَحْسَنِ عَبِيْدِكَ نَصِيْباً عِنْدَكَ وَاَقْرَبِهِمْ مَنْزِلَةً مِنْكَ وَاَخَصِّهِمْ زُلْفَةً لَدَيْكَ فَاِنَّهُ لَا يُنَالُ ذٰلِكَ اِلَّا بِفَضْلِكَ"[1]

"اپنا خوف پیدا کرنے کی کوشش اور اپنی مسلسل خدمت کرنے کا جذبہ عطا فرما تاکہ تیری طرف سابقین کے ساتھ آگے بڑھوں اور تیز رفتار افراد کے ساتھ قدم ملا کر چلوں۔ مشتاقین کے درمیان تیرے قرب کا مشتاق شمار ہوں اور مخلصین کی طرح تیری قربت اختیار کروں۔۔۔ خدایا جو بھی کوئی میرے لئے برائی چاہے یا میرے ساتھ کوئی چال چلے تو اسے ویسا ہی بدلہ دینا اور مجھے بہترین حصہ پانے والا، قریب ترین منزلت رکھنے والا اور مخصوص ترین قربت کا حامل بندہ قرار دینا کہ یہ کام تیرے جود و کرم کے بغیر نہیں ہوسکتا"

ہم ابوحمزہ ثمالی سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ماہ رمضان المبارک کی دعائے اسحار میں "قاع" اور "قمہ" کے مابین بہت زیادہ فاصلہ کا مشاہدہ کرتے ہیں اس دعا میں امام علیہ السلام "قاع" سے شروع فرماتے ہیں:

"وَمَا اَنَا يَا رَبِّ وَمَا خَطَرِيْ هَبْنِيْ بِفَضْلِكَ وَتَصَدَّقْ عَلَيَّ بِعَفْوِكَ اَيْ رَبِّ جَلِّلْنِيْ بِسِتْرِكَ وَاعْفُ عَنْ تَوْبِيْخِيْ بِكَرَمِ وَجْهِكَ"

[1] دعائے کمیل

”اے میرے خدا میں کیا اور میری اوقات کیا؟ تو مجھ کو اپنے فضل وکرم ومغفرت سے بخش دے اے میرے خدا اپنی پردہ پوشی سے مجھے عزت دے اور اپنے کرم سے میری تنبیہ کو نظر انداز گناہ فرما دے“۔

”فَلَا تُحْرِقْنِي بِالنَّارِ وَاَنْتَ مَوْضِعُ اَمَلِي وَلَا تُسْكِنِّي الْهَاوِيَةَ فَاِنَّكَ قُرَّةُ عَيْنِي۔۔۔ اِرْحَمْ فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا غُرْبَتِي وَعِنْدَ الْمَوْتِ كُرْبَتِي وَفِي الْقَبْرِ وَحْدَتِي وَفِي اللَّحْدِ وَحْشَتِي وَاِذَا نُشِرْتُ فِي الْحِسَابِ بَيْنَ يَدَيْكَ ذُلَّ مَوْقِفِي وَاغْفِرْ لِي مَا خَفِيَ عَلَى الْاٰدَمِيِّينَ مِنْ عَمَلِي وَاَدِمْ لِي مَا بِهِ سَتَرْتَنِي وَارْحَمْنِي صَرِيعاً عَلَى الْفِرَاشِ تُقَلِّبُنِي اَيْدِي اَحِبَّتِي وَتُفَضَّلْ عَلَيَّ مَمْدُوداً عَلَى الْمُغْتَسَلِ يُقَلِّبُنِي صَالِحُ جِيْرَتِي وَتَحَنَّنْ عَلَيَّ مَحْمُولاً قَدْ تَنَاوَلَ الْاَقْرِبَاءُ اَطْرَافَ جَنَازَتِي وَجُدْ عَلَيَّ مَنْقُولاً قَدْ نَزَلْتُ بِكَ وَحِيداً فِي حُفْرَتِي“

”تو مجھ کو ایسے حالات میں جہنم میں جلا نہ دینا اور قعر جہنم میں ڈال نہ دینا کیونکہ تو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔۔۔اس دنیا میں میری غربت اور موت کے وقت میرے کرب، قبر میں میری تنہائی اور لحد میں میری وحشت اور وقت حساب میری ذلت پر رحم کرنا، اور میرے تمام گناہوں کو معاف کر دینا جن کی لوگوں کو اطلاع بھی نہیں ہے اور اس پردہ داری کو برقرار رکھنا۔ پروردگار! اس وقت میرے حال پر رحم کرنا جب میں بستر مرگ پر ہوں اور احباب کروٹیں بدلوا رہے ہوں اس وقت رحم کرنا جب میں تختۂ غسل پر ہوں اور ہمسایہ کے نیک افراد مجھ کو غسل دے رہے ہوں اس وقت رحم کرنا جب تابوت میں اقرباء کے کاندھوں پر سوار ہوں اس وقت مہربانی کرنا جب میں تنہا قبر میں وارد ہوں“

اس کے بعد امام علیہ السلام مرحلۂ اولوا العزمی اور قمۂ دعا کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَاَلَكَ مِنْهُ عِبَادُكَ الصَّالِحُونَ يَا خَيْرَ مَنْ سُئِلَ وَاَجْوَدَ مَنْ اَعْطٰى اَعْطِنِي سُؤْلِي فِي نَفْسِي وَاَهْلِي وَوَلَدِي، وَارْغَدْ عَيْشِي، وَاَظْهِرْ مُرُوَّتِي، وَاَصْلِحْ جَمِيعَ اَحْوَالِي، وَاجْعَلْنِي اَطَلْتَ عُمْرَهُ وَحَسَّنْتَ عَمَلَهُ وَاَتْمَمْتَ عَلَيْهِ نِعْمَتَكَ وَرَضِيتَ عَنْهُ وَاَحْيَيْتَهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً۔۔۔ اَللّٰهُمَّ خُصَّنِي بِخَاصَّةِ ذِكْرِكَ۔۔۔ وَاجْعَلْنِي مِنْ اَوْفَرِ عِبَادِكَ نَصِيباً عِنْدَكَ فِي كُلِّ خَيْرٍ اَنْزَلْتَهُ وَتُنْزِلُهُ“

اے خدا میں تجھ سے وہ سب کچھ مانگ رہا ہوں جو بندگان صالحین نے مانگا ہے کہ تو بہترین مسئول اور سخی ترین عطا کرنے والا ہے میری دعا کو میرے نفس، میرے اہل وعیال، میرے والدین، میری اولاد، متعلقین اور برادران سب کے بارے میں قبول فرما، میری زندگی کو خوشگوار بنا مروت کو واضح فرما کر میرے تمام حالات کی اصلاح فرما مجھے طولانی عمر، نیک عمل، کامل نعمت اور پسندیدہ بندوں کی مصاحبت عطا فرما۔۔۔خدایا! مجھے اپنے ذکر خاص سے مخصوص کر دے۔۔۔اور میرے لئے اپنے بندوں میں ہر نیکی میں جس کو تو نے نازل کیا ہے اور جس کو تو نازل کرتا ہے سب سے زیادہ حصہ قرار دے۔

اس ”قاع“ سے ”قمہ“ تک کے سفر کو انسان کے اللہ تک سفر کی تعبیر سے یاد کیا گیا ہے یہ سواری آرزو، امید اور اولوا العزمی ہے جب انسان کی آرزو، رجاء (امید) اور اولوا العزمی اللہ سے ہو تو اس سفر کی کوئی حد نہیں ہے۔

تین وسیلے

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام تین چیزوں کو خداوند عالم تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں اور اللہ نے ہم کو اس تک پہنچنے کے لئے وسیلے تلاش کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد خداوند عالم ہے:

"یَااَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْااتَّقُوْااللّٰہَ وَابْتَغُوْااِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ"[1]

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو"

"اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَةَ"[2]

"یہ جن کو خدا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کے لئے وسیلہ تلاش کررہے ہیں"

جن وسائل سے امام علیہ السلام اس سفر میں متوسل ہوئے ہیں وہ حاجت سوال اور محبت ہیں امام علیہ السلام کا کیا کہنا آپ دعا کی کتنی بہترین تعلیم دینے والے ہیں۔

وہ یہ جانتے ہیں کہ انھیں اللہ سے کیا طلب کرنا چاہئے، اور کیسے طلب کرنا چاہئے اور اللہ کی رحمت کے مواقع کہاں ہیں:

پہلا وسیلہ: حاجت

حاجت بذات خود اللہ کی رحمت کی ایک منزل ہے بیشک خداوند عالم کریم ہے وہ اپنی مخلوق یہاں تک کہ حیوان اور نباتات پر ان کی ضرورت کے مطابق بغیر کسی سوال کے اپنی رحمت نازل کرتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا سے طلب اور سوال نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ حاجت کے پہلو میں سوال اور طلب اللہ کی رحمت کے دروازوں میں سے ایک دوسرا دروازہ ہے۔ جب لوگ پیاس کا احساس کرتے ہیں تو خداوند عالم ان کو سیراب کرتا ہے جب ان کو بھوک لگتی ہے تو خداوند عالم انکو کھانا دیتا ہے اور جب وہ برہنہ ہوتے ہیں تو خداوند عالم ان کو کپڑا عطا کرتا ہے:

"وَاِذَامَرِضْتُ فَھُوَیَشْفِیْنِ"[3]

"اور جب بیمار ہوجاتا ہوں تو وہی شفا بھی دیتا ہے"۔

یہاں تک کہ اگر ان کو خدا کی معرفت نہ ہو وہ یہ بھی نہ جانتے ہوں کہ کیسے اللہ سے دعا کرنا چاہئے اور اس سے کیا طلب کرنا چاہئے:

"یامَن یُعطی من سئالہ یامن یعطی من لم یسألہ ومَن لم یعرفہ تحنُّنا منہ ورحمۃ"[4]

"اے وہ خدا جو اپنے تمام سائلوں کو دیتا ہے اے وہ خدا جو اسے بھی دیتا ہے جو سوال نہیں کرتا ہے بلکہ اسے پہچانتا بھی نہیں ہے"

---

[1] سورۂ مائدہ آیت/ ۳۵۔

[2] سورۂ اسراء آیت ۵۷۔

[3] شعراء آیت/ ۸۰۔

[4] رجب کے مہینہ کی دعائیں۔

ہم حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کی مناجات میں اللہ کی رحمت نازل کرنے کے لئے اس عمدہ اور ربّانی نکتہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:

"مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْمَوْلَی وَ أَنَا الْعَبْدُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْعَبْدَ إِلَّا الْمَوْلَی مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْمَالِكُ وَ أَنَا الْمَمْلُوكُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَمْلُوكَ إِلَّا الْمَالِكُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْعَزِیزُ وَ أَنَا الذَّلِیلُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الذَّلِیلَ إِلَّا الْعَزِیزُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْخَالِقُ وَ أَنَا الْمَخْلُوقُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَخْلُوقَ إِلَّا الْخَالِقُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْعَظِیمُ وَ أَنَا الْحَقِیرُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْحَقِیرَ إِلَّا الْعَظِیمُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْقَوِیُّ وَ أَنَا الضَّعِیفُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الضَّعِیفَ إِلَّا الْقَوِیُّ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْغَنِیُّ وَ أَنَا الْفَقِیرُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْفَقِیرَ إِلَّا الْغَنِیُّ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْمُعْطِی وَ أَنَا السَّائِلُ وَ هَلْ یَرْحَمُ السَّائِلَ إِلَّا الْمُعْطِی مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْحَیُّ وَ أَنَا الْمَیِّتُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَیِّتَ إِلَّا الْحَیُّ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْبَاقِی وَ أَنَا الْفَانِی وَ هَلْ یَرْحَمُ الْفَانِیَ إِلَّا الْبَاقِی مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الدَّائِمُ وَ أَنَا الزَّائِلُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الزَّائِلَ إِلَّا الدَّائِمُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الرَّازِقُ وَ أَنَا الْمَرْزُوقُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَرْزُوقَ إِلَّا الرَّازِقُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْجَوَادُ وَ أَنَا الْبَخِیلُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْبَخِیلَ إِلَّا الْجَوَادُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْمُعَافِی وَ أَنَا الْمُبْتَلَی وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمُبْتَلَی إِلَّا الْمُعَافِی مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْكَبِیرُ وَ أَنَا الصَّغِیرُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الصَّغِیرَ إِلَّا الْكَبِیرُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْهَادِی وَ أَنَا الضَّالُّ وَ هَلْ یَرْحَمُ الضَّالَّ إِلَّا الْهَادِی مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الرَّحْمَنُ وَ أَنَا الْمَرْحُومُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَرْحُومَ إِلَّا الرَّحْمَنُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ السُّلْطَانُ وَ أَنَا الْمُمْتَحَنُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمُمْتَحَنَ إِلَّا السُّلْطَانُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الدَّلِیلُ وَ أَنَا الْمُتَحَیِّرُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمُتَحَیِّرَ إِلَّا الدَّلِیلُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْغَفُورُ وَ أَنَا الْمُذْنِبُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمُذْنِبَ إِلَّا الْغَفُورُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْغَالِبُ وَ أَنَا الْمَغْلُوبُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَغْلُوبَ إِلَّا الْغَالِبُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الرَّبُّ وَ أَنَا الْمَرْبُوبُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْمَرْبُوبَ إِلَّا الرَّبُّ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ أَنْتَ الْمُتَكَبِّرُ وَ أَنَا الْخَاشِعُ وَ هَلْ یَرْحَمُ الْخَاشِعَ إِلَّا الْمُتَكَبِّرُ مَوْلَایَ یَا مَوْلَایَ ارْحَمْنِی بِرَحْمَتِكَ وَ ارْضَ عَنِّی بِجُودِكَ وَ كَرَمِكَ یَا ذَا الْجُودِ وَ الْإِحْسَانِ وَ الطَّوْلِ وَ الِامْتِنَانِ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِینَ وَ صَلَّی اللَّهُ عَلَی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ أَجْمَعِینَ"[1]

"اے میرے مولا تو مولا ہے اور میں تیرا بندہ۔ اب بندہ پر مولا کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ اے میرے مولا اے میرے مالک تو مالک ہے اور میں مملوک اور مملوک پر مالک کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو عزیز ہے اور میں ذلیل ہوں اور ذلیل پر عزیز کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں اور مخلوق پر خالق کے علا

[1] مفاتح الجنان اعمال مسجد کوفہ مناجات امیر المومنین علیہ السلام۔

وہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو عظیم ہے اور میں حقیر ہوں اور حقیر پر عظیم کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو قوی ہے اور میں کمزور ہوں اور کمزور پر طاقتور کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو غنی ہے اور میں فقیر ہوں اور فقیر پر غنی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو معطی ہے اور میں سائل ہوں اور سائل پر معطی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ اے میرے مولا میرے مولا تو زندہ ہے اور میں مرنے والا ہوں اور مرنے والے پر زندہ کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا میرے مولا تو باقی ہے اور میں فانی ہوں اور فانی پر باقی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ اے میرے مولا میرے مولا تو ہمیشہ رہنے والا ہے اور میں مٹنے والا ہوں اور مٹنے والے پر رہنے والے کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا میرے مولا تو رازق ہے اور میں محتاج رزق ہوں اور محتاج پر رازق کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو جواد ہے اور میں بخیل ہوں اور بخیل پر جواد کے علاوہ کون رحم کرے گا؟ میرے مولا اے میرے مولا تو عافیت دینے والا ہے اور میں مبتلا ہوں اور درد بتلا پر عافیت دینے والے کے علاوہ کون رحم کرسکتا ہے۔ میرے مولا اے میرے مولا تو کبیر ہے اور میں صغیر ہوں اور صغیر پر کبیر کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو ہادی ہے اور میں گمراہ ہوں اور گمراہ پر ہادی کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو رحمن ہے اور میں قابل رحم ہوں اور قابل رحم پر رحمان کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو بادشاہ ہے اور میں منزل امتحان میں ہوں اور ایسے بندۂ امتحان پر بادشاہ کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو راہنما ہے اور میں سرگرداں ہوں اور کیا سرگرداں پر راہنما کے علاوہ اور کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو بخشنے والا ہے اور میں گناہگار ہوں اور گناہگار پر بخشنے والے کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو غالب ہے اور میں مغلوب ہوں اور مغلوب پر غالب کے علاوہ اور کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو رب ہے اور میں مربوب ہوں اور پرورش پانے والے رب

کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو صاحب کبریائی ہے اور میں بندۂ ذلیل ہوں اور بندۂ ذلیل پر خدائے کبیر کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا اے میرے مولا تو اپنی رحمت سے مجھ پر رحم فرما اور اپنے جودوکرم وفضل سے مجھ سے راضی ہوجا اے صاحب جودواحسان اور اے صاحب کرم وامتنان"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اس بہترین مناجات کے ان جملوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی حاجت اور فقر کے لئے متوسل ہوتے ہیں اور بندہ کی حاجت اور اس کے فقر کو اللہ کی رحمت نازل ہونے کا مورد قرار دیتے ہیں۔

بیشک مخلوق اللہ کی رحمت نازل کرانا چاہتی ہے حقیر عظیم کی رحمت نازل کرانا چاہتا ہے ضعیف قوی کی فقیر غنی کی مرزوق رازق کی، مبتلا معافی کی، گمراہ ہادی کی، گناہگار غفور کی، حیران وسرگردان، ذلیل اور مغلوب غالب کی رحمت کی رحمت نازل ہونے کے خواستگار ہیں۔

یہ اللہ کی تکوینی سنتیں ہیں اور اللہ کی سنتوں میں ہرگز تبدیلی نہیں آسکتی جب حاجت اور فقر ہوگا تو ان موقفوں کے لئے اللہ کی

رحمت اور فضل ہوگا جس طرح پانی نیچی جگہ پر گرتا ہے اللہ کی رحمت حاجت وضرورت کے مقام پر نازل ہوتی ہے اللہ کریم وجواد ہے اور کریم حاجت وضرورت کے مقامات کی رعایت کرتا ہے اور اپنی رحمت اس سے مخصوص کر دیتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعائے سحر میں جس کو آپ نے ابوحمزہ ثمالی کو تعلیم فرمایا تھا میں فرماتے ہیں: ''اعطنی فقری، وارحمنی لضعفی''

یعنی آپ نے فقر اور ضعف کو وسیلہ قرار دیا ہے اور انھیں کے ذریعہ آپ اللہ کی رحمت سے متوسّل ہوتے ہیں۔

یہ فطری بات ہے کہ اس کلام کو مطلق قرار دینا ممکن نہیں ہے اور ایک ہی طریقہ میں منحصر نہیں کیا جا سکتا ہے بیشک اللہ کی رحمت نازل ہونے کے دوسرے اسباب بھی ہیں اور دوسرے موانع ورکاوٹیں بھی ہیں جن سے اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی اور اللہ کی سنتوں میں مبتلا ہونے کا سبب بھی ہیں۔

ہمارا یہ کہنا ہے: بیشک حاجت اور فقر کی وجہ سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے تو ہمارے لئے اس گفتار کو اس الٰہی نظام کے مطابق اور اس کے دائرہ میں رہنا چاہئے اور یہ معرفت کا وسیع باب ہے جس کو ہم اس وقت چھیڑنا نہیں چاہتے ہیں عنقریب ہم توفیق پروردگار کے ذریعہ اس حقیقت کی مناسب یا ضروری تشریح کریں گے۔

ہم قرآن کریم میں بہت سے ایسے نمونے دیکھتے ہیں جن میں حاجت اور فقر کو پیش کیا گیا ہے اور ان کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل ہوئی ہے اور اللہ نے ان کو قبولیت کے درجہ تک پہنچایا ہے حاجت بھی اُسی طرح قبول ہوتی ہے جس طرح سے دعا اور سوال قبول ہوتے ہیں بیشک خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا بھی دعا کی ایک قسم ہے ان نمونوں کو قرآن کریم نے اللہ کے صالحین بندوں کی زبانی نقل کیا ہے۔

ا۔عبد صالح حضرت ایوب علیہ السلام کا خداوند عالم کی بارگاہ میں سختیوں اور مشکلات کے وقت اپنی حاجت پیش کرنا۔

''وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾''[1]

''اور ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری نے چھولیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیماری کو دور کر دیا اور انھیں ان کے اہل وعیال دیدئے اور ویسے ہی اور بھی دیدئے کہ یہ ہماری طرف سے خاص مہربانی تھی اور یہ عبادت گذار بندوں کے لئے ایک یاددہانی ہے''

قرآن کریم اس فقرہ میں کوئی بھی دعا نہیں کی گئی ہے جس کی قرآن کریم نے اس امتحان دینے والے صالح بندہ کی زبانی نقل کیا ہے لیکن خداوند عالم نے فرمایا ہے:

---

[1] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۳۔ ۸۴۔

"فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ فَكَشَفۡنَا مَا بِهٖ مِنۡ ضُرٍّ"[1]

"تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیماری کو دور کر دیا"

گویا حاجت اور فقر کا خدا کی بارگاہ میں پیش کرنا دعا کی ایک قسم ہے۔

۲۔ عبد صالح ذوالنون نے اپنے فقر و حاجت اور اپنے نفس پر ظلم کرنے کو خدا کی بارگاہ میں پیش کیا جب آپ سمندر میں شکم ماہی کے گھپ اندھیرے میں تھے:

"وَذَا النُّوۡنِ اِذۡ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ‌ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ۚ‌ۖ ۸۷ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ‌ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۸۸"[2]

"اور یونس کو یاد کرو کہ جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جا کر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انھیں غم سے نجات دلا دی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں"

اس طرح کی استجابت طلب کے لئے نہیں ہے یہ حاجت اور فقر کے لئے ہے عبد صالح ذوالنون نے اس کلمہ: "سُبۡحٰنَكَ ‌ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ"[3]

"اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا" کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا خدوند عالم نے اس کو قبول کیا اور ان کو غم سے نجات دی:

"فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ"[4]

"تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انھیں غم سے نجات دلا دی"

۳۔ ہم کو قرآن کریم میں اللہ، موسیٰ بن عمران اور ان کے بھائی ہارون کا یہ کلمہ بھی ملتا ہے جب انھوں نے فرعون تک اپنی رسالت کا پیغام پہنچانے کے لئے اللہ سے دعا کی:

"اِذۡهَبَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى ‌ۖ ۴۳ فَقُوۡلَا لَهٗ قَوۡلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوۡ يَخۡشٰى ۴۴ قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ يَّفۡرُطَ عَلَيۡنَاۤ اَوۡ اَنۡ يَّطۡغٰى ۴۵"[5]

---

[1] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۳۔ ۸۴۔

[2] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۷۔ ۸۸۔

[3] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۷۔ ۸۸۔

[4] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۷۔ ۸۸۔

[5] سورۂ طٰہ آیت ۴۳۔ ۴۵۔

"تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ وہ سرکش ہو گیا ہے، اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا خوفزدہ ہو جا ئے، ان دونوں نے کہا کہ پروردگار ہمیں یہ خوف ہے کہ کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا اور سرکش نہ ہو جائے"

ان دونوں نے اللہ سے فرعون اور اس کی بادشاہت کے مقابلہ میں خدا سے اپنی حمایت اور مدد کی درخواست نہیں کی اور نہ ہی اپنی ضرورت کے لئے امن وامان کی درخواست کی ہے بلکہ انھوں نے اپنی کمزوری، فرعون کی عوام الناس پر گرفت، فرعون کی طاقت اور اس کی سرکشی کا تذکرہ کیا:

"إِنَّنَا نَخَافُ أَن يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ أَن يَطْغَىٰ"

"ان دونوں نے کہا کہ پروردگار ہمیں یہ خوف ہے کہ کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا وہ سرکش نہ ہو جائے"

اللہ نے ان کی اس درخواست کو مستجاب کرتے ہوئے ان کی حمایت اور تائید میں فرمایا:

"قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ"[۱]

"ارشاد ہوا تم ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سب کچھ سن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں"

۴۔ چوتھا نمونہ عبد صالح حضرت نوح علیہ السلام کا وہ کلمہ ہے جو آپ نے اپنے بیٹے کو طوفان میں غرق ہونے سے بچانے کی خاطر اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا تھا:

"وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ﴿٤٥﴾"[۲]

"اور نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ پروردگار میرا فرزند میرے اہل میں سے ہے اور تیرا وعدہ اہل کو بچانے کا برحق ہے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"

بہر حال حاجت اور فقر کے وقت بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے یہاں تک کہ حیوانات اور نباتات کی ضرورتوں اور فقر کے لئے بھی اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

جب پیاس لگتی ہے تو اللہ ان کو سیراب کرتا ہے اور جب بھوک لگتی ہے تو اللہ ان کو سیر کرتا ہے اور کھانا کھلاتا ہے یہ معرفت کا بہت وسیع وعریض باب ہے اور ہم اس کے ایک پہلو کو رحاب القرآن کے سلسلہ کی کتاب ''شرح الصدر'' میں بیان کر چکے ہیں۔

دوسرا وسیلہ: دعا

یہ اللہ کی رحمت کی کنجیوں میں سے ایک کنجی ہے

خداوند عالم فرماتا ہے:

---

[۱] سورۂ طٰہٰ آیت/۴۶۔

[۲] سورۂ ہود آیت/۴۵۔

"ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "[1]

"مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

اور خدا کا فرمان ہے:

"قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ "[2]

"پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمہاری پرواہ بھی نہ کرتا"

تیسرا وسیلہ: محبت

بیشک بندہ محبت کے ذریعہ اللہ کی رحمت نازل کراتا ہے جو کسی دوسرے امر کے ذریعہ نازل نہیں ہوتی ہے

اب ہم ان تینوں وسیلوں کے سلسلہ میں تفکر کرتے ہیں جن کو امام نے خداوند عالم تک رسائی کے لئے اپنا وسیلہ قرار دیا ہے۔

"رِضَاكَ بُغْیَتِیْ وَرُؤْ یَتِكَ حَاجَتِیْ... وَعِنْدَكَ دَوَاءُ عِلَّتِیْ وَشِفَاءُ غُلَّتِیْ وَبَرْدُلَوْعَتِیْ وَ كَشْفُ كُرْبَتِیْ "[3]

"تیری ہی رضا میرا آرزو ہے اور تیرا ہی دیدار میری حاجت ہے اور تے را ہی ہمسایہ میرا مطلوب ہے تیرے پاس میرے مرض کی دوا ہے اور میری تشنگی کا علاج ہے غم کی بے قراری کی ٹھنڈک، رنج وغم کی دوری تیرے ہی ذمہ ہے" یہ وسیلۂ حاجت وفقر ہے۔

"جوارك طلبی وقربك غایة سؤ لی... فكن انیسی فی وحشتی ومقیل عثرتی وغافر زلّتی وقابل توبتی، ومجیب دعوتی، وولی عصمتی ومغنی فاقتی"

"اور تے را ہی ہمسایہ میرا مطلوب ہے اور تیرا قرب میرے سوالات کی انتہا ہے۔۔۔پس تو میری وحشت میں میرا انیس، ہو جا لغزشوں میں سنبھالنے والا خطاؤں کو معاف کرنے والا اور میری توبہ کو قبول کرنے والا، میری دعا کا قبول کرنے والا، میری حفاظت کا ذمہ دار اور فاقہ میں غنی بنانے والا ہے" یہ وسیلہ دعا ہے۔

"فانت لاغیرك مرادی، ولك لالسواك سهری وسهادی، ولقاء ك قرّة عینی ووصلك منیٰ نفسی والیك شوقی، وفی محبّتك ولهی والی هواك صبابتی"

"فقط تو میری مراد ہے اور تیرے ہی لئے میں راتوں کو جاگتا ہوں کسی اور کے لئے نہیں۔ اور تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور تیرا وصال میرے نفس کی امید ہے اور تیری جانب میرا شوق ہے اور تیری ہی محبت میں میری بیقراری ہے تیری ہی خواہش کی طرف میری توجہ ہے" یہ وسیلہ محبت ہے۔

---

[1] سورۂ غافر آیت ۶۰۔

[2] سورۂ فرقان آیت ۷۷۔

[3] مناجات مریدین

اب ہم امام کے کلام کے اس فقرہ کے بارے میں غور وفکر کرتے ہیں اور یہ دعا کا عمدہ جملہ ہے بیشک فن اور ادب کے مانند دعا کے عمدہ و بہترین درجہ ہیں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

"فقد انقطعت اليك همتي وانصرفت نحوك رغبتي، فانت لاغيرك مرادي، ولك لاسواك سهري وسهادي ولقاءك قرة عيني"

"اس لئے کہ میری ہمت تیری ہی طرف ہے اور میری رغبت تیری ہی بارگاہ کی طرف ہے فقط تو میری مراد ہے اور تیرے ہی لئے میں راتوں کو جاگتا ہوں کسی اور کے لئے نہیں تیری ملاقات میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"

جو چیز "انقطاع" میں ہے وہ "تعلق" میں نہیں ہے امام علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"فقد تعلقت بک ھمتی"، نہیں فرمایا ہے بیشک اللہ سے لولگانا دوسروں سے لولگانے کو منع نہیں کرتا ہے۔ جب بندہ خدا سے لولگانے میں صادق ہے اور یہ کہتا ہے:

"فقد انقطعت اليك همتي" بیشك "انقطاع" ایجابی اور سلبی دونوں معنی کا متضمن ہے۔ پس انقطاع "من الخلق الی الله"، انقطاع "الی الله" اس جملہ کے ایجابی معنی ہیں جن کا امام نے قصد فرمایا ہے۔

بیشک محبت میں اخلاص فصل اور وصل ہے فصل یعنی اللہ کے علاوہ دوسروں سے فاصلہ و دوری اختیار کرنا، اللہ اور اللہ نے جن کی محبت کا حکم دیا ہے ان سے وصل (ملنا) ہے اور یہ دونوں ایک قضیہ کے دورخ ہیں۔

جب محبت خالص اور پاک وصاف ہوتی ہے تو وہ دو باتوں کی متضمن ہوتی ہے: محبت و برائت، اور وصل و فصل وانقطاع من الخلق "الی اللہ" ہے۔

یہی معنی دوسرے جملے "وانصرفت اليك رغبتي" کے بھی ہیں۔

انصراف الی اللہ سے "اعراض" اور "اقبال" دونوں مراد ہیں۔ اعراض یعنی اللہ کے علاوہ دوسروں سے روگردانی کرنا اور "اقبال" سے مراد اللہ اور اللہ نے جس سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے ان کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

پھر اس حقیقت کے لئے تیسری تاکید جو ان سب میں بلیغ ہے، اس میں محبت اور انصراف الی اللہ کے معنی کو شامل ہے اور خدا کے علاوہ دوسروں سے منقطع ہونا ہے:

"فانت لاغيرك مرادي ولك لالسواك سهوي وسهادي"

"سهو" اور "سهاد" نیند کے برعکس ہیں "سهو" یعنی محبت کی وجہ سے رات میں نمازیں پڑھنا۔ "سهاد" بیداری کی ایک قسم ہے اور یہ حالت انسان کو اپنے کسی اہم کام میں مشغول ہونے کے وقت پیش آتی ہے جس سے اس کی نیند اڑ جاتی ہے اور انسان اللہ سے لولگانے کا مشتاق ہوتا ہے۔

یہ دونوں محبت کی حالتیں ایک دوسرے کے مثل ہیں: انس اور شوق۔ بندہ کا اللہ کے ذکر سے مانوس ہونا، اور اللہ کا بندہ کے

پاس اس طرح حاضر ہونا کہ بندہ اپنی دعا، ذکر، مناجات اور نماز میں خدا کے حاضر ہونے کا احساس کرتا ہے اور اللہ سے ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے۔

محب اللہ کی بارگاہ میں ان دونوں باتوں کو سمجھ کر حاضر ہوتا ہے تو یہ دونوں حالتیں اسکی نیند اڑا دیتی ہیں اس کو بیدار کر دیتی ہیں جب لوگ گہری نیند میں سو جاتے ہیں اور نیند کی وجہ سے اپنے احساس بیداری اور شعور کو کھو بیٹھتے ہیں۔

بیشک نیند ایک ضرورت ہے تمام لوگ اس سے اپنا حصہ اخذ کرتے ہیں جس طرح وہ کھانے پینے سے اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں چاہے وہ لوگ صالح و نیک ہوں یا برے ہوں۔ یہاں تک کہ انبیاء اور صدیقین بھی سوتے تھے۔

لیکن ایک شخص جو ضرورت بھر سوتا ہے جس طرح وہ کھانے پینے سے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو شخص نیند کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور نینداس پر غالب آ جاتی ہے ان دونوں آدمیوں کے درمیان فرق ہے۔

اولیاء اللہ نیند کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے ہیں بیشک نیندان کی ضرورت ہے اور وہ اپنی ضرورت کے مطابق اس سے اپنا حصہ اخذ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد ہی سوتے تھے اور آپ کا فرمان تھا کہ میرے سر کے پاس وضو کا پانی رکھ دینا تا کہ میں خدا کی بارگاہ میں حاضری دے سکوں۔

جب آپ کے لئے نرم اور آرام وہ بستر بچھایا جاتا تھا تو آپ اسکو اٹھانے کا حکم دیدتے تھے اس لئے کہ کہیں ان پر نیند غالب نہ آجائے۔

آپ سخت چٹائی پر آرام فرماتے تھے یہاں تا کہ چٹائی ان کے پہلو پر اثر انداز ہو اور آپ پر نیند غالب نہ آجائے۔

خداوند عالم نے رات میں مناجات، ذکر اور اپنے تقرب کے وہ خزانے قرار دئے ہیں جو دن میں نہیں قرار دئے ہیں۔ ان کی طرح رات کے لئے بھی افراد ہیں جو رات میں نمازیں پڑھتے ہیں جب لوگ سو جاتے ہیں، جب لوگ سستی میں پڑے رہتے ہیں تو یہ ہشاش بشاش ہوتے ہیں۔ جب لوگ اپنے بستروں پر گہری نیند میں سوئے رہتے ہیں۔ تو یہ اللہ سے ملاقات کر کے عروج پر پہنچتے ہیں۔

رات کے لئے بھی دولت ہے جس طرح دن کے لئے دولت ہے، رات میں بھی دن کی طرح خزانے ہیں۔ عوام الناس دن کی دولت، اسکے خزانے کو پہچانتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ہیں جو رات کی دولت اور اسکے خزانے کی قیمت سے واقف ہیں اور جب انسان رات اور دن کی دولت سے ایک ساتھ بہرہ مند ہوتا ہے تو اسے انصاف پسند، متوازن اور راشد کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ایک ساتھ دونوں سے بہرہ مند ہوتے تھے اور بالکل متوازن طور پر دونوں کو اخذ کئے ہوئے تھے۔ آپ نے رات سے محبت، اخلاص اور ذکر اخذ کیا اور دن سے طاقت، حکومت اور مال اخذ کیا تا کہ دین کی دعوت اور اسکے محکم و مضبوط ہونے پر متمکن ہو جائیں اور رات میں آپ معین وقت پر عبادت کیلئے اٹھتے تھے اور رسالت جیسے ثقیل و سنگین عہدے کو اٹھانے پر متمکن تھے:

"يَآيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ② نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ③ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ④ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ⑤ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ⑥ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ

سَبۡحًا طَوِیۡلًا ؁۷ [1]

"اے میرے چادر لپیٹنے والے رات کو اٹھو مگر ذرا کم آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دو یا کچھ زیادہ کر دو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو ہم عنقریب تمہارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں بیشک رات کا اٹھنا نفس کی پامالی کے لئے بہترین ذریعہ اور ذکر کا بہترین وقت ہے یقیناً آپ کے لئے دن میں بہت سے مشغولیات ہیں"

اور ہمارے لئے اس مقام پر رات اور اسکے رجال کے سلسلہ میں حدیث قدسی سے ایک روایت کا نقل کرنا بہتر ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ خداوند عالم نے بعض صدیقین پر وحی نازل کی ہے:

"ان لی عباد من عبادی یحبّونی فاحبّھم ویشتاقون الی واشتاق الیھم ویذکرونی واذکرھم وینظرون الیَّ و انظر الیھم وان حذوت طریقھم احببتُك وان عدلت منھم مقتّك قال:یاربّ وماعلا متھم ؟قال:یراعون الظلال بالنھار کمایراعی الراعی الشفیق غنمہ، ویحنّون الیٰ غروب الشمس کما یحنّ الطیرالی وکرہ عند الغروب، فاذاجنّھم اللیل واختلط الظلام، وفرشت الفرش، ونصبت الا سرۃ وخلا کلّ حبیب بحبیبہ نصبواالیّ اقدامھم وافترشواالیّ وجوھھم، وناجونی بکلامی، وعلقواالیّ بانغامی فمن صارخ وباكٍ، وَمتأوِّهٍ شاكٍ، ومن قائم وقاعدوراکع وساجد بعینی مایتحملون من اجلی، وبسمعی مایشکون من حبّی اول مااعطیھم ثلاث:

۱۔ آقذف من نوری فی قلوبھم فیخبرون عنّی کمااخبرعنھم۔

۲۔ والثانیۃ:لو کانت السماوات والارض فی موازینھم لاستقللتھالھم۔

۳۔ والثالثۃ:أُقبل بوجھی الیھم، افتریٰ من اقبلت بوجھی علیہ یعلم احد مااریداعطیہ؟" [2]

"میرے کچھ بندے مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں، وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا مشتاق ہوں وہ میرا ذکر کرتے ہیں میں ان ذکر کرتا ہوں وہ مجھے دیکھتے ہیں اور میں ان کو دیکھتا ہوں اگر تم بھی انھیں کا طریقہ اپناؤ گے تو میں تم سے بھی محبت کرونگا اور اگر اس سے روگردانی کرو گے تو تم سے ناراض ہو جاؤنگا۔سوال کیا گیا پروردگار عالم ان کی پہچان کیا ہے؟ آواز آئی کہ وہ دن میں اپنے سایہ تک کی اس طرح مراعات کرتے ہیں کہ جیسے کوئی مہربان چوپان اپنے گلّہ کی، اور وہ غروب شمس کے اسی طرح مشتاق رہتے ہیں جیسے پرندہ غروب کے وقت اپنے آشیانہ میں پہنچنے کے مشتاق رہتے ہیں پس جب رات ہوتی ہے اور ہر طرف اندھیرا چھا جاتا ہے بستر بچھ جاتے ہیں پلنگ بچھا دئے جاتے ہیں ہر حبیب اپنے محبوب کے پاس خلوت میں چلا جاتا ہے تو وہ اپنے قدم میری

---

[1] سورۂ مزمل آیت/۱۔۷۔

[2] لقاءاللہ ص ۱۰۴۔

طرف بڑھا دیتے ہیں میری طرف اپنے رخ کر لیتے ہیں میرے کلام کے ذریعہ مجھ سے مناجات کرتے ہیں نیز منظوم کلام کے ذریعہ میری طرف متوجہ ہوجاتے ہیں تو کتنے ہیں جو چیخ چیخ کر روتے ہیں، کتنے ہیں جو آہ اور شکوہ کرتے ہیں، کتنے ہیں جو کھڑے رہتے ہیں، کتنے ہیں جو بیٹھے رہتے ہیں، رکوع کرتے رہتے ہیں سجدہ کرتے رہتے ہیں میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ میری خاطر کیا کیا برداشت کرتے رہتے ہیں میں سنتا رہتا ہوں جو وہ میری میری محبت کی خاطر پیش آنے والی مشکلات کا شکوہ کرتے ہیں میں سب سے پہلے ان کو تین چیزیں عطا کرونگا:

۱۔ میں ان کے دلوں میں اپنا نور ڈال دونگا تو وہ میرے بارے میں اسی طرح بتائیں گے جیسے میں ان کے بارے میں بتا ؤنگا۔

۲۔ اگر آسمان وزمین ان کی ترازوؤں میں ہو تو میں ان کے لئے آسمان وزمین کا وزن بھی کم کردوں گا۔

۳۔ میں ان کی طرف توجہ کرونگا اور جس کی طرف میں اپنا رخ کرلوں تو کسی کو کیا معلوم میں اسے کیا دے دوں گا"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

"كان مما اوحیٰ الله تعالى الى موسى بن عمران: كذّب مَن زعم انه يحبّنى فاذا جنّه الليل نام عنّى، يابن عمران، لورأيت الذين يقومون لى فى الدجىٰ وقد مثلت نفسيبين اعينهم، يخاطبونى وقد جللت عن المشاهدة، ويكلمونى وقد عززت عن الحضور۔ يابن عمران، هب لى من عينك الدموع، ومن قلبك الخشوع، ثم ادعنى فى ظلمة اللّيالى تجدنى قريبا مجيبا"۔[1]

"خداوند عالم نے حضرت موسیٰ بن عمران سے کہا کہ: جو شخص رات میں مجھ سے راز و نیاز نہیں کرتا وہ میرا محب نہیں، فرزند عمران اگر تم ان افراد کو دیکھو گے کہ جو تاریکئ شب میں میری بارگاہ میں آتے ہیں اور میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوں تو وہ مجھ سے مخاطب ہوتے ہیں جبکہ میں نظر نہیں آتا ہوں تو وہ مجھ سے کلام کرتے ہیں حالانکہ میں ان کے سامنے حاضر نہیں ہوتا، اے فرزند عمران اپنی آنکھوں سے اشک گریاں اور دل سے خشوع مجھے ہدیہ کرو پھر مجھے تاریکئ شب میں پکارو تو مجھے اپنے قریب اور اپنی دعا کا قبول کرنے والا پاؤ گے"

نہج البلاغہ کے خطبہ متقین میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رات کی تاریکی میں مناجات کرنے والے اولیاء اللہ کی پروردگار عالم کی بارگاہ میں حاضری کے حالات کی اس طرح عکاسی فرماتے ہیں:

"اما اللَّيْلُ فَصَافُّوْنَ اَقْدَامَهُمْ، تَالِيْنَ لاجْزَاءِ الْقُرْآنِ يُرَتِّلُوْنَهَا تَرْتِيلاً، يُحَزِّنُوْنَ بِهِ اَنْفُسَهُمْ وَيَسْتَثِيْرُوْنَ بِهِ دَوَاءَ دَائِهِمْ فَاِذَامَرُّوْابِآيَةٍ فِيْهَا تَشْوِيْقٌ رَكَنُوْا اِلَيْهَا طَمَعاً وَتَطَلَّعَتْ نُفُوْسُهُمْ اِلَيْهَا شَوْقاً وَظَنُّوْا اَنَّهَا نُصْبُ اَعْيُنِهِمْ وَاِذَامَرُّوا بِآيَةٍ فِيْهَا تَخْوِيْفٌ اَصْغَوْا اِلَيْهَا مَسَامِعَ قُلُوْبِهِمْ وَظَنُّوْا اَنَّ

[1] لقاء اللہ صفحہ/ ۱۰۔

زَفِيْرَ جَهَنَّمَ وَشَهِيْقَهَا فِيْ اُصُوْلِ اٰذَانِهِمْ فَهُمْ حَانُوْنَ عَلٰى اَوْسَاطِهِمْ مُفْتَرِشُوْنَ لِجِبَاهِهِمْ وَاَكُفِّهِمْ وَرُكَبِهِمْ وَاَطْرَافِ اَقْدَامِهِمْ يَطْلُبُوْنَ اِلَى اللهِ تَعَالٰى فِيْ فِكَاكِ رِقَابِهِمْ۔

وَاَمَّا النَّهَارُ فَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ قَدْ بَرَاهُمُ الْخَوْفُ بَرْيَ الْقِدَاحِ۔۔۔" [1]

"رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں جس سے اپنے دلوں میں غم و اندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈ ھتے ہیں جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو، تو اس کی طمع میں ادھر جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پر کیف) منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے جس میں (جہنم سے) ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ دوزخ کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار اُن کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے، وہ (رکوع) اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں) اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے اللہ سے گلوخلاصی کے لئے التجائیں کرتے ہیں۔

دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم، نیکوکار اور پرہیزگار نظر آتے ہیں۔۔۔"

اللہ سے ملاقات کے شوق کی ایک اور حالت

اللہ سے ملاقات کرنے کے شوق کی ایک اور صورت کا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

"اِلٰهِيْ فَاجْعَلْنَا مِنَ الَّذِيْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُ الشَّوْقِ اِلَيْكَ فِيْ حَدَائِقِ صُدُوْرِهِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَةُ مَحَبَّتِكَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ اِلٰى اَوْكَارِ الْاَفْكَارِ يَاْوُوْنَ وَفِيْ رِيَاضِ الْقُرْبِ وَالْمُكَاشَفَةِ يَرْتَعُوْنَ وَمِنْ حِيَاضِ الْمَحَبَّةِ بِكَاْسِ الْمُلَاطَفَةِ يَكْرَعُوْنَ وَشَرَايِعَ الْمُصَافَاتِ يَرِدُوْنَ قَدْ كُشِفَ الْغِطَاءُ عَنْ اَبْصَارِهِمْ وَانْجَلَتْ ظُلْمَةُ الرَّيْبِ عَنْ عَقَائِدِهِمْ وَضَمَائِرِهِمْ وَانْتَفَتْ مُخَالَجَةُ الشَّكِّ عَنْ قُلُوْبِهِمْ وَسَرَائِرِهِمْ وَانْشَرَحَتْ بِتَحْقِيْقِ الْمَعْرِفَةِ صُدُوْرُهُمْ وَعَلَتْ لِسَبْقِ السَّعَادَةِ فِي الزَّهَادَةِ وَهِمَمُهُمْ وَعَذُبَ فِيْ مَعِيْنِ الْمُعَامَلَةِ شِرْبُهُمْ وَطَابَ فِيْ مَجْلِسِ الْاُنْسِ سِرُّهُمْ وَاَمِنَ فِيْ مَوَاطِنِ الْمَخَافَةِ سِرْبُهُمْ وَاطْمَاَنَّتْ بِالرُّجُوْعِ اِلٰى رَبِّ الْاَرْبَابِ اَنْفُسُهُمْ وَتَيَقَّنَتْ بِالْفَوْزِ وَالْفَلَاحِ اَرْوَاحُهُمْ وَقَرَّتْ بِالنَّظَرِ اِلٰى مَحْبُوْبِهِمْ اَعْيُنُهُمْ وَاسْتَقَرَّ بِاِدْرَاكِ السُّؤْلِ وَنَيْلِ الْمَاْمُوْلِ قَرَارُهُمْ وَرَبِحَتْ فِيْ بَيْعِ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ تِجَارَتُهُمْ اِلٰهِيْ مَا اَلَذَّ خَوَاطِرَ الْاِلْهَامِ بِذِكْرِكَ عَلَى الْقُلُوْبِ وَمَا اَحْلَى الْمَسِيْرَ اِلَيْكَ بِالْاَوْهَامِ فِيْ مَسَالِكِ

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۳۰۳۔

الْغُيُوْبِ وَمَا اَطْيَبَ طَعْمُ حُبِّكَ وَمَا اَعْذَبَ شِرْبَ قُرْبِكَ فَاَعِذْنَا مِنْ طَرْدِكَ وَاِبْعَادِكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَخَصِّ عَارِفِيْكَ وَاَصْلَحِ عِبَادَكَ وَاَصْدَقِ طَائِعِيْكَ وَاَخْلَصِ عُبَّادِكَ"[1]

"خدایا! ہم کو ان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہو گئے ہیں اور تیری محبت کے سوز و گداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے وہ فی الحال آشیانہ افکار میں پناہ لئے ہوئے ہیں اور ریاض قرب اور مکاشفات میں گردش کر رہے ہیں تیری محبت کے حوض سے سیراب ہو رہے ہیں اور تیرے اخلاص کے گھاٹ پر وارد ہو رہے ہیں ان کی نگاہوں سے پردے اٹھا دئے گئے ہیں اور ان کے دل و ضمیر سے شکوک کی تاریکیاں زائل ہو گئی ہیں ان کے عقائد سے شک و شبہ کی تاریکی محو ہو گئی ہے اور تحقیقی معرفت سے ان کے سینے کشادہ ہو گئے ہیں اور سعادت کی راہ میں ان کی ہمتیں بلند ہو گئی ہیں اور اطاعت کے ذریعہ سے ان کا چشمہ شیریں ہو گیا ہے مجلس انس میں ان کا باطن پاکیزہ ہو گیا ہے اور محل خوف میں ان کا راستہ محفوظ ہو گیا ہے وہ مطمئن ہیں کہ ان کے دل رب العالمین کی طرف راجع ہیں اور ان کی روحوں کو کامیابی اور فلاح کا یقین ہے اور ان کی آنکھوں کو محبوب کے دیدار سے خنکی حاصل ہو گئی ہے اور ان کے دلوں کو اور مدعا کے حصول سے سکون مل گیا ہے دنیا کو آخرت کے عوض بیچنے میں ان کی تجارت کامیاب ہو گئی ہے خدایا! دلوں کے لئے تیرے ذکر کا الہام کس قدر لذیذ ہے اور تیری بارگاہ کی طرف آنے میں ہر خیال کس قدر حلاوت کا احساس کرتا ہے۔ تیری محبت کا ذائقہ کتنا پاکیزہ ہے اور تیرے قُرب کا چشمہ کس قدر شیریں ہے ہمیں اپنی دوری سے بچالے اور اپنے مخصوص عارفوں اور اپنے صالح بندوں میں سے سچے اطاعت گذار اور خالص عبادت گذاروں میں قرار دینا"

ہم اس مقام پر اہل بیت علیہم السلام کی دعا اور مناجات تو قف نہیں کرنا چاہتے لیکن ہم امام علی بن الحسین علیہ السلام کی مناجات کے اس جملہ کے بارے میں کچھ غور و فکر کرنا چاہتے ہیں جس جملہ سے آپ نے مناجات کا آغاز فرمایا ہے:

"اِلٰهِیْ فَاجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُ الشَّوْقِ اِلَیْكَ فِیْ حَدَائِقِ صُدُوْرِهِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَةُ مُحَبَّتِكَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِهِمْ"

"خدایا! ہم کو ان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہو گئے ہیں اور تیری محبت کے سوز و گداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے"

بیشک اولیاء اللہ کے لئے جیسا کہ امام علیہ السلام کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے خوبصورت باغ، طیب و طاہر ہیں اور عوام الناس سے مختلف طرح کی چیزیں صادر ہوتی ہیں:

کچھ لوگوں کے دلوں سے مکاتب اور علمی مدرسے وجود میں آتے ہیں اور علم خیر اور نور ہے بشرطیکہ اللہ سے ملاقات کا شوق باقی رہے بعض لوگوں کے سینہ تجارت گاہ، بینک اور مال و دولت کے مخزن ہوتے ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے اور شمارش کے نقشے ہو تے ہیں اور فائدہ و نقصان کے مقام ہوتے ہیں مال اور تجارت اچھے ہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ کام اسکے دل کو مشغول نہ کردے

[1] مفاتیح الجنان مناجات عارفین۔

اور ایسا رنج وغم نہ ہو جو اس سے جدا نہ ہوسکتا ہو کچھ لوگوں کے دل ایسی زمین ہوتے ہیں جس میں ببول کے درخت، جنگل (اندرائن جو کڑوا ہونے میں ضرب المثل ہے) زہریلے، کینہ مال پر لڑائی جھگڑا، بادشاہت اور دوسروں کے لئے کید ومکر ہوا کرتے ہیں، اور کچھ افراد کے صدور (قلوب) کھیلنے کودنے والے افعال پر ہوتے ہیں دنیا وسیع پیمانہ پر ایک گروہ کے لئے لہو ولعب ہے۔

لوگوں میں سے کچھ لوگوں کا دل دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے: ایک حصہ زہر، کینہ، مکر وکید سے پر ہے اور دوسرا حصہ لہو ولعب سے لبریز ہے۔ جب پہلے حصہ کا راحت وآرام چھن جاتا ہے تو وہ دوسرے حصہ سے پناہ مانگتا ہے اور لہو ولعب سے مدد چاہتا ہے تاکہ وہ نفس کو پہلے حصہ کے عذاب سے نجات دلا سکے۔

لیکن اولیاء اللہ کے سینے اس شوق کے باغ (جیسا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے) کے سلسلہ میں بارونق اور طیب وطاہر میوے ہوتے ہیں کبھی ان میں شوق کے درخت جڑ پکڑ جاتے ہیں اور اس میں اپنی شاخیں پھیلا دیتے ہیں۔ اللہ سے ملاقات کا شوق ایسا امر نہیں ہے کہ اگر اس پر خواہشات نفسانی غالب آجائے یا دنیا اپنے کو زیب وزینت کے ساتھ اسکے سامنے پیش کردے تو وہ شوق ملاقات ختم ہوجائے، اور جب صاحب دنیا کے لئے دنیا تنگ ہوجاتی ہے اور وہ مشکلوں میں گھر جاتا ہے نہ تو اس شوق میں کوئی کمی آتی ہے اور نہ ہی اس کے اوراق (پتے) مرجھاتے ہیں۔

بیشک جب اللہ سے شوق ملاقات کے اشجار ان دلوں میں اپنی جڑ محکم ومضبوط کرلیتے ہیں تو تمام مشکلوں کے باوجود ہمیشہ ہرے بھرے اور پھل دیتے رہتے ہیں۔

اللہ سے ملاقات کرنے کے شوق کی حالت روح کے ہلکے ہونے کی حالت ہے اور یہ حالت سنگینی اور دنیا پر اعتماد کرنے کی حالت کے برعکس ہے جس کے سلسلہ میں قرآن کریم میں گفتگو کی گئی ہے:

"مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٣٨﴾" [1]

"جب تم سے کہا گیا کہ راہ خدا میں جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین سے چپک کر رہ گئے کیا تم آخرت کے بدلے زندگانی دنیا سے راضی ہو گئے ہو"

بیشک جب انسان دنیا سے لو لگاتا ہے، اسی سے راضی ہوتا ہے اور اس پر اعتماد و بھروسہ کرلیتا ہے تو اسکا نفس بھاری اور ڈھیلا ہوجاتا ہے اور جب اسکا نفس [2] دنیا سے آزاد ہوجاتا ہے تو ہلکا ہوجاتا ہے اور اللہ کی محبت اور اس سے شوق ملاقات کو جذب کرتا ہے۔

---

[1] سورۂ توبہ آیت ۳۸۔

[2] دنیا سے آزاد ہونے کا مطلب اس کو ترک کردینا نہیں ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دنیا سے آزاد تھے لیکن پھر بھی اپنی دعوت کے سلسلہ میں دنیا کا سہارا لیتے تھے"

ہم اہل بیت سے ماثورہ دعاؤں کے بارے میں روایات کی روشنی میں محبت، شوق اور انس کی بحث کا اختتام کرتے ہیں اور اب "محبت خدا" کی بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

اللہ کے لئے خالص محبت

یہ مقولہ توحید حب کے مقولہ سے بلند ہے بیشک توحید حب اللہ کی محبت کے علاوہ دوسری محبتوں کی نفی نہیں کرتی ہے لیکن اللہ کی محبت کو دوسری محبتوں پر غلبہ دیتی ہے پس اللہ کی محبت حاکم اور غالب ہے:

"وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ"[1]

"ایمان والوں کی تمام تر محبت خدا سے ہوتی ہے"

یہ ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط اور توحید کی شقوں میں سے ایک شق ہے۔

لیکن اللہ سے خالص محبت، اللہ کے علاوہ دوسروں سے کی جانے والی محبت کی نفی کرتی ہے لیکن اگر محبت خدا (الحب للہ، البغض للہ) کے ساتھ باقی رہے۔ یہ ایمان اور توحید کی شان میں سے نہیں ہے، لیکن صدیقین اور ان کے مقامات کی شان ہے۔

بیشک خداوند عالم اپنے اولیاء اور نیک بندوں کے دلوں کو اپنی محبت کے علاوہ دوسروں کی محبت سے خالی کرنے پر متمکن کر دیتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"القلب حرم اللہ فلا تسکن حرم اللہ غیر اللہ"[2]

"دل اللہ کا حرم ہے اور اللہ کے حرم میں اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں رہ سکتا ہے"

یہ دل کی مخصوص صفت ہے چونکہ اعضاء و جوارح انسان کی زندگی میں مختلف قسم کے کام انجام دیتے ہیں جن کو خداوند عالم نے اس کے لئے مباح قرار دیا ہے اور ان کو بجالانے کی اجازت دی ہے لیکن دل اللہ کا حرم ہے اور اس میں اللہ کے علاوہ دوسرے کی محبت کا حلول کرنا سزاوار نہیں ہے۔

روایت میں دل کی حرم سے تعبیر کرنے کے متعلق نہایت ہی دقیق نکتہ ہے بیشک حرم کا علاقہ امن وامان کا علاقہ ہے اور اسکا دروازہ ہر اجنبی آدمی کے لئے بند رہتا ہے اور اس میں رہنے والوں کو کوئی ڈر وخوف نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں کوئی اجنبی داخل ہوسکتا ہے اسی طرح دل اللہ کا امن وامان والا علاقہ ہے اس میں اللہ کی محبت کے علاوہ کسی اور کی محبت داخل نہیں ہوسکتی اور اس میں اللہ کی محبت کو کوئی برائی یا خوف پیش نہیں آسکتا ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۶۵۔

[2] بحار الانوار جلد ۷۰ صفحہ/ ۲۵۔

صدیقین اور اولیاء اللہ سے خالص محبت کرنے والے بندے ہیں اللہ کی محبت اور دوسروں کی محبت کو ایک ساتھ جمع نہیں کیا جا سکتا ہاں اللہ کی محبت کے زیر سایہ تو دوسروں کی محبت ہو سکتی ہے۔

ہم مندرجہ ذیل حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی مناجات میں محبت کی سوزش اور محبت میں صدق اخلاص دیکھتے ہیں:

"سَيِّدِي اِلَيْكَ رَغْبَتِي، وَاِلَيْكَ رَهْبَتِي، وَاِلَيْكَ تَأْمِيلِي وَقَدْ سَاقَنِي اِلَيْكَ اَمَلِي وَعَلَيْكَ يَاوَاحِدِي عَكَفَتْ هِمَّتِي وَفِيمَاعِنْدَكَ انْبَسَطَتْ رَغْبَتِي وَلَكَ خَالِص رَجَائِي وَخَوْفِي وَبِكَ اَنِسَتْ مَحَبَّتِي وَاِلَيْكَ اَلْقَيْتُ بِيَدِي وَبِحَبْلِ طَاعَتِكَ مَدَدْتُ رَهْبَتِي يَامَوْلَايَ بِذِكْرِكَ عَاشَ قَلْبِي وَبِمُنَاجَاتِكَ بَرَّدْتُ اَمَلَ الْخَوْفِ عَنِّي۔۔۔" [۱]

"میرے مالک میری تیری ہی طرف رغبت ہے اور تجھی سے خوف تجھی سے امید رکھتا ہے، اور تیری ہی طرف امید کھینچ کر لے جاتی ہے، میری ہمت تیری ہی جناب میں ٹھہر گئی ہے اور تیری نعمتوں کی طرف میری رغبت پھیل گئی ہے خالص امید اور خوف تیری ہی ذات سے وابستہ ہے محبت تجھی سے مانوس ہے اور ہاتھ تیری ہی طرف بڑھایا ہے اور اپنے خوف کو تیری ہی ریسمان ہدایت سے ملا دیا ہے خدایا میرا دل تیری ذات سے زندہ ہے اور میرا درد خوف تیری مناجات سے ٹھہرا ہے"

امام علیہ السلام مناجات کے اس ٹکڑے میں اپنی رغبت، رہبت، اور آرزو تمام چیزوں کو اللہ سے مربوط کرتے ہیں اور خدا کی عطا کردہ ہمت کے ذریعہ ان سب کے پابند تھے آپ خالص طور پر خدا سے امید رکھتے تھے اور اسی سے خوف کھاتے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

"احبّوا الله من كلّ قلوبكم" [۲]

"تم اللہ سے اپنے پورے دلوں کے ساتھ دوستی کرو"

اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی دعا میں آیا ہے:

"اللهم انّى أسألك ان تملاقلبى حبّالك وخشية منك، وتصديقالك وايمانابك وفرقاًمنك وشوقااليك" [۳]

"بارالہا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے دل کو اپنی محبت، خوف، تصدیق ایمان اور اپنے شوق سے لبریز فرمادے"

اگر اللہ سے محبت اور اس سے شوق ملاقات سے بندہ کا دل لبریز ہو جائے تو پھر اس میں اللہ سے محبت کے علاوہ کسی دوسرے سے محبت کی کوئی خالی جگہ ہی باقی نہیں رہ جاتی مگر یہ کہ محبت اس خدا کی محبت کے طول میں اور اسی کی محبت کے نتیجہ پر کہ محبت بھی

---

[۱] دعائے ابوحمزہ ثمالی۔
[۲] کنز العمال جلد ۴۷ صفحہ/۴۴۔
[۳] بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ/۸۹۔

درحقیقت اللہ کی محبت ہے اور اسی شوق کا نتیجہ ہے۔

ماہ رمضان کے آجانے پر حضرت امام صادق علیہ السلام کی دعا کا ایک حصہ یہ ہے:

"صلّ علیٰ مُحَمَّدٍوَآل مُحَمَّدٍوَاشغَل قَلْبِیْ بِعَظِیْمِ شَانِكَ. وَاَرْسَلَ مُحَبَّتَكَ اِلَیْهِ حَتّیٰ اَلْقَاكَ وَاَوْدَاجِیْ تَشْخَبُ دَماً"[1]

"خدایا! محمد وآل محمد پر درود بھیج اپنی شان کی عظمت کے صدقہ میں میرے دل کو اپنی یاد میں مصروف رکھ میرے دل میں اپنی محبت ڈال دے تا کہ میں تجھ سے خون میں غلطاں حالت میں ملاقات کروں"

اس کا مطلب خداوند عالم کیلئے خالص محبت کرنا ہے چونکہ خدا کی محبت دل کو مصروف کرنے والا کام ہے اور اس سے جدا نہ ہو نے والا امر ہے۔

بندہ سے متعلق خداوند عالم کی حمیت

بیشک اللہ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے اور محبت کی ایک خصوصیت غیرت ہے وہ غیور بندوں کے دلوں میں ہوتی ہے بندے اللہ سے خالص محبت کریں اور اس کے علاوہ کسی دوسرے سے محبت نہ کریں اور بندوں کو اپنے دل میں دوسروں کی محبت داخل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنے رب سے وادی مقدس میں مناجات کرتے ہوئے عرض کیا اے پروردگار:

"انی اخلصت لك المحبّة منیّ وغسلت قلبی ممّن سواك"[2]

"میں صرف تیرا مخلص ہوں اور تیرے علاوہ کسی اور سے محبت نہیں کرتا" اور مجھے اپنے اہل وعیال سے شدید محبت ہے خداوند عالم نے فرمایا۔ اگر تم مجھ سے خالص محبت کرتے ہو تو اپنے اہل وعیال کی محبت اپنے دل سے الگ کردو"

اللہ کی اپنے بندے پر یہ مہربانی ہے کہ وہ اپنے بندے کے دل سے غیر کی محبت کو زائل کر دیتا ہے اور جب خداوند عالم اپنے بندے کو اپنے علاوہ کسی اور سے محبت کرتے ہوئے پاتا ہے تو اس کی محبت کو بندے سے سلب کر دیتا ہے یہاں تک کہ بندہ کا دل اس کی محبت کے لئے خالص ہو جاتا ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی دعا میں آیا ہے:

"انت الذی ازلت الاغیار عن قلوب احبّائك حتیٰ لم یحبّوا سواك ماذا وجد مَن فقدك وما الذی فقد مَن وجدك لقد خاب من رضی دونك بدلا"[3]

"تو نے اپنے محبوں کے دلوں سے غیروں کی محبت کو اس حد تک دور کر دیا کہ وہ تیرے علاوہ کسی سے محبت ہی نہیں کرتے۔

---

[1] بحارالانوار جلد ۹۷ صفحہ ۳۳۴۔

[2] بحارالانوار جلد ۸۳ صفحہ ۲۳۶۔

[3] بحارالانوار جلد ۹۸ صفحہ ۲۲۶۔

جس نے تجھے کھودیا اس نے کیا پایا؟ اور جس نے تجھے پالیا اس نے کیا کھویا؟ جو شخص تیرے علاوہ کسی اور سے راضی ہوا وہ نامراد رہا"

ہمارے لئے اس سلسلہ میں اس تربیت کرنے والی خاتون کا واقعہ نقل کرنا بہتر ہے جس کو شیخ حسن البنا نے اپنی کتاب "مذاکرات الدعوۃ والداعیۃ" میں نقل کیا ہے۔ حسن البناّ کہتے ہیں: شیخ سلبی (مصر کے علم عرفان اور اخلاق کی بڑی شخصیت) کو خداوند عالم نے ان کی آخری عمر میں ایک بیٹی عطا کی شیخ اس سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے یہاں تک کہ آپ اس سے جدا نہیں ہوتے تھے وہ جوں جوں جوان اور بڑی ہو رہی تھی شیخ کی اس سے محبت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا شیخ بنّا نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ ایک شب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب ولادت شیخ شلبی کے گھر کے نزدیک ایک خوشی کی محفل سے لوٹنے کے بعد شیخ شلبی سے ملاقات کی جب وہ چلنے لگے تو شیخ نے مسکرا کر کہا: انشاء اللہ کل تم مجھ سے اس حال میں ملاقات کرو گے کہ جب ہم روحیہ کو دفن کرینگے۔

روحیہ ان کی وہی اکلوتی بیٹی تھی جو شادی کے گیارہ سال بعد خداوند عالم نے ان کو عطا کی تھی اور جس سے آپ کام کرتے وقت بھی جدا نہیں ہوتے تھے اب وہ جوان ہو چکی تھی اس کا نام روحیہ اس لئے رکھا تھا کیونکہ وہ ان کے لئے روح کی طرح تھی۔

بنّا کہتے ہیں کہ: ہم نے اُن سے روتے ہوئے سوال کیا کہ اس کا انتقال کب ہوا؟

شیخ نے شلبی نے کہا آج مغرب سے کچھ دیر پہلے۔ ہم نے عرض کیا: تو آپ نے ہم کو کیوں نہیں بتایا تا کہ ہم دوسرے گھر سے تشیع کی جماعت کے ساتھ نکلتے؟

شیخ نے کہا: کیا ہوا؟ ہمارا رنج وغم کم ہو گیا غم خوشی میں بدل گیا۔ کیا تم کو اس سے بڑی نعمت چاہئے تھی؟

گفتگو شیخ کے صوفیانہ درس میں تبدیل ہو گئی اور وہ اپنی بیٹی کی وفات کی وجہ یہ بیان کرنے لگے کہ خداوند عالم ان کے دل پر غیرت سے کام لینا چاہتا تھا کیونکہ خداوند عالم کو اپنے نیک بندوں کے دلوں کے سلسلہ میں اسی بات سے غیرت آتی ہے کہ وہ کسی دوسرے سے وابستہ ہوں یا کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہوں۔ انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال پیش کی جن کا دل اسماعیل علیہ السلام میں لگ گیا تھا تو خداوند عالم نے ان کو اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیدیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا دل حضرت یوسف علیہ السلام میں لگ گیا تھا تو خداوند عالم نے حضرت یوسف کو کئی سال تک دور رکھا اس لئے انسان کے دل کو خداوند عالم کے علاوہ کسی اور سے وابستہ نہیں ہونا چاہئے ورنہ وہ محبت کے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔

پھر انھوں نے فضیل بن عیاض کا قصہ چھیڑا جب انھوں نے اپنی بیٹی کے ہاتھ کا بوسہ لیا تو بیٹی نے کہا بابا کیا آپ مجھے بہت زیادہ دوست رکھتے ہیں؟ تو فضیل نے کہا: ہاں۔

بیٹی نے کہا: خدا کی قسم میں آج سے پہلے آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتی تھی۔

فضیل نے کہا: کیسے اور میں نے کیوں جھوٹ بولا؟ بیٹی نے کہا کہ: میں سوچتی تھی کہ آپ خداوند عالم کے ساتھ اپنی اس حالت کی بنا پر خدا کے ساتھ کسی کو دوست نہیں رکھتے ہوں گے۔

فضیل نے رو کر کہا کہ اے میرے مولا اور آقا چھوٹے بچوں نے بھی تیرے بندے کی ریاکاری کو ظاہر کر دیا۔ ایسی باتوں

کے ذریعہ شیخ شلبی ہم سے روحیہ کے غم کو دور کرنا چاہتے تھے اور اس کی مصیبت کے درد والم سے ہونے والے غم کو ہم سے برطرف کرنا چاہتے تھے ہم نے ان کو خدا حافظ کہا اور اگلے دن صبح کے وقت روحیہ کو دفن کر دیا گیا ہم نے گریہ وزاری کی کوئی آواز نہ سنی بلکہ صرف صبر و تسلیم ورضا کے مناظر کا مشاہدہ کیا۔

اللہ کے لئے اور اللہ کے بارے میں محبت

اب ہم مندرجہ ذیل سوال کا جواب بیان کریں گے اللہ کے لئے خالص محبت کے یہ معنی فطرت انسان کے خلاف ہیں چونکہ اللہ نے انسان کو متعدد چیزوں سے محبت اور متعدد چیزوں سے کراہت کرنے والی فطرت دے کر خلق کیا ہے اور اس معنی میں اللہ سے خالص محبت کرنے کا مطلب یہ ہے انسان کی اس فطرت کے خلاف محافظت کرے جس فطرت پر اللہ نے اس کو خلق کیا ہے؟

جواب: اللہ سے خالص محبت کرنے کا مقصد انسانی فطرت کا انکار کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں سے اللہ محبت کرتا ہے اور جن چیزوں کو ناپسند کرتا ہے ان کی محبت اور کراہت کی توجیہ کرنا ہے لہٰذا پروردگار عالم اپنے بندے اور کلیم حضرت موسیٰ بن عمران سے ان کے اہل کی محبت ان کے دل سے نکلوانا نہیں چاہتا ہے بلکہ خداوند عالم یہ چاہتا ہے کہ ان کے اہل وعیال کی محبت خداوند عالم کی محبت کے زیر سایہ ہو اور ہر محبت کے لئے بندے کے دل میں وہی ایک منبع ومصدر ہونا چاہئے دوسرے لفظوں میں: بیشک پروردگار عالم اپنے بندے اور کلیم موسیٰ بن عمران سے یہ چاہتا ہے کہ ہر محبت کو اللہ کی محبت کے منبع اور مصدر سے مربوط ہونا چاہئے اس وقت بندے کی اپنے اہل وعیال سے محبت تعظیم کے لئے ہوگی یہی اس کا دقیق مطلب ہے اور تربیت کا بہترین اور عمدہ طریقہ ہے اور اسی طریقہ تک صرف اسی کی رسائی ہوسکتی ہے جس کو اللہ نے اپنی محبت کے لئے مخصوص کرلیا ہے اور اس کو منتخب کرلیا ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ پاک وپاکیزہ اور طیب وطاہر تھے آپ کا فرمان ہے میں دنیا کی تین چیزوں سے محبت کرتا ہوں: عورت خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔[1]

بیشک یہ وہ محبت ہے جو اللہ کی محبت کے زیر سایہ جاری رہتی ہے اور ان تینوں میں رسول خدا سب سے زیادہ نماز سے محبت کرتے تھے اس لئے کہ نماز ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے بیشک نماز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اللہ کی محبت کے زیر سایہ جاری تھی۔

پس اللہ سے محبت کرنے میں انسان کی فطرت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے جس فطرت پر اللہ نے انسان کو خلق کیا ہے۔ بلکہ جدید معیار وملاک کے ذریعہ حیات انسانی میں محبت اور عداوت کے نقشہ کو اسی نظام کے تحت کرنا ہے جس کو اسلام نے بیان کیا ہے۔

انسان کی فطری محبت خود اسکے مقام پر باقی ہے لیکن جدید طریقہ کی وجہ سے اللہ کی تعظیم وتکریم کرنا ہے۔

اس بنیاد پر اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے سلسلہ میں محبت کی قیمت کے لئے اسلامی روایات میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے:

---

[1] الخصال صفحہ/۱۶۵۔

"المحبّة لله اقرب نسب"۔[۱]

"خدا سے محبت سب سے نزدیکی رشتہ داری ہے"

اور حضرت علی علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

"المحبّة فی الله آکد من و شیج الرحم"۔[۲]

"خدا سے محبت خونی رشتہ داری سے بھی زیادہ مضبوط ہے"

یہ تعبیر بہت دقیق ہے اور ایک اہم فکر کی طلبگار ہے۔ بیشک لوگوں کے اپنی زندگی میں بہت گہری رشتہ داری اور تعلقات ہوتے ہیں۔ ان تمام تعلقات میں رشتہ داری کے تعلقات بہت زیادہ معتبر ہیں، اور اللہ تعالی کی محبت کی رشتہ داروں کی محبت سے زیادہ محبت کی تاکید کی گئی ہے جب انسان اپنی محبت اور تعلقات رشتہ داری کے ذریعہ قائم کرلے۔ اسی محبت سے اور عداوت کی وجہ سے رشتہ داری کامل اور ناقص ہوگی۔

رشتہ داروں کی محبت پر اس لئے زیادہ زور دیا گیا ہے کہ جب اللہ کے علاوہ کسی اور سے محبت ہوگی تو اس محبت میں تغیر و تبدل ہوگا اور خلل واقع ہوگا۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں کے تاثرات دوسرے بعض لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں لیکن جب انسان اپنے بھائی سے اللہ کے لئے محبت کرے گا تو وہ بہت زیادہ قوی محبت ہوگی اور یہ محبت مختلف اور ایک دوسرے کے لئے متضاد محبت سے کہیں زیادہ مؤثر ہوگی۔

اللہ کے لئے خالص محبت صرف انسان کے فطری تعلقات کی نفی نہیں کرتی بلکہ انسان پر اس بات پر زور دیتی ہے اور اس کے ذہن میں یہ بات راسخ کرتی ہے کہ اس محبت کو ایک بڑے منبع کے تحت منظم کرے جس کو ہر صدیق اور ولی خدا نے منظم و مرتب کیا ہے۔ پس اللہ کے نزدیک لوگوں میں وہ شخص زیادہ افضل ہوگا جو اپنے بھائی سے اللہ کی محبت کے زیر سایہ محبت کرے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

"ما التقی مؤمنان قط الا کان افضلهما اشدّهما حبّا لاخیه"۔[۳]

"مومن جب بھی آپس میں ملیں گے تو ان میں وہ افضل ہوگا جو اپنے بھائی سے بہت زیادہ محبت کرتا ہو"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہی فرمان ہے:

"انّ المتحابین فی الله یوم القیامة علی منابر من نور، قد اضاء نور اجسادهم و نور منابرهم

---

[۱] میزان الحکمۃ جلد ۲ ص ۲۲۳۔
[۲] میزان الحکمۃ جلد ۲ صفحہ/ ۲۳۳۔
[۳] بحار الانوار جلد ۷۴ ص ۳۹۸

کلّ شیءٍ حتی یُعرفوا بہ.فیُقال: ھؤلاء المتحابّون فِیْ اللہ".[۱]

"اللہ کی محبت میں فنا ہوجانے والے قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے ان کے اجساد اوران کے منبروں کے نور کی روشنی سے ہر چیز روشن ہوگی یہاں تک کہ ان کا تعارف بھی اسی نور کے ذریعہ ہوگا۔ پس کہا جائیگا: یہ لوگ اللہ کی محبت میں فناء فی اللہ ہوگئے ہیں"

روایت کی گئی ہے کہ پروردگار عالم نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے کہا:

"ھل عملت لی عملاً؟ قال:صلّیت لك و صمت، و تصدّقت و ذکرت لك، فقال اللہ تبارك وتعالیٰ:امّا الصلاۃ فلك برھان، و الصوم جُنّۃ، و الصدقۃ قد ظلّ، و الذکر نور، فأی عمل عملت لی؟ قال موسیٰ: دلّنی علی العمل الذی ھولك. قال: یاموسیٰ، ھل والیت لی ولیّا و ھل عادیت لی عدوّاً قطّ؟ فعلم موسیٰ انّ افضل الاعمال الحبّ فی اللہ والبغض فی اللہ".[۲]

"کیاتم نے میرے لئے کوئی عمل انجام دیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

میں نے تیرے لئے نماز پڑھی ہے،روزہ رکھا ہے،صدقہ دیا ہے اور تجھ کو یاد کیا ہے پروردگار عالم نے فرمایا: نماز تمہارے لئے دلیل ہے،روزہ سپر ہے صدقہ سایہ اور ذکر نور ہے پس تم نے میرے لئے کونسا عمل انجام دیا ہے؟ حضرت موسیٰ نے عرض کیا: ہروہ چیز جس پر عمل کا اطلاق ہوتا ہے وہ تیرے لئے ہے خداوند عالم نے فرمایا: کیاتم نے کسی کو میرے لئے ولی بنایا اور کیاتم نے کسی کو میرا دشمن بنایا ہرگز؟ تو موسیٰ کو یہ معلوم ہوگیا کہ سب سے افضل عمل اللہ کی محبت اور بغض میں فنا ہوجانا ہے"

حدیث بہت دقیق ہے نماز کے لئے امکان ہے کہ انسان اسکو اللہ کی محبت کے عنوان سے پیش کرے یا ممکن ہے نماز کو اپنے لئے جنت میں دلیل کے عنوان سے پیش کرے۔روزہ کو ممکن ہے انسان اللہ کی محبت کے لئے مقدم کرے اور ممکن ہے اسکو اپنے لئے جہنم کی آگ سے سپر قرار دے لیکن اولیاء اللہ کی محبت اور اللہ کے دشمنوں سے برائت اللہ کی محبت کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے۔

محبت کا پہلا سرچشمہ

ہم اللہ کی محبت کے لئے کہاں سے سیراب ہوں؟ ہماری اس بحث میں یہ سوال بہت اہم ہے۔جب ہم اللہ کی محبت کی قیمت سے متعارف ہوگئے تو ہمارے لئے اس چیز سے متعارف ہونا بھی ضروری ہے کہ ہم اس محبت کو کہاں سے اخذ کریں اور اسکا سرچشمہ ومنبع کیا ہے؟

اس سوال کا مجمل جواب یہ ہے کہ اس محبت کا سرچشمہ ابتدا وانتہاء اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔اس مجمل جواب کی تفصیل بیان کرنا

---

[۱] بحارالانوار جلد ۷۴ ص ۳۹۹۔

[۲] بحارالانوار جلد ۶۹ ص ۲۵۳۔

ضروری ہے اور تفصیل یہ ہے:

ا۔اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہے

بیشک اللہ اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہے، ان کو رزق دیتا ہے، ان کو کپڑا پہناتا ہے، ان کو بے انتہا مال و دولت عطا کرتا ہے، ان کو معاف کرتا ہے، ان کی توبہ قبول کرتا ہے، ان کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے، ان کو توفیق عطا کرتا ہے، ان کو اپنے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے، ان کو اپنی رعایا کا ولی بناتا ہے اور ان پر فضیلت دیتا ہے، ان سے برائی اور شر کو دور کرتا ہے یہ سب محبت کی نشانیاں ہیں۔

۲۔ان کو اپنی محبت و الفت عطا کرتا ہے

اللہ کی بندوں کے لئے یہ محبت ہے کہ وہ ان (بندوں) سے محبت کرتا ہے اور ان کو اپنی محبت کا رزق عطا کرتا ہے۔محبت کا یہ حکم بڑا عجیب و غریب ہے بیشک محبت کا دینے والا وہ خدا ہے جو اپنے بندوں سے محبت سے ملاقات کرتا ہے ان کو جذبہ عطا کرتا ہے پھر اس جذبہ کے ذریعہ ان کو مجذوب کرتا ہے۔

ہم یہ مشاہدہ کر چکے ہیں کہ ماثورہ روایات اور دعاؤں میں اس مطلب کی طرف متعدد مرتبہ ارشارہ کیا گیا ہے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بارہویں مناجات میں فرماتے ہیں:

"اِلٰهِی فَاجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ تَرَسَّخَتْ اَشْجَارُ الشَّوْقِ اِلَیْكَ فِیْ حَدَائِقِ صُدُوْرِهِمْ وَاَخَذَتْ لَوْعَةُ مُحَبَّتِكَ بِمَجَامِعِ قُلُوْبِهِمْ"

"خدایا! ہمیں ان لوگوں میں قرار دے جن کے دلوں کے باغات میں تیرے شوق کے درخت راسخ ہو گئے ہیں اور تیری محبت کے سوز و گداز نے جن کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے"

ہم اس دعا کی پہلے شرح بیان کر چکے ہیں۔

چودھویں مناجات میں آیا ہے:

"اَسْاَلُكَ اَنْ تَجْعَلَ عَلَیْنَا وَاقِیَةً تُنْجِیْنَا مِنَ الْهَلَكَاتِ، وَتُجَنِّبُنَا مِنَ الْاٰفَاتِ، وَتُكِنُّنَا مِنْ دَوَاهِی الْمُصِیْبَاتِ، وَاَنْ تُنْزِلَ عَلَیْنَا مِنْ سَكِیْنَتِكَ، وَاَنْ تُغَشِّیَ وُجُوهَنَا بِاَنْوَارِ مَحَبَّتِكَ، وَاَنْ تُؤْوِیَنَا اِلٰی شَدِیْدِ رُكْنِكَ، وَاَنْ تَحْوِیَنَا فِیْ اَكْنَافِ عِصْمَتِكَ، بِرَأْفَتِكَ وَرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ"

"ہمارے لئے وہ تحفظ قرار دے جو ہمیں ہلاکتوں سے بچالے اور آفتوں سے محفوظ کر کے مصیبتوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ہم پر اپنا سکون نازل کردے اور ہمارے چہروں پر اپنی محبت کی تابانیوں کا غلبہ کردے۔ہم کو اپنے مستحکم رکن کی پناہ میں لے لے اور ہم کو اپنی مہربانیوں کی عصمت کے زیر سایہ محفوظ بنادے"

پندرھویں مناجات (زاہدین) میں آیا ہے:

"اِلٰھِی فَزَھِّدْنا فیھا وَ سَلِّمْنا فیھا، وَ سَلِّمْنا مِنْھا بِتَوْفیقِكَ وَ عِصْمَتِكَ، وَ انْزَعْ عَنّا جَلابیبَ مُخالَفَتِكَ، وَ تَوَلَّ اُمُورَنا بِحُسْنِ كِفایَتِكَ، وَ اَجْمِلْ صِلاتِنا مِنْ فَیْضِ مَواهِبِكَ، وَ اَغْرِسْ فِی اَفْئِدَتِنا اَشْجارَ مَحَبَّتِكَ وَ اَتْمِمْ لَنا اَنْوارَ مَعْرِفَتِكَ، وَ اَذِقْنا حَلاوَةَ عَفْوِكَ وَلَذَّةَ مَغْفِرَتِكَ، وَ اَقْرِرْ اَعْیُنَنا یَوْمَ لِقائِكَ بِرُؤْیَتِكَ، وَ اَخْرِجْ حُبَّ الدُّنْیا مِنْ قُلُوبِنا كَما فَعَلْتَ بِالصّالِحینَ مِنْ صَفْوَتِكَ، وَ الْاَبْرارِ مِنْ خاصَّتِكَ بِرَحْمَتِكَ یاَاَرْحَمَ الرّاحِمِینَ"

"خدایا ہم کواس دنیا میں زہد عطا فرما اور اس کے شر سے محفوظ فرما اپنی توفیق اور عصمت کے ذریعہ ہم سے اپنی مخالفت کے لباس اتر وادے اور ہمارے امور کا تو ہی ذمہ دار بن کران کی بہترین کفایت فرما اپنی وسیع رحمت سے مزید عطا فرما اور اپنے بہترین عطایا سے ہمارے ساتھ اچھے اچھے برتاؤ کرنا اور ہمارے دلوں میں اشجار محبت بٹھادے اور ہمارے لئے انوار معرفت کو مکمل کردے اور ہمیں اپنی معافی کی حلاوت عطا فرما اور ہمیں مغفرت کی لذت سے آشنا بنادے ہماری آنکھوں کو روز قیامت اپنے دیدار سے ٹھنڈا کر دینا اور ہمارے دلوں سے دنیا کی محبت نکال دینا جیسے تو نے اپنے نیک اور منتخب اور تمام مخلوقات میں نیک کردار لوگوں کے ساتھ سلوک کیا ہے اور اپنی رحمت کے سہارے اے ارحم الراحمین"

آخر میں ہم اس مطلب کی تکمیل کے لئے سید ابن طاوؤس کی نقل کی ہوئی روز عرفہ پڑھی جانے والی امام حسین علیہ السلام کی دعا نقل کررہے ہیں:

"كیف یستدل علیك بما هو فی وجوده مفتقر الیك اَیَكُونُ لِغَیْرِكَ مِنَ الظُّهُورِ ما لَیْسَ لَكَ حَتّیٰ یَكُونَ هُوَ الْمُظْهِرَ لَكَ مَتیٰ غِبْتَ حَتّیٰ تَحْتاجَ اِلیٰ دَلِیلٍ یَدُلُّ عَلَیْكَ وَ مَتیٰ بَعُدْتَ حَتّیٰ تَكُونَ الْآثارُ هِیَ الَّتِی تُوصِلُ اِلَیْكَ عَمِیَتْ عَیْنٌ لا تَراكَ عَلَیْها رَقِیباً وَ خَسِرَتْ صَفْقَةُ عَبْدٍ لَمْ تَجْعَلْ لَهُ مِنْ حُبِّكَ نَصِیباً... فَاهْدِنِی بِنُورِكَ اِلَیْكَ، وَ اَقِمْنِی بِصِدْقِ الْعُبُودِیَّةِ بَیْنَ یَدَیْكَ... وَصُنّی بِسِتْرِكَ الْمَصُونِ... وَاسْلُكْ بِی مَسْلَكَ اَهْلِ الْجَذْبِ. اِلٰهِی اَغْنِنِی بِتَدْبِیرِكَ لِی عَنْ تَدْبِیرِی، وَ بِاخْتِیارِكَ عَنْ اِخْتِیارِی وَ اَوْقِفْنِی عَنْ مَراكِزِ اِضْطِرارِی... اَنْتَ الَّذِی اَشْرَقْتَ الْاَنْوارَ فِی قُلُوبِ اَوْلِیائِكَ حَتّیٰ عَرَفُوكَ وَ وَحَّدُوكَ. وَ اَنْتَ الَّذِی اَزَلْتَ الْاَغْیارَ عَنْ قُلُوبِ اَحِبّائِكَ حَتّیٰ لَمْ یُحِبُّوا سِواكَ وَ لَمْ یَلْجَؤُا اِلیٰ غَیْرِكَ اَنْتَ الْمُؤْنِسُ لَهُمْ حَیْثُ اَوْحَشَتْهُمُ الْعَوالِمُ وَاَنْتَ الَّذِی هَدَیْتَهُمْ حَیْثُ اِسْتَبانَتْ لَهُمُ الْمَعالِمُ. ما ذا وَجَدَ مَنْ فَقَدَكَ؟ وَ مَا الَّذِی فَقَدَ مَنْ وَجَدَكَ؟ لَقَدْ خابَ مَنْ رَضِیَ دُونَكَ بَدَلاً، وَ لَقَدْ خَسِرَ مَنْ بَغیٰ عَنْكَ مُتَحَوِّلاً كَیْفَ یُرْجیٰ سِواكَ وَ اَنْتَ ما قَطَعْتَ الْاِحْسانَ؟ وَ كَیْفَ یُطْلَبُ مِنْ غَیْرِكَ وَ اَنْتَ ما بَدَّلْتَ عادَةَ الْاِمْتِنانِ؟ یامَنْ اَذاقَ اَحِبّائَهُ حَلاوَةَ الْمُؤانَسَةِ فَقامُوا بَیْنَ یَدَیْهِ مُتَمَلِّقِینَ وَ یامَنْ اَلْبَسَ

اَوْلِيَائَهُ مَلْبَسَ هَيْبَتِهِ فَقَامُوْا بَيْنَ يَدَيْهِ مُسْتَغْفِرِيْنَ... اِلٰهِيْ اُطْلُبْنِيْ بِرَحْمَتِكَ حَتّٰى اَصِلَ اِلَيْكَ، وَ اجْذُبْنِيْ بِمَنِّكَ حَتّٰى اُقْبِلَ عَلَيْكَ،[1]

"میں ان چیزوں کو کس طرح راہنما بناؤں جو خود ہی اپنے جود میں تیری محتاج ہیں کیا تیرے کسی شیٔ کو تجھ سے بھی زیادہ ظہور حاصل ہے کہ وہ دلیل بن کر تجھ کو ظاہر کر سکے تو کب ہم سے غائب رہا ہے کہ تیرے لئے کسی دلیل اور راہنمائی کی ضرورت ہو، اور کب ہم سے دور رہا ہے کہ آثار تیری بارگاہ تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں وہ آنکھیں اندھی ہیں جو تجھے اپنا نگراں نہیں سمجھ رہی ہیں اور وہ بندہ اپنے معاملاتِ حیات میں سخت خسارہ میں ہے جسے تیری محبت کا کوئی حصہ نہیں ملا۔۔۔تو اپنی طرف اپنے نور سے میری ہدایت فرما، اور مجھ کو اپنی سچی بندگی کے ساتھ اپنی بارگاہ میں حاضری کی سعادت کرامت فرما۔۔۔اور اپنے محفوظ پردوں سے میری حفاظت فرما۔۔۔ اور جذب وکشش رکھنے والوں کے مسلک پر چلنے کی توفیق عطا فرما اپنی تدبیر کے ذریعہ مجھے میری تدبیر سے بے نیاز کر دے اور اپنے اختیار کے ذریعہ میرے اختیار اور انتخاب سے مستغنی بنا دے اور اضطرار واضطراب کے مواقع کی اطلاع اور آگاہی عطا فرما۔۔۔تو ہی وہ ہے جس نے اپنے دوستوں کے دلوں میں انوار الوہیت کی روشنی پیدا کر دی تو وہ تجھے پہچان گئے اور تیری وحدانیت کا اقرار کرنے لگے اور تو ہی وہ ہے جس نے اپنے محبوں کے دلوں سے اغیار کو نکال کر باہر کر دیا تو اب تیرے علاوہ کسی کے چاہنے والے نہیں ہیں، اور کسی کی پناہ نہیں مانگتے تو نے اس وقت ان کا سامان فراہم کیا جب سارے عالم سبب وحشت بنے ہوئے تھے اور تو نے ان کی اس طرح ہدایت کی کہ سارے راستے روشن ہو گئے پروردگار جس نے تجھ کو کھو دیا اس نے کیا پایا؟ اور جس نے تجھ کو پا لیا اس نے کیا کھویا؟ جو تیرے بدل پر راضی ہو گیا وہ نامراد ہو گیا، اور جس نے تجھ سے روگردانی کی وہ گھاٹے میں رہا، تیرے علاوہ غیر سے امید کیوں کی جائے جبکہ تو نے احسان کا سلسلہ روکا نہیں اور تیرے علاوہ دوسرے سے مانگا ہی کیوں جائے جبکہ تیرے فضل وکرم کی عادت میں فرق نہیں آیا ہے وہ پروردگار جس نے اپنے دوستوں کو انس ومحبت کی حلاوت کا مزہ چکھا دیا ہے تو اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے کھڑے ہوئے ہیں اور اپنے اولیاء کو ہیبت کا لباس پہنا دیا ہے تو اس کے سامنے استغفار کرنے کے لئے استادہ ہیں۔۔۔میرے معبود مجھ کو اپنی رحمت سے طلب کر لے تا کہ میں تیری بارگاہ تک پہونچ جاؤں اور مجھے اپنے احسان کے سہارے اپنی طرف کھینچ لے تا کہ میں تیری طرف متوجہ ہو جاؤں"

۳۔ بندوں سے خداوند عالم کا اظہار دوستی

خداوند عالم اپنے بندوں سے دوستی کا اظہار کرتا ہے اور بندوں کو اپنی ذات سے محبت کرانے کے لئے نعمتوں سے مالا مال کر دیتا ہے بیشک پروردگار عالم دلوں پر نعمت اس لئے نازل کرتا ہے کہ خداوند عالم نے جن پر نعمت نازل کی ہے وہ اللہ کو دوست رکھیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے دعائے سحر میں آیا ہے:

"تَتَحَبَّبُ اِلَيْنَا بِالنِّعَمِ وَنُعَارِضُكَ بِالذُّنُوْبِ خَيْرُكَ اِلَيْنَا نَازِلٌ وَشَرُّنَا اِلَيْكَ صَاعِدٌ وَلَمْ يَزَلْ

[1] بحار الانوار ج۹۸ ص۲۲۶۔

وَلَایَزَالُ مَلَكٌ كَرِیْمٌ یَأْتِیْكَ عَنَّابِعَمَلٍ قَبِیْحٍ فَلَا یَمْنَعُكَ ذٰلِكَ مِنْ اَنْ تَحُوْطَنَابِرَحْمَتِكَ وَتَتَفَضَّلَ عَلَیْنَابِآلَائِكَ فَسُبْحَانَكَ مَااَحْلَمَكَ وَاَعْظَمَكَ وَاَكْرَمَكَ مُبْدِئاًوَمُعِیْداً۔"[1]

"تو نعمتیں دے کرہم سے محبت کرتا ہے اور ہم گناہ کر کے اس کا مقابلہ کرتے ہیں تیرا خیر برابر ہماری طرف آرہا ہے اور ہمارا شر برابر تیری طرف جارہا ہے فرشتہ برابر تیری بارگاہ میں ہماری بداعمالیوں کا دفتر لے کر حاضر ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود تیری نعمتوں میں کمی نہیں اتی اور تو برابر فضل وکرم کررہا ہے تو پاک پاکیزہ ہے تو تجھ جیسا حلیم عظیم اور کریم کون ہے ابتدا اور انتہا میں تیرے نام پاکیزہ ہیں"

اللہ کا اپنے بندے پر نعمت فضل، بھلائی عفو اور ستر (عیب پوشی) نازل کرنے اور بندہ کی طرف سے اللہ کی طرف سے جو برائی اور شر صعود کرتا ہے ان دونوں کے درمیان مقائسہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بندہ اپنے مولا سے شرمندہ ہے، وہ اللہ کی طرف سے اس محبت اور دوستی کا روگردانی اور دشمنی کے ذریعہ جواب دیتا ہے۔

انسان کتنا شقی اور بدبخت ہے کہ اللہ کی محبت اور دوستی کا جواب ردگردانی اور دشمنی سے دیتا ہے۔

امام زمانہ حضرت حجۃ علیہ السلام کے دعاء افتتاح میں ان کلمات کے سلسلہ میں غور وفکر کریں

"اِنَّكَ تَدْعُوْنِیْ فَاُوَلِّیْ عَنْكَ وَتَتَحَبَّبُ اِلَیَّ فَاَتَبَغَّضُ اِلَیْكَ، وَتَتَوَدَّدُاِلَیَّ فَلاَاَقْبَلُ مِنْكَ، كَاَنَّ لِیَ التَّطَوُّلَ عَلَیْكَ، فَلَمْ یَمْنَعُكَ ذٰلِكَ مِنَ الرَّحْمَةِلِی وَ الاِحْسَانِ اِلَیَّ وَالتُّفَضُّلِ عَلَیَّ۔"[2]

"اے پروردگار بیشک تو نے مجھ کو دعوت دی اور میں نے تجھ سے روگردانی کی اور تو نے محبت کی اور میں نے تجھ سے بغض وعناد رکھا اور تو میرے ساتھ دوستی کرتا ہے تو میں اس کو قبول نہیں کرتا ہوں گویا کہ میرا تیرے اوپر حق ہے اور اس کے باوجود اس نے تجھ کو میرے اوپر احسان کرنے اور فضل کرنے سے نہیں روکا"

"خیرك الینانازل و شرُّنَااِلَیْكَ صَاعِدٌ۔"[3]

"تیرا خیر برابر ہماری طرف آرہا ہے اور ہمارا شر برابر تیری طرف جارہا ہے"

اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں دعاؤں کے مصادر

ہمارے پاس ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی احادیث میں مناجات اور دعاؤں کا صاف شفّاف اور طیب وطاہر دولت کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

---

[1] بحار الانوار جلد ۹۸ صفحہ ۸۵۔
[2] مفاتیح الجنان دعائے افتتاح۔
[3] بحار الانوار جلد ۱۸ صفحہ ۸۵۔

اصحاب ائمہ علیہم السلام اور تدوین حدیث کا اہتمام

ائمہ علیہم السلام اپنے اصحاب سے دعاؤں کے سلسلہ میں جو کچھ وصیت فرماتے تھے تو وہ ان کو لکھنے کے بڑے پابند تھے۔[1]

سید رضی الدین علی بن طاوؤس نے کتاب مہج الدعوات میں امام موسیٰ بن جعفر سے منسوب دعائے جوشن صغیر کو نقل کرتے وقت یہ تحریر کیا ہے کہ امام کاظم علیہ السلام کے صحابی ابو وصاح محمد بن عبداللہ بن زید النھشلی نے اپنے والد بزگوار عبداللہ بن زید سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن زید کا کہنا ہے کہ ابوالحسن کاظم کے اہل بیت علیہم السلام اور ان کے شیعوں کی ایک خاص جماعت تھی جو مجلس میں اپنے ساتھ غلاف میں بڑی نرم و نازک آبنوس کی تختیاں لیکر حاضر ہوا کرتے تھے جب بھی آپ اپنی زبان اقدس سے کوئی کلمہ ادا فرماتے تھے یا کوئی فتویٰ صادر فرماتے تھے تو وہ قوم جو کچھ سنا کرتی تھی اس کو لکھ لیا کرتی تھی۔ اسی بنیاد پر عبداللہ نے کہا کہ ہم نے آپ کو دعا میں یہ فرماتے سنا ہے اور اس سلسلہ میں مشہور و معروف دعا "جوشن صغیر" موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے ذکر فرمائی ہے۔

حدیث کے سلسلہ میں چار سو اصول

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب نے آپ کی احادیث کی تدوین چار سو کتابوں میں کی ہے جو اصول اربعمأت کے نام سے مشہور ہوئیں۔ شیخ امین الاسلام طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ) نے اعلام الوریٰ میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ کے چار ہزار اہل علم شاگرد مشہور تھے اور آپ نے ان کے جوابات میں مسائل کے سلسلہ میں چار سو کتابیں تحریر کیں جن کو اصول اربع ماۃ کہا جاتا ہے اور اصحاب اصول کا طریقۂ کار ائمہ علیہم السلام سے سنی جانے والی تمام چیزوں کو لکھنا اور تدوین کرنا تھا۔

شیخ بہائی کتاب الشمسین میں تحریر کرتے ہیں: "ہمارے بزرگان سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ اصحاب اصول کی یہ عادت تھی کہ وہ جب بھی کسی امام سے کوئی حدیث سنتے تھے تو وہ اس حدیث کو اپنے اصول میں درج کرنے کے لئے سبقت کرتے تھے کہ ہم کہیں دنوں کے گذرنے کے ساتھ ساتھ اس پوری حدیث یا بعض حصہ کو فراموش نہ کر دیں" اس لئے یہ اصول اصحاب کی طرف سے مورد وثوق تھے جب وہ ان سے کوئی روایت نقل کرتے تھے تو اس کے صحیح ہونے کا حکم لگاتے تھے اور اس پر اعتماد کرتے تھے۔

جناب محقق داماد اصول اربعمأت نقل کرنے کے بعد انتیسویں نمبر پر ذکر کرتے ہیں: یہ بات جان لینی چاہئے کہ معتمد اصول مصححہ کو اخذ کرنا روایت کو صحیح قرار دینے کا ایک رکن ہے"۔

ائمہ علیہم السلام کے اصحاب کی بڑی تعداد نے اصول کی کتابت کے سلسلہ میں کہا ہے کہ ان اصول کا پورا کرنا اور ان اصول سے مکمل طور پر استفادہ کرنا ممکن نہیں ہے جناب شیخ طوسی اپنی کتاب فہرست کی ابتدا میں تحریر فرماتے ہیں:

ہم ان اصول کے مکمل ہونے کی ضمانت نہیں لے سکتے چونکہ ہمارے اصحاب کی تصانیف اور ان کے اصول اکثر شہروں میں منتشر ہونے کی وجہ سے صحیح طور پر ضبط نہ ہو سکے لیکن ہاں کتاب الذریعہ میں آقائے بزرگ طہرانی کے قول کے مطابق ان کی تعداد چار

[1] مہج الدعوات مؤلف سید رضی الدین علی بن طاؤس۔

سو سے کم نہیں ہے۔

محقق داماد اپنے مذکورہ تلخیص نمبر میں تحریر کرتے ہیں: یہ مشہور ہے کہ اصول اربعمأت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں کے ذریعہ تحریر کئے گئے ہیں جبکہ ان کے جلسوں میں شریک ہونے اور ان سے روایت نقل کرنے والے راویوں کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے اور ان کی کتابیں اور تصنیفات بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں سے قابل اعتماد یہی چار سو اصول ہیں

میراث اہل بیت علیہم السلام اور طغرل بیگ کی آتش زنی

اہل بیت علیہم السلام کی میراث میں سے یہ اصول متعدد طائفوں کے پاس تھے ان ہی میں سے دعاؤں کی کتابیں بھی تھیں جو کتابوں کے اس مخزن کے جلنے کی وجہ سے تلف ہوگئیں تھیں جس کو وزیر ابو نصر سابور بن اردشیر (شیعہ وزیر جس کو بہاء الدولہ نے وزارت دی تھی) نے وقف کیا تھا یہ اس دور میں کتابوں کا سب سے بڑا مخزن شمار کیا جاتا تھا۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۳۴۲ پر مادہ بین سورین میں کہا ہے کہ: بیشک بین السورین کرخ بغداد میں آبادی کے لحاظ سے سب سے اچھا محلہ تھا" اس میں کتابوں کا مخزن تھا جس کو ابو نصر سابور بن اردشیر وزیر کو بہاء الدولہ بویہی کے وزیر نے وقف کیا تھا، دنیا میں اس سے اچھی کتابیں کہیں نہیں تھیں تمام کتابیں معتبر ائمہ اور ان کے محرز اصول کے تحت تحریر کی گئی تھیں جب محلہ کرخ کو جلایا گیا تو اس میں یہ تمام کتابیں جل کر راکھ ہوگئیں اور انھیں کتابوں میں جن کو طغرل بیگ نے جلایا اہل بیت علیہم السلام سے ماثورہ دعاؤں کی کتابیں بھی تھیں۔

محقق، طہرانی کتاب یاقوت میں، حموی کے کلام کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "ہم کو اس بات کا گمان ہے کہ بغداد کے محلہ کرخ میں شیعوں کے لئے وقف کی گئی اس لائبریری کی کچھ کتابیں وہی دعائی اصول ہیں جن کو ائمہ کے قدیم اصحاب نے ائمہ سے نقل کیا ہے اور بزرگان رجال نے ان سے ہر ایک کی سوانح عمری میں صاف صاف کہا ہے کہ یہ کتابیں انھیں کی ہیں اس کو کتاب ادعیہ بھی کہا ہے نیز اس کتاب کے اس کے مؤلف سے نقل کرنے کی روش کو بھی ذکر کیا ہے"[1]

اہل بیت علیہم السلام کی محفوظ رہ جانے والی میراث

ان اصول کی کچھ کتابیں شیخ الطائفہ، شیخ ابو جعفر طوسی کی کتاب "التہذیب" اور الاستبصار مؤلف کے پاس تھیں۔ اس وقت بغداد میں امہات اصول کے نام سے بھرے ہوئے دو کتاب خانہ تھے ان میں سے ایک کتابخانہ سابور تھا جس کے بانی شیعہ علماء تھے جو بغداد میں کرخ کی طرف بنایا گیا تھا اور دوسرا کتابخانہ ان کے استاد محترم شریف مرتضی کا تھا جس میں اسی ہزار کتابیں تھیں وہ کتابیں ابن ادریس حلی کے زمانہ تک باقی رہیں جن میں سے "مستطرفات السرائر" کا استخراج کیا گیا۔

دعاؤں کے کچھ مصادر کا تلف ہونے سے محفوظ رہنا

محقق بزرگ طہرانی کتاب الذریعہ میں تحریر کرتے ہیں: منجملہ دعائی اصول جو شاپور کتاب خانہ میں یا خاص عناوین کے

---

[1] الذریعہ جلد ۸ صفحہ ۱۷۴۔

تحت موجود تھے یاقوت حموی کی تشریح کے مطابق سب کے سب جل کر راکھ ہو گئے لیکن ان میں سے جو کچھ شخصی طور پر دوسروں کے پاس موجود تھے، وہ محفوظ رہ گئے ادعیہ، اذکار اور زیارتوں کے مطالب ہم تک اسی طرح پہنچے ہیں جس طرح ان اصول میں مندرج تھے چونکہ کتاب خانہ کے جلائے جانے سے چند سال پہلے متعدد علماء اعلام نے ادعیہ، اعمال اور زیارتوں کی کتابیں تالیف کی تھیں اور جو کچھ ان کتابوں میں دعاؤں کے اصول موجود تھے ان کو اخذ کر لیا تھا۔

ان اصول سے تالیف کی گئیں کتابیں کتاب خانہ کے جلائے جانے سے پہلے اسی طرح موجود تھیں اور آج بھی موجود ہیں، جیسے کتاب دعا مولف شیخ کلینی متوفی ۳۲۹ ئھ ق۔ کتاب کامل الزیارات۔ مولف قولویہ متوفی ۳۶۰ ئھ ق، کتاب الدعا والمز ار مولف شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ ئھ، کتاب المز ار مولف شیخ مفید متوفی ۴۱۲ ءقاور کتاب روضۃ العابدین مولف کراجکی متوفی ۴۴۹ ئھ ق۔

کتاب مصباح المتہجد کے ذریعہ محفوظ رہنے والی دعائیں

وہ دعائیہ مصادر جو ان قدیمی اصول سے اخذ کئے گئے ہیں ان میں سے کتاب مصباح المتہجد ہے جو شیخ الطائفہ طوسیؒ متوفی ۴۶۰ ئھ ق) کی تالیف ہے آپ نے ۴۰۸ ءھ ق میں عراق آنے کے بعد ان قدیم اصول کو اخذ کیا جو کتابخانہ شاہ پور اور کتاب خانہ شریف مرتضی کے ماتحت موجود تھے آپ نے احادیث احکام کے سلسلہ میں تہذیب الاحکام اور استبصار تالیف کی اور دعا واعمال کے متعلق مصباح المتہجد نام کی کتاب تحریر کی ہے اور اس میں ان ہی مقدار میں ان اصول کو تحریر کیا ہے جن کو عبّاد متہجدین سے آسانی سے اخذ کر سکیں۔

سید ابن طاؤوس تک پہنچنے والے دعاؤں کے کچھ مصادر

دعاؤں کے کچھ وہ مصادر جو ساتویں ہجری تک کرخ میں شاپور کتاب خانہ کے جل جانے سے بچ گئے اور وہ سید رضی الدین ابن طاؤوس متوفی ۶۶۴ ئھ ق کے ہاتھوں میں آئے۔

وہ اپنی کتاب کشف المحجہ جس کو اپنے فرزند کیلئے تالیف کیا تھا اسکی بیالیسیوں فصل میں اس طرح تحریر کرتے ہیں: خداوند بزرگ وتعالیٰ نے میرے سامنے تمہارے لئے متعدد کتابیں لکھنے کا موقع فراہم کیا۔۔۔ اور اللہ نے میرے لئے ”دعوات“ کی ساٹھ جلدوں سے زیادہ جلدیں لکھنے کا موقع فراہم کیا۔ [1]

جب سید ابن طاؤوس نے کتاب مہج الدعوات تحریر کی تو آپ کے پاس دعاؤں کی ستّر سے زیادہ کتابیں موجود تھیں۔

آپ کتاب مہج الدعوات کے آخر میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں: یہ میری زندگی کی آخری کتاب ہے۔۔۔

سید ابن طاؤوس اپنی زندگی کی آخری کتاب الیقین میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کی اس آخری کتاب کو اس

---

[1] کشف المحجہ ثمرۃ المہجہ مولف ابن طاؤوس۔

وقت تحریر کیا ہے جب میرے پاس دعاؤں کی ستر سے زیادہ کتابیں موجود تھیں۔[1]

سید ابن طاؤوس کے پاس حدیث اور دعا کے پندرہ سو مصادر

جب سید نے دعا کے سلسلہ میں اپنی بڑی کتاب "اقبال" تحریر کی تو شہید کے اپنے مجموعہ میں جبعی کے نقل کے مطابق ان کے پاس ان کی اپنی پندرہ سو کتابیں موجود تھیں اور یہ ۶۵۰ ھ ق کی بات ہے جب سید رضی الدین ابن طاؤوس کتاب اقبال لکھ کر فارغ ہوئے۔

شہید تحریر کرتے ہیں ۶۵۰ ھ ق میں آپ کی ملکیت میں چھ سو پچاس کتابیں تھیں۔[2]

سید ابن طاؤوس کی ادعیہ اور اذکار کے سلسلہ میں پندرہ کتابیں

سید ابن طاوس اپنی کتاب "فلاح السائل" میں تحریر کرتے ہیں کہ میں نے جب دعاؤں کے سلسلہ میں اپنے جد شیخ ابو جعفر طوسی کی کتاب "المصباح الکبیر" پڑھی تو ہم کو اس میں بہت سے اہم مطالب نظر آئے جن کو شیخ طوسی نے اپنی کتاب میں ملحق نہیں فرمایا تھا لہٰذا ہم نے کتاب "المصباح الکبیر" پر پندرہ جلدوں میں "تتمات مصباح المتہجد ومھمات فی صلاح المتعبد" نامی کتاب مستدرک تحریر کی ہے۔ وہ کتاب فلاح السائل کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں:

ہم نے اللہ کی مدد سے چند جلد کتابیں مرتب و منظم کی ہیں جن کو اہم اور تتمہ کے عنوان سے شمار کیا جاتا ہے۔

پہلی جلد: جس کا نام "فلاح السائل" ہے جو رات اور دن کے اعمال کے سلسلہ میں ہے اور اس کی دو جلدیں ہیں۔

تیسری جلد: اس کتاب کا نام "زھرۃ الربیع فی ادعیۃ الاسابیع"۔

چوتھی جلد: اس کتاب کا نام جمال الاسبوع بکمال العمل المشروع"۔

پانچویں جلد: اس کتاب کا نام "الدروع الواقیۃ من الاخطار"۔

چھٹی جلد: اس کتاب کا نام "المضمار للسباق واللحاق"۔

ساتویں جلد: اس کتاب کا نام "السالك المحتاج الی معرفۃ مناسك الحجاج"۔

آٹھویں اور نویں جلد: ان دونوں کتابوں کا نام "الاقبال بالاعمال الحسنۃ فیما نذکرہ مما یعمل میقاتا واحداً کل سنۃ"۔

دسویں جلد: اس کتاب کا نام السعادات بالعبادات التی لیس لھا وقت محتوم ومعلوم فی الروایات بل وقتھا بحسب الحادثات المقتضیۃ والادوات المتعلقۃ بھا

جب ہم اللہ کے فضل وکرم سے ان کتابوں کو لکھ کر فارغ ہوئے تو ہم کو محسوس ہوا کہ ہم سے پہلے اس طرح کے علوم سے پرُ

---

[1] الذریعہ جلد ۲ ص ۲۶۵۔

[2] الذریعہ جلد ۲ ص ۲۶۴۔۲۶۵۔

کتابیں کسی نے نہیں لکھیں اور یہ انسان کی ضروریات میں سے ہے کہ انسان مرنے سے پہلے جزا کے طور پر اپنی عبادات کو قبول کرانے اور قیامت میں سرخرو ہونے کی استعداد کا ارادہ رکھتا ہے:

پہلا حصہ: "فلاح السائل ونجاح السائل فی عمل یوم ولیلۃ"۔

دوسرا حصہ: "زهرة الربیع فی ادعیۃ الاسابیع"۔

تیسرا حصہ: کتاب الرجوع فی زیارات وزیادات صلوات ودعوات الاسبوع فی اللیل والنهار۔

چوتھا حصہ: "الاقبال" وہ اعمال حسنہ جن کو انسان ہر سال میں ایک مرتبہ انجام دیتا ہے۔

پانچواں حصہ: "اسرار الصلوات وانوار الدعوات" اگر پروردگار نے مجھے اس کی تالیف کی مہلت دی تو میں اس کو پوری زندگی میں محفوظ رکھوں گا مگر یہ کہ خداوند عالم ایسے شخص کو اذن دے جس کو میری وفات سے قبل اس میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہو"[1]

سید ابن طاووس سے متأخر دعاؤں کے مصادر

آقا بزرگ محقق تہرانی تحریر کرتے ہیں: پھر علماء نے سید بن طاووس کی مدون کتابوں میں ان ادعیہ واذکار کا اضافہ کیا جو ائمہ علیہم السلام سے منسوب تھے اور جو پرانی دعاؤں کی کتابوں میں درج تھے اور وہ کتابیں سید ابن طاووس کے پاس موجود نہیں تھیں اور وہ جلنے، غرق ہونے، زمیں بوس ہونے اور دیمک کے کھانے سے محفوظ رہ گئیں تھیں یہاں تک کہ وہ ہم تک پہونچیں، تو ہم نے ان دعاؤں کو ان کی دعا کی کتابوں میں درج کردیا۔

ان افراد میں سے شیخ سعید محمد بن مکی ہیں جو ۷۸٦ ھ میں شہید ہوئے؛

شیخ جمال السالکین موجودہ کتاب "المزار" کے مؤلف ہیں،

ابو العباس احمد بن فہد حلی مؤلف کتاب "عدۃ الداعی" اور کتاب "التحصین فی صفات العارفین" متوفی ۸۴۱ ھ۔

شیخ تقی الدین ابراہیم الکفعمی متوفی ۹۰۵ ھ، انھوں نے کتاب "جنۃ الامان الواقیۃ"، "بلد الامین"، محاسبۃ النفس اور ائمہ علیہم السلام سے دوسری تمام ماثورہ دعائیں اور اذکار تحریر کئے ہیں انھوں کتاب "الجنۃ" کے شروع میں یہ تحریر کیا ہے کہ یہ کتاب معتمد اور صحیح السند کتابوں سے اخذ شدہ مطالب سے تحریر کی گئی ہے اور کتاب "الجنۃ" اور "البلد" کے دوسو سے زیادہ مصادر شمار کئے ہیں اور ان میں اصل متن کتاب کو بھی نقل کیا ہے اور ان میں اکثر دعاؤں کی قدیم کتابیں ہیں:

جیسے کتاب "روضۃ العابدین" مؤلف کراجکی، متوفی ۴۴۹ ھ۔

کتاب "مفتاح الفلاح مؤلف شیخ بہائی متوفی ۱۰۳۱ ھ۔

کتاب "خلاصۃ الاذکار مؤلف محدث فیض کاشانی متوفی ۱۰۹۱ ھ۔

---

[1] فلاح السائل صفحہ/ ۷۔۹ طبع ۱۳۷۲ ھ شمسی۔

اور علامہ مجلسی متوفیٰ ۱۱۱۱ھ۔ انھوں نے عربی زبان میں بحار الانوار تحریر کی ہے اور "زاد المعاد"، "تحفۃ الزائر"، مقباح المصابیح "، ربیع الاسابیع" اور مفاتح الغیب" فارسی زبان میں تحریر کی ہیں۔[۱]

دعا اور قضا و قدر

دعا اور قضاء و قدر خداوند عالم نے ہر چیز کے لئے قضا و قدر قرار دیا ہے اور انسان ان دونوں سے کسی صورت میں نہیں بچ سکتا ہے وہ خداوند عالم کا حتمی و یقینی ارادہ ہے تو دعا کے موقع پر انسان کیا کرے؟

کیا جس چیز سے مشیت الٰہی اور اس کا علم یقینی طور پر متعلق ہوگیا ہو کیا دعا اس کو بدل سکتی ہے؟

اور جب دعا میں اتنا اثر ہے کہ وہ قضا و قدر الٰہی میں ردو بدل کر سکتی ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

اس سوال کے جواب کے لئے قضا و قدر کی بحث کا چھیڑنا لازم و ضروری ہے۔۔۔ اگر چہ ہم اس بحث کو چھیڑنے سے دعا کی بحث سے دور ہو کر فلسفہ کی بحث میں داخل ہو جائیں گے لہٰذا ہم اپنی ضرورت کے مطابق اس سوال سے متعلق بحث کو مختصر طور پر بیان کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

تاریخ اور کائنات میں قانون علیت

تاریخ اور کائنات کی حرکت کے مطابق یقینی اور عام طور پر بغیر کسی استثناء کے قانون علیت جاری و ساری ہے۔

"لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ" [۲]

"بیشک آسمان و زمین کا اختیار صرف اللہ کے ہاتھوں میں ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے"

"اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ" [۳]

"اللہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے"

"اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ" [۴]

"بیشک تمہارا پروردگار جو بھی چاہے کر سکتا ہے"

"اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" [۵]

"ہم جس چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں اس سے فقط اتنا کہتے ہیں کہ ہو جا پھر وہ ہو جاتی ہے"

---

[۱] الذریعہ الیٰ تصانیف الشیعہ جلد ۸ /۱۷۹۔۱۸۰۔

[۲] سورۂ شوریٰ آیت/ ۴۹۔

[۳] سورۂ حج آیت/ ۱۴۔

[۴] سورۂ ھود آیت/ ۱۰۷۔

[۵] سورۂ نحل آیت/ ۴۰۔

"وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ"[1]

"خدا چاہے تو ان کی سماعت و بصارت کو بھی ختم کرسکتا ہے"

"وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ"[2]

"اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص کر لیتا ہے"

"يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ"[3]

"وہ جسے چاہتا ہے رزق بے حساب عطا کر دیتا ہے"

"وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ"[4]

"اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دیدیتا ہے"

"قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾"[5]

"پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ خدا تو صاحب اقتدار ہے جس کو چاہتا ہے اقتدار دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سلب کر لیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے سارا خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور تو ہی ہر شئ پر قادر ہے"

"اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ"[6]

"وہ چاہے تو سب کو اٹھا لے جائے اور دوسرے لوگوں کو لے آئے"

یہ آیات اور ان آیات کے مانند آیات قرآن کریم میں بہت زیادہ موجود ہیں اور ان آیات سے یہ صاف طور پر واضح ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کائنات پر سلطان مطلق ہے اس کی کوئی حدوحدود نہیں ہے اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور نہ کوئی چیز اس کے لئے مانع ہو سکتی ہے۔

وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ جو بھی چاہے کرسکتا ہے، اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا اور اُن سے سوال کیا جائیگا اور اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی ہے۔

یہودیوں کا یہ نظریہ ہے کہ خداوند عالم کا ارادہ اس عام نظام علیت کا محکوم ہے جو کائنات اور تاریخ پر حکم کرتا ہے، اور خداوند عالم

---

[1] سورۂ بقرہ آیت/ ۲۰۔

[2] سورۂ بقرہ آیت/ ۱۰۵۔

[3] سورۂ آل عمران آیت/ ۳۷۔

[4] سورۂ بقرہ آیت/ ۲۴۷۔

[5] سورۂ آل عمران آیت/ ۲۶۔

[6] سورۂ نساء آیت/ ۱۳۳۔

(یہودیوں کی نظر میں) کائنات اور تاریخ کو خلق کرنے کے بعد ان پر بادشاہت نہیں رکھتا ہے۔

قرآن کریم اس بارے میں فرماتا ہے:

"وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ" [1]

"اور یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں جبکہ اصل میں انھیں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور یہ اپنے قول کی بنا پر ملعون ہیں اور خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں"

ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اس بارے میں قرآن کریم صاف طور پر بیان کر رہا ہے اور یہودیوں نے جو کچھ کہا ہے اس کا باطل ہونا خود بخود ظاہر ہے۔

خداوند عالم کے ارادہ کا قانون علیت سے رابطہ

ہم اس قدرت اور حکومت کی روشنی میں جس کو قرآن کریم نے الٰہی ارادہ کے تحت کائنات، تاریخ اور معاشرہ میں مقرر کیا ہے تو فطری طور پر یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ قانون علیت سے خدا کا کیا رابطہ ہے؟

کیا یہ تعطیل ہے؟ یعنی الٰہی ارادہ قانون علیت کو معطل کر دیتا ہے جب خداوند عالم اس کا ارادہ کرنا چاہے۔

اس کا جواب بغیر کسی شک وشبہ کے نفی میں ہے۔

اللہ نے علت کو خلق کیا ہے اور اس کے علاوہ کسی نے علت کی تخلیق نہیں کی ہے، علت کا خلق کرنا علیت کو بالضرورہ خلق کرنے کے برابر ہے۔ جس طرح اس نے آگ کو پیدا کیا اسی طرح اس میں حرارت کو بھی پیدا کیا اور آگ کو حرارت کے بغیر پیدا کرنا زوج کو زوجیت [2] کے بغیر پیدا کرنے کے مانند ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ آگ کو اس کے بغیر پیدا کرے کہ وہ حرارت کے لئے علت ہو ہاں وہ آگ کے علاوہ اس کو ایسی چیز میں تو تبدیل کر سکتا ہے جو آگ کے مشابہ ہے۔ پس اس قول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کائنات اور تاریخ پر ارادۂ الٰہیہ کے حاکم ہونے سے قانون علیت کا معطل ہو جانا ہے۔

پس ارادۂ الٰہیہ اور قانون علیت میں کیا رابطہ ہے؟

ارادۂ الٰہیہ قانون علیت پر بنفس نفیس قانون کی طرح حاکم ہے

قرآن کریم نے اس علاقہ ورابطہ کی متعدد مقامات پر وضاحت کی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے اور اسے اس قانون پر خود اس قانون کے بالکل اپنی جگہ پر باقی رہتے ہوئے مطلق تسلط حاصل ہے قرآن اللہ کے ارادہ کو معطل نہیں کرتا جیسا یہودیوں نے کہا ہے اور نہ نظام علت کو معطل کرتا ہے جیسا کہ اشاعرہ نے کہا ہے بلکہ یہ تو اس کائنات اور اس قانون پر اللہ کی حاکمیت کو

---

[1] سورۂ مائدہ آیت/ ۶۴۔

[2] اس میں بہت کم فرق ہے پہلا وجود کے لئے ضروری ہے اور دوسرا ماہیت کے لئے لازم ہے۔

مقرر کرتا ہے جب وہ کسی قوم پر نعمت نازل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس قوم پر ہواؤں کو رحمت کی بشارت کے لئے رواں دواں کرتا ہے :

"وَهُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ بَيۡنَ يَدَيۡ رَحۡمَتِهٖ" [۱]

"اور وہی وہ ہے جس نے ہواؤں کو رحمت کی بشارت کے لئے رواں کر دیا ہے"

"اَللّٰهُ الَّذِيۡ يُرۡسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيۡرُ سَحَابًا" [۲]

"اللہ وہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا تو وہ بادلوں کو منتشر کرتی ہیں"

"وَاَرۡسَلۡنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً" [۳]

"اور ہم نے ہواؤں کو بادلوں کا بوجھ اٹھانے والا بنا کر چلایا ہے پھر آسمان سے پانی برسایا ہے"

پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جو بادلوں کا بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کو بھیج کر آسمان سے پانی برساتا ہے اور جب وہ کسی قوم کو اپنی رحمت کی بشارت دینا چاہتا ہے تو وہ اس پر ہواؤں کو رحمت کی بشارت دینے کے لئے رواں کرتا ہے تاکہ وہ بادلوں کو لیجائیں اور ان پر آسمان سے پانی برسائے تاکہ ان کی زمین ہری بھری ہوجائے جس میں اللہ نے اپنی رحمت ودیعت کی ہے۔

اللہ جس پر اپنی نعمتیں نازل کرنا چاہتا ہے اپنی نعمت کے ان ہی اسباب کے ذریعہ نعمتیں نازل کرتا ہے جس طرح وہ جب کسی قوم سے اس کے برے عمل کی وجہ سے انتقام لینا چاہتا ہے عذاب کے اسباب کے ذریعہ انتقام لیتا ہے خداوند عالم آل فرعون کی تنبیہ کے سلسلہ میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَلَقَدۡ اَخَذۡنَآ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ بِالسِّنِيۡنَ وَنَقۡصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ﴿۱۳۰﴾" [۴]

"اور ہم نے آل فرعون کو قحط اور ثمرات کی کمی کی گرفت میں لے لیا کہ وہ شاید اسی طرح نصیحت حاصل کر سکیں"

آل فرعون کے عذاب اور ان کی تنبیہ کا اختتام قحط اور خشک سالی پر ہوا اور "سنون" "سنۃ" کی جمع ہے جس کا مطلب قحط اور خشک سالی ہے۔

جب خداوند عالم کسی قوم پر نعمت نازل کرنا چاہتا ہے تو اسباب نعمت کے ذریعہ اس پر نعمت نازل کرتا ہے اور اسباب نعمت سے ہوا اور بادل ہیں۔ جب کسی قوم پر عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو اسباب عذاب کے ذریعہ اس پر عذاب نازل کرتا ہے اور اسباب عذاب میں سے قحط اور بہت کم بارش ہونا ہے۔

---

[۱] سورۂ فرقان آیت/ ۴۸۔

[۲] سورۂ فاطر آیت/ ۹۔

[۳] سورۂ حجر آیت/ ۲۲۔

[۴] سورۂ اعراف آیت/ ۱۳۰۔

قانون تسبیب

قانون تسبیب سے مراد یہ ہے کہ خداوند عالم جس چیز کو چاہتا ہے اس کو اخذ کرلیتا ہے اور جس چیز میں چاہتا ہے اپنی مشیت کے اسباب متحقق کردیتا ہے قرآن کریم میں اس مطلب کے سلسلہ میں بہت زیادہ شواہد موجود ہیں خداوند عالم فرماتا ہے:

"فَمَنْ يُرِدِ اللهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ"[1]

"پس خدا جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کردیتا ہے اور جسے گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو ایسا تنگ اور دشوار گذار بنا دیتا ہے جیسے آسمان کی طرف بلند ہو رہا ہو وہ اسی طرح بے ایمانوں پر ان کی کثافت کو مسلط کردیتا ہے"

اور جس مطلب کا ہم اوپر تذکرہ کر چکے ہیں اس مطلب کو یہ آیت مکمل طور پر واضح کر رہی ہے بیشک خداوند عالم کسی قوم کی اس کے اعمال کے ذریعہ ہدایت یا اس کو گمراہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اگر ہدایت کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اسباب فراہم کردیتا ہے یا ان کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کردیتا ہے اور جب وہ کسی قوم کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے محقق ہونے کے اسباب فراہم کرتا ہے اور اس قوم کے سینہ کو تنگ بنا دیتا ہے اور فرماتا ہے:

"وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾"[2]

"اور ہم نے جب بھی کسی قریہ کو ہلاک کرنا چاہا تو اس کے ثروتمندوں پر احکام نافذ کردئے اور انھوں نے ان کی نافرمانی کی تو ہماری بات ثابت ہوگئی اور ہم نے اسے مکمل طور پر تباہ کردیا"

جب خداوند عالم کسی معاشرہ کو (ان کے اعمال کے سبب) ہلاک کرنا چاہتا ہے تو تو اسی سبب کا انتخاب کرتا ہے جو اس کے فاسد ہونے کا سبب ہوتا ہے تو وہ اس کو آرام میں ڈال دیتا ہے اور یہ آرام آہستہ آہستہ ان کے فسق و نافرمانی کا سبب ہوجاتا ہے پھر خداوند عالم ان پر اپنا عذاب نازل کردیتا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷﴾"[3]

"اور تم چاہتے تھے کہ وہ طاقت والا گروہ نہ ہو اور اللہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کو ثابت کرنا چاہتا ہے اور کفار کے سلسلہ کو منقطع کردینا چاہتا ہے"

---

[1] سورۂ انعام آیت/ ۱۲۵۔

[2] سورۂ اسراء آیت/ ۱۶۔

[3] سورۂ الانفال آیت/ ۷۔

جب خداوند عالم رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے مسلمانوں کے لئے حقانیت کو ثابت کرنا چاہتا ہے تو جاہ وحشم اور شان وشوکت کے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔

جیسا کہ پروردگار عالم نے ذات شوکت کے طریقہ کو مسلمانوں کے تکامل کا سبب قرار دیا ہے اور زمین پر لوگوں کے لئے ان کو قیموم اور ان کا امام قرار دیا ہے اسی طرح خداوند عالم نے لوگوں کے ہلاک کرنے کے لئے آزمائش وامتحان وآرام قرار دیا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے:

"فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ۝۵۵"[1]

"تمہیں ان کے اموال واولاد حیرت میں نہ ڈال دیں بس اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انھیں کے ذریعہ ان پر زندگانی دنیا میں عذاب کرے اور حالت کفر ہی میں ان کی جان نکل جائے"

خداوند عالم نے ان کے اموال اور اولاد کو ان کے عذاب اور ہلاکت کا سبب قرار دیا ہے۔

قانون توفیق

قانون توفیق قانون تسبیب سے قریب ہے یعنی خداوند عالم بندہ کے ذریعہ اسباب خیر کو نافذ کرا دیتا ہے جب خداوند عالم کسی مریض کو شفا دینے کا ارادہ کرتا ہے تو ایک ایسے طبیب کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو اس بندہ کے مرض کی علت کو پہچانتا ہے اور وہ دوائیں فراہم کر دیتا ہے جس سے وہ مریض کا علاج کرتا ہے

جب کسی بندہ کے خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو اسباب ہدایت اور خیر کی طرف ہدایت کر دیتا ہے، جب کسی بندہ کو رزق دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے اسباب رزق فراہم کر دیتا ہے اور جب اس کے خلاف ارادہ کرتا ہے تو اسباب رزق کے مابین پردے حائل کر دیتا ہے۔

کائنات میں سلطان مطلق اللہ کا ارادہ

ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس کی حکمت اور بادشاہت کے سامنے خاضع ہے:

"مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲"[2]

"اللہ انسانوں کے لئے جو رحمت کا دروازہ کھول دے اس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو روک دے اس کا کوئی بھیجنے

[1] سورۂ توبہ آیت/ ۵۵۔

[2] سورۂ فاطر آیت/ ۲۔

والا نہیں ہے وہ ہر شے پر غالب اور صاحب حکمت ہے"

"اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ" [1]

"بیشک خدا اپنے حکم کا پہنچانے والا ہے"

"اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ ۚ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْۢ بَعْدِہٖ" [2]

"اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور وہ تمہیں چھوڑ دے گا تو اس کے بعد کون مدد کرے گا"

"وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ ۚ وَمَا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ" [3]

"اور جب خدا کسی قوم پر عذاب کا ارادہ کر لیتا ہے تو کوئی ٹال نہیں سکتا ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی کسی کا والی و سرپرست ہے"

"اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ" [4]

"بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر ہی کے رہتا ہے"

"اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ" [5]

"اللہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے"

"اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ" [6]

"وہ بادشاہ، پاکیزہ صفات، بے عیب، امان دینے والا، نگرانی کرنے والا ہے"

خداوند عالم کے ارادہ اور قانون علیت کے مابین رابطہ

اللہ کے ارادہ اور قانون علیت کے مابین حتمی نظریہ فیصلہ کن قول یہ ہے کہ قانون علیت کائنات میں یقینی اور عام طور پر نافذ ہوتا ہے۔ مگر یہ قانون اللہ کی مشیت کے سامنے محکوم ہے حاکم نہیں ہے اور اللہ کا ارادہ اس پر حاکم ہے اللہ کے ارادہ کے حاکم ہونے کا مطلب اس قانون کو ملغیٰ اور معطل قرار دینا نہیں ہے اور کیسے خدا اس قانون کو ملغیٰ قرار دے سکتا ہے جبکہ اسی نے اس کو خلق فرمایا ہے لیکن خداوند عالم ان اسباب میں سے جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جن کو چاہتا ہے قائم و دائم رکھتا ہے اور اس کائنات میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اسباب عزت کے ذریعہ عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اسباب ذلت کے ذریعہ ذلیل کرتا ہے۔

اس بنا پر یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اسباب وعلل کے ذریعہ کائنات اور تاریخ کے مستقبل کا مطالعہ کر سکے چونکہ

---

[1] سورۂ طلاق آیت/ ۳۔

[2] سورۂ آل عمران آیت/ ۱۶۰۔

[3] سورۂ رعد آیت/ ۱۱۔

[4] سورۂ ہود آیت/ ۱۰۷۔

[5] سورۂ حج آیت/ ۱۴۔

[6] سورۂ حشر آیت ۲۳۔

ہر امر میں اللہ کی مشیئت کا دخل ہے لہٰذا یہ اسباب وعلل جس طرح اللہ چاہتا ہے اسی طرح متغیر ہو جاتے ہیں۔

کبھی طاقتور اور کمزور لشکر ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں جب ہم میں سے کوئی ایک ان دونوں کے مستقبل کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ یہی خبر دیتا ہے کہ طاقتور لشکر کو فتح نصیب ہوگی اور کمزور لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑے گا مگر جب خداوند عالم چھوٹے گروہ کو بڑے لشکر پر غالب کرنا چاہتا ہے تو ایسے اسباب فراہم کر دیتا جن کا گمان بھی نہیں ہوتا ہے وہ بڑے گروہ کے دلوں میں رعب وخوف پیدا کر دیتا ہے اور چھوٹے گروہ کے دلوں میں طاقت اور عزم وارادہ کو محکم کر دیتا ہے اور اس چھوٹی جماعت کے کارنامہ کو مضبوط کر دیتا ہے لیکن بڑے گروہ کے اس فعل کو مضبوط نہیں کرتا (یعنی ان کے دلوں میں خوف ورعب اسی طرح باقی رہتا ہے)اور بڑی جماعت کو عسکری غلطیوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور چھوٹے گروہ کو مضبوط ومحکم کر دیتا ہے اور امور کو اسی کے مطابق انجام دیتا ہے:

"فتنصر الفئة القليلة على الفئة الكثيرة اذا شاء الله"

"پس چھوٹے گروہ کو بڑے گروہ پر کامیاب کر دیتا ہے جب وہ چاہتا ہے"

چھوٹے اور بڑے گروہ کے جنگ کے راستہ کو ایک نہیں قرار دیتا جیسا کہ اللہ پر ایمان نہ لانے والے افراد گمان کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کثرت اسباب مدد میں سے نہیں ہے اور اقلیت اسباب شکست میں سے نہیں ہے۔ بیشک ہمارا یہ کہنا ہے کہ مدد کے دوسرے اسباب بھی ہیں اسی طرح شکست کے بھی دوسرے اسباب ہیں، جب خداوند عالم کسی چھوٹے گروہ کی مدد کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے فتح کے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور یہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور جب کسی بڑے گروہ کو شکست سے دو چار کرنا چا ہتا ہے تو اس کے اسباب فراہم کر دیتا ہے اور یہ بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے:

"قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾" [1]

"اور ایک جماعت جس نے خدا سے ملاقات کرنے کا خیال کیا تھا کہا کہ اکثر چھوٹے چھوٹے گروہ بڑی بڑی جماعتوں پر حکم خدا سے غالب آجاتے ہیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"

تکوین (موجودات) میں بداء

کائنات میں بداء کا مطلب یہ ہے: کائنات اور تاریخ میں جو حادثات رونما ہونے والے ہیں ان کے راستہ کو بدل دینا۔ اگر قانون علیت لوگوں کی زندگی پر حاکم ہوتا تو بہت سے مقامات ایسے آئے ہیں جہاں پر انسان پستی کے گڑھے میں گرنے والا تھا تو اس موقع پر مشیت الٰہی نے بڑھ کر اس کو سہارا دیا اور پستی کے گڑھے میں گرنے سے اس کو نجات دی۔۔۔ جو قانون علیت کی حرکت کے خلاف ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ قانون ملغیٰ (بے کار) ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ خداوند عالم کی جانب سے یہ

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۴۹۔

قانون محکوم ہے اوراس کے محکوم ہونے کے وہ نتائج ہیں جولوگوں کی سمجھ کے خلاف ہیں اور لوگ ان کو اسباب ومسببات اور علل و معلولات کا تسلسل کہتے ہیں۔

قانون علیت میں یہ تحکم الٰہی جولوگوں کو چونکا دیتا ہے اوران کے حسابات میں تغیر وتبدل کر دیتا ہے اسے بداء کہا جاتا ہے جو اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی بہت سی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

"بداء" کے ذریعہ کائنات، تاریخ اور معاشرہ میں تغیر واقع ہو جاتا ہے وہ حادثات واقع ہوجاتے ہیں جن کو انسان شمار نہیں کر سکتا، لوگوں کی توقع کے خلاف مدد ہو جاتی ہے، وہ لوگ شکست کھا جاتے ہیں جو کبھی شکست کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے، کمزور باشاہ بن جاتا ہے اور بادشاہ ذلیل ہوجاتے ہیں۔

محواوراثبات

محواوراثبات کے معنی میں بداء کے یہی معنی قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں:

"يَمۡحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثۡبِتُ ۚ وَعِنۡدَهٗۤ اُمُّ الۡكِتٰبِ" [1]

"اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یا برقرار رکھتا ہے کہ اصل کتاب اسی کے پاس ہے"

"اُمّ الکتاب" سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے جس کو روایات کی زبان میں "لوح محفوظ" سے تعبیر کی گئی ہے جس میں محو اور تغییر واقع نہیں ہوتا اور نہ ہی خداوند عالم ایسا ہے کہ وہ پہلے ایک چیز سے نا آگاہ ہو اور بعد میں اس کو اس چیز کا علم حاصل ہو۔

شیخ صدوق نے کتاب "اکمال الدین" میں ابوبصیر اور سماعۃ سے اور انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"من زعم انّ الله عزّ وجلّ يبدؤله في شيءٍ لم يعلمه امس فابرؤوا منه" [2]

"جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے ایسی چیز کا علم حاصل ہوتا ہے جس کو وہ کل نہیں جانتا تھا تو اسے ہم سے برائت کرنا چاہئے"

محو "کتاب تکوین" میں تو جاری ہو سکتا ہے لیکن "اُمُّ الکتاب" جو خداوند عالم کا علم ہے اس میں جاری نہیں ہو سکتا ہے۔

خداوند عالم کا علم ثابت ہے اس میں کسی قسم کی ردوبدل اور تغییر وتبدل واقع نہیں ہو سکتا ہے اور تغیر وتبدل کائنات، مجتمع اور تاریخ میں ان اسباب کے ذریعہ واقع ہوتا ہے جن کو خداوند عالم نے ان کے لئے فراہم کر رکھا ہے۔ عیاشی نے ابن سنان سے اور انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"انّ الله يقدّم ما يشاء و يؤخر ما يشاء، و يمحو ما يشاء و يثبت ما يشاء و عنده امّ الكتاب و قال فكل امر يريده الله فهو فيْ علمه قبل ان يصنعه ليس شيء يبدوله الّا و قد كان فيْ علمه، انّ الله لا

[1] سورۂ رعد آیت/ ۳۹۔

[2] بحارالانوار جلد ۴ صفحہ ۱۱۱۔

یبد و لہ من جھل"۔[1]

بیشک خداوند عالم جس چیز کو چاہتا ہے مقدم کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے موخر کر دیتا ہے جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت (برقرار) رکھتا ہے اس کے پاس اُمّ الکتاب ہے اور ہر وہ امر جس کا خداوند عالم ارادہ کرتا ہے وہ اس سے پہلے کہ اس چیز کو موجود کرے اس کے علم میں ہے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وہ ابتدا کرے وہ اس کے علم میں نہ ہو، بیشک خداوند عالم کسی چیز کی ابتدا کرنے سے نا آگاہ نہیں ہے"

عمار بن موسیٰ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے:

"جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یمحو اللہ کے سلسلہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"اِنَّ ذلك الکتاب کتاب یمحواللہ مایشاء ویثبت، فمن ذلك یَرُدُّ الدعاء القضاء وذالك الدعاء مکتوب علیه الّذی یُرَدُّبه القضاء حتّٰی اذا صار الیٰ اُمِّ الکتاب لم یغن الدعاء فیه شیئاً"۔[2]

"بیشک وہ کتاب ایسی کتاب ہے جس میں سے اللہ جو چاہتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے جو شخص دعا کے ذریعہ قضا کو رد کرنا چاہتا ہے تو وہ دعا خداوند عالم کے پاس لکھی ہوئی ہے جس کے ذریعہ سے قضا ٹل جاتی ہے یہاں تک کہ جب وہ ام الکتاب تک پہنچتی ہے تو دعا اس میں کچھ نہیں کر سکتی ہے"

خداوند عالم کائنات کے نظام میں قانون علیت کے ذریعہ جس چیز کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔ کبھی ایک معین و مشخص مرض صاحب مرض کی طبیعی اسباب کے ذریعہ موت کا سبب ہوتا ہے تو خداوند عالم اس کو اپنے اذن و امر سے اس کے لئے برقرار رکھتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اور صاحب مرض کی شفاء کے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔ اسباب کے معطل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تکوین میں تو قانون محو جاری ہو جاتا ہے لیکن ام الکتاب میں نہ محو جاری ہوتا ہے نہ کوئی تغیر و تبدل ہوتا ہے اور نہ ہی خداوند عالم کسی چیز سے نا آگاہ ہونے کے بعد اس کا عالم ہوتا ہے۔

کتاب تکوین میں یہ محو اسباب و مسببات کے نظام کے لئے خداوند عالم کی "حکمت" اور "رحمت' کی بنا پر جاری ہوتے ہیں۔ جب خداوند عالم کی "حکمت" اور "رحمت' کائنات اور معاشرہ میں کسی چیز کے حادث ہونے کا تقاضا کرتی ہے تو خداوند عالم اس کے اسباب فراہم کر دیتا ہے اور جو کچھ کائنات اور معاشرہ میں ہوتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت، اسباب اور مسببات کے نظام کی باعث نہ ہو۔ یہ نظام "محو" اور "اثبات" کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے امر کا خاضع ہے، اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اس پر نافذ ہے۔ جب خدا وند عالم اپنے اذن اور امر سے اس کا اثبات چاہتا ہے تو وہ ثابت رہتا ہے اور جب اللہ اس میں تغیر تبدل اور اس کو مٹانا چاہتا ہے تو وہ اس کے حکم اور بادشاہت سے بدل جاتے ہیں۔

---

[1] بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۱۲۱۔

[2] بحار الانوار

"بداء" پر ایمان کی تردید

ہمیت کے اعتبار سے بداء پر ایمان رکھنا خداوند عالم پر ایمان رکھنے کے بعد آتا ہے؛ بداء کے انکار کرنے کا مطلب کائنات اور معاشرہ کی حرکت اوراس کی دیکھ بھال کرنے سے خداوند عالم کے ارادہ کو معزول کرنا اور نظام علیت وسببیت میں اللہ کے ارادہ کو محکوم کرنا ہے جیسا کہ یہود کہتے ہیں:

"يَدُاللهِ مَغْلُوْلَةٌ"۔[۱]

"خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں"

بلکہ ہمارا قول یہ ہے:

"بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ"۔[۲]

"بلکہ خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں"

خداوند عالم کی بادشاہت کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کا ہاتھ پوری کائنات اور معاشرہ پر پھیلا ہوا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ پر مسلمان انسان کے عقیدہ رکھنے کی یہ پہلی پناہ گاہ ہے اور دوسری پناہ گاہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ رکھنا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ پر ایمان نظام میں اسباب ومسببات میں ہر حال میں جو تغیر وتبدل ہوتا ہے وہ اس کی دسترس میں ہے بندہ اپنی تمام حاجتوں میں اسی سے پناہ چاہتا ہے اور اکثر انسان کو جو چیز اللہ سے متمسک کرتی ہے وہ حاجتوں اور رنج وغم کے وقت خداوند عالم سے دعا کرنے کا وقت ہے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کے قضا اور قدر میں تغیر وتبدل کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی اور وہ حادثوں کے واقع ہونے کے وقت دعا کرنے میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا تو انسان اپنی حاجت اور اہم کام کے وقت خداوند عالم سے پناہ نہیں مانگتا ہے۔اللہ کی پناہ تو وہ لوگ مانگتے ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو قضا ہیں خداوند عالم کی ایک قضا وہ ہے جو ام الکتاب میں لکھی گئی ہے جس میں تغیر وتبدل کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ دوسری قضا وہ ہے جس میں جب اللہ چاہتا ہے تو تغیر وتبدل واقع ہوجاتا ہے تو اس وقت بندے اپنی حاجتوں اور دعاؤں کے قبول ہونے کے لئے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔

دعا اور بداء

جو امور اسباب وحوادث کی رفتار بدلنے میں خداوند عالم کے ارادہ کے دخل انداز ہونے کا سبب ہوتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں جیسے ایمان اور تقویٰ، خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

---

[۱] سورۂ مائدہ آیت ۶۴۔

[۲] سورۂ مائدہ آیت ۶۴۔

"وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰىٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ" [1]

"اور اگر اہل قریہ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کے لئے زمین و آسمان کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے"

شکر

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ" [2]

"اگر تم ہمارا شکریہ ادا کروگے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کردیں گے"

استغفار کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" [3]

"حالانکہ اللہ ان پر اس وقت تک عذاب نہیں نازل کرے گا جب تک "پیغمبرؐ" آپ ان کے درمیان ہیں اور خدا ان پر عذاب کرنے والا نہیں ہے اگر یہ توبہ اور استغفار کرنے والے ہو جائیں"

دعا اور ندا کے سلسلہ میں خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝٧٦" [4]

"اور نوح کو یاد کرو جب انھوں نے پہلے ہی ہم کو آواز دی اور ہم نے ان کی گزارش قبول کرلی اور انھیں اور ان کے اہل کو بہت بڑے کرب سے نجات دلادی"

"وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝٨٣ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝٨٤" [5]

"اور ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری نے چھولیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیماری کو دور کردیا اور انھیں ان کے اہل و عیال دیدئے کہ یہ ہماری طرف سے خاص مہربانی تھی اور یہ عبادت گزار بندوں کے لئے ایک یاددہانی ہے"

"وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

---

[1] سورۂ اعراف آیت/ ۹۶

[2] سورۂ ابراہیم آیت/ ۷

[3] سورۂ انفال آیت/ ۳۳

[4] سورۂ انبیاء آیت/ ۷۶

[5] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۳ـ۸۴

سُبۡحٰنَکَ ٭ۖ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۸۷﴾ فَاسۡتَجَبۡنَا لَہٗ ۙ وَ نَجَّیۡنٰہُ مِنَ الۡغَمِّ ؕ وَ کَذٰلِکَ نُـۨۡجِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸۸﴾" [۱]

"اور یونس کو یاد کرو کہ جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہیں کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جا کر آواز دی کہ پروردگار تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا، تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انھیں غم سے نجات دلا دی اور ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں"

مطلق طور پر پوری کائنات کا نظام خداوند عالم کے قبضۂ قدرت میں ہے کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی سلطنت کو محدود کرے اور اس کو عاجز کردے۔ یہ بادشاہت اس کے ذاتی اسباب کے ذریعہ جاری رہتی ہے اور اس کا مطلب اسباب و مسببات کو معطل کرنا نہیں ہے خداوند عالم اس نظام کائنات میں اپنی بادشاہت، حکم اور امر سے جس چیز کو چاہتا ہے مٹادیتا ہے اور اپنے اذن سے جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے یہ محو اور اثبات فقط کتاب تکوین میں جاری ہوتا ہے اور "اُم الکتاب" میں ایسا نہیں ہے۔ خداوند عالم تکوین میں اپنی حکمت اور رحمت سے کسی چیز کو محو کرتا ہے اور اس محو کرنے کو ہی بداء کہا جاتا ہے جو اہل بیت علیہم السلام سے مروی متعدد روایات میں ایا ہے اور خداوند عالم متعدد اسباب کے ذریعہ بداء کو جاری کرتا ہے، جیسے استغفار، تقویٰ، ایمان، شکر اور دعا وغیرہ

دعا بداء کے اہم اسباب میں سے ہے:

"اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ" [۲]

"اور تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا"

زیارت کے توحیدی اور سیاسی پہلو

تاریخ میں خاندان توحید

قرآن کریم میں ایک ہی خاندان توحید کا تذکرہ ہوا ہے

اس خاندان کے رائد (چلانے والے) اور پدر ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام تھے خدا فرماتا ہے:

"جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجۡتَبٰىكُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ ؕ هُوَ سَمّٰٮكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ وَفِىۡ هٰذَا لِيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ شَهِيۡدًا عَلَيۡكُمۡ وَتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ" [۳]

"۔۔۔اس نے تم کو منتخب کیا ہے اور دین میں کوئی زحمت نہیں قرار دی ہے۔ یہی تمہارے بابا ابراھیم کا دین ہے اس نے تمہارا

---

[۱] سورۂ انبیاء آیت/ ۸۷،۸۸

[۲] سورۂ مومن آیت/ ۶۰

[۳] سورۂ حج آیت/ ۷۸

نام پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلم اور اطاعت گذار رکھا ہے تا کہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہے اور تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو۔۔۔"

اس خاندان کی آخری کڑی حضرت رسول اللہ خاتم الانبیاء تھے، آپ ہی پر رسالت کا خاتمہ ہوا، یہی خاندان شجرہ طیبہ ہے، اسکی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اسکی شاخیں مبارک، پھل پاک و پاکیزہ ہیں تاریخ میں مستمر ہیں اور قرآن کریم کے بیان کے مطابق ایک ہیں:

"إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿٩٢﴾" [۱]

"بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین اسلام ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں لہٰذا میری ہی عبادت کرو"

"وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ﴿٥٢﴾" [۲]

"اور تمہارا سب کا دین ایک دین ہے اور میں ہی سب کا پروردگار ہوں لہٰذا بس مجھ سے ڈرو"

قرآن کریم نے اس خاندان کی وحدت و یکپارچگی کے گوشت و پوست اور اجزاء کے مابین علاقہ و تعلق کو محکم و مضبوط کیا ہے اور اس خاندان کے درمیان گہرا تعلق پیدا کیا ہے۔

یہ اہتمام اسلامی تربیت کی راہ اس خاندان کے اتحاد نیز اس خاندان کی طرف منسوب وحی کی گہرائی کے تعلق کو بیان کرنے کے لئے ہے اور اس خاندان کے رموز اور صالح افراد کو منظر عام پر لانا لوگوں کی زندگی کے لئے نمونہ ہیں۔

اسی طرح یہ اہتمام نسل در نسل اس خاندان میں توحید کی وراثت اس کی ارزش کو باقی رہنے اور اس خاندان کی تمام نسلوں اور اس خاندان کی کڑیوں کے مابین رابطہ کو مضبوط کرنے کے لئے ہے۔

اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تسلسل

قرآن کریم نے اس خاندان کی نسلوں کے درمیان رابطہ اور تعلق کو کتنی اہمیت دی ہے اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل آیات ذکر کر رہے ہیں:

ا۔ اس خاندان کے درمیان ایک دوسرے کی شناخت، اس خاندان کے نیک ارکان کا تذکرہ، ان کے اسماء کی تعظیم، ان کا تذکرہ کر کے ان کو مشہور کرنا قرآن کریم میں اس امر کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے ہم اس اہتمام کے شواہد ذیل میں پیش کر رہے ہیں:

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾" [۳]

"اور اے پیغمبر اپنی کتاب میں مریم کو یاد کرو کہ جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ مشرقی سمت کی طرف چلی گئیں"

---

[۱] سورۂ انبیاء آیت/ ۹۲

[۲] سورۂ مومنون آیت ۵۲۔

[۳] سورۂ مریم آیت/ ۱۶۔

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾" [۱]

"اور کتاب خدا میں ابراہیم کا تذکرہ کرو کہ وہ ایک صدیق پیغمبر تھے"

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۫ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾" [۲]

"اور اپنی کتاب میں موسیٰ کا تذکرہ کرو کہ وہ میرے مخلص بندے اور رسول و نبی تھے"

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ" [۳]

"اور اپنی کتاب میں اسماعیل کا تذکرہ کرو کہ وہ وعدے کے سچے تھے"

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾" [۴]

"اور اپنی کتاب میں ادریس کا بھی تذکرہ کرو کہ وہ بہت زیادہ سچے پیغمبر تھے"

"وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ" [۵]

"اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو صاحب طاقت بھی تھے"

"وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾" [۶]

"اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطان نے مجھے بڑی تکلیف اور اذیت پہنچائی ہے"۔

"وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾" [۷]

"اور پیغمبر ہمارے بندے ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب کا ذکر کیجئے جو صاحبان قوت اور صاحبان بصیرت تھے۔ ہم نے ان کو آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز قرار دیا تھا"

"وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾" [۸]

---

[۱] سورۂ مریم آیت۔۴۱۔

[۲] سورۂ مریم آیت/ ۵۱۔

[۳] سورۂ مریم آیت/ ۵۴۔

[۴]) سورۂ مریم آیت/ ۵۶۔

[۵] سورۂ ص آیت/ ۱۷

[۶] سورۂ ص آیت/ ۴۱

[۷] سورۂ ص آیت ۴۵۔۴۶

[۸] سورۂ ص آیت/ ۴۸

"اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے اور یہ سب نیک بندے تھے"

۲۔صلح وسلامتی کی بنیاد پر اس خاندان کی کڑیوں کے مابین رابطہ ایجاد کرنا، اس خاندان کی نسلوں سے حسد اور کینہ دور کرنا زمانۂ حال کو ماضی سے مربوط کرنا اولاد کو باپ دادا‌ؤں سے ملحق کرنا خلف کو صلح کی بنیاد پر اسی خاندان کے سلف صالح سے ملحق کرنا اور صلح وسلامتی کا رابطہ اس خاندان کے درمیان سب سے بہترین اور برجستہ رابطہ ہے۔خداوند عالم فرماتا ہے:

"وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۷۸﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ﴿۷۹﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۸۰﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۱﴾" [۱]

"اوران کے تذکرے کو آنے والی نسلوں میں برقرار رکھا۔ساری خدائی میں نوح پر ہمارا سلام، ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے"

"وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۰۸﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿۱۰۹﴾" [۲]

"اور اس کا تذکرہ آخری دور تک باقی رکھا ہے۔سلام ہو ابراہیم پر"

"وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۱۹﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۱۲۰﴾" [۳]

"اور اس کا تذکرہ آخری دور تک باقی رکھا ہے۔سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر

"وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۲۹﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ ﴿۱۳۰﴾" [۴]

"اور اس کا تذکرہ آخری دور تک باقی رکھا ہے۔سلام ہو آل یاسین پر"

"وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۸۲﴾" [۵]

"اور ہمارا سلام تمام مرسلین پر ہے اور ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا پروردگار ہے"

اور صلح وسلامتی کے رابطہ کا تقاضا، رہنما کا ایک ہونا، مقصد کا ایک ہونا، راستہ کا ایک ہونا، اس غرض ومقصد تک پہنچنے کے سلسلہ میں وسیلہ کا ایک ہونا، روش کا ایک ہونا نیز رفتار اور نظریہ کا ایک ہونا ہے۔

اور اس مجموعی وحدت کے علاوہ صلح ودوستی کے اور کوئی معنی نہیں ہیں۔

۳۔اس خاندان کی نسل درنسل میں میراث کا رابطہ ہے خلف صالح اپنے سلف سے توحید کی ارزشوں اور توحید کی طرف دعوت

---

[۱] سورۂ الصافات آیت/ ۷۸۔۸۱

[۲] سورۂ الصافات آیت/ ۱۰۸۔۱۰۹

[۳] سورۂ الصافات آیت/ ۱۱۹۔۱۲۰

[۴] سورۂ الصافات آیت/ ۱۲۹،۱۳۰

[۵] سورۂ الصافات آیت/ ۱۸۱۔۱۸۲

دینے کومیراث میں پاتا ہے۔

خداوند عالم ارشادفرماتا ہے:

"ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا"[۱]

"پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو قرار دیا جنھیں اپنے بندوں میں سے چُن لیا"

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾"[۲]

"اور یقیناہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا ہے"

"وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾"[۳]

"اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرنے والے ہیں درحقیقت یہ وہی وارثان جنت ہیں"

"وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾"[۴]

"اور جولوگ کتاب سے تمسک کرتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی ہے تو ہم صالح اور نیک کردار لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے ہیں"

اسی رابطہ کی وجہ سے خلف (فرزند) سلف سے توحید کی ارزشوں کو حاصل کرتا ہے، تاکہ ان ارزشوں کو اپنے بعد والی نسلوں تک منتقل کرسکے۔

۴۔ اس خاندان کا اسلام سے گہرا رابطہ ہے خداوند عالم نے ہر موحد کے لئے اس خاندان کے رائد (قائد) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باپ کہا ہے اور ان کو جناب ابراہیم کے فرزند قرار دیا ہے۔

"هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ"[۵]

"۔۔۔اس نے تم کو منتخب کیا ہے اور دین میں کوئی زحمت نہیں قرار دی ہے۔یہی تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلم اور اطاعت گذار رکھا ہے تاکہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہے اور تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو۔۔۔"

---

[۱] سورۂ فاطر آیت/ ۳۲۔

[۲] سورۂ غافر آیت/ ۵۳۔

[۳] سورۂ مومنون آیت/ ۹۔۱۰۔

[۴] سورۂ اعراف آیت/ ۱۷۰۔

[۵] سورۂ حج آیت/ ۷۸۔

۵۔خداوند عالم نے اس خاندان کی تمام نسلوں کو اسی خاندان کے گذشتہ اور موجودہ انبیاء، مرسلین صالحین اور صدیقین کی اقتداء کرنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد خداوند قدوس ہے:

"وَلَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"۔[1]

"مسلمانو! تمہارے واسطے تو خود رسول اللہ کا (خندق میں بیٹھنا) ایک اچھا نمونہ تھا"

"قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ"۔[2]

"تمہارے لئے بہترین نمونہ عمل ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ہے"

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ"۔[3]

"مسلمانو! ان لوگوں (کے افعال) تمہارے واسطے جو خدا اور روز آخرت کی امید رکھتا ہے اچھا نمونہ ہے"

قرآن کریم انبیائے الٰہی اور اس کے اولیائے صالحین کی کچھ تعداد بیان کرنے کے بعد انکی اقتدا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ خداوند عالم نے ان کو جو نور کا رزق عطا کیا ہے اس سے ہدایت اور اقتباس کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

"وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ"۔[4]

"یہ ہماری دلیل ہے جسے ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں عطا کیا اور ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے درجات کو بلند کر دیتے ہیں۔ بیشک تمہارا پروردگار صاحب حکمت بھی ہے اور باخبر بھی ہے اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق ویعقوب دئے اور سب کو ہدایت

---

[1] سورۂ احزاب آیت/۲۱۔
[2] سورۂ ممتحنہ آیت/۶۔
[3] سورۂ ممتحنہ آیت/۶
[4] سورۂ انعام آیت/ ۸۳۔۹۰۔

بھی دی اوراس کے پہلے نوح کو ہدایت دی اور پھر ابراہیم کی اولاد میں داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون قرار دئے اور ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔اور زکریا یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو بھی رکھا جو سب کے سب نیک کرداروں میں تھے۔اور اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط بھی بنائے اور سب کو عالمین سے بہتر اور افضل بنایا۔اور پھر ان کے باپ دادا، اولاد اور برادری میں سے اور خود انھیں بھی منتخب کیا اور سب کو سیدھے راستہ کی ہدایت کردی ہے۔۔۔یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی ہے لہٰذا آپ بھی اسی ہدایت کے راستہ پر چلیں"

۶۔دعا کا رابطہ: آنے والی نسل کا گذشتہ نسل کے لئے دعا کرنا، خلف اور سلف کے درمیان سب سے بہتر اور محکم رابطہ ہے۔ موجودہ نسل کا گذشتہ افراد کی سابق الایمان ہونے کی گواہی دینا ہے اور اللہ سے ان کی مغفرت اور رحمت کے لئے دعا کرنا ہے:

"وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰" [1]

"اور جو لوگ ان کے بعد آئے اور ان کا کہنا یہ ہے کہ خدایا ہمیں معاف کردے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جنھوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی ہے اور ہمارے دلوں میں صاحبان ایمان کے لئے کسی طرح کا کینہ نہ قرار دینا کہ تو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے"

معلوم ہوا سلف صالح سے رابطہ برقرار رکھنا تربیت کے لحاظ سے اس دین کے راستہ کا اصل جزء ہے۔

نسلوں کے درمیان باہمی رابطہ کے سلسلہ میں قرآن کریم کی ایسی ممتاز ثقافت موجود ہے جس کے ذریعہ قرآن کریم مومنین کو ایسے مسلمان خاندان کے درمیان نسلیں گذر جانے کے باوجود ارتباط کی دعوت دیتا ہے یہ رابطہ عہد ابراہیم سے بلکہ حضرت نوح کے زمانہ سے لے کر آج تک برقرار ہے۔جبکہ انبیائے عظام میں اولوا العزم پیغمبر بھی ہیں جیسے موسیٰ بن عمران، عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور انھیں میں آخری نبی پیغمبر خدا ہیں۔یہ باہمی رابطہ اس خاندان توحید کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔

زیارت

اس بات سے واقفیت کے بعد کہ تمام نسلوں میں میراث، تسالم، محبت اور ملاقات کا رابطہ اس دین کی خصوصیات میں سے ہے۔۔ہم کو یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ وسائل کیا ہیں جن کی وجہ سے یہ رابطہ پیدا ہوتا ہے اور گذشتہ نسلوں کے لئے موجودہ نسل کے احساسات کا پتہ چلتا ہے۔۔۔یہ وسائل اس مقصد تک پہنچنے کے لئے اسلامی تربیتی پہلو کی راہ ہموار کرنے میں مؤثر شمار ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اور ان کے خلفاء، اولیائے الٰہی اور اللہ کے صالح بندوں کی قبروں کی زیارت کرنا، ان پر سلام بھیجنا، ان کے لئے دعا کرنا، ان کے لئے نماز قائم کرنا، زکواۃ ادا کرنا اور امر بالمعروف کرنے کی گواہی دینا مومنین کی نسلوں کے درمیان اس ملاقات اور رابطہ

---

[1] سورہ حشر آیت۔۱۰۔

کے اہم اسباب ہیں۔

ان زیارتوں میں جن سے مومنین اولیاء اللہ اور مومنین کی قبروں کی زیارت نیز اس سے متصل سلام ودعا وشہادت کے ذریعہ مانوس ہوتے ہیں مومنین کی اس جماعت کے سلسلہ میں اپنے احساسات بیان کرتے ہیں جو ان سے پہلے ایمان لا چکے، نمازیں قائم کر چکے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر چکے، ان سے پہلے توحید کی جانب دعوت کے پیغام کیلئے قیام کر چکے خدا کی جانب ان کے لئے راستہ ہموار کر چکے لوگوں کو خداوند عالم کا عبادت گذار بنا چکے ان سے پہلے لوگوں کے درمیان کلمۂ توحید کو بلند کر چکے ہیں۔

اس احسان کے لئے زیارت کو وفا سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی اولاد کا اپنے آبا واجداد سے وفاداری کا اظہار کرنا اس دور رائد میں توحید، نماز قائم کرنے اور زکات ادا کرنے کی جانب دعوت دینے کیلئے گواہی کی ضرورت ہے اور زیارت کا مطلب ہی فرزندوں کا آباؤ واجداد کے سلسلہ میں اور موجودہ نسل کا گذشتگان کے لئے گواہی دینا ہے۔

زیارت میں صلح وسلامتی اور محبت سے مراد گذشتہ نسلوں سے رابطہ برقرار رکھنا ہے اور حقیقت میں ملاقات، رابطہ اور ایک دوسرے پر رحم، صالحین کی پیروی ان کی یاد سے متعلق ذکر الٰہی کو مجسم کرتا ہے۔

مومنین اپنی زندگی میں فطری طور پر انبیاء صالحین بلکہ تمام مومنین کی قبروں سے مانوس ہوتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب، اُحد کے شہیدوں اور حمزہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کیا کرتے تھے جیسا کہ صحیح روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حمزہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنا ضروری سمجھتی تھیں اور یہ زیارتیں اکثر نماز، دعا، ذکر اور اللہ کی بارگاہ میں حاضری کے ساتھ انجام پاتی ہیں اور ماثورہ زیارات میں یہ تمام باتیں ذکر ہوئی ہیں۔

تعجب ہے بعض اسلامی مذاہب مسلمانوں کو انبیاء ائمہ المسلمین اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے اور ان کی قبروں کے نزدیک دعا اور نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور اسلام کی اس عمومی روش سے اپنے کو الگ قرار دیتے ہیں جو صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے جاتے ہیں ان کو قبروں کے نزدیک دعا نماز اور ذکر کرنے سے منع کرتے ہیں اور اس فعل کو اللہ کے بارے میں شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔

ہم اس کا سبب تو نہیں جانتے ہیں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے اسلام کے ظاہری امر اور مفاہیم نیز ان اقدار کو اچھی طرح نہیں سمجھا ہے جو زیارات کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہیں۔

اور ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ یہ برائی کس طرح کی برائی ہے جس سے مسلمانوں نے نہیں روکا جبکہ نصف صدی سے بڑی شدت کے ساتھ مسلمانوں کو اس چیز سے منع کیا جا رہا ہے۔

یا تو ہم نصف صدی سے سختی سے روکنے والوں کو غلطی سے متہم کریں۔

یا ہم ان پر توحید اور شرک کو صحیح نہ سمجھنے کا الزام لگائیں یعنی ان دونوں باتوں کو صحیح طریقہ سے درک نہیں کر پائیں ہیں۔

خداوند عالم سب کو راہ راست کی ہدایت فرمائے اور اپنے صراط مستقیم پر اپنی خوشنودی کی جانب ہماری دستگیری فرمائے۔

زیارتوں کی عبارات میں آنے والے معانی ومفاہیم کا جائزہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی زیارت کے سلسلہ میں اہل بیت سے وارد ہونے والی روایات میں ہم افکار کے مختلف طریقے پاتے ہیں ہم ان میں سے ذیل میں دونمونے ذکر کررہے ہیں:

پہلا طریقہ: وہ افکار جن کا امام اور امت کے درمیان سیاسی تعلق ہوتا ہے۔

دوسرا طریقہ: وہ افکار جن کا زائر اور امام کے درمیان ذاتی تعلق ہوتا ہے۔

ہم عنقریب ان دونوں طریقوں کے سلسلہ میں زیارتوں میں وارد ہونے والے مضامین بیان کریں گے۔

زیارتوں میں سیاسی اور انقلابی پہلو

۱۔زیارت کا عام سیاسی دائرہ سے رابطہ

اہل بیت علیہم السلام سے زیارتوں کے سلسلہ میں وارد ہونے والی روایات میں عقیدتی اور سیاسی قضیہ کا بہت وسیع میدان ہے اور سیاسی قضیہ سے ہماری مراد رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امامت اور ولایت کا مسئلہ ہے اور یہ وہ معتبر وسیلہ ہے جو بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں نیز اس کے بعد بھی سیاست دور میں اسلام کے اصل راستہ سے منحرف ہوجانے کے بعد جاری وساری رہا ہے۔

اسلامی حکومتوں پر ایسے افراد نے بھی حکومت کی ہے جو اسلام اور عالم اسلام کی نظر میں قابل اطمینان نہیں تھے انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا اہل بیت علیہم السلام نے اپنے دور کی اس طرح کی حکومتوں کا مقابلہ کیا۔

اموی اور عباسی، مضبوط حکومتوں سے ٹکراتے رہنے کی بنا پر شیعہ ادب اور ثقافت میں واضح آثار رونما ہوئے اور اسی وقت سے اہل بیت علیہم السلام کی اتباع کرنے والے شیعوں کو رافضہ کے نام سے پہچانا جانے لگا چونکہ انھوں نے بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفا کی ولایت کا انکار کیا تھا۔

شیعی سیاسی فکر اور شیعی سیاسی ادب کو اس وقت سے رفض کا رنگ دیا گیا جب معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے مختلف بہانوں اور مکاریوں سے حکومت لی اور یہ رنگ بنی عباس کی حکومت کے اختتام تک باقی رہا۔

اس سیاسی جنگ اور سیاسی معارضہ کی اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں واضح طور پر عکاسی کی گئی ہے خاص طور سے امام امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں چونکہ ان دونوں اماموں کا دور تاریخ اسلام میں مقابلہ اور ٹکراؤ کا سب سے سخت دور تھا۔

اور شاید اسی سبب کو حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی زیارتوں میں کثرت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

اوران دونوں اماموں سے وارد ہونے والی زیارتوں کا دوسرے تمام ائمہ سے وارد ہونے والی زیارتوں سے مقدار اور کیفیت

میں فرق ہے۔

اس سیاسی قضیہ کا خلاصہ زیارتوں میں بیان ہوا ہے جیسا کہ ہم نے اس کا شہادت اور موقف کے عنوان میں تذکرہ کیا ہے جن میں پہلا شہادت کے بارے میں ہے اور دوسرا سیاست کے متعلق ہے۔

ہم موقف کو شہادت کے بعد بیان کریں گے۔

بیشک سیاسی موقف ہر جنگ اور اختلاف کے موقع پر قضاوت کے دائرہ کا خلاصہ ہوتا ہے قضاوت حق دو جھگڑا کرنے والوں کے درمیان قاطع حکم کا نام ہے، اس وقت اس حکم کی روشنی میں جس کو قضاوت معین کرتی ہے اس سے سیاسی موقف معین ہوتا ہے۔

ایسے میں سب سے انصاف کرنے والا خود انسان کا ضمیر ہوتا ہے وہ انصاف جس کو خدا نے انسان کی فطرت میں ودیعت کیا ہے۔

اسی طرح اس الٰہی محکمہ میں اہل بیت علیہم السلام کے زائر کو یہ گواہی دینی پڑے گی کہ حق اہل بیت علیہم السلام کا حصہ ہے اور انھیں کے ساتھ ہے، اور اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں کے خلاف یہ گواہی دے کہ وہ حق سے منحرف اور باطل کی طرف رجحان رکھنے والے تھے۔

پھر اس گواہی کے راستہ پر ولایت، برائت، روگردانی وسلام ولعنت کا موقف معین ہوتا ہے اب ہم ذیل میں شہادت اور موقف میں سے ہر ایک کے سلسلہ میں اہل بیت علیہم السلام سے منقولہ زیارات کی چند عبارتوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) شہادت

مقابلہ کے پہلے مرحلہ میں رسالت کی گواہی

جناب عمار کی زبانی جنگ کی دو قسمیں ہیں، ایک جنگ جو تنزیل قرآن پر ہوئی جو بدر اور احد میں ہوئی تھی اور دوسری جنگ تاویل قرآن پر ہوئی جو جمل، صفین اور کربلا میں ہوئی تھی یہ دونوں جنگیں آج تک قائم ہیں اور یہ آخر تک قائم رہیں گی۔ ہم پہلی جنگ کے سلسلہ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

"اشهد یا رسول الله مع كل شاهدواتحمّلهاعن كلّ جاد:انك قد بلّغت رسالات ربّك، ونصحت لامتك، و جاهدت فی سبیل ربّك، واحتملت الاذیٰ فی جنبه، ودعوت الیٰ سبیله بالحكمة والموعظة الحسنة الجمیلة، وادّیت الحقّ الذی كان علیك، وانّك قد رؤفت بالمؤمنین وغلظت علیٰ الكافرین، وعبدت الله مخلصاً حتیّٰ اتاك الیقین، فبلغ اللهُ بك اشرف محل المكرمین، واعلیٰ منازل المقرّبین، وارفع درجات المسلمین حیث لایلحقك لاحق، ولایفوقك فائق، و لایسبقكَ سابق، ولایطمع فی ادراكك طامع۔"

"میں شہادت دیتا ہوں اے خدا کے رسول تمام شاہدوں کے ساتھ اور تمام منکروں کے مقابلہ میں کہ آپ نے اپنے پروردگار

کے پیغامات کو پہنچایا، اپنی امت کو نصیحت کی، راہ خدا میں جہاد کیا، اس کی راہ میں ہر زحمت کو برداشت کیا، لوگوں کو راہ خدا کی دعوت دی حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اور وہ سب کچھ ادا کر دیا جو آپ کے ذمہ تھا، آپ نے مومنین پر مہربانی کی اور کافروں پر سختی کی اور خلوص سے اللہ کی عبادت کی یہاں تک کہ زندگانی کا خاتمہ ہوگیا خدا آپ کو بزرگ بندوں کی عظیم ترین منزل تک پہونچائے اور آپ کو مقربین کے بلند ترین مرتبہ پر فائز کرے اور مرسلین کے عظیم ترین درجہ تک پہنچادے جہاں تک کوئی پہونچنے والا نہ پہنچ سکے اور کوئی اس سے بالاتر نہ جا سکے اور کوئی اس سے آگے نہ نکل سکے اور کسی میں اس منزل کو حاصل کرنے کی طمع بھی نہ ہو سکے"

احد کے شہیدوں کی قبروں کی زیارت کے سلسلہ میں پڑھتے ہیں:

"واشهد كم انكم قدجاهدتم فی الله حقّ جهاده وذببتم عن دين الله وعن نبيه، وجدتم بانفسكم دونه، و اشهد انكم قُتِلْتُمْ علیٰ منهاج رسول الله، فجزا كم الله عن نبيه وعن الاسلام واهله افضل الجزاء، وعرفناوجوهكم فی رضوانه مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولٰئِكَ رفيقاً"

"اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حضرات نے راہ خدا میں جہاد کا حق ادا کیا اور دین خدا اور رسول خدا سے دفاع کیا اور اپنی جان قربان کردی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ لوگ رسول اللہ کے طریقہ پر دنیا سے گئے خدا آپ کو اپنے پیغمبر اور اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے بہترین جزا دے اور ہمیں محل رضا اور محل اکرام میں آپ کی زیارت نصیب کرے جہاں آپ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے جو بہترین رفقاء ہیں"

مقابلہ کے دوسرے مرحلہ میں امام علیہ السلام کی گواہی

اس گواہی کو زائر تاویل قرآن پر جنگ کرکے دائرۂ حدود میں ثبت کرتا ہے ہم ان فقروں کو امام امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کے سلسلہ میں اس طرح پڑھتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْهَدُ اِنَّهُ قَدْ بَلَّغَ عن رسولك ما حمّل و رعیٰ ما استحفظ، و حفظ ما استودع، و حلل حلالك، و حرّم حرامك، و اقام احكامك، و جاهد الناكثين فی سبيلك، و القاسطين فی حكمك، و المارقين عن امرك، صابراً، محتسباً لا تاخذه فيك لومة لائمٍ"۔

"خدایا میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر المومنین نے تیرے رسول کی طرف سے دئے گئے بار کو پہونچا دیا اور اس کی رعایت کی جس کی حفاظت چاہی گئی اور جو امانت رکھی گئی تھی اس کی حفاظت کی اور تیرے حلال کو حلال اور تیرے حرام کو حرام باقی رکھا اور تیرے احکام کو قائم کیا اور ناکثین (طلحہ اور زبیر) کے ساتھ تیری راہ میں جہاد کیا اور قاسطین اور مارقین کے ساتھ تیرے حکم سے صبر اور تحمل کے ساتھ جہاد کیا اور تیری راہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں کی"

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے دن سے مخصوص زیارت میں اس طرح پڑھتے ہیں:

كنت للمومنين ابا رحيماً۔۔۔ وعلى الكافرين صبا وغلظة وغيظاً، وللمؤمنين غيثا و خصبا و علما، لم تفلل حجّتك، و لم يزغ قلبك، و لم تضعف بصيرتك ولم تجبن نفسك كنت كالجبل، لا تحرّكه العواصف، و لا تزيله القواصف، كنت كما قال رسول الله قويا فى بدنك، متواضعاً فى نفسك، عظيماً عند الله، كبيراً فى الارض، جليلاً فى السماء، لم يكن لاحد فيك مهمز و لا لخلق فيك مطمع و لا لاحد عنك هوادة، يوجد الضعيف الذليل عندك قويا عزيزاً حتىّ تاخذله بحقه و القوى العزيز عندك ضعيفاً حتىّ تاخذ منه الحقّ"۔

"آپ مومنین کے لئے رحم دل باپ تھے۔۔۔آپ کافروں کے لئے سخت عذاب اور دردناک سزا تھے اور مومنوں کے لئے باران رحمت ہریالی اور علم کی حیثیت سے تھے آپ کی حجت کند نہیں ہوئی اور آپ کا دل کج نہیں ہوا آپ کی بصیرت کمزور نہیں ہوئی آپ کا نفس ڈرا نہیں آپ اس پہاڑ کے مانند تھے جس کو تیز ہوا ہلا نہیں سکتی اور آندھیاں اس کو ہٹا نہیں سکتیں آپ ویسے قوی بدن تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اور اپنے نفس میں متواضع تھے اور خدا کے نزدیک عظیم تھے، زمین میں کبیر تھے اور آسمان میں جلیل تھے آپ کے بارے میں کسی کے لئے نکتہ چینی کا مقام نہیں ہے اور نہ کسی کہنے والے کے لئے اشارہ ہے اور آپ کے بارے میں کسی مخلوق کو غلط طمع ہے اور نہ کسی کے لئے بیجا امید ہے اپ کے نزدیک ہر ضعیف و کمزور ذلیل قوی اور عزیز رہتا ہے یہاں تک کہ آپ اس کے لئے اس کا حق لے لیں اور قوی عزت دار آپ کے نزدیک کمزور ہوتا ہے یہاں تک کہ اپ اس سے حق لے لیں"

دوسرے مرحلہ میں تاویل قرآن پر جنگ کرنے کی گواہی

اس کا پہلا حصہ تاویل کے دائرۂ میں جنگ صفین سے متعلق ہے اور دوسرا حصہ کربلا سے متعلق ہے اور کربلا میں اس سلسلہ کی جنگ واضح و آشکار طور پر واقع ہوئی اس میں قلب سلیم رکھنے والے کے لئے کوئی شک وشبہ نہیں ہے اس کا ہر وہ شخص گواہ ہے جس کے پاس دل ہے یا جو قوت سماعت کا مالک ہے۔

اس جنگ میں امام حسین علیہ السلام اپنے ساتھ اپنے اہل بیت اور اصحاب میں سے بہتّر افراد نیز ایسی مومن جماعت کے ساتھ کھڑے ہوئے جو میدان کربلا میں کسی وجہ سے یا بلاوجہ غیر حاضر رہے۔۔۔اور دوسری طرف یزید آل امیہ اور ان کی شامی اور عراقی فوج نے قیام کیا۔

اس جنگ میں کسی شک وشبہ کے بغیر دونوں طرف کے محاذ اچھی طرح واضح ہو جاتے ہیں چنانچہ امام حسین علیہ السلام نبوت کی ہدایت کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور یزید سرکشوں، جباروں اور متکبروں کی بری شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

کربلا ان دونوں جنگوں کے مابین حد فاصل ہے واقعۂ کربلا سے لے کر آج تک کسی پر اس جنگ کا امر و مقصد مخفی نہیں رہا ہے اور وہ حق و باطل کی شناخت نہ کر سکا ہو مگر اللہ نے جس کی آنکھوں کا نور چھین لیا اس کے دلوں اور آنکھوں پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈالدئے ہیں۔

اس جنگ کے دائرہ حدود میں زائر حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے نماز قائم کرنے زکات ادا کرنے اور "فی سبیل اللہ" جہاد کرنے کی گواہی دیتا ہے اور اس کے بعد اس جنگ کے پس منظر کو برقرار رکھتے ہوئے اس سلسلہ کو واقعہ کربلا کے بعد خدا کی طرف سے امامت ولایت اور قیادت سے متصل کرتا ہے ہم اس گواہی کے سلسلہ میں بہت سے فقرے حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

"اشهد انك قد بلغت عن اللهِ مَا امرك به ولم تخش احدا غيره، وجاهدت فى سبيله، وعبدته، مخلصاً حتىّٰ اتاك اليقين. و اشهد انك كلمة التقوىٰ، و العروة الوثقىٰ، و الحجة علىٰ مَن يبقىٰ. و اشهد انك عبد الله و امينه، بلّغت ناصحاً و اديت اميناً، و قُتلتَ صدّيقاً، و مضيت علىٰ يقين، لم تؤثر عمىٰ علىٰ هدىٰ، و لم تُمل من حق الى باطل. اشهد انك قد اقمت الصلاة، و آتيت الزكاة، و امرت بالمعروف ونهيت عن المنكر واتبعت الرسول وتلوت الكتاب حقّ تلاوته و دعوت الىٰ سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة. اشهد انك كنت علىٰ بيّنة من ربك قد بلّغت ما اُمرت به وقمت بحقّهِ، و صدّقت مَن قبلك غير واهن ولا موهن. اشهد ان الجهاد معك، وان الحقّ معك و اليك وانت اهله و معدنه، و ميراث النبوة عندك".

"اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ کے اس پیغام کو پہنچایا جس کا اس نے آپ کو حکم دیا تھا اور آپ خدا کے علاوہ کسی سے خائف نہیں ہوئے اور آپ نے راہ خدا میں جہاد کیا اور اس کی خلوص کے ساتھ عبادت کی یہاں تک کہ آپ کو موت آ گئی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کلمہ تقویٰ اور عروۂ وثقیٰ اور اہل دنیا پر حجت ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندہ اور اس کے امین ہیں، آپ نے ناصحانہ انداز میں پیغام حق پہنچایا اور امانت کو ادا کیا آپ صدیق شہید کئے گئے، اور یقین پر دنیا سے گئے، ہدایت کے بارے میں کبھی گمراہی کو ترجیح نہیں دی اور کبھی حق سے باطل کی طرف مائل نہیں ہوئے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی، اور زکوٰۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا برائیوں سے روکا اور رسول کا اتباع کیا اور قرآن کی تلاوت کی جو تلاوت کا حق تھا اور حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ اپنے رب کی راہ کی طرف بلایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اپنے رب کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے اور جو آپ کو حکم دیا گیا تھا آپ نے اسی کو پہنچایا، اس کے حق کے ساتھ قیام کیا جس نے آپ کو قبول کیا اس کی آپ نے اس طرح تصدیق کی کہ نہ اس کی کوئی توہین ہو اور نہ آپ کی توہین ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ جہاد آپ کے ساتھ ہے اور حق آپ کی طرف ہے آپ ہی اس کے اہل اور اس کا معدن ہیں"

وارثت کی گواہی

یہی وہ امامت ہے جس کی ہم نے اس زیارت میں گواہی دی ہے اور وہ امامت حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ کی نسل درنسل باقی رہے گی یہ امامت درمیان میں منقطع ہونے والی نہیں ہے یہ امامت ائمۂ توحید کی امامت ہے جو تاریخ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے مستقر ہوئی ہے حضرت آدم حضرت نوح اور حضرت ابراہیم سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی اور امام حسن تک پہنچی ہے

حضرت امام حسین علیہ السلام اس امامت کی تمام ارزشوں اور ذمہ داریوں کے وارث ہیں:

"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝" [1]

"اللہ نے آدم، نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کرلیا ہے یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے"

حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں اس وارثت کے عہدہ دار تھے: امام حسین علیہ السلام اس عظیم میراث کو کربلا تک لے گئے تاکہ لوگ اس کے ذریعہ دلیل پیش کریں اس کا دفاع کریں اس کی مخالفت کرنے والوں سے جنگ کریں یہ بلاغ المبین اسی رسالت کے لئے ہے جس میراث کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے آل ابراہیم اور آل عمران سے پایا تھا۔

اس معرکہ کے وسط میں زائر حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے گواہی دیتا ہے:

۱۔ اس مقام پر واضح طور پر یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی یزید سے جنگ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمرود سے مقابلہ اسی طرح حضرت موسیٰ کا فرعون سے ٹکراؤ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابوسفیان سے مخالفت نیز حضرت علی کی معاویہ سے جنگ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۔ تمام مرحلوں میں اس جنگ کا محور، روح توحید ہے۔

۳۔ جو میراث حضرت امام حسین علیہ السلام کو آل ابراہیم اور آل عمران سے ورثہ میں ملی جس کے لئے آپ نے کربلا کے میدان میں قیام کیا وہ میراث آپ کے بعد آپ کی ذریت میں موجود رہی انصار جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کا اتباع کیا اسی طرح یہ میراث ان کے تابعین جو آل ابراہیم اور آل عمران کی راہ سے ہدایت حاصل کرتے رہے ان میں باقی رہی۔

ہم صالحین کی وراثت کے سلسلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے لئے زیارت وارثہ کے جملے پڑھتے ہیں:

"السلام علیك یاوارث آدم صفة الله، السلام علیك یاوارث نوح نبی الله السلام علیك یا وارث ابراهیم خلیل الله، السلام علیك یاوارث موسیٰ کلیم الله، السلام علیك یاوارث عیسیٰ روح الله، السلام علیك یاوارث محمد حبیب الله، السلام علیك یاوارث امیر المؤمنین ولی الله"

"سلام آپ پر اے آدم صفی اللہ کے وارث، سلام آپ پر اے نوح نبی خدا کے وارث، سلام آپ پر اے ابراہیم خلیل خدا کے وارث، سلام آپ پر اے موسیٰ کلیم اللہ کے وارث، سلام آپ پر اے عیسیٰ روح اللہ کے وارث، سلام ہو آپ پر اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث، سلام ہو آپ پر اے امیر المومنین ولی اللہ کے وارث"

آل ابراہیم اور آل عمران کی اس وراثت کی اگرچہ قرآن کی آیت کے مطابق ایک نسل ذریت کی طرف نسبت دی گئی ہے:

---

[1] سورۂ آلِ عمران آیت/ ۳۳۔ ۳۴۔

"ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ" [1]

"یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے"

مگر یہ کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولائے کائنات کی جانب فرزندی کی طرف ذریتی انتساب کے عنوان کے علاوہ ایک اور عنوان ہے کیونکہ یہ عنوان براہ راست اس شہادت کے بعد وارد ہوا ہے:

"السلام علیك یابن محمّد المصطفیٰ، السلام علیك یابن علی المرتضیٰ السلام علیك یابن فاطمة الزهراء السلام یابن خدیجة الکبری"

"سلام آپ پراے محمد مصطفیٰ کے فرزند سلام آپ پراے علی مرتضیٰ کے دلبند سلام آپ پراے فاطمہ زہرا کے لخت جگر سلام آپ پراے خدیجۃ الکبریٰ کے فرزند"

شاہد و مشہود

زیارتوں میں گواہی سے متعلق روایات میں شاہد اور مشہود کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے ان گواہیوں میں زائر جس کی زیارت کررہاہے اس کی گواہی دیتا ہے:

"انّك قد اقمت الصلاة وآتیت الزكاة وامرت بالمعروف ونهیت عن المنكر وجاهدت فی سبیل الله حقّ جهاده"

"بیشک آپ نے نماز قائم کی زکوٰۃ ادا کی اور نیکیوں کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا جو جہاد کا حق تھا"

پس زائر شاہد اور جس کی زیارت کررہاہے وہ مشہود لہ ہے اور اس کا عکس بھی صحیح ہے

بیشک اللہ کے انبیاء علیہم السلام اس کے رسول اور ان کے اوصیاء امتوں پر شاہد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اوصیاء اس امت کے شاہد ہیں۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَٰؤُلَاءِ" [2]

"اور قیامت کے دن ہم ہر گروہ کے خلاف انھیں میں کا ایک گواہ اٹھائیں گے اور پیغمبر آپ کو ان سب کا گواہ بنا کر لے آئیں گے۔۔۔"

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾" [3]

---

[1] سورۂ آل عمران آیت/ ۳۴۔

[2] سورۂ نحل آیت/ ۸۹۔

[3] سورۂ احزاب آیت/ ۴۵۔

"اے پیغمبر ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا، عذاب الٰہی سے ڈرانے والا"

"وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ" [1]

"اورتحویل قبلہ کی طرح ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا ہے تا کہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو اور پیغمبر تمہارے اعمال کے گواہ رہیں"

"وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ" [2]

"تا کہ خدا صاحبان ایمان کو دیکھ لے اور تم میں سے بعض کو شہداء قرار دے اور وہ ظالمین کو دوست نہیں رکھتا ہے"

"فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ" [3]

"وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین"

پس زائرین شاہد کی منزل سے مشہود کی منزل میں پہونچ جاتے ہیں اسی طرح مشہود لہ جن کے لئے ہم نماز زکات، امر بالمعروف اور جہاد کی گواہی دیتے ہیں وہ شاہد بن جاتے ہیں۔

زیارتوں میں وارد ہوا ہے:

"انتم الصراط الاقوم وشهداء دار الفناء وشفعاء دار البقاء"

اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی آٹھویں زیارت میں آیا ہے:

"مضيت للذى كنت عليه شهيداً وشاهداً ومشهوداً"

"اور جس مقصد پر آپ تھے اسی پر شہید ہوئے اور شاہد و مشہود ہوئے"

(۲) الموقف

شہادت کے فیصلہ میں حکم کا تابع ہے اور حکم سیاست میں موقف کا تابع ہوتا ہے۔

موقف کو واضح و صاف شفاف اور قوی ہونا چاہئے نیز نفس کو قربانی اور فداکاری کے لئے آمادہ ہونا چاہئے۔

اور مسلمانوں کی تاریخ صفین اور کربلا جیسے واقعات میں ان افراد سے مخصوص نہیں ہے جو اس حادثہ کے زمانہ میں موجود تھے بلکہ یہ موقف خوشنودی، رضایت، محبت اور دشمنی کا لحاظ ان افراد کے لئے بھی ہوگا جو اُس حادثہ کے زمانہ میں موجود نہیں تھے۔

تاریخ میں یہ ایام فرقان کی خصوصیات میں سے ہے جن میں لوگ دو ممتاز محاذوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور ان میں سے ہر

[1] سورۂ بقرہ آیت/ ۱۴۳۔

[2] سورۂ آل عمران آیت/ ۱۴۰۔

[3] سورۂ نساء آیت/ ۶۹۔

ایک سے اختلاف برطرف ہوجاتا ہے جس کی بناء پر حق اور باطل کسی شخص پر مخفی نہیں رہ جاتا مگر یہ کہ اللہ نے اس کے دل، کان اور آنکھ پر مہر لگادی ہو۔

یہ ایام لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے رہے ہیں اور اُن کو تاریخ میں خوشنودگی ناراضگی، محبت اور دوستی کی بنا پر دو حصوں میں تقسیم کرتے رہے ہیں اور تیسرے فریق کو میدان میں چھوڑتے رہے ہیں صفین اور کربلا انھیں میں سے ہے۔

جو شخص بھی دونوں برسرپیکار فریقوں کو درک کرکے بدر، صفین اور کربلا کے واقعہ کا جائزہ لے وہ یا تو اِس فریق کی طرفداری کرے گا اور اس محاذ میں داخل ہوجائیگا یا دوسرے فریق کی طرفداری کرے گا اور دوسرے محاذ میں داخل ہوجائیگا اس کو ان دونوں میں سے کسی ایک سے مفر نہیں ہے اور یہی موقف ہے۔

خداوند عالم سید حمیری پر رحم کرے جنھوں نے اس تاریخی پہلو کو حق اور باطل کے درمیان ہونے والی جنگ کو اشعار میں بیان کیا ہے:

انی ادین بما دان الوصی به یوم الربیضة من قتل المحلینا
و بالذی دان یوم النهر دنت له وصافحت کفه کفی بصفینا
تلك الدماء جمیعاربّ فی عُنُقی ومثله معه آمین آمینا

"میں جنگ جمل کے دن اسی موقف کا حامل ہوں جس کو مولائے کائنات نے اختیار کیا تھا یعنی مخالفین کو قتل کرنا"

"اور نہروان کے دن بھی ایسے ہی موقف کا حامل ہوں اور میرا یہی حال صفین کے سلسلہ میں ہے"

"پروردگار وہ سارے خون میری گردن پر ہیں اور مولائے کائنات کے ساتھ ایسے وقائع میں ہمراہی کے لئے میں ہمیشہ آمین کہتا رہتا ہوں"

جو کچھ صفین اور کربلا کی جنگ میں رونما ہوا وہ حقیقی اور آمنے سامنے کی جنگ تھی جو مصاحف کے اٹھ جانے اور حکمین کے صفین میں حکم کرنے اور کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے شہید ہوجانے سے منقطع نہیں ہوئی بلکہ صفین اور کربلا کو مخصوص طور پر یاد کیا جانے لگا اس لئے کہ یہ ہمارے نظریہ کے مطابق تاریخ اسلام میں حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی جنگیں تین ہیں جنگ بدر، صفین اور کربلا تاریخ اسلام میں ان ہی تینوں کو ایام فرقان کہا جاتا ہے۔

یہ جنگ آج بھی فریقین کے درمیان اسی طرح باقی وساری ہے۔۔۔ یہ تاریخ ہے۔ اگرچہ تاریخ موجودہ امت کے لئے یہی سیاسی اور متمدن تاریخ کی ترکیب شدہ شکل ہے اور ماضی (گزرے ہوئے زمانہ) اور موجودہ زمانہ میں فاصلہ ڈالنا نہ ممکن ہے اور نہ ہی صحیح ہے۔ چونکہ فرزند اپنے آباء واجداد سے "مواقع" اور "مواقف" میں میراث پاتے ہیں۔ موقف سے ہماری مراد تاریخ میں حادث ہونے والے واقعات ہیں اور واقعہ حادث ہونے کے وقت انسان پر اپنے رفتار و گفتار سے عکس العمل دکھانا واجب ہے اس کو موقف کہا جاتا ہے۔ تو جب یہ جنگ ثقافتی جنگ تھی اور سمندر کے کسی جزیرہ یا زمین کے کسی ٹکڑے سے مخصوص نہیں تھی تو یہ جنگ یقیناً ایک نسل

سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوگی ماضی کو پارہ کر کے حال سے متصل ہوجائیگی اور اس کو اولاد اپنے آباء واجداد سے میراث میں پائیگی ایسی صورت میں موقف کو موقع سے جدا کرنا ممکن نہ ہوگا جس کی بناء پر یہ مواقع موجودہ نسل کی طرف دونوں برسر پیکار فریقوں میں سے ہر ایک کے موقف کی حمایت کی بناء پر منتقل ہوجائیں گے۔

یہ میراث ایک فریق سے مخصوص نہیں ہے بلکہ جس طرح مواقع ومواقف سے صالحین کو صالحین کی میراث ملتی ہے اسی طرح مستکبرین اوران کی اتباع کرنے والے مستکبرین کے مواقع اور مواقف کی میراث پاتے ہیں۔ہم اہل بیت علیہم السلام سے مروی روایات میں واضح طور پر مواقف کی میراث کا مختلف صورتوں میں زیارتوں میں مشاہدہ کرتے ہیں ہم ذیل میں ان کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں:

ولایت وبرائت

اس کا آشکار نمونہ اولیاء اللہ سے دوستی اور خدا کے دشمنوں سے دشمنی کرنا ہے اس دوستی اور دشمنی کا مطلب ان جنگوں اور ٹکراؤ سے خالی ہونا نہیں ہے بلکہ یہ تو اس کا ایسا جزء ہے جو اِن جنگوں میں سیاسی موقف سے جدا نہیں ہوسکتا جس کو اسلام نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ہم دوستی کے سلسلہ میں زیارت جامعہ معروفہ میں پڑھتے ہیں:

"اشهد الله واشهدكم انی مؤمن بكم و بما آمنتم به، كافر بعدوكم و بما كفرتم به مستبصربكم و بضلالة من خالفكم، موال لكم ولاوليائكم مبغض لاعدائكم ومعادٍلهم، سلم لمن سالمكم وحرب لمن حاربكم محقق لما حققتم، مبطل لما ابطلتم"

"میں خدا کو اور آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں آپ پر اور ہر اس چیز پر ایمان رکھتا ہوں جس پر آپ کا ایمان ہے، آپ کے دشمن کا اور جس کا آپ انکار کردیں سب کا منکر ہوں آپ کی شان کو اور آپ کے دشمن کی گمراہی کو جانتا ہوں۔آپ کا اور آپ کے اولیاء کا دوست ہوں اور آپ کے دشمنوں کا دشمن ہوں اوران سے عداوت رکھتا ہوں اس سے میری صلح ہے جس سے آپ نے صلح کی ہے اور جس سے آپ کی جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے جسے آپ حق کہیں وہ میری نظر میں بھی حق ہے اور جس کو آپ باطل کہیں وہ میری نظر میں بھی باطل ہے"

زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام میں پڑھتے ہیں:

"لعن الله امة اسست اساس الظلم والجور عليكم اهل البيت، ولعن الله امة دفعتكم عن مقامكم وازالتكم عن مراتبكم التی رتبكم الله فيها"

"خدایا!اس قوم پر لعنت کرے جس نے آپ کے اہل بیت پر ظلم وجور کئے اور اس قوم پر لعنت کرے جس نے آپ کو آپ کے مقام سے ہٹادیا اور اس جگہ سے گرادیا جس منزل پر خدا نے آپ کو رکھا تھا"اور

"اللهم العن اول ظالم ظلم حقّ محمّدوآل محمّدوآخر تابع له علی ذلك، اللهم العن

العصابة التی جاهدت الحسین و شایعت و تابعت علی قتله اللهم العنهم جمیعا"

"خدایا! اس پہلے ظالم پر لعنت کر جس نے محمد و آل محمد پر ظلم کیا ہے اور اس کا اتباع کرنے والے ہیں۔ خدایا! اس گروہ پر لعنت کر جس نے حسین سے جنگ کی اور جس نے جنگ پر اس سے اتفاق کر لیا اور قتل حسین پر ظالموں کی بیعت کر لی"

زیارت عاشوراء غیر معروفہ میں آیا ہے:

"اللّهم وهذا یوم تجدد فیه النقمة وتنزل فیه اللعنة علی یزید وعلی آل زیاد وعمر بن سعد والشمر۔ اللّهم العنهم والعن مَن رضی بقولهم وفعلهم من اول وآخر لعناً کثیرا واصلهم حر نارك واسکنهم جهنم وساء ت مصیرا، واوجب علیهم وعلی کلّ مَن شایعهم وبایعهم وتابعهم وساعدهم ورضی بفعلهم لعناتك التی لعنت بها کل ظالم وکل غاصب وکل جاحد، اللهم العن یزید وآل زیاد وبنی مروان جمیعا، اللّهم وضاعف غضبك وسخطك وعذابك ونقمتك علی اوّل ظالم ظلم اهل بیت نبیك، اللّهم والعن جمیع الظالمین لهم وانتقم منهم انك ذو نقمة من المجرمین"

"خدایا! یہ وہ دن ہے جب تیرا غضب تازہ ہوتا ہے اور تیری طرف سے لعنت کا نزول ہوتا ہے یزید، آل زیاد، عمر بن سعد اور شمر پر۔ خدایا ان سب پر لعنت کر اور ان کے قول و فعل پر راضی ہو جانے والوں پر بھی لعنت کر چاہے اولین میں ہوں یا آخرین میں سے کثیر لعنت فرما اور انھیں آتش جہنم میں جلا دے اور دوزخ میں ساکن کر دے جو بدترین ٹھکانا ہے اور ان کے لئے اور ان کے تمام اتباع اور پیروی کرنے والوں اور ان کے فعل سے راضی ہو جانے والوں کے لئے ان لعنتوں کے دروازے کو کھول دے جو تو نے کسی ظالم، غاصب، کافر، مشرک اور شیطان رجیم یا جبار و سرکش پر نازل کی ہے۔ خدا لعنت کرے یزید و آل یزید اور بنی مروان پر خدایا اپنے غضب اپنی ناراضگی اور اپنے عذاب و عقاب کو مزید کر دے اس پہلے ظالم پر جس نے اہل بیت پیغمبر پر ظلم کیا ہے اور پھر ان کے تمام ظالموں پر لعنت کر اور ان سے انتقام لے کہ تو مجرمین سے انتقام لینے والا ہے"

رضا اور غضب

دوستی اور دشمنی میں رضا اور غضب بھی داخل ہے: رضا یعنی جس سے اولیاء اللہ راضی ہوتے ہیں غضب جن سے اولیاء اللہ غضب ناک ہوتے ہیں۔

خوشی اور غضب، محبت اور عداوت ایمان کی واضح نشانیاں ہیں اور ان کے ستون میں سے ہیں یہ سیاسی موقف کے لئے عمیق فکر ہے ان دونوں (رضا اور غضب) کے بغیر سیاسی موقف مضمحل اور پائیدار نہیں ہے۔

یہ وہ رابطہ اور ذاتی ایمان ہے جو سیاسی موقف کو عمق، مقاومت اور استحکام عطا کرتا ہے رضا اور غضب کے سلسلہ میں زیارت صدیقہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام میں آیا ہے:

"اشهد الله ورسله وملائکته انی راض عمّن رضیت عنه ساخط علی مَن سخطت علیه، متبرء

ممن تبرّئت منه موالٍ لمن والیت معادٍ لمن عادیت مبغض لمن ابغضت، محبّ لمن احبّبت"

"میں اللہ، رسول اور ملائکہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں اس شخص سے راضی ہوں جس سے آپ راضی ہیں اور ہر اس شخص سے ناراض ہوں جس سے آپ ناراض ہیں ہر اس شخص سے بیزار ہوں جس سے آپ بیزار ہیں آپ کے چاہنے والوں کا چاہنے والا آپ کے دشمنوں کا دشمن، آپ سے بغض رکھنے والوں کا دشمن اور آپ سے محبت کرنے والوں کا دوست ہوں"

اور زیارت کے دوسرے فقرے میں آیا ہے:

"اشهد انی ولی لمن والاك وعدو لمن عاداك وحرب لمن حاربك"

"میں آپ کے دوستوں کا دوست ہوں اور آپ کے دشمنوں کا دشمن ہوں جو آپ سے جنگ کرنے والے ہیں اس سے ہماری جنگ ہے"

سلم اور تسلیم

موقف کی خصوصیات میں سے سلم اور تسلیم ہے تسلیم کا سلم وصلح سے بلند مرتبہ ہے لہٰذا موقف میں سب سے پہلے مسالحت صلح ہونی چاہئے اور سلم میں اللہ، رسول اور اولیاء اللہ اور اس کے صالحین بندوں کی اتباع کی جائے:

"يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً"[1]

"ایمان والو تم سب مکمل طریقہ سے اسلام میں داخل ہو جاؤ"

اس سے چیلنج کو شامل نہ کیا گیا ہو:

"اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا"[2]

"کیا یہ نہیں جانتے ہیں کہ جو خدا اور رسول سے مخالفت کرے گا اس کیلئے آتش جہنم ہے اور اسی میں ہمیشہ رہنا ہے"

نہ اللہ کے سامنے سرکشی اور استکبار کیا جائے:

"وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ"[3]

"اور اس میں سرکشی اور زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب نازل ہو جائے"

مخالفت نہ ہو:

"وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ"[4]

---

[1] (۱) سورۂ بقرۃ آیت/ ۲۰۸۔
[2] سورۂ توبۃ آیت/ ۶۳۔
[3] سورۂ طٰہٰ آیت/ ۸۱۔
[4] سورۂ حج آیت ۵۳۔

"اور ظالمین یقیناً بہت دور رس نافرمانی میں پڑے ہوئے ہیں"

دوسرے مرحلہ میں اس موقف کو رسول اور مسلمین کے امور کے سرپرستوں سے تسلیم کی اطاعت پر قائم ہونا چاہئے صلح اور تسلیم میں سے ہر ایک کو انسان کی نیت، قلب، عمل اور رفتار میں ایک ہی وقت میں رچ بس جانا چاہئے صلح، تسلیم اور پیروی دل سے ہونی چاہئے اور جب ایسی صورت حال ہو اور سیاسی موقف، نیت، عمل اور باطن وظاہر میں صلح وتسلیم سے متصف ہو تو لوگ اکٹھا ہو کر اس موقف کو اختیار کریں اور اس موقف کے لوگ اس کے خلاف موقف والوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورت میں مومن انسان اکیلا ہی ایک امت شمار ہوگا جو امت کا پیغام لے کر قیام کرتا ہے اور وہ امت کی طرح پائیدار اور مضبوط ہوگا جیسا کہ ہمارے باپ ابوالانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام اکیلے ہی قرآن کی نص کے مطابق ایک امت تھے:

"اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾"۔[1]

"بیشک ابراہیم ایک مستقل امت اور اللہ کے اطاعت گذار اور باطل سے کترا کر چلنے والے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے"

اور صلح وسلامتی کے بغیر تاریخ میں کوئی موقف رونما نہیں ہوتا اور اگر ہم موقف کو صلح وسلامتی سے خالی کر دیں تو موقف کالعدم ہو جائیگا صلح تسلیم خدا اور رسول اور مسلمانوں کے پیشواؤں کی ہر بیعت کی جان ہے کیونکہ بیعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خداوند عالم کی عطا کردہ ہر چیز منجملہ محبت، نفرت، جان، مال اور اولاد کو یکبارگی خداوند عالم کے ہاتھوں فروخت کردے اور وہ دل خداوند عالم کیلئے ہر چیز سے خالی ہو جائے، پھر اس کے بعد اپنے معاملہ پر نہ حسرت کرے اور نہ ہی اپنے کام میں شک کرے کیونکہ وہ اب ہر چیز خداوند عالم کے ہاتھوں بیچ چکا ہے اور اس کی قیمت لے چکا ہے لہٰذا نہ معاملہ فسخ کر سکتا ہے اور نہ فسخ کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے اور یہ سودمند معاملہ ہے یہ امور مسلمین کے سرپرستوں اور مومنین کے پیشواؤں کے موقف کی جان ہے جنھوں نے اس سلسلہ میں اہل بیت علیہم السلام ج (ومسلمانوں کے امام ہیں) کی زیارت میں انے والی عبارتوں پر غور کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں آیا ہے:

"فَقَلبِي لَكُم مُسَلِّمٌ ونصرتي لكم معدة حتّىٰ يحكم الله بدينه فمعكم معكم لا مع عدو كم"

"میرا دل آپ کے سامنے سراپا تسلیم ہے اور میری نصرت آپ کے لئے حاضر ہے یہاں تک کہ پروردگار اپنے دین کا فیصلہ کردے تو میں اپ کے ساتھ ہوں آپ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں"

حضرت امام حسن علیہ السلام کی زیارت میں وارد ہوا ہے:

"لبيك داعي الله ان كان لم يجبك بدني عند استغاثتك ولساني عند استنصارك قد اجابك قلبي وسمعي وبصري"

[1] سورۂ نحل آیت/ ۱۲۰۔

"میں نے خداوند عالم کی دعوت پر لبیک کہی اے اللہ کی طرف بلانے والے اگر چہ میرے جسم نے آپ کے استغاثہ کے وقت لبیک نہیں کہی اور میری زبان نے آپ کے طلب نصرت کے وقت جواب نہیں دیا لیکن میرے دل، کان اور آنکھ نے لبیک کہی"

زیارت حضرت ابوالفضل العباس:

"وقلبی لکم مسلّم وانالکم تابع ونصرتی لکم معدۃحتی یحکم اللہ وھو خیر الحاکمین"

"میرا دل آپ کے سامنے جھکا ہے اور تابع فرمان ہے اور میں آپ کا تابع ہوں اور میری مدد آپ کے لئے تیار ہے یہاں تک کہ خدا فیصلہ کردے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"

زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام روز اربعین:

"وقلبی لقلبکم سلم، وامری لامرکم متبع، ونصرتی لکم معدۃ، حتّیٰ یاذن اللہ لکم، فمعکم معکم لامع عدوکم"

"اور میرا دل آپ کے سامنے سراپا تسلیم ہے اور میرا امر آپ کے امر کے تابع ہے اور میری مدد آپ کے لئے تیار ہے یہاں تک کہ اللہ آپ کو اجازت دے تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں ہیں"

یہ معیت جس کو زائر اپنے موقف اور ائمہ مسلمین سے دوستی کے ذریعہ آمادہ و تیار کرتا ہے یہ موقف اور دوستی کی روح ہے۔ ان کی خوشی و غم، صلح و جنگ آسانی عافیت اور سختی و مشکل میں ساتھ رہنا دنیا میں ان کے ساتھ رہنا انشاء اللہ آخرت میں ان کے ساتھ رہنا ہے۔

انتقام کے لئے مدد کی دعا

موقف کے مطالبوں میں سے ایک مطالبہ مدد کے لئے دعا مانگنا ہے۔ جب موقف کا سرچشمہ سچا دل ہوگا تو انسان اللہ سے مسلمانوں کے امام اور مسلمانوں کی مدد کے لئے ہر وسیلہ سے دعا مانگے گا دعا کے ان وسائل میں سے ایک وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دعا مانگتا ہے اور دعا ان وسائل میں سے سب سے افضل اور بہترین وسیلہ ہے مگر دعا عمل، عطا اور قربانی دینے سے مستغنی نہیں ہے۔

سیاسی موقف کے ستون کے لئے اس مضمون کی دعا اہلبیت علیہم السلام سے وارد ہونے والی دعاؤں میں ہے اور ہم ذیل میں اس دعا کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

ہم آل محمد علیہم السلام سے مہدی منتظر عجل اللہ فرجہ الشریف کی زیارت میں پڑھتے ہیں:

"اللّھم انصرہ وانتصر بہ لدینك، وانصر بہ اولیائك، اللّھم واظھر بہ العدل، وایّدہ بالنصر، وانصر ناصریہ واخذل خاذلیہ، واقصم بہ جبابرۃ الکفر واقتل الکفار والمنافقین واملابہ الارض عدلاً واظھر بہ دین نبیك"

"خدایا! اپنے ولی کی نصرت فرما اور ان کے ذریعہ دین کی مدد فرما اپنے اولیاء اور ان کے اولیاء کی مدد فرما۔۔۔ اور ان کے

ذریعہ عدل کوظاہر فرمانااوراپنی نصرت سے ان کی تائید فرمانا ان کے ناصروں کی مدد کرنااوران کورسوا کرنے والوں کوذلیل کراوردشمنوں کی کمر توڑدے تمام جابر کافروں کی کمرتوڑ دے تمام کفارومنافقین اور تمام ملحدین کوفنا کردے۔۔۔اوران کے ذریعہ زمین کوعدل سے بھردےاوران کے ذریعہ اپنے نبی کے دین کوغالب فرما"

حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے لئے دعاؤں کے چند نمونے:

"اللّهم انّك ايدت دينك فى كل اوان بامام أقمته لعبادك و منارا فى بلادك بعد ان اوصلت حبله بحبلك، و جعلته الذريعة الى رضوانك... اللهم فاوزع لوليك شكر ما انعمت به عليه، و اوزعنا مثله فيه، و آته مِن لدنك سلطانا نصيرا، و افتح له فتحا يسيراً و أعنه بر كنك الاعز، و اشدد ازره، و قوّ عضده وراعه بعينك، و احمه بحفظك، و انصره بملائكتك و امدد، بجندك الاغلب، واقم به كتابك وحدودك وشرائعك وسنن رسولك واحيي به ما اماته الظّالمون من معالم دينك، واجل به صدأالجورعن طريقك، وابن به الضراء من سبيلك، وازل به الناكبين عن صراطك وامحق به بغاة قصدك عوجاً، والن جانبه لاوليائك، وابسط يده على اعدائك، وهبّ لنا رافته ورحمته وتعطفه وتحنّنه، واجعلناله سامعين مطيعين، وفى رضاه ساعين والى نصرته والمدافعة عنه مكنفين"

"بارالہا! تونے اپنے دین کی، ہرزمانہ میں ایسے امام کے ذریعہ نصرت کی ہے جس کوتونے اپنے بندوں کے لئے منصوب فرمایا اپنی مملکت میں منارۂ ہدایت قرار دیااس کے بعد جبکہ تونے اس کواپنی رضا تک پہنچنے کا ذریعہ قرار دیا بارالہا لہٰذا اپنے ولی کواپنے اوپر نازل ہونے والی نعمتوں کاشکریہ ادا کرنے کی توفیق عطافرمااوراس سلسلہ میں ہم کوبھی شکرادا کرنے کی توفیق عطافرما اپنی جانب سے اس امام کوکامیاب حکومت عطافرما آسانی کے ساتھ فتح ونصرت عطافرمااپنے مضبوط ارکان کے ذریعہ اس کی مدد فرمااس کوہمت دے، اس کو قوی کر، اس کی نگرانی کر، اپنے ملائکہ کے ذریعہ اس کی مدد کر، اپنے فاتح لشکر کے ذریعہ ظفریاب کر، اس کے ذریعہ اپنی کتاب، حدود شریعت اوراپنے رسول کی سنتوں کوقائم کر، اس کے ذریعہ اپنے دین کی ان نشانیوں کوزندہ کرجن کوظالمین نے مردہ کردیا ہے، اس کے ذریعہ اپنی راہ سے انحراف کی جلابخش، اس کے ذریعہ اپنی تاریک راہ کوروشن کر، اس کے ذریعہ اپنی راہ سے دوری اختیار کرنے والوں کو نابود کر، اس کے ذریعہ تیرابیجا طور پر قصد کرنے والوں کوفنا کردے، اس کواپنے دوست داروں کے لئے خوش اخلاق کردے اس کواپنے دشمنوں پر مسلّط کردے اس کی محبت سے ہم کوبہرہ مند فرما، ہم کواس کااطاعت گذار قرار دے اس کی رضا کے سلسلہ میں کوشش کرنے والاقرار دے اس کی مدداوردفاع کرنے کے سلسلہ میں آمادہ کردے"

نیز زیارت امام صاحب الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی زیارت میں پڑھتے ہے:

"اللّهم انجزلوليك ماوعدته، اللّهم اظهر كلمته واعل دعوته وانصره على عدوه وعدوك، اللّهم انصره نصراعزيزاً، وافتح له فتحايسيراً، اللّهم واعزّبه الدين بعدالخمول، واطلع به الحق

بعدالافول، واجل به الظلمة، واكشف به الغمة،

وآمن به البلاد واهدبه العباد. اللّهم املأبه الارض عدلاً وقسطاً كما ملئت ظلماً وجوراً"

"خدایا! جس کا تو نے وعدہ کیا ہے اسے اپنے نبی کیلئے پورا کردے خدایا! اس کے کلمہ کو ظاہر کردے اور اس کی دعوت کی آواز کو بلند کر اور اس کے اور اپنے دشمن کے مقابلہ میں اس کی مدد فرما۔۔۔خدایا! اس کی غلبہ عطا کرنے والی مدد سے مدد کر اور اس کو آسانی سے مکمل فتح عطا کر خدایا! اس کے ذریعہ سے گمنامی کے بعد دین کو غلبہ عطا کر اور اس کے ذریعہ حق کو ڈوبنے کے بعد طالع کر اور اس کے ذریعہ سے ظلمت کو نورانیت عطا کر اور اس کے ذریعہ مشکلات کو دور فرما اور خدایا اس کے ذریعہ شہروں کو امن عطا کر اور بندوں کی ہدایت کر خدایا اس کے ذریعہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے جبکہ وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہو"

انتقام اور خون خواہی کے لئے دعا

"انتقام" اور انتقام کے لئے دعا مانگنا موقف کا جزء ہے حضرت ابراہیم بلکہ حضرت نوح سے لے کر آج تک خاندان توحید کا ایک ہی موقف ہے۔ان کا راستہ اور ان کی غرض وغایت ومقصد ایک ہے اور یہ موقف حضرت ابراہیم سے لے کر امام مہدی کے ظہور تک اس طرح باقی رہے گا تا کہ خداوند عالم ان کے ذریعہ اس خون واشک کے فتوحات، اور مشکلات کی راہ میں ان کو فتح ونصرت عطا کرے اور خدا ان لوگوں سے جنھوں نے ان کو شہید کیا، ان پر ظلم وستم کیا اس راستہ میں ظلم وستم کرنے والوں کی قیادت کی، ان کے رہبر، ان کی نسل اور جنھوں نے اللہ کے دین سے روکا ان سے انتقام لے۔

اس خاندان پر سب سے زیادہ ظلم وستم، مصائب، پیاس قتل وغارت کربلا کے میدان میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب پر ڈھائے گئے۔

ہم خداوند قدوس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو ان لوگوں سے انتقام لینے والوں میں سے قرار دے جنھوں نے ظلم وستم ڈھائے، اس روش پر برقرار رہے، ان کی اتباع کی اور جو ان کے اس فعل پر راضی رہے۔

"اللّهم واجعلنا من الطالبين بثأره مع امام عدل تعزّبه الاسلام وأهله يارب العالمين"

"خدایا! ہم کو امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے والوں میں امام عادل (امام زمانہ) کے ساتھ قرار دے جس کے ذریعہ تو اسلام اور اہل اسلام کو عزت دے گا اے عالمین کے پروردگار"

۱۔رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کیلئے دعا

ان پر درود اور خداوند عالم کی جانب سے ان کیلئے طلب رحمت:

"اللّهم صلّ على محمّد وآله صلوات تجزل لهم بها من نحلك وكرامتك، وتكمل لهم الاشياء من عطاياك ونوافلك، وتوفّر عليهم الحظ من عوائدك وفواضلك"

"خدایا! محمد و آل محمد پر ایسے درود بھیج جس کے ذریعہ تو ان کیلئے اپنی بزرگواری اور کرم کو وافر مقدار میں ان کو عطا کر اور ان کیلئے اپنی بخششیں کامل کر اور ان پر بکثرت اپنی نعمتیں نازل فرما"

"اللّهم صلّ علی محمّدوبارك علی محمّد وآل محمّد، کأفضل ماصلّیت وبارکت وترحمت وتحنّنت وسلّمت علی ابراهیم وآل ابراهیم"

"خدایا محمد اور آل محمد پر درود بھیج اور محمد و آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح کہ تو نے صلوات و برکت و رحمت، مہربانی اور سلام ابراہیم اور آل ابراہیم پر قرار دیا ہے،

۲۔ رسول کیلئے دعا: رسول اور اہل بیت علیہم السلام کے سلسلہ میں یہ دعا خدا ان کو اپنے بندوں کیلئے اپنی رحمت تک پہنچنے کا ذریعہ اور شفیع قرار دے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت میں آیا ہے:

"اللّهم اعط محمداً الوسیلةوالشرف والفضیلةوالمنزلةالکریمةاللهم اعط محمّداًاشرف المقام وحباء السلام وشفاعةالاسلام، اللّهم الحقنابه غیر خزایاولاناکثین ولانادمین"

"خدایا! محمد کو وسیلہ، شرف اور فضیلت اور کریم منزلت عطا فرما خدایا تو محمد کو بہترین مقام اور سلام کا تحفہ اور شفاعت اسلام عطا کر خدایا ہم کو ان سے اس طرح ملا کہ نہ رسوا و ذلیل ہوں نہ عہد کے توڑنے والے اور نہ شرمندہ ہوں"

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت میں آیا ہے:

"اللهم واعطه الدرجةوالوسیلةمن الجنةوابعثه المقام المحمود، یغبطه به الاوّلون والآخرون"

"خدایا! ان کو بلند درجہ عطا کر اور وسیلۂ جنت عطا کر اور ان کو مقام محمود پر مبعوث کر کہ ان پر اولین و آخرین غبطہ کریں"

۳۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام سے اللہ کے اذن سے توسل کرنا:

"فاجعلنی اللّهم بمحمّدواهل بیته عندك وجیهاًفی الدنیاوالآخرة، یا رسول الله انی اتوجه بك الی الله ربّك وربی لیغفرلی ذنوبی ویتقبل منی عملی ویقضی لی حوائجی فکن لی شفیعاًعندربّك وربی فنعم المسؤول المولیٰ ربی ونعم الشفیع أنت یامحمّدعلیك وعلی أهل بیتك السلام"

"بارالہا! پس مجھ کو محمد اور ان کے اہل بیت کے نزدیک دنیا اور آخرت میں سرخرو قرار دے یا رسول اللہ بیشک میں آپ کے اور اپنے پروردگار کی طرف آپ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں تا کہ وہ میرے گناہ بخش دے اور مجھ سے میرا عمل قبول کرے اور میری حاجتیں پوری کرے، لہٰذا آپ اپنے اور میرے پروردگار کے نزدیک میرے شفیع ہو جایئے کیونکہ پروردگار بہت اچھا آقا اور سوال کرنے کے لائق ہے اور اے محمد! آپ بہترین شفیع ہیں آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر درود و سلام ہو"

زیارت ائمۂ اہل بقیع علیہم السلام میں آیا ہے:

"وهذا مقام مَن اسرف وأخطأ واستكان، وأقرّ بما جنیٰ، ورجیٰ بمقامه الخلاص... فكونوا لی شفعاء فقد وفدت اليكم اذ رغب عنكم أهل الدنيا واتخذوا آيات الله هزواً واستكبروا عنها"

"آپ کے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جس نے زیادتی کی ہے غلطی کی ہے مسکین ہے، اپنے گناہوں کا معترف ہے اور اب نجات کا امیدوار ہے۔۔۔ آپ اہل بیت اس کی بارگاہ میں میرے شفیع بن جائیں کہ میں آپ کی بارگاہ میں اس وقت آیا ہوں جب اہل دنیا آپ سے کنارہ کش ہو گئے اور انھوں نے آیات خدا کا مذاق اڑایا ہے"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ علیہ السلام کی زیارت میں آیا ہے:

"اتيتك من شقة طالب فكاك رقبتي من النار وقد أو قرت ظهري ذنوبي وآتيت ما اسخط ربي ولم أجد أحداً افزع اليه خيراً لي منكم أهل بيت الرحمه فكن لي شفيعاً"

"میں بہت دور سے آیا ہوں میرا مقصد یہ ہے کہ اللہ میری گردن کو جہنم سے آزاد کردے کہ گناہوں نے میری کمر توڑ دی ہے اور میں نے وہ کام کئے ہیں جنھوں نے میرے خدا کو ناراض کر دیا ہے اور اب کوئی نہیں ہے جس کے سامنے فریاد کروں یا آپ سے بہتر ہو آپ اہل بیت رحمت ہیں لہٰذا روز فقر و فاقہ میری شفاعت فرمائیں"

۴۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب اہل بیت علیہم السلام کی ہمنشینی قیامت میں ان کی ہمسائیگی اور دنیا میں ان کی ہدایت اور ان کے راستہ پر ثابت قدمی کا سوال کرکے متوجہ ہونا اور یہ کہ ہم دنیا میں انھیں کی طرح زندہ رہیں اور ہم کو انھیں کی طرح موت آئے اور ہم آخرت میں اُن ہی کے گروہ بلکہ ان ہی کے ساتھ محشور کئے جائیں جیسے اللہ نے مجھے دنیا میں ان کی ہدایت اور ان سے محبت کرنے کی توفیق عطا کی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت میں وارد ہوا ہے:

"اللّهم وأعوذ بكرم وجهك أن تقيمني مقام الخزي والذّل يوم تهتك فيه الأستار و تبدو فيه الأسرار، وترعد فيه الفرائص ويوم الحسرة والندامة، يوم الآفكة، يوم الآزفة، يوم التغابن، يوم الفصل، يوم الجزاء، يوماً كان مقداره خمسين الف سنة، يوم النفخة، يوم ترجف الراجفة، تتبعها الرادفة، يوم النشر، يوم

العرض، يوم يقوم الناس لربّ العالمين، يوم يفرّ المرء من اخيه وامّه وأبيه وصاحبته وبنيه، يوم تشقق الارض واكناف السماء، يوم تأتي كلّ نفس تجادل عن نفسها، يوم يُردون الى الله فيُنبؤهم بما عملوا، يوم لا يغني مولیٰ عن مولیٰ"

"اور میں تیری کریم ذات کی پناہ میں آیا ہوں کہ تو مجھ کو ذلت و رسوائی کی منزل میں کھڑا نہ کرنا اس دن جس دن تمام پردے چاک ہو جائیں گے اور تمام راز ظاہر ہو جائیں گے اور بند بند کانپیں گے اور وہ دن حسرت و ندامت کا دن ہوگا وہ دن برائیوں کے کھل جا

نے کااور انسان کے خسارہ کا دن ہوگا، جس دن فیصلہ بھی ہوگا اور جزاء بھی دی جائیگی جو دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، جب صور پھونکا جائیگا جب زمین لرز جائے گی اور اسے مسلسل جھٹکے لگیں، نامۂ اعمال نشر ہوگا، معاملات پیش ہوں گے اور بندے رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے، جب ہر شخص اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور بچوں سے بھاگ رہا ہوگا زمین شق ہو جائے گی آسمان پھٹ جائیگا اور ہر شخص اپنے سے دفاع کرنے کی کوشش کرے گا، تمام لوگ اللہ کی بارگاہ میں پلٹا دئے جائیں گے تو اور وہ لوگوں کو ان کے اعمال سے باخبر کریگا جب کوئی دوست کسی کے کام نہ آئے گا"

اور اس کے بعد قیامت کے خوفناک دن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کے اولیاء کی مصاحبت طلب کرنا:

"اللّهم ارحم موقفي في ذلك اليوم ولا تخزني في ذلك الموقف بما جنيت على نفسي، واجعل ياربّ في ذلك اليوم مع اولئك منطلقي وفي زمرة محمّد أهل بيته محشري واجعل حوضه موردي... واعطني كتابي بيميني"

"خدایا! اس دن کے موقف میں مجھ پر رحم کرنا آج کے اس موقف کے طفیل میں تو مجھے اس موقف میں رسوا نہ کرنا ان زیادتیوں کی بنا پر جو میں نے اپنے اوپر کی ہیں اور اے خدا اس دن مجھے اور میری منزل کو اپنے اولیاء کے ساتھ قرار دینا اور مجھے اپنے پیغمبر اور اہل بیت کے زمرہ میں محشور کرنا ان کے حوض کوثر پر وارد کرنا۔۔۔اور نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دینا"

زیارت حضرت ابوالفضل العباس میں آیا ہے:

"فجمع الله بيننا وبينك وبين رسوله واوليائه"

"اللہ ہمیں اور آپ کو اپنے رسول اور اولیاء کے ساتھ بلند ترین منزل میں قرار دے

بعض زیارات کی نصوص میں وارد ہوا ہے:

"وثبّت لي قدم صدق مع الحسين واصحاب الحسين الذين بذلوا مهجهم دون الحسين"

"خدایا! مجھے روز قیامت ثبات قدم دینا حسین اور اصحاب حسین کے ساتھ جنھوں نے تیرے حسین کے سامنے اپنی جانیں قربان کردی ہیں"

زیارت عاشوراء کے بعد دعاء علقمہ میں آیا ہے:

"اللهم احيني حياة محمّد وذرية محمّد وامتني مماتهم وتوفني على ملّتهم واحشرني في زمرتهم ولا تفرّق بيني وبينهم طرفة عين ابداً في الدنيا والآخرة"

"خدایا! مجھ کو محمد اور ان کی ذریت کی حیات اور انھیں کی موت عطا فرما انھیں کی ملت پر اٹھانا اور انھیں کے زمرہ میں محشور کرنا اور میرے اور ان کے درمیان دنیا اور آخرت میں ایک لحظہ کی جدائی نہ ہونے دینا"

زیارت عاشورا غیر معروفہ میں آیا ہے:

"اللّھم فصلِّ علیٰ محمّد و آل محمّد واجعل محیای محیاھم و مماتی مماتھم، و لا تفرّق بینی و بینھم فی الدنیا و الآخرۃ انّک سمیع الدعاء"

"خدایا! محمد آورآل محمد پر رحمت نازل فرمااور میری زندگی کوان کی جیسی زندگی اور میری موت کوان کی جیسی موت بنادے اور میرے اوران کے درمیان دنیااور آخرت میں جدائی نہ ہونے دینا تو دعاؤں کا سننے والا ہے"

زیارت جامعہ میں آیا ہے:

"فثبتنی الله ابداً ما حییت علی موالاتکم و محبتکم و، و فقنی لطاعتکم، و رزقنی شفاعتکم و جعلنی من خیار موالیکم التابعین لما دعوتم الیه و جعلنی ممن یقتص آثارکم و یسلك و یھتدی بھدا کم و یحشر فی زمرتکم، و یکرّ فیرجعتکم و یملك فی دولتکم، و یشرف فی عافیتکم ویمکن فی ایامکم وتقرّعینه غدابرؤیتکم"۔

"اللہ مجھے تا حیات آپ کی محبت آپ کی موالات اور آپ کے دین پر ثابت رکھے آپ کی اطاعت کی توفیق دے آپ کی شفاعت نصیب کرے اور آپ کے بہترین غلاموں میں، آپ کی دعوت کا اتباع کرنے والوں میں قرار دے اوران میں قرار دے جو آپ کے آثار کا اتباع کریں اور آپ کے راستہ پر چلیں، آپ سے ہدایت حاصل کریں اور قیامت میں آپ کے ساتھ محشور ہوں، آپ کی رجعت میں واپس ہوں، آپ کی حکومت میں حاکم بنیں اور آپ کی عافیت کا شرف حاصل کریں اور آپ کے زمانہ میں اختیار حاصل کریں"

زیارت حضرت ابوالفضل العباس میں آیا ہے:

"فجمع الله بیننا وبینك وبین رسوله واولیائه فی منازل المخبتین"

"اللہ ہمیں اور آپ کو درمیان اپنے رسول اور اولیاء کے ساتھ بلندترین منزل میں قرار دے"

اس طرح زیارت کرنے والے اور زیارت کئے جانے والے شخص کے درمیان رابطہ کامل ہوجاتا ہے یہ دوطرفہ رابطہ ہے جس میں دعااور زائر کی جانب سے زیارت کی جانے والی ہستی پر درود وسلام، اس میں خداوند عالم سے دعا ہے کہ زیارت کئے جانے والی ہستی کی شفاعت اور قیامت میں اس کی ہمنشینی حاصل ہو یہاں زائر اور جس کی زیارت کی جائے دونوں کے مابین رابط خدا ہے اسی لئے وہ ابتداء اور انتہاء دونوں ہی میں توجہ کا مرکز ہے۔

فَقَلبِی لَکُم مُسَلِّمٌ ونصرتی

لکم معدۃ حتّٰی یحکم اللہ

بدینہ فمعکم معکم لا مع

عدوکم.

”میرا دل آپ کے سامنے سراپا تسلیم ہے اور میری

نصرت آپ کے لئے حاضر ہے یہاں تک کہ

پروردگار اپنے دین کا فیصلہ کردے تو میں آپ کے

ساتھ ہوں آپ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں“

توبہ

(آغوش رحمت)

تالیف
حسین انصاریان

عرض مؤلف

جس وقت ایران اور عراق کے درمیان جنگ ہورہی تھی، حقیر اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوتے معنویت بھری فضا محاذ جنگ پر حاضر ہوا، تو وہاں کچھ روحانی اور ملکوتی شخصیتوں سے آشنائی ہوئی ان بامعرفت شخصیات نے حقیر سے خواہش کی کہ جس وقت محاذ پر سکون ہوا اور راہِ عشق کے مسافر اور مجاہدین فی سبیل اللہ اپنے بعض اداری امور کے لئے تھران آئیں تو ان کے لئے ایک ایسا جلسہ منعقد ہو جس میں قرآنی آیات اور احادیث معصومین علیہم السلام کی روشنی میں عاشقانہ اور عارفانہ گفتگو ہو، تا کہ اسلامی سپاہیوں کے اندر دینی معرفت حاصل ہو اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اور زیادہ جوش وولولہ پیدا ہو۔

حقیر نے اس فرمائش کو قبول کرلیا اور ہفتہ میں ایک بار منگل کی رات میں جلسہ کا وقت معین کیا گیا، جلسہ میں شرکت کرنے والے شروع شروع میں بیس افراد سے زیادہ نہیں تھے، لیکن بعد میں تعداد زیادہ ہوگئی، ہمارے اس جلسہ کا آغاز نماز جماعت سے ہوتا تھا اس کے بعد چند فقہی مسائل، معارف الٰہیہ اور ذکر مصائب اہل بیت علیہم السلام پر ختم ہو جاتا تھا، چنانچہ آہستہ آہستہ بہت سے پاک دل جوانوں کا اضافہ ہوتا رہا، اور ان کے ذریعہ اطلاع پانے والے افراد بھی اس جلسہ میں جوق در جوق آنے لگے، ان جلسوں میں ایک خاص معنویت ہوتی تھی جس میں نہ کوئی بینر ہوتا تھا اور نہ ہی کوئی صدر وسکریٹری، برخلاف دوسرے تمام جلسوں کے کہ جن میں مدیر، ہدایت کار، اور صدر وسکریٹری ہوتے ہیں، لیکن ہمارا جلسہ جوش وولولہ، مہر ومحبت اور عشق ونورانیت سے لبریز ہوتا تھا، برادران کے درمیان وحدت اور اتحاد پایا جاتا تھا، لوگ خدا کی خوشنودی کے لئے جلسہ میں شرکت کرتے تھے، رضائے الٰہی کے لئے پڑھتے تھے اور رضائے الٰہی کے لئے سنتے تھے، خلاصہ اس جلسہ میں وجد اور حال کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا تھا۔

آخر کار جلسہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی، اس جلسہ کی اہمیت یہ تھی کہ حقیر ایران کے کسی بھی علاقے میں جہاں کہیں بھی ہوتا تھا وہاں سے واپس آجاتا تھا اور جلسہ میں شرکت کرنے والوں کا بھی یہی دستور تھا، یہاں تک کہ اس جلسہ میں شرکت کرنے کے لئے ملک کے مغربی اور جنوبی علاقوں سے فوجی جنگجو اپنے سرداروں سے چھٹی لے لے کر شریک ہوا کرتے تھے۔

ہم یہ سوچتے تھے کہ یہ عشق ومحبت اور معنویت سے بھرا یہ بہترین جلسہ سالوں سال چلتا رہے گا، لیکن بہت سے نیک اور

پاک سیرت جوان درجہ شہادت پر فائز ہوگئے، اور بہت سے افراد بعثی صدامیوں کے ہاتھوں اسیر ہوگئے، ہمارے اس جلسہ کے افراد اس قدر شہید یا اسیر ہوتے کہ ہم سے ان کی خالی جگہ کو دیکھا نہیں جاتا تھا، ہمارے لئے یہ بہت گراں وقت تھا، دوسرے شرکت کرنے والے نئے لوگ ایسے افراد نہیں تھے جو ان کی خالی جگہ کو پُر کردیں، چنانچہ ہم نے غمگین حالت اور گریاں کناں آنکھوں کے ساتھ اس جلسہ کو الوداع کیا، اس طرح ہمیشہ کے لئے اس جلسہ کی تعطیل ہوگئی، ہمارے دل میں ان جیسے افراد کو دیکھنے کی تمنا آج تک باقی ہے، لیکن ابھی تک ایسے افراد نہ مل سکے اور نہ ہی اب ان جیسے افراد کے ملنے کا گمان ہے۔

ان جلسوں میں مختلف مطالب بیان ہوتے تھے منجملہ: توبہ، معرفت، عشق خدا، قیامت اور عرفان۔ اور خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ ان جلسات کو ٹیپ بھی کیا گیا تھا، چند سال بعد بعض افراد نے فرمائش کی کہ ان جلسوں میں بیان شدہ مطالب کو کتابی شکل دیدی جائے تاکہ عام مومنین بھی اس کے مطالعہ سے فیضیاب ہوسکیں لہٰذا مؤسسہ دار العرفان کے ذریعہ توبہ سے متعلق وہ ٹیپ لکھے گئے۔

قارئین کرام! کتاب ھذا انہی 20 ہفتوں سے زیادہ منعقد ہوتے جلسوں کی یادگار ہے، وہ شبیں جن کی یادیں ابھی تک ہمارے لئے شیرین اور تلخ ہیں، امید ہے کہ آپ حضرات توبہ کے سلسلہ میں جدید مطالب سے مستفیض ہوں گے، آخر میں خداوند منان سے دعا ہے کہ ہمیں توبہ کی توفیق عطا کرے اور اس سلسلہ میں بیان شدہ مطالب پر عمل کرنے کی سعادت عنایت فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

احقر العبد:

حسین انصاریان

نعمتیں اور انسان کی ذمہ داری

"فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾۔" [1]

لہٰذا اب تم اللہ کے دیئے ہوئے رزق حلال و پاکیزہ کو کھاؤ اور اس کی عبادت کرنے والے بنو، اور اس کی نعمتوں کا شکریہ بھی ادا کرتے رہو اگر تم خدا کے عبادت گزار ہو۔

نعمتیں اور انسان کی ذمہ داری

خداوند متعال نے اپنے خاص لطف و کرم، رحمت و محبت اور عنایت کی بنا پر انسان کو ایسی نعمتوں سے سرفراز ہونے کا اہل قرار دیا جن سے اس کائنات میں دوسری مخلوقات یہاں تک کہ مقرب فرشتوں کو بھی نہیں نوازا۔

انسان کے لئے خداوند عالم کی نعمتیں اس طرح موجود ہیں کہ اگر انسان ان کو حکم خدا کے مطابق استعمال کرے تو اس کے جسم اور روح میں رشد و نمو پیدا ہوتا ہے اور دنیاوی اور اُخروی زندگی کی سعادت و کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

قرآن مجید نے خدا کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کے بارے میں 12 اہم نکات کی طرف توجہ دلائی ہے:

1۔ نعمت کی فراوانی اور وسعت۔

2۔ حصول نعمت کا راستہ۔

3۔ نعمت پر توجہ۔

4۔ نعمت پر شکر۔

5۔ نعمت پر ناشکری سے پرہیز۔

6۔ نعمتوں کا بے شمار ہونا۔

7۔ نعمت کی قدر کرنے والے۔

8۔ نعمتوں میں اسراف کرنا۔

---

[1] سورہ نحل آیت 114

9۔نعمتوں کوخرچ کرنے میں بخل سے کام لینا۔

10۔نعمت کے چھن جانے کے اسباب وعلل۔

11۔اتمام نعمت۔

12۔نعمت سے صحیح فائدہ اٹھانے کا انعام۔

اب ہم قارئین کی توجہ قرآن مجید کے بیان کردہ ان عظیم الشان بارہ نکات کی طرف مبذول کراتے ہیں:

1۔نعمت کی فراوانی اور وسعت

زمین وآسمان کے درمیان پائی جانے والی تمام چیزیں کسی نہ کسی صورت میں انسان کی خدمت اوراس کے فائدے کے لئے ہیں، چاند، سورج، ایک جگہ رکنے والے اور گردش کرنے والے ستارے، فضا کی دکھائی دینے والی اور نہ دکھائی دینے والی تمام کی تمام چیزیں خداوندعالم کے ارادہ اوراس کے حکم سے انسان کو فائدہ پہنچارہی ہیں۔

پہاڑ، جنگل، صحرا، دریا، درخت وسبزے، باغ، چشمے، نہریں، حیوانات اور دیگر زمین پر پائی جانے والی بہت سی مخلوقات ایک طرح سے انسان کی زندگی کی ناؤ کو چلانے میں اپنی اپنی کارکردگی میں مشغول ہیں۔

خداوندعالم کی نعمتیں اس قدر وسیع، زیادہ، کامل اور جامع ہیں کہ انسان کو عاشقانہ طور پر اپنی آغوش میں بٹھائے ہوتے ہیں، اور ایک مہربان اور دلسوز ماں کی مانند، انسان کے رشد ونمو کے لئے ہرممکن کوشش کررہی ہیں۔

انسان کوجن ظاہری وباطنی نعمتوں کی ضرورت تھی خداوندعالم نے اس کے لئے پہلے سے ہی تیار کررکھی ہے، اوراس وسیع دسترخوان پر کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اس سلسلے میں بیان ہوتا ہے:

" اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً..."۔ [1]

کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین وآسمان کی تمام چیزوں کوتمہارے لئے مسخر کردیا ہے اورتمہارے لئے تمام ظاہری اور باطنی نعمتوں کومکمل فرمایا اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جوعلم ہدایت اور روشن کتاب کے بغیر بھی خدا کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔

2۔حصول نعمت کا راستہ

رزق کے حصول کے لئے ہرطرح کا صحیح کام اورصحیح کوشش کرنا؛ بے شک خداوندعالم کی عبادت اور بندگی ہے؛ کیونکہ

---

[1] سورۂ لقمان آیت 20۔

خدائے مہربان نے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں اپنے بندوں کو زمین کے آباد کرنے اور حلال روزی حاصل کرنے، کسب معاش، جائز تجارت اور خرید وفروخت کا حکم دیا ہے، اور چونکہ خداوند عالم کے حکم کی اطاعت کرنا عبادت و بندگی لہٰذا اس عبادت و بندگی کا اجروثواب روز قیامت (ضرور) ملے گا۔

تجارت، خرید وفروخت، اجارہ (کرایہ)، وکالت، مساقات (سینچائی)، زراعت، مشارکت، صنعت، تعلیم، خطاطی، خیاطی، رنگ ریزی، دباغی (کھال کو گلانا) اور دامداری (بھیڑ بکریاں وغیرہ پالنا) جیسے اسلامی موضوعات اور انسانی قوانین کی رعایت کرتے ہوتے مادی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنے والا انسان خدا کی نظر میں محبوب ہے، لیکن ان راستوں کے علاوہ حصول رزق کے لئے اسلامی قوانین کے مخالف اور اخلاقی وانسانیت کے خلاف راستوں کو اپنانے والوں سے خدا نفرت کرتا ہے۔

قرآن مجید اس مسئلہ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ"۔ [۱]

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طریقہ سے نہ کھایا کرو۔مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے معاملہ کرلو۔

"یٰاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ﳲ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ"۔ [۲]

اے انسانو! زمین میں جو کچھ بھی حلال و پاکیزہ ہے اسے استعمال کرو اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

بہر حال خداوند عالم کی طرف سے جو راستے حلال اور جائز قرار دیئے گئے ہیں اگر ان جائز اور شرعی طریقوں سے روزی حاصل کی گئی ہے اور اس میں اسراف وتبذیر سے خرچ نہیں کیا گیا تو یہ حلال روزی ہے اور اگر غیر شرعی طریقہ سے حاصل ہونے والی روزی اگرچہ وہ ذاتی طور پر حلال ہو جیسے کھانے پینے کی چیزیں؛ تو وہ حرام ہے اور ان کا اپنے پاس محفوظ رکھنا منع ہے اور ان کے اصلی مالک کی طرف پلٹانا واجب ہے۔

3۔نعمت پر توجہ

کسی بھی نعمت سے بغیر توجہ کئے فائدہ اٹھانا، چوپاؤں، غافلوں اور پاگلوں کا کام ہے، انسان کم از کم یہ تو سوچے کہ یہ نعمت کیسے وجود میں آئی ہے یا اسے ہمارے لئے کس مقصد کی خاطر پیدا کیا گیا؟ اس کے رنگ، بو اور ذائقہ میں کتنے اسباب وعوامل

---

[۱] سورۂ نساء آیت 29۔

[۲] سورۂ بقرہ آیت 168۔

پائے گئے ہیں، المختصر یہ کہ بغیر غور وفکر کئے ایک لقمہ روٹی یا ایک لباس، یا زراعت کے لائق زمین، یا بہتا ہوا چشمہ، یا بہتی ہوئی نہر، یا مفید درختوں سے بھرا جنگل، اور یہ کہ کتنے کروڑ یا کتنے ارب عوامل واسباب کی بنا پر کوئی چیز وجود میں آئی تا کہ انسان زندگی کے لئے مفید واقع ہو؟!!

صاحبان عقل وفہم اور دانشور اپنے پاس موجود تمام نعمتوں کو عقل کی آنکھ اور دل کی بینائی سے دیکھتے ہیں تا کہ نعمت کے ساتھ ساتھ، نعمت عطا کرنے والے کے وجود کا احساس کریں اور نعمتوں کے فوائد تک پہنچ جائیں، نیز نعمت سے اس طرح فائدہ حاصل کریں جس طرح نعمت کے پیدا کرنے والے کی مرضی ہو۔

قرآن مجید جو کتاب ہدایت ہے؛ اس نے لوگوں کو خداوند عالم کی نعمتوں پر اس طرح متوجہ کیا ہے:

" يَاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ "۔ [1]

اے لوگو! اپنے اوپر (نازل ہونے والی) اللہ کی نعمت کو یاد کرو کیا، (کیا) اس کے علاوہ بھی کوئی خالق ہے؟ وہی تو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں، پس تم کس طرف بہکے چلے جا رہے ہو۔

جی ہاں! تمام نعمتیں اپنے تمام تر فوائد کے ساتھ ساتھ خداوند عالم کی وحدانیت کی دلیل، اس کی توحید ذاتی کا ثبوت اور اسی کی معرفت وشناخت کے لئے آسان راستہ ہے۔

4۔ نعمت پر شکر

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شکر کے معنی یہ ہیں کہ نعمت سے فائدہ اٹھانے کے بعد شکر للہ (الٰہی تیرا شکر) یا الحمد للہ کہہ دیا جائے، یا اس سے بڑھ کر الحمد للہ رب العالمین زبان پر جاری کر دیا جائے۔

یاد رہے کہ ان بے شمار مادی اور معنوی نعمتوں کے مقابلہ میں اردو یا عربی میں ایک جملہ کہہ دینے سے حقیقی معنی میں شکر نہیں ہوتا، بلکہ شکر، نعمت عطا کرنے والی ذات کے مقام اور نعمت سے ہم آہنگ ہونا چاہئے، اور یہ معنی کچھ فعل وقول اور وجد بغیر متحقق نہیں ہوں گے، یعنی جب تک انسان اپنے اعضاء واجوارح کے ذریعہ خداوند متعال کا شکر ادا کرنے کے لئے ان افعال واقدامات کو انجام نہ دے جن سے پتہ چل جائے کہ وہ پروردگار عالم کا اطاعت گزار بندہ ہے، پس شکر خدا کے لئے ضروری ہے کہ انسان ایسے امور کو انجام دے جو خدا کی رضایت کا سبب قرار پائے اور اس کی یاد سے غافل نہ ہونے دیں۔

کیا خداوند عالم کے اس عظیم لطف وکرم کے مقابلہ میں صرف زبانی طور پر الٰہی تیرا شکر یا الحمد للہ کہہ دینے سے کسی کو شاکر کہا جا سکتا ہے؟!

---

[1] سورۂ فاطر آیت 3۔

بدن، اعضاء و جوارح: آنکھ کان، دل و دماغ، ھاتھ، پیر، زبان، شکم، شھوت، ہڈی اوررگ جیسی نعمتیں یا کھانے پینے، پہننے اور سونگھنے کی چیزیں یا دیدہ زیب مناظر جیسے پہاڑ، صحرا، جنگل، نہریں، دریا اور چشمے یا پھلوں، اناج اور سبزیوں کی مختلف قسمیں اور دیگر لاکھوں نعمتیں جن پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے، کیاان سب کے لئے ایک الحمدللہ کہنے سے حقیقی شکر ہوجائے گا؟ اور کیا اسلام وایمان، ہدایت وولایت، علم وحکمت، صحت وسلامتی، تزکیہ نفس وطہارت، قناعت واطاعت اورمحبت وعبادت جیسی نعمتوں کے مقابلہ میں الٰہی تیرا شکر کہنے سے انسان خدا کا شاکر بندہ بن سکتا ہے؟!

راغب اصفہانی اپنی عظیم الشان کتاب المفردات میں کہتے ہیں:

اَصْلُ الشُّکْرِ مِنْ عَیْنٍ شَکْرَیٰ۔ [1]

شکر کا مادہ عین شَکْرَیٰ ہے؛ یعنی آنسو بھری آنکھیں یا پانی بھرا چشمہ، لہٰذا شکر کے معنی انسان کا یاد خدا سے بھرا ہوا ہونا ہے اوراس کی نعمتوں پر توجہ رکھنا ہے کہ یہ تمام نعمتیں کس طرح حاصل ہوئیں اور کیسے ان کو استعمال کیا جائے۔

خواجہ نصیرالدین طوسی علیہ الرحمہ، علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی روایت کی بنا پر شکر کے معنی اس طرح فرماتے ہیں:

شکر، شریف ترین اور بہترین عمل ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ شکر کے معنی قول وفعل اورنیت کے ذریعہ نعمتوں کے مدّمقابل قرار پانا ہے، اورشکر کے لئے تین رکن ہیں:

1۔ نعمت عطا کرنے والے کی معرفت، اوراس کے صفات کی پہچان، نیز نعمتوں کی شناخت کرنا ضروری ہے، اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں سب اسی کی طرف سے ہیں، اس کے علاوہ کوئی حقیقی منعم نہیں ہے، انسان اورنعمتوں کے درمیان تمام واسطے اسی کے فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہیں۔

2۔ ایک خاص حالت کا پیدا ہونا، اور وہ یہ ہے کہ انسان عطا کرنے والے کے سامنے خشوع وخضوع اورانکساری کے ساتھ پیش آئے اورنعمتوں پر خوش رہے، اوراس بات پر یقین رکھے کہ یہ تمام نعمتیں خداوندعالم کی طرف سے انسان کے لئے تحفے ہیں، جواس بات کی دلیل ہیں کہ خداوندعالم انسان پرعنایت وتوجہ رکھتا ہے، اس خاص حالت کی نشانی یہ ہے کہ انسان مادی چیزوں پرخوش نہ ہومگر یہ کہ جن کے بارے میں خداوندعالم کا قرب حاصل ہو۔

3۔ عمل، اورعمل بھی دل، زبان اوراعضاء سے ظاہر ہونا چاہئے۔

دل سے خداوندعالم کی ذات پرتوجہ رکھے اس کی تعظیم اورحمد وثنا کرے، اوراس کی مخلوقات اوراس لطف وکرم کے بارے میں غوروفکر کرے، نیزاس کے تمام بندوں تک خیرونیکی پہنچانے کا ارادہ کرے۔

زبان سے اس کا شکروسپاس، اس کی تسبیح وتھلیل اورلوگوں کوامر بالمعروف اورنہی عن المنکر کرے۔

تمام ظاہری وباطنی نعمتوں کواستعمال کرتے ہوتے اس کی عبادت واطاعت میں اعضاء کوکام میں لائے، اوراعضاءکوخدا

[1] مفردات، 461 مادہ شکر۔

کی معصیت ومخالفت سے روکے رکھے۔

لہٰذا شکر کے اس حقیقی معنی کی بنا پر یہ بات روشن ہوجاتی ہے کہ شکر، صفات کمال کے اصول میں سے ایک ہے، جو صاحبان نعمت میں بہت ہی کم ظاہر ہوتے ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ"۔ [۱]

اور ہمارے بندوں میں شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔

تمام نعمتوں کے مقابلہ میں مذکورہ معنی میں شکر واجب عقلی اور واجب شرعی ہے، اور ہر نعمت کو اسی طرح استعمال کرنا شکر ہے جس طرح خداوند عالم نے حکم دیا ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ خداوند عالم کی کامل عبادت و بندگی حقیقی شکر کے ذریعہ ہیھو سکتی ہے:

"فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ"۔ [۲]

لہٰذا اب تم اللہ کے دیئے ہوتے حلال و پاکیزہ رزق کو کھاؤ اور اس کی عبادت کرنے والے ہو تو اس کی نعمتوں کا شکر یہ بھی ادا کرتے رہو۔

"فَابْتَغُوا عِندَ اللهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ"۔ [۳]

رزق خدا کے پاس تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر بجالاؤ کہ تم سب اسی کی بارگاہ میں پلٹا دیئے جاؤ گے۔

مصحف ناطق حضرت امام صادق علیہ السلام شکر کے معنی بیان فرماتے ہیں:

شُكْرُ النِّعْمَةِ اجْتِنَابُ الْمَحَارِمِ وَتَمَامُ الشُّكْرِ قَوْلُ الرَّجُلِ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ: [۴]

نعمتوں پر شکر بجالانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان تمام حرام چیزوں سے اجتناب کرے، اور کامل شکر یہ ہے کہ نعمت ملنے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہے۔

پس نعمت کا شکر یہ ہے کہ نعمت کو عبادت و بندگی اور بندگان خدا کی خدمت میں خرچ کرے، لوگوں کے ساتھ نیکی اور احسان کرے اور تمام گناہوں سے پرہیز کرے۔

5۔ نعمت پر ناشکری سے پرہیز

بعض لوگ، حقیقی منعم سے بے خبر اور خداداد نعمتوں میں بغیر غور و فکر کئے اپنے پاس موجود تمام نعمتوں کو مفت تصور کرتے ہیں، اور خود کو ان کا اصلی مالک تصور کرتے ہیں اور جو بھی ان کا دل اور ہوائے نفس چاہتا ہے ویسے ہی ان نعمتوں کو

---

[۱] سورۂ سباء، آیت 13۔

[۲] سورۂ نحل آیت، 114۔

[۳] سورۂ عنکبوت آیت، 17۔

[۴] اصول کافی، ج2، ص95۔ باب الشکر، حدیث 10؛ بحار الانوار: 6840، باب 61، حدیث 29۔

استعمال کرتے ہیں۔

یہ لوگ جہل وغفلت اور بے خبری اور نادانی میں گرفتار ہیں، خدائی نعمتوں کو شیطانی کاموں اور ناجائز شہوتوں میں استعمال کرتے ہیں، اوراس سے بدتر یہ ہے کہ ان تمام خداداد نعمتوں کو اپنے اہل وعیال، اہل خاندان، دوستوں اور دیگر لوگوں کو گمراہ کرنے پر بھی خرچ کرڈالتے ہیں۔

اعضاء و جوارح جیسی عظیم نعمت کو گناہوں میں، مال و دولت جیسی نعمت کو معصیت و خطا میں، علم و دانش جیسی نعمت کو طاغوت وظالموں کی خدمت میں اور بیان جیسی نعمت کو بندگان خدا کو گمراہ کرنے میں خرچ کرڈالتے ہیں!!

یہ لوگ خدائی نعمتوں کی زیبائی اور خوبصورتی کو شیطانی پلیدگی اور برائی میں تبدیل کردیتے ہیں، اور اپنے ان پست کاموں کے ذریعہ خود کو بھی اور اپنے دوستوں کو بھی جہنم کے ابدی عذاب کی طرف ڈھکیلے جاتے ہیں!

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۗ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾" [1]

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت کو کفران نعمت سے بدل دیا اور اپنے قوم کو ہلاکت کی منزل تک پہنچادیا۔ یہ لوگ واصل جہنم ہوں گے اور جہنم کتنا بُرا ٹھکانہ ہے۔

6۔ نعمتوں کا بے شمار ہونا

اگر ہم نے قرآن کریم کی ایک آیت پر بھی توجہ کی ہوتی تو یہ بات واضح ہوجاتی کہ خداوندعالم کی مخلوق اوراس کی نعمتوں کا شمار ممکن نہیں ہے، اور شمار کرنے والے چاہے کتنی بھی قدرت رکھتے ہوں ان کے شمار کرنے سے عاجز رہے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾" [2]

اور اگر روئے زمین کے تمام درخت، قلم بن جائیں اور سمندر میں مزید سات سمندر اور آجائیں تو بھی کلمات الٰہی تمام ہونے والے نہیں ہیں، بیشک اللہ صاحب عزت بھی ہے اور صاحب حکمت بھی۔

ہمیں اپنی پیدائش کے سلسلے میں غور وفکر کرنا چاہئے اور اپنے جسم کے ظاہری حصہ کو عقل کی آنکھوں سے دیکھنا چاہئے تاکہ یہ حقیقت واضح ہوجائے کہ خداوندعالم کی نعمتوں کا شمار کرنا ہمارے امکان سے باہر ہے۔

---

[1] سورۂ ابراھیم آیت، 28-29۔

[2] سورۂ لقمان آیت، 27۔

خداوند عالم، انسان کی خلقت کے بارے میں فرماتا ہے:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ﴿۱۲﴾" [۱]

اور ہم ہی نے انسان کو گیلی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

"ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ﴿۱۳﴾"۔ [۲]

پھر اسے ایک محفوظ جگہ پر نطفہ بنا کر رکھا ہے۔

"ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴿۱۴﴾"۔ [۳]

پھر ہم ہی نے نطفہ کو جما ہوا خون بنایا اور منجمد خون کو گوشت کا لوتھڑا بنایا، پھر ہم ہی نے (اس) لوتھڑے میں ہڈیاں بنائیں، پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر ہم نے اسے ایک دوسری مخلوق بنا دیا ہے، تو کس قدر بابرکت ہے وہ خدا جو سب سے بہتر خلق کرنے والا ہے۔

جی ہاں یہی نطفہ ان تمام مراحل سے گزر کر ایک کامل انسان اور مکمل وجود میں تبدیل ہو گیا ہے۔

اب ہم اپنے عجیب وغریب جسم اور اس میں پائے جانے والے خلیوں، آنکھ، کان، ناک، معدہ، گردن، خون، تنفّسی نظام، مغز، اعصاب، اور دوسرے اعضاء و جوارح کو دیکھیں اور ان کے سلسلے میں غور وفکر کریں تا کہ معلوم ہو جائے کہ خود اسی جسم میں خداوند عالم کی کس قدر بے شمار نعمتیں موجود ہیں۔

کیا دانشوروں اور ڈاکٹروں کا یہ کہنا نہیں ہے کہ اگر انسان مسلسل (24 گھنٹے) ہر سیکنڈ میں بدن کے ایک ہزار خلیوں کا شمار کرتا رہے تو ان تمام کو شمار کرنے کے لئے تین ہزار (3000) سال درکار ہوں گے۔

کیا دانشوروں اور ڈاکٹروں کا یہ کہنا نہیں ہے کہ انسان کے معدہ (اس عجیب وغریب لیبریٹری کے اندر) کھانا اس قدر تجزیہ وتحلیل ہوتا ہے کہ انسان کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی لیبریٹری میں اتنا کچھ تجزیہ وتحلیل نہیں ہوتا، اس معدہ میں یا اس لیبریٹری میں 10 لاکھ مختلف قسم کے ذرات فلٹر ہوتے ہیں جن میں سے اکثر ذرات زہریلے ہوتے ہیں۔ [۴]

کیا دانشوروں اور ڈاکٹروں کا کہنا نہیں ہے کہ انسان کا دل ایک بند مٹھی سے زیادہ بڑا نہیں ہوتا لیکن اتنی زیادہ طاقت رکھتا ہے کہ ہر منٹ میں 70 مرتبہ کھلتا اور بند ہوتا ہے، اور تیس سال کی مدت میں ایک ارب مرتبہ یہ کام انجام دیتا ہے اور ہر منٹ میں

---

[۱] سورہ مومنون آیت 12۔

[۲] سورۂ مؤمنون آیت 13۔

[۳] سورۂ مومنون آیت 14۔

[۴] رازآفرینش انسان ص 145۔

بال سے زیادہ باریک رگوں کے ذریعہ پورے بدن میں دوبار خون پہنچاتا ہےاور بدن کے اربوں کھربوں خلیوں دھوتا ہے۔[1]

اس طرح آکسیجن، ھائیڈروجن وغیرہ کے ذرات، ہوا، روشنی، زمین، درختوں کی شاخیں، پتے اور پھل نیز زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے، ایک طرح سے انسان کی خدمت میں مشغول ہیں، اگر ہم اپنے بدن کے ساتھ ان تمام چیزوں کا اضافہ کرکے غوروفکر کریں تو کیا اس دنیا میں انسان کے لئے خداوندعالم کی نعمتوں کا شمار ممکن ہے؟!

اگر آپ ایک مٹھی خاک کو دیکھیں تو یہ فقط خالص مٹی نہیں ہے، بلکہ مٹی کا اکثر حصہ معدنی مواد سے تشکیل پاتا ہے، جو چھوٹے چھوٹے سنگریزوں کی شکل میں ہوتے ہیں، یہ سنگریزے بڑے پتھروں کے ٹکڑے ہیں جو طبیعی طاقت کی وجہ سے ریزہ ریزہ ہوگئے ہیں، مٹی میں بہت سی زندہ چیزیں ہوتی ہیں، ممکن ہے کہ ایک مٹھی خاک میں لاکھوں بیکٹری موجود ہوں، بیکٹری کے علاوہ بہت سی رشد کرنے والی جڑیں، ریشے (مانند امربیل) اور بہت سے کیڑے مکوڑے بھی پائے جاتے ہیں جن میں سے بہت سے زندہ ہوتے ہیں اور مٹی کو نرم کرتے رہتے ہیں تاکہ درختوں اور پودوں کی رشد ونمو میں مددگار ثابت ہوسکیں۔[2]

انسان کے اندر مختلف چیزوں کے ہضم کرنے کی مشینیں پائی جاتی ہیں، جیسے منھ، دانت، زبان، حلق، لعاب پیدا کرنے والے غدود، معدہ، لوز المعدہ[3] "Pancreas"، چھوٹی بڑی آنتیں نیز غذا کو جذب وہضم کرنے کے لئے ان میں سے ہر ایک کا عمل اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے۔

اسی طرح ایک اہم مسئلہ سرخ رگوں، سیاہ رگوں، چھوٹی رگوں، دل کے درمیان حصہ، دل کے داہنا اور بایاں حصہ وغیرہ کے ذریعہ خون کا صاف کرنا اور خون کے سفید اور سرخ گلوبل، ترکیب خون، رنگ خون، جریان خون، حرارت بدن، بدن کی کھال اور اس کے عناصر، آنکھ اور اس کے طبقات وغیرہ بھی خداوندعالم کی تعجب خیز نعمتوں میں سے ہیں۔

آسمان کی فضا، نور کا پہنچنا، گردش، کشش اور دریاؤں کا جزرومدّ[4] انسان کی زندگی میں کس قدر اہمیت کے حامل ہیں، ان کے عناصر اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ہم آسمان کے دکھائی دینے والے حصے کے ستاروں کو شمار کرنا چاہیں اور ہر منٹ میں 300 ستاروں کو شمار کریں تو اس کے لئے 3500 سال کی عمر درکار ہوگی جن میں شب وروز ستاروں کو شمار کریں کیونکہ بڑی بڑی دوربینوں کے ذریعہ ابھی تک ان کی تعداد کے بارے میں تخمینہ لگایا گیا اس کی تعداد ایک لاکھ ملین ہے جس کے مقابلہ میں ہماری زمین ایک چھوٹے سے دانہ کی طرح ہے، بہتر تو یہ ہے کہ ہم یہ کہیں کہ انسان ان کو شمار ہی نہیں کرسکتا!!!

---

[1] راہ خداشناسی ص218۔

[2] علم وزندگی ص134-135۔

[3] لوز المعدہ: معدہ سے قریب ایک بڑی سرخ رنگ کی رگ ہے جس کی شکل خوشہ کی مانند ہوتی ہے۔

[4] مدوجزر: دریا کے پانی میں ہونے والی تبدیلی کو کہا جاتا ہے، شب وروز میں دریا کا پانی ایک مرتبہ گھٹتا ہے اس کو جزر کہا جاتا ہے اور ایک مرتبہ بڑھتا ہے جس کو مد کہا جاتا ہے، اور پانی میں یہ تبدیلی سورج اور چاند کی قوۂ جاذبہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

جس فضا میں ستارے ہوتے ہیں وہ اس قدر وسیع وعریض ہے کہ اس کے ایک طرف سے دوسری طرف جانے کے لئے پانچ لاکھ نوری سال درکار ہیں۔

سورج اور منظومہ شمسی، آسمان کی کرنوں کا ایک ذرہ ہے جو 400 کیلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے حرکت کررہا ہے اور تقریباً (200000000) سال کا وقت درکار ہے تا کہ اپنے مرکز کا ایک چکر لگا سکے!

عالم بالا کا تعجب خیز نظام، سطح زمین اور زمین کے اندر اس کا اثر نیز بہت سے جانداروں کی زندگی کے لئے راستہ ہموار کرنا، یہ سب حیرت انگیز کھانیاں انسان کے لئے سمجھنا اتنا آسان نہیں ہے، انسان جس ایک قطرہ پانی کو پیتا ہے اس میں ہزاروں زندہ اور مفید جانور ہوتے ہیں اور ایک متر مکعب پانی میں 7500 سفید گلوبل "Globule" اور پچاس لاکھ سرخ گلوبل ہوتے ہیں۔ [1]

ان تمام باتوں کے پیش نظر قرآن مجید کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی قلب پر نازل ہونے والے قرآن مجید نے صدیوں پہلے ان حقائق کو بیان کیا ہے، لہٰذا خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو ہرگز شمار نہیں کیا جاسکتا۔

"وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝۱۸"۔ [2]

اور تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے، بیشک اللہ بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔

7۔ نعمتوں کی قدر شناسی

جن افراد نے اس کائنات، زمین وآسمان اور مخلوقات میں صحیح غور وفکر کرنے کے بعد خالق کائنات، نظام عالم، انسان اور قیامت کو پہچان لیا ہے وہ لوگ اپنے نفس کا تذکیہ، اخلاق کو سنوارنے، عبادت وبندگی کے راستہ کو طے کرنے اور خدا کے بندوں پر نیکی واحسان کرنے میں سعی وکوشش کرتے ہیں، درحقیقت یہی افراد خداوند عالم کی نعمتوں کے قدر شناس ہیں۔

جی ہاں، یہی افراد خدا کی تمام ظاہری وباطنی نعمتوں سے فیضیاب ہوتے ہیں اور اس طریقہ سے خود اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے افراد دنیا وآخرت کی سعادت وخوش بختی تک پہنچ جاتے ہیں، اس پاک قافلہ کے قافلہ سالار اور اس قوم کے ممتاز رھبر انبیاء اور ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں، تمام مومنین شب وروز کے فریضہ الٰہی یعنی نماز میں ان ہی کے راستہ پر برقرار رہنے کی دعا کرتے ہیں:

"اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۝۷"۔ [3]

ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا رہ۔ جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے نعمتیں نازل کی ہیں، ان کا راستہ نہیں جن

---

[1] گنجینہ ھای دانش ص 927۔

[2] سورۂ نحل آیت، 18۔

[3] سورۂ حمد آیت، 6۔7۔

پر غضب نازل ہوا ہے یا جو بھکے ہوتے ہیں۔

جی ہاں، انبیاء اور ائمہ معصومین علیہم السلام خداوند عالم کی تمام مادی و معنوی نعمتوں کا صحیح استعمال کیا کرتے تھے، اور شکر نعمت کرتے ہوتے اس عظیم مقام اور بلند مقام و مرتبت پر پہنچے ہوتے ہیں کہ انسان کی عقل درک کرنے سے عاجز ہے۔

خداوندمہربان نے قرآن مجید میں ان افراد سے وعدہ کیا ہے جو اپنی زندگی کے تمام مراحل میں خدا و رسول کے مطیع و فرمانبردار رہے ہیں، ان لوگوں کو قیامت کے دن نعمت شناس حضرات کے ساتھ محشور فرمائے گا۔

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾"۔ [۱]

اور جو شخص بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اور یہی لوگ بہترین رفقاء ہیں۔

8۔ نعمتوں کا بے جا استعمال

مسرف (فضول خرچی کرنے والا) قرآن مجید کی رُو سے اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے مال، مقام، شہوت اور تقاضوں کو شیطانی کاموں، غیر منطقی اور بے ہودہ کاموں میں خرچ کرتا ہے۔

خدا کے عطا کردہ مال و ثروت اور فصل کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

"...وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾"۔ [۲]

اور جب فصل (گندم، جو خرما اور کشمش) کاٹنے کا دن آئے تو ان (غریبوں، مسکینوں، زکوٰۃ جمع کرنے والوں، غیر مسلم لوگوں کو اسلام کی طرف رغبت دلانے کے لئے، مقروض، فی سبیل اللہ اور راستہ میں بے خرچ ہو جانے والوں) [۳] کا حق ادا کردو اور خبردار اسراف نہ کرنا کہ خدا اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

جو لوگ اپنے مقام و منصب اور جاہ و جلال کو لوگوں پر ظلم و ستم ڈھانے، ان کے حقوق کو ضائع کرنے، معاشرہ میں رعب و دہشت پھیلانے اور قوم و ملت کو اسیر کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں، ان لوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾" [۴]

اور یہ فرعون (اپنے کو) بہت اونچا (خیال کرنے لگا) ہے اور وہ اسراف اور زیادتی کرنے والا بھی ہے۔

---

[۱] سورۂ نساء آیت 69۔

[۲] سورۂ انعام آیت، 141۔

[۳] سورۂ توبہ آیت 60۔

[۴] سورۂ یونس آیت 83۔

اسی طرح جولوگ عفت نفس نہیں رکھتے یا جولوگ اپنے کوحرام شہوت سے نہیں بچاتے اورصرف مادی وجسمانی لذت کے علاوہ کسی لذت کونہیں پہچانتے اور ہرطرح کے ظلم سے اپنے ہاتھوں کوآلودہ کرلیتے ہیں نیز ہرقسم کی آلودگی، ذلت اورجنسی شہوات سے پرہیزنہیں کرتے، ان کے بارے میں بھی قرآن مجید فرماتا ہے:

"اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ‌ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ‏ ﴿۸۱﴾"۔ [1]

تم ازراہ شہوت عورتوں کے بجائے مردوں سے تعلقات پیدا کرتے ہواورتم یقیناً اسراف اورزیادتی کرنے والے ہو۔

قرآن مجیدان لوگوں کے بارے میں بھی فرماتا ہے جوانبیاء علیہم السلام اوران کے معجزات کے مقابلہ میں تواضع وانکساری اور خاکساری نہیں کرتے اورقرآن، اس کے دلائل اورخدا کے واضح براہین کاانکار کرتے ہیں اور کبرونخوت، غرور وتکبر وخود بینی کا راستہ چلتے ہوتے خداوندعالم کے مقابل صف آرا نظر آتے ہیں، ارشاد ہوتا ہے:

ثُمَّ صَدَقۡنٰهُمُ الۡوَعۡدَ فَاَنۡجَيۡنٰهُمۡ وَمَنۡ نَّشَآءُ وَاَهۡلَكۡنَا الۡمُسۡرِفِيۡنَ [2]

پھرہم نے ان کے وعدہ کوسچ کردکھایا اوران ہیں اوران کے ساتھ جن کو چاہا بچالیا اورزیادتی کرنے والوں کوتباہ وبرباد کردیا۔

۹۔نعمتوں کے استعمال میں بخل کرنا

بخل اوراضافی نعمت کومستحقین پرخرچ نہ کرنے کی برائی کوایک ان پڑھ اورمعمولی کسان کی زبانی بھی سن لیجئے:

حقیرتبلیغ کے لئے ایک دیہات میں گیا ہوا تھا، تقریر کے خاتمہ پرایک محنت کش بوڑھا ہمارے پاس آیا جس کے چہرے پر دن ورات کام کرنے کے آثار ظاہر تھے جس کے ھاتھوں میں گٹھے پڑے ہوتے تھے، اس نے کہا: ایک بزرگوار شخص آتا ہے اورہمیں تیارزمین، بیج اور پانی دیتا ہے اورفصل کی کٹائی کے وقت وہ بزرگوارشخص پھرآتا ہے اوراس کاشتکار کے پاس آجاتا ہے جس کواس نے زمین، بیج، پانی، سورج کی روشنی، بارش وغیرہ مفت اس کے اختیار میں دی تھی، اوراس سے کہتا ہے: اس فصل میں سے زیادہ تر حصہ تیرا ہے مجھے اس میں سے کچھ نہیں چاہئے لیکن ایک مختصر سا حصہ جس کو میں کہوں اس کو ہدیہ کردو، کیونکہ اس کی مجھے تو بالکل ضرورت نہیں ہے، اگر یہ کاشتکاراس زمین سے حاصل شدہ تمام فصل کواپنا حق سمجھ لے اورایک مختصر سا حصہ اس کریم کے بتائے ہوتے افراد کونہ دے تو واقعاً بہتی بُری بات ہوگی، اوراس کا دل پتھر کی طرح مانا جائے گا، ایسے موقع پرکریم کوحق ہے کہ اس سے منہ موڑلے اوراس کے برے اخلاق کی سزادے، اوراس کوکسی بلا میں گرفتار کردے، اس کے بعداس شخص نے کہا: کریم سے میری مرادخداوندکریم ہے کہ اس نے ہمیں آمادہ زمین عطا کی ہے، نہریں جاری کی ہیں، چشموں کو پانی سے بھر دیا ہے، بارش

---

[1] سورۂ اعراف آیت 81۔

[2] سورۂ انبیاء آیت 9۔

برسائی ہے، سورج اور چاند کی روشنی ہی میں دی، ہمیں یہ سب چیزیں عطا کی ہیں جن کے ذریعہ سے ہم مختلف فصلیں حاصل کر لیتے ہیں جو درحقیقت ہمیں مفت حاصل ہوئی ہیں، اس کے بعد ہم سے اپنے غریب بھائیوں کے لئے خمس وزکوٰۃ اور صدقہ دینے کا حکم دیا ہے، اگر ہم ان کے حقوق ادا کرنے میں بخل سے کام لیں، تو خداوند عالم کو حق ہے کہ وہ ہم پر اپنا غضب نازل کردے، اور ہمیں سخت سے سخت سزا میں مبتلا کردے۔

اس سلسلے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ [1]

اور خبردار جو لوگ خدا کے دیئے ہوتے میں مال میں بخل کرتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہ سوچنا کہ اس بخل میں کچھ بھلائی ہے۔ یہ بہت برا ہے، اور عنقریب جس مال میں بخل کیا ہے وہ روز قیامت ان کی گردن میں طوق بنا دیا جائے گا، اور اللہ ہی کے لئے زمین و آسمان کی ملکیت ہے اور وہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

10۔ نعمت، زائل ہونے کے اسباب وعلل

قرآن مجید کی حسب ذیل آیتوں (سورہ اسراء آیت 83، سورہ قصص آیت 76 تا79، سورہ فجر آیت 17 تا20، سورہ لیل آیت 8 تا10) سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ درج ذیل چیزیں، نعمتوں کے زائل ہونے، فقر وفاقہ، معاشی تنگ دستی اور ذلت ورسوائی کے اسباب ہیں:

نعمت میں مست ہونا، غفلت کا شکار ہونا، نعمت عطا کرنے والے کو بھول جانا، خداوند عالم سے منہ موڑ لینا، احکام الٰہی سے مقابلہ کرنا اور خدا، قرآن ونبوت اور امامت کے مقابل آجانا، چنانچہ اسی معنی کی طرف درج ذیل آیہ شریفہ اشارہ کرتی ہے:

"وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ﴿٨٣﴾"۔ [2]

اور ہم جب انسان پر کوئی نعمت نازل کرتے ہیں تو وہ پہلو بچا کر کنارہ کش ہو جاتا ہے اور جب تکلیف ہوتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے۔

نعمت پر مغرور ہونا، مال ودولت پر حد سے زیادہ خوش ہونا، غریبوں اور مستحقوں کا حق نہ دے کر آخرت کی زادہ راہ سے بے خبر ہونا، نیکی اور احسان میں بخل سے کام لینا، نعمتوں کے ذریعہ شر وفساد پھیلانا، اور یہ تصور کرنا کہ میں نے اپنی محنت، زحمت اور ہوشیاری سے یہ مال ودولت حاصل کی ہے، لوگوں کے سامنے مال ودولت، اور زر وزینت پر فخر کرنا اور اسی طرح کے دوسرے کام،

---

[1] سورۂ آل عمران آیت 180۔

[2] سورۂ اسراء آیت 83۔

یہ تمام باتیں سورہ قصص کی آیات 76 تا 83 میں بیان ہوئی ہیں۔

یتیموں کا خیال نہ رکھنا، محتاج لوگوں کے بارے میں بے توجہ ہونا، کمزور وارثوں کی میراث کو ہڑپ لینا، نیز مال ودولت کا بجاری بن جانا، یہ سب باتیں حسب ذیل آیات میں بیان ہوئی ہیں، ارشاد ہوتا ہے:

"كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿١٨﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾"۔ [1]

ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ تم یتیموں کا احترام نہیں کرتے ہو، اور لوگوں کو مسکینوں کے طعام دینے پر آمادہ نہیں کرتے ہو، اور میراث کے مال کو اکھٹا کر کے حلال وحرام سب کھا لیتے ہو، اور مال دنیا کو بہت دوست رکھتے ہو۔

اسی طرح خمس وزکوٰۃ، صدقہ اور راہ خدا میں انفاق کرنے میں بخل سے کام لینے یا تھوڑا سا مال ودولت حاصل کرنے کے بعد خداوند عالم کے مقابل میں بے نیازی کا ڈنکا بجانے اور روز قیامت کو جھٹلانے، کے بارے میں بھی درج آیت اشارہ کرتی ہے:

"وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿٨﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿٩﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴿١٠﴾"۔ [2]

اور جس نے بخل کیا اور لا پرواہی برتی اور نیکی کو جھٹلایا ہے، ہم اس کے لئے سختی کی راہ ہموار کر دیں گے۔

جس وقت انسان نعمتوں سے مالا مال ہو جائے تو اس کو خداوند عالم اور اس کے بندوں کی بابت نیکی واحسان کرنے پر مزید توجہ کرنا چاہئے، خداوند عالم کی عطا کردہ نعمتوں کے شکرانہ میں اس کی عبادت اور اس کے بندوں کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنا چاہئے، تاکہ اس کی نعمتیں باقی رہیں اور خداوند عالم کی طرف سے نعمت اور لطف وکرم میں اور اضافہ ہو۔

11۔ اتمام نعمت

تفسیر طبری، تفسیر ثعلبی، تفسیر واحدی، تفسیر قرطبی، تفسیر ابو السعود، تفسیر فخر رازی، تفسیر ابن کثیر شامی، تفسیر نیشاپوری، تفسیر سیوطی اور آلوسی کی روایت کی بنا پر، اسی طرح تاریخ بلاذری، تاریخ ابن قتیبہ، تاریخ ابن زولاق، تاریخ ابن عساکر، تاریخ ابن اثیر، تاریخ ابن ابی الحدید، تاریخ ابن خلکان، تاریخ ابن حجر اور تاریخ ابن صباغ میں، نیز شافعی، احمد بن حنبل، ابن ماجہ، ترمذی، نسائی، دولابی، محب الدین طبری، ذھبی، متقی ہندی، ابن حمزہ دمشقی اور تاج الدین مناوی نے اپنی اپنی کتب احادیث میں نیز قاضی ابو بکر باقلانی، قاضی عبد الرحمن ایجی، سید شریف جرجانی، بیضاوی، شمس الدین اصفہانی، تفتازانی اور قوشچی نے اپنی اپنی استدلالی کلامی کتب کی روایت کے مطابق [3] بیان کیا ہے کہ جس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت کے تداوم اور دین کے تحفظ نیز دنیا وآخرت

---

[1] سورۂ فجر آیت، 17-20۔

[2] سورۂ لیل آیت 8-10۔

[3] الغدیر، ج1، ص6-8۔

میں انسان کی سعادت کے لئے خداوندعالم کے حکم سے امام ورہبر اور فکر وعقیدہ اور اخلاق وعمل میں گناہوں سے پاک شخصیت حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام جیسی عظیم شخصیت کو 18 ذی الحجہ کو غدیر خم کے میدان میں اپنے بعد خلافت وولایت اور امت کی رھبری کے لئے منصوب فرمایا، اس وقت خداوندعالم نے اکمال دین اور اتمام نعمت اور دین اسلام سے اپنی رضایت کا اعلان فرمایا کہ یہی دین قیامت تک باقی رہے گا، ارشاد ہوا:

"۔۔۔اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔۔۔"[1]

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کردیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ بنادیا ہے۔

جی ہاں، حضرت علی علیہ السلام کی ولایت، حکومت، رہبری اور دین ودنیا کے امور میں آپ کی طاعت کرنا اکمال دین اور اتمام نعمت ہے۔

وضو سے حاصل ہونے والی پاکیزگی وطہارت کے سلسلے میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے: وضو کا حکم اس لئے دیا گیا ہے اور عبادت کی ابتدا اس لئے قرار دی گئی ہے کہ جس وقت بندگان خدا اس کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے ہیں اور اس سے راز و نیاز کرتے ہیں تو اس وقت ان ہیں پاک ہونا چاہئے، اس کے حکم پر عمل کریں، اور گندگی اور نجاست سے دور رہیں، اس کے علاوہ وضو کے ذریعہ نیند اور تھکاوٹ بھی دور ہوجاتی ہے، نیز عبادت خدا اور اس کی بارگاہ میں قیام وعبادت سے دل کو روشنی اور صفا حاصل ہوتی ہے۔[2]

اسی طرح غسل وتیمم بھی موجب طہارت ہیں جن کے لئے خداوندعالم نے حکم دیا ہے، لہٰذا وضو، غسل اور تیمم اور نماز و عبادت کی حالت حاصل ہونے والے پر قرآن مجید کے مطابق اللہ کی نعمت اس پر تمام ہوجاتی ہے:

آخر میں طہارت اور نماز کے بارے میں بیان شدہ آیات پر غور وفکر کرتے ہیں:

"۔۔۔مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝۶"۔[3]

۔۔۔خدا تمہارے لئے کسی طرح کی زحمت نہیں چاہتا بلکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک وپاکیزہ بنادے اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کردے شاید تم اس طرح سے اس کے شکرگزار بندے بن جاؤ۔

اس قسم کی آیات سے نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ خداوندعالم کی طرف سے انسان پر اتمام نعمت معنوی مسائل کو انجام دینے

---

[1] سورۂ مائدہ آیت، 3۔

[2] عن الفضل بن شاذان عن الرضا علیہ السلام قال: انما امر بالوضوء وبدأ به لان یکون العبد طاهرا اذا قام بین یدی الجبار عند مناجاته ایاه مطیعا له فیما امره نقیا من الادناس و الجناسة مع ما فیه من ذهاب الکسل وطرد النعاس و تزکیة الفؤاد للقیام بین یدی الجبار۔۔۔۔

[3] سورۂ مائدہ آیت 6۔

اوراحکام الٰہی کے بجالانے، صحیح عقائداوراخلاق حسنہ سے آراستہ ہونے کی صورت میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔

12۔نعمت سے صحیح فائدہ اٹھانے کا انعام

وہ مومنین ومومنات جن کے دل ایمان سے آراستہ اورنفس برائیوں سے پاک ہیں اور وہ اعمال صالحہ بجالانے والے، حق بات کہنے والے، اپنے مال سے جود وکرم اور سخاوت کرنے والے،صدقہ دینے والے اور بندگان خدا کی مدد کرنے والوں والے ہیں؛ان کے لئے اجروثواب اور رضوان وجنت اور ہمیشہ کے لئے عیش وآرام کا وعدہ دیا گیا ہے۔

قرآن مجید نے اپنی نورانی آیات میں یہ اعلان کردیا ہے کہ اہل ایمان کے اعمال کا اجروثواب ضائع نہیں کیا جائے گا۔

کتاب الٰہی بلندآواز میں یہ اعلان کرتی ہے کہ خداوند عالم کا وعدہ سچا اور حق ہے اوراس کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔

قرآن مجید، اہل ایمان اور اعمال صالحہ بجالانے والے افراد یا یوں کہا جائے کہ قرآن نے مومنین، محسنین، مصلحین، متقین اورمجاہدین کے لئے کئی قسم کا اجر بیان کیا ہے:

اجرعظیم،اجرکبیر،اجرکریم،اجرغیرممنون،اجرحسن۔چنانچہ ارشادہوتا ہے:

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝"۔ [۱]

اللہ نے صاحبان ایمان اورعمل صالح بجالانے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت اوراجرعظیم ہے۔

"۔۔۔اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝"۔ [۲]

۔۔۔وہ لوگ جوایمان لائے اورنیک اعمال کئے ان کے لئے مغفرت ہےاوراجرعظیم یعنی بڑا اجر ہے۔

"مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝"۔ [۳]

کون ہے جواللہ کوقرض الحسنہ دے تاکہ وہ اس کو دوگنا کردے اوراس کے لئے اجرکریم بھی ہو۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝" [۴]

بے شک جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے اجرغیرممنون (منقطع نہ ہونے والا اجر) ہے۔

"۔۔۔فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا ۔۔۔"۔ [۵]

---

[۱] سورۂ مائدہ آیت9۔

[۲] سورۂ ہودآیت11۔

[۳] سورۂ حدیدآیت11۔

[۴] سورۂ فصلت آیت8۔

[۵] سورۂ فتح آیت،16۔

۔۔۔تو اگر تم خدا کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں اجر حسن یعنی بہترین اجر عنایت فرمائے گا۔۔۔۔

جی ہاں، اگر دل جیسی نعمت کو ایمان کے لئے بروئے کار لایا جائے، عقل جیسی نعمت سے حقائق کو سمجھنے کے لئے مدد لی جائے، اعضاء و جوارح جیسی نعمت کو اعمال صالحہ کے لئے استعمال کیا جائے، مال و دولت جیسی نعمت کو بندگان خدا کی مشکلات حل کرنے کے خرچ کیا جائے، المختصر یہ کہ اگر تمام نعمتوں سے عبادت خدا اور اس کے بندوں کی خدمت، ان کے ساتھ نیکی واحسان اور تقویٰ وعفت میں مدد لی جائے تو انسان کی دنیاوی سعادت کے علاوہ آخرت میں مذکورہ پانچ قسم کا اجر وثواب عطا ہوگا، ظاہر ہے کہ ان خداداد نعمتوں کو صحیح راستہ میں خرچ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے، بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ ہر عورت ومرد اس کو انجام دے سکتا ہے، اور اگر انسان خدا کی نعمتوں سے صحیح فائدہ اٹھائے تو پھر انسان اور خدا میں کوئی حجاب باقی نہیں رہتا، اور انسان قرب خدا کے وصال کی لذت سے محظوظ نظر آتا ہے۔

کیا ایسا نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام، نعمتوں کی قدر پہچانتے ہوتے ان کو صحیح طور پر استعمال کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کے سامنے سے تمام حجابات اٹھ گئے تھے یہاں تک کہ خداوند عالم اور ان کے درمیان کوئی پردہ نہیں تھا (سوائے اس کے یہ تمام بزرگوار بندگان خدا تھے)!

امام زمانہ (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ) کی طرف سے شیخ بزرگوار ابوجعفر محمد بن عثمان بن سعید (قدس) کو جو توقیع شریف حاصل ہوئی تھی اس میں ہم پڑھتے ہیں:

وَآيَاتِكَ وَ مَقَامَاتِكَ الَّتي لا تَعْطِيلَ لَها في كُلِّ مَكانٍ، يَعْرِفُكَ بِها مَنْ عَرَفَكَ، لا فَرْقَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَها اِلاّ اَنَّهُمْ عِبادُكَ وَ خَلْقُكَ: [1]

خداوندا! پیغمبر اور ائمہ معصومین علیہم السلام تیری نشانیاں ہیں کہ ان سے ہر مقام پر نشانیاں ظاہر ہوں گی، اگر کوئی تیری ذات کو پہچانتا ہے تو ان کے ذریعہ پہچانتا ہے، تیرے اور ان کے درمیان کوئی جدائی اور مباینت نہیں ہے سوائے اس کے وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔

ہمیں اس مطلب پر غور کرنا چاہئے کہ نعمتیں خود سے انسان اور خدا کے درمیان حجاب نہیں بن جاتیں، بلکہ ان کا غلط استعمال اور شیطانی کاموں میں خرچ کرنے سے انسان اور خدا کے درمیان حجاب پیدا ہوجاتا ہے، اگر نعمتوں سے صحیح فائدہ اٹھایا جائے تو یہ انسان کو مقام قرب تک پہنچنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

انبیاء اور ائمہ علیہم السلام مختلف مادی اور معنوی نعمتوں سے فیضیاب ہوتے تھے، وہ بھی اہل وعیال رکھتے تھے، اپنی روزی کو زراعت، تجارت اور بھیڑ بکریاں چرا کر حاصل کرتے تھے حالانکہ ان ذوات مقدسہ اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں تھا۔

اگر انسان کے اندر عبادت واطاعت اور بندگی وتسلیم کا حوصلہ مضبوط ہوجائے اور اس کا دل نور معرفت سے روشن

---

[1] مفاتیح الجنان دعای ص255، دعای ہر روز ماہ رجب.

ہوجائے اور نفس نیکیوں سے بھر جائے، تو انسان بے شک دنیاوی زندگی اور اس کے تمام وسائل و اسباب اور دوسری نعمتوں کے ذریعہ معنوی مقامات تک پہنچ سکتا ہے، لیکن جو شخص خدا کی عبادت و اطاعت کا حوصلہ نہیں رکھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی نعمتوں سے صحیح فائدہ حاصل نہیں کر رہا ہے، اور جب بھی اس کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے تو اس میں طغیان و سرکشی، غرور ونخوت مزید پیدا ہوتا رہتا ہے۔

دعائے کمیل میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے فرمان کے مطابق کیا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ دل جس میں توحید (خدا) موجود ہو، وہ دل جو معرفت کا مکان ہو، وہ زبان جس سے ذکر خدا ہو، جس کے باطن میں خدا کی محبت ہو، وہ باطن جو صادقانہ اعتراف اور خداوند عالم کی بارگاہ میں خاضع ہو، پیشانی خاک پر رکھی ہو، جس زبان سے خدا کا شکر اور اس کی توحید کا اقرار کیا ہو، جس دل سے خدا کی الوہیت کا اقرار کیا ہو، جن اعضاء و جوارح سے شوق و رغبت کے ساتھ مساجد کا رخ کیا ہو، کیا کل روز قیامت ان سب کو جہنم میں جلا دیا جائے گا!!

جن نعمتوں کے ذریعہ عبادت خدا اور خدمت خلق کی گئی ہو، ان کے ذریعہ کل روز قیامت رضائے الٰہی اور خلد بریں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

قارئین کرام! آخر میں دو اہم حقائق کا خلاصہ کرتے ہوتے اس بحث کو ختم کرتے ہیں:

1۔ مذکورہ تمام آیات سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ عبادت، بندگی، اطاعت اور خدمت نام ہے نعمت ونعمت عطا کرنے والے کی معرفت اور معین کردہ راستے میں اس کی نعمتوں کو استعمال کرنے کا۔

2۔ گناہ ومعصیت، خطا و غلطی، شرک وکفر، فسق وفجور اور فحشا ومنکر نام ہے نعمت عطا کرنے والے سے غفلت، نعمت پر غرور، ذات خدا سے بے رخی اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو حرام اور وغیر اخلاقی کاموں میں خرچ کرنے کا۔

گناہ اور اس کا علاج

"يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ"۔[1]

پیغمبر کہہ دیجئے کہ یہ قرآن فضل و رحمت خدا کا نتیجہ ہے لہٰذا ان ہیں اس پر خوش ہونا چاہئے کہ یہ ان کے جمع کئے ہوتے اموال سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

صلح وصفا کی کنجی

انسان کو جب یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ جس ذات نے اس پر ظاہری و باطنی نعمتیں کامل اور وسیع پیانے پر عطا کی ہے، لیکن

[1] سورۂ یونس آیت، 57۔

اس نے گزشتہ عمر میں غفلت سے کام لیا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ تمام نعمتوں کو دنیا وآخرت کی سعادت اور خدا کے لطف و کرم کے دروازے کھولنے کے لئے بروئے کار نہیں لایا ہے، بلکہ اکثر اوقات خدا کی مخالفت کی ہے جس کے نتیجہ میں گناہان صغیرہ وکبیرہ کا مرتکب ہوا ہے جس سخت خسارہ میں ہے اور ہوا وہوس اور ظاہری اور باطنی شیطان کی بندگی کا ٹیکا اس کی پیشانی پر لگ گیا ہے، تو اس پر واجب ہے کہ اپنے شرمناک ماضی کے جبران وتلافی کے لئے، جہل وغفلت خطا ومعصیت اور شرمناک اعمال اور شیطانی امور سے توبہ کرکے خدا کی بارگاہ میں استغفار کرے اور خدا کا بندہ بن جائے، اور اپنی زندگی میں صلح وصفا کا آفتاب چمکائے۔

جی ہاں، رحمت خدا سے مدد لینے اور اس کی عنایت خاص سے طاقت حاصل کرنے نیز اس کے ملکوتی فیض کو کسب کرنے کے لئے اس کو خدا کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اس راستہ کو عزم وارادہ، اور عاشقانہ جہاد کی طرح ہمیشہ طے کرنا چاہئے تاکہ اس کا ظاہر وباطن فسق وفجور، برائیوں وخطاؤں اور برے اخلاق سے مکمل پاک ہوجائے، نیک وصالح اور عابد بندوں کی صف میں آجائے اور خدا کے غضب کے بدلے رحمت، اور دردناک عذاب کے بدلے جنت کا مستحق بن جائے۔

اس طرح سے اپنے ماضی کی نسبت بیداری اور توبہ واستغفار کرنا نیز اپنے ظاہر وباطن کو برائیوں اور گناہوں سے دھونا خدا سے صلح ودوستی کی کنجی ہے۔

چونکہ خداوندعالم کی بارگاہ میں توبہ واستغفار، عظیم ترین عبادت، مفید فرصت ہے، اور قرآن کریم کی آیات اور معصومین علیہم السلام کی تعلیمات کا ایک عظیم حصہ اسی حقیقت سے مخصوص ہے، لہٰذا توبہ کرنے والے شخص پر لازم ہے کہ توبہ کے سلسلہ میں غور کرے تاکہ اس عظیم عبادت، بہترین حقیقت اور سنہرے موقع سے فیضیاب ہوسکے۔

گناہ بیماری ہے

ہر انسان ذاتی طور پر اور باطنی لحاظ سے پاک وسالم اس دنیا میں آتا ہے۔

حرص، حسد، بخل، ریاکاری، فسق وفجور اور دیگر گناہ انسان کی ذات میں نہیں ہوتے بلکہ خاندان، معاشرہ اور دوستوں کی صحبت کی وجہ انسان گناہوں میں ملوث ہوتا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

كُلُّ مَولودٍ يولد عَلَى فِطْرَةِ الإسْلَامِ، حَتّى يكُونَ ابواه يهودانه وينصّرانه۔ [1]

ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، مگر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنادیتے ہیں۔

منحرف استاد، منحرف معاشرہ اور منحرف سماج، انسان کی گمراہی میں بہت زیادہ موثر ہوتے ہیں۔

چنانچہ انسان ان ہیں اسباب کی بنا پر فکری وعملی اور اخلاقی لحاظ سے گمراہ ہوجاتا ہے، اور گناہوں

[1] عوالی اللئالی ج135، الفصل الرابع، حدیث18؛ بحار الانوار ج3281؛ باب11، حدیث22۔

میں ملوث ہوجاتا ہے،لیکن ان تمام چیزوں کا علاج بھی موجود ہےقرآن مجید کی نظر سے یہ بیماری قابل علاج ہے اوراس مرض کے دوا بیان کی گئی ہے،ارشاد ہوتا ہے:

"یَآیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ"۔ [1]

پیغمبر کہہ دیجئے کہ یہ قرآن فضل و رحمت خدا کا نتیجہ ہے لہٰذا ان ہیں اس پر خوش ہونا چاہئے کہ یہ ان کے جمع کئے ہوتے اموال سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

قرآن کی نظر میں یہ بیماری خداوند عالم کی مغفرت اور بخشش کے ذریعہ قابل علاج ہے:

"اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [2]

علاوہ ان لوگوں کہ جنہوں اس کے بعد توبہ کرلی اور اپنی اصلاح کرلی، یقیناً خدا غفور اور رحیم ہے۔

ناامیدی کفر ہے

جس وقت قرآن مجید کی آیات اور معصومین علیہم السلام کی روایت کے ذریعہ یہ معلوم ہوجائے کہ ظاہری اور مخفی طور پر کئے جانے والے گناہ ایک بیماری ہے، اور یہ بیماری قابل علاج ہے، اس پر خداوند عالم پردہ ڈال سکتا ہے، تو گناہگار کو چاہئے کہ اس خطرناک اور مھلک کنویں سے باہر نکلنے کی کوشش کرے، اپنے گناہوں کی بخشش کی امید رکھے، خداوند عالم کے لطف وکرم اور عنایت سے توقع رکھے اور اس مثبت امید کے سہارے حقیقی توبہ اور عاشقانہ صلح نیز اپنے گزشتہ گناہوں کی تلافی کرے تاکہ اس بیماری اور خسارے کو دور کرسکے، کیونکہ انسان یہ کام کرسکتا ہے، توبہ و استغفار اور اس بیماری کے علاج کے علاوہ چھوٹے ہوتے واجبات کی ادائیگی کرے، اس سلسلہ میں ناامیدی و یاس، سستی اور کسالت، شیطانی اور انحرافی نعرہ لگانا مثلاً کہنا کہ اب تو ہمارے سر سے پانی گزر گیا ہے، چاہے ایک بالشت ہو یا سو بالشت غرض یہ سب چیزیں حرام اور کفر کے برابر ہے۔

"۔۔۔وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ"۔ [3]

۔۔۔اور رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا کہ اس کی رحمت سے کافر قوم کے علاوہ کوئی مایوس نہیں ہوتا ہے۔

البتہ جو شخص خدا کی رحمت و مغفرت اور بخشش کا امیدوار ہو، اس کے لئے اپنی امید کے اسباب و وسائل فراہم کرنا ضروری ہے مثلاً گناہوں پر شرمندہ ہونا، ان سے کنارہ کشی کرنا، ترک شدہ واجبات کو ادا کرنا، لوگوں کے حق کو ان تک واپس لوٹانا، اپنے عمل اور اخلاق کی اصلاح کرنا، کیونکہ یہ ایک مثبت امید ہے اور بالکل اسی کسان کی طرح ہے کہ جس نے سردیوں کے موسم میں

---

[1] سورۂ یونس آیت، 57۔

[2] سورۂ آل عمران آیت، 89۔

[3] سورۂ یوسف آیت 87۔

اپنی زمین کو جوتا بویا ہو، اور کھاد پانی کا خیال رکھا ہو اس امید کے ساتھ کہ وہ گرمی میں فصل کاٹے گا۔

لیکن اگر انسان اپنی امید کے پورا ہونے کے اسباب فراہم نہ کرے تو اس کی امید بے فائدہ اور بے ثمر ہوگی اور اس کسان کی طرح ہوگی جس نے زمین میں کوئی کام نہ کیا ہو اور نہ ہی زمین میں بیج ڈالا ہو، لیکن فصل کاٹنے کی امید رکھتا ہو، تو کیا ایسا شخص فصل کاٹنے کی امید رکھ سکتا ہے؟ ایک معتبر حدیث میں صحیح اور غلط امید کے بارے میں اشارہ ہوا ہے:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا جو گناہوں میں ملوث رہتے ہیں اور گناہوں سے آلودگی کی حالت میں کہتے ہیں: ہم خدا کی رحمت و مغفرت اور اس کی بخشش کے امیدوار ہے۔ یہاں تک کہ ان کی موت آجاتی ہے، امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ لوگ غلط امید کے شکار ہیں، کیونکہ جو شخص کسی چیز کی امید رکھتا ہے تو اس کو حاصل کرنے کے لئے ضروری قدم بھی اٹھاتا ہے اور اگر کسی چیز سے ڈرتا ہے تو وہ اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ [۱]

علاج کرنے والے اطباء

جب ہمارے کے لئے یہ بات ثابت ہوچکی کہ گناہ کوئی ذاتی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک بیماری کی طرح ہے جیسا کہ بعض اسباب کی بنا پر انسان کے جسم میں بیماری پیدا ہوجاتی ہے، یہ ایک ایسی بیماری ہے کہ جو انسان کے دل و دماغ، نفس اور ظاہر و باطن پر اثر انداز ہوتی ہے، اور جس طرح بدن کی بیماریاں طبیب کے پاس جانے اور اس کے لکھے ہوتے نسخہ پر عمل کرنے سے قابل علاج ہوتی ہیں، اسی طرح معنوی بیماری کے لئے بھی علاج کرنے والے طبیب موجود ہیں، لہٰذا ان کی طرف رجوع کیا جائے اور ان کے بتائے گئے احکام پر عمل کرتے ہوتے اپنے دل و دماغ سے اس بیماری کی جڑیں ختم کی جائیں، اگرچہ وہ بیماری بہت خطرناک مرحلہ تک پہنچ گئی ہو! اس طرح کی بیماریوں کے طبیب خود ذات پروردگار، انبیاء اور ائمہ معصومین علیہم السلام نیز علمائے ربّانی ہیں۔

گناہگار کے علاج کا نسخہ قرآن کریم، انبیاء، ائمہ اور علمائے ربانی ہیں، ان کی حکیمانہ باتیں اور مشفقانہ نصیحتیں اور دلسوز وعظ ان بیماریوں کا مرہم ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل گناہ کو خطاب کرتے ہوتے فرماتے ہیں:

أيها النَّاسُ أَنْتُمْ كَالْمَرْضَىٰ وَرَبُّ الْعَالَمِينَ كَالطَّبِيبِ فَصَلاحُ الْمَرْضَىٰ فِيمَا يَعْمَلُهُ الطَّبِيبُ وَ يُدَبِّرُهُ لَا فِيمَا يَشْتَهِيهِ الْمَرِيضُ وَ يَقْتَرِحُهُ۔ [۲]

---

[۱] عن ابي عبدالله علیه السلام قال: قلت له: قوم يعملون بالمعاصي و يقولون نرجو فلا يزالون كذلك حتى يأتيهم الموت فقال: هؤلاء قوم يترجحون في الاماني كذبوا ليسوا براجين ان من رجا شئيا طلبه ومن خاف من شيء هرب منه۔

[۲] عدة الداعي ص 37 الباب الاول في لاالحث على الدعاء؛ ارشاد القلوب ج 1، ص 153، الباب السابع والاربعون في الدعاء؛ بحارالانوار ج 81، ص 61، حدیث 12۔

اے اہل گناہ! تم بیمار لوگوں کی طرح ہو، اور تمہارا پروردگار طبیب کی طرح، بیمار کی بھلائی طبیب تدبیر اور تجویز میں ہے، نہ کہ بیمار کے ذائقہ اور اس کی مرضی میں۔

احادیث معصومین علیہم السلام میں بھی انبیاء کرام، ائمہ معصومین (علیہا لسلام) اور علمائے ربانی کو بھی طبیب کا عنوان دیا گیا ہے۔

بیمار گناہ کو اپنے علاج کے لئے ان مہربان طبیبوں کے پاس جانا چاہئے اور ان کی مرضی کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور اپنے صحت وسلامتی کے بارے میں امیدوار ہونا چاہئے اور اس کے لئے توبہ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

محترم قارئین! واضح رہے کہ ہم یہاں ان طبیبوں کے چند معنوی نسخوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں تاکہ بیمار گناہ ان نسخوں کا مطالعہ کر کے اپنا علاج کرلے یا علمائے کرام کی زبانی سن کر اپنے دکھ درد کو مٹالے، ارشاد ہوتا ہے:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [1]

اے! پیغمبر کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو (بھی) بخش دے گا کہ وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ"۔ [2]

ایمان والو! اگر تم تقوی الٰہی اختیار کرو گے تو وہ تمہیں حق و باطل میں فرق کی صلاحیت عطا کردے گا۔ تمہاری برائی کی پردہ پوشی کرے گا۔ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا، یقیناً وہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا"۔ [3]

ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سیدھی بات کرو۔ تاکہ وہ تمہارے اعمال کی اصلاح فرمادے اور تمہارے گناہوں کو بخش دے اور جو شخص بھی خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ عظیم کامیابی کے درجے پر فائز ہوگ۔

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

[1] سورۂ آل عمران آیت 31۔
[2] سورۂ انفال آیت، 29۔
[3] سورۂ احزاب آیت، 70-71۔

وَيُدۡخِلۡكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ‌ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُۙ"۔ [۱]

ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں کہ جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے۔ تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور راہ خدا میں اپنی جان و مال سے جہاد کرو کہ یہی تمہارے حق میں سب سے بہتر ہے، اگر تم جاننے والے ہو۔ وہ تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور ان میں پاکیزہ محل ہوں گے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

"اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا يُّضٰعِفۡهُ لَـكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوۡرٌ حَلِيۡمٌۙ"۔ [۲]

اگر تم اللہ کو قرض الحسنہ دو گے تو وہ اسے دوگنا بنا دے گا اور تمہیں معاف بھی کر دے گا کہ وہ بڑا قدرداں اور برداشت کرنے والا ہے۔

"وَالَّذِيۡنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِهَا وَاٰمَنُوۡۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ"۔ [۳]

اور جن لوگوں نے برے اعمال کئے اور پھر توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو توبہ کے بعد تمہارا پروردگار بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

"۔۔۔فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوۡا سَبِيۡلَهُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ"۔ [۴]

۔۔۔پھر اگر (وہ لوگ) توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں تو پھر ان کا راستہ چھوڑ دو، بے شک خدا بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

"وَاٰخَرُوۡنَ اعۡتَرَفُوۡا بِذُنُوۡبِهِمۡ خَلَطُوۡا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ"۔ [۵]

اور دوسرے لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، انہوں نے نیک اور بد اعمال مخلوط کر دیئے ہیں، عنقریب خدا ان کی توبہ قبول کر لے گا کہ وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ آیات سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر کوئی گناہگار خداوند عالم کی رحمت و معرفت کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کی توبہ قبول ہو جائے، اس کا سیاہ نامہ اعمال معنوی سفیدی اور نور میں تبدیل ہو جائے، اور روز

---

[۱] سورۂ صف آیت 10۔12۔

[۲] سورۂ تغابن آیت 17۔

[۳] سورۂ اعراف آیت 153۔

[۴] سورۂ توبہ آیت 5۔

[۵] سورۂ توبہ آیت 120۔

قیامت کے دردناک عذاب سے چھٹکارا مل جائے تو اسے چاہئے کہ قرآن مجید میں بیان شدہ نسخوں کے پیش نظر حسب ذیل امور پر عمل کرے:

1۔ سیرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و پیروی کرے۔
2۔ تقویٰ و پرہیزگاری کی رعایت کرے اور اپنے آپ کو گناہوں سے دور رکھے۔
3۔ حق بات کہے، اور وقت پر گفتگو کرے۔
4۔ خداوند عالم کی اطاعت کرے۔
5۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے۔
6۔ خدا پر ایمان رکھے۔
7۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھے۔
8۔ مال و دولت کے ذریعہ راہ خدا میں جہاد و کوشش کرے۔
9۔ راہ حق میں دل و جان سے کوشش کرے۔
10۔ ضرورت مندوں کو قرض الحسنہ دے۔
11۔ گناہوں سے دوری اختیار کرے اور خدا کی طرف پلٹ جائے۔
12۔ غلط و باطل عقائد سے اجتناب کرے۔
13۔ نماز قائم کرے۔
14۔ زکوٰۃ ادا کرے۔
15۔ خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کا اقرار واعتراف کرے۔

جاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِي فَقالَ: يارَسُولَ اللهِ، ما عَمَلُ اَهلِ الْجَنَّةِ؟ فَقالَ: اَلصِّدْقُ، اِذا صَدَقَ الْعَبْدُ بَرَّ، وَاِذا بَرَّ آمِنَ وَاِذا آمِنَ دَخَلَ الْجَنَّةَ. فَقالَ يا رَسُولَ اللهِ، ما عَمَلُ اَهلِ النّارِ، قالَ: اَلْكِذْبُ، اِذا كَذَبَ الْعَبْدُ فَجَرَ وَاِذا فَجَرَ كَفَرَ، وَاِذا كَفَرَ دَخَلَ النّارَ: ۔[1]

ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! اہل بہشت کا عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: صداقت، کیونکہ جس وقت خدا کا بندہ سچ بولتا ہے تو اس نے نیکی انجام دی ہے، اور جب نیکی کرتا ہے تو امان مل جاتی ہے اور جب امان مل جاتی ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے، سوال کرنے والے نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اہل جہنم کا عمل کیا ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جھوٹ، کیونکہ جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو گناہ کرتا ہے اور جب گناہ کرتا ہے تو ناشکری اور کفر سے

---

[1] مجموعۂ ورام، ج1، ص43۔، باب ما جاء فی الصدق و الغضب للہ، ارشاد القلوب، ج1 ص851۔ باب 51۔

دچار ہوجاتا ہے اور کفر کرتا ہے تو جہنم میں داخل ہوجاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم سے سوال کیا:

بِمَ یعْرَفُ الْمُؤْمِنُ؟ قَالَ: بِوَقَارِہِ، وَلِینِ کَلَامِہِ، وَصِدْقِ حَدِیثِہِ: [1]

یارسول اللہ! کن اعمال سے مومن کی پہچان ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وقار، نرم لہجہ اور صداقت سے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا:

اِجْتَمِعُوا، فَإِنِّي أُرِيدُ أَن أَقُومَ فِيكُمْ بِكَلِمَتَين: فَاجْتَمَعُوا عَلَى بَابِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ: يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ، لَا يَدْخُلُ أَجْوَافَكُمْ إِلَّا طَيِّبٌ وَلَا يَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِكُمْ إِلَّا طَيِّبٌ: [2]

تم لوگ ایک جگہ جمع ہوجاؤ کہ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں، جب لوگ جناب داؤد علیہ السلام کے دروازہ پر جمع ہو گئے تو انہوں نے ان کے روبرو ہوکر خطاب کیا: اے بنی اسرائیل! پاک اور حلال چیزوں کے علاوہ کچھ نہ کھاؤ، اور صحیح اور حق بات کے علاوہ زبان مت کھولو۔

جناب جابر کہتے ہیں: میں نے سنا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب بن عجرہ سے فرما رہے ہیں:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنَ السُّحْتِ، اَلنَّارُ أَوْلَى بِهِ [3]

جس شخص کا گوشت حرام مال سے بڑھا ہو، وہ بہشت میں نہیں جاسکتا، بلکہ جہنم اس کے لئے زیادہ سزاوار ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

مَنْ نَقَلَهُ اللهُ مِنْ ذُلِّ الْمَعَاصِي إِلَى عِزِّ التَّقْوَى أَغْنَاهُ بِلَا مَالٍ، وَأَعَزَّهُ بِلَا عَشِيرَةٍ، وَآنَسَهُ بِلَا أَنِيسٍ: [4]

جس شخص کو خداوند عالم گناہوں کی ذلت سے نکال کر تقویٰ کی عزت تک پہنچا دے تو خدا اس کو بغیر مال عطا کئے بے نیاز بنا دیتا ہے، اور بغیر قوم وقبیلہ کے عزت دیتا ہے، اور بغیر دوست کے انس ومحبت عطا فرماتا ہے۔

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ: اَلدُّنْيَا مَمَرٌّ، وَالنَّاسُ فِيهَا رَجُلَانِ: رَجُلٌ بَاعَ نَفْسَهُ فَأَوْبَقَهَا، وَرَجُلٌ ابْتَاعَ نَفْسَهُ فَأَعْتَقَهَا: [5]

---

[1] مجموعۂ ورام، ج1، ص43۔، باب ماجاء فی الصدق ولغضب للہ، مستدرک الوسائل ج8 ص455 باب 91 حدیث 9985۔

[2] مجموعۂ ورام، ج1، ص60۔ باب العتاب۔

[3] مجموعۂ ورام، ج1، ص61۔ باب العتاب۔

[4] مجموعۂ ورام، ج1، ص65۔ باب العتاب۔

[5] مجموعۂ ورام، ج1، ص75۔ باب العتاب۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: دنیا ایک گزرگاہ (یعنی راستہ) ہے جس سے دوطرح کے لوگ گزرتے ہیں: ایک وہ شخص جس نے اپنے آپ کو دنیا کے بدلے فروخت کردیا لہٰذا اس نے خود کو نابود کرلیا، دوسرے وہ شخص ہے جس نے دنیا سے اپنے آپ کو خرید لیا، لہٰذا اس نے خود کو آزاد کرلی۔

مروی ہے کہ ایک شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوکر عرض کرتا ہے:

میں ایک گناہگار شخص ہوں اور گناہ پر صبر نہیں کرسکتا، لہٰذا مجھے نصیحت فرمائیے، تو امامؑ نے اس سے فرمایا: تو پانچ چیزوں کو انجام دے اس کے بعد جو چاہے گناہ کرنا:

1۔ خدا کا عطا کردہ رزق مت کھا۔

2۔ خدا کی حکومت وولایت سے باہر نکل جا۔

3۔ ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا نہ دیکھتا ہو۔

4۔ جس وقت ملک الموت تیری روح قبض کرنے آئے تو اس بچ کر بھاگ جانا۔

5۔ جب (روز قیامت) تجھے مالکِ دوزخ، دوزخ میں ڈالنا چاہے تو اس وقت دوزخ میں نہ جانا۔[1]

قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عليه السلام: إِنَّ الْمَعْرِفَةَ وَ كَمَالَ دِينِ الْمُسْلِمِ تَرْكُهُ الْكَلَامَ فِيمَا لَا يَعْنِيهِ، وَ قِلَّةُ مِرَائِهِ وَ حِلْمُهُ وَ صَبْرُهُ وَ حُسْنُ خُلُقِهِ:[2]

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: بے شک مسلمانوں کی معرفت اور دین کا کمال اس میں ہے کہ بے فائدہ گفتگو سے پرہیز کرے، نزاع وجھگڑے سے دور رہے، صبر وحلم اور حسن خُلق سے کام لے۔

عَنِ الْبَاقِرِ عليه السلام: مَنْ صَدَقَ لِسَانُهُ زَكَى عَمَلُهُ وَمَنْ حَسُنَتْ نِيَّتُهُ زِيدَ فِي رِزْقِهِ وَمَنْ حَسُنَ بِرُّهُ بِأَهْلِهِ زِيدَ فِي عُمْرِهِ۔[3]

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جس شخص کی زبان سچ بولے اس کا عمل پاکیزہ ہوجاتا ہے، اور جس شخص کی نیت اچھی ہو اس کی روزی میں اضافہ ہوجاتا ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کے ساتھ نیکی واحسان کرے اس کی عمر بڑھ جاتی ہے۔

---

[1] روی ان الحسین بن علی علیه السلام جاء ہ رجل و قال: انا رجل عاص ولا اصبر عن المعصیة فعظنی بموعظة۔ فقال علیه السلام: افعل خمسة اشیاء واذنب ما شئت فاول ذلك لا تاكل رزق الله واذنب ما شئت والثانی اخرج من ولایة الله واذنب ما شئت والثالث اطلب موضعا لا یراك الله واذنب ماشئت والرابع اذا جاء ملك الموت لیقبض روحك فادفعه عن نفسك واذنب ماشئت والخامس اذا أدخلك مالك فی النار فلا تدخل فی النار واذنب ماشئت۔

[2] تحف العقول ص 279؛ بحار الانوار، ج 75، ص 137، باب 21، حدیث 3۔

[3] بحار الانوار ج 75، ص 175، باب 22، حدیث 5۔

عَنْ اَبِی عَبْدِاللهِ علیہ السلام: اَوْرَعُ النَّاسِ مَنْ وَقَفَ عِنْدَ الشُّبْهَةِ۔ اَعْبَدُ النَّاسِ مَنْ اَقَامَ الْفَرائِضَ اَزْهَدُ النَّاسِ مَنْ تَرَكَ الْحَرامَ۔ اَشَدُّ النَّاسِ اجْتِهاداً مَنْ تَرَكَ الذُّنُوبَ:[1]

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: سب سے زیادہ باتقویٰ وہ شخص ہے جو خود کو مشتبہ چیزوں سے محفوظ رکھے، سب سے اچھا بندہ وہ ہے جو واجبات الٰہی کو بجالائے، زاہد ترین شخص وہ ہے جو حرام چیزوں کو ترک کرے، اور سب سے زیادہ جدوجہد کرنے والا شخص وہ ہے جو گناہوں چھوڑ دے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہشام بن حکم سے فرمایا:

رَحِمَ اللهُ مَنِ اسْتَحْيىٰ مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَياءِ، فَحَفِظَ الرَّأْسَ وَما حَوٰى، وَالْبَطْنَ وَ ما وَعىٰ، وَذَكَرَ الْمَوْتَ وَالْبِلىٰ، وَعَلِمَ اَنَّ الْجَنَّةَ مَحْفُوفَةٌ بِالْمَكارِهِ، وَالنَّارَ مَحْفُوفَةٌ بِالشَّهَواتِ:[2]

خداوند عالم رحمت کرے اس شخص پر جو خدا کے سامنے اس طرح شرم کرے جس کا وہ حقدار ہے، آنکھ، کان اور زبان کو گناہوں سے محفوظ رکھے، اپنے کو لقمہ حرام سے بچائے رکھے، قبر اور قبر میں بدن کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھے، اور اس بات پر توجہ رکھے کہ جنت زحمت ومشکلات کے ساتھ ہے اور جہنم لذت شہوت کے ساتھ۔

حضرات انبیاء کرام، اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے ان نیک امور اور انسان کو شقاوت وہلاکت سے بچانے والے اہم مسائل کو بیان کیا ہے جن کی تفصیل معتبر کتابوں میں بیان ہوئی ہے، مذکورہ احادیث اسی ٹھاٹے مارتے ہوتے قیمتی سمندر کے چند قطرے تھے۔ اسی طرح علماء کرام سے وعظ ونصیحت نقل ہوئی ہیں جو انسان کی بیماری کے علاج کے لئے بہترین نسخے ہیں، جن کے ذریعہ انسان اپنے نفس کو گناہوں کی گندگی اور کثافت سے بچا سکتا ہے، ذیل میں ان کے چند نمونے بھی ملاحظہ فرمالیں:

ایک عارف نے کہا: ہم نے چار چیزوں کو چار چیزوں میں طلب کیا لیکن راستہ کا غلط انتخاب کیا، اور ہم نے دیکھا وہ چار چیزیں دوسری چار چیزوں میں ہیں:

1۔ بے نیازی کو مال ودولت میں ڈھونڈا لیکن قناعت میں پایا۔

2۔ مقام وعظمت کو حسب ونسب میں تلاش کیا لیکن تقویٰ میں ملا۔

3۔ چین وسکون کو مال کی کثرت میں ڈھونڈا لیکن کم مال میں پایا۔

4۔ نعمت کو لباس، غذا اور لذتوں میں تلاش کیا لیکن اس کو بدن کی صحت وسلامتی میں دیکھا۔[3]

جناب لقمان نے اپنے فرزند کو وصیت کرتے ہوتے فرمایا: کل روز قیامت خدا کی بارگاہ میں، چار چیزوں کے بارے

---

[1] خصال ج1، ص16، حدیث56؛ تحف العقول ص489؛ بحارالانوار ج75، ص192، باب23، حدیث5۔

[2] تحف العقول ص390؛ بحارالانوار ج75، ص305، باب25 حدیث1؛ مستدرک الوسائل ج8 ص464، باب93، حدیث10022۔

[3] مواعظ العددیہ ص336۔

میں سوال کیا جائے گا: اپنی جوانی کس چیز میں گزاری، اپنی عمر کو کس چیز میں تمام کیا، مال و دولت کہاں سے حاصل کی اور حاصل شدہ مال و دولت کہاں پر خرچ کیا؟ لہذا اس کے لئے جواب تیار کرلو۔[۱]

ایک عارف کہتے ہیں: دانشوروں نے چار چیزوں پر اتفاق کیا ہے اور میں نے ان کو چار چیزوں سے انتخاب کیا ہے:

1۔توریت: جس شخص نے قناعت کی وہ سیر ہو گیا۔

2۔زبور: جس شخص نے سکوت اختیار کیا وہ صحیح و سالم رہے۔

3۔انجیل: جس شخص نے ناحق چیزوں اور نامناسب لوگوں سے کنارہ کشی کی اس نے نجات پائی۔

4۔قرآن: جو شخص خدا کی پناہ میں چلا گیا وہ راہ مستقیم کی ہدایت پا گیا۔[۲]

سلیمان علی نے حمید طویل سے کہا: مجھے موعظہ و نصیحت فرمائیے: تو حمید نے کہا: اگر خلوت میں خدا کی معصیت کر رہے ہو اور یہ جانتے ہو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے، تو تم نے بہت بڑے کام کی جرئت کی اور اگر تم یہ سوچو کہ خدا نہیں دیکھ رہا ہے تو تم کافر ہو گئے۔[۳]

جناب جبرئیل نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر روئے زمین پر ہم لوگ عبادت کیا کرتے تو تین کام انجام دیتے: مسلمان کو پانی پلاتے، اہل و عیال رکھنے والوں کی مدد کرتے، اور لوگوں کے گناہوں کو چھپایا کرتے۔[۴]

ایک عالم بزرگوار نے فرمایا: خداوندا! تجھ سے امید رکھنا، تیری سب سے بڑی عبادت ہے، اور تیری ثنا کرنا میری زبان پر شیرین ترین سخن ہے، اور تجھ سے ملاقات کا وقت، میرے نزدیک محبوب ترین وقت ہے۔[۵]

ایک عارف فرماتے ہیں: ابلیس پانچ چیزوں کی وجہ سے بدبخت اور ملعون ہوا ہے:

گناہ کا اقرار نہ کیا اور گناہ پر شرمندہ نہ ہوا، اپنی ملامت نہیں کی، توبہ کا ارادہ نہ کیا، اور رحمت خدا سے مایوس ہو گیا؛ لیکن جناب آدم پانچ چیزوں کی وجہ سے کامیاب ہو گئے: اپنی خطا کا اقرار کیا، شرمندہ ہوئے، اپنی ملامت کی، توبہ کرنے میں جلدی کی اور رحمت خدا سے ناامید نہیں ہوئے۔[۶]

---

[۱] عن ابی عبد الله علیه السلام قال: كان فيما وعظ به لقمان ابنی... واعلم انك ستسأل غدا اذا وقفت بين يدی الله عز وجل عن اربع: شبابك فيما ابليته و عمرك فيما افنيته ومالك مما اكتسبته وفيما انفقته فتاهب لذلك وأعد له جواب۔

[۲] مواعظ عددیہ ص240۔

[۳] مجموعہ ورام ج1، ص236 باب محاسبۃ النفس۔

[۴] مجموعہ ورام ج1، ص236، باب ذکر الأشرار والفجّار۔

[۵] مواعظ عددیہ ص190۔

[۶] مواعظ عددیہ ص278۔

یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں: جو شخص زیادہ کھانا کھاتا ہے تو اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے، اور جس کی طاقت زیادہ ہوجاتی ہے اس کی شہوت میں (بھی) اضافہ ہوجاتا ہے، اور جس کی شہوت میں اضافہ ہوجاتا ہے اس کے گناہ بھی زیادہ ہوتے ہیں، اور جس کے گناہ زیادہ ہوتے ہیں وہ سنگ دل بن جاتا ہے اور جو سنگ دل ہوجاتا ہے وہ دنیا کے زرق و برق اور اس کی آفات میں گرفتار ہوجاتا ہے۔[1]

اولیاء کی صفات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان میں تین خصلتیں پائی جاتی ہیں:

1۔ سکوت اختیار کرتے ہیں اور اپنی زبان کو محفوظ رکھتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں نجات کا دروازے ہیں۔

2۔ ان کا شکم خالی رہتا ہے، جو خیرات کی کنجی ہوتی ہے۔

3۔ دن بھر کے روزے اور رات بھر کی عبادت کی وجہ سے اپنے نفس کو زحمت میں ڈالتے ہیں۔[2]

قارئین کرام! اگر ہر گناہگار بندہ؛ خدا، رسول اور ائمہ معصومین علیہم السلام نیز علمائے کرام کے بتائے نسخہ پر عمل کرے تو یقینا اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کی بیمار روح کا علاج ہونا ممکن ہے۔

گناہگار انسان کو اس بات پر توجہ رکھنا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت، ائمہ علیہم السلام کی امامت اور علمائے کرام کے علم و حکمت کا اصلی مقصد انسانوں کی فکری، روحی، اخلاقی اور عملی بیماریوں کا علاج کرنا ہے، لہٰذا گناہگار بندے کا مغفرت سے ناامید ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، لہٰذا اپنے دل کو یاس و ناامیدی سے آلودہ نہیں کرنا چاہئے، اپنے کو گناہوں پر باقی نہیں رکھنا چاہئے، اور نہ ہی اپنی شقاوت و بدبختی میں اضافہ کرنا چاہئے، بلکہ گناہگار انسان اس پر لازم ہے کہ خداوندعالم، انبیاء وائمہ علیہم السلام کی تعلیمات خصوصاً خداوندعالم کی رحمت واسعہ اور اس کے لطف و کرم کے مدنظر اپنے گناہوں سے توبہ کرلے۔

توبہ واجبِ فوری ہے

گزشتہ بحث میں ہم ثابت کرچکے ہیں کہ قرآن مجید اور الٰہی تعلیمات کی رو سے گناہ ایک بیماری ہے، اور بتاچکے ہیں کہ یہ بیماری قابل علاج ہے، نیز یہ بھی واضح کرچکے ہیں کہ اس بیماری کے علاج کرنے والے اطباء یعنی خدا، انبیاء، ائمہ علیہم السلام اور علمائے دین ہیں، لہٰذا گناہگار بندے کو اپنی بیماری کے علاج کے لئے ان مقدس ترین اطباء کے پاس جانا چاہئے، اور ان کے تجویز کردہ نسخہ پر عمل کرنا چاہئے تاکہ اس بیماری سے شفا مل جائے، صحت وسلامتی لوٹ آئے، اور نیک وصالح بندوں کے قافلہ میں شامل ہوجائے۔

گناہوں کے بیمار کو اس چیز پر توجہ رکھنا چاہئے کہ جس طرح انسان عام بیماری کے معلوم ہونے کے فوراً بعد اس کے علاج کے لئے طبیب یا ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے تاکہ درد و تکلیف سے نجات حاصل ہونے کے علاوہ بیماری بدن میں جڑ نہ پکڑ لے، جس کا

---

[1] مواعظ عددیہ ص280۔

[2] مواعظ عددیہ ص192۔

علاج ناممکن ہوجائے، اسی طرح گناہ کی بیماری کے علاج کے لئے بھی جلدی کرنا چاہئے اور بہت جلد الٰہی نسخہ پر عمل کرتے ہوتے توبہ واستغفار کرنا چاہئے، تاکہ گناہ وظلمت، معصیت، شرّ شیطان اور ہوائے نفس کا اس کی زندگی سے خاتمہ ہوجائے، اوراس کی زندگی میں رحمت ومغفرت، صحت وسلامتی کا نور چمکنے لگے۔

گناہگار کو چاہئے کہ خواب غفلت سے باہر نکل آئے، اپنی نامناسب حالت پر توجہ دے اور یہ سوچے کہ میں نے خدا کے ان تمام لطف وکرم، احسان اور اس کی نعمتوں کے مقابلہ میں شب وروز اپنی عمر کونور اطاعت وعبادت اور خدمت خلق سے منور کرنے کے بجائے معصیت وگناہ اور خطا کی تاریکی سے اپنے کو آلودہ کیا ہے، اس موقع پر اپنے اوپر واجب قرار دے کہ اپنے تمام ظاہری وباطنی گناہوں کو ترک کرے، ہوائے نفس اور شیطان کی بندگی واطاعت سے پرہیز کرے، خداوندعالم کی طرف رجوع کرے، اور صراط مستقیم پر برقرار رہنے کے ساتھ ساتھ حیاوشرم، عبادت وبندگی اور بندگان خدا کی خدمت کے ذریعہ اپنے ماضی کا تدارک کرے۔

فقہی اور شرعی لحاظ سے یہ واجب واجبِ فوری ہے، یعنی جس وقت گناہگار انسان اپنے گناہوں کی طرف متوجہ ہوجائے، اور یہ احساس ہوجائے کہ اس نے کس عظیم مقدس ذات کی مخالفت کی ہے اور کس منعم حقیقی کی نعمت کو گناہ میں استعمال کیا ہے، اور کس مولائے کریم سے جنگ کے لئے آمادہ پیکار ہوا ہے، اور کس مہربان کے روبرو کھڑا ہو گیا ہے، توفوری طور پر اپنے علاج کے لئے توبہ کرے اور ندامت کی حرارت اور حسرت کی آگ کے ذریعہ اپنے وجود سے گناہوں کے اثر کو جلا دے، اور اپنے دل وجان اور روح سے فحشاء ومنکر کی گندگی کو پاک کردے، اور اپنے اندر خدائی رحمت ومغفرت کو جگہ دے کیونکہ توبہ میں تاخیر کرنا خود ایک گناہ ہے اور خود کو عذاب الٰہی سے محفوظ سمجھنا اور اس حالت پر باقی رہنا گناہان کبیرہ میں سے ہے۔

حضرت عبدالعظیم حسنی علیہ الرحمہ نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے، انہوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے، انہوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے، انہوں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ عمرو بن عُبید نے امامؑ سے سوال کیا: گناہان کبیرہ کون سے ہیں؟ تو آپ نے قرآن سے گناہان کبیرہ کی تفصیل بیان کرتے ہوتے فرمایا: خود کو عذاب الٰہی سے محفوظ سمجھنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔[1]

کسی گناہگار کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ توبہ واستغفار کے لئے کوئی زمانہ معین کرے اور خداوندعالم کی طرف بازگشت کو آئندہ پر چھوڑ دے، اور اپنے درد کے علاج کو بوڑھاپے کے لئے چھوڑ دے۔

کیونکہ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جس امید کے سہارے اس بیماری کے علاج کو آئندہ پر چھوڑا جارہا ہے وہ اس وقت تک زندہ بھی رہے گا، کیا ایک جوان کا بوڑھاپے تک باقی رہنا ضروری ہے؟!! ہوسکتا ہے اسی غفلت کی حالت اور گناہوں وشہوت کے عالم میں ہیموت کا پیغام پہنچ جائے۔

ایسے بہت سے لوگ دیکھنے میں آئے ہیں جو کہتے تھے کہ ابھی تو جوانی ہے، بوڑھاپے میں توبہ کرلیں گے، لیکن موت نے

---

[1] کافی ج2، ص285، باب الکبائر، حدیث24؛ وسائل الشیعہ ج15، ص318، باب46، حدیث20629۔

ان کوفرصت نہ دی اوراسی جوانی کے عالم میں توبہ کئے بغیر چل بسے۔

بہت سے گناہگار جوانوں کو دیکھا گیا جو کہتے تھے کہ ابھی تو ہم جوان ہیں لذت وشہوت سے فائدہ اٹھائیں، بوڑھاپے کے وقت توبہ کرلیں گے، لیکن اچانک اسی جوانی کے عالم میں موت نے آکر اچک لیا!

اسی طرح بہت سے گناہگاروں کو دیکھا ہے جو کہتے تھے کہ ابھی تو وقت ہے بعد میں توبہ واستغفار کرلیں گے، لیکن گناہوں اور معصیت کی تکرار نے نفس کو ہوا وہوس کا غلام بنالیا اور شیطان نے ان ہیں گرفتار کرلیا اور گناہوں کے اثر سے توبہ کی صلاحیت کھو بیٹھے، اورھرگز توبہ واستغفار نہ کرسکے، اس کے علاوہ گناہوں کی کثرت، ظلمت کی سنگینی اور خدا کی اطاعت سے زیادہ دوری کی بنا پر وہ خدا کی نشانیوں اوراس کے عذابیکو جھٹلانے لگے، اورآیات الٰہی کا مذاق اڑانے لگے، اورخود اپنے ھاتھوں سے توبہ واستغفار کا دروازہ بند کرلیا!

"ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ"۔ [۱]

اسکے بعد برائی کرنے والوں کا انجام براہوا کہ انہوں نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلا یا دیا اور برابران کا مذاق اڑاتے رہے۔

گناہ، جذام اور برص کی طرح گناہگار انسان کے ایمان، عقیدہ، اخلاق، شخصیت، کرامت اور انسانیت کو کھاجاتے ہیں، انسانی زندگی اس منزل پر پھونچ جاتی ہے کہ انسان خدا کی آیات کی تکذیب کرنے لگتا ہے، اورانبیاء، ائمہ معصومین علیہم السلام اور قرآن مجید کا مسخرہ کرتا ہوانظر آتا ہے، اوراس پر کسی کے وعظ ونصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادہوتا ہے:

"وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ"۔ [۲]

اوراپنے پروردگار کی مغفرت اوراوراس جنت کی طرف جلدی کروجس کی وسعت زمین وآسمان کے برابر ہے اوراسے صاحبان تقویٰ لئے مہیا کیا گیا ہے۔

اس آیت کے پیش نظر واجب ہے کہ انسان اپنے ظاہر وباطن کو گناہوں سے پاک کرنے اور مغفرت وبہشت حاصل کرنے کے لئے توبہ واستغفار کی طرف جلد از جلد قدم اٹھائے، اورتوبہ واستغفار کے تحقق کے لئے جتنا ہوسکے جلدی کرے کیونکہ توبہ میں ایک لحہ کے لئے تاخیر کرنا جائز نہیں ہے، قرآن مجید کی رُو سے توبہ میں تاخیر کرنا چاہے کسی بھی وجہ سے ہو، ظلم ہے، اور یہ ظلم دوسرے گناہوں سے الگ خود ایک گناہ ہے۔

"...وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"۔ [۳]

---

[۱] سورۂ روم آیت 10۔

[۲] سورۂ آل عمران آیت، 133۔

[۳] سورۂ حجرات آیت، 11۔

۔۔۔اور جوشخص بھی توبہ نہ کرے تو سمجھ لو کہ یہی لوگ درحقیقت ظالموں میں سے ہے۔

گناہگار کو اس حقیقت کا علم ہونا چاہئے کہ توبہ کا ترک کرنا اسے ستم گاروں کے قافلہ میں قرار دیدیتا ہے اور ستم گاروں کو خداوند عالم دوست نہیں رکھتا۔

"۔۔۔وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِينَ" [1]

۔۔۔اور خدا، ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرت۔

گناہگار کو معلوم ہونا چاہئے کہ ایسے شخص سے خداوند عالم، انبیاء اور ائمہ علیہم السلام سخت نفرت کرتے ہیں اور اس سے ناراض رہتے ہیں چنانچہ حضرت عیسی اپنے حواریوں کو تہدید کرتے ہوتے فرماتے ہیں:

يا مَعْشَرَ الْحَوارِيينَ، تَحَبَّبُوا اِلَى اللهِ بِبُغْضِ اَهلِ الْمَعاصى، وَ تَقَرَّبُوا اِلَى اللهِ بِالتَّباعُدِ مِنْهُمْ وَ الْتَمِسُوا رِضاهُ بِسَخَطِهِمْ: [2]

اے گروہ حوارین! گناہگاروں اور معصیت کاروں سے دشمنی اور ناراضگی کا اظہار کرکے خود کو خدا کا محبوب بناؤ، آلودہ لوگوں سے دوری اختیار کرتے ہوتے خدا سے نزدیک ہوجاؤ، اور گناہگاروں کے ساتھ غیض وغضب اور غصہ کا اظہار کرکے خداوند عالم کی خوشنودی حاصل کرلو۔

گناہگار انسان کو اس بات پر متوجہ ہونا چاہئے کہ ہر گناہ کے انجام دینے سے خدا کے نزدیک انسان کی شخصیت اور کرامت کم ہوجاتی ہے یہاں تک کہ انسان حیوان کی منزل میں پہنچ جاتا ہے بلکہ اس سے بھی پست تر ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایسا شخص قیامت کے دن انسان کی صورت میں محشور نہیں ہوسکتا۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام براء بن عازب سے فرماتے ہیں: تم نے دین کو کیسا پایا؟ انہوں نے عرض کیا: مولا! آپ کی خدمت میں آنے اور آپ کی امامت وولایت کا اقرار کرنے نیز آپ کی اتباع اور پیروی سے پہلے یہودیوں کی طرح تھا، ہمارے لئے عبادت وبندگی، اطاعت وخدمت بے اہمیت تھے۔لیکن ہمارے دلوں میں ایمانی حقائق کی تجلی اور آپ کی اطاعت وپیروی کے بعد عبادت وبندگی کی قدر کا پتہ چل گیا، اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: دوسرے لوگ قیامت کے دن گدھے کے برابر محشور ہوں گے، اور تم میں سے ہر شخص روز محشر بہشت کی طرف جارہا ہوگا۔ [3]

توبہ واجب اخلاقی ہے

---

[1] سورۂ آل عمران آیت 57۔

[2] مجموعۂ ورّام ج2، ص235، الجزء الثانی؛ بحار الانوار، ج14، ص330، باب 21، حدیث 64؛ مستدرک الوسائل ج12، ص196، باب 6، حدیث 13865۔

[3] رجال علامہ بحر العلوم، ج2، ص127۔

علمائے کرام، اہل عرفان حضرات اور پاک دل دانشوروں نے اخلاقی مسائل کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں، اور اخلاق کی دوحصوں میں شرح کی ہے: اخلاق حسنہ، اور اخلاق سیئہ (برا اخلاق) غرور وتکبر، اور خودغرضی کو برے اخلاق اور تواضع وانکساری کو اخلاق حسنہ میں مفصل طور پر بیان کیا ہے۔

ابلیس کے لئے پیش آنے والی صورتحال کی بنا پر خداوندعالم کی طرف سے ہمیشہ کے لئے لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا گیا اور اس کو اپنی کی بارگاہ سے نکال دیا، کیونکہ اس نے حکم خدا کے مقابلہ میں غرور وتکبر کیا تھا، لیکن دوسری طرف جناب آدم اور جناب حوّا کی توبہ قبول کر لی گئی، جس کی وجہ تواضع وانکساری تھی، قرآن نے واضح کر دیا کہ چونکہ غرور وتکبر خدا کی بارگاہ سے نکال دیئے جانے کا سبب ہے لہٰذا اس سے دوری اختیار کرنا واجب ہے اور تواضع وانکساری انسان کو خدا سے نزدیک کر دیتا ہے اور اس کو عبادت وبندگی سے رغبت میں مدد ملتی ہے، نیز انسان اپنے گناہوں اور خطاؤں کے لئے خدا سے عذرخواہی کرتا ہے اور توبہ واستغفار کرتا ہے لہٰذا انسان پر واجب ہے کہ خود کو تواضع وانکساری سے آراستہ کرے، اور اس کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کر دے، خشوع وخضوع اور آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس سے یہ عہد کرے کہ آئندہ گناہوں سے پرہیز کرے گا نیز اپنے گزشتہ کی تلافی کرے گا۔

خدائے مہربان جناب موسیٰ بن عمران سے خطاب کرتے ہوتے فرماتا ہے:

یَابْنَ عِمْرانَ، هَبْ لی مِنْ عَیْنَیْكَ الدُّمُوعَ، وَمِنْ قَلْبِكَ الْخُشُوعَ، وَمِنْ بَدَنِكَ الْخُضُوعَ ثُمَّ ادْعُنی فی ظُلَمِ اللَّیالی تَجِدْنی قَریباً مُجیباً: [1]

اے موسیٰ بن عمران! میری بارگاہ میں اشکبار آنکھوں، خاشع قلب اور لرزتے ہوتے جسم کے ساتھ حاضر ہو، پھر شب کی تاریکی میں مجھے پکارو، مجھے نزدیک اور جواب دینے والا پاؤ گے۔

قرآن ابلیس کے بارے میں فرماتا ہے:

"قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا یَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِیْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ"۔ [2]

فرمایا: (اے ابلیس) تجھے کس چیز نے روکا تھا کہ میرے حکم کے بعد بھی سجدہ نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ میں ان سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور انہیں خاک سے بنایا ہے۔ فرمایا تو یہاں سے چلا جا، تجھے ہماری بارگاہ میں رہنے کا حق نہیں ہے تو نے غرور سے کام لے لیا، نکل جا کہ تو ذلیل لوگوں میں سے ہے۔

قرآن مجید نے شیطان کی شقاوت اور بدبختی کی وجہ حکم خدا کے سامنے غرور وتکبر بیان کی ہے، اور اسی تکبر کی بنا پر وہ بارگاہ الٰہی

---

[1] عدۃ الداعی 207، القسم الثالث فی الاداب المتاخرۃ؛ بحار الانوار، ج13، ص361، باب 11، حدیث 78۔

[2] سورۂ اعراف آیت 12-13۔

سے نکال دیا گیا، لہٰذا انسان کو غرور وتکبر سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ یہ شیطانی صفت انسان کو حکم خدا کے مقابلہ میں لا کھڑا کرتی ہے۔

قرآن مجید، جناب آدم وحوا علیہما السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

"قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ"۔ [1]

ان دونوں نے کہا کہ پروردگار! ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اب اگر تو معاف نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا، تو یقینا ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

قرآن نے جناب آدم وحوا علیہما السلام کے اقرار واعتراف اور طلب مغفرت کو جو واقعاً ایک پسندیدہ اور قابل تعریف عمل ہے، اس کو ان کی توبہ کے عنوان سے بیان کیا ہے، سورہ بقرہ کی آیت نمبر 37 میں اس توبہ کا تذکرہ ہوا ہے، لیکن اس حقیقت پر بھی توجہ کرنا ضروری ہے کہ اقرار واعتراف اور خداوند عالم کی طرف بازگشت، خشوع وخضوع قلبی انکساری اور دل شکستگی کا ثمرہ ہے، چونکہ علمائے اخلاق کی نظر میں تکبر انسان اور ذات خدا کے درمیان ایک سخت حجاب ہے لیکن تواضع وخاکساری انسان اور ذات خدا کے درمیان ایک سیدھا راستہ اور کھلا ہوا دروازہ ہے، کبر وتکبر کی حالت پر باقی رہنا، ایک عظیم گناہ ہے، اور نخوت سے پرہیز کرنا ایک عظیم واجب ہے، اور تواضع وانکساری سے آراستہ ہونا ایک عظیم عمل ہے اور اپنے کو گناہوں سے دھونا عظیم عبادت وبندگی ہے؛ لہٰذا گناہوں سے توبہ کرنا خدا کی بارگاہ میں تواضع وانکساری اور کبر ونخوت سے دور ہونے کی نشانی اور اخلاقی علامت ہے۔

تکبر کے بارے میں ایک حدیث کے ضمن میں بیان ہوا ہے:

عَنْ حَكِيمٍ قَالَ: سَأَلْتُ اَبَا عَبْدِاللّٰهِ علیہ السلام عَنْ اَدْنَى الْاِلْحَادِ. فَقَالَ: اِنَّ الْكِبْرَ اَدْنَاهُ: [2]

حکیم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے الحاد یعنی انکار خداوندی کے سب سے کم درجے کے بارے میں سوال کیا، تو امامؑ نے فرمایا: اس کا پست ترین درجہ تکبر اور غرور ہے۔

حسین بن اعلا کہتے ہیں: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

اَلْكِبْرُ قَدْ يَكُونُ فِي شِرَارِ النَّاسِ مِنْ كُلِّ جِنْسٍ، وَالْكِبْرُ رِدَاءُ اللّٰهِ، فَمَنْ نَازَعَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ رِدَاءَهُ لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا سَفَالاً... [3]

تکبر کسی بھی جنس میں ہو وہ بدترین لوگوں میں سے ہے، بزرگی ذات خدا ہی کے لئے سزاوار ہے، لہٰذا جو شخص خدا کی بزرگی میں جھگڑے اور اس کی ذات اقدس کے ساتھ شریک ہونا چاہے تو اس کو خدا ذلیل کر دیتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

[1] سورۂ اعراف آیت 23۔

[2] اصول کافی، ج2، ص309، باب الکبر، حدیث1؛ بحار الانوار ج70، ص190، باب130، حدیث1۔

[3] اصول کافی، ج2، ص309، باب الکبر، حدیث2؛ بحار الانوار ج70، ص209، باب130، حدیث2۔

اَلْعِزُّ رِداءُ اللهِ، وَالْكِبْرُ اِزارُهُ، فَمَنْ تَناوَلَ شَيئاً مِنْهُ اَكَبَّهُ اللهُ فِى جَهَنَّمَ: [1]

عزت ردائے خدا ہے، بزرگی اس کا جامہ ہے، جو شخص ان کو اپنے لئے سمجھے تو خداوند عالم اس کو جہنم میں ڈال دیتا ہے۔

تواضع کے بارے میں احادیث

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّ فِى السَّماءِ مَلَكَينِ مُوَكَّلَينِ بِالْعِبادِ، فَمَنْ تَواضَعَ لِلّٰهِ رَفَعاهُ، وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعاهُ: [2]

بے شک آسمان میں دو فرشتے ہیں، جن کو خدا نے اپنے بندوں پر موکل قرار دیا ہے کہ جو شخص خدا کے سامنے تواضع و انکساری سے پیش آئے اسے سر بلند اور جو شخص غرور و تکبر سے کام لے اسے ذلیل اور رسوا کردیں۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

فَاِنَّ مَنْ تَواضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللهُ، وَمَن تَكَبَّرَ خَفَضَهُ اللهُ، وَمَن اقْتَصَدَ فى مَعيشَتِهِ رَزَقَهُ اللهُ، وَمَنْ بَذَّرَ حَرَمَهُ اللهُ، وَمَنْ اَكْثَرَ ذِكْرَ الْمَوْتِ اَحَبَّهُ اللهُ: [3]

بے شک جو شخص خدا کے سامنے تواضع وانکساری سے پیش آئے گا خداوند عالم اس کو بلند کردے گا اور جو شخص اس کے سامنے غرور و تکبر دکھائے گا خداوند عالم اس کو ذلیل و رسوا کردے گا، جو شخص زندگی میں درمیانی راستہ اپنائے گا خداوند عالم اس کو روزی عنایت فرمادے گا، جو شخص اسراف اور فضول خرچی سے کام لے گا خداوند عالم اس پر اپنی عنایت حرام کردے گا اور جو شخص موت کو بہت زیادہ یاد رکھے تو خداوند عالم اس کو اپنا محبوب بنالے گ۔

ایک مقام پر خداوند عالم نے جناب داؤد سے خطاب فرمایا:

يا داوُد كَما اَنَّ اَقْرَبَ النّاسِ مِنَ اللهِ الْمُتَواضِعونَ، كَذٰلِكَ اَبْعَدُ النّاسِ مِنَ اللهِ الْمُتَكَبِّرُونَ: [4]

اے داؤد! جس طرح خداوند عالم سے زیادہ قریب متواضع افراد ہیں اسی طرح مغرور و متکبر لوگ خدا سے بہت زیادہ دور ہیں۔

خداوند عالم کی طرف واپسی

---

[1] اصول کافی، ج2، ص309، باب الکبر، حدیث3؛ ثواب الاعمال ص221، عقاب المتکبر؛ بحارالانوار ج70، ص213، باب130، حدیث3۔

[2] اصول کافی، ج2، ص122، باب التواضع، حدیث2؛ مشکاۃ الانوار ص227، الفصل الثانی فی التواضع؛ بحارالانوار ج70، ص237، باب130، حدیث 44۔

[3] اصول کافی، ج2، ص122، باب التواضع، حدیث3؛ مجموعہ ورّام ج2، ص190، الجزء الثانی؛ بحارالانوار ج72، ص126، باب51، حدیث25۔

[4] اصول کافی، ج2، ص123، باب التواضع، حدیث11؛ وسائل الشیعہ ج15، ص272، باب 28، حدیث 20494؛ بحار الانوار ج72، ص132، باب51، حدیث34۔

"وَاِنِّىۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰى"۔ [1]

۔۔۔میں زیادہ بخشنے والا ہوں اس شخص کے لئے جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے اور پھر راہ ہدایت پر ثابت قدم رہے۔

گناہگار اور توبہ کرنے کی طاقت

کوئی بھی ماں نے اپنے بیٹے کو گناہگار پیدا نہیں کرتی، رحم مادر سے کوئی بچہ بھی عاصی اور خطا کار پیدا نہیں ھوتا۔

جب بچہ اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو علم و دانش اور فکر و نظر سے خالی ہوتا ہے، اور اپنے اطراف میں ہونے والے واقعات سے بالکل بے خبر رہتا ہے۔

جس وقت بچہ اس دنیا کی فضا میں آتا ہے تو رونے اور ماں کا دودھ پینے کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا، بلکہ شروع شروع میں اس سے بھی غافل ہوتا ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ اس میں احساسات، خواہشیں اور شھوات پیدا ہونے لگتی ہیں، اپنے کارواں زندگی کو آگے بڑھانے کے لئے اپنے گھر والوں اور پھر باہر والوں سے سیکھتا جاتا ہے۔

اسی طرح اس کی زندگی کے دوران اس کے بدن میں مختلف بیماریاں پیدا ہونے لگتی ہیں، اس کی فکر و روح، نفس اور قلب میں خطائیں ہوجاتی ہیں، اسی طرح عمل و اخلاق کے میدان میں گناہوں کا مرتکب ہونے لگتا ہے، پس معلوم یہ ہوا کہ گناہ بدن پر طاری ہونے والی ایک بیماری کی طرح عارضی چیز ہے، ذاتی نہیں۔

انسان کے بدن کی بیماری طبیب کے تجویز کئے ہوتے نسخہ پر عمل کرنے سے ختم ہوجاتی ہے، بالکل اسی طرح اس کی باطنی بیماری یعنی فکر و روح اور نفس کی بیماری کا علاج بھی خداوند مہربان کے احکام پر عمل کرنے سے کیا جاسکتا ہے۔

گناہگار جب خود کو پہچان لیتا ہے اور اپنے خالق کے بیان کردہ حلال وحرام کی معرفت حاصل کرلیتا ہے یقیناً اس روحانی طبیب کے نسخہ پر عمل کرتے ہوتے گناہوں سے توبہ کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے، اور خداوند مہربان کی ذات سے امید رکھتا ہے کہ وہ اس کو گناہوں کے دلدل سے باھر نکال دے گا اور پھر وہ اس طرح پاک ہوجاتا ہے جیسے شکم مادر سے ابھی پیدا ہوا ہو۔

گناہگار یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں توبہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ جو شخص گناہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے بے شک وہ توبہ کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔

جی ہاں، انسان کھانے پینے، آنے جانے، کہنے سننے، شادی کرنے، کاروبار میں مشغول ہونے، ورزش کرنے، زندگی گذارنے اور زور آزمائی کے مظاہرے پر قدرت رکھتا ہے، وہ اپنی خاص بیماری کی وجہ سے ڈاکٹر کے کہنے پر بعض چیزوں سے پرہیز بھی کرسکتا ہے اور بیماری کے بڑھنے کے خوف سے جس طرح کچھ چیزیں نہیں کھاتا، اسی طرح جن گناہوں میں ملوث ہے ان سے بھی توپرہیز کرسکتا ہے، اور جن نافرمانیوں میں مبتلا ہے اس سے بھی تو رک سکتا ہے۔

---

[1] سورۂ طہٰ آیت 82۔

خداوندعالم کی بارگاہ میں توبہ کی قدرت نہ رکھنے کا عذر و بھانہ کرنا قابل قبول نہیں ہے، اگر گناہگار توبہ کی قدرت نہ رکھتا ہوتا تو خداوندعالم کبھی بھی توبہ کی دعوت نہ دیتا۔

گناہگار کو اس حقیقت پر یقین رکھنا چاہئے کہ وہ ہرموقع ومحل پر ترکِ گناہ پر قادر ہے، اور قرآنی نقطہ نظر سے خداوندعالم کی ذات گرامی بھی تواب ورحیم ہے، وہ انسان کی توبہ قبول کرلیتا ہے، اور انسان کے تمام گناہوں کو اپنی رحمت ومغفرت کی بنا پر بخش دیتا ہے اگرچہ تمام ریگزاروں کے برابر ہیکیوں نہ ہوں، اور اس کے سیاہ نامہ اعمال کو اپنی مغفرت کی سفیدی سے مٹادیتا ہے۔

گناہگار کو اس چیز کا علم ہونا چاہئے کہ اگر ترکِ گناہ اور اپنے ظاہر وباطن کی پاکیزگی کے لئے قدم نہ اٹھائے اور گناہ ومعصیت میں اضافہ کرتا رہے، تو پھر خداوندعالم بھی اس کو دردناک عذاب میں گرفتار کردیتا ہے اور سخت سے سخت عقوبت اس کے لئے مقرر فرماتا ہے۔

خداوندعالم نے قرآن مجید میں خود کو اس طرح سے پہچنوایا ہے:

"غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ"۔ [۱]

وہ گناہوں کا بخشنے والا، توبہ کا قبول کرنے والا اور شدید عذاب کرنے والا ہے۔

امام معصوم علیہ السلام دعائے افتتاح میں خداوندعالم کی اس طرح حمد وثنا فرماتے ہیں:

وَاَيْقَنْتُ اَنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فِي مَوْضِعِ الْعَفْوِوَالرَّحْمَةِ، وَاَشَدُّ الْمُعَاقِبِينَ فِي مَوْضِعِ النَّكَالِ وَالنَّقِمَةِ۔

مجھے اس بات پر یقین ہے کہ تو رحمت وبخشش کے مقام میں سب سے زیادہ مہربان ہے، اور عذاب وعقاب کے مقام میں شدید ترین عذاب کرنے والا ہے۔

اسی طرح خداوندعالم نے قرآن مجید میں گناہگاروں سے خطاب فرمایا ہے:

"قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"۔ [۲]

(اے) پیغمبر آپ پیغام پہنچا دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے رحمت خدا سے مایوس نہ ہوں، اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقینا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

لہٰذا ایک طرف خداوندعالم کا تواب وغفور ہونا اور دوسری طرف سے گناہگار انسان کا گناہوں کے ترک کرنے پر قادر ہونا اس کے علاوہ قرآن مجید کی آیات کا گناہگار انسان کو خدا کی رحمت ومغفرت کی بشارت دینا ان تمام باتوں کے باوجود ایک

---

[۱] سورۂ مؤمن (غافر) آیت 3۔

[۲] سورۂ زمر آیت 53۔

گناہگار کو اپنے گناہوں کے ترک کرنے میں کوئی عذر و بھانہ باقی نہیں رہنا چاہئے، اسی لئے گناہگار کے لئے توبہ کرنا عقلی اور اخلاقی لحاظ سے واجب فوری ہے۔

اگر گناہگار توبہ کے لئے قدم نہ بڑھائے، اپنے گزشتہ کا جبران و تلافی نہ کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو گناہ سے پاک نہ کرے، تو عقل و شرع، وجدان اور حکمت کی نظر میں اس دنیا میں بھی محکوم و مذموم ہے، اور آخرت میں بھی خداوند عالم کے نزدیک مستحق عذاب ہے۔ ایسا شخص روز قیامت حسرت و یاس اور ندامت و پشیمانی کے ساتھ فریاد کرے گا:

"۔۔۔لَوْ اَنَّ لِیْ کَرَّۃً فَاَکُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ"۔ [۱]

اگر مجھے دوبارہ واپس جانے کا موقع مل جائے تو میں نیک کردار لوگوں میں سے ہو جاؤں۔

اس وقت خداوند عالم جواب دے گا:

"بَلٰی قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ"۔ [۲]

ہاں ہاں تیرے پاس میری آیتیں آئی تھیں تو نے ان ہیں جھٹلا دیا اور تکبر سے کام لیا اور کافروں میں سے ہوگی۔

روز قیامت گناہگار شخص کی نجات کے لئے دین و عمل کے بدلے میں کوئی چیز قبول نہ ہوگی، اور اس کی پیشانی پر سزا کی مہر لگا دی جائے گی:

"وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ"۔[۳]

اور اگر ظلم کرنے والوں کو زمین کی تمام کائنات مل جائے اور اتنا ہی اور بھی دیدیا جائے تو بھی یہ روز قیامت کے بدترین عذاب کے بدلے میں سب دیدیں گے، لیکن ان کے لئے خدا کی طرف سے وہ سب بہرحال ظاہر ہوگا جس کا یہ وہم و گمان بھی نہیں رکھتے تھے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعائے کمیل میں فرماتے ہیں:

خدا کی بارگاہ میں گناہگار کے توبہ نہ کرنے میں کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ خدا نے گناہگار پر اپنی حجت تمام کردی ہے:

فَلَكَ الْحُجَّةُ عَلَیَّ فِیْ جَمِیْعِ ذٰلِكَ، وَلاَ حُجَّةَ لِیْ فِیْ مٰا جَرٰی عَلَیَّ فِیْهِ قَضٰاؤُكَ۔

تمام معاملات میں میرے اوپر تیری حجت تمام ہوگئی ہے اور اسے پورا کرنے میں تیری حجت باقی نہیں رہی۔

بندوں پر خدا کی حجت کے سلسلے میں ایک اہم روایت

عبد الاعلیٰ مولیٰ آل سام کہتے ہیں: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا: روز قیامت ایک حسین و

---

[۱] سورۂ زمر آیت، 58۔

[۲] سورۂ زمر آیت، 59۔

[۳] سورۂ زمر آیت، 47۔

جمیل عورت کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں اپنے حسن و جمال کی وجہ سے گناہ و معصیت کو اپنا شعار بنایا تھا، وہ اپنی بے گناھی ثابت کرنے کے لئے کہے گی: پالنے والے! تو نے مجھے خوبصورت پیدا کیا، لہٰذا میں اپنے حسن و جمال کی بنا پر گناہوں کی مرتکب ہوگئی، اس وقت جناب مریم (سلام اللہ علیہا) کو لایا جائے گا، اور کہا جائے گا: تو زیادہ خوبصورت ہے یا یہ باعظمت خاتون؟ ہم نے اس کو بہت زیادہ خوبصورت خلق فرمایا، لیکن پھر بھی انہوں نے اپنے کو محفوظ رکھا، برائیوں سے دور رہیں۔

اس کے بعد ایک خوبصورت مرد کو لایا جائے گا وہ بھی اپنی خوبصورتی کی بنا پر گناہوں میں غرق رہا، وہ بھی کہے گا: پالنے والے! تو نے مجھے خوبصورت پیدا کیا، جس کی بنا پر میں نامحرم عورتوں کے ساتھ گناہوں میں ملوث رہا۔ اس وقت جناب یوسف علیہ السلام کو لایا جائے گا، اور کہا جائے گا: تو زیادہ خوبصورت ہے یا یہ عظیم الشان انسان، ہم نے ان ہیں بھی بہت خوبصورت پیدا کیا لیکن انہوں نے بھی اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھا اور فتنہ وفساد میں غرق نہ ہوئے۔

اس کے بعد ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا، جو بلاء اور مصیبتوں میں گرفتار رہ چکا تھا اور اسی وجہ سے اس نے اپنے کو گناہوں میں غرق کرلیا تھا، وہ بھی عرض کرے گا: پالنے والے! چونکہ تو نے مجھے مصیبتوں اور بلاؤں میں گرفتار کردیا تھا جس سے میرا حوصلہ اور استقامت جاتی رہی اور میں گناہوں میں غرق ہوگیا، اس وقت جناب ایوب علیہ السلام کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا: تمہاری مصیبتیں زیادہ ہیں یا اس عظیم انسان کی، یہ بھی مصیبتوں میں گھرے رہے، لیکن انہوں اپنے آپ کو محفوظ رکھا اور فتنہ وفساد کے گڑھے میں نہ گرے [۱]

توبہ، آدم وحوا کی میراث

جناب آدم علیہ السلام روئے زمین پر خداوندعالم کے خلیفہ اور اس کے نائب کے عنوان سے پیدا کئے گئے، اور پتلہ بنانے کے بعد اللہ نے اس میں اپنی روح کو پھونکی [۲] اور ان کو اسماء کا علم دیا، فرشتوں نے ان کی عظمت وکرامت کے سامنے حکم خدا کے سے سجدہ کیا، اس وقت خدا کے حکم سے وہ اور جناب حوّا بہشت میں رہنے لگے [۳] بہشت کی تمام نعمتیں ان کے اختیار میں دیدیں گئی، اور ان ہیں تمام نعمتوں سے فیضیاب ہونے کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں تھی، مگر دونوں سے یہ کہا گیا کہ فلاں درخت کے نزدیک نہ ہونا، کیونکہ اس کے نزدیک ہونے کی صورت میں تم ظالمین اور ستمگاروں میں سے ہوجاؤ گے۔ [۴]

وہ شیطان جس نے جناب آدم کو سجدہ نہ کرنے میں حکم خدا کی مخالفت کی اور خدا کی بارگاہ سے نکال دیا گیا، اسے خدا کی

[۱] کافی جلد ۸، ص ۲۲۸، حدیث یاجوج وماجوج، حدیث ۲۹۱؛ بحارالانوار ج ۱۲، ص ۳۴۱، باب ۱۰، حدیث ۲

[۲] اصول کافی ج، ص 72۔

[۳] سورہ بقرہ آیات 33 تا35۔

[۴] "وَيَاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ "سورۂ اعراف آیت نمبر 19۔

لعنت تکلیف دی رہی تھی، اس کا غرور وتکبر اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ خدا کی بارگاہ میں توبہ کرلے، کینہ اور حسد کی وجہ سے جناب آدم وحوا علیہما السلام سے دشمنی نکالنے کی فکر میں لگ گیا تاکہ ان کا چھپا ہوا بدن ظاہر ہوجائے، اور اس کی اطاعت کرتے ہوتے اپنی عظمت وکرامت سے ہاتھ دھوبیٹھیں، اور بہشت عنبر سے باہر نکال دیئے جائیں نیز خدا کے لطف وکرم سے منہ موڑ لیں۔

چنانچہ ان جملوں کے ذریعہ اس درخت کا پھل کھلانے کے لئے ان ہیں وسوسہ میں ڈال دیا:

اے آدم وحوا! خداوند عالم نے اس درخت کا پھل کھانے سے اس لئے منع کیا ہے کہ اگر تم اس کا پھل کھالوگے تو فرشتے بن جاؤگے یا اس ہرے بھرے باغ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہ جاؤگے۔

اپنے وسوسہ کو ان دونوں کے دلوں میں ثابت ومستحکم کرنے کے لئے اس نے (جھوٹی) قسم کھائی کہ میں تمہارا خیرخواہ ہوں۔ [1] شیطان کا حسین وسوسہ اور اس کی قسم نے دونوں حضرات کے حرص کو شعلہ ور کردیا، ان دونوں کا حرص خداوند عالم کی نہی کے درمیان حجاب بن گیا شیطان ان دونوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہوگیا، اور یہ خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہوگئے۔ اس درخت کا پھل کھالیا، ان کا بدن ظاہر ہوگیا، وقار وھیبت اور نور وکرامت کا لباس اتر گیا، اپنے بدن کو بہشت کے درخت کے پتوں سے چھپانا شروع کیا، اس وقت خداوند عالم نے خطاب فرمایا کہ کیا ہم نے تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے منع نہیں کیا تھا اور اعلان نہ کیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟! [2]

جناب آدم وحوا بہشت سے نکال دیئے گئے، مقام خلافت وعلم اور مسجود ملائکہ ہونے سے کوئی کام نہ چلا، اور جو عظمت ان کو دی گئی تھی اس سے ھبوط کرگئے، اور زندگی کے لئے زمین پر بھیج دیئے گئے۔

مقام قرب سے دوری، فرشتوں کی ہمنشینی سے محرومی، بہشت سے خروج، نہی خدا پر بے توجہی اور شیطان کی اطاعت کی وجہ سے دونوں غم واندوہ اور حسرت میں غرق ہوگئے، خود پسندی کے خوفناک اور محدود زندان میں پہنچ گئے، کیونکہ اسی خود پسندی اور خود بینی کی وجہ سے رحمت وعنایت اور لطف وکرم سے محروم ہوچکے تھے، اور غیر اللہ کے جال میں پھنس گئے تھے، اور ایمان، عشق اور بیداری کی فضا میں وارد ہوگئے، جہاں سے دنیاوی فائدے اور آخرت کے لئے بے نھایت فوائد انسان کو ملنے والے ہیں۔

جب آدم وحوّا علیہما السلام اس طرح اپنے آپ میں آئے تو فریاد کی کہ ہمانانیت اور غفلت کے سبب فراق یار کے زندان گرفتار ہوگئے ہیں، خودخواہی اور حرص وغرور کے اندھیرے میں غرق ہوگئے اور "ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا" سے دچار ہوگئے۔

---

[1] فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّآ أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخٰلِدِينَ ﴿٢٠﴾ وَقَاسَمَهُمَآ إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِينَ ﴿٢١﴾" سورۂ اعراف آیت نمبر 20۔21۔

[2] "فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُورٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۖ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَّكُمَآ إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٢٢﴾" سورۂ اعراف آیت نمبر 22۔

اپنی حالت پر متوجہ ہونے، حرّیت و آزادی کے میدان میں وارد ہونے، شیطان کے جال سے نجات پانے، خداوندعالم کی طرف متوجہ ہونے اور بارگاہ خداوندی میں تواضع وانکساری سے پیش آنے کا سبب ہے، کہ اگر شیطان بھی اسی طریقہ سے اپنی حالت پر توجہ کرتا تو خداوندعالم کی بارگاہ سے مردود نہ ہوتا اوراس کے گلے میں ہمیشہ کے لئے لعنت کا طوق نہ ڈالا جاتا۔ جناب آدم وحوا علیہما السلام غور وفکر اور اندیشہ، تعقل، توجہ، بینائی اور بیداری کی معنوی اور قیمتی فضاء میں وارد ہوئے، ندامت و پشیمانی اوراشک چشم کے ساتھ اس طرح ادب اور خاکساری دکھائی کہ یہ نہیں کہا کہ: اِغْفِرْ لِیْ، بلکہ خدا کی بارگاہ میں عرض کیا: "وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا"، اگر ہمیں نہیں بخشے گا اور ہمپر رحم نہ کرے گا "لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔"[1] تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں ہوجائیں گے۔

اس توجہ، بیداری، تواضع وانکساری، ندامت و پشیمانی، گریہ وتوبہ اورخودی سے نکل کرخدائی بن جانے کی بنا پر ہیر حمت خدا کے دروازے کھل گئے، خدائے مہربان کا لطف وکرم شامل حال ہوااورخدا کی عنایت وتوجہ نے بڑھ کر استقبال کیا:

"فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ"[2]

پھرآدم نے پروردگار سے کلمات کی تعلیم حاصل کی اوران کی برکت سے خدانے ان کی توبہ قبول کرلی کہ وہ توبہ قبول کرنے والااورمہربان ہے۔

نورربوبیت نے کلمات میں تجلی کی اورجناب آدم کی روح نے درک کیا، اس تینوں حقیقت یعنی نورربوبی کی تجلی، کلمات اورروح آدم کی ہماہنگی کے سبب ہی توبہ وجود میں آئی، وہ توبہ جس نے ماضی کا تدارک کردیا، اورتوبہ کرنے والوں کے مستقبل کو روشن اورتابناک بنادیا۔

حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جن کلمات کے ذریعہ جناب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی وہ کلمات یہ تھے:

اَللّٰهُمَّ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ، فَاغْفِرْلِيْ، اِنَّكَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ. اَللّٰهُمَّ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ، فَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ، رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔[3]

پالنے والے! تو پاک وپاکیزہ ہے میں تیری حمد کرتا ہوں تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، پالنے والے میں نے اپنے نفس پرظلم کیا، لہٰذا مجھے معاف کردے، کیونکہ تو بہترین معاف کرنے والا ہے، تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، تو پاک وپاکیزہ ہے، میں تیری حمد کرتا ہوں، پالنے والے! میں نے اپنے نفس پرظلم کیا تو میرے اوپر رحم فرما کہ تو بہترین رحم کرنے والا ہے، پالنے

---

[1] سورہ اعراف آیت 32۔

[2] سورۂ بقرہ آیت 37۔

[3] مجمع البیان، ج1، ص112؛ بحارالانوار ج11، ص157، باب3۔

والے! تیرے علاوہ کوئی خدانہیں ہے،تو پاک و پاکیزہ ہے میں تیری حمد کرتا ہوں، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا،تو میری توبہ کو قبول کرے کیونکہ تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

اس سلسلے میں یہ روایت بھی ملتی ہے: جناب آدم ؑ نے عرش الٰہی پر چند عظیم الشان اسماء لکھے دیکھے، تو انہوں نے ان کے بارے میں سوال کیا تو آواز آئی: یہ کلمات مقام ومنزلت کے اعتبار سے تمام موجودات عالم پر فضیلت رکھتے ہیں: اور وہ ہیں:

محمد، علی، فاطمہ، حسن وحسین علیہم السلام، جناب آدم نے اپنی توبہ کے قبول ہونے اور اپنے مقام کی بلندی کے لئے ان اسماء گرامی کی حقیقت سے توسل کیا اور ان اسماء کی برکت سے جناب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوگئی۔ [۱]

جی ہاں! جیسے ہی کلمات کی تجلیات کے لئے خداوند عالم کے الھامات کی بارش جناب آدم کے دانۂ عشق ومحبت پر برسی، تو اپنے نفس پر ظلم کے اقرار واعتراف کا پودا اُگ آیا، جناب آدم نے دعاوگریہ اور استغاثہ کیا، احساس گناہ کا درخت ان کی روح میں تناور ہوگیا اور اس پر توبہ کا پھول کھل اٹھا:

"ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى"۔ [۲]

پھر خدا نے ان ہیں چن لیا اور ان کی توبہ قبول کر لی اور ان ہیں راستہ پر لگادی۔

کیا کیا چیزیں گناہ ہیں؟

حضرت امام صادق علیہ السلام توبہ نامہ کے عنوان سے بہترین وخوبصورت کلام بیان فرماتے ہیں، جس میں ان گناہوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ جن سے توبہ کرنا واجب فوری، واجب شرعی اور واجب اخلاقی ہے، اور اگر ان گناہوں کا تدارک نہ کیا گیا اور حقیقی توبہ کے ذریعہ اپنے نامہ اعمال کو دھویا نہ گیا تو روز قیامت عذاب الٰہی اور دردناک انجام سے دوچار ہونا پڑے گا، امام علیہ السلام گناہوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

واجبات الٰہی کا ترک کرنا، حقوق الٰہی جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، جہاد، حج، عمرہ، وضوء، غسل، عبادت شب، کثرت ذکر، کفارہ قسم، مصیبت میں کلمہ استرجاع کہنا، (**انا للہ و انا الیہ راجعون**) وغیرہ سے غفلت کرنا، اور اپنے واجب ومستحب اعمال میں کوتاھی ہونے کے بعد ان سے روگردانی کرنا۔

گناہان کبیرہ کا مرتکب ہونا، معصیت الٰہی کی طرف رغبت رکھنا، گناہوں کا انجام دینا، بری چیزوں کو اپنانا، شھوات میں غرق ہونا، کسی خطا کو اپنے ذمہ لینا، غرض یہ کہ عمدی یا غلطی کی بنا پر ظاہری اور مخفی طور پر معصیت خدا کرنا۔

کسی کا ناحق خون بھانا، والدین کا عاق ہونا، قطع رحم کرنا، میدان جنگ سے فرار کرنا، باعفت شخص پر تہمت لگانا، ناجائز طریقہ سے یتیم کا مال کھانا، جھوٹی گواہی دینا، حق کی گواہی سے کترانا، دین فروشی، رباخوری، خیانت، مال حرام، جادو، ٹوٹا، غیب کی

---

[۱] مجمع البیان، ج1، ص113؛ بحارالانوار ج11، ص157، باب 3۔

[۲] سورۂ طہٰ آیت، 122

باتیں گڑھنا، نظر بد ڈالنا، شرک، ریا، چوری، شراب خوری، کم تولنا اور کم ناپنا، ناپ تول میں خیانت کرنا، کینہ و دشمنی، منافقت، عہد و پیمان توڑ دینا، خوامخواہ الزام لگانا، فریب اور دھوکہ دینا، اہل ذمہ سے کیا ہوا عہد و پیمان توڑنا، قسم، غیبت کرنا یا سننا، چغلی کرنا، تہمت لگانا، دوسروں کی عیب تلاش کرنا، دوسروں کو بُرا بھلا کہنا، دوسروں کو بُرے ناموں سے پکارنا، پڑوسی کو اذیت پہچانا، دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل ہونا، اپنے اوپر بلا وجہ فخر و مباہات کرنا، گناہوں پر اصرار کرنا، ظالموں کا ھمنوا بننا، تکبر کرنا غرور سے چلنا، حکم دینے میں ستم کرنا، غصہ کے عالم میں ظلم کرنا، کینہ و حسد رکھنا، ظالموں کی مدد کرنا، دشمنی اور گناہ میں مدد کرنا، اہل و عیال اور مال کی تعداد میں کمی کرنا، لوگوں سے بدگمانی کرنا، ہوائے نفس کی اطاعت کرنا، شہوت پرستی، برائیوں کا حکم دینا، نیکیوں سے روکنا، زمین پر فتنہ و فساد پھیلانا، حق کا انکار کرنا، ناحق کاموں میں ستمگروں سے مدد لینا، دھوکا دینا، کنجوسی کرنا، نہ جاننے والی چیز کے بارے میں گفتگو کرنا، خون اور یا سور کا گوشت کھانا، مردار یا غیر ذبیحہ جانور کا گوشت کھانا، حسد کرنا، کسی پر تجاوز کرنا، بری چیزوں کی دعوت دینا، خدا کی نعمتوں پر مغرور ہونا، خودغرضی دکھانا، احسان جتانا، قرآن کا انکار کرنا، یتیم کو ذلیل کرنا، سائل کو دھتکارنا، قسم توڑنا، جھوٹی قسم کھانا، دوسروں کی ناموس اور مال پر ہاتھ ڈالنا، برا دیکھنا، برا سننا اور برا کہنا، کسی کو بری نظر سے چھونا، دل میں بُری بُری باتیں سوچنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ [1]

واجب چیزوں کو ترک کرنا اور حرام چیزوں کا مرتکب ہونا، حضرت امام صادق علیہ السلام کے اس ملکوتی کلام میں یہ سب باتیں گناہ کے عنوان سے بیان ہوئی ہیں جن سے توبہ کرنا واجب فوری ہے۔

گناہوں کے برے آثار

قرآن مجید کی آیات اور اہل بیت علیہا السلام کی تعلیمات کے پیش نظر دنیا و آخرت میں گناہوں کے بُرے آثار نمایاں ہوتے ہیں کہ اگر گناہگار اپنے گناہوں سے توبہ نہ کرے تو بے شک ان کے برے آثار میں گرفتار ہوجاتا ہے۔

"بَلٰى مَنۡ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتۡ بِهٖ خَطِيۡٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌‌ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ"۔ [2]

یقیناجس نے کوئی برائی کی اور اس کی غلطی نے اسے گھیر لیا تو ایسے لوگوں کے لئے جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

"قُلۡ هَلۡ نُـنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا ؕ‏ اَ لَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا‏ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَلَا نُقِيۡمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَزۡنًا"۔ [3]

اے پیغمبر کیا ہم تمہیں ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دیں جو اپنے اعمال میں بدترین خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں

---

[1] بحار الانوار ج94، ص328 باب 2

[2] سورۂ بقرہ آیت 81۔

[3] سورۂ کہف آیت، 103-105۔

جن کی کوشش زندگانی دنیا میں بہک گئی ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دیں رہے رہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آیات پروردگار اوراس کی ملاقات کا انکار کیا، ان کے اعمال برباد ہو گئے ہیں اور ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

"فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔۔۔"۔ [۱]

ان کے دلوں میں بیماری ہے اور خدا نے نفاق کی بنا پر اسے اور بھی بڑھا دیا ہے، اب اس جھوٹ کے نتیجہ میں دردناک عذاب ملے گا۔۔۔۔

"فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ۔۔۔"۔ [۲]

اے پیغمبر آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان کی طرف جا رہے ہیں۔

"وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ۔۔۔"۔ [۳]

اور جن کے دلوں میں مرض ہے ان کے مرض میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ کفر ہی کی حالت میں مر جاتے ہیں۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا"۔ [۴]

جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب واصل جہنم ہوں گے۔

مذکورہ آیہ اوراس سے ملتی جلتی آیتوں کی بنا پر بعض محققین کا عقیدہ ہے کہ روز قیامت گناہگاروں کو ملنے والا عذاب یہی اس کے گناہ ہوں گے، یعنی یہی انسان کے گناہ ہوں گے جو روز قیامت دردناک عذاب کی شکل میں ظاہر ہوں گے، اور گناہگار کو ہمیشہ کے لئے اپنا اسیر بنا کر عذاب میں مبتلا رکھیں گے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ"۔ [۵]

جو لوگ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے احکام کو چھپاتے ہیں اوراسے تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور خدا، روز قیامت ان سے بات بھی نہ کرے گا اور نہ ان کا تذکیہ کرے گا (بلکہ) ان کے لئے

---

[۱] سورۂ بقرہ آیت 10۔

[۲] سورۂ مائدہ آیت 52

[۳] سورۂ توبہ آیت 125۔

[۴] سورۂ نساء آیت، 10۔

[۵] سورۂ بقرہ آیت 174-175۔

دردناک عذاب قرار دے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے عوض اور عذاب کو مغفرت کے عوض خرید لیا ہے، آخر یہ آتش جہنم پر کتنا صبر کریں گے۔

"مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ"۔ [1]

جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی مانند ہے جسے آندھی کے دن کی تند ہوا اڑا لے جائے کہ وہ اپنے حاصل کئے ہوتے پر بھی کوئی اختیار نہیں رکھتے اور یہی بہت دور تک پھیلی ہوئی گمراہی ہے۔

لہٰذا اس طرح کی آیات سے نتیجہ نکلتا ہے کہ گناہوں کے بُرے آثار اس سے کہیں زیادہ ہیں، مثلاً:

آتش جہنم میں جلنا، عذاب کا ابدی ہونا، دنیا و آخرت میں نقصان اور خسارہ میں رہنا، انسان کی ساری زحمتوں پر پانی پھر جانا، روز قیامت (نیک) اعمال کا حبط (یعنی ختم) ہوجانا، روز قیامت اعمال کی میزان قائم نہ ہونا، توبہ نہ کرنے کی وجہ سے گناہوں میں اضافہ ہونا، دشمنان خدا کی طرف دوڑنا، انسان سے خدا کا تعلق ختم ہوجانا، قیامت میں تزکیہ نہ ہونا، ہدایت کا گمراہی سے بدل جانا، مغفرت الٰہی کے بدلہ عذاب الٰہی کا مقرر ہونا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ایک تفصیلی روایت میں گناہوں کے برے آثار کے بارے میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:

جن گناہوں کے ذریعہ نعمتیں تبدیل ہوجاتی ہیں:

عوام الناس پر ظلم وستم کرنا، کار خیر کی عادت چھوڑ دینا، نیک کام کرنے سے دوری کرنا، کفران نعمت کرنا اور شکر الٰہی چھوڑ دینا۔

جو گناہ ندامت اور پشیمانی کے باعث ہوتے ہیں:

قتل نفس، قطع رحم، وقت ختم ہونے تک نماز میں تاخیر کرنا، وصیت نہ کرنا، لوگوں کے حقوق ادا نہ کرنا، زکوٰۃ ادا نہ کرنا، یہاں تک کہ اس کی موت کا پیغام آجائے اور اس کی زبان بند ہوجائے۔

جن گناہوں کے ذریعہ نعمتیں زائل ہوجاتی ہیں:

جان بوجھ کر ستم کرنا، لوگوں پر ظلم وتجاوز کرنا، لوگوں کا مذاق اڑانا، دوسرے لوگوں کو ذلیل کرنا۔

جن گناہوں کے ذریعہ انسان تک نعمتیں نہیں پہنچتیں:

اپنی محتاجگی کا اظہار کرنا، نماز پڑھے بغیر رات کے ایک تھائی حصہ میں سونا یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل جائے، صبح میں

[1] سورۂ ابراھیم آیت، 18۔

نماز قضا ہونے تک سونا، خدا کی نعمتوں کو حقیر سمجھنا، خداوند عالم سے شکایت کرنا۔

جن گناہوں کے ذریعہ پردہ اٹھ جاتا ہے:

شراب پینا، جوا کھیلنا یا سٹہ لگانا، مسخرہ کرنا، بیہودہ کام کرنا، مذاق اڑانا، لوگوں کے عیوب بیان کرنا، شراب پینے والوں کی صحبت میں بیٹھنا۔

جو گناہ نزول بلاء کا سبب بنتے ہیں:

غم زدہ لوگوں کی فریادرسی نہ کرنا، مظلوموں کی مدد نہ کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے الٰہی فریضہ کا ترک کرنا۔

جن گناہوں کے ذریعہ دشمن غالب آجاتے ہیں:

کھلے عام ظلم کرنا، اپنے گناہوں کو بیان کرنا، حرام چیزوں کو مباح سمجھنا، نیک و صالح لوگوں کی نافرمانی کرنا، بدکاروں کی اطاعت کرنا۔

جن گناہوں کے ذریعہ عمر گھٹ جاتی ہے:

قطع تعلق کرنا، جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی باتیں بنانا، زنا کرنا، مسلمانوں کا راستہ بند کرنا، ناحق امامت کا دعویٰ کرنا۔

جن گناہوں کے ذریعہ امید ٹوٹ جاتی ہے:

رحمت خدا سے ناامید ہونا، لطف خدا سے زیادہ مایوس ہونا، غیر حق پر بھروسہ کرنا اور خداوند عالم کے وعدوں کو جھٹلانا۔

جن گناہوں کے ذریعہ انسان کا ضمیر تاریک ہوجاتا ہے:

سحر وجادو اور غیب کی باتیں کرنا، ستاروں کو موثر ماننا، قضا وقدر کو جھٹلانا، عقوق والدین ہونا۔

جن گناہوں کے ذریعہ (احترام کا) پردہ اٹھ جاتا ہے:

واپس نہ دینے کی نیت سے قرض لینا، فضول خرچی کرنا، اہل وعیال اور رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں بخل کرنا، بُرے اخلاق سے پیش آنا، بے صبری کرنا، بے حوصلہ ہونا، اپنے کو کاہل جیسا بنانا اور اہل دین کو حقیر سمجھنا۔

جن گناہوں کے ذریعہ دعا قبول نہیں ہوتی:

بری نیت رکھنا، باطن میں برا ہونا، دینی بھائیوں سے منافقت کرنا، دعا قبول ہونے کا یقین نہ رکھنا، نماز میں تاخیر کرنا یہاں تک کہ اس کا وقت ختم ہوجائے، کار خیر اور صدقہ کو ترک کرکے تقرب الٰہی کو ترک کرنا اور گفتگو کے دوران نازیبا الفاظ استعمال کرنا اور گالی گلوچ دینا۔

جو گناہ باران رحمت سے محرومی سبب بنتے ہیں:

قاضی کا ناحق فیصلہ کرنا، ناحق گواہی دینا، گواہی چھپانا، زکوٰۃ اور قرض نہ دینا، فقیروں اور نیازمندوں کی نسبت سنگدل ہونا، یتیم اور ضرورت مندوں پر ستم کرنا، سائل کو دھتکارنا، رات کی تاریکی میں کسی تھی دست اور نادار کو خالی ہاتھ لوٹانا۔[1]

حضرت امیر المومنین علیہ السلام گناہوں کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

لَوْ لَمْ یَتَوَعَّدِ اللهُ عَلَی مَعْصِیَتِهِ لَکَانَ یَجِبُ أَن لا یُعْصیٰ شُکْراً لِنِعَمِهِ:[2]

اگر خداوندعالم نے اپنے بندوں کو اپنی مخالفت پر عذاب کا وعدہ نہ دیا ہوتا، تو بھی اس کی نعمت کے شکرانے کے لئے واجب تھا کہ اس کی معصیت نہ کی جائے۔

قارئین کرام! خداوندعالم کی بے شمار نعمتوں کے شکر کی بنا پر ہمیں چاہئے کہ ہر طرح کی معصیت اور گناہ سے پرہیز کریں اور اپنے بُرے ماضی کی بدلنے کے لئے خداوندعالم کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کریں کیونکہ توبہ استغفار کی بنا پر خداوندعالم کی رحمت و مغفرت اور اس کا لطف وکرم انسان کے شامل حال ہوتا ہے۔

حقیقی توبہ کا راستہ

توبہ (یعنی خداوندعالم کی رحمت ومغفرت اور اس کی رضا وخوشنودی تک پہنچنا، جنت میں پھونچنے کی صلاحیت کا پیدا کرنا، عذاب جہنم سے امان ملنا، گمراھی کے راستہ سے نکل آنا، راہ ہدایت پر آجانا اور انسان کے نامہ اعمال کا ظلمت وسیاھی سے پاک وصاف ہوجانا ہے)؛ اس کے اہم آثار کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ توبہ ایک عظیم مرحلہ ہے، توبہ ایک بزرگ پروگرام ہے، توبہ عجیب وغریب حقیقت ہے اور ایک روحانی اور آسمانی واقعیت ہے۔

لہٰذا فقط استغفر اللہ کہنے، یا باطنی طور پر شرمندہ ہونے اور خلوت وبزم میں آنسو بھانے سے توبہ حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ جو لوگ اس طرح توبہ کرتے ہیں وہ کچھ اس مدت کے بعد دوبارہ گناہوں کی طرف پلٹ جاتے ہیں!

گناہوں کی طرف دوبارہ پلٹ جانا اس چیز کی بہترین دلیل ہے کہ حقیقی طور پر توبہ نہیں ہوئی اور انسان حقیقی طور پر خدا کی طرف نہیں پلٹا ہے۔

حقیقی توبہ اس قدر اہم اور باعظمت ہے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات اور الٰہی تعلیمات اس سے مخصوص ہیں۔

امام علی علیہ السلام کی نظر میں حقیقی توبہ

---

[1] . معانی الاخبار 270، باب معنی الذنوب التی تغیر النعم، حدیث 2؛ وسائل الشیعہ، ج16، ص281، باب 41، حدیث 21556؛ بحار الانوار، ج70، ص375، باب 138، حدیث 12۔

[2] نہج البلاغہ، حکمت 842، حکمت 290؛ بحار الانوار ج70، ص364، باب 137، حدیث 96۔

امام علی علیہ السلام نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے زبان پر استغفر اللہ جاری کیا تھا:

اے شخص! تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے، کیا تو جانتا ہے کہ توبہ کیا ہے؟ یادرکھ توبہ علّیین کا درجہ ہے، جو ان چھ چیزوں سے مل کر محقق ہوتا ہے:

1۔ اپنے ماضی پر شرمندہ اور پشیمان ہونا۔

2۔ دوبارہ گناہ نہ کرنے کا مستحکم ارادہ کرنا۔

3۔ لوگوں کے حقوق کا ادا کرنا۔

4۔ ترک شدہ واجبات کو بجالانا۔

5۔ گناہوں کے ذریعہ پیدا ہونے والے گوشت کو اس قدر پگھلا دینا کہ ہڈیوں پر گوشت باقی نہ رہ جائے، اور حالت عبادت میں ہڈیوں پر گوشت پیدا ہو۔

6۔ بدن کو اطاعت کی تکلیف میں مبتلا کرنا جس طرح گناہ کا مزہ چکھا ہے۔

لہٰذا ان چھ مرحلوں سے گزرنے کے بعد استغفر اللہ کہنا۔ [۱]

جی ہاں، توبہ کرنے والے کو اس طرح توبہ کرنا چاہئے، گناہوں کو ترک کرنے کا مصمم ارادہ کرلے، گناہوں کی طرف پلٹ جانے کا ارادہ ہمیشہ کے لئے اپنے دل سے نکال دے، دوسری، تیسری بار توبہ کی امید میں گناہوں کو انجام نہ دے، کیونکہ یہ امید بے شک ایک شیطانی امید اور مسخرہ کرنے والی حالت ہے، حضرت امام رضا علیہ السلام ایک روایت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَغْفَرَ بِلِسانِهِ وَلَمْ يَنْدَمْ بِقَلْبِهِ فَقَدِ اسْتَهْزَأَ بِنَفْسِهِ... [۲]

جو شخص زبان سے توبہ واستغفار کرے لیکن دل میں پشیمانی اور شرمندگی نہ ہو تو گویا اس نے خود کا مذاق اڑایا ہے!

واقعاً یہ ہنسی کا مقام اور افسوس کی جگہ ہے کہ انسان دوا اور علاج کی امید میں خود کو مریض کرلے، واقعاً انسان کس قدر خسارہ ہے کہ وہ توبہ کی امید میں گناہ ومعصیت کا مرتکب ہوجائے، اور خود کو یہ تلقین کرتا رہے کہ ہمیشہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، لہٰذا اب گناہ کرلوں، لذت حاصل کرلوں!! بعد میں توبہ کرلوں گا!

اگر حقیقی طور پر توبہ کی جائے اور اگر تمام شرائط کے ساتھ توبہ ہوجائے، تو پھر انسان کی روح یقیناً پاک ہوجاتی ہے نفس میں پاکیزگی اور دل میں صفا پیدا ہوجاتی ہے، اور انسان کے اعضاء وجوارح نیز ظاہر و باطن سے گناہوں کے آثار ختم ہوجاتے ہیں۔

توبہ بار بار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ گناہ ظلمت وتاریکی اور توبہ نور وروشنی کا نام ہے، اندھیرے اور روشنی میں زیادہ آمدو

---

[۱] نہج البلاغہ، 878 حکمت 417؛ وسائل الشیعہ ج16، ص77، باب 87، حدیث 21028؛ بحار الانوار ج6، ص36، باب 20، حدیث 59۔

[۲] کنز الفوائد ج1، ص330، فصل حدیث عن الامام الرضا (ع)؛ بحار الانوار ج75، ص356، باب 26، حدیث 11۔

رفت سے روح کی آنکھیں خراب ہوجاتی ہیں۔اگر کوئی گناہ سے توبہ کرنے کے بعد دوبارہ پھراسی گناہ سے ملوث ہوجائیں تومعلوم ہوتا ہے کہ توبہ ہی نہیں کی گئی ہے،(یامکمل شرائط کے ساتھ توبہ نہیں ہوئی ہے۔)

انسانی نفس جہنم کے منہ کی طرح ہے جوکبھی بھرنے والانہیں ہے،اسی طرح انسانی نفس گناہوں سے نہیں تھکتا،اس کے گناہوں میں کمی نہیں ہوتی ،جس کی وجہ سے انسان خدا سے دور ہوتا چلا جاتا ہےلہٰذااس تنور کے دروازہ کوتوبہ کے ذریعہ بند کیا جائے اوراس عجیب وغریب غیر مرئی موجود کی سرکشی کوحقیقی توبہ کے ذریعہ باندھ لیا جائے۔

توبہ؛انسانی حالت میں انقلاب اوردل وجان کے تغیر کا نام ہے،اس انقلاب کے ذریعہ انسان گناہوں کی طرف کم مائل ہوتا ہےاورخداوندعالم سےایک مستحکم رابطہ پیدا کرلیتا ہے۔

توبہ؛ایک نئی زندگی کی ابتداء ہوتی ہے،معنوی اورملکوتی زندگی جس میں قلب انسان تسلیم خدا،نفس انسان تسلیم حسنات ہوجاتا ہےاورظاہروباطن تمام گناہوں کی گندگی اور کثافتوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

توبہ؛یعنی ہوائےنفس کے چراغ کوگُل کرنااورخدا کی مرضی کے مطابق اپنے قدم اٹھانا۔

توبہ؛یعنی اپنے اندر کے شیطان کی حکومت کوختم کرنااوراپنےنفس پرخداوندعالم کی حکومت کاراستہ ہموار کرنا۔

ہرگناہ کے لئےمخصوص توبہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگرخدا کی بارگاہ میں اپنے مختلف گناہوں کے سلسلہ میں استغفارکرلیا جائے اور استغفراللہ ربی واتوب الیہ زبان پرجاری کرلیا جائے ، یامسجداورائمہ معصومین علیہاالسلام کے روضوں میں ایک زیارت پڑھ لی جائے یا چند آنسو بھالئے جائیں تواس کے ذریعہ توبہ ہوجائے گی ،جبکہ آیات وروایات کی نظر میں اس طرح کی توبہ مقبول نہیں ہے،اس طرح کےافرادکوتوجہ کرنا چاہئے کہ ہرگناہ کےاعتبار سےتوبہ بھی مختلف ہوتی ہے،ہرگناہ کے لئے ایک خاص توبہ مقرر ہے کہ اگرانسان اس طرح توبہ نہ کرےتواس کا نامہ اعمال گناہ سے پاک نہیں ہوگا،اوراس کے بُرے آثارقیامت تک اس کی گردن پر باقی رہیں گے، اورروز قیامت اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

اوران تمام گناہوں کوتین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1۔عبادت اور واجبات کوترک کرنے کی صورت میں ہونے والے گناہ، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ،خمس اور جھادوغیرہ کو ترک کرنا۔

2۔خداوندعالم کےاحکام کی مخالفت کرتے ہوتے گناہ کرنا جن میں حقوق الناس کا کوئی دخل نہ ہو،جیسے شراب پینا،نامحرم عورتوں کودیکھنا،زنا،لواط،استمناء،جُوا،حرام میوزیک سنناوغیرہ۔

3۔وہ گناہ جن میں فرمان خدا کی نافرمانی کےعلاوہ لوگوں کےحقوق کوبھی ضایع کیا گیاہو،جیسےقتل، چوری،سود،غصب،

مالِ یتیم ناحق طور پر کھانا، رشوت لینا، دوسروں کے بدن پر زخم لگانا یا لوگوں کو مالی نقصان پہچانا وغیرہ وغیرہ۔

پہلی قسم کے گناہوں کی توبہ یہ ہے کہ انسان تمام ترک شدہ اعمال کو بجالائے، چھوٹی ہوئی نماز پڑھے، چھوٹے ہوتے روزے رکھے، ترک شدہ حج کرے، اور اگر خمس وزکوٰۃ ادا نہیں کیا ہے تو ان کو ادا کرے۔

دوسری قسم کے گناہوں کی توبہ یہ ہے کہ انسان شرمندگی کے ساتھ استغفار کرے اور گناہوں کے ترک کرنے پر مستحکم ارادہ کرلے، اس طرح کہ انسان کے اندر پیدا ہونے والا انقلاب اعضاء وجوارح کو دوبارہ گناہ کرنے سے روکے رکھے۔

تیسری قسم کے گناہوں کی توبہ یہ ہے کہ انسان لوگوں کے پاس جائے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کرے، مثلاً قاتل، خود کو مقتول کے ورثہ کے حوالے کردے، تاکہ وہ قصاص یا مقتول کا دیہ لے سکیں، یا اس کو معاف کردیں، سودخور تمام لوگوں سے لئے ہوتے سود کے حوالے کردے، غصب کرنے والا ان چیزوں کو ان کے مالک تک پھونچادے، مال یتیم اور رشوت ان کے مالکوں تک پہنچائے، کسی کو زخم لگایا ہے تو اس کا دیہ ادا کرے، مالی نقصان کی تلافی کرے، پس حقیقی طور پر توبہ قبول ہونے کے تین مذکورہ تین چیزوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

1۔شیطان

لفظ شیطان اور ابلیس قرآن مجید میں تقریباً 98 بار ذکر ہوا ہے، جو ایک خطرناک اور وسوسہ کرنے والا موجود ہے، جس کا مقصد صرف انسان کو خداوند عالم کی عبادت واطاعت سے روکنا اور گناہ ومعصیت میں غرق کرنا ہے۔

قرآن مجید میں گمراہ کرنے والے انسان اور دکھائی نہ دینے والا وجود جو انسان کے دل میں وسوسہ کرتا ہے، ان کو شیطان کہا گیا ہے۔

شیطان، شطن اور شاطن کے مادہ سے ماخوذ ہے اور خبیث، ذلیل، سرکش، متمرد، گمراہ اور گمراہ کرنے کے معنی میں آیا ہے، چاہے یہ انسانوں میں سے ہو یا جنوں میں سے۔

قرآن مجید اور اس کی تفسیر وتوضیح میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے بیان ہونے والی احادیث وروایات میں شیطان جنّ وانس کی خصوصیات کو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے:

قسم کھایا ہوا اور کھلم کھلا دشمن، برائی اور فحشاء ومنکر کا حکم کرنے والا، خداوند عالم کی طرف ناروا نسبت دینے والا، صاحبان حیثیت کو ڈرانے والا کہ کہیں نیک کام میں خرچ کرنے سے فقیر نہ بن جائیں، انسانوں کو لغزشوں میں ڈالنے والا، گمراہی میں پھنسانے والا تاکہ لوگ سعادت وخوشبختی سے کوسوں دور چلے جائیں، شراب پلانے کا راستہ ہموار کرنے والا، جوا کھیلنے، حرام شرط لگانے اور لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی نسبت کینہ ودشمنی ایجاد کرنے والا، برے کام کو اچھا بنا کر پیش کرنے والا، جھوٹے وعدے دینے والا، انسان میں غرور پیدا کرنے والا، اور اسے ذلت کی طرف ڈھکیلنے والا، راہ حق میں رکاوٹ پیدا کرنے اور جہنم

میں پہنچانے والے کاموں کی دعوت دینے والا، میاں بیوی کو طلاق کی منزل تک پہنچانے والا، لوگوں میں گناہوں اور برائیوں کا راستہ فراہم کرنے اوران ہیں دنیا کا اسیر بنانے والا، انسان کوتوبہ کی امید میں گناہوں پر اُکسانے والا، خود پسندی ایجاد کرنے والا، بخل، غیبت، جھوٹ اور شہوت کوتحریک کرنے والا، کھلم کھلا گناہ کرنے کی ترغیب کرنے والا، غصہ اور غضب کو بھڑکانے والا۔

جب تک انسان شیاطین جن وانس کے جال میں پھنسا رہتا ہے تو پھر وہ حقیقی طور پر توبہ نہیں کرسکتا، کیونکہ جب تک اس کے دل پر شیطان کی حکومت رہے گی، توتوبہ کے بعد شیطان پھر گناہ کرنے کے لئے وسوسہ پیدا کردے گا، اورتوبہ کے ذریعہ کئے گئے عہد کوتوڑنے اوراپنی اطاعت کرنے پر مجبور کردے گا۔

توبہ کرنے والے کو چاہئے کہ خداوندعالم سے توفیق طلب کرتے ہوتے گناہوں سے ہمیشہ پرہیز کرے اور شیطان سے سخت بیزار رہے، تاکہ آہستہ آہستہ اس خبیث وجود کے نفوذ کواپنے وجود سے ختم کردے، اوراس کی حکومت کا بالکل خاتمہ کردے، تاکہ انسان کے دل میں توبہ واستغفار کی حقیقت باقی رہے، اوراس نورانی عہد وپیان کوظلمت کے حملے توڑ نہ سکیں۔

2۔دنیا

تمام مادی عناصراورانسانی زندگی کی ضروری اشیاء سے رابطہ ہی انسان کی دنیا ہے۔

اگر یہ رابطہ خداوندعالم کی مرضی کے مطابق ہوتو بے شک انسان کی یہ دنیا قابل حمد وثنا ہے، اوراُخروی سعادت کی ضامن ہے، لیکن اگرانسان کا یہی رابطہ مادی اور ہوائے نفس کی بنا پر ہو جہاں پر کسی طرح کی کوئی حد وحدود نہ ہوتو اس وقت انسان کی یہ دنیا مذموم اورآخرت میں ذلت کا باعث ہوگی۔

بے شک اگر ہوائے نفس کی بنیاد اور بے لگام خواہشات کے ساتھ مادی چیزوں سے لگاؤ ہوتو یقیناً انسان گناہوں کے دلدل میں پھنس جاتا ہے۔

اسی ناجائز رابطہ کی بنا پر انسان شہوت اور مال ودولت کا عاشق بن جاتا ہے، اوراس راستہ کے ذریعہ خدا کے حلال وحرام کی مخالفت کرتا ہوانظرآتا ہے۔

اس طرح کے رابطہ کے ذریعہ انسان؛ مادی چیزوں اورشہوت پرستی میں کھوجاتا ہے، جس کا بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے، اورجس کی بدولت آخرت میں سخت خسارہ اٹھانا پڑے گا۔

حضرت علی علیہ السلام اس سلسلہ میں بیان فرماتے ہیں:

اَلدُّنیا تغُرُّ وَ تضُرُّ وَ تمُرُّ۔۔۔ [1]

دنیا، مغرور کرتی ہے، نقصان پہنچاتی ہے اورگزرجاتی ہے۔

---

[1]. نہج البلاغہ، 877، حکمت 415؛ غرر الحکم، ص135، الدنیا دار الغرور، حدیث 2347؛ روضۃ الواعظین ج2 ص441، مجلس فی ذکر الدنیا۔

خداوند عالم نے اپنے محبوب رسول (ص) کو شب معراج اس مذموم دنیا میں گرفتار لوگوں کی خصوصیت کے بارے میں اس طرح فرمایا: اہل دنیا وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا کھانا پینا، ہنسنا، رونا اور غصہ زیادہ ہوتا ہے، خدا کی عنایت پر بہت کم خوشنود ہوتے ہیں، لوگوں سے کم راضی رہتے ہیں، لوگوں کی شان میں بدی کرنے کے بعد عذر خواہی نہیں کرتے، اور نہ ہی دوسروں کی عذر خواہی کو قبول کرتے ہیں، اطاعت کے وقت سست و کاہل اور گناہ کے وقت شجاع اور طاقتور ہوتے ہیں، ان کی آرزوئیں طولانی ہوتی ہیں، ان کی گفتگو زیادہ، عذاب جہنم کا خوف کم ہوتا ہے اور کھانے پینے کے وقت بہت زیاہ خوش وخرم نظر آتے ہیں۔

یہ لوگ چین وسکون کے وقت شکر اور بلاء ومصیبت میں صبر نہیں کرتے، دوسروں کو ذلیل سمجھتے ہیں، نہ کئے ہوتے کام پر اپنی تعریفیں کرتے ہیں، جن چیزوں کے مالک نہیں ہوتے ان کی ملکیت کے بارے میں دعویٰ کرتے ہیں، اپنی بے جا آرزؤں کو دوسروں سے بیان کرتے ہیں، لوگوں کی برائیوں کو اچھالتے ہیں، اوران کی اچھائیوں کو چھپاتے ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا: پالنے والے! کیا ان عیوب کے علاوہ کوئی دوسرا عیب بھی ان میں پایا جاتا ہے؟ آواز آئی: اے احمد! دنیا والوں کے عیب زیادہ ہیں، ان میں حماقت و نادانی پائی جاتی ہے، اپنے استاد کے سامنے تواضع سے پیش نہیں آتے، اپنے کو (بہت) بڑا عاقل سمجھتے ہیں، جبکہ وہ صاحبان علم کے نزدیک احمق ہوتے ہیں۔ [1]

اگر کوئی شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرلے لیکن توبہ کے ساتھ مادی زرق وبرق میں اسیر ہو، تو کیا اس کی توبہ باقی رہ سکتی ہے اور توبہ کے میدان میں ثابت قدم رہ سکتا ہے؟۔

توبہ کرنے والا اگر اس طرح کی چیزوں کے نفوذ سے آزاد نہ ہو تو پھر اس کے لئے حقیقی طور پر توبہ کرنا ناممکن ہے، کیونکہ ایسا انسان توبہ تو کرلیتا ہے، لیکن جیسے ہی مادی چیزوں نے حملہ کیا تو وہ اپنی توبہ کو توڑ لیتا ہے۔

3۔ آفات

غلط رابطے، بے جا محبت، لذتوں میں بہت زیادہ غرق ہونا، نامحدود شھوات، بے لگام خواہشیں، حرام شہوت اور ہوائے نفس یہ سب خطرناک آفتیں ہیں کہ اگر انسان کی زندگی میں یہ سب پائی۔

حقیقی توبہ کرنے والوں کے لئے الٰہی تحفہ

معصوم علیہ السلام کا ارشاد ہے: خداوند عالم توبہ کرنے والوں کو تین خصلتیں عنایت فرماتا ہے کہ اگر ان میں سے ایک خصلت بھی تمام اہل زمین وآسمان کو مرحمت ہوجائے تو اسی خصلت کی بنا پر ان کو نجات مل جائے:

"...إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ"۔ [2]

---

[1] ارشاد القلوب ج1، ص200، باب54؛ بحار الانوار ج74، ص23، باب2، حدیث6۔

[2] سورۂ بقرہ آیت 222۔

بے شک خدا توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

لہٰذا جس کو خداوند عالم دوست رکھتا ہے اس پر عذاب نہیں کرے گا۔

"اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ"۔ [1]

جو فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوتے ہیں اور جو اس کے گرد معین ہیں سب حمد خدا کی تسبیح کر رہے ہیں اور اسی پر ایمان رکھتے ہیں اور صاحبان ایمان کے لئے استغفار کر رہے ہیں کہ خدایا! تیری رحمت اور تیرا علم ہر شئے پر محیط ہے لہٰذا ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستہ کا اتباع کیا ہے اور ان ہیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔ پروردگارا! ان ہیں اور ان کے باپ دادا، ازواج اور اولاد میں سے جو نیک اور صالح افراد ہیں ان کو ہمیشہ رہنے والے باغات میں جگہ عنایت فرما، جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے بیشک تو سب پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔ اور ان ہیں برائیوں سے محفوظ فرما کہ آج جن لوگوں کو تو نے برائیوں سے بچالیا گویا ان ہیں پر رحم کیا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

"وَالَّذِينَ لاَيَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلَهاً آخَرَ وَلاَيَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ وَلاَيَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا۔ يضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يوْمَ الْقِيامَةِ وَيخْلُدْ فِيهِ مُهانًا۔ إِلاَّ مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُوْلَئِكَ يبَدِّلُ اللهُ سَيئَاتِهِم حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَحِيمًا"۔ [2]

اور وہ لوگ خدا کے ساتھ کسی اور خدا کو نہیں پکارتے ہیں اور کسی بھی نفس کو اگر خدا نے محترم قرار دیدیا ہے تو اسے ناحق قتل نہیں کرتے ہیں اور زنا بھی نہیں کرتے کہ جو ایسا عمل کرے گا وہ اپنے عمل کی سزا بھی برداشت کرے گا۔ جسے روز قیامت دوگنا کردیا جائے گا اور وہ اسی میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ پڑا رہے گا۔ علاوہ اس شخص کے جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل بھی کرے کہ پروردگار اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے تبدیل کردے گا، اور خدا بہت بڑا مہربان ہے۔ [3]

توبہ جیسے باعظمت مسئلہ کے سلسلہ میں قرآن کا نظریہ

قرآن کریم میں لفظ توبہ اور اس کے دیگر مشتقات تقریباً 87 مرتبہ ذکر ہوتے ہیں، جس سے اس مسئلہ کی اہمیت اور عظمت

---

[1] سورہ غافر (مومن) آیت 7 تا 9۔

[2] سورۂ فرقان آیت 68 تا 70۔

[3] کافی ج 2 ص 432، حدیث 5؛ بحا الانوار ج 6 ص 39، باب 20، حدیث 70۔

واضح جاتی ہے۔

قرآن کریم میں توبہ کے سلسلہ میں بیان ہونے والے مطالب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1۔توبہ کا حکم۔

2۔حقیقی توبہ کا راستہ۔

3۔توبہ کی قبولیت۔

4۔توبہ سے روگردانی۔

5۔توبہ قبول نہ ہونے کے اسباب۔

1۔توبہ کا حکم

"وَّاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ۔۔۔"۔[1]

اور اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔۔۔۔

"۔۔۔وَتُوۡبُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيۡعًا اَيُّهَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ"۔[2]

توبہ کرتے رہو کہ شاید اسی طرح تمہیں فلاح اور نجات حاصل ہو جائے۔

راغب اصفہانی اپنی کتاب مفردات میں کہتے ہیں: قیامت کی فلاح وکامیابی یہ ہے جہاں انسان کے لئے ایسی زندگی ہوگی جہاں موت نہ ہوگی، ایسی عزت ہوگی کہ جہاں ذلت نہ ہوگی، ایسا علم ہوگا کہ جہاں جہالت کا نام ونشان تک نہ ہوگا، وہاں انسان ایسا غنی ہوگا جس کو تنگدستی نہیں ہوگی۔[3]

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا تُوۡبُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ تَوۡبَةً نَّصُوۡحًا۔۔۔"۔[4]

اے ایمان والو! خلوص دل کے ساتھ توبہ کرو۔۔۔۔

ان آیات میں خداوند عالم نے مومنین اور غیر مومنین سبھی کو توبہ کی دعوت دی ہے، خدا کی اطاعت واجب اور باعث رحمت ومغفرت ہے، اسی طرح خداوند عالم کی معصیت حرام اور باعث غضب الٰہی اور مستحق عذاب الٰہی ہے، جس کی وجہ سے دنیا و آخرت میں ذلت وخواری اور ہمیشہ کے لئے ہلاکت وبدبختی ہے۔

---

[1] سورۂ ہود آیت 3

[2] سورۂ نور آیت 31۔

[3] مفردات راغب ص 64، مادہ (فلح)۔

[4] سورۂ تحریم آیت 8۔

2۔ حقیقی توبہ کا راستہ

حقیقت تو یہ ہے کہ توبہ ایک سادہ اور آسان کام نہیں ہے، بلکہ معنوی اور عملی شرائط کے ساتھ ہی توبہ محقق ہوسکتی ہے۔ شرمندگی، آئندہ میں پاک و پاکیزہ رہنے کا مصمم ارادہ، برے اخلاق کو اچھے اخلاق و عادات میں بدلنا، اعمال کی اصلاح کرنا، گزشتہ اعمال کا جبران اور تلافی کرنا اور خدا پر ایمان رکھنا اور اسی پر بھروسہ کرنا یہ تمام ایسے عناصر ہیں جن کے ذریعہ سے توبہ کی عمارت پایہ تکمیل تک پہنچتی ہے، اور ان ہیں کے ذریعہ استغفار ہوسکتا ہے۔

"اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ"۔ [1]

علاوہ ان لوگوں کے جو توبہ کرلیں اور اپنے کئے کی اصلاح کرلیں اور جس کو چھپایا ہے اس کو واضح کردیں، تو ہم ان کی توبہ قبول کرلیتے ہیں کہ ہم بہترین توبہ قبول کرنے والے اور مہربان ہیں۔

"اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا"۔ [2]

توبہ خدا کے ذمہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو جہالت کی بنا پر برائی کرتے ہیں لیکن پھر فوراً توبہ کرلیتے ہیں کہ خدا ان کی توبہ کو قبول کرلیتا ہے وہ علیم و دانا بھی ہے اور صاحبِ حکمت بھی۔

"فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [3]

پھر ظلم کے بعد جو شخص توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے، تو خدا (بھی) اس کی توبہ کو قبول کرلے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

"وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا ۡ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [4]

اور جن لوگوں نے بُرے اعمال کئے اور پھر توبہ کرلی اور ایمان لے آئے، توبہ کے بعد تمہارا پروردگار بہت بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

"فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ۔۔۔"۔ [5]

پھر اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکواۃ ادا کریں، تو (یہ لوگ) دین میں تمہارے بھائی ہیں۔۔۔۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت، 160۔

[2] سورۂ نساء آیت 17۔

[3] سورۂ مائدہ آیت 39۔

[4] سورۂ اعراف آیت 153۔

[5] سورۂ توبہ آیت 11۔

قارئین کرام! مذکورہ آیات کے پیش نظر، خدا و قیامت پر ایمان، عقیدہ، عمل اور اخلاق کی اصلاح، خدا کی طرف فوراً لوٹ آنا، ظلم وستم کے ہاتھ روک لینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور لوگوں کے حقوق ادا کرنا؛ حقیقی توبہ کے شرائط ہیں، اور جو شخص بھی ان تمام شرائط کے ساتھ توبہ کرے گا بے شک اس کی توبہ حقیقت تک پہنچ جائے گی اور حقیقی طور پر توبہ محقق ہوگی نیز اس کی توبہ یقینا بارگاہ خداوندی میں قبول ہوگی۔

3۔توبہ قبول ہونا

جس وقت کوئی گناہگار توبہ کے سلسلہ کے خداوندعالم کی اطاعت کرتا ہے اور توبہ کے شرائط پر عمل کرتا ہے، اور توبہ کے سلسلہ میں قرآن کا تعلیم کردہ راستہ اپناتا ہے، تو بے شک خدائے مہربان؛ جس نے گناہگار کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرماتا ہے، وہ ضرور اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں توبہ قبول ہونے کی نشانی قرار دے دیتا ہے اور اس کو گناہوں سے پاک کردیتا ہے، نیز اس کے باطن سے ظلمت وتاریکی کو سفیدی اور نور میں تبدیل کردیتا ہے۔

"اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِہٖ..."۔[۱]

کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔۔۔۔

"وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ..."۔[۲]

اور وہی وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان کی برائیوں کو معاف کرتا ہے۔۔۔۔

"غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ..."۔[۳]

وہ گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔۔۔۔

4۔توبہ سے منہ موڑنا

اگر گناہگار خدا کی رحمت سے مایوس ہوکر توبہ نہ کرے تو اس کو جاننا چاہئے کہ رحمت خدا سے مایوسی صرف اور صرف کفار سے مخصوص ہے[۴]

اگر گناہگار انسان اس وجہ سے توبہ نہیں کرتا کہ خداوندعالم اس کے گناہوں کو بخشنے پر قدرت نہیں رکھتا، تو اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تصور بھی یہودیوں کا ہے۔[۵]

---

[۱] سورۂ توبہ آیت 104۔

[۲] سورۂ شوری آیت 25۔

[۳] سورۂ غافر (مومن) آیت 3۔

[۴] سورۂ یوسف آیت 87۔

[۵] سورۂ مائدہ آیت 64۔

اگر گناہگار انسان کا تکبر، خدائے مہربان کے سامنے جرائت اور ربّ کریم کے سامنے بے ادبی کی بنا پر ہو تو اس کو جاننا چاہئے کہ خداوند عالم اس طرح کے مغرور، گھمنڈی اور بے ادب لوگوں کو دوست نہیں رکھتا، اور جس شخص سے خدا محبت نہ کرتا ہو تو دنیا وآخرت میں ان کی نجات ممکن نہیں ہے۔ [۱]

گناہگار کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ توبہ سے منہ موڑنا، جبکہ باب توبہ کھلا ہوا ہے اور لازمی شرائط کے ساتھ توبہ کرنا ممکن ہے نیز یہ کہ خداوند عالم توبہ قبول کرنے والا ہے، لہٰذا ان تمام باتوں کے پیش نظر توبہ نہ کرنا اپنے اوپر اور آسمانی حقائق پر ظلم وستم ہے۔

"...وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ"۔ [۲]

اگر کوئی توبہ نہ کرے تو سمجھو کہ درحقیقت یہی لوگ ظالم ہیں۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ"۔ [۳]

بیشک جن لوگوں نے ایماندار مردوں اور عورتوں کو ستایا اور پھر توبہ نہ کی، ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلانے والا عذاب بھی ہے۔

5۔ توبہ قبول نہ ہونے کے اسباب

اگر گناہگار انسان کو توبہ کرنے کی توفیق حاصل ہوجائے اور تمام تر لازمی شرائط کے ساتھ توبہ کرلے تو بے شک اس کی توبہ بارگاہ خداوندی میں قبول ہوتی ہے، لیکن اگر توبہ کرنے کا موقع ہاتھ سے کھو بیٹھے اور اس کی موت آپہنچے اور پھر وہ اپنے گزشتہ سے توبہ کرے یا ضروری شرائط کے ساتھ توبہ نہ کرے یا ایمان لانے کے بعد کافر ہوجائے تو ایسے شخص کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوسکتی۔

"وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا"۔ [۴]

---

[۱] "لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾" سورۂ نحل آیت نمبر 23
"اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾" سورۂ حج آیت 38۔
"اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْۗاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۤ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾" سورۂ قصص آیت 76۔
"وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾" سورۂ لقمان آیت 18۔
"لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ﴿۲۳﴾" سورۂ حدید آیت 23۔

[۲] سورۂ حجرات آیت 11۔

[۳] سورۂ بروج آیت 10۔

[۴] سورۂ نساء آیت 18

اور توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو پہلے برائیاں کرتے ہیں اور پھر جب موت سامنے آجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ اب ہم نے توبہ کر لی اور نہ ان کے لئے ہے جو حالت کفر میں مرجاتے ہیں کہ ان کے لئے ہم نے بڑا دردناک عذاب مھیا کر رکھا ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ"۔ [1]

جن لوگوں نے کفر اختیار لیا اور پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے ان کی توبہ ھرگز قبول نہ ہوگی اور وہ حقیقی طور پر گمراہ ہیں۔

توبہ، احادیث کی روشنی میں

حضرت امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے: جناب آدم علیہ السلام نے خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کی: پالنے والے مجھ پر (اور میری اولاد) پر شیطان کو مسلط ہے اور وہ خون کی طرح گردش کرتا ہے، پالنے والے اس کے مقابلہ میں میرے لئے کیا چیز مقرر فرمائی ہے؟

خطاب ہوا: اے آدم یہ حقیقت آدم کے لئے مقرر کی ہے کہ تمہاری اولاد میں کسی نے گناہ کا ارادہ کیا، تو اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جائے گا، اور اگر اس نے اپنے ارادہ کے مطابق گناہ بھی انجام دے لیا تو اس کے نامہ اعمال میں صرف ایک ہی گناہ لکھا جائے گا، لیکن اگر تمہاری اولاد میں سے کسی نے نیکی کا ارادہ کر لیا تو فوراً ہی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا، اور اگر اس نے اپنے ارادہ پر عمل بھی کیا تو اس نے نامہ اعمال میں دس برابر نیکی لکھی جائیں گی؛ اس وقت جناب آدم علیہ السلام نے عرض کیا: پالنے والے! اس میں اضافہ فرمادے؛ آواز قدرت آئی: اگر تمہاری اولاد میں کسی شخص نے گناہ کیا لیکن اس کے بعد مجھ سے استغفار کر لیا تو میں اس کو بخش دوں گا؛ ایک بار پھر جناب آدم علیہ السلام نے عرض کیا: پالنے والے! مزید اضافہ فرما؛ خطاب ہوا: میں نے تمہاری اولاد کے لئے توبہ کو رکھا اور اس کے دروازہ کو وسیع کر دیا کہ تمہاری اولاد موت کا پیغام آنے سے قبل توبہ کر سکتی ہے، اس وقت جناب آدم علیہ السلام نے عرض کیا: خداوندا! یہ میرے لئے کافی ہے۔ [2]

حضرت امام صادق علیہ السلام نے حضرت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے: جو شخص اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کر لے تو خداوند عالم اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، اس کے بعد فرمایا: بے شک ایک سال زیادہ ہے، جو شخص اپنی موت سے ایک ماہ قبل توبہ کر لے تو خداوند عالم اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، اس کے بعد فرمایا: ایک مھینہ بھی زیادہ ہے، جو شخص ایک ہفتہ پہلے توبہ

---

[1] سورۂ آل عمران آیت 90

[2] عن ابی جعفر علیہ السلام قال: ان آدم علیہ السلام قال: یارب! سلطت علی الشیطان واجریته منی مجری الدم فاجعل لی شیئا فقال: یا آدم! جعلت لك ان من هم من ذریتك بسیئة لم تکتب علیه فان عملها کتبت علیه سیئة ومن هم منهم بحسنة فان لم یعملها کتبت له حسنة وان هو عملها کتبت له عشرا. قال: یارب! زدنی۔ قال: جعلت لك ان من عمل منهم سیئة ثم استغفر غفرت له قال: یارب! زدنی قال: جعلت لهم التوبة وبسطت لهم التوبة حتی تبلغ النفس هذه۔ قال: یارب! حسبی۔

کر لے اس کی توبہ قابل قبول ہے، اس کے بعد فرمایا: ایک ہفتہ بھی زیادہ ہے، اگر کسی شخص نے اپنی موت سے ایک دن پہلے توبہ کر لی تو خداوند عالم اس کی توبہ بھی قبول کر لیتا ہے، اس کے بعد فرمایا: ایک دن بھی زیادہ ہے اگر اس نے موت کے آثار دیکھنے سے پہلے توبہ کر لی تو خداوند عالم اس کی بھی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ [1]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ اللهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ عَبْدِهِ ما لَمْ يغَرْغِرْ، تُوبُوا اِلٰى رَبِّكُمْ قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا، وَبادِرُوا بِالاَعْمالِ الزّاكِيَةِ قَبْلَ اَنْ تُشْتَغِلُوا، وَصِلُوا الَّذى بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ اِياهُ: [2]

خداوند عالم، اپنے بندے کی توبہ دم نکلنے سے پہلے پہلے تک قبول کر لیتا ہے، لہٰذا اس سے پہلے پہلے توبہ کر لو، نیک اعمال انجام دینے میں جلدی کرو قبل اس کے کہ کسی چیز میں مبتلا ہو جاؤ، اپنے اور خدا کے درمیان توجہ کے ذریعہ رابطہ کر لو۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَاشَفيعَ اَنْجَحُ مِنَ التَّوْبَةِ۔ [3]

توبہ سے زیادہ کامیاب کرنے والا کوئی شفیع نہیں ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

اَلتَّوْبَةُ تَجُبُّ ما قَبْلَه۔ [4]

توبہ؛ انسان کے گزشتہ اعمال کو ختم کر دیتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلتَّوْبَةُ تَسْتَنْزِلُ الرَّحْمَةَ:۔ [5]

---

[1] عن ابی عبد الله علیہ السلام قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من تاب قبل موته قبل الله توبته ثم قال: ان السنة الكثيرة، من تاب قبل موته بشهر قبل الله توبته، ثم قال: ان الشهر لكثير، من تاب قبل موته بجمعة قبل الله توبته۔ ثم قال: ان الجمعة لكثيرة، من تاب قبل موته بيوم قبل الله توبته، ثم قال: ان اليوم لكثير، من تاب قبل ان يعاين قبل الله توبته۔

[2] دعوات راوندی، ص237، فصل فی ذکر الموت؛ بحار الانوار، ج6، ص19، باب20، حدیث5۔

[3] نہج البلاغہ ص863، حکمت 371، من لا یحضرہ الفقیہ ج3، ص574، باب معرفۃ الکبائر التی اوعد اللہ، حدیث 4965؛ بحار الانوار ج6 ص19، باب 20، حدیث6۔

[4] عوالی اللئالی ج1، ص237، الفصل التاسع، حدیث 150؛ مستدرک الوسائل ج 12، ص129، باب 86، حدیث 13706؛ میزان الحکمہ، ج2، ص636، التوبۃ، حدیث2111۔

[5] غرر الحکم ص195، آثار التوبۃ، حدیث 3835؛ مستدرک الوسائل ج 12، ص129، باب 86، حدیث 13707؛ میزان الحکمہ، ج2، ص636، التوبۃ، حدیث2112۔

توبہ کے ذریعہ رحمت خدانازل ہوتی ہے۔

نیز حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

تُوبُوا اِلَى اللهِ وَ ادْخُلُوا فِي مَحَبَّتِهِ، فَاِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ، وَالْمُؤْمِنُ تَوَّابٌ: ۔ [1]

خداوندعالم کی طرف لوٹ آؤ، اپنے دلوں میں اس کی محبت پیدا کرلو، بے شک خداوندعالم توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں کو دوست رکھتا ہے اور مومن بہت زیادہ توبہ کرتا ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے آباء واجداد علیہم السلام کے حوالے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ كَمَثَلِ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ وَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ، وَلَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَى اللهِ مِنْ مُؤْمِنٍ تَائِبٍ اَوْ مُؤْمِنَةٍ تَائِبَةٍ: ۔ [2]

خداوندعالم کے نزدیک مومن کی مثال ملک مقرب کی طرح ہے، بے شک خداوندعالم کے نزدیک مومن کا مرتبہ فرشتہ سے بھی زیادہ ہے، خداوندعالم کے نزدیک مومن اورتوبہ کرنے والے مومن سے محبوب تر کوئی چیز نہیں ہے۔

امام ہشتم اپنے آباء واجداد کے حوالے کے ذریعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ: ۔ [3]

گناہوں سے توبہ کرنے والا، اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

اِنَّ تَوْبَةَ النَّصوحِ هُوَ اَنْ يتوبَ الرَّجُلُ مِنْ ذَنْبٍ وَ ينوِي اَنْ لا يعودَ اِلَيْهِ اَبَداً: ۔ [4]

توبہ نصوح یہ ہے کہ انسان گناہوں سے توبہ کرے اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا قطعی ارادہ رکھے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لِلّٰهِ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنَ الْعَقِيمِ الْوَالِدِ، وَمِنَ الضَّالِّ الْوَاجِدِ، وَمِنَ الظَّمْآنِ الْوَارِدِ۔ [5]

---

[1] خصال ج2،ص623،حدیث10؛ بحار، ج6،ص21، باب20، حدیث14۔

[2] عیون اخبار الرضاج2،ص29، باب31، حدیث33؛ جامع الاخبار ص85، الفصل الحادی والاربعون فی معرفۃ المؤمن؛ وسائل الشیعہ ج16،ص75، باب86، حدیث21021۔

[3] عیون اخبار الرضاج2،ص74، باب31، حدیث347؛ وسائل الشیعہ ج16،ص75، باب86، حدیث21022؛ بحار، ج6،ص21، باب20، حدیث 16۔

[4] معانی الاخبار ص174، باب معنی التوبۃ النصوح، حدیث3؛ وسائل الشیعہ ج16،ص77، باب87، حدیث21027؛ بحار الانوار، ج6،ص22، باب 20، حدیث23۔

[5] کنز العمال ص10165؛ میزان الحکمہ، ج2،ص636، التوبہ، حدیث2123۔

خداوندعالم اپنے گناہگار بندے کی توبہ پر اس سے کہیں زیادہ خوشحال ہوتا ہے جتنی ایک عقیم عورت بچہ کی پیدائش پر خوش ہوتی ہے، یا کسی کا کوئی کھویا ہوامل جاتا ہے اور پیاسے کو بہتا ہوا چشمہ مل جاتا ہے!

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

اَلتَّائِبُ اِذالَمْ یسْتَبِنْ عَلَیهِ اَثَرُ التَّوْبَةِ فَلَیسَ بِتائِبٍ، یرْضِی الْخُصَماءَ، وَیعیدُ الصَّلَواتِ، وَ یتَواضَعُ بَینَ الْخَلْقِ، وَیتَّقی نَفْسَهُ عَنِ الشَّهَواتِ، وَیهْزِلُ رَقَبَتَهُ بِصِیامِ النَّهارِ: [1]

جس وقت توبہ کرنے والے پر توبہ کے آثار ظاہر نہ ہوں، تو اس کو تائب (یعنی توبہ کرنے والا) نہیں کہا جانا چاہئے، توبہ کے آثار یہ ہیں: جن لوگوں کے حقوق ضائع کئے ہیں ان کی رضایت حاصل کرے، قضا شدہ نمازوں کو ادا کرے، دوسروں کے سامنے تواضع وانکساری سے کام لے، اپنے نفس کو حرام خواہشات سے روکے رکھے اور روزے رکھ کر جسم کو کمزور کرے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلتَّوْبَةُ نَدَمٌ بِالْقَلْبِ، وَاسْتِغْفارٌ بِاللِّسانِ، وَتَرْكٌ بِالْجَوارِحِ، وَاِضْمارٌ اَنْ لایعودَ: [2]

توبہ؛ یعنی دل میں شرمندگی، زبان پر استغفار، اعضاء وجوارح سے تمام گناہوں کو ترک کرنا اور دوبارہ نہ کرنے کا مستحکم ارادہ کرنا۔

نیز حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

مَنْ تابَ تابَ اللهُ عَلَیهِ، وَاُمِرَتْ جَوارِحُهُ اَنْ تَسْتُرَ عَلَیهِ، وَبِقاعُ الاَرْضِ اَنْ تَكْتُمَ عَلَیهِ، وَ اُنْسِیتِ الْحَفَظَةُ ما كانَتْ تَكْتُبُ عَلَیهِ: [3]

جوشخص توبہ کرتا ہے خداوندعالم اس کی توبہ قبول کرتا ہے، اور اس کے اعضاء وجوارح کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کے گناہوں کو مخفی کرلو، اور زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس کے گناہ کو چھپالے اور جو کچھ کراماً کاتبین نے لکھا ہے خدا ان کو نظرانداز کردیتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خداوندعالم نے جناب داؤد نبی علیہ السلام پر وحی فرمائی:

اِنَّ عَبْدِی الْمُؤْمِنَ اِذا اَذْنَبَ ذَنْباً ثُمَّ رَجَعَ وَ تابَ مِنْ ذٰلِكَ الذَّنْبِ وَاسْتَحْییٰ مِنّی عِنْدَ ذِكْرِهِ غَفَرْتُ لَهُ، وَاَنْسَیتُهُ الْحَفَظَةُ، وَ اَبْدَلْتُهُ الْحَسَنَةَ، وَلا اُبالی وَ اَنَا اَرْحَمُ الرّحِمینَ: [4]

بے شک جب میرا بندہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور پھر اپنے گناہ سے منہ موڑ لیتا ہے اور توبہ کرلیتا ہے، اور اس گناہ کو یاد کرکے مجھ سے شرمندہ ہوتا ہے تو میں اس کو معاف کردیتا ہوں، اور کراماً کاتبین کو (بھی) بھلادیتا ہوں، اور اس کے گناہ کو نیکی میں

---

[1] جامع الاخبار، 87، الفصل الخامس والاربعون فی التوبۃ، مستدرک الوسائل ج12، ص130، باب87، حدیث 13709۔

[2] غرر الحکم ص194، حدیث 3777؛ مستدرک الوسائل ج12، ص137، باب87، حدیث 13715۔

[3] ثواب الاعمال ص179، ثواب التوبۃ؛ بحار الانوار ج6، ص28، باب20، حدیث 32۔

[4] ثواب الاعمال، 130، ثواب من اذنب ذنباً ثم رجع وتاب؛ وسائل الشیعہ ج16، 74، باب86، حدیث 21017۔

تبدیل کر دیتا ہوں، مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ میں ارحم الراحمین ہوں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اہم روایت میں فرماتے ہیں: کیا تم جانتے ہو کہ تائب (یعنی توبہ کرنے والا) کون ہے؟ اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! آپ بہتر جانتے ہیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی بندہ توبہ کرے اور دوسروں کے مالی حقوق کو ادا کر کے ان کو راضی نہ کرے تو وہ تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے لیکن خدا کی عبادتوں میں اضافہ نہ کرے تو وہ شخص (بھی) تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے لیکن اپنے (مال حرام سے بنے ہوتے) لباس کو نہ بدلے وہ (بھی) تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے لیکن اپنی صحبت کو نہ بدلے تو وہ (بھی) تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے لیکن اپنے اخلاق اور اپنی نیت کو نہ بدلے تو وہ شخص (بھی) تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے اور اپنے دل سے حقائق کو نہ دیکھے، اور صدقہ وانفاق میں اضافہ نہ کرے تو وہ شخص (بھی) تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے لیکن اپنی آرزؤں کو کم نہ کرے اور اپنی زبان کو محفوظ نہ رکھے، تو وہ شخص (بھی) تائب نہیں ہے، جو شخص توبہ کرے لیکن اپنے بدن سے اضافی کھانے کو خالی نہ کرے، تو وہ شخص (بھی) تائب نہیں ہے۔ بلکہ وہ شخص تائب ہے جو ان تمام خصلتوں کی پابندی کرے۔ [1]

توبہ کے منافع اور فوائد

گناہوں سے توبہ کے متعلق قرآن کریم کی آیات اور اہل بیت علیہم السلام سے مروی احادیث وروایات کے پیش نظر دنیا و آخرت میں توبہ کے بہت سے منافع وفوائد ذکر ہوتے ہیں، جن کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

"۔۔۔ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا"۔ [2]

۔۔۔اور کہا کہ اپنے پروردگار سے استغفار کرو کہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار پانی برسائے گا۔ اور اموال واولاد کے ذریعہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لئے باغات اور نہریں قرار دے گ۔

"۔۔۔ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔۔۔"۔ [3]

توبہ کرو، عنقریب تمہارا پرودگار تمہاری برائیوں کو مٹادے گا اور تمہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں

---

[1] جامع الاخبار ص88، الفصل الخامس والاربعون فی التوبۃ؛ بحار الانوار ج6، ص35، باب20، حدیث52؛ مستدرک الوسائل ج12، ص131، باب 87، حدیث 13709۔ قارئین کرام! اس روایت میں جن چیزوں کے بدلنے کا حکم ہوا ہے ان سے وہ چیزیں مراد ہیں جو حرام طریقہ سے حاصل کی گئی ہوں یا حرام چیزوں سے متعلق ہوں۔

[2] سورۂ نوح آیت 10-12۔

[3] سورۂ تحریم آیت 8۔

جاری ہوں گی۔

توبہ سے متعلق اکثر آیات خداوند عالم کی دوصفات غفور ورحیم پر ختم ہوتی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم حقیقی توبہ کرنے والے پر اپنی بخشش اور رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔[1]

"وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ..."۔[2]

اور اگر بستی کے لوگ ایمان لے آتے ہیں اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کے لئے زمین اور آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

مجمع البیان جو ایک گرانقدر تفسیر ہے اس میں ایک بہترین روایت نقل کی گئی ہے:

ایک شخص حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں آکر قحط اور مہنگائی کی شکایت کرتا ہے، اس وقت امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

اے شخص اپنے گناہوں سے استغفار کرو، ایک دوسرے شخص نے غربت اور نداری کی شکایت کی، اس سے (بھی) امام علیہ السلام نے فرمایا: اپنے گناہوں سے مغفرت طلب کرو، اسی طرح ایک اور شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کی: مولا دعا کیجئے کہ مجھے خداوند عالم اولاد عطا کرے تو امام علیہ السلام نے اس سے بھی یہی فرمایا: اپنے گناہوں سے استغفار کرو۔

اس وقت آپ کے اصحاب نے عرض کیا: (فرزند رسول!) آنے والوں کی درخواستیں اور شکایات مختلف تھی، لیکن آپ نے سب کو توبہ واستغفار کرنے کا حکم فرمایا! امام علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے یہ چیز اپنی طرف سے نہیں کہی ہے بلکہ سورہ نوح کی آیات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے جہاں خداوند عالم نے فرمایا ہے: "استغفروا ربّکم ..." (اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرو)، لہٰذا میں نے سبھی کو استغفار کے لئے کہا، تاکہ ان کی مشکلات، توبہ واستغفار کے ذریعہ حل ہوجائیں۔[3]

بہر حال قرآن مجید اور احادیث سے واضح طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ توبہ کے منافع وفوائد اس طرح سے ہیں: گناہوں سے پاک ہوجانا، رحمت الٰہی کا نزول، بخشش خداوندی، عذاب آخرت سے نجات، جنت میں جانے کا استحقاق، روح کی پاکیزگی، دل کی صفائی، اعضاء وجوارح کی طہارت، ذلت ورسوائی سے نجات، باران نعمت کا نزول، مال ودولت اور اولاد کے ذریعہ امداد، باغات اور نہروں میں برکت، قحطی، مہنگائی اور غربت کا خاتمہ۔

---

[1] آل عمران، 89۔ مائدہ، 34۔ اعراف، 153۔ توبہ، 102۔ نور، 5۔

[2] سورۂ اعراف آیت 96

[3] مجمع البیان ج10، ص361؛ وسائل الشیعہ ج7، ص177، باب 23، حدیث 9055

توبہ کرنے والوں کے واقعات

"لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ..."[1]

یقیناان کے واقعات صاحبان عقل کے لئے عبرت ہیں۔۔۔۔

ایک نمونہ خاتون

آسیہ،فرعون کی زوجہ تھی، وہ فرعون جس میں غرور وتکبر کا نشہ بھرا تھا،جس کا نفس شریر تھااور جس کے عقائد اور اعمال باطل وفاسد تھے۔

قرآن مجید نے فرعون کو متکبر، ظالم، ستم گر اور خون بھانے والے کے عنوان سے یاد کیا ہے اور اس کو طاغوت کا نام دیا ہے۔

آسیہ،فرعون کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھی،اور فرعونی حکومت کی ملکہ تھی،تمام چیزیں اس کے اختیار میں تھیں۔

وہ بھی اپنے شوہر کی طرح فرمانروائی کرتی تھی،اور اپنی مرضی کے مطابق ملکی خزانہ سے فائدہ اٹھاتی تھی۔

ایسے شوہر کے ساتھ زندگی، ایسی حکومت کے ساتھ ایسے دربار کے اندر، اس قدر مال و دولت، اطاعت گزار غلام او رکنیزوں کے ساتھ میں اس کی ایک بہترین زندگی تھی۔

ایک جوان اور قدرتمند خاتون نے اس ماحول میں پیغمبر الٰہی جناب موسی بن عمران کے ذریعہ الٰہی پیغام سنا، اس نے اپنے شوہر کے طور طریقے اور اعمال کے باطل ہونے کو سمجھ لیا، چنانچہ نور حقیقت اس کے دل میں چمک اٹھا۔

حالانکہ اس کو معلوم تھا کہ ایمان لانے کی وجہ سے اس کی تمام خوشیاں اور مقام ومنصب چھن سکتا ہے یہاں تک کہ جان بھی جاسکتی ہے،لیکن اس نے حق کو قبول کرلیا اور وہ خداوندمہربان پر ایمان لے آئی، اور اپنے گزشتہ اعمال سے توبہ کرلی اور نیک اعمال کے ذریعہ اپنی آخرت کو آباد کرنے کی فکر میں لگ گئی۔

اس کا توبہ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا،اس کی وجہ سے اسے اپنا تمام مال ودولت اور منصب ترک کرنا پڑا، اور فرعون و فرعونیوں کی ملامت ضرب وشتم کو برداشت کرنا پڑا،لیکن پھر بھی وہ توبہ، ایمان،عمل صالح اور ہدایت کی طرف قدم آگے بڑھاتی رہی۔

جناب آسیہ سلام اللہ علیہا کی توبہ،فرعون اور اس کے درباریوں کو ناگوار گزری، کیونکہ پورے شہر میں اس بات کی شہرت ہوگئی کہ فرعون کی بیوی اور ملکہ نے فرعونی طور طریقہ کو ٹھکراتے ہوتے مذہب کلیم اللہ کو منتخب کرلیا ہے، سمجھا بجھا کر، ترغیب دلاکر اور ڈرا دھمکا کر بھی آسیہ کے بڑھتے قدم کو نہیں روکا جاسکتا تھا، وہ اپنے دل کی آنکھوں سے حق کو دیکھ کر قبول کرچکی تھی، اس نے باطل کے

---

[1] سورۂ یوسف آیت 111۔

کھوکھلے پن کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا تھا،لہٰذا حق وحقیقت تک پہنچنے کے بعداس کو ہاتھ سے نہیں کھوسکتی تھی اور کھوکھلے باطل کی طرف نہیں لوٹ سکتی تھی۔

جی ہاں ، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خدا کو فرعون سے،حق کو باطل سے،نور کو ظلمت سے،صحیح کو غلط سے،آخرت کو دنیا سے، بہشت کو دوزخ سے،اورسعادت کو بدبختی سے بدل لے۔

جناب آسیہ سلام اللہ علیہا نے اپنے ایمان،توبہ و استغفار پر استقامت کی،جبکہ فرعون دوبارہ باطل کی طرف لوٹانے کے لئے کوشش کرر ہاتھا۔

فرعون نے جناب آسیہ سلام اللہ علیہا سے مقابلہ کی ٹھان لی،غضبناک ہوا،اس کے غضب کی آگ بھڑک اٹھی،لیکن آسیہ کی ثابت قدمی کے مقابلہ میں ہار گیا،اس نے آسیہ کو شکنجہ دینے کا حکم دیا،اوراس عظیم خاتون کے ہاتھ پیر کو باندھ دیا،اورسخت سے سخت سزا دینے کے بعد پھانسی کا حکم دیدیا،اس نے اپنے جلادوں کو حکم دیا کہ اس کے اوپر بڑے بڑے پتھر گرائے جائیں،لیکن جناب آسیہ سلام اللہ علیہا نے دنیا وآخرت کی سعادت وخوشبختی حاصل کرنے کے لئے صبر کیا،اوران تمام سخت حالات میں خدا سے لو لگائے رکھی۔

جناب آسیہ سلام اللہ علیہا کی حقیقی توبہ،ایمان وجہاد،صبر واستقامت،یقین اور مستحکم عزم کی وجہ سے قرآن مجید نے ان کو قیامت تک مومن ومومنات کے لئے نمونہ کے طور پر پہنچوایا ہے،تاکہ ہرزمانہ کے گناہگار کے لئے عذر وبھانہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے اورکوئی یہ نہ کہہ دے کہ توبہ،ایمان اورعمل صالح کا کوئی راستہ باقی نہیں رہا تھا۔

"وَضَرَبَ اللهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ"۔ [۱]

اورخدا نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی زوجہ کی مثال بیان کی کہ اس نے دعا کی کہ پروردگار میرے لئے جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون اوراس کے درباریوں سے نجات دلادے اوراس پوری ظالم قوم سے نجات عطافرمادے۔

توبہ،ایمان،صبراوراستقامت کی بناپراس عظیم الشان خاتون کا مرتبہ اس بلندی پر پہنچا ہوا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا:

اِشْتَاقَتِ الْجَنَّةُ اِلٰى اَرْبَعٍ مِنَ النِّسَاءِ :مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ، وَآسِيَةَ بِنْتِ مُزَاحِمٍ زَوْجَةِ فِرْعَوْنَ، وَخَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلَدٍ زَوْجَةِ النَّبِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَفَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ:۔ [۲]

جنت چارعورتوں کی مشتاق ہے،مریم بنت عمران،آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون،خدیجہ بنت خویلد دنیا وآخرت میں ھمسر

---

[۱] سورۂ تحریم آیت 11۔

[۲] کشف الغمہ :1466: بحارالانوار:43 ص53،باب 3،حدیث 48،عبارت کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ

پیغمبر،اور فاطمہ بنت محمد۔

شعوانہ کی توبہ

مرحوم ملا احمد نراقی اپنی عظیم الشان اخلاقی کتاب معراج السعادۃ میں حقیقی توبہ کے سلسلہ میں ایک عجیب وغریب واقعہ بیان کرتے ہیں:

شعوانہ ایک جوان رقّاصہ عورت تھی،جس کی آواز نھایت سریلی تھی،لیکن اس کو حلال وحرام پر کوئی توجہ نہیں تھی،شہر بصرہ کے مالداروں کے یہاں فسق وفجور کی کوئی ایسی محفل نہ تھی جس میں شعوانہ بلائی نہ جاتی ہو،وہ ان محفلوں میں ناچ گانا کیا کرتی تھی،یہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ کچھ لڑکیاں اور عورتیں بھی ہوتی تھیں۔

ایک روز اپنے سھیلیوں کے ساتھ ایسی ہی محفلوں میں جانے کے لئے ایک گلی سے گزر رہی تھی کہ اچانک دیکھا کہ ایک گھر سے نالہ وشیون کی آواز آرہی ہے،اس نے تعجب کے ساتھ سوال کیا: یہ کیسا شور ہے؟اور اپنی ایک سھیلی کو حالات معلوم کرنے کے لئے بھیج دیا،لیکن بہت دیر انتظار کے بعد بھی وہ نہ پلٹی،اس نے دوسری سھیلی کو بھیجا،لیکن وہ بھی واپس نہ آئی،تیسری کو بھی روانہ کیا اور ہدایت کردی کہ جلد لوٹ کر آنا،چنانچہ جب وہ گئی اور تھوڑی دیر بعد لوٹ کر آئی تو اس نے بتایا کہ یہ سب نالہ وشیون بدکار اور گناہگار افراد کا ہے!

شعوانہ نے کہا: میں خود جاکر دیکھتی ہوں کیا ہورہا ہے۔

جیسے ہی وہ وہاں پہنچی اور دیکھا کہ ایک واعظ لوگوں کو وعظ کررہے ہیں،اور اس آیہ شریفہ کی تلاوت کررہے ہیں:

إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا [1]

جب آتش (دوزخ) ان لوگوں کو دور سے دیکھے گی تو یہ لوگ اس کے بھڑکتے ہوتے شعلوں کی آوازیں سنیں گے۔اور جب ان ہیں زنجیروں میں جکڑ کر کسی تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا تو وہاں موت کی دھائی دیں گے۔

جیسے ہی شعوانہ نے اس آیت کو سنا اور اس کے معنی پر توجہ کی،اس نے بھی ایک چیخ ماری اور کہا: اے واعظ! میں بھی ایک گناہگار ہوں،میرا نامہ اعمال سیاہ ہے،میں بھی شرمندہ اور پشیمان ہوں،اگر میں توبہ کروں تو کیا میری توبہ بارگاہ الٰہی میں قبول ہوسکتی ہے؟

واعظ نے کہا: ہاں،تیرے گناہ بھی قابل بخشش ہیں،اگرچہ شعوانہ کے برابر ہیکیوں نہ ہوں!

اس نے کہا: وائے ہو مجھ پر،ارے میں ہی تو شعوانہ ہوں،افسوس کہ میں کس قدر گناہوں سے آلودہ ہوں کہ لوگوں نے مجھے گناہگار کی ضرب المثل بنادیا ہے!!

---

[1] سورۂ فرقان آیت 12-13۔

اے واعظ! میں توبہ کرتی ہوں اور اس کے بعد کوئی گناہ نہ کروں گی، اور اپنے دامن کو گناہوں سے بچاؤں گی اور گناہگاروں کی محفل میں قدم نہیں رکھوں گی۔

واعظ نے کہا: خداوند عالم تیری نسبت بھی ارحم الراحمین ہے۔

واقعاً شعوانہ نے توبہ کرلی، عبادت و بندگی میں مشغول ہوگئی، گناہوں سے پیدا ہوتے گوشت کو پگھلا دیا، سوز جگر، اور دل کی تڑپ سے آہ وبکا کرتی تھی: ھائے! یہ میری دنیا ہے، تو آخرت کا کیا عالم ہوگا، لیکن اس نے اپنے دل میں ایک آواز کا احساس کیا: خدا کی عبادت میں مشغول رہ، تب آخرت میں دیکھنا کیا ہوتا ہے۔

میدان جنگ میں توبہ

نصر بن مزاحم کتاب واقعہ صفین میں نقل کرتے ہیں: ہاشم مرقال کہتے ہیں: جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی نصرت کے لئے چند قاریان قرآن شریک تھے، معاویہ کی طرف سے طائفہ غسّان کا ایک جوان میدان میں آیا، اس نے رجز پڑھا اور حضرت علی علیہ السلام کی شان میں جسارت کرتے ہوتے مقابلہ کے لئے للکارا، مجھے بہت زیادہ غصہ آیا کہ معاویہ کے غلط پروپیگنڈے نے اس طرح لوگوں کو گمراہ کررکھا ہے، واقعاً میرا دل کباب ہوگیا، میں نے میدان کا رخ کیا، اور اس غافل جوان سے کہا: اے جوان! جو کچھ بھی تمہاری زبان سے نکلتا ہے، خدا کی بارگاہ میں اس کا حساب وکتاب ہوگا، اگر خداوند عالم نے تجھ سے پوچھ لیا:

علی بن ابی طالب سے کیوں جنگ کی؟ تو کیا جواب دے گا؟

چنانچہ اس جوان نے کہا:

میں خدا کی بارگاہ میں حجت شرعی رکھتا ہو کیونکہ میری تم سے جنگ علی بن ابی طالب کے بے نمازی ہونے کی وجہ سے ہے!

ہاشم مرقال کہتے ہیں: میں نے اس کے سامنے حقیقت بیان کی، معاویہ کی مکاری اور چال بازیوں کو واضح کیا۔ جیسے ہی اس نے یہ سب کچھ سنا، اس نے خدا کی بارگاہ میں استغفار کی، اور توبہ کی، اور حق کا دفاع کرنے کے لئے معاویہ کے لشکر سے جنگ کے لئے نکل گیا۔

ایک یہودی نوجوان کی توبہ

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

ایک یہودی نوجوان اکثر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتا تھا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کی آمد ورفت پر کوئی اعتراض نہیں کیا کرتے تھے بلکہ بعض اوقات تو اس کو کسی کام کے لئے بھیج دیا کرتے تھے، یا اس کے ھاتھوں قوم یہود کو خط بھیج دیا کرتے تھے۔

لیکن ایک مرتبہ وہ چند روز تک نہ آیا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں سوال کیا، تو ایک شخص نے کہا: میں نے

اس کو بہت شدید بیماری کی حالت میں دیکھا ہے شاید یہ اس کا آخری دن ہو، یہ سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ اس کی عیادت کے تشریف لئے گئے، وہ کوئی گفتگو نہیں کرتا تھا لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہاں پہنچے تو وہ آپ کا جواب دینے لگا، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس جوان کو آواز دی، اس جوان نے آنکھیں کھولی اور کہا: لبیک یا ابا القاسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: کھو: اشھد ان لا الہ الا اللہ، وانی رسول اللہ۔

جیسے ہی اس نوجوان کی نظر اپنے باپ کی (ترچھی نگاھوں) پر پڑی، وہ کچھ نہ کہہ سکا، پیغمبر اکرم نے اس کو دوبارہ شھادتین کی دعوت دی، اس مرتبہ بھی اپنے باپ کی ترچھی نگاہوں کو دیکھ کر خاموش رہا، رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تیسری مرتبہ اس کو یہودیت سے توبہ کرنے اور شھادتین کو قبول کرنے کی دعوت دی، اس جوان نے ایک بار پھر اپنے باپ کی چھرے پر نظر ڈالی، اس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: اگر تیری مرضی ہے تو شھادتین قبول کرلے ورنہ خاموش رہ، اس وقت جوان نے اپنے باپ پر توجہ کئے بغیر اپنی مرضی سے شھادتین کہہ دیں اور اس دنیا سے رخصت ہوگیا! پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس جوان کے باپ سے فرمایا: اس جوان کے لاشے کو ہمارے حوالے کردو، اور پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: اس کو غسل دو، کفن پہناؤ، اور میرے پاس لاؤ تاکہ میں اس پر نماز پڑھوں، اس کے بعد اس یہودی کے گھر سے نکل آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہتے جاتے تھے: خدایا تیرا شکر ہے کہ آج تو نے میرے ذریعہ ایک نوجوان کو آتش جہنم سے نجات دیدی![1]

ایک دہاتی کی بت پرستی سے توبہ

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی جنگ کے لئے تشریف لے جارہے تھے، ایک مقام پر اپنے اصحاب سے فرمایا: راستے میں ایک شخص ملے گا، جس نے تین دن سے شیطان کی مخالفت پر کمر باندھ رکھی ہے، چنانچہ اصحاب ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ اس بیابان میں ایک شخص کو دیکھا، اس کا گوشت ہڈیوں سے چپکا ہوا تھا، اس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، اس کے ہونٹ جنگل کی گھاس کھانے کی وجہ سے سبز ہوچکے تھے، جیسے ہی وہ شخص آگے بڑھا، اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں معلوم کیا، اصحاب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تعارف کرایا، چنانچہ اس شخص نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے درخواست کی: مجھے اسلام تعلیم فرمائیے: تو آپ نے فرمایا: کھو: اشھد ان لا الہ الا اللہ، وانی رسول اللہ۔ چنانچہ اس نے ان دونوں شھادتوں کا اقرار کیا، آپ نے فرمایا: پانچوں وقت کی نماز پڑھنا، ماہ رمضان المبارک میں روزے رکھنا، اس نے کہا: میں نے قبول کیا، فرمایا: حج کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، اور غسل جنابت کرنا، اس نے کہا: میں نے قبول کیا۔

اس کے بعد آگے بڑھ گئے، وہ بھی ساتھ تھا لیکن اس کا اونٹ پیچھے رہ گیا، رسول اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رک گئے، اور اصحاب اس کی تلاش میں نکل گئے، لشکر کے آخر میں دیکھا کہ اس کے اونٹ کا پیر جنگلی چوہوں کے بل میں دھنس گیا ہے اور اس کی اور اس

[1] امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ، ص397، مجلس 62 حدیث 10؛ بحار الانوار ج 6 ص 26 باب 20 حدیث 27۔

کے اونٹ کی گردن ٹوٹ گئی ہے، اور دونوں ہی ختم ہو گئے ہیں، چنانچہ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی۔

جیسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی فوراً حکم دیا، ایک خیمہ لگایا جائے اور اس کو غسل دیا جائے، غسل کے بعد خود آنحضرت خیمہ میں تشریف لے گئے اور اس کو کفن پہنایا، خیمہ سے باہر نکلے، اس حال میں کہ آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا، اور اپنے صحاب سے فرمایا: یہ دیہاتی شخص بھوکا اس دنیا سے گیا ہے، یہ وہ شخص تھا جو ایمان لایا، اور اس نے ایمان کے بعد کسی پر ظلم وستم نہیں کیا، اپنے کو گناہوں سے آلودہ نہ کیا، جنت کی حوریں بہشتی پھلوں کے ساتھ اس کی طرف آئیں اور پھلوں سے اس کا منہ بھر دیا، ان میں ایک حور کہتی تھی: یا رسول اللہ! مجھے اس کی زوجہ قرار دیں، دوسری کہتی تھی: مجھے اس کی زوجہ قرار دیں![1]

شقیق بلخی کی توبہ

شقیق بلخ ایک مالدار شخص کا بیٹا تھا، وہ تجارت کے لئے روم جایا کرتا تھا، اور روم کے شہروں میں سیر وتفریح کے لئے جایا کرتا تھا، چنانچہ ایک بار روم کے کسی شہر میں بت پرستوں کا پروگرام دیکھنے کے لئے بت خانہ میں گیا، دیکھا کہ بت خانہ کا ایک خادم اپنا سر منڈوائے ہوتے اور ارغوانی لباس پہنے ہوتے خدمت کرر ہاہے، اس سے کہا: تیرا خدا صاحب علم و حکمت اور زندہ ہے، لہٰذا اسی کی عبادت کر، اور ان بے جان بتوں کی عبادت چھوڑ دے کیونکہ یہ کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچاتے۔ اس خادم نے جواب دیا: اگر انسان کا خدا زندہ اور صاحب علم ہے تو وہ اس بات کی بھی قدرت رکھتا ہے کہ تجھے تیرے شہر میں روزی دے سکے، پھر تو کیوں مال و دولت حاصل کرنے کے لئے یہاں آیا ہے اور یہاں پر اپنے وقت اور پیسوں کو خرچ کرتا ہے؟

شقیق سادھو کی باتیں سن کر خواب غفلت سے بیدار ہو گئے، اور دنیا پرستی سے کنارہ کشی کر لی، توبہ واستغفار کیا، چنانچہ اس کا شمار زمانہ کے بڑے عرفاء میں ہونے لگا۔

کہتے ہیں: میں نے 700 دانشوروں سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال کیا، سب نے دنیا کی مذمت کے بارے میں ہی بتایا: میں نے پوچھا عاقل کون ہے؟ جواب دیا: جو شخص دنیا کا عاشق نہ ہو، میں نے سوال کیا: ہوشیار کون ہے؟ جواب دیا: جو شخص دنیا (کی دولت) پر مغرور نہ ہو، میں نے سوال کیا: ثروتمند کون ہے؟ جواب ملا: جو شخص خدا کی عطا پر خوش رہے، میں نے معلوم کیا: نادار کون ہے؟ جواب دیا: جو شخص زیادہ طلب کرے، میں نے پوچھا: بخیل کون ہے؟ تو سب نے کہا: جو شخص حق خدا کو غریبوں اور محتاجوں تک نہ پہنچائے۔[2]

---

[1] روضات الجنات: 4، ص 107۔

[2] روضات البیان: 2، ص 179۔

فرشتے اور توبہ کرنے والوں کے گناہ

سورہ توبہ کی آیات کی تفسیر میں بیان ہوا ہے کہ فرشتے گناہگار کے گناہوں کو لوح محفوظ پر پیش کرتے ہیں، لیکن وہاں پر گناہوں کے بدلے حسنات اور نیکیاں دیکھتے ہیں، فوراً سجدہ میں گر جاتے ہیں، اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں: جو کچھ اس بندے نے انجام دیا تھا ہم نے وہی کچھ لکھا تھا لیکن اب ہمیہاں وہ نہیں دیکھ رہے ہیں! جواب آتا ہے: صحیح کہتے ہو، لیکن میرا بندہ شرمندہ اور پشیمان ہوگیا اور روتا ہوا گڑگڑاتا ہوا میرے در پر آگیا، میں نے اس کے گناہوں کو بخش دیا اور اس سے درگزر کیا، میں نے اس پر اپنا لطف و کرم نچھاور کر دیا، میں اکرم الاکرمین ہوں۔[۱]

گناہگار اور توبہ کی مہلت

جس وقت شیطان لعنت خدا کا مستحق قرار دیا گیا تو اس نے خداوند عالم سے روز قیامت تک کی مہلت مانگی، اللہ نے کہا: ٹھیک ہے مگر یہ مہلت لے کر تو کیا کرے گا؟ جواب دیا: پروردگارا! میں آخری وقت تک تیرے بندوں سے دور نہیں ہوں گا، یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر جائے، آواز آئی: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، میں بھی اپنے بندوں کے لئے آخری وقت تک درِ توبہ کو بند نہیں کروں گا۔[۲]

گناہگار اور توبہ کی امید

ایک نیک اور صالح شخص کو دیکھا گیا کہ بہت زیادہ گریہ وزاری کر رہا ہے، لوگوں نے گریہ وزاری کی وجہ پوچھی؟ تو اس نے کہا: اگر خداوند عالم مجھ سے یہ کہے کہ تجھے گناہوں کی وجہ سے گرم حمام میں ہمیشہ کے لئے قید کر دوں گا، تو یہی کافی ہے کہ میری آنکھوں کے آنسو خشک نہ ہوں، لیکن کیا کیا جائے کہ اس نے گناہگاروں کو عذاب جہنم کا مستحق قرار دیا ہے، وہ جہنم جس کی آگ کو ہزار سال بھڑکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوئی، ہزار سال تک اس کو سفید کیا گیا، اور ہزار سال اس کو پھونکا گیا یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی، تو پھر میں اس میں کیسے رہ سکتا ہوں؟ اس عذاب سے نجات کی امید صرف خداوند عالم کی بارگاہ میں توبہ واستغفار اور عذر خواہی ہے۔[۳]

ایک سچا آدمی اور توبہ کرنے والا چور

ابوعمر زجاجی ایک نیک اور صالح انسان تھے، موصوف کہتے ہیں کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا، ان کی میراث میں مجھے

---

[۱] روح البیان: 2، ص 181۔

[۲] روضات البیان: 2، ص 225

[۳] روضات البیان، ج 2، ص 235۔

ایک مکان ملا، میں نے اس مکان کو بیچ دیا اور حج کرنے کے لئے روانہ ہو گیا، جس وقت سرزمین نینو پر پہنچا تو ایک چور سامنے آیا اور مجھ سے کہا: کیا ہے تمہارے پاس؟

چنانچہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ سچائی اور صداقت ایک پسندیدہ چیز ہے، جس کا خداوند عالم نے حکم دیا ہے، اچھا ہے کہ اس چور سے بھی حقیقت اور سچ بات کہوں، چنانچہ میں نے کہا: میری تھیلی میں پچاس دینار سے زیادہ نہیں ہے، یہ سن کر اس چور نے کہا: لاؤ وہ تھیلی مجھے دو، میں نے وہ تھیلی اس کو دیدی، چنانچہ اس چور نے ان دینار کو گنا اور مجھے واپس کر دئے، میں نے اس سے کہا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: میں تمہارے پیسے لے جانا چاہتا تھا، لیکن تم تو مجھے لے چلے، اس کے چہرے پر شرمندگی اور پشیمانی کے آثار تھے، معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے اپنے گزشتہ حالات سے توبہ کر لی ہے، اپنے سواری سے اترا، اور مجھ سے سوار ہونے کے لئے کہا: میں نے کہا: مجھے سواری کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لیکن اس نے اصرار کیا، چنانچہ میں سوار ہو گیا، وہ پیدل ہی میرے پیچھے پیچھے چل دیا، میقات پہنچ کر احرام باندھا، اور مسجد الحرام کی طرف روانہ ہوئے، اس نے حج کے تمام اعمال میرے ساتھ انجام دئے، اور وہیں پر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ [1]

ابوبصیر کا پڑوسی

ایک پڑوسی کو اپنے دوسرے پڑوسی کا خیال رکھنا چاہئے، بالکل ایک مہربان بھائی کی طرح، اس کی پریشانیوں میں مدد کرے، اس کی مشکلوں کو حل کرے، زمانہ کے حوادث، بگاڑ سدھار میں اس کا تعاون کرے، لیکن جناب ابوبصیر کا پڑوسی اس طرح نہیں تھا، اس کو بنی عباس کی حکومت سے بہت سا پیسہ ملتا تھا، اسی طرح اس نے بہت زیادہ دولت حاصل کر لی تھی۔ ابوبصیر کہتے ہیں: ہمارے پڑوسی کے یہاں چند ناچنے گانے والی کنیزیں تھی، اور ہمیشہ لھوولعب اور شراب خوری کی محفلیں ہوا کرتی تھیں جس میں اس کے دوسرے دوست بھی شریک ہوا کرتے تھے، میں چونکہ اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات کا تربیت یافتہ تھا، لہٰذا میں اس کی اس حرکت سے پریشان تھا، میرے ذہن میں پریشانی رہتی تھی، میرے لئے سخت ناگوار تھا، میں نے کئی مرتبہ اس سے نرم لہجہ میں کہا لیکن اس نے اَن سنی کر دی اور میری بات پر کوئی توجہ نہ دی، لیکن میں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوئی کوتاہی نہیں کی، اچانک ایک دن وہ میرے پاس آیا اور کہا: میں شیطان کے جال میں پھنسا ہوا ہوں، اگر آپ میری حالت اپنے مولا و آقا حضرت امام صادق علیہ السلام سے بیان کریں شاید وہ توجہ کریں اور میرے سلسلہ میں مسیحائی نظر ڈال کر مجھے اس گندگی، فساد اور بدبختی سے نجات دلائیں۔

ابوبصیر کہتے ہیں: میں نے اس کی باتوں کو سنا، اور قبول کر لیا، ایک مدت کے بعد جب میں مدینہ گیا اور امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوا اور اس پڑوسی کے حالات امامؑ کو سنائے اور اس کے سلسلہ میں اپنی پریشانی کو بھی بیان کیا۔

---

[1] روضات البیان، ج2، ص235۔

تمام حالات سن کر امامؑ نے فرمایا: جب تم کوفہ پہنچنا تو وہ شخص تم سے ملنے کے لئے آئے گا، میری طرف سے اس سے کہنا: اگر اپنے تمام برے کاموں سے کنارہ کشی کرلو، لھوولعب کو ترک کردو، اور تمام گناہوں کو چھوڑ دو تو میں تمہاری جنت کا ضامن ہوں۔

ابوبصیر کہتے ہیں: جب میں کوفہ واپس آیا تو دوست واحباء ملنے کے لئے آئے، اور وہ شخص بھی آیا، کچھ دیر کے بعد جب وہ جانے لگا تو میں نے اس سے کہا: ذرا ٹھہرو! مجھے تم سے کچھ گفتگو کرنا ہے، جب سب لوگ چلے گئے، اور اس کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا، تو میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام کا پیغام اس کو سنایا، اور مزید کہا: امام صادق علیہ السلام نے تجھے سلام کھلوایا ہے!

چنانچہ اس پڑوسی نے تعجب کے ساتھ سوال کیا: تمہیں خدا کی قسم! کیا واقعاً امام صادق علیہ السلام نے مجھے سلام کھلوایا ہے اور گناہوں سے توبہ کرنے کی صورت میں وہ میرے لئے جنت کے ضامن ہیں!! میں نے قسم کھائی کہ امامؑ نے یہ پیغام مع سلام تمہارے لئے بھیجا ہے۔

اس نے کہا: یہ میرے لئے کافی ہے، چند روز کے بعد مجھے پیغام بھجوایا کہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں، اس کے گھر پر گیا دق الباب کیا، وہ دروازہ کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا درحالیکہ اس کے بدن پر لباس نہیں تھا اور کہا: اے ابوبصیر! میرے پاس جو کچھ بھی تھا سب کو ان کے مالکوں تک پہنچا دیا ہے، مال حرام سے سبکدوش ہو گیا ہوں، اور میں نے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرلی ہے۔

میں نے اس کے لئے لباس کا انتظام کیا، اور کبھی کبھی اس سے ملاقات کے لئے جاتا رہا، اور اگر کوئی مشکل ہوتی تھی تو اُس کو بھی حل کرتا رہا، چنانچہ ایک روز مجھے پیغام بھجوایا کہ میں بیمار ہو گیا ہوں، اس کی عیادت کے لئے گیا، چند روز تک بیمار رہا، ایک روز مرنے سے پہلے چند منٹ کے لئے بے ہوش ہو گیا، جیسے ہی ہوش آیا، مسکراتے ہوتے مجھ سے کہا: اے ابوبصیر امام صادق علیہ السلام نے اپنے وعدہ کو وفا کر دیا، اور یہ کہہ کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

ابوبصیر کہتے ہیں: میں اس سال حج کے لئے گیا، اعمال حج بجالانے کے بعد زیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام صادق علیہ السلام سے ملاقات کے لئے مدینہ منورہ گیا، اور جب امامؑ سے ملاقات کے لئے مشرف ہوا تو میرا ایک پاؤں حجرہ کے اندر تھا اور ایک پاؤں حجرہ سے باہر اس وقت حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبصیر! ہم نے تمہارے پڑوسی کے بارے میں کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا ہے![1]

ایک جیب کترے کی توبہ

حقیر (مؤلف) ایک شب قم میں فقیہ بزرگوار عارف باللہ، معلم اخلاق مرحوم حاج سید رضا بھاء الدینی کی نماز جماعت میں شریک تھا۔

نماز کے بعد موصوف کی خدمت میں عرض کیا: ہم آپ ہمیں کچھ وعظ ونصیحت فرمائیے، چنانچہ موصوف نے جواب میں فرمایا: ہمیشہ خداوند عالم کی ذات پر امید کرو، اور اسی پر بھروسہ رکھو کیونکہ اس کا فیض وکرم دائمی ہے کسی کو بھی اپنی عنایت سے محروم

---

[1] کشف الغمہ، ج2، ص194؛ بحار الانوار ج14547، باب5، حدیث199۔

نہیں کرتا، کسی بھی ذریعہ اور بھانہ سے اپنے بندوں کی ہدایت اور امداد کا راستہ فراہم کردیتا ہے۔

اس کے بعد موصوف نے ایک حیرت انگیز واقعہ سنایا: شہرارومیہ میں ایک قافلہ سالار ہر سال مومنین کو زیارت کے لئے لے جایا کرتا تھا:

اس وقت گاڑیاں نئی نئی چلیں تھیں، یہ گاڑیاں ٹرک کی طرح ہوتی تھیں جس پر مسافر اور سامان ایک ساتھ ہی ہوتا تھا، ایک کونے میں سامان رکھا جاتا تھا اور وہیں مسافر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

وہ قافلہ سالار کہتا ہیں: اس سال حضرت امام رضاؑ کی زیارت کے لئے جانے والے تقریباً 30 مومنین نے نام لکھوا رکھا تھا، پروگرام طے ہوا کہ آئندہ ہفتہ کے شروع میں یہ قافلہ روانہ ہوجائے گا۔

میں نے شب چہارشنبہ حضرت امام رضاؑ کو خواب میں دیکھا کہ ایک خاص محبت کے ساتھ مجھ سے فرمارہے ہیں: اس سفر میں ابراہیم جیب کترے کو بھی لے کر آنا، میں نیند سے بیدار ہوا تو بہت تعجب ہوا کہ کیوں امامؑ اس مرتبہ اس فاسق وفاجر اور جیب کترے کو (جو لوگوں کے درمیان بہت زیادہ بدنام ہے) اپنی بارگاہ کی دعوت فرمارہے ہیں، میں نے سوچا کہ یہ میرا خواب صحیح نہیں ہے، لیکن دوسری رات میں نے پھر وہی خواب دیکھا، نہ کم نہ زیادہ، لیکن اس دن بھی میں نے اس خواب پر توجہ نہیں کی، تیسری رات میں نے حضرت امام رضاؑ کو عالم رویا میں قدرے ناراحت دیکھا اور ایک خاص انداز میں مجھ سے فرمارہے ہیں: کیوں اس سلسلہ میں کوئی قدم نہیں اٹھاتے ہو؟

بہرحال میں جمعہ کے دن اس جگہ گیا جہاں پر فاسد اور گناہگار لوگ جمع ہوتے تھے ان کے درمیان ابراہیم کو ڈھونڈا، سلام کیا اور اس سے مشہد مقدس کی زیارت کرنے کے لئے کہا، لیکن جیسے ہی میں نے مشہد کی زیارت کے لئے کہا تو اس کو بہت تعجب ہوا اور مجھ سے کہا: امام رضاؑ کا حرم مجھ جیسے گندے لوگوں کی جگہ نہیں ہے، وہاں پر تو پاک وپاکیزہ اور صاحبان دل جاتے ہیں، مجھے اس سفر سے معاف فرمائیں، میں نے بہت اصرار کیا لیکن وہ نہ مانا، آخرکار اس نے غصہ میں کہا: میرے پاس سفر کے اخراجات کے لئے پیسے بھی تو نہیں ہیں!! میرے پاس یہی 30 ریال ہیں اور یہ بھی ایک بڑھیا کی جیب سے نکالے ہوتے ہیں! یہ سن کر میں اس سے کہا: اے برادر! میں تجھ سے سفر کا خرچ نہیں لوں گا، تمہارے آنے جانے کا خرچ میرے ذمہ ہے۔

یہ سن کر اس نے قبول کرلیا، اور مشہد جانے کے لئے تیار ہوگیا، ہم نے بروز اتوار قافلہ کی روانگی کا اعلان کردیا۔

چنانچہ حسب پروگرام قافلہ روانہ ہوگیا، ابراہیم جیسے جیب کترے کے ساتھ ہونے پر دوسرے زائرین تعجب کررہے تھے، لیکن کسی نے اس کے بارے میں سوال کرنے کی ہمت نہ کی۔

ہماری گاڑی کچی سڑک پر رواں تھی، اور جب زیدر نامی مقام پر پہنچی جو ایک خطرناک جگہ تھی، اور وہاں اکثر زائرین پر راہزنوں کا حملہ ہوتا تھا، دیکھا کہ راہزنوں نے سڑک کو تنگ کردیا اور ہماری گاڑی کے آگے کھڑے ہوگئے، پھر ایک ڈاکو گاڑی میں گھس آیا، اور تمام زائرین کو دھمکی دی: جو کچھ بھی کسی کے پاس ہے وہ اس تھیلے میں ڈال دے، اور کوئی ہم سے الجھنے کی کوشش نہ

کرے، ورنہ تو اس کو مار ڈالوں گا!

وہ تمام زائرین اور ڈرائیور کے سارے پیسے لے کر چلتا بنا۔

گاڑی دوبارہ چل پڑی، اور ایک چائے کے ہوٹل پر جا رکی، زائرین گاڑی سے اترے اور غم واندوہ کے عالم میں ایک دوسرے کے پاس بیٹھ گئے، سب سے زیادہ ڈرائیور پریشان تھا، وہ کہتا تھا: میرے پاس نہ یہ کہ اپنے خرچ کے لئے بھی پیسہ نہیں رہے بلکہ پٹرول کے لئے بھی پیسے نہیں ہیں، اب کس طرح مشہد تک پہنچا جائے گا، یہ کہہ کر وہ رونے لگا، اس حیرت و پریشانی کے عالم میں اس ابراہیم جیب کترے نے ڈرائیور سے کہا: تمہارے کتنے پیسے وہ ڈاکو لے گیا ہے؟ ڈرائیور نے بتایا اتنے پیسہ میرے گئے ہیں، ابراہیم نے اس کو اتنے پیسے دیدئے، پھر اسی طرح تمام مسافروں کے جتنے جتنے پیسہ چوری ہوتے تھے سب سے معلوم کرکے ان کو دیدئے، آخر میں اس کے پاس 30 ریال باقی بچے، اور کہا کہ یہ پیسے میرے ہیں، جو چوری ہوتے تھے، سب نے تعجب سے سوال کیا: یہ سارے پیسے تمہارے پاس کہاں سے آئے؟ اس نے کہا: جس وقت اس ڈاکو نے تم سب لوگوں کے پیسے لے لئے اور مطمئن ہو کر واپس جانے لگا، تو میں نے آرام سے اس کے پیسے نکال لئے، اور پھر گاڑی چل دی، اور ہم یہاں تک پہنچ گئے ہیں، یہ تمام پیسہ آپ ہی لوگوں کے ہیں۔

قافلہ سالار کہتا ہے: میں زور زور سے رونے لگا، یہ دیکھ کر ابراہیم نے مجھ سے کہا: تمہارے پیسے تو واپس مل گئے، اب کیوں روتے ہو؟! میں نے اپنا وہ خواب بیان کیا جو تین دن تک مسلسل دیکھتا رہا تھا اور کہا کہ مجھے خواب کا فلسفہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، لیکن اب معلوم ہوگیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی دعوت کس وجہ سے تھی، امامؑ نے تیرے ذریعہ سے ہم سے یہ خطرہ ڈال دیا ہے۔

یہ سن کر ابراہیم کی حالت بدل گئی، اس کے اندر ایک عجیب وغریب انقلاب پیدا ہوگیا، وہ زور زور سے رونے لگا، یہاں تک کہ سلام نامی پہاڑی آگئی کہ جہاں سے حضرت امام رضا علیہ السلام کا روضہ دکھائی دیتا ہے، وہاں پہنچ کر ابراہیم نے کہا: میری گردن میں زنجیر باندھ دی جائے، اور حرم امام رضا علیہ السلام میں اسی طرح لے جایا جائے، چنانچہ جیسے جیسے وہ کہتا رہا ہم لوگ انجام دیتے رہے، جب تک ہم لوگ مشہد میں رہے اس کی یہی حالت رہی، واقعاً عجیب طریقہ سے توبہ کی، اس بڑھیا کے پیسے امام رضا علیہ السلام کی ضریح میں ڈال دئے، امام رضا علیہ السلام کو شفیع قرار دیا تاکہ اس کے گناہ معاف ہوجائیں، تمام زائرین اس کی حالت پر رشک کر رہے تھے، ہمارا سفر بخیر وخوشی تمام ہوا، تمام لوگ ارومیہ پلٹ گئے لیکن وہ تائب دیار یار میں رہ گیا!

توسّل اور توبہ

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: میں مسجد الحرام میں مقام ابراہیم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک ایسا بوڑھا شخص آیا جس نے اپنی ساری عمر گناہوں میں بسر کی تھی، مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا:

نِعْمَ الشَّفِيعُ إِلَى اللهِ لِلْمُذْنِبِينَ۔

آپ خدا کے نزدیک گناہگاروں کے لئے بہترین شفیع ہیں۔

اور پھر اس نے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑا اور درج ذیل مضمون کے اشعار پڑھے:

اے خدائے مہربان! چھٹے امام کے جد بزرگوار کا واسطہ، قرآن کا واسطہ، علی کا واسطہ، حسن وحسین کا واسطہ، فاطمہ زہرا کا واسطہ، ائمہ معصومین علیہم السلام کا واسطہ، امام مہدی علیہ السلام کا واسطہ، اپنے گناہگار بندے کے گناہوں کو معاف فرما!

اس وقت ھاتف غیبی کی آواز آئی:

اے پیر مرد! اگرچہ تیرے گناہ عظیم ہیں لیکن ان ذوات مقدسہ کی عظمت کے طفیل میں جن کی تو نے قسم دی ہے، میں نے تجھے معاف کر دیا، اگر تو تمام اہل زمین کے گناہوں کی بخشش کی درخواست کرتا تو معاف کر دیتا، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ناقہ صالح اور انبیاء وائمہ کو قتل کیا ہے۔[1]

شراب خور اور توبہ

مرحوم فیض کاشانی، جو خود فیض و دانش کا سرچشمہ اور بصیرت کا مرکز تھے موصوف اپنی عظیم الشان کتاب محجۃ البیضاء میں نقل کرتے ہیں:

ایک شراب خوار شخص تھا جس کے یہاں گناہ و معصیت کی محفل سجائی جاتی تھی، ایک روز اس نے اپنے دوستوں کو شراب خوری اور لھو ولعب کے لئے دعوت دی اور اپنے غلام کو چار درہم دیئے تا کہ وہ بازار سے کچھ کھانے پینے کا سامان خرید لائے۔

غلام راستہ میں چلا جارہا تھا کہ اس نے دیکھا منصور بن عمار کی نشست ہو رہی ہے، سوچا کہ دیکھوں منصور بن عمار کیا کہہ رہے ہیں؟ تو اس نے سنا کہ عمار اپنے پاس بیٹھنے والوں سے کچھ طلب کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ کون ہے جو مجھے چار درہم دے تا کہ میں اس کے لئے چار دعائیں کروں؟ غلام نے سوچا کہ ان معصیت کاروں کے لئے طعام وشراب خریدنے سے بہتر ہے کہ یہ چار درہم منصور بن عمار کو دیدوں تا کہ میرے حق میں چار دعائیں کردیں۔

یہ سوچ کر اس نے وہ چار درہم منصور کو دیتے ہوتے کہا: میرے حق میں چار دعائیں کردو، اس وقت منصور نے سوال کیا کہ تمہاری دعائیں کیا کیا ہیں بیان کرو، اس نے کہا: پہلی دعا یہ کرو کہ خدا مجھے غلامی کی زندگی سے آزاد کردے، دوسری دعا یہ ہے کہ میرے مالک کو توبہ کی توفیق دے، اور تیسری دعا یہ کہ یہ چار درہم مجھے واپس مل جائیں، اور چوتھی دعا یہ کہ مجھے اور میرے مالک اور اس کے اہل مجلس کو معاف کردے۔

چنانچہ منصور نے یہ چار دعائیں اس کے حق میں کیں اور وہ غلام خالی ہاتھ اپنے آقا کے پاس چلا گیا۔

اس کے آقا نے کہا: کہاں تھے؟ غلام نے کہا: میں نے چار درہم دے کر چار دعائیں خریدی ہیں، تو آقا نے سوال کیا وہ

---

[1] بحارالانوار: 2891، باب 28، حدیث: 14؛ مستدرک الوسائل: 2305، باب 35، حدیث 5762

چار دعائیں کیا کیا ہیں کیا بیان تو کر؟ تو غلام نے کہا: پہلی دعا یہ تھی کہ میں آزاد ہو جاؤں، تو اس کے آقا نے کہا جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو، اس نے کہا: دوسری دعا یہ تھی کہ میرے آقا کو توبہ کی توفیق ہو، اس وقت آقا نے کہا: میں توبہ کرتا ہوں، اس نے کہا: تیسری دعا یہ کہ ان چار درہم کے بدلے مجھے چار درہم مل جائیں، چنانچہ یہ سن کر اس کے آقا نے چار درہم عنایت کردئے، اس نے کہا: چوتھی دعا یہ کہ خدا مجھے، میرے مالک اوراس کے اہل محفل کو بخش دے، یہ سن کر اس کے آقا نے کہا: جو کچھ میرے اختیار میں تھا میں نے اس کو انجام دیا، تیری، میری اور اہل مجلس کی بخشش میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ چنانچہ اسی رات اس نے خواب میں دیکھا کہ ھاتف غیبی کی آواز آئی کہ اے میرے بندے! تو نے اپنے فقر و ناداری کے باوجود اپنے وظیفہ پر عمل کیا، کیا ہم اپنے بے انتہا کرم کے باوجود اپنے وظیفہ پر عمل نہ کریں، ہم نے تجھے، تیرے غلام اور تمام اہل مجلس کو بخش دیا۔[1]

آہ، ایک سودمند تائب

ایک ولی خدا کے زمانہ میں ایک شخص بہت زیادہ گناہگار تھا جس نے اپنی تمام زندگی لھو ولعب اور بے ہودہ چیزوں میں گزاری تھی اور آخرت کے لئے کچھ بھی زادہ راہ جمع نہ کی۔

نیک اور صالح لوگوں نے اس سے دوری اختیار کرلی، اور وہ نیک لوگوں سے کوئی سروکار نہ رکھتا تھا، آخر عمر میں اس نے جب اپنے کارناموں کو ملاحظہ کیا اور اپنی عمر کا ایک جائزہ لیا، اسے امید کی کرن نہ ملی، باغ عمل میں کوئی شاخ گل نہ تھی، گلستان اخلاق میں شفا بخش کوئی پھول نہ تھا، یہ دیکھ کر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور دل کے ایک گوشے سے آہ نکل پڑی، اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، توبہ اور استغفار کے عنوان سے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

يَامَنْ لَهُ الدُّنيا وَالآخِرَةُ إرْحَمْ مَنْ لَيسَ لَهُ الدُّنيا وَالآخِرَةُ۔

اے وہ جو دنیا و آخرت کا مالک ہے، اس شخص کے اوپر رحم کر جس کے پاس نہ دنیا ہے اور نہ آخرت۔

اس کے مرنے کے بعد شہر والوں نے خوشی منائی اور اس کو شہر سے باہر کسی کھنڈر میں پھینک دیا اور اس کے اوپر گھاس پھوس ڈال دی۔

اسی موقع پر ایک ولی خدا کو عالم خواب میں حکم ہوا کہ اس کو غسل و کفن دو اور متقی افراد کے قبرستان میں دفن کرو۔

عرض کیا: اے دوجہاں کے مالک! وہ ایک مشہور و معروف گناہگار و بدکار تھا، وہ کس چیز کی وجہ سے تیرے نزدیک عزیز اور محبوب بن گیا اور تیری رحمت و مغفرت کے دائرہ میں آگیا ہے؟ جواب آیا:

اس نے اپنے کو مفلس اور دردمند دیکھا تو ہماری بارگاہ میں گریہ وزاری کیا، ہم نے اس کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا ہے۔

---

[1] محجۃ البیضاء: ۷، ص 267، کتاب الخوف والرجاء۔

کون ایسا دردمند ہے جس کے درد کا ہم نے علاج نہ کیا ہو اور کون ایسا حاجت مند ہے جو ہماری بارگاہ میں روئے اور ہم اس کی حاجت پوری نہ کریں، کون ایسا بیمار ہے جس نے ہماری بارگاہ میں گریہ وزاری کیا ہو اور ہم نے اس کو شفا نہ دی ہو؟[1]

توبہ کے ذریعہ مشکلات کا دور ہونا

جابر جعفی مکتب اہل بیت علیہم السلام کے معتبر ترین راویوں میں سے تھے، وہ حضرت رسول اکرم سے روایت کرتے ہیں: تین مسافر سفر کرتے ہوتے ایک پہاڑ کی غار میں پہنچے، وہاں پر عبادت میں مشغول ہوگئے، اچانک ایک پتھر اوپر سے لڑھک کر غار کے دھانے پر آلگا اسے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دروازہ بند کرنے کے لئے ہی بنایا گیا ہو، چنانچہ ان لوگوں کو وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ دکھائی نہ دیا!

پریشان ہو کر یہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے: خدا کی قسم یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، مگر یہ کہ خدا ہی کوئی لطف و کرم فرمائے، کوئی نیک کام کریں، خلوص کے ساتھ دعا کریں اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔

ان میں سے پہلا شخص کہتا ہے: پالنے والے! تو (تو جانتا ہے) کہ میں ایک خوبصورت عورت کا عاشق ہوگیا تھا بہت زیادہ مال و دولت اس کو دیا تا کہ وہ میرے ساتھ آجائے، لیکن جونہی اس کے پاس گیا، دوزخ کی یاد آگئی جس کے نتیجہ میں اس سے الگ ہوگیا؛ پالنے والے! اسی عمل کا واسطہ ہم سے اس مصیبت کو دور فرما اور ہمارے لئے نجات کا سامان فراہم فرمادے، بس جیسے ہی اس نے یہ کہا تو وہ پتھر تھوڑا سا کھسک گیا ہے۔

دوسرے نے کہا: پالنے والے! تو جانتا ہے کہ ایک روز میں کھیتوں میں کام کرنے کے لئے کچھ مزدور لایا، آدھا درہمان کی مزدوری معین کی، غروب کے وقت ان میں سے ایک نے کہا: میں نے دو مزدوروں کے برابر کام کیا ہے لہٰذا مجھے ایک درہم دیجئے، میں نے نہیں دیا، وہ مجھ سے ناراض ہو کر چلا گیا، میں نے اس آدھے درہم کا زمین میں بیج ڈالدیا، اور اس سال بہت برکت ہوئی۔ ایک روز وہ مزدور آیا اور اس نے اپنی مزدوری کا مطالبہ کیا، تو میں نے اس کو اٹھارہ ہزار درہم دیئے جو میں نے اس زراعت سے حاصل کئے تھے، اور چند سال تک اس رقم کو رکھے ہوتے تھا، اور یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے انجام دیا تھا، تجھے اسی کام کا واسطہ ہم کو نجات دیدے۔ چنانچہ وہ پتھر تھوڑا اور کھسک گیا۔

تیسرے نے کہا: پالنے والے! (تو خوب جانتا ہے کہ) ایک روز میرے ماں باپ سو رہے تھے میں ان کے لئے کسی ظرف میں دودھ لے کر گیا، میں نے سوچا کہ اگر یہ دودھ کا ظرف زمین پر رکھ دوں تو کہیں والدین جاگ نہ جائیں، اور میں نے ان کو خود نہیں اٹھایا بلکہ وہ دودھ کا ظرف لئے کھڑا رہا یہاں تک کہ وہ خود سے بیدار ہوں۔ پالنے والے تو خوب جانتا ہے کہ میں نے

---

[1] منہج الصادقین، ج8 ص110۔

وہ کام اور وہ زحمت صرف تیری رضا کے لئے اٹھائی تھی، پالنے والے اسی کام کے صدقہ میں ہمیں اس مصیبت سے نجات دیدے۔ چنانچہ اس شخص کی دعا سے پتھر اور کھسکا اور یہ تینوں اس غار سے باہر نکل آئے۔[1]

عجیب اخلاق اور عجیب انجام

دور حاضر کی گرانقدر تفسیر المیزان کے فارسی مترجم استاد بزرگوار حضرت آقای سید محمد باقر موسوی ھمدانی صاحب نے 16 شوال بروز جمعہ 9 بجے صبح اس خاکسار سے بیان فرمایا:

گنداب (ھمدان) علاقہ میں ایک شرابی اور بدمعاش شخص تھا جس کا نام علی گندابی تھا۔

اگر چہ یہ دینی مسائل پر کوئی توجہ نہیں رکھتا تھا اور ہمیشہ بدمعاشوں اور گناہگاروں کے ساتھ رہتا تھا، لیکن بعض اخلاقی چیزیں اس میں نمایاں تھی۔

ایک روز شہر کے بہترین علاقے میں اپنے ایک دوست کے ساتھ چائے کے ہوٹل میں بینچ پر چائے پینے کے لئے بیٹھا ہوا تھا۔

اس کے صحت مند جسم اور خوبصورت چہرہ میں نھایت کشش پائی جاتی تھی۔

مخملی ٹوپی لگائے ہوتے تھا جس سے اس کی خوبصورتی میں مزید نکھار آیا ہوا تھا، لیکن اچانک اس نے اپنی ٹوپی سر سے اتاری اور پیروں کے نیچے مسلنے لگا، اس کے دوست نے کہا: ارے! تم یہ کیا کررہے ہو؟ جواب دیا: ذرا ٹھہرو، اتنے بے صبرے مت بنو، بہر حال تھوڑی دیر بعد اس نے ٹوپی کو اٹھایا اور پھر اوڑھ لی۔ اور کہا: اے میرے دوست ابھی ایک شوہر دار جوان عورت یہاں سے گزر رہی تھی اگر مجھے اس ٹوپی کے ساتھ دیکھتی تو شاید یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتی کہ یہ شخص تو میرے شوہر سے بھی زیادہ خوبصورت ہے، اور وہ اپنے شوہر سے خشک رویہ اختیار کرتی، میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنی اس چمک دار ٹوپی کی وجہ سے ایک میاں بیوی کے تعلقات کو تلخ کردوں۔

ہمدان میں ایک مشہور و معروف ذاکر جناب شیخ حسن بھی تھے جو واقعاً ایک متقی اور دیندار شخصیت تھے، موصوف فرماتے ہیں: حقیر عاشور کے دن عصر کے وقت حصار نامی محلہ میں مجلس پڑھنے کے لئے گیا ہوا تھا لیکن واپسی میں دیر ہوگئی شہر کے دروازہ پر پہنچا تو دروازہ بند ہو چکا تھا، میں نے دروزاہ کھٹکھٹایا تو علی گندابی کی آواز سنی جو شراب کے نشہ میں مست تھا اور زور زور کہہ رہا تھا: کون ہے کون ہے؟

میں نے کہا: میں شیخ حسن ذاکر حسین علیہ السلام ہوں، چنانچہ اس نے دروازہ کھولا اور چلا کر کہا: اتنے وقت کہاں تھے؟ میں نے کہا: حصار محلہ میں امام حسین علیہ السلام کی مجلس پڑھنے کے لئے گیا ہوا تھا، یہ سن کر اس نے کہا: میرے لئے بھی مجلس پڑھو، میں نے

---

[1] نور الثقلین، ج 3 ص 249۔

کہا: مجلس کے لئے منبر اور سننے والے مجمع کی ضرورت ہوتی ہے، اس نے کہا: یہاں پر سب چیزیں موجود ہیں، اس کے بعد وہ شخص سجدہ کی حالت میں ہوا اور کہا: میری پیٹھ منبر ہے اور میں سننے والا ہوں، میری پیٹھ پر بیٹھ کر قمر بنی ہاشم حضرت عباس کے مصائب پڑھو!

خوف کی وجہ سے کوئی چارہ کار نہ تھا اس کی پیٹھ پر بیٹھا اور مجلس پڑھنے لگا، چنانچہ اس نے بہت گریہ کیا، اس کا رونا دیکھ کر میری بھی عجیب حالت ہوگئی، زندگی بھر ایسی حالت نہیں ہوئی تھی، مجلس ختم ہوتے ہی اس کی مستی بھی ختم ہوگئی، اس کے اندر ایک عجیب وغریب انقلاب پیدا ہو چکا تھا!

اس مجلس، گریہ وزاری اور توسل کی برکت سے وہ شخص عتبات عالیہ کی زیارت کے لئے عراق گیا، ائمہ علیہم السلام کی زیارت کی اور اس کے بعد نجف اشرف پہنچا۔

اس زمانہ میں مرزا شیرازی (جنہوں نے تنبا کو کی حرمت کا فتویٰ صادر کیا تھا) نجف اشرف میں قیام پذیر تھے، علی گندابی مرزا شیرازی کی نماز جماعت میں شرکت کیا کرتا تھا اور بالکل ان ہی کے پیچھے اپنا مصلیٰ بچھایا کرتا تھا، اور مدتوں تک اس عظیم الشان مرجع تقلید کی نماز جماعت میں شرکت کرتا رہا۔

ایک روز نماز مغرب وعشاء کے درمیان مرزا شیرازی کو خبر دی گئی کہ فلاں عالم دین کا انتقال ہوگیا، چنانچہ یہ خبر سن کر موصوف نے حکم دیا کہ حرم امام علی علیہ السلام سے متصل دالان میں ان کو دفن کیا جائے، فوراً ہی ان کے لئے قبر تیار کی گئی، لیکن نماز عشاء کے بعد لوگوں نے آکر مرزا شیرازی کو خبر دی: گویا اس عالم دین کو سکتہ ہوا تھا اور اب الحمد للہ ہوش آگیا ہے، لیکن اچانک علی گندابی جانماز پر بیٹھے بیٹھے اس دنیا سے چل بسے، یہ دیکھ کر مرزا شیرازی نے کہا: علی گندابی کو اسی قبر میں دفن کردیا جائے! (شاید یہ اسی کے لئے یہ قبر بنی تھی۔)

ایک کفن چور کی توبہ

معاذ بن جبل روتے ہوتے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آنحضرت کو سلام کیا، آپ نے جواب سلام دیتے ہوتے فرمایا: تمہارے رونے کی وجہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ایک خوبصورت جوان مسجد کے پاس کھڑا ہوا اس طرح رو رہا ہے جیسے اس کی ماں مرگئی ہو، وہ چاہتا ہے آپ سے ملاقات کرے، چنانچہ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو مسجد میں بھیج دو، وہ جوان مسجد میں داخل ہوا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا، آنحضرت نے جواب سلام دیا اور فرمایا: اے جوان! رونے کی وجہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: میں کیوں نہ روؤں حالانکہ میں نے ایسے ایسے گناہ انجام دیئے ہیں کہ خداوند عالم ان میں سے بعض کی وجہ سے مجھے جہنم میں بھیج سکتا ہے، میں تو یہ مانتا ہوں کہ مجھے میرے گناہوں کے بدلے دردناک عذاب دیا جائے اور خداوند عالم مجھے بالکل معاف نہیں کرسکتا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے خدا کے ساتھ شرک کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، میں شرک سے پناہ چاہتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا کسی نفس محترمہ کا قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: خداوند عالم تیرے گناہوں کو بخش دے گا اگرچہ بڑے بڑے پہاڑوں کے برابر ہمیکیوں نہ ہو، اس نے کہا: میرے گناہ بڑے بڑے پہاڑوں سے بھی بڑے ہیں، اس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خداوند عالم تیرے گناہوں کو ضرور بخش دے گا چاہے وہ ساتوں زمین، دریا، درخت، ذرات اور زمین میں دوسری موجوات کے برابر ہمیکیوں نہ ہوں، بے شک تیرے گناہ قابل بخشش ہیں اگرچہ آسمان، ستاروں اورعرش وکرسی کے برابر ہمیکیوں نہ ہوں! اس نے عرض کیا: میرے گناہ ان تمام چیزوں سے بھی بڑے ہیں! پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیض کے عالم میں اسے دیکھا اور فرمایا: اے جوان! تیرے اوپر افسوس ہے! کیا تیرے گناہ زیادہ بڑے ہیں یا تیرا خدا؟

یہ سن کر وہ جوان سجدے میں گر پڑا اور کہا: پاک و پاکیزہ ہے میرا پروردگار، یا رسول اللہ! اس سے بزرگتر تو کوئی نہیں ہے، میرا خدا تو ہر عظیم سے عظیم تر ہے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا بڑے گناہوں کو خدائے بزرگ کے علاوہ بھی کوئی معاف کرسکتا ہے؟ اس جوان نے کہا: نہیں یا رسول اللہ! قسم بخدا نہیں، اور اس کے بعد وہ خاموش ہوگیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے جوان وائے ہو تجھ پر! کیا تو مجھے اپنے گناہوں میں سے کسی ایک گناہ کو بتاسکتا ہے؟ اس نے کہا: کیوں نہیں، میں سات سال سے قبروں کو کھول کر مردوں کو باہر نکالتا ہوں اور ان کا کفن چوری کر لیتا ہوں!

قبیلہ انصار سے ایک لڑکی کا انتقال ہوا، جب لوگ اس کو دفن کر کے واپس آ گئے، میں رات میں گیا، اس کو باہر نکالا، اور اس کا کفن نکال لیا، اس کو برہنہ ہی قبر میں چھوڑ دیا، جب میں واپس لوٹ رہا تھا شیطان نے مجھے ورغلایا، اور اس کے لئے میری شہوت کو ابھارا، شیطانی وسوسہ نے اس کے بدن اور خوبصورتی نے مجھے اپنے جال میں پھنسالیا یہاں تک نفس غالب آ گیا اور واپس لوٹا اور جو کام نہیں کرنا چاہئے تھا وہ کر بیٹھا!!

اس وقت گویا میں نے ایک آواز سنی: اے جوان! روز قیامت کے مالک کی طرف سے تجھ پر وائے ہو! جس دن تجھے اور مجھے اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، ھائے تو نے مجھے مردوں کے درمیان برہنہ کردیا ہے، مجھے قبر سے نکالا، میرا کفن لے چلا اور مجھے جنابت کی حالت میں چھوڑ دیا، میں اسی حالت میں روز قیامت محشور کی جاؤں گی، وائے ہو تجھ پر آتش جہنم کی!

یہ سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز میں پکارا: اے فاسق! یہاں سے دور چلا جا، ڈرتا ہوں کہ تیرے عذاب میں میں بھی جل جاؤں! تو آتش جہنم سے کتنا نزدیک ہے؟!

وہ شخص مسجد سے باہر نکلا، کچھ کھانے پینے کا سامان لیا اور شہر سے باہر پہاڑ کی طرف چل دیا، حالانکہ موٹا اور کھردرا کپڑا پہنے ہوتے تھا، اور اپنے دونوں ھاتھوں کو اپنی گردن سے باندھے ہوتے تھا اور پکارتا جاتا تھا: خداوندا! یہ بھلول تیرا بندہ ہے، ہاتھ بندھے تیری بارگاہ میں حاضر ہے۔ پالنے والے! تو مجھے جانتا ہے، میرے گناہوں کو بھی جانتا ہے، میں آج تیرے پشیمان بندوں کے قافلہ میں ہوں، توبہ کے لئے تیرے پیغمبر کے پاس گیا تھا لیکن اس نے بھی مجھے دور کردیا ہے، پالنے والے تجھے تیری عزت و

جلال اور سلطنت کا واسطہ کہ مجھے نا امید نہ کرنا، اے میرے مولا و آقا! میری دعا کو ردّ نہ کرنا اور اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا۔

وہ چالیس دن تک دعا و مناجات اور گریہ وزاری کرتا رہا، جنگل کے درندے اور حیوانات اس کے رونے سے روتے تھے! جب چالیس دن ہو گئے تو اپنے دونوں ھاتھوں کو بلند کر کے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: پالنے والے! اگر میری دعا قبول اور میرے گناہ بخش دیئے گئے ہوں تو اپنے پیغمبر کو اس کی خبر دے دے، اور اگر میری دعا قبول نہ ہوئی ہو اور میرے گناہ بخشے نہ گئے ہوں نیز مجھ پر عذاب کرنے کا ارادہ ہو تو میرے اوپر آتش نازل فرما تا کہ میں جل جاؤں یا کسی دوسری عقوبت میں مبتلا کر دے تا کہ میں ہلاک ہو جاؤں، بہرحال قیامت کی ذلت ورسوائی سے مجھے نجات دیدے۔

چنانچہ اس موقع پر درج ذیل آیات نازل ہوئیں:

"وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ"۔ [۱]

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی نمایاں گناہ کرتے ہیں یا اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں تو خدا کو یاد کر کے اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہیں اور خدا کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اور وہ اپنے کئے پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔

"اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْھَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ"۔ [۲]

یہی وہ لوگ ہیں جن کی جزا مغفرت ہے اور وہ جنت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں اور عمل کرنے کی یہ جزا بہترین جزا ہے۔

ان دونوں آیتوں کے نزول کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے ہوتے ان دو آیتوں کی تلاوت فرماتے ہوتے باہر تشریف لائے اور فرمایا: کوئی ہے جو مجھے اس توبہ کرنے والے جوان تک پہنچائے؟

معاذ بن جبل کہتے ہیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں خبر ملی ہے کہ وہ جوان مدینہ سے باہر پہاڑوں میں چھپا ہوا ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ پہاڑ تک گئے لیکن جب وہ نہ ملا تو پھر پہاڑ کی بلندی پر پہنچے تو اس کو دو پتھروں کے درمیان دیکھا کہ اپنے دونوں ہاتھ گردن سے باندھے ہوتے ہے، گرمی کی شدت سے اس کے چہرہ کا رنگ سیاہ ہو گیا ہے، زیادہ رونے سے اس کی پلکیں گر چکی ہیں اور کہتا جاتا ہے: اے میرے مولا و آقا! میری پیدائش اچھی قرار دی، میرا چہرہ خوبصورت بنایا، میں نہیں جانتا کہ میرے متعلق تیرا کیا ارادہ ہے، کیا مجھے آتش جہنم میں جگہ دے گا یا اپنے جوار رحمت میں جگہ دے گا؟

خدایا! پروردگار! تو نے مجھ پر بہت احسان کئے ہیں اس ناچیز بندے پر تیری نعمتیں سایہ فگن ہیں، میں نہیں جانتا کہ میرا

---

[۱] سورۂ آل عمران آیت 135

[۲] سورۂ آل عمران آیت 136۔

انجام کیا ہوگا، کیا مجھے بہشت میں رکھے گا یا آتش جہنم میں ڈالے گا؟

خدایا! میرے گناہ زمین و آسمان، عرش و کرسی سے بڑے ہیں، میں نہیں جانتا میرے گناہ کو بخش دے گا، یا روز قیامت مجھے ذلیل وخوار کرے گا۔ اس کی زبان پر یہی کلمات جاری ہیں، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں، اور اپنے سر پر خاک ڈالتا جاتا ہے، حیوانات اس کے اردگرد جمع ہیں، پرندوں نے اس کے اوپر سایہ کیا ہوا ہے، اور اس کے ساتھ رو رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے نزدیک آئے اس کے ہاتھوں کو کھولا، اس کے چہرہ کو صاف کیا اور فرمایا: اے بھلول! تجھے بشارت ہو کہ خداوند عالم نے تجھے آتش جہنم سے آزاد کردیا ہے، اور اس کے بعد اصحاب کی طرف رخ کیا اور فرمایا: جس طرح بھلول نے گناہوں کی تلافی کی ہے تم بھی اسی طرح اپنے گناہوں کا جبران اور تلافی کرو، اور اس کے بعد ان دونوں آیات کی تلاوت کی، اور بھلول کو بہشت کی بشارت دی۔ [۱]

فضیل عیاض کی توبہ

فضیل اگرچہ شروع میں ایک راہزن تھا اور اپنے ساتھیوں کی مدد سے قافلوں کو روک کر ان کا مال و دولت چھین لیا کرتا تھا، لیکن فضیل کی مروت و ہمت بلند تھی، اگر قافلہ میں کوئی عورت ہوتی تھی تو اس کا سامان نہیں لیتا تھا، اسی طرح اگر کسی کے پاس کم مال ہوتا تھا اس کو بھی نہیں لیتا تھا، اور جن سے مال و دولت لیتا بھی تھا ان کے پاس کچھ چیزیں چھوڑ دیتا تھا، اسی طرح خدا کی عبادت سے بھی منہ نہیں موڑتا تھا، نماز و روزہ سے غافل نہیں تھا، فضیل کے توبہ کے سلسلہ میں یوں رقمطراز ہے:

فضیل، ایک عورت کا عاشق تھا لیکن اس تک رسائی نہ ہوتی تھی، کبھی کبھی اس عورت کے گھر کے پاس کی دیوار کے پاس جاتا تھا اور اس کی خاطر گریہ وزاری اور نالہ وفریاد کیا کرتا تھا، ایک رات کا واقعہ ہے کہ ایک قافلہ وہاں سے گزر رہا تھا اور اس قافلہ میں ایک شخص قرآن پڑھ رہا تھا چنانچہ اس نے جب یہ آیت پڑھی:

"اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ..."۔ [۲]

کیا صاحبان ایمان کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دل ذکر خدا اور اس کی طرف سے نازل ہونے والے حق کے لئے نرم ہو جائیں۔

فضیل اس آیت کو سن کر دیوار سے گر پڑے اور کہا: پالنے والے! کیوں نہیں وہ وقت آ گیا بلکہ اس کا وقت گزر گیا ہے، شرمندہ، پشیمان، حیران و پریشان اور گریہ وزاری کرتے ہوتے ایک ویرانہ کی طرف نکل پڑا، اس ویرانہ میں ایک قافلہ رکا ہوا تھا، جہاں پر لوگ آپس میں کہہ رہے تھے: چلو چلتے ہیں، سامان تیار کرو، دوسرا کہتا تھا: ابھی چلنے کا وقت نہیں ہوا ہے، کیونکہ ابھی فضیل

---

[۱] امالی شیخ صدوق: 42، مجلس 11، حدیث 3؛ بحار الانوار: 2363، باب 20، حدیث 26۔

[۲] سورۂ حدید آیت 16

راستہ میں ہوگا، وہ ہمارا

راستہ روک کر سارا مال و اسباب چھین لے گا، اس وقت فضیل نے پکارا: اے قافلہ والو! تم لوگوں کو بشارت ہے کہ اس خطرناک چور اور کم بخت راہزن نے توبہ کر لی ہے!

غرض اس نے توبہ کی اور توبہ کے بعد ان لوگوں کو تلاش کرنا شروع کیا جن کا مال چھینا یا چوری کیا تھا اور ان سے معافی مانگی[1]

چنانچہ ایک مدت کے بعد وہ بہت بڑے اور حقیقی عارف بن گئے اور لوگوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہو گئے جن کے حکمت آمیز کلمات اب بھی تاریخ میں موجود ہیں۔

تین توبہ کرنے والے مسلمان

جس وقت جنگ تبوک کا مسئلہ پیش آیا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین صحابی؛ کعب بن مالک، مرارۃ بن ربیع اور ھلال بن امیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باطل کے خلاف میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

اور اس کی وجہ ان کی سستی، کاھلی اور آرام طلبی کے علاوہ اور کچھ بھی نہ تھی، لیکن جب لشکر اسلام مدینہ سے روانہ ہو گیا تو یہ تینوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ جانے کی وجہ سے پشیمان اور شرمندہ ہوئے۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ تبوک سے مدینہ واپس پلٹے، یہ تینوں افراد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی زبان سے عذر خواہی کی اور ندامت کا اظہار کیا لیکن آنحضرت نے ایک حرف بھی ان سے نہ کہا، اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ کوئی بھی ان سے کلام نہ کرے۔

نوبت یہاں تک آئی کہ ان کے اہل و عیال بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم بھی ان لوگوں سے دور ہو جائیں اور ان سے کلام نہ کریں!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اجازت نہ دی اور فرمایا کہ تم لوگ بھی ان کے قریب مت جاؤ اور نہ ان سے کلام کرو۔

مدینہ شہر میں ان کے رہنے کے لئے جگہ باقی نہ رہی ہر طرف سے ان کا بائیکاٹ ہونے لگا، یہاں تک کہ ان لوگوں نے اس مشکل سے نجات پانے کے لئے مدینہ کی پہاڑیوں پر پناہ لے لی۔

ان تمام مشکلات کے علاوہ ایک دوسرا جھٹکا یہ لگا جیسا کہ کعب کا بیان ہے: میں مدینہ کے بازار میں غم و اندوہ کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا، اسی اثنا میں ایک عیسائی مجھے تلاش کرتا ہوا میرے قریب آیا، تو جیسے ہی مجھے پہچانا سلطان غسّان کا خط مجھے دیا، جس میں لکھا ہوا تھا: اگر تمہارے پیغمبر نے تمہارا بائیکاٹ کر دیا ہے تو تم ہمارے یہاں آجاؤ، کعب کے دل میں آگ لگ گئی اور کہا: خدایا!

---

[1] تذکرۃ الاولیاء، ص79۔

نوبت یہ آگئی ہے کہ دشمنان اسلام بھی میرے بارے میں سوچنے پر تیار ہیں!

بہرحال بعض رشتہ داران کے لئے کھانا لے جایا کرتے تھے لیکن کھانا ان کے سامنے رکھ دیا کرتے تھے لیکن ان سے کلام نہیں کرتے تھے۔

توبہ قبول ہونے کا بہت انتظار کیا کہ خداوند عالم کی طرف سے کوئی آیت یا کوئی نشانی آئے تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان کی توبہ قبول ہوگئی ہے، چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے کہا: تمام لوگوں نے یہاں تک کہ خود ہمارے گھر والوں نے بھی ہم سے قطع تعلق کرلیا ہے آؤ ہم بھی ایک دوسرے سے قطع تعلق کرلیں، شاید خداوند عالم کی بارگاہ میں ہماری توبہ قبول ہوجائے۔

چنانچہ وہ سب ایک دوسرے سے جدا ہوگئے، اوران میں سے ہر ایک الگ الگ پہاڑ کے گوشوں میں چلا گیا، خدا کی بارگاہ میں گریہ وزاری اور نالہ وفریاد کی، اس کی بارگاہ میں شرمندگی کے ساتھ آنسو بھائے، تواضع وانکساری کے ساتھ سجدہ میں سر رکھا اور اپنے ٹوٹے ہوتے دلوں سے طلب مغفرت کی، غرض پچاس دن توبہ واستغفار اور گریہ وزاری کے بعد درج ذیل آیہ شریفہ ان کی توبہ قبول ہونے کے لئے بشارت بن کر نازل ہوئی:[1]

"وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ"۔ [2]

اور اللہ نے ان تینوں پر بھی رحم کیا جو جہاد سے پیچھے رہ گئے یہاں تک کہ زمین جب اپنی وسعتوں سمیت ان پر تنگ ہوگئی اور ان کے دم پر بن گئی اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب اللہ کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں ہے، تو اللہ نے ان کی طرف توجہ فرمائی کہ وہ توبہ کرلیں اس لئے کہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حرّ بن یزید ریاحی کی توبہ

حرّ بن یزید ریاحی پہلے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ نہ تھا، لیکن آخر کار امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوگئے، حرّ ایک جوان اور آزاد انسان تھا، اس بے معنی جملہ المامور معذور (یعنی مامور معذور ہوتا ہے) پر عقیدہ نہیں تھا، ظالم حکمراں کے حکم کی مخالفت کی اور اس سے مقابلہ کے لئے قیام کیا، اور استقامت کی یہاں تک کہ شھادت کے درجہ پر فائز ہوگئے۔

حرّ کا شمار کوفہ میں لشکر یزید کے عظیم کے سرداروں میں ہوتا تھا اور عرب کے مشہور خاندان سے اس کا تعلق تھا، امیر کوفہ نے اس کی موقعیت سے فائدہ اٹھایا اور حر کو ایک ہزار کے لشکر کا سردار بنادیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ کردیا تاکہ امام کو گرفتار کرکے کوفہ لے آئے۔

---

[1] تفسیر صافی: 2386 (مندرجہ ذیل آیت سورۂ توبہ نمبر 118)۔

[2] سورۂ توبہ آیت 118۔

کھتے ہیں: جس وقت حر کولشکر کی سرداری حکم نامہ دیا گیا اور ابن زیاد کے محل سے باہر نکلا، تو اس کو ایک آواز سنائی دی: اے حرؓ تیرے لئے جنت کی بشارت ہے، حر نے مڑکر دیکھا تو کوئی نہیں دکھائی دیا، چنانچہ اس نے خود سے کہا: یہ کیسی بشارت ہے؟ جو شخص حسین سے جنگ کے لئے جارہا ہو اس کے لئے یہ جنت کی بشارت کیسے؟!

حرؓ ایک مفکر اور دقیق انسان تھا کسی کی اندھی تقلید نہیں کرتا تھا وہ ایسا شخص نہ تھا جو مقام منصب کے لالچ میں اپنے ایمان کو بیچ ڈالے، بعض لوگ جتنے بلند مقام پر پہنچ جاتے ہیں وہ حاکم کی اطاعت گزاری میں اپنی عقل کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں، اپنے ایمان کو بیچ ڈالتے ہیں، اور صحیح تشخیص نہیں دے پاتے، اوپر والے حاکم جس چیز کو صحیح کہتے ہیں وہ بھی صحیح کہہ دیتے ہیں، اور جس چیز کو بُرا مانتے ہیں، اس کو برا شمار کرنے لگتے ہیں، وہ گمان کرتے ہیں کہ اوپر والے حاکم خطا و غلطی نہیں کرتے، جو کچھ بھی کہتے ہیں صحیح ہوتا ہے، لیکن حرؓ ایسا نہیں تھا، غور وفکر کرتا تھا اور اندھی تقلید اور بے جا اطاعت نہیں کرتا تھا۔

صبح کے وقت حرؓ کی سرداری میں ایک ہزار کا لشکر کوفہ سے روانہ ہوا، عربستان کے بیابان کا راستہ اختیار کیا ایک گرمی کے عالم میں روز ظہر کے وقت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔

حرؓ پیاسا تھا، اس کا لشکر بھی پیاسا تھا، گھوڑے بھی پیاسے تھے اس علاقہ میں کہیں کہیں پانی بھی نہیں ملتا تھا ایسے موقع پر اگر حضرت امام حسین علیہ السلام پانی نہ پلاتے تو وہ اور اس کا لشکر خود بخود مرجاتا، اور بغیر جنگ کئے ایک کامیابی حاصل ہوجاتی، لیکن آپ نے ایسا نہ کیا اور دشمن سے دشمنی کرنے کے بجائے اس کے ساتھ نیکی کی اور اپنے جوانوں سے فرمایا:

حرؓ پیاسا ہے کہ اس کو پانی پلاؤ، اس کا لشکر بھی پیاسا ہے اس کو بھی پانی پلاؤ اور ان کے گھوڑے بھی پیاسے ہیں ان ہیں بھی سیراب کرو۔ جوانوں نے امامؑ کی اطاعت کی، حر اور اس کے لشکر یہاں تک کہ ان کے گھوڑوں کو بھی سیراب کیا۔

ادھر نماز کا وقت ہوگیا موذن نے اذان دی، امامؑ نے مؤذن سے فرمایا: اقامت کھو، اس نے اقامت کھی، امام حسین علیہ السلام نے حرؓ سے فرمایا: کیا تم اپنے لشکر والوں کے ساتھ نماز ادا کروگے؟! حرؓ نے کہا: نہیں، میں تو آپ کے ساتھ نماز پڑھوں گا!

ایک طاقتور سردار کی جانب سے یہ جملہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ حر کا اپنے اور اپنے لشکریوں پر کس قدر کنٹرول تھا کہ خود بھی امام حسین علیہ السلام کے سامنے تواضع وانکساری کے ساتھ پیش آئے اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کام پر آمادہ کیا۔

حرؓ کا یہ ادب، توفیق کی ایک کرن تھی جس کی بنا پر ایک اور توفیق حاصل ہوگی، جس سے نفس پر غلبہ کے لئے روز بروز طاقت حاصل ہوگی، اور اس کو اس قدر طاقتور بنادے گی کہ جس وقت انقلاب آئے تو اور تیس ہزار لشکر کے مقابلہ میں اپنے فیصلہ پر قائم رہے اور اپنے حیثیت کو باقی رکھے اور اپنے نفس پر غالب ہوجائے۔

گویا حرؓ کے اندر ادب اور طاقت کے دو ایسے پہلو موجود تھے، جو ہر ایک اپنی جگہ ان صفات کے حامل کو ان صفات کی دنیا میں بادشاہ بنادیتا ہے، پس جس کے اندر یہ دونوں صفتیں پائی جائیں تو وہ طاقت اور ادب کی دنیا کا مالک بن جاتا ہے۔

حرّ بن یزید ریاحی کا یہ سب سے پہلا روحانی اور معنوی فیصلہ تھا کہ امامؑ کے ساتھ نماز جماعت ادا کرے، اور اس سردار کا نماز جماعت میں شریک ہونا گویا حاکم سے لاپرواہی کا ایک نمونہ تھا۔

لیکن حرّ کے لشکر کی یہ نماز اہل کوفہ کے تضاد اور ٹکراؤ کی عکاسی کر رہی تھی کیونکہ ایک طرف تو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کی امامت اور پیشوائی کا اقرار کر رہے ہیں، دوسری طرف یزید کی فرمانبرداری کر رہے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کے قتل کے درپے ہیں!

اہل کوفہ نے نماز عصر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ پڑھی، نماز مسلمان ہونے اور پیغمبر اسلام کی پیروی کی نشانی ہے۔

کوفیوں نے نماز پڑھی، کیونکہ مسلمان تھے، کیونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار تھے، لیکن فرزند رسول، وصی رسول اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری نشانی کو قتل کر دیا! یعنی کیا مطلب؟ کیا یہ تضاد اور ٹکراؤ دوسرے لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے؟

نماز عصر کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کو خطاب کرتے ہوتے اس طرح بیان فرمایا:

خدا سے ڈرو، اور یہ جان لو کہ حق کدھر ہے تاکہ خدا کی خوشنودی حاصل کر سکو۔ ہم اہل بیت پیغمبر ہیں، حکومت ہمارا حق ہے نہ کہ ظالم وستمگر کا حق، اگر حق نہیں پہچانتے، اور ہمیں خطوط لکھ کر اس پر وفا نہیں کرتے تو مجھے تم سے کوئی مطلب نہیں ہے، میں واپس چلا جاتا ہوں۔

حرّ نے کہا: مجھے خطوط کی کوئی خبر نہیں ہے، امامؑ نے خطوط منگوائے اور حرّ کے سامنے رکھ دئے، یہ دیکھ کر حرّ نے کہا: میں نے کوئی خط نہیں لکھا ہے، میں یہیں سے آپ کو امیر کے پاس لے چلتا ہوں، امامؑ نے فرمایا: تیری آرزو کے آگے موت تجھ سے زیادہ نزدیک ہے، اس کے بعد اپنے اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا: سوار ہو جاؤ، چنانچہ وہ سوار ہو گئے، اور اہل حرم کے سوار ہونے کا انتظار کرنے لگے، سوارے ہونے کے بعد واپس ہونا چاہتے تھے لیکن حر کے لشکر نے راستہ روک لیا۔

امام حسین علیہ السلام نے حرّ سے کہا: تیری ماں تیری عزا میں بیٹھے، تو کیا چاہتا ہے؟ حرّ نے کہا: اگر عرب کا کوئی دوسرا شخص مجھے یہ بات کہتا اور آپ جیسی حالت میں ہوتا تو میں اس کو کبھی نہ چھوڑتا اور اس کی ماں کو اس کی عزا میں بٹھا دیتا، چاہے جو ہوتا، لیکن خدا کی قسم مجھے یہ حق نہیں ہے کہ آپ کی ماں کا نام (اسی طرح) لوں، مگر یہ کہ نیکی اور احسان سے۔

وَلَكِنْ وَاللهِ مَا لِي إِلَى ذِكْرِ أُمِّكَ مِنْ سَبِيلٍ إِلَّا بِأَحْسَنِ مَا يُقْدِرُ عَلَيْهِ۔ [1]

اس کے بعد حر نے کہا: مجھے آپ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں ہے، آپ ایسا راستہ اختیار کر سکتے ہیں کہ نہ مدینہ جاتا ہو اور نہ کوفہ، شاید اس کے بعد کوئی ایسا حکم آئے کہ میں اس مشکل سے نجات پا جاؤں، اور اس کے بعد قسم کھا کر امام حسین علیہ السلام سے کہا کہ یا اباعبداللہ! اگر جنگ کریں گے تو قتل ہو جائیں گے۔

چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ تمہارا انجام کار یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ مجھے قتل کرنے کی

---

[1] ارشاد القلوب: 802؛ اعلام الوری: 232، الفصل الرابع۔

فکر میں ہو! اس کے بعد دونوں لشکر روانہ ہو گئے، راستہ میں کوفہ سے آنے والے امام حسین علیہ السلام کے مددگار آ پہنچے، حرّ نے ان کو گرفتار کر کے کوفہ بھیج دینے کا ارادہ کیا، امام حسین علیہ السلام نے روکتے ہوتے فرمایا: میں ان کا بھی دفاع کروں گا، جس طرح اپنی جان کا دفاع کرتا ہوں، یہ سن کر حرّ نے اپنا حکم واپس لے لیا، اور وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے۔

آخر کار امام حسین علیہ السلام کو کربلا میں گھیر لائے، یزید کی فوج دستہ دستہ امام حسین علیہ السلام کے قتل کے لئے کربلا میں جمع ہونے لگی، اور اس فوج کی تعداد بڑھتی گئی، عمر سعد یزیدی لشکر کا سردار تھا حرّ بھی سپاہ یزید کے سرداروں میں سے ایک تھا۔

جس وقت عمر سعد جنگ کے لئے تیار ہو گیا، حرّ کو اس بات کا یقین نہ تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار، فرزند رسول پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے، چنانچہ حر، عمر سعد کے پاس گیا اور سوال کیا: کیا واقعاً (امام) حسین سے جنگ ہوگی؟ عمر سعد نے کہا: ہاں ہاں! بڑی گھمسان کی جنگ ہوگی، حرّ نے کہا: کیوں (امام) حسین کی پیشکش کو قبول نہ کیا؟ عمر سعد نے کھا: مجھے مکمل اختیار نہیں ہے اگر مجھے اختیار ہوتا تو قبول کر لیتا، پورا اختیار امیر کے ھاتھوں میں ہے، المامور معذور!

حرّ نے اپنا ارادہ مضبوط کر لیا کہ مجھے امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہونا ہے، البتہ یزیدی فوج کو اس بات کی خبر نہ ہو، اپنے پاس کھڑے چچازاد بھائی سے کہا: کیا تو نے اپنے گھوڑے کو پانی پلا لیا ہے؟ قرہ نے جواب دیا: نہیں، حرّ نے کہا: کیا اس کو پانی نہیں پلائے گا؟ قرہ نے اس سوال سے کچھ اس طرح اندازہ لگایا کہ حر جنگ نہیں کرنا چاہتا لیکن اپنی بات کسی پر ظاہر کرنا بھی نہیں چاہتا، شاید کوئی جا کر خبر کر دے، لہٰذا اس نے اس طرح جواب دیا: ٹھیک ہے میں گھوڑے کو پانی پلاتا ہوں اور حر سے دور چلا گیا۔

مہاجر، حرّ کا دوسرا چچازاد بھائی حر کے پاس آیا اور کہا: کیا ارادہ ہے، کیا حسین پر حملہ کرنا چاہتا ہے؟

حر نے اس کو کوئی جواب نہ دیا، اور اچانک درخت بید کی طرح لرزنے لگا، جیسے ہی مھاجر نے اس کی یہ حالت دیکھی تو بہت تعجب کیا اور کہا: اے حر تیرے کام انسان کو شک میں ڈال دیتے ہیں، میں نے اس سے پہلے تیری یہ حالت کبھی نہیں دیکھی تھی، اگر کوئی مجھ سے پوچھتا کہ کوفہ میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر کون شخص ہے؟ تو میں تیرا نام لیتا، لیکن آج یہ تیری کیا حالتہو رہیہے؟

حرّ نے زبان کھولی اور کھا: میں دوراہہ پر کھڑا ہوں میں اپنے کو جنت و دوزخ کے درمیان پا رہا ہوں، اور پھر کہا: خدا کی قسم، کوئی بھی چیز جنت کے مقابلہ میں نہیں ہے، میں جنت کو نہیں کھو سکتا، چاہے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں یا مجھے آگ میں جلا ڈالیں، یہ کہہ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گیا۔

حر کا جنت و دوزخ پر یقین تھا وہ روز قیامت پر ایمان رکھتا تھا، یہی معنی ہے روز قیامت پر ایمان رکھنے کے۔

صاحبان دل جانتے ہیں کہ ایک لمحہ کے اندر انسان کے دل میں کیا کیا محل تیار ہوتے ہیں، باتیں بنانے والے کیا کیا کہتے ہیں اور ایک شجاع انسان کو قطعی فیصلہ لینا ہوتا ہے، اور اسی کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے اور یقیناً اس پر تدبیر اور ہوشیاری سے عمل کرنا ہوتا ہے تاکہ راستہ میں کوئی رکاوٹ اور مانع پیش نہ آجائے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام وہ عظیم الشان سرباز تھے جنہوں نے تنہا دشمن کا مقابلہ کیا ہے اور اس طرح دشمن کے اہداف کو ناکام کیا

کہ دشمن ان کی نیت سے آگاہ ہو گیا۔

حر نے بھی اپنے سامنے دونوں راستوں کو واضح پایا اور ان میں سے ایک کو عملی جامہ پہنانے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ دیکھا، اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہے ان کے ارادوں کو فقط پروبال کی ضرورت تھی تاکہ شکاریوں کے تیر سے بچ کر نکل سکیں۔

حر کے قدم دشمن کے جال سے نکل چکے تھے، وہ دنیاداری کو پیچھے چھوڑ چکے تھے، مقام وریاست اور جاہ وجلال سب پیچھے رہ گئے تھے اس وقت اگر قدموں میں تھوڑا سا ثبات موجود ہو تو تمام آفات سے بھی گزر جائیں گے، ان کو یاد آیا کہ اس راستہ میں کوئی مشکل وآفت بھی نہیں ہے، اگر مجاہد اپنے گھر سے قدم نکالے اور راستہ میں ہی اس کی موت آجائے اور مقصد تک پہنچنے سے پہلے ہی اس دنیا سے کوچ کر جائے تو بھی خداوند عالم کا لطف وکرم اس کے شامل حال ہوتا ہے، اور خداوند عالم اس کو جنت الفردوس میں جگہ دیتا ہے۔

حر، جیسا آزاد انسان ان تین مرحلوں سے گزر چکا تھا جو واقعاً جادو تھے۔

1۔ دشمن کی غلامی اور اس کے نفوذ سے۔

2۔ دنیاوی زرق وبرق سے۔

3۔ آفات کے مراحل سے۔

حرؓ کے اندر حق وحقیقت سمجھنے کی طاقت اس حد تک تھی کہ اگر اس کو ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالیں تو بھی راہ حق وحقیقت اور بہشت سے منحرف نہیں کیا جا سکتا۔ اوس نے مہاجرین کو جواب دیتے ہوا کہا: (حرؓ) اپنے کو جنت وجہنم کے درمیان دیکھتا ہے، اس وقت جناب حر نے کہا: خدا کی قسم میں جنت کے مقابلہ میں کسی بھی چیز کو اختیار نہیں کر سکتا، اور اس راستہ سے نہیں ہٹوں گا چاہے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، اور چاہے مجھے آگ میں جلا دیا جائے! اس کے بعد گھوڑے کو ایڑ لگائی اور امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گیا جیسے ہی نزدیک پھونچا اپنی سپر کو اُلٹا کر لیا، امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا: یہ شخص کوئی بھی ہے، امان چاہتا ہے، جو روتا ہوا، گریہ کرتا ہوا اور بے قراری کی صورت میں آرہا ہے۔

حرؓ، امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ تھے ہاتھ اپنے سر پر رکھے ہوتے کہتے جاتے تھے: پالنے والے! تیری بارگاہ میں توبہ کرتے ہوتے حاضر ہو رہا ہوں لہٰذا میری توبہ قبول فرما کیونکہ میں نے تیرے اولیاء اور تیرے پیغمبر کی آل کو رنجیدہ خاطر کیا ہے۔

طبری کہتے ہیں: جیسے ہی حرؓ نزدیک ہوا، اور اس کو پہچان لیا گیا، اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو سلام کیا، اور عرض کی: اے فرزند رسول! خدا مجھے آپ پر قربان کرے، میں نے آپ کا راستہ روکا اور آپ کو واپس نہ پلٹنے دیا، اور آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا، تاکہ آپ کسی محفوظ جگہ میں پناہ گاہ تلاش نہ کر لیں، یہاں تک کہ آپ پر سختی کی اور آپ کو اس کربلا میں روک لیا، اور یہاں بھی آپ پر سختی کی گئی، لیکن اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں، میرا یہ گمان نہیں تھا کہ یہ قوم آپ کی باتوں کو نہیں مانے گی، اور

آپ سے جنگ کے لئے تیار ہوجائے گی۔

میں شروع میں یہ سوچتا تھا کہ کوئی بات نہیں، ان لوگوں کے ساتھ سازش سے کام لیتا رہوں تا کہ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ وہ ان کا مخالف ہوتا جارہا ہے، لیکن اگر خدا کی قسم مجھے یہ گمان ہوتا کہ یہ لوگ آپ کی باتوں کو قبول نہیں کریں گے، تو میں آپ کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا، اب میں آپ کی خدمت میں توبہ کرتے ہوتے اور جانثار کرتے ہوتے حاضر ہوں، تا کہ خدا کی بارگاہ میں توبہ کروں اور اپنی جان آپ پر قربان کردوں۔ میں آپ پر قربان ہونا چاہتا ہوں، کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟!

اس وقت امامؑ نے فرمایا: ہاں خداوند عالم توبہ قبول کرنے والا ہے، تیری توبہ کو قبول کرلے گا اور تجھے بخش دے گا، تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: حرّ بن یزید ریاحی، امامؑ نے فرمایا:

حرّ جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام رکھا تم دنیا و آخرت دونوں میں ہی حرّ (آزاد) ہو[1]

عصر عاشور دو بھائیوں کی توبہ

اسلام میں توبہ یعنی گناہگار کا نادم اور پشیمان ہونا، اپنے کئے ہوتے سے پشیمان ہوکر خدا کی طرف پلٹ جانا، اور یہ راستہ ہمیشہ انسان کے لئے کھلا ہوا ہے؛ کیونکہ مکتب الٰہی امید و رجاء کا دین ہے، مہر و محبت، رحمت کا سرچشمہ اور عشق و وفا کا مرکز ہے۔ امام حسین علیہ السلام رحمت پروردگار کا مکمل آئینہ دار ہیں مخلوق پر رحم و کرم، دوست پر رحم و کرم اور دشمن پر (بھی) رحم و کرم، امام حسین کا وجود مہر و محبت کا مجسمہ تھا آپ کی گفتگو محبت تھی رفتار محبت تھی، جس وقت سے یزیدی لشکر آپ کے ساتھ ہوا اسی وقت سے آپ کی کوشش رہی کہ ان کو ہدایت فرمائیں، اور وہ صراط مستقیم کو اپنالیں، حتی الامکان آپ نے راہنمائی فرمائی اور ان کے سلسلے میں خیر خواہی سے کام لیتے رہے۔

جنگ سے پہلے کوشش کی، میدان جنگ میں کوشش کی اور اپنی رفتار و گفتار سے کوشش کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں میں ہدایت کی صلاحیت تھی ان کو ہدایت کی اور ان کو جہنم سے نکال کر مستحق بہشت کردیا۔

امام حسین علیہ السلام کی آخری دعوت اس وقت تھی جب آپ تن تنہا رہ گئے جس وقت آپ کے تمام اصحاب و اعزاء شہید ہوگئے، اس وقت کوئی نہ تھا، امامؑ نے استغاثہ بلند کیا اور فرمایا: کیا ہمارا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے؟ کیا کوئی ہے جو پیغمبر کے اہل حرم کا دفاع کرے:

أَلَا نَاصِرٌ يَنْصُرُنَا؟ أَمَا مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولَ اللّٰه۔

اس آواز نے سعد بن حرث انصاری اور اس کے بھائی ابوالحتوف بن حرث کو خواب غفلت سے بیدار کردیا، یہ دونوں انصار سے تعلق رکھتے تھے، نیز ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھے لیکن آل محمد سے کوئی سروکار نہ تھا، دونوں دشمنان علی میں سے تھے،

---

[1] عنصر شجاعت، ج 3 ص 54؛ پیشوای شہیدان ص 239۔

جنگ نہروان میں ان کا نعرہ یہ تھا: حکومت کا حق صرف خداوند عالم کو ہے، گناہگار کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

کیا حسین گناہگار ہیں لیکن یزید گناہگار نہیں ہے؟

یہ دونوں بھائی عمر سعد کے لشکر میں (امام) حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے اور اور آپ کے قتل کے لئے کوفہ سے کربلا آئے تھے، روز عاشورا جب جنگ کا آغاز ہوا تو یہ دونوں یزید کی فوج میں تھے، جنگ شروع ہوگئی خون بہنے لگا، لیکن یہ لوگ یزید کے لشکر میں تھے، امام حسین علیہ السلام تن تنہا رہ گئے یہ لوگ یزید کی فوج میں تھے، لیکن جس وقت امام حسین علیہ السلام نے استغاثہ بلند کیا تو یہ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہو گئے، اور خود سے کہنے لگے: حسین فرزند پیغمبر ہیں، ہم روز قیامت ان کے نانے کی شفاعت کے امیدوار ہیں، یہ سوچ کر دونوں یزید کی فوج سے نکل آئے اور حسینی بن گئے، جیسے امام حسین کے زیر سایہ آئے تو یزیدوں پر حملہ کر دیا اور ان سے جنگ کی، چندلوگوں کو زخمی کیا اور چندلوگوں کو واصل جہنم کیا یہاں تک کہ خود بھی جام شھادت نوش کرلیا۔ [۱]

علامہ کمرہ ای جن کی طرف سے حقیر (مؤلف) صاحب اجازہ بھی ہے اپنی عظیم الشان کتاب عنصر شجاعت میں فرماتے ہیں:

جس وقت بچوں اور اہل حرم نے امام حسین علیہ السلام کی صدائے استغاثہ سنی:

اَلا نَاصِرٌ يَنْصُرُنَا...؟۔

تو خیام حسینی سے رونے اور چلانے کی آواز بلند ہوئی، سعد اور اس کے بھائی ابوالحتوف نے جیسے ہی اہل حرم کے نالہ و فریاد کی دل خراش آوازیں سنیں تو ان دونوں نے امام حسین علیہ السلام کا رخ کیا۔

یہ میدان جنگ میں تھے اپنے ھاتھوں میں موجود شمشیر سے یزیدیوں پر حملہ ور ہو گئے، اور جنگ کرنا شروع کی، امام کی طرف سے تھوڑی دیر تک جنگ کی اور بعض لوگوں کو واصل جہنم کیا، آخر کار دونوں شدید زخمی ہو گئے اس کے بعد دونوں ایک ہی جگہ پر شہید ہو گئے۔ [۲]

ان دو بھائیوں کے حیرت انگیز واقعہ میں امید کی کرن کو دیکھنے کو ملتی ہے، امید کی کرن ناامیدی کو مارے ڈالتی ہے، اور غیب کی تازہ تازہ خبریں دیتی ہے، انبیاء کے لئے اچانک بشارتیں لے کر آتی ہے درحقیقت یہ (امید) انبیاء کے لئے نبی ہے۔

امید کی کرن کے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام ہر وقت غیب کی باتوں سے پردہ برداری کے منتظر رہتے تھے، ہر وقت ایک نئی کرن سے ناامید نہیں ہوتے تھے، یہاں تک کہ آخری وقت میں بھی، گناہگار کی آخری سانس کو مجرم کے ساتھ حساب نہیں کرتے جب تک کہ مجرم مکمل طور پر جرم انجام نہ دے لے، خداوند عالم کی طرف سے ایک نئی عنایت کے منتظر رہتے ہیں، چونکہ خداوند عالم کی مخصوص عنایات سب پر مخفی ہے۔

---

[۱] پیشوای شھیدان، ص394۔

[۲] عنصر شجاعت، ج3 ص179۔

جناب یعقوب علیہ السلام نے ایک عجیب وغریب فراق کاتحمل کیا،کئی سال گزر گئے یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں سفید ہوگئیں، لیکن جناب یوسف علیہ السلام کے بارے میں کوئی خبر نہ ملی، بھیڑئے کے کھا لینے کی خبر سننے کے ساتھ ساتھ اپنے گم شدہ یوسف کی واپسی کے لئے خدا سے امید لگائے رہے۔

اسی طرح ان دونوں جنگجو (بھائیوں) کے روحی انقلاب کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں جا کر جواب ملا کہ خلق خدا کی ہدایت کی امید صحیح اور بجا تھی ،معلوم ہوتا ہے کہ خون کے پیاسے دشمنوں کے درمیان بھی نور ہدایت چمک سکتا ہے۔

ایک طرف تو ان دو بھائیوں کے انقلاب سے ایک عجیب وغریب اور نایاب امید کا پیدا ھونا، دوسری طرف امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ سے بہترین لطف وکرم کی امید، اسلامی مبلغین کے لئے بہترین نمونہ ہیں، پس ان دونوں بھائیوں کی سرشت اور طبیعت میں کچھ بھی ہو لیکن یہ لوگ امام حسین علیہ السلام سے بیس سال سے زیادہ چلی آرہی سخت دشمنی کے باوجود آخر وقت توبہ کر کے امامؑ کی طرف آگئے اور جناب یوسف علیہ السلام کی طرح تاریکیوں کا پردہ چاک کرتے ہوتے نمودار ہوئے۔

یہ وہ راز ہے جس کو خداوندعالم نے ہر انسان کی فطرت میں مخفی رکھا ہے، اسی راز کا معلوم نہ ہونا اسلامی مبلغین کو امیدواری اور دلداری دیتا ہوا کہتا ہے: کبھی بھی تبلیغ اور تاثیر سے مایوس نہ ہونا، انسان کسی بھی وقت ہدایت یافتہ ہوسکتا ہے، کسی بھی موقع پر اس کے دل میں انقلاب برپا ہوسکتا ہے، اور عالم غیب سے اس کی ہدایت کا راستہ ہموار ہوسکتا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام بارگاہ رب العزت میں ارشاد فرماتے ہیں:

اِلٰهِی اِنَّ اخْتِلاَفَ تَدْبِیرِكَ وَسُرْعَةَ طَواءِ مَقَادِیرِكَ مَنَعَا عِبَادَكَ الْعَارِفِینَ بِكَ عَنِ السُّكُونِ اِلٰی عَطَاءٍ، وَالْیَاْسِ مِنْكَ فِی بَلاَءٍ۔ [1]

پالنے والے! تیری تدبیر میں اختلاف، تیری مقدر کردہ چیزوں میں جلدی اور تاخیر، تیرے عارف بندوں کو موجودہ عطا پر سکون اور بلاؤں میں ناامید کرنے سے روک دیتے ہیں۔

بدن، روح کا ایک سایہ ہے، فکر پر ایک حجاب ہے جس سے اس کے رخسار کو چھپایا ہوا ہے، اسی طرح فکر بھی عقلانی قوت کے لئے ایک حجاب ہے جس نے عقل کو چھپا رکھا ہے، اسی طرح عقلانی قوت بھی روح وروان کے لئے ایک حجاب ہے جس نے اس کو چھپا رکھا ہے، ان تمام مخفی چیزوں سے زیادہ مخفی انسان کی ذات میں ایک راز ہے جس کو روح وروان نے چھپا رکھا ہے، جہاں پر کسی بھی علمی طاقت کی کوئی رسائی نہیں ہے، جس کو کشف کرنے کے لئے کوئی قدرت نہیں ہے، یہ مخفی اور پردہ میں موجود چیزیں ایک دوسری طاقت کے ذریعہ کشف ہوتی ہیں، پہلی مخفی قدرت :فکر ہے جس سے انسان میں ہوش پیدا ہوتی ہے، ہوشیار افراد پہلے فکر کا مطالعہ کرتے ہیں، پردہ کے پیچھے سے انسان کی شکل اور اس کی فکر کو پڑھتے ہیں۔

عقل جو کہ مخفی ہے اس کو نور فراست اور ایمان (جو خود ایک کشف کی غیر معمولی قدرت ہے) کو پہلے کشف کرتی ہے، اس

---

[1] حضرت امام حسین علیہ السلام کی دعاء عرفہ کا ایک حصہ

کے بعد نور نبوت جو (انسان کی) تمام قدرتوں سے بالاتر ہے مقام روح وروان کو کشف کرتی ہے لیکن روان کو کوئی بھی کشف نہیں کرسکتا، وہاں پر خداوند عالم کی مخصوص شعائیں ہوتی ہیں، وہاں پر صرف ذات (پروردگار) کا رابطہ ہوتا ہے، خداوند عالم کی کبریائی اور علام الغیوب کے پیش نظر خدااوراس کی مخلوق میں کوئی واسطہ نہیں ہے، ہر شخص اپنے پروردگار سے ایک مخصوص رابطہ رکھتا ہے، اور یہ رابطہ کسی پر بھی کشف نہیں ہوتا، جب تک تبلیغ واجب ہے اوراس کے بارے میں حکم موجود ہے اس وقت تک اس کی تاثیر کے لئے امید پائی جاتی ہے۔

دینی رھبروں کو ہر موڑ پر ایک نئی امید ملتی رہتی ہے وہ عوام الناس کی ہدایت کے لئے مزید سعی وکوشش کرتے رہتے ہیں انقلاب وہدایت کے مخفی اسباب کے ساتھ ساتھ خدائی معرفت کے ھمراہ ان کے پاس امید وانتظار کا حوصلہ ہوتا تھا، خدا کی معرفت جتنی زیادہ ہوگی اسی قدر خدا کی ذات سے امید بھی زیادہ ہوگی، اور جس قدر امید ہوگی اسی لحاظ سے انسانی گھرائی کا مطالعہ کرتے ہیں اور نئی خبروں کے منتظر رہتے ہیں۔

جی ہاں، اے مبلغین اسلام! آپ حضرات سے اس امید کی کرن کو کہیں کوئی چھین نہ لے، مختلف مقامات پر پیش آنے والی مشکلات سے مایوس نہ ہونا، آپ حضرات کے حالات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے زیادہ سخت نہیں ہیں۔

کہتے ہیں: شیخ محمد عبد (مشہور عالم اہل سنت) نے ایک مرتبہ ایک نشست میں کہا: میں اسلامی امت کی اصلاح سے مایوس ہو چکا ہوں۔ چنانچہ اسی موقع پر ایک (بیرونی) معظّمہ نے جواب دیا: اے شیخ! آپ کی زبان پر مایوسی کے لفظ سے مجھے بہت تعجب ہے! اس وقت شیخ بہت شرمندہ ہوتے اور فوراً استغفار کیا اوراس خاتون کی بات کو صحیح مان لیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام میں اپنے نانا کے علاوہ تمام انبیاء اور دینی رھبروں سے زیادہ امید کی روح موجود تھی، آپ بلند ترین امکانی پرواز اور وجود کے عمیق ترین اسرار پر نظر رکھتے تھے، امید کا پیغام حضرت امام حسین علیہ السلام سے لیجئے، کیونکہ امام حسین علیہ السلام کے پیغام سے آپ کو حوصلہ ملے گا۔

اے ہمارے مولا وآقا حسین علیہ السلام! آپ پر ہماری جانیں قربان، کہ اگر آپ کو ہر میدان میں پکارا جائے تو بے جا نہ ہوگا، آپ کی ذات سے مبلغین کو درس ملتا ہے، آپ سے تلاش وکوشش کا معیار سیکھا جاتا ہے، ہمیں مصر کے شیخ اور اس کے والی سے کوئی سروکار نہیں ہے، آپ نے قربانی اور جانثاری کا درس دیا، صرف اپنوں ہی نے نہیں بلکہ غیروں نے بھی آپ کی ذات گرامی سے یہ درس حاصل کیا ہے، آپ کی زبان سے اسرار الٰہی کو سننا چاہئے، آپ نے انبیاء علیہم السلام سے بھی زیادہ صبر واستقامت کا مظاہرہ فرمایا ہے، آپ کی گلی سے نسیم سحری کے جھونکے آرہے ہیں، یہاں تک کہ خون بھانے والی شمشیر بھی آپ سے ہدایت حاصل کرلیتی ہے۔

آغاز میں آپ کا اقدام، اس میدان جنگ اور عصر عاشور، کوفہ کی طرف آپ کا متوجہ ہونا راستے میں پیش آنے والے واقعات اور راستہ بھر آپ کا تذکرا اور یاددہانی کرانا:

اَلاَمْرُ یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنٍ، فَإِنْ نَزَلَ الْقَضَاءُ فَالْحَمْدُلله، وَإِنْ حَالَ الْقَضَاءُ دُوْنَ الرَّجَاءِ۔۔۔۔

ان جاھلوں سے آپ کی رفتار وگفتار، برسر پیکار دشمنوں سے محبت بھری گفتگوان میں سے ہرایک ایسا مرحلہ تھا جس میں امید کی کرن پھوٹ رہی تھی جس سے دعائے عرفہ کو جلوہ ملتا تھا، جیسے کہ آپ فرماتے ہیں:

اِلٰهِی اِنَّ اخْتِلاَفَ تَدْبِیرِكَ وَسُرْعَةَ طَواءِ مَقَادِیرِكَ مَنَعا عِبَادَكَ العَارِفِینَ بِكَ عَنِ السُّکُوْنِ اِلٰی عَطَاءٍ، وَالْیَأْسِ مِنْكَ فِی بَلاَءٍ۔

اور آخری وقت جب آپ اس دنیا سے رخصت ہوتے تو اس امید کے ساتھ کہ آپ کے ساتھ میں شہید ہونے والے اصحاب وانصار کی تربت سے زندہ دل افراد کو ہدایت ملے گی اور آپ کے آپ کے شہداء کی گلی سے گزریں گے تو نسیم حیات سے ان کے روحانی وجود میں انقلاب پیدا ہوجائے گا، لہٰذا ہماری ذمہ داری ہے کہ وہاں سے زندگی حاصل کر کے تبلیغ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور خلق خدا سے منہ نہ موڑ بیٹھیں۔ [1]

برادران یوسف کی توبہ

تیسرے سفر میں جب یعقوب علیہ السلام کے تمام فرزند، جناب یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عرض کیا: اے بادشاہِ بزرگ! ہمارے سارے علاقے میں قحط سالی پھیل چکی ہے، ہمارا خاندان سختی کی زندگی گزارر ہا ہے، ہماری طاقت جواب دی چکی ہے یہ چند پرانے سکّے ہم اپنے ساتھ لائے ہیں، لیکن ہم جتنا گندم خریدنا چاہتے تھے اس کی قیمت سے کہیں زیادہ کم ہے، تم ہمارے ساتھ نیکی اوراحسان کرو، اور ہمارے سکوں کی قیمت سے زیادہ ہمیں گندم دیدو، خداوندعالم نیکی اوراحسان کرنے والوں کو نیک بدلہ دیتا ہے۔

یہ گفتگوسن کر جناب یوسف علیہ السلام کی حالت بدل گئی اور اپنے بھائیوں اور خاندان کی یہ حالت دیکھی تو بہت پریشان ہوئے، ایک ایسی بات کہی جس سے یوسف کے بھائیوں کوایک دھچکا لگا، چنانچہ جناب یوسف علیہ السلام نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا:

کیاتم جانتے ہوں کہ یوسف اوراس کے بھائیوں کے ساتھ تم نے کیا برتاؤ کیا، کیا تمہارا یہ کام کسی جہالت ونادانی کی وجہ سے تھا؟ تمام بھائی یہ سوال سن کر حیران ہوگئے اور سوچنے لگے کہ آخرکار یہ قبطی ذات سے تعلق رکھنے والا بادشاہ یوسف کو کس طرح جانتا ہے، اوران کے واقعہ سے کیسے باخبر ہوا، اسے برادران یوسف کے بارے میں کیسے معلوم ہوااور یہ یوسف کے ساتھ ہوتے برتاؤ کو کیسے جانتا ہے، حالانکہ یہ واقعہ کوصرف ان دس بھائیوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا، یہ کیسے اس واقعہ سے آگاہ ہوا؟

یہ لوگ کافی دیر تک کچھ جواب نہ دے سکے، اور گزشتہ سفر کے واقعات کو یاد کرنے لگے، عزیز مصر سے سنی ہوئی باتیں

---

[1] عنصر شجاعت، ج3 ص170۔

ان کے دماغ میں گردش کررہی تھیں کہ اچانک سب نے ایک ساتھ مل کرسوال کیا: کیا آپ ہی یوسف ہیں؟

عزیز مصر نے جواب دیا: ہاں، میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی (یامین) ہے، خداوندعالم نے ہمپر لطف وکرم کیا کہ ایک مدت کے بعد دوبچھڑے بھائیوں کوملادیا، جوشخص بھی صبر کرتا ہے اور پرہیزگاری کا راستہ اپناتا ہےتو خدااس کو نیک جزا سے نوازتا ہےاوراس کواپنی منزل مقصود تک پہنچادیتا ہے۔

ادھر بھائیوں کے دلوں میں ایک عجیب وغریب خوف ووحشت تھااورحضرت یوسف کی جانب سے شدید انتقام کواپنے نظروں کے سامنے مجسم دیکھ رہے تھے۔

جناب یوسف کی بے پناہ قدرت، اور بھائیوں میں بے انتہا ضعف وکمزوری، جب یہ دو بے انتہا طاقت وکمزوری ایک جگہ جمع ہوجائیں تو کیا کچھ نہیں ہوسکتا؟!!

بھائیوں نے ابراھیمی قانون کے مطابق اپنے کوسزا کا مستحق دیکھا، محبت اورعطوفت کی نظر سے اپنے کو یوسف کی سزا کا مستحق مانا، اس وقت ان کی حالت ایسی تھی گویا ان پرآسمان گرنے والا ہو، ان کے بدن لرزرہے تھے، زبان سےقوت گویائی سلب ہوچکی تھی، لیکن انہوں نے کمر ہمت باندھ کر اپنی تمام طاقت کو جمع کیا اور اپنا آخری دفاع ان لفظوں میں کرنے لگے: ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں لیکن آپ سے عفو وبخشش کی درخواست کرتے ہیں، بے شک خداوندعالم نے آپ کو ہم پر برتری اورفضیلت دی ہے، ہم لوگ خطا کار ہیں۔ اور یہ کہہ کر خاموش ہوگئے، لیکن جناب یوسف کی زبان سے بھی ایسے الفاظ جاری ہوتے جس کی ان ہیں بالکل امید نہ تھی۔

جناب یوسف علیہ السلام نے کہا: میں نے تم لوگوں کومعاف کردیا، تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا، کوئی سزانہیں ملے گی، میں کوئی انتقام نہیں لوں گا، اورخداوندعالم بھی تمہارے گناہوں سے درگزر کرے اورتم کو بخش دے۔

جی ہاں! الٰہی نمائندے اسی طرح ہوتے ہیں، لطف وکرم اور بخشش سے پیش آتے ہیں، انتقام کی آگ ان کے دلوں میں نہیں ہوتی، کینہ نہیں ہوتا، اپنے دشمن کے لئے بھی خدا سے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں، ان کا دل خدا کے بندوں کی نسبت مہرومحبت سے لبریز ہوتا ہے۔

جناب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کوسزا نہ دینے سے مطمئن کرکے فرمایا: اب تم لوگ شہرکنعان کی طرف پلٹ جاؤاور میرا پیراہن اپنے ساتھ لیتے جاؤ، اس کو میرے باپ کے چہرے پرڈال دینا، جس سے ان کی بینائی پلٹ آئے گی، اوراپنے تمام گھر والوں کو یہاں مصر لے کر چلے آؤ۔

یہ دوسری مرتبہ یوسف کے بھائی آپ کے پیراہن کو باپ کی خدمت میں لے کر جارہے ہیں، پہلی مرتبہ اسی قمیص کوموت کا پیغام بنا کر لے گئے تھے، یہی قمیص فراق وجدائی کی ایک داستان تھی، اورایک برے حادثہ کی خبرتھی، لیکن اس مرتبہ یہی قمیص حیات کی مژدہ اور دیدار ووصال کی بشارت اور سعادت وخوشبختی کا پیغام ہے۔

پہلی مرتبہ اس کرتے نے باپ کو نابینا بنادیا،لیکن اس بار جناب یوسف کے کرتے نے باپ کی آنکھوں کو بینائی عطا کردی،اورخوشی اورمسرت کا پیغام دیا۔

وہ کرتا جھوٹے خون سے رنگین تھا،لیکن یہ کرتا ایک زندہ معجزہ ہے،دیکھئے توسہی کہ جھوٹ اور سچ میں کس قدر فاصلہ ہے؟!

بھرکیف بھائیوں کا قافلہ تیسری مرتبہ مصر سے روانہ ہوا،اورسرزمین کنعان کی طرف چل پڑا۔

ادھر آسمانی موبائل اورآسمانی بشارت نے اس قافلہ کی خبر جناب یعقوب علیہ السلام تک پہنچادی، چنانچہ جناب یعقوب علیہ السلام نے اپنے پاس بیٹھے ہوتے افراد سے کہا:

مجھے یوسف کی خوشبومحسوس ہورہی ہے اوراس کے دیدار کا منتظر ہوں،اگرچہ تم لوگ یقین نہیں کروگے۔

حاضرین نے جناب یعقوب کو خطا کار قرار دیتے ہوتے کہا: ابھی تک تم نے یوسف کو نہیں بھلایا،اسی پرانے عشق میں مبتلا ہو!

جناب یعقوب علیہ السلام نے آنکھیں بند کی اورکوئی جواب نہ دیا،کیونکہ مخاطبین کی فکریں ان حقائق کو نہیں سمجھ سکتی تھیں۔

ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ جناب یعقوب علیہ السلام کی بات سچ ہوگئی،یعنی جس قافلے کی بشارت دی تھی وہ کنعان آپہنچا، اورجناب یوسف کے ملنے کی بشارت سنائی،یوسف کے کرتے کو باپ کے چہرہ پرڈالا ہی تھا کہ جناب یعقوب کی بینائی لوٹ آئی، اس وقت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی طرف رخ کرتے ہوتے فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں خدا کی طرف سے ایسی چیزوں کے بارے میں جانتا ہوں جوتم نہیں جانتے،ان خطا کاروں کی سزا کا وقت آپہنچا،کیونکہ بیٹوں کا گناہ ثابت ہو چکا تھا۔

لیکن بیٹوں نے باپ سے عفو وبخشش کی درخواست کی،اورکہا کہ آپ خدا سے بھی ہماری گناہوں کی مغفرت طلب کریں۔

جناب یعقوب علیہ السلام نے ان کی خطا کو بخش دیا اوروعدہ کیا کہ اپنے وعدہ کو وفا کریں گے۔ [1]

جی ہاں،فرزندان یعقوب نے خدا کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کی اوراپنے بھائی (یوسف علیہ السلام) اوراپنے باپ سے عذرخواہی کی،جناب یوسف نے بھی ان کو معاف کردیا اوریعقوب علیہ السلام نے بھی بخش دیا،نیز خداوندعالم نے ان پراپنی رحمت ومغفرت کا دروازہ کھول دیا۔

ایک جزیرہ نشین مرد کی توبہ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے: ایک شخص اپنے گھروالوں کے ساتھ دریا کا سفر کررہا تھا۔اتفاق سے کشتی ڈوبنے لگی اوراس شخص کی زوجہ کے علاوہ تمام لوگ دریا میں ڈوب گئے۔اوروہ بھی ایسے کہ وہ عورت ایک تختہ پر بیٹھ گئی اور

---

[1] حسن یوسف،ص64۔

اس دریا کے ایک جزیرہ پر پہنچ گئی۔

اس جزیرہ میں ایک چور رہتا تھا جس نے حرمت خدا کے تمام پردوں کو چاک کررکھا تھا، ناگاہ اس نے دیکھا کہ وہ عورت اس کے پاس کھڑی ہے، اس نے سوال کیا کہ تو انسان ہے یا جن؟ اس نے کہا انسان ہوں۔ چنانچہ وہ چور بغیر کچھ بولے ہی اس عورت کی بغل میں اس طرح آبیٹھا کہ جس طرح مرد اپنی زوجہ کے پاس بیٹھتا ہے، اور جب اس نے اس عورت کی عزت پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو وہ عورت لرز گئی۔ اس چور نے کہا تو ڈرتی کیوں ہے؟ پریشان کیوں ہوگئی؟ وہ عورت بولی کہ خدا سے ڈرتی ہوں، اس چور نے کہا کہ کبھی اس طرح کا کام انجام دیا ہے؟ تو اس عورت نے کہا: نہیں، بخدا ہرگز نہیں۔ اس شخص نے کہا: تو خدا سے اس قدر خوف زدہ ہے حالانکہ تو نے ایسا کام انجام نہیں دیا ہے اور میں جب کہ تم کو اس کام پر مجبور کررہا ہوں، خدا کی قسم، مجھے تو تجھ سے کہیں زیادہ خدا سے ڈرنا چاہئے۔ اس کے بعد وہاں سے اٹھا اور اپنے گھر چلا گیا، اور ہمیشہ توبہ و استغفار کی فکر میں رہنے لگا۔

ایک روز راستہ میں ایک راہب سے ملاقات ہوئی، دوپھر کا وقت تھا، چنانچہ اس راہب نے اس شخص سے کہا: دعا کرو کہ خدا ہمارے اوپر بادلوں کے ذریعہ سایہ کردے کیونکہ شدت کی گرمی پڑ رہی ہے، تو اس جوان نے کہا کہ میں نے کوئی نیکی نہیں کی ہے اور خدا کی بارگاہ میں میری کوئی عزت و آبرو نہیں کہ میں اس سے اس طرح کا سوال کروں۔ اس وقت راہب نے کہا: تو پھر میں دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہنا۔ اس جوان نے کہا: یہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ راہب نے دعا کی اور اس جوان نے آمین کہا، اور دیکھتے ہی دیکھتے بادلوں نے ان دونوں پر سایہ کردیا، دونوں راستہ چلتے رہے یہاں تک کہ ان کا راستہ الگ الگ ہونے لگا، دونوں نے اپنے اپنے راستہ کو اختیار کیا، تو بادل اس جوان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے!

چنانچہ یہ دیکھ کر اس راہب نے متعجب ہوکر کہا: تو تو مجھ سے بہتر ہے، تیری ہی وجہ سے دعا قبول ہوئی ہے، نہ کہ میری وجہ سے، اور اس جوان سے اس کے حالات دریافت کرنے لگا، چنانچہ اس نے اس عورت کا واقعہ بیان کیا۔ تب راہب نے کہا: چونکہ خوف خدا تیرے دل میں پیدا ہوگیا تھا تو خدا نے تیرے گناہ بخش دئے، لہٰذا آئندہ گناہوں سے پرہیز کرنا۔[1]

اصمعی اور بیابانی تائب

اصمعی کہتے ہیں: میں بصرہ میں تھا، نماز جمعہ پڑھنے کے بعد شہر سے باہر نکلا، ایک شخص کو دیکھا جو اپنے اونٹ پر بیٹھا ہوا ہے جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ ہے، جیسے ہی مجھے دیکھا تو اس نے کہا: تم کہاں سے آرہے ہو اور تمہارا کس قبیلہ سے تعلق ہے؟ میں نے کہا: میرا تعلق قبیلہ اصمع سے ہے، اس نے کہا: تو وہی مشہور اصمعی ہی ہے؟ میں نے کہا: ہاں، میں وہی ہوں، اس نے کہا: کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا: خدائے عزوجلّ کے گھر سے، اس نے کہا:

اَوَلِلّٰہِ بَیتٌ فِی الْاَرْضِ؟۔

---

[1] اصول کافی ج2 ص69، باب الخوف والرجاء حدیث8؛ بحار الانوار ج67 ص361 باب59 حدیث6۔

کیاروئے زمین پر(بھی) خدا کا کوئی گھر ہے؟

میں نے کہا: ہاں، خانہ کعبہ اور بیت اللہ الحرام، اس نے کہا: وہاں کیا کرر ہے تھے؟ میں نے کہا:

کلام خدا کی تلاوت کرر ہا تھا، اس نے کھا:

اَوَلِلّٰہِ کَلَامٌ؟

کیا خدا کا کوئی کلام (بھی) ہے؟

میں نے کہا: ہاں، شیرین کلام، اس نے کھا: مجھے بھی تھوڑا بہت کلام خدا سناؤ، میں نے سورہ ذاریات کی تلاوت شروع کردی یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچا:

"وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ"۔ [1]

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جن باتوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے سب کچھ موجود ہے۔

اس نے کہا: کیا یہ خدا کا کلام ہے؟ میں نے کہا: ہاں یہ اسی کا کلام ہے جس کو اس نے اپنے بندہ اور پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا ہے، یہ سنتے ہی اس کے بدن میں جیسے آگ لگ گئی ہو، اس کے اندر ایک سوز پیدا ہوا، ایک شدید درد اس کے اندر پیدا ہوا، اس نے اپنی شمشیر اور نیزہ پھینک دیا، اپنے اونٹ کو قربان کردیا، اور خالی ہاتھ ہوگیا، ظلم وستم کا لباس اتار دیا اور کھا:

ترىٰ يقبل من لم يخدمه في شبابه۔

اے اصمعی! کیا تم گمان کرتے ہوں کہ جس نے جوانی میں خدا کی عبادت اور اس کی اطاعت نہ کی ہو، اس کو بارگاہ الٰہی میں قبول کرلیا جائے؟

میں نے کہا: اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر اس نے کیوں انبیاء کو مبعوث برسالت فرمایا، انبیاء کی رسالت کا ہدف ہی یہی ہے کہ بھاگنے والے کو دوبارہ پلٹادیں اور خدا کا غضب، صلح وآشتی میں بدل جائے۔

اس نے کہا: اے اصمعی! اس دردمند کے لئے کوئی علاج بتاؤ، اور گناہوں میں مبتلا ہونے والے کے لئے کوئی مرہم بتاؤ۔

میں نے اس کے بعد کی آیت کی تلاوت شروع کردی:

"فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ"۔ [2]

آسمان وزمین کے مالک کی قسم یہ قرآن بالکل برحق ہے جس طرح تم باتیں کرر ہے ہو۔

جیسے ہی میں نے اس آیت کی تلاوت کی، اس نے چند بار اپنے کو زمین پر گرایا، اور نالہ وفریاد کی، دیوانوں کی طرح حیران وسرگردان بیابان کی طرف چل دیا۔

---

[1] سورۂ الذاریات آیت 22۔

[2] سورۂ الذاریات آیت 23۔

اس کے بعد میں نے اس کو نہیں دیکھا مگر خانہ کعبہ کے طواف میں کہ غلاف کعبہ کو پکڑے ہوتے کہہ رہا تھا:

من مثلی و انت ربّی، من مثلی و انت ربّی

مجھ جیسا کون ہوگا کہ تو میرا خدا ہے، مجھ جیسا کون ہوگا کہ تو میرا خدا ہے۔

میں نے اس سے کہا: تیری یہ گفتگو اور تیری یہ حالت لوگوں کے طواف میں رکاوٹ بن رہی ہے، چنانچہ اس نے کہا: اے اصمعی! گھر اس کا گھر ہے، اور بندہ اسی کا بندہ ہے، چھوڑئے مجھے اس کے لئے ناز کرنے دیجئے، اس کے بعد اس نے دو شعر پڑھے جن کا مضمون یہ ہے:

اے شب بیداری کرنے والو! تم لوگ کس قدر نیک ہو، تمہارے اوپر میرے ماں باپ قربان، کس قدر خوبصورت اور زیبا ہو، اپنے آقا کے دروازے کو کھٹکھٹاتے ہو، واقعاً یہ دروازہ تمہارے لئے کھل جائے گ۔

اس کے بعد وہ بھیڑ میں چھپ گیا، اور بہت تلاش کرنے پر بھی نہ ملا، مجھے بہت زیادہ حیرت اور تعجب ہوا، میری طاقت ختم ہو چکی تھی اور میں صرف گریہ زاری کرتا رہ گیا۔[1]

صدق اور سچائی توبہ کے باعث بنے

راہزنوں کا ایک گروہ کسی مسافر کی تلاش میں تھا تا کہ اس کے مال واسباب لوٹ سکیں، اچانک انہوں نے ایک مسافر کو دیکھا، تو اس کی طرف دوڑے اور کہا: جو کچھ بھی ہے، ہمیں دیدے، اس نے کہا: میرے پاس صرف 80 دینار ہیں جس میں 40 دینار کا مقروض ہوں، اور باقی میرے وطن تک پہنچنے کا خرچ ہے۔ راہزنوں کے رئیس نے کہا: اس کو چھوڑ دو، معلوم ہوتا ہے کوئی بد بخت آدمی ہے اس کے پاس زیادہ پیسہ نہیں ہے۔

راہزن مسافروں کی کمین میں بیٹھے ہوتے تھے، اس مسافر کو جہاں جانا تھا گیا اور اپنا قرض ادا کرکے واپس آ گیا، اس وقت پھر راستہ میں چور مل گئے، انہوں نے کہا: جو کچھ بھی تیرے پاس ہے وہ سب دیدے ورنہ تجھے قتل کردیں گے، اس نے کہا: میرے پاس 80 دینار تھے جن میں سے 40 دینار قرض دے چکا ہوں اور باقی میرے خرچ کے لئے ہیں، چوروں کے سردار نے حکم دیا کہ اس کی تلاشی لی جائے، چنانچہ اس کے سامان اور کپڑوں میں 40 دینار کے علاوہ کچھ نہیں ملا!

چوروں کے سردار نے کہا: حقیقت بتاؤ کہ اس خطرناک موقع پر بھی تو نے صدق اور سچائی سے کام لیا اور جھوٹ نہ بولا؟

اس نے کہا: میں نے بچپن میں اپنی ماں کو وعدہ دیا تھا کہ عمر بھر سچ بولوں گا اور کبھی اپنے دامن کو جھوٹ سے آلودہ نہ کروں گا!

چور قہقہہ لگا کر ہنسے لگے، لیکن چوروں کے سردار نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا: ھائے افسوس! تو اپنی ماں سے کئے

---

[1] تفسیر کشف الاسرار، ج9 ص319۔

ہوتے وعدہ پر پابند ہے اور جھوٹ کا سہارا نہ لیا اور اپنے اس وعدہ پر اس قدر پابند ہے، لیکن میں خدا کے وعدے پر پابند نہ ہوں جس سے ہم نے وعدہ کیا ہے کہ گناہ نہ کریں گے، اس وقت اس نے ایک چیخ ماری اور کہا: خدایا! اس کے بعد تیرے وعدے پر عمل کروں گا، پالنے والے! میری توبہ!! میری توبہ!!

ایک عجیب وغریب توبہ

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں ایک شخص رہتا تھا جس کا ظاہر بہت اچھا اور بہت نیک صورت تھا، جیسے اہل ایمان کے درمیان ایک نایاب اور مشہور شخص ہو۔

لیکن وہ شخص بعض اوقات رات میں چھپ کر لوگوں کے یہاں چوری کرتا تھا۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ چوری کے لئے ایک دیوار پر چڑھ گیا، دیکھا کہ اس گھر میں بہت زیادہ مال و دولت ہے اور وہاں پر ایک جوان لڑکی کے علاوہ کوئی دوسرا ابھی نہیں ہے!

اپنے دل میں کہنے لگا: آج تو مجھے دوہرا خوش ہونا چاہئے، ایک تو یہ سارا قیمتی سامان مجھے مل جائے گا، دوسرے اس لڑکی سے لذت بھی حاصل کروں گا!

اسی فکر میں تھا کہ اچانک غیبی بجلی اس کے دل میں چمکی، جس سے اس کی فکر روشن ہوگئی، غور وفکر میں ڈوب گیا اور سوچنے لگا: کیا ان تمام گناہوں کے بعد تجھے موت کا سامنا نہیں کرنا، کیا موت کے بعد خداوند عالم مجھ سے باز پرس نہیں کرے گا، کیا میں اس روز کے عذاب سے بھاگ سکتا ہوں؟

اس روز اتمام حجت کے بعد خدا کے غیظ وغضب میں گرفتار ہوں گا ہمیشہ کے لئے آتش جہنم میں جلوں گا، یہ سب باتیں سوچ کر بہت زیادہ پشیمان ہوا اور خالی ہاتھ ہی وہاں سے واپس آ گیا۔

جیسے ہی صبح ہوئی، اپنے اسی ظاہری چہرہ اور بناوٹی لباس میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اچانک اس نے دیکھا کہ وہی لڑکی جس کے گھر میں گزشتہ رات چوری کے لئے گیا تھا؛ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: میری ابھی تک شادی نہیں ہوئی ہے، میرے پاس بہت زیادہ مال و دولت ہے، میرا شادی کرنے کا ارادہ نہیں تھا لیکن رات میں نے دیکھا کہ ایک چور میرے گھر میں آیا اگرچہ وہ کچھ نہیں لے گیا لیکن میں بہت زیادہ ڈر گئی ہوں، گھر میں تنہا رہنے کی ہمت نہیں رہ گئی ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے لئے کوئی شوہر تلاش کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چور کی طرف اشارہ کیا، اگر تو چاہتی ہے تو ابھی اس کے ساتھ تیرا عقد پڑھ دوں، چنانچہ اس نے عرض کیا: میری طرف سے کوئی مانع نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت ان دونوں کا عقد کر دیا، دونوں ایک ساتھ اس کے گھر میں آ گئے، اس نے اپنا واقعہ اس عورت سے بیان کیا کہ وہ چور میں ہی تھا اگر میں نے چوری کی ہوتی اور تجھ سے

ناجائز رابطہ کیا ہوتا، تو میں چوری کا مرتکب بھی ہوا ہوتا اور زنا کا گناہ بھی کرتا جبکہ یہ وصال ایک رات سے زیادہ نہ ہوتا، اور وہ بھی حرام طریقہ سے، لیکن چونکہ میں نے خدا اور قیامت کو یاد کرلیا اور گناہ کرنے میں صبر کیا اور خدا کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کیا، خداوند عالم نے بھی اس طرح مقدر فرمایا کہ اب گھر کے دروازہ سے داخل ہوا ہوں اور ساری عمر تیری ساتھ زندگی بسر کروں گا۔ [1]

بشر حافی کی توبہ

بشر ایک عیاش طبع اور اہل لھو ولعب افراد میں سے تھا اکثر اوقات اپنے گھر میں ناچ گانے اور گناہوں کی محفل سجائے رہتا تھا، ایک روز امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے، اس کے گھر سے ناچ گانے کی آواز بلند تھی۔ امامؑ نے دروازہ پر کھڑے اس کے نوکر سے فرمایا: اس گھر کا مالک غلام ہے یا آزاد؟ اس نے کہا: آزاد، اس وقت امامؑ نے فرمایا: ٹھیک کہتے ہو، اگر غلام ہوتا تو اپنے مولا سے ڈرتا۔ یہ سن کر نوکر گھر میں داخل ہوا، بشر (جو شراب پینے والا ہی تھا) اس نے دیر سے آنے کی وجہ معلوم کی، تو اس نوکر نے کہا: ایک شخص کو گلی میں دیکھا جس نے مجھ سے اس طرح سوال کیا، اور میں نے یہ جواب دیا، چنانچہ امام کاظم علیہ السلام کا جملہ اس پر اس قدر موثر ہوا، کہ خوف وھراس کے عالم میں ننگے پاؤں گھر سے باہر نکلا اور امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور امامؑ کی خدمت میں توبہ کی، بہت زیادہ روتا ہوا اپنے گھر میں داخل ہوا اور ہمیشہ کے لئے گناہ کے دسترخوان کو اٹھا پھینکا، آخر کار زاہدوں اور عرفاء کے دائرہ میں شامل ہوگیا۔ [2]

توبہ کرنے والا اہل بہشت ہے

معاذ بن وھب کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں چندلوگوں کے ساتھ مکہ معظّمہ کی طرف روانہ ہوا، ایک بوڑھا شخص بھی ہمارے ساتھ تھا، جو بہت زیادہ عبادتیں کیا کرتا تھا لیکن ہماری طرح اہل بیت (علیہما السلام) کی ولایت اور حضرت امیر کو بلافصل خلیفہ نہیں مانتا تھا، اسی وجہ سے اپنے خلفاء کے مذہب کے مطابق سفر میں (بھی) نماز پوری چار رکعتی پڑھتا تھا۔

اس کا ایک بھتیجہ بھی ہمارے قافلہ میں تھا، لیکن اس کا عقیدہ ہماری طرح صراط مستقیم پر تھا، وہ بوڑھا شخص راستہ میں بیمار ہوگیا، اس نے اپنے بھتیجے سے کہا: اگر اپنے چچا کے پاس آتا اور اس کو ولایت کے سلسلہ میں بتاتا تو بہتر ہوتا، شاید خداوند عالم اس کو آخری وقت میں ہدایت فرما دیتا اور گمراھی وضلالت سے نجات عطا کردیتا۔

اہل قافلہ نے کہا: اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو، لیکن اس کا بھتیجہ اس کے طرف دوڑا اور کہا:

عمّو جان! لوگوں نے سوائے چند افراد کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حق سے روگرانی کی، لیکن حضرت علی علیہ السلام بن ابی طالب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح واجب الاطاعت ہیں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حق علی کے ساتھ ہے، اور آپ کی اطاعت

---

[1] اسرار معراج، ص28۔

[2] روضات الجنات، ج2، ص130۔

تمام امت پر واجب ہے،اس پیر مرد نے ایک چیخ ماری اور کہا: میں بھی اسی عقیدہ پر ہوں، یہ کہہ کر اس دنیا سے چل بسا۔

ہم لوگ جیسے ہی سفر سے واپس آئے، حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوئے، علی بن سری نے اس بوڑھے شخص کا واقعہ بیان کیا، اس وقت امامؑ نے فرمایا: وہ شخص جنتی ہے، اس نے عرض کیا: وہ شخص آخری لمحات میں اس عقیدہ پر پہنچا ہے، صرف اسی گھڑی اس کا عقیدہ صحیح ہوا تھا، کیا وہ بھی جنتی اور اہل نجات ہے؟! اس وقت امامؑ نے فرمایا: تم اس سے اور کیا چاہتے ہو، بخدا وہ شخص اہل بہشت ہے۔[1]

ابولبابہ کی توبہ

جس وقت جنگ خندق تمام ہوگئی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے، ظہر کے وقت جناب جبرئیل امین نازل ہوتے اور خداوند عالم کی طرف سے بنی قریظہ کے یہودیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا پیغام سنایا، فوراً ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کے لئے مسلح ہوگئے اور مسلمانوں کو حکم دیا: ہمیں نماز عصر بنی قریظہ نامی علاقہ میں پڑھنا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم نافذ ہوا، اسلامی فوج نے بنی قریظہ کا محاصرہ کرلیا، جب محاصرہ کے مدت طولانی ہوئی، تو یہودیوں پر زندگی سخت ہوگئی، لہٰذا انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پیغام بھجوایا کہ ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ اپنی حالت کے بارے میں اس سے مشورہ کریں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابولبابہ سے فرمایا: اپنے ہمپیمانوں کے پاس جاؤ اور دیکھو وہ کیا کہتے ہیں؟

جس وقت ابولبابہ یہودیوں کے قلعہ میں پہنچے، تو یہودیوں نے اس سے سوال کیا: ہمارے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا ہمان تمام شرائط کو مانتے ہوتے پیغمبر کے سامنے تسلیم ہوجائیں تاکہ وہ جو کچھ ہمارے ساتھ کرنا چاہیں، کرسکیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں تم لوگ تسلیم ہوجاؤ، اور اس جواب کے ساتھ ابولبابہ نے اپنے ھاتھوں سے گلے کی طرف اشارہ کیا، یعنی تسلیم ہونے کی صورت میں فوراً قتل کردیئے جاؤ گے، لیکن فوراً ہی اپنے کئے سے پشیمان ہوتے اور ایک فریاد بلند کی: آہ میں نے خدا و رسول کے ساتھ خیانت کرڈالی! کیونکہ مجھے یہ حق نہیں تھا کہ پوشیدہ راز کو بیان کروں۔

قلعہ سے باہر آئے اور سیدہے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، مسجد میں داخل ہوتے رسّی سے اپنی گردن کو ایک ستون سے باندھ لیا، جس ستون کو بعد میں ستون توبہ کا نام دیا گیا، اور کہا: میں اپنے کو نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ میری توبہ قبول ہوجائے، یا میری موت آجائے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابولبابہ کی تاخیر کی وجہ سے پریشان ہوتے اور ان کے بارے میں سوال کیا، تو اصحاب نے ابولبابہ کا واقعہ بیان کیا، اس وقت آنحضرت نے فرمایا: اگر میرے پاس آتا تو میں خدا سے اس کے لئے طلب مغفرت کرتا لیکن جب وہ خدا کی طرف گیا تو خداوند عالم اس کی نسبت زیادہ حقدار ہے جیسے بھی اس کے بارے میں فیصلہ کرے۔

ابولبابہ جتنے دن بھی وہاں بندھے رہے دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات کو معمولی کھانا کھاتے تھے، رات کے وقت ان

---

[1] اصول کافی، ج2، ص441، باب فیما أعطی اللہ عزّ وجلّ آدم (ع) حدیث 4

کی بیٹی کھانا لاتی تھی اور وضو کی ضرورت کے وقت اس کو کھول دیتی تھی۔

یہاں تک کہ جناب ام سلمہ کے گھر ایک شب میں ابولبابہ کی توبہ قبول ہونے کے سلسلہ میں آیت نازل ہوئی:

"وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ط عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [۱]

اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا کہ انہوں نے نیک اور بد اعمال مخلوط کر دیئے ہیں عنقریب خدا ان کی توبہ قبول کرلے گا کہ وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امّ سلمہ سے فرمایا: ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی، ام سلمہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت فرماتے ہیں کہ ابولبابہ کو اس کی توبہ قبول ہونے کے بارے میں بشارت دیدوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی، جناب امّ سلمہ نے اپنا سر حجرہ سے نکالا اور ابولبابہ کی توبہ قبول ہونے کی بشارت دی۔

ابولبابہ خدا کی اس نعمت پر اس کا شکر کرنے لگے، چند افراد اس کو ستون کے کھولنے کے لئے آئے، لیکن ابولبابہ نے ان کو روک دیا اور کہا: خدا کی قسم میں تم لوگوں سے یہ رسی نہیں کھلواؤں گا مگر یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود آکر مجھے آزاد فرمائیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف لائے اور فرمایا: تیری توبہ قبول ہوگئی ہے اب تم اس بچہ کی طرح ہو جو شکم مادر سے ابھی پیدا ہوا ہو، اور اس کی گردن سے وہ رسّی کھول دی۔

ابولبابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ میں اپنا سارا مال راہ خدا میں خیرات کردوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، اس کے بعد انہوں نے اپنے دو تھائی مال کے خیرات کرنے کی اجازت طلب کی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بھی اجازت نہ دی، انہوں نے آدھا مال خیرات کرنے کی اجازت طلب کی لیکن آنحضرت نے اس کی بھی اجازت نہ دی، آخر کار انہوں نے ایک تھائی مال خیرات کرنے کی اجازت مانگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی۔ [۲]

ایک لوہار کی توبہ

اس عجیب وغریب واقعہ کا راوی کہتا ہے: میں شہر بصرہ کے لوہار بازار میں وارد ہوا، ایک لوہار کو دیکھا کہ لوہے کو سرخ کئے ہوتے ہے اور اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑے ہوتے ہے، اور اس کا شاگرد اس پر ہتوڑا مار رہا ہے۔

مجھے بہت تعجب ہوا کہ سرخ لوہا اس کے ہاتھ کو نہیں جلا رہا ہے؟ اس لوہار سے اس چیز کا سبب معلوم کیا، اس نے بتایا:

---

[۱] سورۂ توبہ آیت 102۔

[۲] تفسیر قمی، ج1، ص535؛ بازگشت بہ خدا، 423۔

ایک سال بصرہ میں شدید قحط پڑا، یہاں تک کہ لوگ بھوک کے مرنے لگے، ایک روز میری پڑوسن جو جوان تھی میرے پاس آئی او رکھا: میرے بچے بھوک سے مرے جارہے ہیں، میری مدد کر، جیسے ہی میں نے اس کے جمال اورخوبصورتی کو دیکھا تو اس کا عاشق ہوگیا، میں نے اس کے سامنے ناجائز پیشکش رکھی، وہ عورت شرما کر جلدی سے میری گھر سے نکل گئی۔

چندروز کے بعد وہ عورت دوبارہ آئی اور کہا: اے مرد! میرے یتیم بچوں کی جان خطرے میں ہے، خدا سے ڈراور میری مدد کردے، میں نے دوبارہ پھر اپنی خواہش کی تکرار کی اس مرتبہ بھی وہ عورت شرمندہ ہوکر میرے گھر سے نکل گئی۔

دو دن بعد پھر میرے پاس آئی اور کہا: اپنے یتیم بچوں کی جان بچانے کے لئے میں تسلیم ہوں، لیکن مجھے ایسی جگہ لے چل جہاں تیرے اور میرے علاوہ کوئی نہ ہو، چنانچہ میں اس کو ایک مخفی جگہ لے کر گیا، جیسے ہی اس کے نزدیک ہونا چاہتا تھا وہ لرز اٹھی، میں نے کہا: تجھے کیا ہوگیا ہے؟ اس نے کہا: تو نے ایسی جگہ لانے کا وعدہ کیا تھا جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو، لیکن یہاں تو اس ناجائز کام کو پانچ دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں، میں نے کہا: اے عورت! اس گھر میں کوئی نہیں ہے، تو پانچ افراد کی بات کررہی ہے، اس نے کہا: دوفرشتے میرے موکل اور دوفرشتے تیرے موکل اور ان چار فرشتوں کے علاوہ خداوندمتعال میں ہمارے اس کام کو دیکھ رہا، میں کس طرح ان کے سامنے اس بُرے کام کا ارتکاب کروں؟!!

اس عورت کی باتوں نے مجھ پر اتنا اثر کیا کہ میرا بدن لرز اٹھا، اس شرمناک کام سے اپنے کو آلودہ ہونے سے بچالیا، اس کو چھوڑ دیا اور اس کی مدد کی، یہاں تک قحط کے خاتمہ تک اس کی اور اس کے یتیم بچوں کی جان بچالی، اس نے بھی میرے حق میں اس طرح دعا کی:

پالنے والے! جیسے اس مرد نے اپنی شہوت کی آگ کو خاموش کردیا تو بھی اس پر دنیاوآخرت کی آگ کو خاموش کردے۔ چنانچہ اسی عورت کی دعا ہے کہ دنیا کی آگ مجھے نہیں جلاتی۔[1]

قوم یونس کی توبہ

سعید بن جبیر اور دیگر مفسرین نے قوم یونس کے واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

قوم یونس نینوا اور موصل کے علاقہ میں زندگی بسر کیا کرتی تھی۔ اور اپنے نبی جناب یونس کی دعوت کو قبول نہیں کیا تھا، چنانچہ حضرت یونس ان ہیں 33 سال تک خدا پرستی اور گناہوں سے دوری کا دعوت دیتے رہے لیکن دو افراد کے علاوہ کوئی ایمان نہ لایا، ان ایمان لانے والوں میں ایک کا نام روبیل اور دوسرے کا نام تنوخ تھا۔

روبیل ایک صاحب علم وحکمت گھرانہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کی جناب یونس سے دوستی تھی، تنوخا ایک عابد وزاہد شخص تھا، جو جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے ان کو فروخت کیا کرتا تھا۔

---

[1] اسرار معراج، ص84۔

بھر کیف جب جناب یونس قوم کی ہدایت سے مایوس ہو گئے، تو خداوند عالم کی بارگاہ میں اس قوم کی شکایت کی اور عرض کیا: پالنے والے! 33 سال سے اس قوم کو توحید و عبادت اور گناہوں سے دوری کی دعوت دے رہا ہوں اور تیرے عذاب سے ڈرا رہا ہوں، لیکن یہ سرکشی پر تلے ہوئی ہے اور مجھے جھٹلا رہی ہے، یہ لوگ مجھے ذلت کے ساتھ دیکھتے ہیں اور مجھے قتل کی دھمکی دیتے ہیں۔ خداوندا! ان پر عذاب نازل کر دے، اب یہ لوگ ہدایت کے قابل نہیں ہیں۔ آواز آئی: اے یونس! اس قوم کے درمیان کچھ جاہل لوگ ہیں، کچھ بچے شکم مادر میں اور کچھ آغوش مادر میں ہیں، ان میں بعض بہت بوڑھے اور کمزور عورتیں ہیں، میں خدائے حکیم اور عادل ہوں، میری رحمت میرے غضب سے زیادہ ہے، میں نہیں چاہتا کہ گناہگاروں کے ساتھ میں بے گناہوں پر بھی عذاب کروں، میں ان کے ساتھ دوستی اور مہربانی کا سلوک کرنا چاہتا ہوں، اور ان کی توبہ و استغفار کا منتظر ہوں، میں نے تمہیں ان کے درمیان اس لئے بھیجا ہے کہ تم ان کی حفاظت کرو اور ان کے ساتھ رحمت و مہربانی کے ساتھ پیش آؤ، اور عظیم الشان مقام نبوت کے ذریعہ ان کے سلسلہ میں صبر سے کام لو، اور ایک ماہر طبیب کی طرح ان کی بیماری کے علاج میں لگ جاؤ، ان کے گناہوں کا علاج مہربانی سے کرو!

صبر و حوصلہ کی کمی سے آپ ان کے لئے عذاب کی درخواست کرتے ہیں، آپ سے پہلے نوح بھی میرے پیغمبر تھے جن کا صبر تم سے زیادہ تھا انہوں نے اپنی قوم کے ساتھ تم سے بہتر سلوک کیا، حضرت نوح نے اپنی قوم کے ساتھ دوستی اور مدارا سے کام لیا، 950 سال کے بعد مجھ سے عذاب کی درخواست کی، تب میں نے ان کی درخواست کو قبول کیا۔

جناب یونس علیہ السلام نے عرض کیا: پالنے والے! میں تیری وجہ سے ان پر غضبناک ہوں، کیونکہ ان کو جتنا تیری اطاعت کی دعوت کی اس سے زیادہ انہوں نے گناہوں پر اصرار کیا، تیری عزت کی قسم! ان کے ساتھ (اب) نرم رویہ اختیار نہیں کروں گا اور خیر خواہی کی نگاہ سے نہیں دیکھوں گا، ان کے کفر اور تکذیب کے بعد ان پر عذاب نازل فرما دے، کیونکہ یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ جناب یونس کی دعوت بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی، خطاب آیا: نصف شوال بروز چہارشنبہ طلوع آفتاب کے وقت ان پر عذاب نازل کروں گا، ان کو خبر کر دیں۔

نصف شوال کے چہارشنبہ سے پہلے ہی جناب یونس شہر سے کوچ کر گئے، لیکن روبیل چونکہ عالم و حکیم تھے، ایک بلندی پر گئے، اور بلند آواز سے کہنے لگے: اے لوگو! میں روبیل ہوں اور تمہاری بھلائی چاہتا ہوں، یہ ماہ شوال ہے جس میں تمہیں عذاب کا وعدہ دیا گیا ہے تم لوگوں نے پیغمبر خدا کو جھٹلایا ہے لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ پیغمبر خدا نے سچ کہا ہے، خدا کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا، اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔

یہ سن کر لوگوں نے ان سے کہا: ہمیں کوئی چارہ کار بتاؤ کیونکہ تم صاحب علم و حکمت ہو اور ہم پر مہربان اور دلسوز ہو۔

انہوں نے کہا: میرے لحاظ سے عذاب الٰہی کے وقت سے پہلے تم لوگ شہر سے باہر نکل جاؤ، بچوں کو ان کی ماؤں سے الگ کر دو، سب خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور گریہ و زاری کرو اور اس کی بارگاہ میں تضرع و زاری کرو اور خلوص کے ساتھ توبہ کرلو

اور کھو:

خداوندا! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے تیرے پیغمبر کو جھٹلایا ہے، لیکن (اب) ہم توبہ کرتے ہیں لہٰذا تو ہمارے گناہوں کو بخش دے، اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہمپر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں ہوجائیں گے، پالنے والے! ہماری توبہ قبول فرما، ہم پر رحم کر، خدایا! تیرا رحم سب سے زیادہ ہے۔ قوم نے ان کی بات مان لی، اور اس معنوی و روحانی منصوبہ کے لئے تیار ہو گئے، بدھ کا روز آ گیا، روبیل ان سے دور ہو گئے اور ایک گوشہ میں چلے گئے تا کہ ان کی گریہ وزاری اور ان کی توبہ کو دیکھیں۔

چہار شنبہ کا سورج نکلا، شہر میں خطرناک اور ہولناک زرد ہوائیں چلنے لگیں جس سے خوف و وحشت پھیل گئی، بیابان میں زن و مرد، پیر و جوان غنی اور ضعیف غرض سب لوگوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں، اور سب دل کی گہرائی سے توبہ کرنے لگے اور خداوند عالم سے طلب مغفرت میں مشغول ہو گئے، بچے ماؤں کی فلک شگاف گریہ کی صدائیں سن کر رونے لگے، مائیں بچوں کے رونے کی وجہ سے فریادیں کرنے لگیں۔ اس وقت ان کی توبہ بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی، ان سے عذاب ٹل گیا اور قوم ہنسی خوشی اپنے گھروں میں واپس آ گئی۔ [۱]

ایک جوان اسیر کی توبہ

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ اسیروں کی ایک تعداد کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک شخص کے علاوہ تمام لوگوں کے قتل کا حکم صادر فرمادیا۔ اس اسیر نے کہا: ان تمام اسیروں کے درمیان صرف مجھے کیوں چھوڑ رکھا ہے؟ حضرت نے فرمایا:

خداوند عالم کی طرف سے مجھے جبرئیل نے بتایا ہے کہ تو پانچ خصلتوں کا مالک ہے، جن کو خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں: تو اہل خانہ کا بہت زیادہ خیال رکھتا ہے، سخاوت اور حسن خلق سے کام لیتا ہے، سچ بولتا ہے اور تیرے اندر شجاعت اور دلیری پائی جاتی ہے۔ جیسے ہی اس جوان نے ان باتوں کو سنا تو فوراً مسلمان ہو گیا، اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا، اور بہترین جنگ کے کرنے کے بعد شہید ہو گیا۔ [۲]

ستم کار حکومت میں ایک ملازم شخص کی توبہ

عبد اللہ بن حمّاد، علی بن ابی حمزہ سے نقل کرتے ہیں: میرا ایک دوست بنی امیہ کی حکومت میں نوکری کرتا تھا، اس نے مجھ سے کہا: حضرت امام صادق علیہ السلام سے میرے لئے اجازت لے لو تا کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوسکوں، میں نے امامؑ سے اجازت لی، امام نے اجازت دی، چنانچہ وہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام کیا اور بیٹھتے ہوتے کہا: میں آپ پر قربان، میں بنی امیہ کی حکومت میں ملازم ہوں، میں نے بہت زیادہ مال و ثروت جمع کیا ہے، اور مال جمع کرنے میں شرعی قوانین کی مطلقاً رعایت

---

[۱] تفسیر صافی، ج ۱، ص ۷۶۷ بطور خلاصہ۔

[۲] 212۔ امالی شیخ صدوق، ص 271، مجلس 46 حدیث 7؛ بحار، ج 68، ص 384، باب 92 حدیث 25

نہیں کی ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر بنی امیہ کو کوئی کاتب نہ ملتا اور مال غنیمت حاصل نہ ہوتا، اور ایک گروہ ان کی حمایت میں جنگ نہ کرتا تو یہ میرے حق کو نہیں لے سکتے تھے، اگر لوگ ان کو چھوڑ دیتے اور ان کی تقویت نہ کرتے تو کیا وہ کچھ کر سکتے تھے؟

یہ سن کر اس جوان نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: آیا میں اس عظیم بلاء سے نجات حاصل کر سکتا ہوں؟ اس وقت امامؑ نے فرمایا: کیا میرے کہنے پر عمل کرو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! امامؑ نے فرمایا: بنی امیہ کی اس ملازمت سے جتنا مال حاصل کیا ہے اگر ان کے مالکوں کو جانتے ہو؟ تو ان ہیں دیدو اور اگر نہیں جانتے تو ان کی طرف سے صدقہ دیدو، میں خدا کی طرف سے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، وہ جوان کافی دیر تک خاموش رہا اور پھر عرض کی: میں آپ پر قربان جاؤں، آپ کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہوں۔

علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں: وہ جوان ہمارے ساتھ کوفہ واپس آیا، اور حضرت کے حکم کے مطابق عمل کیا، اور اس کے پاس کچھ باقی نہ بچا۔

اس نے اپنا پیراہن بھی راہ خدا میں دیدیا، میں نے اس کے لئے پیسے جمع کئے اس کے لئے لباس خریدا اور اس کے اخراجات کے لئے مناسب خرچ بھیج دیا، چند ماہ کے بعد وہ مریض ہو گیا تو میں اس کی عیادت کے لئے گیا، اسی طرح چند روز اس کی عیادت کے لئے جاتا رہا، لیکن جب آخری روز اس کی عیادت کے لئے گیا، تو اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور مجھ سے کہا: خدا کی قسم! امام صادق علیہ السلام نے اپنے وعدہ وفا کر دیا ہے، اور یہ کہتے ہی وہ اس دنیا سے چل بسا، ہم نے اس کے کفن و دفن کا انتظام کیا، ایک مدت کے بعد حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امامؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ہم نے تمہارے دوست کی نسبت اپنا وعدہ وفا کر دیا ہے، میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں، آپ صحیح فرما رہے ہیں اس نے مرتے وقت مجھے اس بات کی خبر دی تھی۔[1]

حیرت انگیز توبہ

حقیر بمناسب ولادت باسعادت حضرت امام عصر (عج) تبلیغ کے لئے بندر عباس گیا ہوا تھا، آخری شب جمعہ کو دعائے کمیل کا پروگرام تھا۔

چنانچہ دعائے کمیل شروع ہونے سے پہلے ایک 20 سالہ جوان نے مجھے ایک خط دیا اس جوان کو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

دعائے کمیل کے بعد گھر واپس آ گیا، اس خط کو پڑھا، مجھے وہ خط پڑھ کر بہت تعجب ہوا، اس میں لکھا ہوا تھا: میں پہلے

[1] کافی، ج5 ص106 باب عمل السلطان و جوائزھم، حدیث 4؛ بحار، ج47، ص382، باب 11، حدیث 105۔

میں اس طرح کے پروگرام میں شریک نہیں ہوتا تھا، گزشتہ سال دوپھر میں میرے ایک دوست نے فون کیا کہ چار بجے عصر تمہارے پاس آتا ہوں کیونکہ ایک جگہ جانا ہے، چار بج گئے، وہ آ گیا اور میں اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا اور اس سے کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: میرے ماں باپ چند روز کے لئے کہیں گئے ہیں ہمارا گھر خالی ہے کوئی نہیں ہے، چلیں وہاں چلتے ہیں تا کہ دونوں مزے اڑائیں، جیسے ہی اس کے گھر پہنچے تو اس نے کہا: دولڑکیوں کو بلایا ہے، اور وہ یہیں موجود ہیں، وہ ہمارے لئے آمادہ ہیں، چنانچہ اس نے مجھے ایک کمرہ میں بھیجا اور خود دوسرے کمرے میں چلا گیا، جیسے ہی کچھ کرنا چاہا، آپ سے متعلق تبلیغی بینر پر لکھا ہوا میرے ذہن میں آ ی شب جمعہ دعائے کمیل میں جانتا تھا کہ یہ دعا حضرت علی علیہ السلام کی دعا ہے، لیکن آج تک دعائے کمیل پڑھتے ہوتے نہیں دیکھا تھا، میں اس شیطانی حالت میں حضرت علی علیہ السلام سے بہت شرمندہ ہوا، شرم وحیا نے میرے بدن کو لرزا دیا، اپنے وجود سے نفرت کرنے لگا، (اس لڑکی کو چھوڑ کر واپس آ گیا) سڑکوں پر حیران و پریشان گھومتا رہا، یہاں تک رات ہوگئی مسجد میں آیا رات کے اندھیرے میں آپ کے ساتھ دعائے کمیل پڑھنے لگا، شرم وحیا سے سر جھکائے آنسو بھاتا رہا، اور خدا کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرتا رہا نیز خدا سے دعا کی کہ میری شادی کے لئے راستہ ہموار کردے، اور مجھے گناہوں کی لغزشوں سے محفوظ فرما۔ دوتین ماہ کے بعد ہی والدین کے پیش کش پر ایک شریف خاندان کی بہت خوبصورت لڑکی سے شادی ہوگئی ایسی خوبصورت لڑکی جس کو کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا صورت وسیرت میں بے نظیر تھی، میں اس نعمت کو گناہ کو ترک کرنے اور دعائے کمیل میں شرکت کرنے کی برکت سمجھتا ہوں، میں نے اس سال تمام جلسوں میں شرکت کی ہے اور یہ خط اس لئے لکھا ہے تا کہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ یہ جلسے بالخصوص جوانوں کے لئے کس قدر مفید ہیں!

گناہگار نے پُرمعنی جملہ سے توبہ کرلی

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ کے مریدوں میں سے ایک صاحب نے موصوف سے عرض کیا: میرا پڑوسی بہت گناہگار ہے چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر لھولعب اور گناہوں کی محفل سجاتا ہے، جس سے ہمیں اور دوسرے پڑوسیوں کو اذیت ہوتی ہے، بہت ہی بدمعاش آدمی ہے، میں اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے سے ڈرتا ہوں، اپنے مکان کو بھی نہیں بدل سکتا کہ اس کو فروخت کر کہیں دوسری جگہ خریدلوں۔

علامہ محمد تقی مجلسی علیہ الرحمہ نے اس سے فرمایا: اگر کسی روز اس کی دعوت کرو اور اس کو اپنے یہاں مھمان بلاؤ تو میں اس سے گفتگو کرنے کے لئے شرکت کرسکتا ہوں، شاید خدا کا لطف اس کے شامل حال ہوجائے اور اپنے گناہوں سے پشیمان ہوکر توبہ کرلے۔

چنانچہ یہ بدمعاش شخص ایک مومن شخص کے یہاں دعوت کے لئے مدعو کیا گیا اس نے بھی دعوت قبول کرلی، علامہ مجلسی اس دعوت میں شریک ہوئے، چند منٹ تک اس مجلس پر سکوت طاری رہا، لیکن وہ گناہگار شخص جو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے آنے سے

سخت تعجب میں تھا؛ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی طرف رخ کر کے کہتے ہیں: اس دنیا میں تم روحانی (مولوی) لوگوں کا کیا کہنا ہے؟

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے کہا: برائے مہربانی آپ ہی فرمایئے کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ اس شخص نے کہا: ہم جیسے لوگ بہت کچھ کہتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس کا نمک کھالیا ہو اس کے نمک کی رعایت کی جائے، اور اس کے ساتھ خلوص کے ساتھ پیش آئیں، یہ سن کر علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس سے کہا: تمہاری کتنی عمر ہے؟ جواب دیا: ساٹھ سال، علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس ساٹھ سال میں کتنی بار خدا کا نمک کھایا ہے، کیا اس کے نمک کی رعایت کی ہے، اور اس کے ساتھ خلوص وصفا کا لحاظ رکھا؟ اس گناہگار شخص کو جیسے ایک جھٹکا سا لگا، اس نے سر جھکالیا، اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، اس محفل کو ترک کیا، اس کو رات بھر نیند نہیں آئی، صبح سویرے اپنے پڑوسی کے پاس آیا اور اس سے سوال کیا: رات تمہارے گھر آنے والے مولانا کون تھے؟ اس نے کہا: وہ علامہ محمد تقی مجلسی تھے، اس سے ان کا ایڈرس معلوم کیا اور ان کی خدمت میں پہنچا اور ان کے سامنے توبہ کی اور نیک و صالح لوگوں میں ہوگیا!

گرمی پسندی تغیر دہ قضارا

علامہ محمد تقی مجلسی علیہ الرحمہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور گناہوں سے روکنے کے لئے بہت زیادہ دلسوز تھے جس محلہ میں رہتے تھے چند اوباش اور بدمعاش لوگ بھی رہتے تھے، جوجوا، شراب خوری اور رقص وسرور کی محفل سجایا کرتے تھے۔

اکثر اوقات جب ان سے ملاقات ہوتی تھی تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے تھے اور ان ہیں گناہوں کے ترک کرنے اور خدا کی عبادت کی دعوت دیا کرتے تھے۔

وہ تمام غنڈے اور ان کا سردار؛ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ سے پریشان اور ایک ایسے موقع کی تلاش میں تھے جس سے مجلسی علیہ الرحمہ سے نجات پاجائیں۔

ایک روز علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے مریدوں میں سے ایک نیک وصالح اور سادہ انسان کو دیکھا تو اس سے کہا: شب جمعہ اپنا مکان ہمارے لئے خالی کردے اور دعوت کا انتظام کر جس میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کو بھی دعوت دینا اور اس منصوبہ سے کوئی مطلع نہ ہونے پائے، ورنہ تیرے لئے آفت ہوجائے گی۔

چنانچہ پروگرام معمول کے مطابق برقرار رہا، علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس خیال سے کہ ایک نمازی کے یہاں دعوت ہے، دعوت کو قبول کرلیا۔

تمام غنڈوں نے طے کیا کہ پہلے ہم سب لوگ وہاں جمع ہوجائیں گے اور ایک ناچنے والی عورت کو بلایا جائے گا، علامہ مجلسی کے آنے کے بعد جب محفل اچھی طرح سج جائے تو وہ رقّاصہ ننگے سر محفل میں وارد ہو اور طبل وغیرہ کے ساتھ ناچنے گانے میں مشغول ہوجائے!

اوراس وقت ایک شخص محلے کے مومنین کو جمع کر لے کہ یہ دیکھو کیا ہو رہا ہے!!

واعظان کین جلوہ درمحراب ومنبر می کنند

چون بہ خلوت می روند آن کار دیگر می کنند

(واعظین مسجد ومنبر پر تو وعظ ونصیحت کرتے ہیں لیکن جب خلوت میں جاتے ہیں تو دوسرے کام کرتے ہیں)

شاید اس پروگرام کو دیکھ مجلسی علیہ الرحمہ ذلیل ہو جائیں اور اوراس کے بعد ہمیں ان سے نجات مل جائے۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ جس وقت محفل میں وارد ہوتے تو صاحب خانہ دکھائی نہ دیا بلکہ اس کے بدلے وہاں پر بدمعاش اور گناہگار لوگ جمع ہیں، سب منہ بنائے ہوتے چاروں طرف بیٹھے ہوتے ہیں، علامہ موصوف نے اپنی ایمانی ذکاوت سے اندازہ لگالیا کہ کوئی نہ کوئی چال ضرور ہے! کچھ ہی دیر گزری تھی کہ پردہ اٹھا اور بناؤسنگھار کئے ایک رقاصہ نکلی اور طبل وطنبور کے ساتھ ناچنا گانا شروع کر دیا، اور مطرب انداز میں یہ شعر پڑھتے ہوتے مخصوص انداز میں ناچنا شروع کر دیا:

در کوی نیکنامان ما را گزر نباشد

گر تو نمی پسندی تغیر ده قضا را

نیک اور صالح لوگوں کی گلی سے ہمارا گزر نہیں ہو سکتا، اگر تمہیں پسند نہیں ہے تو قضا کو بدل دو

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ، عظیم الشان عارف وعابد کی آنکھیں میں آنسو بھر آئے اور خداوند عالم کی طرف خلوص کے ساتھ توجہ کی اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

گر تو نمی پسندی تغیر ده قضا را

(اگر تجھے پسند نہیں ہے تو قضا کو بدل دے)

اچانک کیا دیکھا کہ اس رقاصہ نے اپنا سروصورت چھپانا شروع کر دیا، ساز وطبل کو زمین پر دے مارا اور سجدہ میں گر پڑی، اور دلسوز آواز میں ذکر ربّ کرنے لگی: یا ربّ، یا ربّ، یا ربّ، یا ربّ، اس نے توبہ اور استغفار کیا، دوسرے لوگ بھی خواب غفلت سے بیدار ہوتے اور اس ماجرے کو دیکھ رونے لگے، ان تمام لوگوں نے اس عظیم الشان عالم دین کے سامنے توبہ کی اور اپنے تمام گناہوں سے دوری اختیار کر لی۔[1]

ہارون الرشید کے بیٹے کی توبہ

صاحب کتاب ابواب الجنان، واعظ سبزواری اپنی کتاب جامع النورین (ص317) اور آیت اللہ نھاوندی نے اپنی کتاب خزینۃ الجواھر (ص291) میں تحریر کیا ہے: ہارون کا ایک بیٹا نیک وصالح تھا ایک پاکیزہ گوھر، ناپاک صلب سے جیسے کوئی

---

[1] اس واقعہ کو تبلیغی سفر (1970ء ھمدان) کے دوران آیت اللہ مرحوم آخوند ھمدانی سے سنا ہے۔

مروارید ہو، جواپنے زمانہ کے عابدوزاہدلوگوں کی بزم سے فیضیاب ہوتا تھا جن کی صحبت کے اثر سے دنیاوی زرق وبرق سے کنارہ کشی کئے ہوتے تھا، باپ کے طورطریقہ اور مقام وریاست کے خواب کوترک کئے ہوتے تھا، اس نے اپنے دل کو پاک وصاف کررکھا تھاحقیقت کی بلندشاخوں پر اپنا گھر بنائے ہوتے تھااوردنیاوی چیزوں سے آنکھیں بند کئے تھا۔

ہمیشہ قبرستان میں جاتااوران کوعبرت کی نگاہوں سے دیکھتااورقبروں کودیکھ دیکھ کرزاروقطارآنسو بھاتا تھا!

ایک روزہارون کاوزیرمحفل میں تھااثناءمحفل اس کالڑکاوہاں سے گزراجس کانام قاسم اورلقب مؤتمن تھا،جعفر برمکی ہنسنے لگے، ہارون نے ہنسنے کی وجہ معلوم کی تو جواب دیا: اس لڑکے کی حالت پر ہنستاہوں جس نے تجھے ذلیل کردیا ہے، کاش یہ تمہارابیٹانہ ہوتا! یہ دیکھئے اس کے کپڑے، چال چلن عجیب ہےاوریہ غریب اورفقیروں کے ساتھ اٹھتابیٹھتا ہے، یہ سن کر ہارون بول اٹھا: اس کو حق ہے کیونکہ ہم نے ابھی تک اسے کوئی مقام ومنصب دیا ہی نہیں، کیااچھا ہوکہ ایک شہرکی حکومت اس کودیدی جائے ،فرمان صادر کردیااوراس کواپنے پاس بلایا، اس کونصیحت کرتے ہوتے اس طرح کہا: میں چاہتاہوں تجھےکسی شہرکی حکومت پر منصوب کروں، کس علاقہ کی حکومت چاہتے ہو؟

اس نے کہا: اے پدر! مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیجئے، مجھے خدا کی عبادت کا شوق حکومت کے شوق سے کہیں زیادہ ہے، یہ سوچ لوکہ میں تمہارابیٹانہیں ہوں۔

ہارون نے کہا: کیاحکومتی لباس میں خدا کی عبادت نہیں کی جاسکتی؟ کسی علاقہ کی حکومت قبول کرلو،تمہاراوزیربھی کسی شائستہ شخص کوقراردےدوں گا تاکہ اکثر کاموں کودیکھتارہےاورتوعبادت خدامیں مشغول رہنا۔

ہارون اس چیز سے بےخبر تھایااپنے کوغافل بنائے ہوتے تھاکہ حکومت ائمہ معصومین اوراولیاءالٰہی کاحق ہے۔ظالموں، ستمگروں، غاصبوں اورطاغوتوں کی حکومت میں کسی شہرکی امارت قبول کرنا جہاں پرحکم الٰہی کونافذ نہ کیا جاسکے، اوراس کی درآمد سے کوئی بھی عبادت صحیح نہیں ہوگی کیونکہ یہ بالکل حرام مال ہے، اوراس عبادت سے خدابھی راضی نہیں ہوگا، نیزظالم حکومت کی طرف سے کسی علاقہ کی امارت لینابغیرشرعی دلیل کے ایک گناہ عظیم ہے۔

قاسم نے کہا: میں کسی بھی طرح کا کوئی منصوبہ قبول کرنے کے لئے تیارنہیں ہوں اورنہ ہی حکومت وامارت قبول کروں گا۔

ہارون نے کہا: توخلیفہ، حاکم اورایک وسیع وعریض زمین کے بادشاہ کابیٹا ہےکیاوجہ ہے کہ تونے غریب وفقیرلوگوں کے ساتھ بیٹھ کر مجھے ذلیل ورسواکردیا ہے؟ اس نے جواب دیا: تونے بھی مجھے نیک وصالح لوگوں کے درمیان ذلیل ورسواکررکھا ہے کہ توایک ایسے باپ کابیٹا ہے!

ہارون اورحاضرین مجلس کی نصیحت اس پر کارگرنہ ہوسکی،تھوڑی دیر کے لئے خاموش کھڑارہا۔

مصر کی حکومت اس کے نام لکھ دی گئی حاضرین اس کومبارکباداورتہنیت پیش کرنے لگے۔

جیسے ہی رات کا وقت آیا بغداد سے بصرہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا، صبح جب ڈھونڈا گیا تو اس کو نہ پایا۔

بصرہ کے اطراف میں رہنے والے عبداللہ بصری کہتا ہے: بصرہ میں میرا ایک مکان تھا جس کی دیواریں خراب ہو چکی تھیں، ایک روز سوچا مکان کی گری ہوئی دیوار کو بنوا دیا جائے مزدور کی تلاش میں نکلا، مسجد کے پاس ایک جوان کو دیکھا جو قرآن پڑھنے میں مشغول ہے اور بیلچہ اور ٹوکری لئے ہوتے ہے، میں نے اس سے سوال کیا: کیا کام کرنے کے لئے تیار ہو؟ اس نے کہا: ہاں، خداوند عالم نے ہمیں حلال رزق حاصل کرنے کے لئے کام اور زحمت کے لئے پیدا کیا ہے۔

میں نے کہا: آؤ اور ہمارے مکان میں کام کرو، اس نے کہا: پہلے میری اجرت طے کرو، بعد میں تمہارے کام کے لئے جاؤں گا، اس نے کہا: ایک درہم ملے گا، اس نے قبول کر لیا، شام تک اس نے کام کیا، میں نے اندازہ لگایا کہ اس نے دو آدمیوں کے برابر کام کیا ہے میں نے اس کو دو درہم دینا چاہے لیکن اس نے انکار کر دیا، اور کہا: مجھے زیادہ نہیں چاہئے، دوسرے روز اس کی تلاش میں گیا لیکن وہ نہ ملا، اس کے بارے میں لوگوں سے سوال کیا تو کچھ لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ صرف سنیچر کے روز کام کرتا ہے۔

ہفتہ کے روز صبح اس کی پہلی جگہ تلاش کے لئے گیا وہ مل گیا، اس کو لے گیا وہ دیوار بنانے میں مشغول ہو گیا، گویا غیب سے اس کی مدد ہوتی تھی، جیسے ہی نماز کا وقت ہوا، اس نے کام روک دیا، اپنے ہاتھ پیر دھوئے اور نماز واجب میں مشغول ہو گیا، نماز پڑھنے کے بعد پھر کام میں مشغول ہو گیا، یہاں تک کہ سورج ڈوبنے لگا، اس کی مزدوری اس کو دی اور وہ چلا گیا، چونکہ میری دیوار مکمل نہیں ہوئی تھی دوسرے سنیچر تک صبر کیا تا کہ پھر اسی کو لے کر آؤں، سنیچر کے روز مسجد کے پاس اس کو تلاش کیا لیکن وہ نہیں ملا، اس کے بارے میں لوگوں سے سوال کیا تو کہا: دو تین دن سے بیمار ہے، اس کے گھر کا پتہ معلوم کیا ایک پرانے اور قدیم محلہ میں اس کا ایڈرس بتایا گیا، میں وہاں گیا دیکھا تو بستر علالت پر پڑا ہوا ہے اس کے سرہانے بیٹھ گیا اور اس کے سر کو اپنی آغوش میں لیا، اس نے آنکھیں کھولی تو سوال کیا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں وہی ہوں جس کے لئے تم نے دو دن کام کیا ہے، میرا نام عبداللہ بصری ہے، اس نے کہا: میں نے تمہیں پہچان لیا، کیا تم بھی مجھے پہچاننا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں بتاؤ تم کون ہو؟

اس نے کہا: میرا نام قاسم ہے اور میں ہارون الرشید کا بیٹا ہوں!

جیسے اس نے اپنا تعارف کرایا مجھے فوراً ایک جھٹکا لگا اور لرزنے لگا، میرے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہا: اگر ہارون کو معلوم ہو گیا کہ میں نے اس کے بیٹے سے مزدوری کرائی ہے تو مجھے سخت سزا دے گا، میرے گھر کو ویران کرنے کا حکم دے دے گا۔ قاسم سمجھ گیا کہ وہ بری طرح ڈر گیا ہے، اس نے کہا: خوف نہ کھاؤ اور ڈرو نہیں، میں نے ابھی تک کسی سے اپنا تعارف نہیں کرایا ہے، اب بھی اگر مرنے کے قریب نہ ہوتا تو تمہیں بھی نہیں بتاتا، میں تم سے ایک خواہش رکھتا ہوں اور وہ یہ کہ جب میں دنیا سے چل بسوں تو جو شخص میری قبر تیار کرے یہ بیلچہ اور ٹوکری اس کو دیدینا اور یہ قرآن جو میرا مونس وھمدم تھا کسی قرآن پڑھنے والے کو دیدینا، اس نے اپنی انگوٹھی مجھے دی اور کہا: میرے مرنے کے بعد اگر تیرا گزر بغداد سے ہو تو میرا باپ سنیچر کے روز عام لوگوں سے

ملاقات کرتا ہے، اس کے پاس جانا اور اس کو یہ انگوٹھی دینا اور کہنا: تیرے بیٹا اس دنیا سے گزر گیا ہے، اور اس نے کہا ہے: تجھے مال دنیا جمع کرنے کا لالچ بہت زیادہ ہے، اس انگوٹھی کو بھی لے کر اپنے مال میں اضافہ کرلے، لیکن روز قیامت اس کا حساب بھی خود ہی دینا، کیونکہ مجھ میں حساب کی طاقت نہیں ہے، یہ کہتے کہتے اٹھنا چاہا لیکن اس کی طاقت جواب دی گئی، دوبارہ پھر اٹھنا چاہا لیکن نہ اٹھ سکا، اس نے کہا: اے عبداللہ! مجھے ذرا اٹھادو کیونکہ میرے مولا وآقا امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے ہیں، میں نے اس کو اٹھایا اور اچانک اس کی روح پرواز کر گئی، گویا ایک چراغ تھا جس میں ایک چنگاری اٹھی اور خاموش ہوگیا!

ایک آتش پرست کی توبہ

مشہور و معروف فقیہ عارف نامدار فیلسوف بزرگوار جناب ملا احمد نراقی اپنی عظیم الشان کتاب طاقدیس میں تحریر فرماتے ہیں:

جناب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کی طرف چلے جا رہے تھے، راستہ میں ایک بوڑھا آتش پرست ملا جو گمراہی اور گناہوں سے آلودہ تھا، اس نے جناب موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کہاں جا رہے ہیں، کس سے باتیں کرنے جا رہے ہو؟ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: کوہ طور پر جا رہا ہوں، جس جگہ وہ بے انتہا نور کا مرکز ہے، وہاں جاتا ہوں تاکہ حضرت حق سے راز و نیاز اور مناجات کروں، اور تمہارے گناہوں اور خطاؤں کی معذرت کروں۔

اس آتش پرست نے کہا: کیا میرا پیغام بھی خدا کے پاس پہنچا سکتے ہو؟ جناب موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تیرا پیغام کیا ہے؟ اس نے کہا: میری طرف سے اپنے پروردگار سے کہنا کہ اس خلقت کے جھرمٹ اور آفرینش کے بھیڑ میں میں تجھ کو خدا مانوں یہ میرے لئے ننگ و عار ہے، مجھے ہرگز اپنے پاس نہ بلانا اور مجھے تیری روزی کی منت اور تیرے احسان کی بھی ضرورت نہیں ہے، نہ تو میرا خدا ہے اور نہ میں تیرا بندہ! جناب موسیٰ علیہ السلام نے اس بے معرفت آتش پرست کی گفتگو کو سنا اور اس گستاخ کی گفتگو پر بہت جوش آیا، اپنے دل میں کہا: میں اپنے محبوب سے مناجات کرنے کے لئے جا رہا ہوں، مناسب نہیں ہے کہ اس کے سامنے یہ سب نازیبا گفتگو بیان کروں، اگر خدا کا احترام کرتا ہوں تو ان باتوں کو بیان نہ کروں تو اچھا ہے۔

جناب موسیٰ علیہ السلام طور کی طرف روانہ ہوگئے، اس نورانی وادی میں خداوند عالم سے راز و نیاز کرنے لگے، گریاں کناں آنکھوں سے مناجات شروع کردی، اس خلوت میں ایسا کیف تھا کہ دوسرے اس سے بے بھرہ ہیں، خداوند عالم سے عاشقانہ گفتگو ہوئی، جب آپ راز و نیاز سے فارغ ہوتے اور وہاں سے واپس چلنے کا ارادہ کیا، خطاب ہوا: اے موسیٰ میرے بندے کا پیغام کیا تھا؟

عرض کیا: میں اس پیغام کو سناتے ہوتے شرم محسوس کرتا ہوں، تو خود علیم و بصیر ہے اور جانتا ہے کہ اس بوڑھے آتش پرست کافر نے تیرے شان میں کیا گستاخی کی ہے!

خطاب ہوا: اس زبان دراز کے پاس جانا اور میری طرف سے اس کو سلام کہنا اور اس کے بعد پیار و محبت سے اس کا یہ پیغام سنانا:

اگر تجھے مجھ سے عار ہے، تو مجھے تجھ سے کوئی عار نہیں ہے ہرگز تجھ سے جنگ نہیں کروں گا، اگر تو مجھے نہیں چاہتا تو میں تو تجھے بہت چاہتا ہوں، تو اگر میری روزی اور رزق نہیں چاہتا میں اپنے فضل و کرم سے تجھے روزی عنایت کروں گا، اگر میری روزی کا احسان نہیں چاہتا تو میں بغیر احسان کے روزی عنایت کروں گا، میرا فیض سب کے لئے اور عام ہے، میرا لطف و کرم بے نھایت، ہمیشگی اور قدیم ہے۔ تمام لوگ میرے نزدیک بچوں کی طرح ہیں اور میرا فیض دودھ پلانے والی ایک خوش اخلاق ماں کی طرح ہے۔ ہاں بچے کبھی غصہ میں اور کبھی پیار میں پستان مادر کو اپنے منہ سے نکال دیتے ہیں لیکن ان کی ماں ان سے ناراض نہیں ہوتی، بلکہ پھر اپنی پستان ان کے منہ رکھ دیتی ہے۔

بچہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنے منہ کو بند کر لیتا ہے، ماں اس کے بند منہ کے بوسہ لینا شروع کر دیتی ہے، اور پیار بھرے انداز میں کہتی ہے: ارے میرے بچے! منہ نہ موڑ، دودھ بھری چھاتی کو منہ میں رکھ لے، اے میرے لاڈلے! دیکھ تو سہی میرے پستان سے بہار میں ابلنے والے چشمہ کی طرح دودھ جوش مار رہا ہے۔

جس وقت جناب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے، اس بوڑھے آتش پرست نے کہا: اگر میرے پیغام کا جواب لائے ہو تو بیان کرو۔

جناب موسیٰ علیہ السلام نے خدا کا پیغام اس کافر اور آتش پرست کو سنایا، کلام الٰہی نے اس کافر اور ملحد کے دل سے کفر کے زنگ کو دور کر دیا، وہ ایک گمراہ انسان تھا جو راہ حق سے دور ہو چکا تھا، خدا کا پیغام اس کے لئے ایک گھنٹی کی طرح تھا، وہ شب تاریک کی طرح اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا، وہ جواب اس کے لئے نور خورشید کی طرح بن گیا۔

شرم و حیا کی وجہ سے سر جھک گیا، اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے اور زمین کی طرف دیکھنے لگا، تھوڑی دیر بعد اس نے سر اٹھایا اور اشک بھری آنکھوں اور سوز جگر کے ساتھ کہا: اے موسیٰ! تم نے میرے جسم میں آگ لگا دی ہے، جس سے میرا جسم و روح دھواں ہو گیا ہے، یہ کیا پیغام تھا جو میں نے خدا کی بارگاہ میں پیش کیا، میں بدبخت ہوں، افسوس مجھ پر، اے موسیٰ! مجھے ایمان کی تعلیم دیں، اے موسیٰ! مجھے حقیقت کا راستہ بتاؤ، خدایا کیا عجیب واقعہ پیش آیا، میری روح قبض کر لے تا کہ میں اس پریشانی سے نجات پا جاؤں!

جناب موسیٰ علیہ السلام نے ایمان، عشق، رابطہ کی گفتگو اور خدا سے راز و نیاز کا سلیقہ سکھایا، اور اس نے توحید کا اقرار کیا اور اپنے گزشتہ سے توبہ کی اور اس دنیا سے محبوب کی طرف کوچ کر گیا!

توبہ اور خدا سے صلح وصفا

1951ء میں جب شیعہ مرجعیت کی ذمہ داری، حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای بروجردی رحمۃ اللہ علیہ کے شانوں پر تھی، جو علم وعمل کے مجاہداور باکمال نورانی چہرہ کے مالک تھے، اس وقت حقیر کی عمر نو سال تھی، توبہ کے سلسلہ میں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا جس کا ذکر کرنا مناسب ہے۔

شہر تہران کے ایک محلہ میں ایک بہت قدرت مند آدمی تھا، جو واقعاً ایک اوباش اور غنڈا تھا اکثر غنڈے اس سے خوف زدہ رہتے تھے اور چاقو چھری مارنے والے بدمعاش بھی اس سے ڈرتے تھے۔

وہ کبھی شراب خوری، جوا، ڈکیتی اور جھگڑا فساد کرنے سے گریز نہیں کرتا تھا۔

چنانچہ جب اس غنڈا گردی پر عروج تھا اس وقت لطف خدوندی اور اس کی رحمت نے اس کے دل پر اثر کیا اور جو کچھ بھی اس کے پاس تھا ان سب کو بیچ کر نقد پیسہ بنایا اور ایک سوٹ کیس میں بھر کر توبہ کرنے کے لئے شہر مقدس قم میں آیا اور حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای بروجردی علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچا، اپنی مخصوص زبان میں اس عالم باعمل اور صاحب بصیرت سے گویا ہوا: جو کچھ بھی اس سوٹ کیس میں ہے سب مال حرام ہے، میں اکثر مال کے مالکوں کو نہیں جانتا، یہ میرے اوپر ایک بار ہے، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تا کہ میں آپ کے سامنے توبہ کروں اور اپنی اصلاح کروں۔

آیت اللہ بروجردی علیہ الرحمہ ایسے افراد سے ملاقات کرکے بہت خوش ہوتے تھے، چنانچہ اس سے فرمایا: نہ صرف پیسوں سے بھرا سوٹ کیس بلکہ اپنی قمیص شلوار کے علاوہ بدن کے سارے کپڑے بھی یہاں رکھ دو اور چلے جاؤ۔

چنانچہ اس نے یہ سن کر اپنے اوپر کے کپڑے اتار دیئے اور ایک شلوار قمیص میں ہی موصوف سے خدا حافظی کرکے روانہ ہوگیا۔

اس شخص کی توبہ کی وجہ سے حضرت آیت اللہ العظمیٰ آقای بروجردی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اس کو آواز دی، اور اس کو اپنے ذاتی پیسوں میں سے پانچ ہزار تومان دیئے اور اس کے لئے اسی خشوع وخضوع کی حالت میں خلوص کے ساتھ دعا کی۔

وہ شخص اس حالت میں تہران پلٹا کہ تواضع وانکساری اور محبت وپیار کو اپنا پیشہ بنالیا تھا، چنانچہ اس نے ان ہی پانچ ہزار تومان کو حلال روزی کے لئے سرمایہ قرار دیا اور آہستہ آہستہ جائز درآمد حاصل ہونے لگی، چنانچہ ایک بڑی دولت اس نے حاصل کرلی، سال کے شروع میں اپنی درآمد کا خمس نکالتا تھا اور غریبوں کی بھی بہت زیادہ مدد کیا کرتا تھا۔

آہستہ آہستہ اس نے دینی پروگراموں میں شرکت کرنا شروع کی، آخر کار شہر تہران کے ایک اہم جلسہ کا بانی بن گیا۔

اس کا مذہبی جلسہ ان دنوں میں تھا جب حقیر کی عمر 25 سال تھی اور حوزہ علمیہ قم میں مشغول تحصیل علم تھا، محرم وصفر اور ماہ

رمضان المبارک میں تھران کی مساجداورامامبارگاھوں میں تبلیغ کے لئے جایا کرتا تھا۔

اسی حوالہ سے اس کے نورانی چہرہ سے آشنا ہوا، اس کے ایک دوست کے ذریعہ مرجع شیعہ کے ذریعہ اس کی توبہ کے بارے میں معلوم ہوا۔

اس سے دوستی ہوگئی اور کافی دنوں تک یہ دوستی برقرار رھی، چنانچہ جب وہ تقریباً 1987ء میں بیمار ہوئے، تو مجھے پیغام بھجوایا کہ اس کی عیادت کے لئے آجاؤں، حقیر نے روز جمعہ اس کی عیادت کے لئے پروگرام بنارکھا تھالیکن شب جمعہ 11 بجے ہی اپنے اہل عیال کو اپنے پاس جمع کیا اور کہا: میں اس دنیا سے جانے والا ہوں۔

چنانچہ اس کے اہل خانہ نے حقیر سے بتایا کہ: مرنے سے آدھا گھنٹہ پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے میرے مولا وآقا! میں نے اپنے گزشتہ سے توبہ کی ہے، اور آپ کے راستہ پر چلنے کی کوشش کی، خلوص کے ساتھ آپ کے دربار میں خدمت کی اور اپنے مال کا ایک تھائی حصہ جوانوں کی شادی کے لئے صندوق قرض الحسنہ میں طولانی مدت کے لئے رکھ دیا ہے، میری کوئی آرزو نہیں، صرف یہ کہ اس دنیا سے جاتے وقت آپ کے جمال پُرنور کی زیارت ہوجائے!! چنانچہ آخری سانس آنے سے پہلے بہت خوش لہجہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو عاشقانہ سلام کیا، (جیسے امام حسین علیہ السلام سامنے موجود ہوں) اس وقت اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی، اوراسی عالم اس دنیا چل بسے۔

تقویٰ و پرہیزگاری کے فوائد

"وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَى النَّفْسَ عَنِ الْہَوٰىفَاِنَّ الْجَنَّۃَ ہِيَ الْمَاْوٰى"۔[1]

اور جس نے رب کی بارگاہ میں حاضری کا خوف پیدا کیا ہے اور اپنے نفس کو خواہشات سے روک لیا ہے، تو بیشک، اس کا ٹھکانہ جنت ہوگی۔

انسان اوراس کی خواہشات

انسان بچپن سے آخری وقت تک دیکھتا، سنتا، چکھتا، لمس کرتا، سونگھتا اور سعی وکوشش کرتا ہے۔

جس چیز کو دیکھتا، سنتا، چکھتا، لمس کرتا، سونگھتا اور کوشش کرتا ہے اسی کو چاہتا ہے۔

دیکھنے، سننے، چکھنے، لمس کرنے اور سونگھنے والی چیزوں کے مناظر بہت زیادہ دلربا ہوتے ہیں، چنانچہ ان ہیں مناظر کی وجہ سے انسان کے خواہشات بھی بہت زیادہ ہوجاتی ہیں۔

دیکھی ہوئی، اور سنی ہوئی یا مزہ دار چیزوں میں، ان اشیاء کا استعمال کرنا جو خود اس کے لئے، یا اس کے اہل خانہ اور معاشرہ کے لئے نقصان دہ ہو، حرام اور ممنوع ہیں؛ خداوند عالم کے حکم سے حرام کردہ یہ سب چیزیں انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کی ذریعہ

---

[1] سورۂ نازعات آیت، 40۔

بیان ہوئی ہیں، اور تمام چیزوں کا بیان کرنا رحمت پروردگار، انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کی محبت کا نتیجہ ہے۔

انسان روپیہ پیسہ، غذا، لباس، زمین و جائداد، گاڑی، خواہشات نفسانی اور جاہ و مقام کی آرزو رکھتا ہے، لیکن یہ غور کرنا چاہئے کہ خواہشات بے قید و شرط کے نہ ہوں، ہماری خواہشات دوسروں کے حقوق کی پامالی کا سبب نہ بنیں، ہماری خواہشات کسی کا گھر یا معاشرہ کو درہم و برہم نہ کرڈالیں، ہماری خواہشات، انسانی شرافت کو نہ کھو بیٹھے ہماری، خواہشات اس حد تک نہ ہوں کہ انسان اپنی آخرت کو کھو بیٹھے اور غضب الٰہی کا مستحق بن جائے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نار جہنم میں جلتا رہے، اس چیز کی اجازت نہ شریعت دیتی ہے اور نہ عقل و منطق، آپ کسی بھی صاحب فطرت اور صاحب وجدان اور عقل سلیم رکھنے والے شخص سے سوال کرلیں کہ میں مال و دولت، مقام و منصب یا عورت کو حاصل کرنے کے بعد دوسرے کے حق کو پامال اور ان پر ظلم کرنا چاہتا ھوں، یا کسی کے دل کو جلانا یا کسی کا گھر برباد کرنا چاہتا ھوں تو دیکھئے وہ کیا جواب دیتا ہے، یا ان تمام سوالوں کو اپنی عقل و فکر اور وجدان سے پوچھ کر دیکھیں تو کیا جواب ملے گا؟

خود آپ اور دوسروں کی عقل صرف یہی جواب دے گی کہ ناجائز خواہشات کو ترک کردو، اور جس چیز کی خواہش ہے اسے اس طرح حاصل کرو جس طرح تمہارا حق ہے، اگر اس طرح آپ نے خواہشات پر عمل کیا تو نہ کسی کا کوئی حق ضائع ہوگا اور نہ ہی کسی پر ظلم ہوگا۔

اگر یہی سوال خدا، انبیاء اور ائمہ علیہم السلام سے کریں گے تو جواب ملے گا اگر تمہارا حق ہے تو چاھو، اور اگر تمہارا حق نہیں ہے تو اس چیز کی خواہش نہ کرو، قناعت کے ساتھ ساتھ حلال طریقہ سے خواہشات کو پورا کرو لیکن اگر تمہاری خواہشات غیر شرعی طریقہ سے ہو یا اجتماعی قوانین کے خلاف ہے تو یہ ظلم و ستم ہے۔

اگر تمام خواہشات میں قوانین الٰہی اور معاشرتی حدود کی رعایت کی جائے تو زندگی کی سلامتی، حفظ آبرو، اور اخلاقی کمالات پر پہنچنے کا سبب ہیں، لیکن اگر ان خواہشات میں معاشرہ اور الٰہی قوانین کی رعایت نہ کی جائے تو انسان کی زندگی برباد ہوجاتی ہے، اس کی عزت خاک میں مل جاتی ہے اور انسان میں شیطانی صفات اور حیوانی خصلتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔

بہر حال انسانی زندگی میں پیش آنے والی تمام خواہشات دو قسم کی ہوتی ہیں: حساب شدہ خواہشات، اور غیر حساب شدہ خواہشات۔

حساب شدہ وہ خواہشات ہوتی ہیں جو خدا کی مرضی کے مطابق ہوں، اور اس کی مرضی کے مطابق ہی انسان آرزو کرے، جو قوانین الٰہی اور اس کے حدود کے مطابق ہوں۔ اس وقت انسان مال و دولت چاہتا ہے لیکن حلال مال و دولت، مکان چاہتا ہے لیکن حلال، شھوانی خواہشات کی آگ بجھانا چاہتا ہے لیکن شرعی نکاح کے ذریعہ، مقام و منصب چاہتا ہے لیکن رضائے الٰہی اور محتاج لوگوں کی مدد کرنے کے لئے، T.V دیکھنا چاہتا ہے لیکن صحیح اور مناسب پروگرام، ان تمام صورتوں میں خواہشات رکھنے والا ایسا انسان مؤمن، بیدار، صاحب بصیرت، قیامت کو یاد رکھنے والا، ذمہ داری کا احساس کرنے والا، لوگوں سے نیکی اور

مہربانی کرنے والا، معاشرے کے سلسلہ میں دلسوز، رضائے الٰہی کو حاصل کرنے والا، دین و دنیا کی سعادت چاہنے والا اور جھاد اکبر کرنے والا ھو جاتا ہے۔

غیر حساب شدہ خواہشات وہ ہوتی ہیں جن میں صرف نفس شامل ہوتا ہے، جن میں انانیت کی بو آتی ہو، جن کی وجہ صرف تکبر وغرور اور خودخواہی ہوتی ہے اور وہ ضلالت وگمراھی سے ظاہر ہوتی ہیں۔

اس صورت میں آدمی مال و دولت چاہتا ہے لیکن جس راہ سے بھی ہواس کے لئے کوئی مشکل نہیں چاہے سود، چوری، غصب، مکاری، دھوکا فریب، رشوت وغیرہ کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو، مکان چاہتا ہے چاہے وہ اعزاء ودوستوں کے حق کو پامال کرنے سے ہو، شہوت کی آگ بجھانا چاہتا ہے چاہے استمناء، لواط زناوغیرہ کے ذریعہ سے ہی کیوں نہ ہو، مقام ومنصب چاہتا ہے، چاہے دوسروں کوان کے حق سے نامحروم کرنے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو، کچھ سننا چاہتا ہے چاہے غیبت، تہمت اور حرام موسیقی اور گانا ہی کیوں نہ ہو۔

ایسی خواہشات رکھنے والا شخص بے دین، ضعیف الایمان، دل کا اندھا، بے بصیرت، آخرت کوخراب کرنے والا، غضب الٰہی کا خریدنے والا اور ظلمت وگمراھی کے میدان میں شیطان کا نوکر ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے ایسی خواہشات رکھنے والے انسان کو ہواوہوس کے غلام سے تعبیر کیا ہے۔

ھواوہوس انسان کی اس باطنی قوت کا نام ہے جوانسان پر حکومت کرتی ہے، اور خودخدا کی جگہ قرار پاتی ہے، خود اپنی کو معبود کھلواتی ہے، انسان کو اپنا غلام بنالیتی ہے اور انسان کو خدا کی عبادت واطاعت کرنے کے بجائے اپنی عبادت کے لئے مجبور کرتی ہے:

"اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا"۔ [1]

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات ہی کو اپنا خدا بنالیا ہے، کیا آپ اس کی بھی ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہے۔

انسان اپنی زندگی کے آغاز سے جس چیز کو دیکھتا ہے اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے، جس چیز کو سنتا ہے اس کے پیچھے دوڑتا ہے اور جس چیز کا دل چاہتا ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اپنے پیٹ کو حلال وحرام کی پرواہ کئے بغیر بھرتا ہے، شہوت کی آگ بجھانا چاہتا ہے چاہے جس طرح سے بھی ہو، مال و دولت کے حصول کے لئے، مقام وعہدہ پانے کے لئے کسی بھی حق کی رعایت نہیں کرتا، درحقیقت ایسا انسان ہواوھوس کے بت ساز کارخانہ میں داخل ہوجاتا ہے، جو کچھ ہی مدت کے بعد اپنے ھاتھوں سے بت تراشنا شروع کردیتا ہے، اور اس بت کو دل میں بسالیتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے ہاتھ سے بنائے ہوتے بت کی پوجا شروع کردیتا ہے!

---

[1] سورۂ فرقان آیت 43

افسوس کی بات ہے کہ بہت لوگوں کی عمر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا باطن بت خانہ بن جاتا ہے اور اس کی تلاش و کوشش کا ثمرہ ہوا پرستی کا بت ہوتا ہے اور ان کا کام اس بت کی عبادت کرنا ہوتا ہے، ایک عارف کے بقول:

انسانی نفس خود سب سے بڑا بت ہے

اس بت کی پوجا کرنے والے یہ لوگ کسی جاندار کی جان کو جان نہیں سمجھتے، کسی کی عزت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، کسی کے حق کی رعایت نہیں کرتے، ایک معاشرہ کی عزت و ناموس کو پامال کردیتے ہیں، ہر چیز پر اپنا حق جتاتے ہیں لیکن دوسروں کے لئے کسی بھی طرح کے حق کے قائل نہیں ہوتے۔

خداوند عالم نے تمام بندوں کو دنیا وآخرت کی خیر و بھلائی کے لئے نفس اور اس کی بے حساب و کتاب خواہشات کی پیروی نہ کرنے کا حکم دیا ہے، اگرچہ ہوائے نفس کی مخالفت ظاہراً ان کے اور دوسروں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہو۔

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ۚ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰی اَنْ تَعْدِلُوْا..."۔ [1]

اے ایمان والو! عدل و انصاف کے ساتھ قیام کرو اور اللہ کے لئے گواہ بنو چاہے اپنی ذات یا اپنے والدین اور اقرباء ہی کے خلاف کیوں نہ ہوں جس کے لئے گواہی دینا ہے وہ غنی ہو یا فقیر، اللہ دونوں کے لئے تم سے اولیٰ ہے، لہٰذا تم ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرو، اور عدالت سے کام لو۔

قرآن مجید نے ہوائے نفس کے بت کی پیروی کو ضلالت و گمراہی، حق سے منحرف ہونے اور روز قیامت کو فراموش کرنے کا سبب بتایا ہے، اور قیامت کے دن دردناک عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب بیان کیا ہے۔

"وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ"۔ [2]

اور خواہشات کا اتباع نہ کرو کہ وہ راہ خدا سے منحرف کردے، بے شک جو لوگ راہ خدا سے بھٹک جاتے ہے ان کے لئے شدید عذاب ہے کہ انھوں نے روز حساب کو بالکل نظرانداز کردیا ہے۔

قرآن مجید نے عظمت خدا سے خوف زدہ اور ہوائے نفس سے مقابلہ کرنے کو بہشت میں داخل ہونے کا سبب بتایا ہے:

"وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی"۔ [3]

اور جس نے رب کی بارگاہ میں حاضری کا خوف پیدا کیا ہے اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکا ہے، تو جنت اس کا ٹھکانہ

---

[1] سورۂ نساء، آیت 135۔

[2] سورۂ ص، آیت 26۔

[3] سورۂ نازعات آیت 40۔

اور مرکز ہے۔

قرآن مجید نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے مشہور عالم بلعم باعور کے ایمان سے ہاتھ دھونے، روحانیت اور معنویت سے جدائی، مادیت سے آلودہ ہونے اور اس کے اندر پیدا ہونے والی بُری صفات کی وجہ، ہوائے نفس کی پیروی بتایا ہے:

"... وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ..."۔ [1]

۔۔۔لیکن وہ خود زمین کی طرف جھک گیا اور اس نے خواہشات کی پیروی اختیار کرلی تو اب اس کی مثال کتے جیسی ہے کہ اس پر حملہ کرو تو بھی زبان نکالے رہے اور چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہ اس قوم کی مثال ہے جس نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔۔۔

قرآن مجید نے غافلوں، ہوائے نفس میں گرفتار اور ذلیل و پست افراد کی اطاعت کرنے سے سخت منع کیا ہے:

"...الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا"۔ [2]

۔۔۔اور ھرگز اس کی اطاعت نہ کرنا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے محروم کردیا ہے اور وہ اپنے خواہشات کا پیروکار ہے اور اس کا کام سراسر زیادتی ہے۔

قرآن مجید کے مختلف سوروں (جیسے سورہ مائدہ، سورہ انعام، سورہ رعد، سورہ مومنون، سورہ قصص، سورہ شوریٰ، سورہ جاثیہ اور سورہ محمد 222) کے لحاظ سے ہوائے نفس کی پیروی کتب آسمانی کی تکذیب، گمراھی، ولایت خدا سے دوری، زمین و آسمان اور ان میں رہنے والوں میں فساد، نبوت سے دوری، استقامت کو کھو بیٹھنے، غافل اور جاہل لوگوں کے جال میں پھنسنے اور ان کے دل پر مہر لگنے کا سبب ہیں۔

ھوائے نفس کی غلامی کی پہچان درج ذیل چیزیں ہیں:

بُرا اخلاق، بُرا عمل، بے حساب و کتاب زندگی، دوسری مخلوق کے حقوق کی رعایت نہ کرنا، دوسروں پر ظلم و ستم کرنا، ترک عبادت، گناھان کبیرہ سے آلودہ ہونا، گناھان صغیرہ پر اصرار کرنا، غیظ و غضب اور غصہ سے کام لینا، لمبی لمبی آرزوئیں کرنا، نیک لوگوں کی صحبت سے دور ہونا اور گناہگار اور بُرے لوگوں کی صحبت سے لذت اٹھانا۔

جہاد اکبر

اگر ہوائے نفس میں گرفتار شخص اپنی دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتا ہے، اگر اپنے ماتحت لوگوں کی خیرخواہی چاہتا ہے، اگر

---

[1] سورۂ اعراف، آیت 176

[2] سورۂ کہف، آیت 28۔

اپنے باطن وعمل اور اخلاق کی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو ایسے شخص کے لئے چارہ کار یہ ہے کہ ایک شجاع و بہادر فوج کی طرح ہوائے نفس سے جنگ کے لئے کھڑا ہوجائے اور اس بات پر یقین رکھے کہ اس جنگ میں خدا کی نصرت ومدد اور اس کی رحمت شامل حال ہوگی اور سو فی صد اس کی کامیابی اور ہوائے نفس کی شکست ہے۔

اگر اس جنگ میں کامیابی ممکن نہ ہوتی تو پھر انبیاء علیہم السلام کی بعثت، ائمہ علیہم السلام کی امامت اور آسمانی کتابوں کا نزول لغو اور بے ہودہ ہوجاتا۔

چونکہ اس جنگ میں شریک ہونا اور اس میں کامیابی حاصل کرنا نیز ہوائے نفس کے بت کو شکست دینا سب کے لئے ممکن ہے، لہٰذا انبیاء علیہم السلام کی بعثت، ائمہ علیہم السلام کی امامت اور آسمانی کتابوں کا نزول ہوا، اور اس سلسلہ میں سب پر خدا کی حجت تمام ہوگئیں، اور اب کسی کے پاس دنیا میں یا آخرت میں کوئی قابل قبول عذر نہیں ہے۔

لہٰذا انسان کو چاہئے کہ ہوائے نفس میں گرفتار ہونے اور اپنے باطن میں یہ خطرناک بت پیدا ہونے سے پہلے ہی خود اپنی حفاظت کرے اور ہمیشہ یاد خدا میں غرق رہے، اور خود کو گناہوں سے محفوظ رکھے تاکہ یہ خطرناک بت اس کے دل میں گھر نہ بنالے اگر ایسا کرلیا اور اپنے نفس کو محفوظ رکھ لیا تو یہی عین کرامت اور شرافت ہے جس کے ذریعہ انسان میں تقویٰ اور انسانیت پیدا ہوتی ہے۔

لیکن جب انسان کے اندر غفلت کی وجہ سے یہ بت پیدا ہوجاتا ہے، اور ایک مدت کے بعد خدائی چمک یا نفسانی الہام، یا وعظ ونصیحت، یا نیک لوگوں کی سیرت کے مطالعہ کے بعد اس بت کے پیدا ہونے سے مطلع ہوجائے، اس کی حکومت کے خطرناک آثار سے آگاہ ہوجائے اور اس کے بعد بھی اس سے جنگ کے لئے قدم نہ اٹھائے، بلکہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے یا سستی سے کام لے تو کم از کم ایک واجب کے عنوان سے یا واجب سے بھی بالاتر خداوندعالم کے حکم کی اطاعت، اور انبیاء وائمہ علیہم السلام کی دعوت پر لبیک کہتے ہوتے اپنے اخلاق واعمال کی اصلاح کے لئے آگے بڑھے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہوتے واجبات کو انجام دے، خدا کی عبادت کرے، نیک اور صالح افراد کے ساتھ بیٹھے، مال حرام سے پرہیز کرتے ہوتے ہوائے نفس کے بت سے جنگ کے لئے تیار ہوجائے کہ اس جنگ میں فتح کا سہرا اسی کے سر ہوگا، اس جنگ کو دینی تعلیمات میں جہاد اکبر کہا جاتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

اِنَّ النَّبِی بَعَثَ سَرِیَّۃً، فَلَمَّا رَجَعُوا قَالَ: مَرْحَباً بِقَوْمٍ قَضَوُا الْجِهَادَ الاَصْغَرَ، وَبَقِی عَلَیهِمُ الْجِهَادَ الاَکْبَرُ۔ فَقِیلَ یا رَسُولَ اللهِ! وَمَا الْجِهادُ الاَکْبَرُ؟ قَالَ: جِهادُ النَّفْسِ۔ [1]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اصحاب کو جنگ کے لئے بھیجا، جب وہ اسلامی لشکر جنگ سے واپس لوٹا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرحبا، اس قوم پر جو جہاد اصغر انجام دے کر آرہی ہے، اور جہاد اکبر ان کے ذمہ باقی ہے۔ لوگوں نے

---

[1] وسائل الشیعہ، ج15، ص161، چاپ آل البیت باب 1 حدیث 20208

سوال کیا: یارسول اللہ! جھاد اکبر کیا چیز ہے، تو آپ نے فرمایا:

جھاد بالنفس (یعنی اپنے نفس سے جنگ کرنا)

یہ بات واضح ہے کہ نفس سے جنگ، خود نفس سے جنگ کرنا نہیں ہے بلکہ اس کے خطرناک پہلو سے جنگ کرنا مراد ہے جس کو قرآن کریم نے ہواوہوس کا نام دیا ہے۔

ھوائے نفس کے مقابل لڑنا اور جھاد کرنا ہر دوسرے جھاد سے بالاتر ہے، ہوائے نفس سے ہجرت کرنے والے کی ہجرت ہر ہجرت سے افضل ہے، اور اس جھاد کا ثواب ھر دوسرے ثواب سے بہتر ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کہ خود آپ نفس سے جھاد کرنے والوں میں بے نظیر ہیں؛ فرماتے ہیں:

مَا الْمُجَاهِدُ الشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللهِ بِأَعْظَمَ أَجْراً مِمَّنْ قَدَرَ فَعَفَّ، لَكَادَ الْعَفِيفُ أَنْ يَكُونَ مَلَكاً مِنَ الْمَلَائِكَةِ. [1]

راہ خدا میں جھاد کر کے شہید ہو جانے والا اس سے زیادہ اجر کا حقدار نہیں ہوتا ہے جتنا اجر اس شخص کے لئے ہے جو اختیارات کے باوجود عفت سے کام لے کہ عفیف و پاکدامن انسان قریب ہے کہ وہ صفوف ملائکہ میں شمار ہو۔

اصلاح نفس کا طریقہ

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے پیش نظر، معتبر اسلامی کتابوں اور قرآن مجید میں احکام الٰہی بیان ہوتے ہیں، اسی طرح آسمانی کتابوں کے پیش نظر خصوصاً قرآن مجید میں جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندۂ جاوید معجزہ ہے، نیز ائمہ علیہم السلام کی امامت کہ جن کے ارشادات زندگی کے ہر پہلو کے لئے کتب حدیث میں موجود ہیں، اسی طرح انسانی فطرت، عقل اور وجدان کے پیش نظر جو انسان کے پاس الٰہی امانتیں ہیں اور دنیا و آخرت کے لئے مفید سرمایہ ہیں، لہٰذا ان تمام معنوی اور روحانی امور کے ذریعہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں سب انسانوں پر خدا کی حجت تمام ہو چکی ہے، کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان کے لئے اصلاح کا راستہ بند ہو گیا ہے یا یہ کہ انسان میں اصلاح کے راستہ پر چلنے کی طاقت نہیں ہے، یا انسان اپنے اعمال و اعتقادات اور اخلاق میں مجبور ہے؟

مسلّم طور پر ان تمام مسائل کا جواب منفی ہے، اصلاح کا راستہ روز قیامت تک سب کے لئے کھلا ہے، اور اس راستہ پر چلنے کی طاقت ہر انسان میں موجود ہے، اور انسان کسی بھی اعتقاد و عمل اور اخلاق کے سلسلہ میں مجبور نہیں ہے۔

ہمیشہ تاریخ میں ایسے افراد ملتے ہیں جنھوں نے گناہوں میں مبتلا ہونے، معصیت سے آلودہ ہونے اور ہوائے نفس کا اسیر ہونے کے بعد اپنے گناہوں سے توبہ کی اور معصیت کی گندگی سے پاک اور ہوائے نفس کی غلامی سے آزاد ہو گئے، جو خود اس

---

[1] نہج البلاغہ، حکمت 474۔

بات کی دلیل ہے کہ نہ تو اصلاح کا راستہ بند ہے اور نہ انسان بُرے کام کرنے پر مجبور ہے۔

یقیناً اس طرح کے بے بنیاد مسائل اور بے دلیل مطالب انسانی تہذیب میں ان لوگوں کی طرف سے داخل ہو گئے جو اپنے گناہوں پر عذر پیش کرنا چاہتے ہیں یا دنیاوی لذتوں کے شکار ہو چکے ہیں، وہ خود بھی خواہشات اور ہوا و ہوس میں گرفتار ہو چکے ہیں اور دوسرے کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

یہ لوگ اپنی باتوں کے بے بنیاد ہونے سے آگاہ ہیں اور اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ باتیں بے دلیل اور علم و منطق کے برخلاف ہیں اگرچہ ان باتوں کو کبھی کبھی تہذیبی ونفسیاتی ماہرین یا مشرقی اور مغربی یونیورسٹی کے اساتید کی زبان سے سنتے ہیں جن پر شھوتوں کا بھوت سوار رہتا ہے:

"بَلِ الْإِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِيْرَهٗ"۔ [1]

بلکہ انسان خود بھی اپنے نفس کے حالات سے خوب باخبر ہے۔ چاہے وہ کتنے ہی عذر کیوں نہ پیش کرے۔

کیا وہ افراد جو حیلہ اور مکاری، دھوکا اور فریب اور ریا کاری کرتے ہیں، اور دوسروں کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں، یا کسی بے بنیاد مسئلہ کو علمی رنگ دے کر پیش کرتے ہیں یا اپنا واقعی چہرہ مخفی رکھتے ہیں یا عوام الناس کو دھوکہ میں ڈال کر ان پر حکومت کرنا چاہتے ہیں یا کسی قوم وملت کو بے بنیاد مکتب لیکن علمی رنگ دے کر لوگوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں، کیا یہ لوگ خود معاشرہ میں پیش کرنے والے مسائل کے بارے میں آشنائی نہیں رکھتے ؟!

قرآن مجید کے بیان کے مطابق یہ لوگ ان تمام مسائل کو جانتے ہیں لیکن یہ وہ افراد ہیں جنھوں نے انسانی زندگی کے آب حیات کو ہمیشہ مٹی سے آلودہ کردیا ہے تاکہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے خوب مچھلی پکڑسکیں۔

بے شک اس ماحول میں گمراھی اور ضلالت پائی جاتی ہے، یہاں پر نخوت وتکبر اور جہالت کا دور دورہ ہے۔

ایسے لوگ جو حقائق کائنات اور خالق کے وجود کا انکار کرتے ہیں، اور خداوندعالم کی نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں، ان لوگوں کا یہی کام ہونا بھی چاہئے، بے بنیاد اور باطل مسائل ہی ان کے ذہن میں خطور کرسکتے ہیں، اس کے بعد اس کو ایک آئین ومکتب فکر قرار دیدیتے ہیں، تاکہ دوسرے لوگوں کو حقائق سے اور خداوندعالم سے دور کردیں۔

یہ لوگ زمین پر فتنہ وفساد، نسل کشی، تباھی و بربادی اور قوم وملت کو گناہ ومعصیت میں آلودہ کرنے کے علاوہ کوئی ہدف نہیں رکھتے۔

"وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ"۔ [2]

اور جب آپ کے پاس سے منہ پھیرتے ہیں تو زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کھیتیوں اور نسلوں کو

---

[1] سورہ قیامت، آیت ۱۴۔۱۵۔

[2] سورہ بقرہ آیت ۲۰۵

برباد کرتے ہیں جب کہ خدا فساد کو پسند نہیں کرتا ہے۔

صھیونیزم کے رہنماؤں نے اپنی پروٹوکل "Protocole" کتاب میں لکھا ہے: ہم نے داروین، مارکس اور نیچہ کی کامیابی کو ان ہیں نظریات پر بنیاد رکھی ہے،اور جس کے برے اثرات ہمارے لئے بہت واضح ہیں (جس کا اثر غیر یہودی لوگوں پر ہورہا ہے)

یہودیت کے اپنے تین دانشوروں: مارکس، فرویڈ اور ڈرکائم کے ذریعہ داروین اور تدریجی ترقی پیش کی گئی جس سے یورپ میں موجود فضیلت کو بالکل ختم کردیا ہے، ان تینوں دانشوروں نے ہمیشہ دین کی توھین کی ہے، ان لوگوں نے دین کی صورت کو بگاڑ کر بدصورت بنا کر پیش کیا ہے۔227

ان لوگوں نے اپنے سے وابستہ دانشوروں کے نظریات کی بدولت کسی بھی انسانی فضیلت کو خراب کئے بغیر نہیں چھوڑا، کیونکہ انھوں نے خالق کائنات کے رابطہ سے لے کر عالم ہستی نوع بشر کے تمام رابطوں کو فاسد او رتباہ و برباد کردیا ہے، انہیں خرافات میں بدل دیا ہے۔

ان کے اصلی انحرافات خدا کے بارے میں ہیں اسی طرح انسان کا خدا سے کیا تعلق ہے یا اس کائنات کا خدا سے اور خدا کا اس سے کیا ربط ہے، نیز انسان کا رابطہ دنیا سے اور دنیا کا رابطہ انسان سے کیا ہے، خلاصہ یہ کہ انھوں نے ان تمام چیزوں میں انحراف پیدا کردیا ہے۔

زندگی کا تصور، زندگی کے اہداف و مقاصد، انسانی نفس، ایک انسان کا دوسرے انسان سے رابطہ، بیوی شوہر کا رابطہ اور معاشرہ کا رابطہ غرض یہ کہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں انحراف پیدا کرڈالا ہے۔

انہی غلط اور خطرناک انحرافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کی حقیقی زندگی ہوائے نفس سے متاثر ہوگئی، انسان طاغوت کے سامنے جھک گیا ہے، شہوت میں گرفتار ہوگیا ہے، چنانچہ ہر روز فتنہ و فساد میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے، اور ان ہلاک کنندہ فساد کی انتہا اس وقت ہوگی جب خدکو بے تاثیر معبود قرار دیا جانے لگے گا اور دوسرے باطل معبودوں کو انسانی زندگی پر قبضہ ہوجائے گا۔[1]

یہ لوگ (بقول خود) اپنی علمی چھلانگ کے ذریعہ اس جگہ پہنچ چکے ہیں کہ دنیا کے اکثر لوگوں کو یہ یقین کرادیا کہ اقتصاد، اجتماع اور تاریخ کی طاقت ہی انسان کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے اور انسان کو اس کی مرضی کے بغیر اپنے تحت لے کر اس کو مسخر کرلیا ہے۔

ان بے بنیاد اور باطل گفتگو نے امریکہ اور یورپ میں بہت سے لوگوں خصوصاً جوانوں کو اس جگہ پہنچا دیا ہے کہ آج کل کے انسان کی زبان پر یہ نعرہ ہے:

میں قید و بند کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہوں، مجھے اپنی مرضی سے اپنی زندگی کو منظم کرنا چاہئے!

---

[1] سوروں کی ترتیب کے لحاظ سے آیات نمبر77-150-37-71-50-15-23-16

میں اپنے عقائد اور طرز زندگی کو اپنی عقل کے لحاظ سے تنظیم کرنا چاہتا ھوں۔

میں اس وقت اور آئندہ کی زندگی کو مستقل طور پر اور خدا کی سرپرستی کے علاوہ ہی منظم کرنا چاہتا ھوں!

چنانچہ انسان ان ہیں چیزوں کی وجہ سے خدا کی حمایت سے دور ہوتا جارہا ہے اور شیطان کے مکروفریب میں پھنستا جارہا ہے۔

اسی نظریہ اور غرور کی وجہ سے پوری دنیا میں ظلم وستم کا بول بالا ہے، اور انسان مختلف غلامی کی ذلت میں گرفتار ہوگیا ہے بعض لوگ مال ودولت کے غلام، بعض لوگ حکومت کے غلام اور بعض لوگ ڈیکٹیٹری کے غلام اور بعض شہوت اور مستی کے غلام بن گئے ہیں۔

اسی وجہ سے ساری دنیا میں فسق وفجور پھیلا ہوا ہے، اور تمام جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو گناہوں کے کھنڈر میں گرادیا ہے۔

اسی انحراف کی وجہ سے انسان جنون کی حد تک پہنچ گیا ہے اور ماڈرن ممالک کے ہسپتالوں میں ان دیوانوں کے لئے جگہ نہیں ہے، دوسری طرف سے مُڈرنیزم پرستی، فلم اور فلمی ستاروں اور دوسری شھوتوں نے انسان کو اپنی حقیقت کے بارے میں غور وفکر کرنے سے روک دیا ہے جس سے اس کی تمام عمر یونہی غفلت وتباھی میں برباد ہوتی جارہی ہے۔

اس منحوس زندگی کے نتائج نے (جس نے انسان کے ظاہر وباطن کو آلودگی، انحراف اور فسق وفجور میں غرق کردیا ہے) دنیا بھر کے بہت سے لوگوں کو مایوس کردیا ہے ان کی روح میں یاس وناامیدی پیدا ہوگئی ہے، اپنی فطرت کو برداشت نہ کرتے ہوتے کہتے ہیں کہ انسان کے لئے اصلاح کا راستہ بند ہے اور اگر کھلا بھی ہوتو انسان میں اس راستہ پر چلنے کی طاقت نہیں ہے، اور نسبتاً اپنے سکون کے لئے کہتے ہیں: انسان اپنے تمام امور میں قضاوقدر اور جبر کا تابع ہے، یعنی انسان خود کچھ نہیں کرسکتا جیسا اس کی تقدیر میں ہوگا ویسا ہوکر ہیر ہے گا۔

حقیقی اسلام کی ثقافت نے مذہب شیعہ اثناعشری میں ایک خاص روشنی پیدا کردی ہے، قرآنی آیات اور ائمہ علیہم السلام کی تعلیمات کے پیش نظر دلیل وحکمت اور منطق وبرہان کے ساتھ یہ اعلان ہوتا ہے کہ کسی بھی انسان کے لئے اصلاح کا راستہ بند نہیں ہے اور قیامت تک کسی بھی انسان کے لئے بند نہیں ہوگا، نیز اس راستہ پر چلنا ہر خاص وعام کے لئے ممکن ہے، اگرچہ مختلف گناہوں سے آلودہ ہوں، اور انسان کے اعمال وعقائد اور اس کا اخلاق قضاوقدر کے تابع نہیں ہے، بلکہ انسان اپنے اختیار سے سب کچھ کرتا ہے۔

قارئین کرام! انسان کی خیر وبھلائی، پاکیزگی اور پاکدامنی کے لئے دینی تعلیمات کی طرف ایک اشارہ کرنا مناسب ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا:

إِنَّكَ قَدْ جُعِلْتَ طَبِيبَ نَفْسِكَ، وَبُيِّنَ لَكَ الدّاءُ، وَعُرِّفْتَ آيَةَ الصِّحَّةِ، وَ دُلِلْتَ عَلَى الدَّوَاءِ،

فَانْظُرْ كَيفَ قِيامُكَ عَلَى نَفْسِكَ۔ [1]

بے شک تم اپنے کوایک طبیب کی طرح قرار دو، تمہیں مشکلات اور مرض کے بارے میں بتادیا گیا، اور صحت کی نشانیوں کو بھی بیان کردیا گیاہے، تمہاری دوائی بھی بتادی گئی ہے، لہٰذا نتیجہ کے بارے میں غور وفکر کرو کہ کس طرح اپنی حالت کی اصلاح کے لئے قدم بڑھا سکتے ہو۔

جی ہاں انسان اپنی حالت سے خوب واقف ہےاس کا درد باطل عقائد، شیطانی بداخلاقی اور غیر صالح اعمال ہیں جن کی تفصیل قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہے، صحیح ایمان، اخلاق حسنہ، باطنی سکون اور عمل صالح یہ تمام چیزیں سلامتی اور صحت کی نشانی ہیں، توبہ واستغفار، تقویٰ، عفت اور گناہوں سے مقابلہ ان تمام دردوں کی دوا ہے، لہٰذا انسان کو ان تمام حقائق کے ذریعہ مدد حاصل کرتے ہوتے اپنی اصلاح کے لئے قدم اٹھانا چاہئے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے آباء واجداد علیہم السلام کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہما السلام سے فرمایا:

يا عَلِي، اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ اَصْبَحَ لاَ يهُمُّ بِظُلْمِ اَحَدٍ۔ [2]

یا علی! سب سے بہتر اور افضل جہاد یہ ہے کہ انسان صبح اٹھے تو کسی پر ظلم وستم کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

اگر انسان ہر روز گھر سے باہر نکلتے وقت کسی شخص پر یہاں تک کہ اپنے دشمن پر بھی ظلم کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور ان کی نسبت خیر ونیکی کی نیت ہو اور لوگوں کی خدمت کے علاوہ کوئی دوسرا قصد نہ ہو تو پھر اگر یہی صورت حال رہی تو انسان کے اندر نور ایمان پیدا ہوجاتا ہے اور ظاہری اصلاح ونیکی سے مزین ہوجاتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ مَلَكَ نَفْسَهُ اِذَا رَغِبَ، وَاِذَا رَهِبَ، وَاِذَا شْتَهَى، وَاِذَا غَضِبَ، وَاِذَا رَضِى، حَرَّمَ اللهُ جَسَدَهُ عَلَى النَّارِ۔ [3]

اگر انسان رغبت، خوف، خواہشات، غیظ وغضب اور خوشی وغم کے وقت اپنے کو گناہ ومعصیت اور ظلم وستم سے محفوظ رکھے تو خداوندعالم اس کے بدن کو آتش دوزخ پر حرام کردیتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے:

---

[1] من لاق یحضر الفقیہ: ۳۵۲،باب النوادر، حدیث ۵۷۶۲؛ وسائل الشیعہ: ۱۵ / ۱۶۲، باب ا حدیث ۲۰۲۱۴

[2] کافی: ۲ / ۴۵۴، باب محاسبۃ العمل، حدیث ۶؛ وسائل الشیعہ: ۱۵ / ۱۶۱، باب ا، حدیث ۲۰۲۱۰.

[3] امالی صدوق: ۳۲۹، مجلس ۵۳، حدیچ ۷؛ ثواب الاعمال: ۱۵۹؛ وسائل الشیعہ: ج ۱۵، ص ۱۶۲، باب ا، حدیث ۲۰۲۱۵.

نَبِّهْ بِالتَّفَكُّرِ قَلْبَكَ، وَجَافِ عَنِ اللَّيْلِ جَنْبَكَ، وَاتَّقِ اللهَ رَبَّكَ ۔ [1]

اپنے دل کو غور و فکر کے ذریعہ بیدار رکھو، رات کو عبادت کرو، اور زندگی کے تمام امور میں تقویٰ الٰہی اختیار کرو۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اَلتَّفَكُّرُ يدعُوا اِلَى الْبِرِّ وَالْعَمَلِ بِهِ ۔ [2]

تمام امور میں تفکر اور غور و فکر کرنے سے انسان میں نیکی اور عمل صالح کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے اخلاقی کرامت اور شرافت تعلیم فرمائیں، تو اس وقت امامؑ نے فرمایا:

اَلْعَفْوُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَصِلَةُ مَنْ قَطَعَكَ، وَاِعْطاءُ مَنْ حَرَمَكَ، وَقَوْلُ الْحَقِّ وَلَوْ عَلَى نَفْسِكَ ۔ [3]

جس نے تجھ پر ظلم کیا ہو اس کو بخش دے اور جس نے تجھ سے قطع تعلق کیا ہو اس سے صلہ رحم کر، جس نے تجھے محروم کر دیا ہو اس کو عطا کر، اور حق بات کہہ اگرچہ تیرے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اگر کسی کے لئے بُرے کام یا حرام طریقہ سے شہوت بجھانے کا موقع آجائے لیکن خوف خدا کی وجہ سے اس کام سے اجتناب کرے تو خداوند عالم (بھی) اس پر آتش جہنم کو حرام کر دیتا ہے، اور روز قیامت کی عجیب و غریب وحشت سے نجات دیدیتا ہے، اور اپنی کتاب میں دیئے ہوتے وعدہ کو وفا کرتا ہے کہ جہاں ارشاد ہوتا ہے: جو شخص اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنت ہیں۔

جان لو! کہ اگر کسی شخص نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی تو روز قیامت اس حال میں خدا سے ملاقات کرے گا کہ عذاب الٰہی سے نجات دلانے والی کوئی نیکی اس کے پاس نہ ہوگی، لیکن اگر کوئی آخرت کو دنیا پر ترجیح دے اور فنا ہونے والی دنیا کو اپنا معبود قرار نہ دے تو خداوند عالم اس سے راضی و خوشنود ہو جاتا ہے اور اس کی برائیوں کو بخش دیتا ہے۔ [4]

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

قَوْمٌ يعْمَلُوْنَ بِالْمَعَاصِي وَ يقُولُونَ :نَرْجُو، فَلاَ يزالُونَ كَذٰلِكَ حَتّٰى ياْتِيهُم الْمَوتُ !فَقَالَ:هٰؤُلاَءِ قَومٌ يتَرَجَّحُوْنَ فِي الْاَمَانِي، كَذَبُوا، لَيسُوا بِراجِينَ، اِنَّ مَنْ رَجَا شَيئاً طَلَبَهُ، وَمَنْ خَافَ مِنْ

---

[1] کافی: ۲:۵۴، باب التفکر، حدیث ۱؛ بحارالانوار: ۶۸/ ۳۱۸، باب ۸۰، حدیث ۱

[2] کافی: 2454، باب محاسبۃ العمل، حدیث 6؛ وسائل الشیعہ: 15161، باب 1، حدیث 20210۔

[3] امالی صدوق: 329، مجلس 53، حدیث 7؛ ثواب الاعمال: 159؛ وسائل الشیعہ: ج15 ص162، باب 1، حدیث 20215۔

[4] کافی: 254، باب التفکر، حدیث 1؛ بحارالانوار: 68318، باب 80، حدیث 1۔

شَیءٍ هَرَبَ مِنْهُ۔ [1]

ایک گروہ، گناہگار اور اہل معصیت ہے لیکن وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمان گناہوں کے باوجود بھی امیدوار ہیں، اور اسی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور اسی حالت میں مرجاتے ہیں! امامؑ نے فرمایا: یہ لوگ امید کے اہل نہیں ہیں، کیونکہ کسی چیز کی امید کرنے والا شخص اس سلسلہ میں کوشش کرتا ہے اور جس چیز سے ڈرتا ہے اس سے دور بھاگتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے درج ذیل آیت کے بارے میں فرمایا:

"وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ"۔ [2]

مَنْ عَلِمَ اَنَّ اللهَ يَرَاهُ، وَ يَسْمَعُ مَايَقُولُ، وَيَعْلَمُ مَا يَعْمَلُهُ مِنْ خَيْرٍ اَوْ شَرٍّ، فَيَحْجُزُهُ ذٰلِكَ عَنِ الْقَبِيحِ مِنَ الاَعْمَالِ، فَذٰلِكَ الَّذِي خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوىٰ۔ [3]

جو شخص جانتا ہے کہ خدا مجھے دیکھتا ہے اور جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو سنتا ہے، اور جو نیکی یا برائی انجام دیتا ہوں اس کو دیکھتا ہے، چنانچہ یہی توجہ اس کو برائیوں سے روکتی ہے، اور ایسا شخص ہی عظمت خدا سے خوف زدہ اور اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے روکتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے عمرو بن سعید سے فرمایا:

اُوصِيكَ بِتَقْوَى اللهِ وَالْوَرَعِ وَالاِجْتِهَادِ، وَاعْلَمْ اَنَّهُ لاَ يَنْفَعُ اِجْتِهَادٌ لاَ وَرَعَ فِيهِ۔ [4]

میں تم کو تمام امور میں تقویٰ الٰہی، گناہوں سے دوری، عبادت میں کوشش، اور خدمت خلق کی سفارش کرتا ہوں، جان لو کہ جس کوشش میں گناہوں سے دوری نہ ہوں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ، وَالْوَرَعِ، وَالاِجْتِهَادِ، وَصِدْقِ الْحَدِيثِ، وَاَدَاءِ الاَمَانَةِ، وَحُسْنِ الْخُلْقِ، وَحُسْنِ الْجِوَارِ، وَكُونُوا دُعَاةً اِلَى اَنْفُسِكُمْ بِغَيْرِ اَلْسِنَتِكُمْ، وَكُونُوا زَيْناً وَلاَتَكُونُوا شَيْناً، وَعَلَيْكُمْ بِطُولِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَطَالَ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ هَتَفَ اِبْلِيسُ مِنْ خَلْفِهِ وَقَالَ: يَا وَيْلَهُ،

---

[1] کافی :255، باب التفکر، حدیث 5؛ وسائل الشیعہ :15196، باب 5، حدیث 20262۔

[2] سورہ رحمٰن، آیت ۴۶.

[3] عن رسول الله صلی الله علیه وآله فی حدیث المناهی، قال: من عرضت له فاحشة او شهوة فاجتنبها مخافة الله عزوجل حرم الله علیه النار، وآمنه من الفزع الاکبر، وانجز له ما وعده فی کتابه فی قوله تعالیٰ "وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ" الا ومن عرضت له دنیا و آخرة فاختار الدنیا علی الاخرة لقی الله عزوجل یوم القیامة ولیست له حسنة یتقی بها النار؛ ومن اختار الآخرة وترك الدنیا، رضی الله عنه وغفر له مساوی عمله۔

[4] کافی :268، باب الخوف والرجاء، حدیث 5؛ وسائل الشیعہ :15216، باب 13، حدیث 30312

أَطَاعَ وَعَصَيْتُ، وَسَجَدَ وَأَبَيْتُ۔ [۱]

تمام امور میں تقویٰ الٰہی اختیار کرو، گناہوں سے بچو، عبادت خدا اور خدمت خلق میں کوشش کرتے رہو، صداقت و امانت کا لحاظ رکھو، حسن خلق اپناؤ، پڑوسیوں کا خیال رکھو، اپنی زبانوں کے علاوہ اپنی نفسوں کے ذریعہ بھی دین حق کی دعوت دو، دین کے لئے باعث زینت بنو، دین کے لئے ذلت کا

باعث نہیں، نمازوں میں اپنے رکوع و سجود طولانی کرو، ایسا کرنے سے شیطان فریاد کرتا ہے: ھائے افسوس! یہ شخص اطاعت کررہا ہے، اور میں نے خدا کی مخالفت کی، یہ سجدہ کررہا ہے اور میں نے نہیں کیا!

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا:

ثَلاثَةٌ مَنْ لَقِيَ اللهَ عَزَّوَجَلَّ بِهِنَّ فَهُوَمِنْ أَفْضَلِ النَّاسِ: مَنْ أَتَى اللهَ عَزَّوَجَلَّ بِمَا افْتَرَضَ عَلَيْهِ فَهُوَ مِنْ أَعْبَدِ النَّاسِ، وَمَنْ وَرِعَ عَنْ مَحَارِمِ اللهِ فَهُوَمِنْ أَوْرَعِ النّاسِ، وَمَنْ قَنَعَ بِمَا رَزَقَهُ اللهُ فَهُوَ مِنْ أَغْنَى النَّاسِ۔ ثُمَّ قَالَ: يَا عَلِي! ثَلاثٌ مَنْ لَمْ يكُنَّ فِيهِ لَمْ يتِمَّ عَمَلُهُ: وَرَعٌ يَحْجُزُهُ عَنْ مَعاصِي اللهِ، وَخُلُقٌ يدارِي بِهِ النَّاسَ، وَحِلْمٌ يرُدُّ بِهِ جَهْلَ الْجاهِلِ - إِلَى أَنْ قَالَ - يَا عَلِي! الإِسْلامُ عُرْيانٌ، وَلِباسُهُ الْحَياءُ، وَ زِينَتُهُ الْعِفافُ، وَمُرُوَّتُهُ الْعَمَلُ الصّالِحُ، وَعِمادُهُ الْوَرَعُ۔ [۲]

جو شخص تین چیزوں کے ساتھ خدا سے ملاقات کرے گا وہ بہترین لوگوں میں سے ہوگا، جو شخص اپنے اوپر واجب چیزوں پر عمل کرے گا، وہ بہترین لوگوں میں سے ہوگا، اور جو شخص خدا کی حرام کردہ تمام چیزوں سے پرہیز کرے گا وہ بندوں میں پارسا ترین شخص ہوگا، اور جو شخص خدا کی عطا کردہ روزی پر قناعت کرے گا، وہ سب سے بے نیاز شخص ہوگا، اس کے بعد فرمایا: یاعلی! جس شخص میں یہ تین چیزیں نہ ہوں اس کا عمل تمام نہیں، انسان میں ایسی طاقت نہ ہو جس کو گناہوں کی رکاوٹ میں لگا سکے، اور ایسا اخلاق نہ ہو جس سے لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرسکے، اور ایسا حلم اور حوصلہ نہ ہو جس سے جاہل کے جہل کو خود اس کی طرف پلٹادے، یہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاعلی! اسلام برہنہ اور عریان ہے اس کا لباس حیاء، اس کی زینت عفت و پاکدامنی، اور اس کی شجاعت عمل صالح اور اس کے ستون ورع اور تقویٰ ہیں۔

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنَّ أَفْضَلَ الْعِبَادَةِ عِفَّةُ الْبَطْنِ وَالْفَرْجِ۔ [۳]

بے شک شکم و شہوت کو (حرام چیزوں) سے محفوظ رکھنا بہترین عبادت ہے۔

[۱] کافی: 277، باب الورع، حدیث 9؛ وسائل الشیعہ: 15245، باب 21، حدیث 20400؛ بحار الانوار: 67299، باب 57، حدیث 9

[۲] وسائل الیشعہ، ج15، ص246، باب 21، حدیث 20405۔

[۳] کافی، ج۲، ص۷۹، باب العفۃ، حدیث ۲؛ تحف العقول: ۲۹۶؛ وسائل الشیعہ: ۱۵، ص۲۴۹، باب ۲۲، حدیث ۲۰۴۱۴.

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّمَا شِيعَةُ جَعْفَرٍ مَنْ عَفَّ بَطْنُهُ وَ فَرْجُهُ، وَاشْتَدَّ جِهادُهُ وَعَمِلَ لِخالِقِهِ، وَرَجا ثَوابَهُ، وَخَافَ عِقابَهُ، فَإِذا رَأَيتَ أُولئِكَ، فَأُولئِكَ شِيعَةُ جَعْفَرٍ۔ [۱]

بے شک جعفر صادق کا شیعہ وہ ہے جو شکم اور شہوت کو حرام چیزوں سے محفوظ رکھے، راہ خدا میں اس کی سعی وکوشش زیادہ ہو، صرف خدا کے لئے اعمال انجام دے، اس کے اجر وثواب کا امیدوار اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہے، اگر ایسے لوگوں کو دیکھو تو کھو وہ جعفر صادق کے شیعہ ہیں۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

لاَ تَزالُ اُمَّتِي بِخَيرٍ ما تَحابُّوا وَ تَهادَوا وَاَدُّوا الاَمانَةَ، وَاجْتَنَبُوا الحَرامَ، وَ قَرَوُا الضَّيفَ، وَاَقامُوا الصَّلاةَ، وَآتَوا الزَّكاةَ، فَإِذَا لَمْ يفْعَلُوا ذٰلِكَ ابْتُلُوا بِالْقَحْطِ وَالسِّنينَ۔ [۲]

جب تک میری امت میں یہ اعمال باقی رہیں گے اس وقت تک ان پر کوئی مصیبت نازل نہ ہوگی: ایک دوسرے سے محبت کرنا، ایک دوسرے کو ہدیہ دینا اور دوسروں کی امانت ادا کرنا، حرام چیزوں سے پرہیز کرنا، مھمان کی مھمان نوازی کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، لیکن ان چیزوں کے نہ ہونے کی صورت میں میری امت قحط اور خشک سالی میں مبتلا ہوجائے گی۔

قارئین کرام! گزشتہ احادیث کے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصلاح کا راستہ ہمیشہ ہر شخص کے لئے کھلا ہے، اور اس نورانی راستہ پر چلنا ہر شخص کے لئے ممکن ہے، انسان اپنے عمل، اعتقاد اور اخلاق میں مجبور نہیں ہے، انسان اپنے اختیار سے پاک نیت اور مصمم ارادہ کے ذریعہ مذکورہ بالا احادیث میں بیان شدہ خوبیوں سے مزین ہوسکتا ہے، ان تمام برائیوں اور شیطانی صفات کو چھوڑتے ہوتے ان تمام خیر ونیکی اور معنوی خوبیوں سے آراستہ ہوسکتا ہے، اور اپنے ھاتھوں سے البتہ خدا کی نصرت ومدد کے ساتھ ساتھ اخلاقی برائیوں اور برے اعمال کو ظاہری و باطنی نیکیوں میں تبدیل کرے، کیونکہ جو شخص بھی اصلاح کا راستہ اپناتا ہے تو خداوند عالم بھی اس کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنے میں مدد کرتا ہے، اور جب برائیوں کی جگہ نیکیاں آجاتی ہیں تو پھر اس کی تمام گزشتہ برائیاں بخش دی جاتی ہیں۔

"إِلاَّ مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُوْلَئِكَ يبَدِّلُ اللهُ سَيئَاتِهِم حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَحِيمًا"۔ [۳]

علاوہ اس شخص کے جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرے تو پروردگار اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے

---

[۱] خصال ج۱ص ۲۹۵، حدیث ۶۳؛ وسائل الشیعہ، ج۱۵ص ۲۵۱، باب ۲۲، حدیث ۲۰۴۲۵.

[۲] عیون اخبار رضا، ج۲ص ۲۹، باب ۳۱، حدیث ۲۵، وسائل الشیعہ، ج۱۵، ص ۲۵۴، باب ۲۳ حدیث ۲۰۴۳۴.

[۳] سورۂ فرقان، آیت 70۔

تبدیل کردے گا اور خدا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

"إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ"۔ [1]

ہاں کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد توبہ کرلے اور اپنی برائی کو نیکی سے بدل دے، تو میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

اصلاح نفس سے متعلق مسائل کے عناوین

تمام لوگوں کی نسبت خیرونیکی کی نیت رکھنا، رغبت، خوف، خواہش، خوشی اور غم کے وقت پرہیزگاری کرنا۔

تمام امور اور انجام کار کے بارے میں غور وفکر کرنا، عبادت کے لئے شب بیداری، تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنا، ظلم و ستم کرنے والے سے چشم پوشی کرنا، جس نے قطع تعلق کرلیا ہو اس سے صلہ رحم کرنا، جس نے احسان نہ کیا ہو اس کے ساتھ احسان کرنا، گناہوں کو ترک کرنے کے ساتھ ساتھ خوف خدا اس دنیا کے ظاہر و باطن پر خدا کی حفاظت پر توجہ رکھنا، (کس طرح خدا انسان یا دوسری مخلوق کی حفاظت فرماتا ہے) عفت اور پاکدامنی، عبادت خدا اور خدمت خلق میں کوشش کرنا، صداقت، ادائے امانت اور خوش عادت ہونا، پڑوسیوں کا خیال رکھنا، خوبیوں اور نیکیوں سے آراستہ ہونا، طولانی رکوع اور سجدہ کرنا، حلال روزی پر قناعت کرنا، اپنی رفتار و گفتار میں نرم رویہ پیدا کرنا، حلم وحوصلہ، حیاء اور عفت سے کام لینا، نیک اور صالح عمل انجام دینا، شکم اور شہوت کے میدان باعفت رہنا، رضائے الٰہی کے لئے نیک عمل انجام دینا، ذات خدا سے امید رکھنا، عذاب الٰہی سے خوف زدہ رہنا، ایک دوسرے سے محبت کرنا، ایک دوسرے کی ہدایت کرنا، برائیوں سے دور رہنا، مہمان کی عزت کرنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ کا ادا کرنا۔

البتہ یہ عناوین گزشتہ احادیث میں بیان ہونے والے اصلاح کے راستہ سے متعلق ہیں جن کی فہرست ہم نے یہاں بیان کی ہے، اگر ہم اپنی، اہل خانہ اور معاشرہ کی اصلاح کے سلسلہ میں بیان ہونے والی تمام احادیث سے عناوین کو جمع کریں تو واقعاً ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔

اگر انسان اپنے ارادہ واختیار سے خود کو ان تمام نیکیوں سے مزین اور آراستہ کرلے اور برے صفات خصوصاً مال حرام، مقام حرام اور شہوت حرام سے محفوظ کرلے تو اس کو دنیا وآخرت میں فائدہ ہی فائدہ نصیب ہوگا۔

اس سلسلہ میں متقی و پرہیزگار افراد کو زندگی کے بعض پہلوؤں میں ہونے والے عظیم الشان فائدوں کی طرف اشارہ کیا جائے تو ممکن ہے خیروسعادت حاصل کرنے والوں کے لئے ہدایت کا سبب بن جائے۔

ابن سیرین اور خواب کی تعبیر

ابن سیرین کا نام محمد بن سیرین بصری ہے، وہ خواب کی تعبیر کے سلسلہ میں ایک عجیب وغریب طاقت کا مالک تھا اس کی

---

[1] سورۂ نمل، آیت 11

تعبیر خواب کا سرچشمہ ذوق سالم اور بلند فکر تھی۔

خواب کو انسان سے مطابقت کرتا تھا، اور خواب کی تعبیر میں قرآن مجید اور احادیث سے الھام لیتا تھا۔

اس کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ ایک شخص نے اس سے معلوم کیا: خواب میں اذان کہنے کی تعبیر کیا ہے؟ تو اس نے کہا: حج سے مشرف ہونا، دوسرے شخص نے اسی خواب کی تعبیر پوچھی تو کہا: چوری کرنا، لیکن جب اس سے ایک خواب کی دو مختلف تعبیروں کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا: میں نے پہلے شخص کو دیکھا تو وہ ایک نیک اور صالح شخص دکھائی دیا تو اس کے خواب کی تعبیر کو اس آیت سے حاصل کیا:

"وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ..."۔ [۱]

لیکن دوسرے شخص کا چہرہ صحیح نہیں تھا لہٰذا اس کے خواب کی تعبیر میں اس آیت سے الھام لیا:

"اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ"۔ [۲]

ابن سیرین کہتا ہے: بازار میں میری کپڑے کی دکان تھی، ایک خوبصورت عورت کپڑا خریدنے کے لئے میری دکان پر آئی، جبکہ میں یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ عورت میری جوانی اور جمال کی عاشق ہوگئی ہے، تھوڑا کپڑا مجھ سے خریدا اور اپنی گٹھری میں رکھ لیا، اور اچانک کہنے لگی: اے کپڑا فروش! میں گھر سے پیسے لانا بھول گئی، یہ گٹھری لے کر تم میرے گھر تک چلو وہاں پر اپنے پیسے بھی لے لینا! مجھے مجبوراً اس کے گھر تک جانا پڑا، گھر کی چوکھٹ پر مجھے بلایا اور جیسے ہی میں نے اندر قدم رکھا اس نے فوراً دروازہ بند کر لیا، اس نے اپنے کپڑے اتار پھینکے اور اپنے جمال وخوبصورتی کو میرے لئے ظاہر کر دیا، اور کہا: ایک مدت سے تیرے جمال کی عاشق ہوں، اپنے وصال کے لئے میں نے یہی راستہ اختیار کیا ہے، اس وقت یہاں پر تیرے اور میرے علاوہ کوئی نہیں ہے، لہٰذا میری آرزو پوری کر دے ورنہ تجھے ذلیل کر دوں گی۔

میں نے اس سے کہا: خدا سے ڈر، اور زنا سے دامن آلودہ نہ کر، زنا گناہ کبیرہ ہے، جو جہنم میں جانے کا سبب ہے۔ لیکن میری نصیحت کا کوئی فائدہ نہ ہوا، میرے وعظ کا کوئی اثر نہ ہوا، اس موقع پر میں نے بیت الخلا جانے کی اجازت مانگی، اس نے سوچا واقعاً قضائے حاجت کے لئے جارہا ہے لہٰذا اس نے چھوڑ دیا۔ میں بیت الخلاء میں گیا اور اپنے ایمان اور آخرت اور انسانیت کو محفوظ کرنے کے لئے نجاست کو اپنے پورے بدن پر مل لیا، جیسے ہی اس حالت میں بیت الخلاء سے نکلا، فوراً ہی اس نے گھر کا دروازہ کھولا اور مجھے باہر نکال دیا، میں ایک جگہ گیا اور نھایا دھلا، میں نے اپنے دین کی خاطر تھوڑی دیر کے لئے بدبودار نجاست کو اپنے بدن پر ملا، اس کے بدلے میں خداوندعالم نے بھی میری بُو کو عطر کے مانند کر دیا اور مجھے تعبیر خواب کا علم مرحمت فرمایا۔ [۳]

---

[۱] سورہ حج، آیت ۲۷

[۲] سورہ یوسف، آیت ۷۰

[۳] سفینۃ البحار ج4، 352 باب السین بعدہ الیاء۔

خداداد بے شمار دولت اور علم

عظیم الشان اصولی فقیہ،علم وعمل اورعبادت میں مشہور شخصیت حجۃ الاسلام شفتی سید کے نام سے مشہور،اپنی ابتدائے تعلیم کے دوران نجف اشرف میں زندگی بسر کیا کرتے تھے، بہت زیادہ غربت اور پریشانی کی زندگی تھی، اکثر اوقات ایک وقت کے کھانے کے لالے پڑ جاتے تھے،نجف اشرف میں رہناان کے لئے مشکل تھا،لیکن تمام تر مشکلات کے باوجود تحصیل علم کے لئے حوزہ اصفہان گئے جواس موقع پرشیعوں کاایک پُررونق حوزہ تھالیکن وہاں پربھی مشکلات اور پریشانیوں میں مبتلا رہے۔

ایک روزان کے لئے ان کے لئے کہیں سے کچھ پیسہ آیا، اہل وعیال کے کھانے کے انتظام کے لئے بازار گئے،انھوں نے سوچا کہ اپنی اوراہل وعیال کی بھوک مٹانے کے لئے کوئی سستی سی غذاخریدیں۔

ایک قصائی کی دکان سے ایک جگر خریدااورخوشی خوشی گھر کی جانب روانہ ہوگئے۔

راستہ میں ایک ٹوٹے پھوٹے مکان کی طرف سے گزرہوادیکھا کہ ایک ضعیف اور کمزورسی کتیازمین پر پڑی ہوئی ہے، اوراس کے چند پلّے اس کے سینہ سے چپکے ہوتے ہیں اوردودھ مانگ رہے لیکن اس بھوکی اور کمزور کتیا کے پستان میں دودھ نہیں ہے۔

کتیا کی حالت دیکھ کراوراس کے بچوں کی فریاد سن کرسید کھڑے ہوگئے، جبکہ خودموصوف اوران کے اہل وعیال کوبھی اس غذا کی ضرورت تھی لیکن انھوں نے خواہش نفس پرکوئی توجہ نہیں کی اورتمام جگراس کوکھلادیا،اس کتیانے اپنی دم ہلائی اوراپنا سر آسمان کی طرف بلندکیا گویاخداوندعالم کی بارگاہ میں اپنی بے زبانی سے اس محسن اورایثارگر کےحق میں دعا کررہی ہے۔

سید فرماتے ہیں: اس کتیااوراس کے بچوں پررحم کئے ہوتے زیادہ وقت نہیں گزراتھا کہ شفت کے علاقہ سے بہت سا مال میرے پاس لایا گیا،اور کہا: وہاں کے رہنے والے ایک شخص نے ایک صاحب کوکاروبارکرنے کے لئے پیسہ دیااوراس سے کہا: اس کا فائدہ سید شفتی کے لئے بھیج دیا جائے،اورمیرے مرنے کے بعدمیراسارامال اوراس کے تمام منافع سید کے پاس بھیج دیئے جائیں،اس میں مال کامنافع سید کے ذاتی اخراجات کے لئے اوراصل مال ان کی مرضی کے مطابق خرچ کیاجائے!

سید نے اپنے سے متعلق مال کوتجارت میں لگادیااوراس کے فائدے سے کچھ زمین وباغات خریدے،موصوف اس کے منافع سے غریبوں کی امداداورطلباءکوشہریہ دیا کرتے تھے، نیزلوگوں کی مشکلات کودورفرماتے تھے،اورایک عظیم الشان مسجد بنائی جو آج کل اصفہان کی ایک آباداور سید کے نام سے مشہورہے،موصوف کی قبربھی اسی مسجد کے کنارے ایک پُررونق مقبرہ میں ہے۔

ایک پرہیزگاراور بیدار جوان

قبیلہ انصار سے ایک شخص کہتا ہے: گرمی کے دنوں میں ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص آیا جس نے اپنا کرتہ اتاردیا،اورگرم ریت پرلوٹنا شروع کردیا،کبھی پیٹھ کے بل اورکبھی پیٹ کے بل اورکبھی

اپنا چہرہ گرم ریت پر رکھتا ہے اور کہتا ہے: اے نفس! اس گرم ریت کا مزہ چکھ، کیونکہ خداوند عالم کا عذاب تو اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے، جس وقت وہ جوان وہاں سے اٹھا اور اس نے اپنے کپڑے پہن کر ہماری طرف دیکھ کر جانا چاہا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا، جب وہ آ گیا تو آنحضرت نے اس سے فرمایا: اے بندہ خدا! میں نے اب تک کسی کو ایسا کام کرتے نہیں دیکھا اس کام کی وجہ کیا ہے؟ تو اس نے عرض کیا: خوف خدا، میں نے اپنے نفس سے یہی طے کرلیا ہے تا کہ شہوت اور طغیان سے محفوظ رہے!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے خدا سے ڈرنے کا حق ادا کر دیا ہے خداوند عالم تیرے ذریعہ اہل آسمان پر فخر و مباہات کرتا ہے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: سب لوگ اپنے اس دوست کے پاس جمع ہو جاؤ تا کہ یہ تمہارے لئے دعا کر دے، سب اصحاب جمع ہو گئے تو اس نے اس طرح سے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اجْمَعْ اَمْرَنا عَلَی الْھُدیٰ وَاجْعَلِ التَّقْویٰ زادَنا وَالْجَنَّةَ مَآبَنا۔ [1]

پالنے والے! ہماری زندگی ہدایت پر گامزن رکھ، تقویٰ کو ہماری زادہ راہ، اور بہشت کو ہماری جایگاہ بنادے۔

ایک جوان عابد اور گناہ کے خطرہ پر توجہ

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت نے ایک جوان کو گمراہ کرنا چاہا، بنی اسرائیل کے بہت سے لوگ کہتے تھے: اگر فلاں عابد اس عورت کو دیکھے گا تو عبادت چھوڑ دے گا، جیسے ہی اس بدکار عورت نے ان کی باتوں کو سنا تو کہنے لگی: خدا کی قسم میں اس وقت تک اپنے گھر نہ جاؤں گی جب تک کہ اس کو گمراہ نہ کردوں، چنانچہ رات گئے اس عابد کے دروازہ پر آئی اور دروازہ کھٹکھٹایا لیکن اس عابد نے دروازہ نہ کھولا، وہ عورت چلائی اور کہا: مجھے اندر آنے دے، لیکن اس نے نہ کھولا، اس عورت نے کہا: بنی اسرائیل کے کچھ جوان مجھ سے بُرا کام کرنا چاہتے ہیں اگر تو مجھے پناہ نہیں دے گا تو میں ذلیل و رسوا ہو جاؤں گی!

جیسے اس عابد نے یہ آواز سنی دروازہ کھول دیا، وہ عورت جیسی ہی اس کے گھر میں آئی تو اس نے اپنے کپڑے اتار دئے، اس عابد نے جیسے ہی اس کی زیبائی اور خوبصورتی کو دیکھا تو وسوسہ میں پڑ گیا، اس کے بدن پر ہاتھ رکھا اور پھر ایک گہری سوچ میں پڑ گیا، کچھ دیر سوچ کر چولہے کی طرف گیا اور آگ میں اپنا ہاتھ ڈال دیا، وہ عورت پکاری: ارے تو کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا: جو ہاتھ نامحرم کے بدن تک پہنچا ہے اس کو جلانا چاہتا ھوں، چنانچہ یہ دیکھ کر وہ عورت بھاگ کھڑی ہوئی اور بنی اسرائیل کے لوگوں کے پاس جا کر کہا: دوڑو اور اس جوان کو بچاؤ کیونکہ اس نے اپنا ہاتھ آگ میں رکھ دیا ہے، جیسے ہی لوگ دوڑے تو دیکھا کہ اس کا ہاتھ

---

[1] امالی صدوق: ص340، المجلس الرابع والخمسون، حدیث26؛ بحار الانوار، ج67، ص378، باب59، حدیث23۔

جل چکا ہے۔[1]

پوریائے ولی لیکن اپنے نفس سے جنگ کرنے والا

پوریائی ایک قدرتمند اور زبردست پہلوان تھا جس نے اپنے زمانہ کے تمام پہلوانوں سے کشتی لڑی اور سب کو پچھاڑ ڈالا تھا، جس وقت وہ اصفہان میں پہنچا تو اس نے اصفہان کے بھی تمام پہلوانوں سے کشتی لڑی اور سبھی پر فاتح رہا، چنانچہ اس نے شہر کے پہلوانوں سے درخواست کی کہ میرے بازو پر بندھے ہوتے بازو بند پر مہر لگا کر میری پہلوانی کا اقرار کرتے ہوتے دستخط کرو تو شہر کے پہلوانوں کے رئیس کے علاوہ سب نے دستخط کر دیئے چونکہ اس نے ابھی تک اس سے کشتی نہیں لڑی تھی اس نے کہا کہ میں پوریا سے کشتی لڑوں گا اگر اس نے مجھے ہرا دیا تب وقت دستخط کروں گا۔ میدان عالی قاپو میں جمعہ کے روز کشتی کا پروگرام رکھا گیا تا کہ اس بے نظیر کشتی کو دیکھنے کے لئے لوگ جمع ہوسکیں، شب جمعہ پوریائی نے دیکھا کہ ایک بُڑھیا حلوا بانٹ رہی ہے اور التجا کے انداز میں کہہ رہی ہے: یہ حلوا کھاؤ اور میرے لئے دعا کرو کہ خداوند عالم میری حاجت پوری کر دے۔

پوریائی نے پوچھا! ماں تیری حاجت کیا ہے؟ اس نے کہا: میرا بیٹا اس شہر کا سب سے بڑا پہلوان ہے، وہ میری اور اپنے اہل وعیال کے لئے روزی لاتا ہے، کل اس کی کشتی پوریائی سے ہے، کچھ لوگ اس کی مدد کرتے ہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر وہ کشتی ہار گیا تو کہیں وہ لوگ اس کو پیسہ دینا بند نہ کر دیں اور ہماری زندگی سختی اور پریشانی میں گزرنے لگے!

پوریائی نے اسی وقت یہ ٹھان لی کہ شہر اصفہان کے مشہور پہلوان کو زیر کرنے کے بجائے اپنے نفس کو زیر کرے گا، چنانچہ اسی نیت سے اس نے کشتی لڑنا شروع کی، جس وقت کشتی ہونے لگی، تو اس نے اندازہ لگالیا کہ ایک وار میں اس کو زمین پر گرا سکتا ہے، لیکن اس نے اس طرح کشتی لڑی کہ خود اس پہلوان سے ہار گیا تا کہ چند لوگوں کی روزی روٹی بند نہ ہونے پائے، اس کے علاوہ اس بڑھیا کے دل کو بھی خوش کر دے، اور خود بھی رحمت الٰہی کا مستحق ہوجائے۔

آج بھی اس کا نام تاریخ پہلوانی میں ایک بلند انسان، شجاع اور بخشش کرنے والے کے نام سے باقی ہے، اس کی قبر گیلان میں ہے، اور لوگ اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لئے جاتے ہیں۔[2]

جن لوگوں نے ہوائے نفس اور ہوا وہوس سے جنگ کی ہے اور بلند وبالا منصب اور ملکوتی درجات پر پہنچے ہیں، ان کا نام قرآن، حدیث اور تاریخ میں بیان ہوا ہے ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اگر ان سب کے حالات کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو واقعاً چند جلد کتاب ہوجائے۔

ہوائے نفس اور حرام شہوت سے مقابلہ کے سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام بہت سی احادیث بیان

---

[1] قصص راوندی ص83، حدیث 222؛ بحار الانوار، ج67، ص387، باب 59، حدیث 52۔

[2] جامع النورین ص234۔

ہوئی ہیں، جن میں چند کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے۔

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: خداوند عالم کا فرمان ہے:

وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَ عَظَمَتِي وَبَهَائِي وَعُلُوِّ ارْتِفَاعِي، لَا يُؤْثِرُ عَبْدٌ مُؤْمِنٌ هَوَايَ عَلَىٰ هَوَاهُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا إِلَّا جَعَلْتُ غِنَاهُ فِي نَفْسِهِ، وَهِمَّتَهُ فِي آخِرَتِهِ، وَضَمَّنْتُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ رِزْقَهُ، وَكُنْتُ لَهُ مِنْ وَرَاءِ تِجَارَةِ كُلِّ تَاجِرٍ۔ [۱]

مجھے اپنی عزت وجلال، بزرگی وحسن اور بلند وبالا مقام کی قسم کوئی بھی میرا بندہ اپنی خواہشات پر میری مرضی کو مقدم نہیں کرے گا مگر یہ میں اس کو بے نیاز بنادوں گا، اور اس کی ہمت وقصد کو آخرت کی طرف موڑ دوں گا، زمین وآسمان کو اس کی روزی کا کفیل بنادوں گا، اور خود میں اس کے لئے ہر تاجر کی تجارت سے بہتر منافع عطا کروں گ۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَقُومُ عُنُقٌ مِنَ النَّاسِ فَيَأْتُونَ بَابَ الْجَنَّةِ فَيَضْرِبُونَهُ، فَيُقَالُ لَهُمْ: مَنْ أَنْتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: نَحْنُ أَهْلُ الصَّبْرِ. فَيُقَالُ لَهُمْ: عَلَىٰ مَا صَبَرْتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: كُنَّا نَصْبِرُ عَلَىٰ طَاعَةِ اللّٰهِ وَنَصْبِرُ عَنْ مَعَاصِي اللّٰهِ، فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: صَدَقُوا، أَدْخِلُوهُمُ الْجَنَّةَ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: "...إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ". [۲]

جس وقت قیامت برپا ہوگی، کچھ لوگ اٹھیں گے اور جنت کے دروازہ کی طرف جانے لگیں گے، وہاں پہنچ کر دق الباب کریں گے، آواز آئے گی: تم کون لوگ ہو؟ تو وہ کہیں گے: اہل صبر، سوال ہوگا: تم لوگوں نے کس چیز پر صبر کیا: جواب دیں گے: ہم نے اطاعت خدا اور اس کی معصیت پر صبر کیا، اس وقت آواز قدرت آئے گی: یہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں، ان کو جنت میں داخل ہونے دو، اسی چیز کو خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: پس صبر کرنے والے ہی وہ ہیں جن کو بے حساب اجر دیا جاتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

طُوبَىٰ لِمَنْ لَزِمَ بَيْتَهُ، وَأَكَلَ قُوتَهُ، وَاشْتَغَلَ بِطَاعَةِ رَبِّهِ، وَبَكَىٰ عَلَىٰ خَطِيئَتِهِ، فَكَانَ مِنْ نَفْسِهِ فِي شُغُلٍ، وَالنَّاسُ مِنْهُ فِي رَاحَةٍ۔ [۳]

خوش نصیب ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں رہے، اور اپنی روزی روٹی کھاتا رہے، خدا کی اطاعت میں مشغول رہے، اپنے گناہوں پر گریہ کرتا رہے، اپنے ہی کاموں میں مشغول رہے اور دوسرے لوگوں کو پریشان نہ کرے۔

---

[۱] کافی، ج

[۲] سورہ زمر، آیت ۱۰

[۳] نہج البلاغہ: 403، خطبہ 175؛ بحار الانوار، ج 67، ص 111، باب 49 حدیث 13۔

یعقوب بن شعیب کہتے ہیں: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

مَا نَقَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَبْداً مِنْ ذُلِّ الْمَعَاصِي إِلىٰ عِزِّ التَّقْوىٰ إِلاَّ أَغْنَاهُ مِنْ غَيْرِ مَالٍ، وَأَعَزَّهُ مِنْ غَيْرِ عَشِيرَةٍ، وَآنَسَهُ مِنْ غَيْرِ بَشَرٍ۔ [1]

خداوند عالم کسی بھی بندہ کو گناہوں کی ذلت سے تقویٰ کی عزت کی طرف نہیں پھونچاتا مگر یہ کہ اس کو بغیر مال و دولت کے بے نیاز بنا دیتا ہے اور اس کو بغیر قوم وقبیلہ کے عزت دیتا ہے اور اس کو بغیر انسان کے انس دیدیتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ ذَرَفَتْ عَينَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ كَانَ لَهُ بِكُلِّ قَطْرَةٍ قَطَرَتْ مِنْ دُمُوعِهِ قَصْرٌ فِي الْجَنَّةِ مُكَلَّلٌ بِالدُّرِّ وَ الْجَوْهَرِ، فِيهِ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَىٰ قَلْبِ بَشَرٍ۔ [2]

جو شخص خوف خدا میں آنسو بھائے، اس کے ہر قطرہ کے عوض بہشت میں ہیرے جواھرات سے بنا ہوا ایک محل ملے گا، اس قصر میں ایسی چیزیں ہیں جس کو کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہو اور نہ ہی کسی دل میں اس کے متعلق خطور ہوا ہو۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

كُلُّ عَيْنٍ بَاكِيَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلاَّ ثَلاثَةً: عَيْنٌ غُضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللهِ، وَعَيْنٌ سَهِرَتْ فِي طَاعَةِ اللهِ، وَعَيْنٌ بَكَتْ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ۔ [3]

وم قیامت ہر آنکھ گریہ کرے گی سوائے تین آنکھوں کے: جس آنکھ سے حرام خدا کو نہ دیکھا ہو، جو آنکھ اطاعت وعبادت خدا میں جاگی ہو، اور وہ آنکھ جو رات کے اندھیرے میں خوف خدا سے روئی ہو۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الصَّدَقَةَ تَزِيدُ صَاحِبَهَا كَثْرَةً، فَتَصَدَّقُوا يَرْحَمْكُمُ اللهُ۔ وَإِنَّ التَّوَاضُعَ يَزِيدُ صَاحِبَهُ رِفْعَةً، فَتَوَاضَعُوا يَرْفَعْكُمُ اللهُ۔ وَإِنَّ الْعَفْوَ يَزِيدُ صَاحِبَهُ عِزّاً، فَاعْفُوا يُعِزَّكُمُ اللهُ۔ [4]

بے شک صدقہ صاحب مال کے مال میں اضافہ کرتا ہے، پس راہ خدا میں صدقہ دیا کرو، خداوند عالم تم پر رحمت نازل کرے، تواضع وانکساری کرنے والے کی سربلندی میں اضافہ ہوتا ہے، پس تواضع وانکساری کرو، خداوند عالم تم کو سربلند و سرفراز فرمائے گا، عفو وبخشش کرنے والے کی عزت و سربلندی میں اضافہ ہوتا ہے، پس عفو وبخشش سے کام لو خداوند عالم تم کو عزت دے گا۔

---

[1] کافی ج،2، ص76، باب الطاعة والتقوی، حدیث 8؛ وسائل الشیعہ: ج15، ص241، باب 20، حدیث 20385۔

[2] امالی صدوق: 431، مجلس 66، حدیث 1؛ مجموعۂ ورام ج،2 ص263؛ وسائل الشیعہ ج15، ص223، باب 15، حدیث 20333۔

[3] کافی، ج2، ص482، باب البکاء، حدیث 4؛ عوالی اللئالی: ج4 ص21، حدیث 59؛ وسائل الشیعہ: ج15، ص228، باب 15، حدیث 20346۔

[4] کافی، ج2، ص121، باب التواضع، حدیث 1؛ بحار الانوار ج72، ص124، باب 51، حدیث 23۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا:

اَلاٰ اِنَّہٗ مَنۡ یُنۡصِفِ النَّاسَ مِنۡ نَفۡسِہٖ لَمۡ یَزِدۡہُ اللّٰہُ اِلاَّ عِزًّ۔ [1]

آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص دوسرے لوگوں سے انصاف کرے گا، خداوند عالم اس کی عزت و سربلندی میں اضافہ فرمادے گا۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

طُوبیٰ لِمَنۡ طَابَ خُلُقُہٗ، وَطَھُرَتۡ سَجِیَّتُہٗ، وَصَلُحَتۡ سَرِیرَتُہٗ، وَحَسُنَتۡ عَلَانِیَتُہٗ، وَاَنۡفَقَ الۡفَضۡلَ مِنۡ مَالِہٖ، وَاَمۡسَكَ الۡفَضۡلَ مِنۡ قَوۡلِہٖ، وَاَنۡصَفَ النَّاسَ مِنۡ نَفۡسِہٖ۔ [2]

خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا اخلاق اچھا ہو، جس کی طینت پاک ہو، جس کا باطن صالح اور نیک ہو، جس کا ظاہر نیک ہو، اپنے اضافی مال سے انفاق کرے، اور زیادہ گفتگو سے پرہیز کرے، اور لوگوں کے ساتھ انصاف سے کام لے۔

قارئین کرام! گزشتہ صفحات میں بیان شدہ احادیث میں مختلف مسائل کو ملاحظہ کیا جن کا خلاصہ یہ ہے: آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا، عبادت خدا میں صبر وضبط کرنا، (یعنی عبادت کی مشکلات سے نہ گھبرانا) گناہوں کے مقابلہ میں استقامت دکھانا، حلال رزق پر قناعت کرنا، اطاعت الٰہی میں مشغول رہنا، گناہوں پر آنسو بھانا، اپنے کاموں میں مشغول رہنا، لوگوں کو اذیت دینے سے پرہیز کرنا، تقویٰ الٰہی کی رعایت کرنا، رات کے سناٹے میں خوف خدا سے آنسو بھانا، نامحرم پر نظر کرنے سے پرہیز کرنا، عبادت کے لئے شب بیداری کرنا، راہ خدا میں صدقہ دینا، تواضع وانکساری اور عفو وبخشش سے کام لینا، اپنی طرف سے تمام لوگوں کے ساتھ انصاف کرنا، اخلاق حسنہ رکھنا، پاک طبیعت رکھنا، شائستہ باطن رکھنا، پسندیدہ ظاہر رکھنا، اضافی مال کو راہ خدا میں خرچ کرنا، زیادہ گفتگو سے پرہیز کرنا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان تمام چیزوں کو عملی جامہ پہنانا، خواہشات نفسانی سے جنگ کئے بغیر ممکن نہیں ہے، جو شخص شیطانی چالوں سے دنیاوی اور مادی امور، ہوائے نفس اور بے لگام شہوت کے ساتھ مقابلہ کرے تو واقعاً اس نے جہاد اکبر کیا ہے اور اسے اس کا بہت زیادہ فائدہ ہوگا، وہ فائدہ جس کا وعدہ خداوند عالم نے انبیاء اور ائمہ علیہم السلام سے کیا ہے۔

فرصت کو غنیمت جاننا چاہئے

فرصت کو غنیمت جاننا چاہیئے بالخصوص اپنے پاس موجود فرصت کی قدر کرنا چاہئے، عمر کی فرصت کے بارے میں؛ خدا کا حکم، انبیاء وائمہ علیہم السلام اور اولیاء الٰہی کی وصیت ہے، کیونکہ انسان اسی عمر کی فرصت میں اپنے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرسکتا ہے،

[1] کافی ج2، ص144، باب الانصاف والعدل، حدیث4؛ وسائل الشیعہ، ج15، ص283، باب34، حدیث20525۔

[2] کافی، ج2، ص144، باب الانصاف والعدل، حدیث1؛ وسائل الشیعہ ج15، ص284، باب 34، حدیث 20528؛ بحارالانوار ج72، ص29، باب 35، حدیث22

برائیوں کی جگہ اچھائیوں کوقرار دے سکتا ہے،اور ظلمت و تاریکی کی جگہ نور و روشنی کو قرار دے سکتا ہے۔

اگر فرصت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے، اور کوئی اچھا کام انجام نہ دیا جائے، اور موت کا پیغام پہنچ جائے، اور عمر کا چراغ اس موقع پر گل ہونے لگے کہ انسان توبہ کی فرصت نہ پا سکے، تو اس موقع پر شرمندگی اور پشیمانی کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

جس وقت طلحہ جنگ جمل میں مروان بن حکم کے تیر سے زمین پر گرا، اور اس دنیا سے چلنے لگا تو کہتا ہے: میری بدبختی ہے کہ بزرگان قریش (حضرت علی علیہ السلام) کی بزرگی کو نہیں دیکھ سکا، لیکن طلحہ کو یہ احساس اس وقت ہوا جب فرصت ہاتھ نکل چکی تھی، اور اس کی زندگی کا دیا گُل ہونے والا تھا، طلحہ وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی، لیکن حضرت علی علیہ السلام نے چونکہ اس کی ناجائز پیش کش کو قبول نہیں کیا تھا نیز اُدھر معاویہ نے اس کو بھڑکایا اور اس پر اثر ہو گیا، لہٰذا اس نے حضرت امیر کی بیعت توڑ ڈالی، اور اپنی دنیا و آخرت کو تاریک کر ڈالا۔

جناب نوح اور جناب لوط علیہم السلام کی ازواج نے اپنے شوہروں کی مسلسل مخالفت کی، اور آخری لحات اور فرصت کے ختم ہونے تک انھوں نے مخالفت جاری رکھی یہاں تک کہ دونوں پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور اس دنیا سے چلی گئیں۔

جناب آسیہ سلام اللہ علیہا زوجہ فرعون نے فرصت کو غنیمت شمار کیا اور خدا کی رضا کو اپنے شوہر کی رضا پر مقدم رکھا، جس کی بنا پر اسے خوشنودی خدا اور ہمیشہ کے لئے بہشت مل گئی۔

جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے فرصت کو غنیمت سمجھا، اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ میں قربانی دی اور دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کر لی، ان کی قوم نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کرنے کی وجہ سے قطع تعلق کر لیا، لیکن جناب خدیجہ نے خدا سے رابطہ مستحکم کر لیا، اور اس طرح سے فوز عظیم پر فائز ہو گئیں۔ حرّ بن یزید ریاحی نے باقی بچی تھوڑی سی فرصت کو غنیمت شمار کیا اور اس غنیمت کے خزانہ سے ہمیشہ کے لئے عظیم الشان منفعت حاصل کر لی۔

جی ہاں! جس شخص نے فرصت کو غنیمت شمار کیا اگرچہ تھوڑی سی فرصت کیوں نہ ہو، نور الٰہی اس کے دل میں چمک اٹھتا ہے اور اس کی نصرت و مدد کرتا ہے۔ اس موقع پر کہا جانا چاہئے: وہ نور ہدایت جس نے عابد و زاہد کے دل میں راہ خدا کو واضح کیا اس نے تمام طاقتوں کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا، چنانچہ اس کے کان کو نغمہ الٰہی اور سخن حق کے علاوہ کوئی دوسری آواز سنائی نہیں دیتی، جس کا ذائقہ کسی بھی حرام چیز کو چکھنے کے لئے تیار نہیں ہے، آنکھیں نامحرم کے بدن کی طرف اٹھنے سے رک گئیں، درحقیقت ایک عالم عارف کی نگاہ ایک معمولی آنکھ سے کہیں زیادہ دیکھتی ہے، کیونکہ اس کو اندر سے نور ہدایت طاقت پہنچا تا رہتا ہے، اور اسی نور کے ذریعہ پہلے وہ خالق کائنات کی مخلوق کے جلال و جلووں کو دیکھتا ہے، اور اس کے بعد اپنی ظاہری آنکھوں سے اس دنیا کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔

راہ خدا پر چلنے والا دوسروں کی طرح نہیں دیکھتا، کہ جہاں دوسرے لوگ زندگی کو لذت حاصل کرنے اور اپنے مقصد تک رسائی کے لئے دیکھتے ہیں، اور آخر کار پشیمان ہو کر فریاد کرنے لگتے ہیں: ھائے کوئی چیز کام آنے والی باقی نہ رہی اور اب اپنے یا

دوسروں کی کوئی امید نہیں ہے۔

جس شخص کو نور ہدایت حاصل ہوجاتا ہے اس کی زندگی کے اغراض و مقاصد بلند و بالا ہوتے ہیں، اور وہ صرف ظاہری زندگی کی شناخت پر قناعت نہیں کرتا بلکہ زندگی کے اسرار و رموز کی گھرائی میں جاتا ہے اور اس حاصل شدہ بصیرت سے اپنی زندگی کے لمحات گزارتا ہے۔یہی وہ بصیرت ہے جس سے انسان ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتا ہے، یہاں تک کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یاد خدا سے غافل نہیں ہوتا۔اگر انسان کو عالم ہستی کی اہمیت معلوم ہوجائے تو کیا وہ ایک لمحہ کے لئے غفلت کی زندگی بسر کرسکتا ہے؟ غفلت کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی غفلت کی مقدار بھر اپنے وجود میں کمی اور نقصان کا تصور کرے۔[1]

نیکیوں سے مزین ہونا اور برائیوں سے پرہیز کرنا

"کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلَی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوءاً بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِیمٌ"۔[2]

۔۔۔تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دے لی ہے کہ تم میں جو بھی از روئے جہالت برائی کرے گا اور اس کے بعد توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلے گا تو خدا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

زیبائی اور برائی گزشتہ صفحہ میں بیان ہونے والے دو عنوان سے باطنی، معنوی، اخلاقی اور عملی زیبائی اور برائی مراد ہے۔

جو شخص اپنے ارادہ و اختیار اور شناخت و معرفت کے ذریعہ الٰہی حقائق (اخلاق حسنات) اور عملی واقعیات (احکام خداوندی) کو اپنے صفحہ دل پر نقش کرلیتا ہے، اس نقش کو ایمان کے روغن سے جلا دیتا ہے، اور زمانہ کے حوادث و آفات سے نجات پالیتا ہے، جس کے ذریعہ سے انسان بہترین سیرت اور خوبصورت و شائستہ صورت بنالیتا ہے۔

الٰہی حقائق یا اخلاقی حسنات خداوند عالم کے اسماء و صفات کے جلوے اور ارادہ پروردگار کے عملی واقعیات کے جلوے ہیں، اسی وجہ سے یہ چیزیں انسان کی سیرت و صورت کو بازار مصر میں حُسن یوسف کی طرح جلوہ دیتے ہیں، اور دنیا و آخرت میں اس کو خریدنے والے بہت سے معشوق نظر آتے ہیں۔

لیکن وہ انسان جو اپنے قلم و ارادہ و اختیار سے جہل و غفلت غرور و تکبر، بُرے اخلاق اور برے اعمال کو اپنے صفحہ دل پر نقش کرلیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ گناہوں میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے، جو انسان کی ہمیشگی ہلاکت کے باعث ہیں، ان ہی کی وجہ سے ان کی صورت بدشکل اور تیرہ و تاریک ہوجاتی ہے۔

اخلاقی برائیاں، بُرے اعمال شیطانی صفات کا انعکاس اور شیطانی حرکتوں کا نتیجہ ہیں، اسی وجہ سے انسان کی سیرت و

---

[1] شرح نہج البلاغہ، علامہ جعفری، ج14 ص94

[2] سورۂ انعام، آیت54۔

صورت پر شیطانی نشانیاں دکھائی دیتی ہیں، جس کی بنا پر خدا، انبیاء اور ملائکہ نفرت کرتے ہیں اور دنیا وآخرت کی ذلت ورسوائی اس کے دامن گیر ہوجاتی ہے۔

معنوی وروحانی زیبائی وبرائی کے سلسلہ میں ہمیں قرآن مجید کی آیات اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وائمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث کا مطالعہ کرنا چاہئے، تاکہ ان الٰہی حقائق اور آسمانی تعلیمات سے آشنائی کے ذریعہ اپنے کو مزین کریں، اور توبہ واستغفار کے ذریعہ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق اپنے ظاہر وباطن کی اصلاح کو کامل کرلیں:

"وَإِذَا جَائَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءً ا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ"۔ [1]

اور جب وہ لوگ آپ کے پاس آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے کہئے کہ سلام علیکم ۔۔۔ تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دے لی ہے کہ تم میں جو بھی از روئے جہالت برائی کرے گا اور اس کے بعد توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلے گا تو خدا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

نیکوں سے مزین ہونا اور برائیوں سے پرہیز کرنا

زیبائی اور گرائی گزشتہ صفحہ میں بیان ہونے والے دو عنوان سے باطنی، معنوی، اخلاق اور عملی زیبائی اور برائی مراد ہے۔

جو شخص اپنے ارادہ واختیار اور شناخت ومعرفت کے ذریعہ الٰہی حقائق (اخلاق حسنات) اور عملی واقعیات (احکام خداوندی) کو اپنے صفحہ دل پر نقش کرلیتا ہے، اس نقش کو ایمان کے روغن سے جلا دیتا ہے، اور زمانہ کے حوادث وآفات سے نجات پا لیتا ہے، جس کے ذریعہ سے انسان بہترین سیرت اور خوبصورت وشائستہ صورت بنالیتا ہے۔

الٰہی حقائق یا اخلاقی حسنات خداوند عالم کے اسماء وصفات کے جلوے اور ارادہ پروردگار کے عملی واقعیات کے جلوے ہیں، اسی وجہ سے یہ چیزیں انسان کی سیرت وصورت کو بازار مصر میں حسن کی طرح جلوہ دیتے ہیں، اور دنیا آخرت میں اس کو خریدنے والے بہت سے معشوق نظر آتے ہیں۔

لیکن ہوا انسان جو اپنے قلم وارادہ واختیار سے جہل وغفلت گرور وتکبر، برے اخلاق اور برے اعمال کو اپنے صفحہ دل پر نقش کرلیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ گناہوں میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے، جو انسان کی ہمیشگی ہلاکت کے باعث ہیں، ان ہیں کی وجہ سے ان کی صورت بدشکل اور تیرہ وتاریک ہوجاتی ہے۔

اخلاقی برائیاں، برے اعمال شیطانی صفات کا انعکاس اور شیطانی حرکتوں کا نتیجہ ہیں، اسی وجہ سے انسان کی سیرت و صورت پر شیطانی نشانیاں دکھائی دیتی ہیں، جس کی بنا پر خدا، انبیاء اور ملائکہ نفرت کرتے ہیں اور دنیا وآخرت کی ذلت ورسوائی اس

---

[1] سورۂ انعام، آیت 54۔

کے دامن گیر ہو جاتی ہے۔

معنوی وروحانی بیائی وبرائی کے سلسلہ میں ہمیں قرآن مجید کی آیات اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآئمہ معصومینؑ کی احادیث کا مطالعہ کرنا چاہیئے، تاکہ ان الٰہی حقائق اور آسمانی تعلیمات سے آشنائی کے ذریعہ اپنے کو مزین کریں، اور توبہ واستغفار کے ذریعہ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق اپنے ظاہر وباطن کی اصلاح کو کامل کرلیں:

"وَإِذَا جَائَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءاً بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ"۔ [۱]

اہل ہدایت وصاحب فلاح

"الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"۔ [۲]

جولوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ پابندی سے پورے اہتمام کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔ وہ ان تمام باتوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جنہیں (اے رسول) ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اور جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہیں اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت کے حامل ہیں اور یہی لوگ فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں۔

مذکورہ آیت سے درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

1۔غیب پر ایمان۔ 2۔نماز قائم کرنا۔

3۔صدقہ اور حقوق کی ادائیگی۔ 4۔قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں پر ایمان۔

5۔آخرت پر یقین۔

غیب پر ایمان

غیب سے مراد ایسے امور ہیں جن کو ظاہری حواس سے درک نہیں کیا جاسکتا، چونکہ ان کو حواس کے ذریعہ نہیں درک کیا جاسکتا لہٰذا ان کو غیبی امور کہا جاتا ہے۔

غیب، ان حقائق کو کہتے ہیں جن کو دل اور عقل کی آنکھ سے درک کیا جاسکتا ہے، جس کے مصادیق خداوند عالم، فرشتے،

---

[۱] سورۂ انعام، آیت 54۔

[۲] سورۂ بقرہ، آیت 3-5۔

برزخ، روزمحشر، حساب، میزان اور جنت وجہنم ہے، ان کا بیان کرنا انبیاء، ائمہ علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کی ذمہ داری ہے۔

ان حقائق پر ایمان رکھنے سے انسان کا باطن طیب وطاھر، روح صاف و پاکیزہ، تزکیہ نفس، روحی سکون اور قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے نیز اعضاء وجوارح خدا اور سول اور اہل بیت علیہم السلام کے احکام کے پابند ہوجاتے ہیں۔

غیب پر ایمان رکھنے سے انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے، اس میں عدالت پیدا ہوتی ہے، اور انسان کی تمام استعداد شکوفہ ہوتی ہیں، یہی ایمان اس کے کمالات میں اضافہ کرتا ہے، نیز خداوندعالم کی خلافت و جانشینی حاصل ہونے کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔

کتاب خدا، قرآن مجید جو احسن الحدیث، اصدق قول اور بہترین وعظ ونصیحت کرنے والی کتاب ہے، جس کے وحی ہونے کی صحت و استحکام میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، اس نے مختلف سوروں میں مختلف دلائل کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کتاب خدا ہے، جن کی بنا پر انسان کو ذرہ برابر بھی شک نہیں رہتا، قرآن کریم کی بہت سی آیات میں غیب کے مکمل مصادیق بیان کئے گئے ہیں اور ان آیات کے ذیل میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے بہت اہم احادیث بیان ہوئی ہیں جن کے پر توجہ کرنے سے انسان کے لئے غیب پر ایمان ویقین کا راستہ ہموار ہوجاتا ہے۔

خداوندعالم

قرآن مجید نے خداوندعالم کو تمام کائنات اور تمام موجودات کے خالق کے عنوان سے پہچنوایا ہے، اور تمام انسانوں کو خدا کی عبادت کی دعوت دی ہے، اس کا شریک اس کی ضد ومثل اور اس کا کفو قرار دینے سے سخت منع کیا ہے اور اس کو غفلت و جہالت کا نتیجہ بتایا ہے، اور کسی چیز کو اس کے خلاف بیان کرنے کو فطرت ووجدان کے خلاف شمار کیا ہے، اس عالم ہستی میں صحیح غور و فکر کرنے کی رغبت دلائی ہے، اور فطری، عقلی، طبیعی اور علمی دلائل وشواہد کے ذریعہ غیر خدا کے خالق ہونے کو باطل قرار دیا ہے، اور اس جملہ کو بے بنیاد، بے معنی اور مسخرہ آمیز بتایا ہے کہ یہ چیزیں خودبخود وجود میں آگئی ہیں اس کی شدت کے ساتھ ردّ کی ہے اور علمی منطق اور عقل سلیم سے کوسوں دور بتایا ہے، المختصر: قرآن مجید نے اپنی آیات کے اندر انسان کے جہل اور غفلت جیسی بیماریوں کا علاج بتایا ہے، اور فطرت ووجدان کو جھنجھوڑتے ہوتے عقل ودل کی آنکھوں کے سامنے سے شک وتردید اور اوھام کے پردوں کو ہٹادیا ہے، اور خداوندعالم کے وجود کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے، نیز اس معنی پر توجہ دلائی ہے کہ آئینۂ ہستی کی حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے، اور خدا کی ذات اقدس میں کسی کے لئے شک وتردید کا کوئی وجود نہیں ہے:

"۔۔۔أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ۔۔۔"۔ [1]

۔۔۔کیا تمہیں اللہ کے وجود کے بارے میں بھی شک ہے جو زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور تمہیں اس لئے بلاتا

[1] سورۂ ابراھیم، آیت 10

ہے کہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے۔۔۔

"یَاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ"۔ [1]

اے انسانو! پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے والوں کو بھی خلق کیا ہے۔شاید کہ تم اسی طرح متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔اس پروردگار نے تمہارے لئے زمین کا فرش اور آسمان کا شامیانہ بنایا ہے اور پھر آسمان سے پانی برسا کر تمہاری روزی کے لئے زمین سے پھل نکالے ہیں لہٰذا اس کے لئے جان بوجھ کر کسی کو ھمسر اور مثل نہ بناؤ۔

جی ہاں! اس نے ہمیں اور ہم سے پہلے انسانوں کو خلق کیا، آسمانوں کو بنایا، تمہاری زندگی کے لئے زمین کا فرش بچھایا، تمہارے لئے بارش برسائی، جس کی وجہ سے مختلف قسم کے پھل اور اناج پیدا ہوئے، اگر یہ تمام عجیب وغریب چیزیں اس کا کام نہیں ہے تو پھر کس کا کام ہے؟

اگر کوئی کہتا ہے کہ ان تمام عجیب وغریب خلقت کی پیدائش کی علت تصادف (یعنی اتفاق) ہے تو اس کی مستحکم منطقی اور عقلی دلیل کیا ہے؟ اگر کہا گیا کہ یہ چیزیں خود بخود پیدا ہو گئیں تو کیا اس کائنات کی چیزیں پہلے سے موجود نہیں تھیں جو خود بخود وجود میں آ گئیں، اس کے علاوہ جو چیز موجود ہے وہ خود بخود وجود میں آجائیں اس کے کوئی معنی نہیں ہیں، پس معلوم ہوا کہ ان تمام چیزوں کا خالق اور ان کو نظم دینے والا علیم وبصیر وخبیر اللہ تعالیٰ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو وجود بخشا ہے، اور اس مضبوط اور مستحکم نظام کی بنیاد ڈالی ہے، لہٰذا انسان پر واجب ہے کہ اس کے حکم کی اطاعت کرے، اس کی عبادت وبندگی کرے تا کہ تقویٰ، پاکیزگی اور کمال کی معراج حاصل کرے:

"اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"۔ [2]

۔۔۔تم لوگ اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے والوں کو بھی خلق کیا ہے۔شاید کہ تم اسی طرح متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔

مفضل بن عمر کوفی کہتے ہیں: مجھ سے حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

وجود خدا کی سب سے پہلی دلیل اس دنیا کا نظم وترتیب ہے کہ تمام چیزیں بغیر کسی کمی ونقصان کے اپنی جگہ پر موجود ہیں اور اپنا کام انجام دے رہی ہیں۔

مخلوقات کے لئے زمین کا فرش بچھایا گیا، آسمان پر زمین کے لئے روشنی دینے والے سورج چاند اور ستارے لٹکائے

---

[1] سورۂ بقرہ، آیت 21-22

[2] سورۂ بقرہ، آیت 21

گئے، پہاڑوں کے اندر گرانبہا جواھرات قرار دیئے گئے، ہر چیز میں ایک مصلحت رکھی گئی اور ان تمام چیزوں کو انسان کے اختیار میں دیدیا گیا، مختلف قسم کی گھاس، درخت اور حیوانات کو اس کے لئے خلق کیا تا کہ آرام وسکون کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں۔

اس دنیا کے نظم وترتیب کو دیکھو کہ جہاں ہر چیز ذرہ برابر کمی ونقصان کے بغیر اپنی مخصوص جگہ پر ہے جو اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ یہ دنیا حکمت کے تحت پیدا کی گئی ہے، اس کے علاوہ تمام چیزوں کے درمیان ایک رابطہ پایا جاتا ہے اور سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں جو خود اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ایک ہی ہے، ان تمام چیزوں کے پیدا کرنے والے نے ان تمام چیزوں کے درمیان الفت پیدا کی ہے اور ایک دوسرے سے مربوط اور ایک دوسرا کا محتاج قرار دیا ہے!

مفضل کہتے ہیں: معرفت خدا کی گفتگو کے تیسرے دن جب امام ششم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو امامؑ نے فرمایا: آج چاند، سورج اور ستاروں کے بارے میں گفتگو ہوگی:

اے مفضل! آسمان کا رنگ نیلا دکھائی دیتا ہے اور جہاں تک انسان آسمان کو دیکھتا چلا جاتا ہے اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی، کیونکہ نیلا رنگ نہ صرف یہ کہ آنکھ کے لئے نقصان دہ نہیں ہے بلکہ آنکھ کی طاقت کے لئے مفید بھی ہے۔

اگر سورج نہ نکلتا اور دن نہ ہوتا تو پھر دنیا کے تمام امور میں خلل واقع ہوجاتا، لوگ اپنے کاموں کو نہ کر پاتے، بغیر نور کے ان کی زندگی کا کوئی مزہ نہ ہوتا، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے۔

اگر سورج غروب نہ ہوتا اور رات کا وجود نہ ہوتا تو لوگوں کو سکون حاصل نہ ہوتا اور ان کی تھکاوٹ دور نہ ہوتی، ھاضمہ نظام غذا کو ہضم نہ کر پاتا اور اس غذائی طاقت کو دوسرے اعضاء تک نہ پہنچاتا۔

اگر ہمیشہ دن ہوا کرتا تو انسان لالچ کی وجہ سے ہمیشہ کام میں لگا رہتا جس سے انسان کا بدن رفتہ رفتہ جواب دیدیتا، کیونکہ بہت سے لوگ مال دنیا جمع کرنے میں اس قدر لالچی ہیں کہ اگر رات کا اندھیرے ان کے کاموں میں مانع نہ ہوتا تو اس قدر کام کرتے کہ اپاہج ہوجاتے!

اگر رات نہ ہوا کرتی تو سورج کی گرمی سے زمین میں اس قدر گرمی پیدا ہوجاتی کہ روئے زمین پر کوئی حیوان اور درخت باقی نہ رھتا۔

اسی وجہ سے خداوندعالم نے سورج کو ایک چراغ کی طرح قرار دیا کہ ضرورت کے وقت اس کو جلایا جاتا ہے تا کہ اہل خانہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوجائیں، اور پھر اس کو خاموش کردیتے ہیں تا کہ آرام کرلیں! پس نور اور اندھیرا جو ایک دوسرے کی ضد ہیں دونوں ہی اس دنیا کے نظام اور انسانوں کے لئے خلق کئے گئے ہیں۔

اے مفضل! غور تو کرو کہ کس طرح سورج کے طلوع وغروب سے چار فصلیں وجود میں آتی ہیں تا کہ حیوانات اور درخت رشد ونمو کرسکیں اور اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔

اسی طرح دن رات کی مدت کے بارے میں غور فکر کرو کہ کس طرح انسان کی مصلحت کا لحاظ رکھا گیا ہے اکثر آباد زمین پر دن 15 گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوتا اگر دن سو یا دوسو گھنٹے کا ہوتا تو کوئی بھی جاندار زمین پر باقی نہ بچتا۔

کیونکہ اس قدر طولانی دن میں دوڑ دھوپ کرتے ہوتے ہلاک ہوجاتے، درخت وغیرہ سورج کی گرمی سے خشک ہوجاتے!

اسی طرح اگر سو یا دوسو گھنٹے کی رات ہوا کرتی، تمام جاندار روزی حاصل نہیں کرسکتے تھے اور بھوک سے ہلاک ہوجاتے، درختوں اور سبزیوں کی حرارت کم ہوجاتی، جس کے نتیجہ میں ان کا خاتمہ ہوجاتا، جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت سی گھاس اگر ایسی جگہ اُگ آئیں جہاں پر سورج کی روشنی نہ پڑے ہوتو وہ برباد ہوجایا کرتی ہیں۔

سردیوں کے موسم میں درختوں اور نباتات کے اندر کی حرارت اور گرمی مخفی ہوجاتی ہے تاکہ ان میں پھلوں کا مادہ پیدا ہو، سردی کی وجہ سے بادل اٹھتے ہیں، بارش ہوتی ہے، جس سے حیوانوں کے بدن مضبوط ہوتے ہیں، فصل بہار میں درخت اور نباتات میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ ظاہر ہوتے ہیں، کلیاں کھلنے لگتی ہیں، حیوانات بچے پیدا کرنے کے لئے ایک دوسرے کے پاس جاتے ہیں، گرمی کے موسم میں گرمی کی وجہ سے بہت سے پھل پکنے لگتے ہیں، حیوانات کے جسم میں بڑھی ہوئی رطوبت جذب ہوتی ہے، اور روئے زمین کی رطوبت کم ہوتی تاکہ انسان عمارت کا کام اور دیگر کاموں کو آسانی سے انجام دے سکے، فصل پائیز میں ہوا صاف ہوتی ہے تاکہ انسان کے جسم کی بیماریاں دور ہوجائیں اور بدن صحیح وسالم ہوجائے، اگر کوئی شخص ان چار فصلوں کے فوائد بیان کرنا چاہے تو گفتگو طولانی ہوجائے گی!

سورج کی روشنی کی کیفیت پر غور وفکر کرو کہ جس کو خداوند عالم نے اس طرح قرار دیا ہے کہ پوری زمین اس کی روشنی سے فیضیاب ہوتی ہے، اگر سورج کے لئے طلوع وغروب نہ ہوتا تو نور کی بہت سی جھتوں سے استفادہ نہ ہوتا، پہاڑ، دیوار اور چھت نور کی تابش میں مانع ہوجاتے، چونکہ خداوند عالم نور خورشید سے تمام زمین کو فیضیاب کرنا چاہتا ہے لہٰذا سورج کی روشنی کو اس طرح مرتب کیا ہے کہ اگر صبح کے وقت کہیں سورج کی روشنی نہیں پہنچتی تو دن کے دوسرے حصہ میں وہاں سورج کی روشنی پہنچ جاتی ہے، یا اگر کسی جگہ شام کے وقت روشنی نہ پہنچ سکے تو صبح کے وقت روشنی سے فیضیاب ہوسکے، پس معلوم ہوا کہ کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جو سورج کی روشنی سے فائدہ نہ اٹھائے، واقعاً یہ خوش نصیبی ہے کہ خداوند عالم نے سورج کی روشنی کو زمین رہنے والے تمام موجودات چاہے وہ جمادات ہوں یا نباتات یا دوسری جاندار چیزیں سب کے لئے پیدا کی اور کسی کو بھی اس سے محروم نہ رکھا۔

اگر ایک سال تک سورج کی روشنی زمین پر نہ پڑتی تو زمین پر رہنے والوں کا کیا حال ہوتا؟ کیا کوئی زندہ رہ سکتا تھا؟

رات کا اندھیرا بھی انسان کے لئے مفید ہے جو اس کو آرام کرنے پر مجبور کرتا ہے، لیکن چونکہ رات میں بھی کبھی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے، بہت سے لوگ وقت نہ ہونے یا گرمی کی وجہ سے رات میں کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں یا بعض مسافر رات کو

سفر کرتے ہیں ان کو روشنی کی ضرورت ہوتی ہے، تو اس ضرورت کے تحت خداوند عالم نے چاند اور ستاروں کو خلق فرمایا ہے تاکہ وہ اپنی نور افشانی سے خدا کی مخلوق کے لئے آسائش کا سامان فراہم کریں اور اپنی منظم حرکت کے ذریعہ مسافروں کو راستہ کی طرف راہنمائی کریں اور کشتی میں سوار مسافرین کو راستہ بھٹکنے سے روکے رہیں۔

ستاروں کی دو قسم ہوتی ہیں، ایک ثابت ستارے جو ایک جگہ اپنے معین فاصلہ پر رہتے ہیں، اور دوسرے ستارے گھومتے رہتے ہیں ایک برج سے دوسرے برج کی طرف جاتے ہیں، یہ ستارے اپنے راستہ سے ذرہ برابر بھی منحرف نہیں ہوتے، ان کی حرکت کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک عمودی حرکت ہوتی ہے جو دن رات میں مشرق سے مغرب کی طرف انجام پاتی ہے، اور دوسری اس کی اپنی مخصوص حرکت ہوتی ہے، اور وہ مغرب سے مشرق کی طرف ہوتی ہے، جیسے اگر ایک چیونٹی چکّی کے پاٹ پر بیٹھ کر بائیں جانب حرکت کرے درحالیکہ چکّی داہنی جانب چلتی ہے، لہٰذا چیونٹی کی دو حرکت ہوتی ہیں ایک اپنے ارادہ سے اور دوسری چکّی کی وجہ سے، کیا یہ ستارے جن میں بعض اپنی جگہ قائم ہیں اور بعض منظم طور پر حرکت کرتے ہیں کیا ان کی تدبیر خداوند حکیم کے علاوہ ممکن ہے؟ اگر کسی صاحب حکمت کی تدبیر نہ ہوتی تو یا سب ساکن ہوتے یا سب متحرک، اور اگر متحرک بھی ہوتے تو اتنا صحیح نظم وضبط کہاں پیدا ہوتا؟

ستاروں کی رفتار انسانوں کے تصور سے کہیں زیادہ ہے، اور ان کی روشنی اس قدر شدید ہے کہ اس کو دیکھنے کی تاب کسی بھی آنکھ میں نہیں ہے، خداوند عالم نے ہمارے اور ان کے درمیان اس قدر فاصلہ قرار دیا ہے کہ ہم ان کی حرکت کو درک نہیں کرسکتے، اور نہ ہی ان کی روشنی ہماری آنکھوں کے لئے نقصان دہ ہے، اگر اپنی مکمل رفتار کے ساتھ ہم سے نزدیک ہوتے، تو ان کے نور کی شدت کی وجہ سے ہماری آنکھیں نابینا ہوجاتیں، اسی طرح جب پے درپے بجلی کڑکتی وچمکتی ہے آنکھ کے لئے نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے، جس طرح سے اگر کچھ لوگ ایک کمرہ میں موجود ہوں اور وہاں پر تیز روشنی والے بلب روشن ہوں اور اچانک خاموش کردیئے جائیں تو آنکھیں پریشان ہوجاتی ہیں اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

اے مفضل! اگر رہٹ کے ذریعہ کسی کنویں سے پانی نکال کر کسی باغ کی سینچائی کی جائے، عمارت، کنویں اور پانی نکالنے کے وسائل اس قدر منظم اور قاعدہ کے تحت ہوں کہ باغ کی صحیح سنچائی ہوسکے، اگر کسی ایسی رہٹ کو دیکھے تو کیا انسان کہہ سکتا ہے کہ یہ خود بخود بن گئی ہے، اور کسی نے اس کو نہیں بنایا ہے اور کسی نے منظم نہیں کیا ہے، یہ بات واضح ہے کہ عقل سلیم اس کے دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ کرتی ہے کہ ایک ماہر اور ہوشیار شخص نے اس رہٹ کو اس انداز سے بنایا ہے، اور جب انسان پانی نکالنے والی ایک چھوٹی سی چیز کو دیکھنے کے بعد اس کے بنانے والے کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ ان تمام گھومنے والے اور ایک جگہ باقی رہنے والے ستاروں، شب وروز، سال کی چار فصلوں کو حساب شدہ دیکھے جبکہ ان میں ذرا بھی انحراف اور بے نظمی نہیں پائی جاتی تو کیا انسان اس قدر عظیم اور عجیب وغریب چیزوں کو دیکھ کر ان کے پیدا کرنے والے

کونہیں پہچان سکتا ؟[۱]

ایک شخص حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے: مجھے علم کے عجائبات سکھادیجئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تجھے اصل علم کے بارے میں کچھ خبر ہے جو عجائب کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے؟ تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! اصل علم کیا ہے؟ تو حضرت نے فرمایا: معرفت خدا، اورحق معرفت، اس نے کہا: حق معرفت کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: خدا کی مثل و مانند اور شبیہ نہ ماننا، اور خدا کو واحد، احد، ظاہر، باطن، اول و آخر ماننا اور یہ کہ اس کا کوئی کفو ونظیر نہیں ہے، اور یہی معرفت کا حق ہے۔[۲]

پورے قرآن کریم میں اس مسلم اور ہمیشگی حقیقت پر توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ حقیقت اصل جھان اور اس دنیا کو پیدا کرنے والے اور اس کو باقی رکھنے والی کی ہے، انسان کے حواس کو ظاہری آنکھوں سے درک نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا غیب کہا جاتا ہے، اور یہ تمام موجوات فنا ہونے والی ہیں لیکن اس کی ذات باقی ہے، نیز یہ کہ تمام موجوات کے لئے آغاز وانجام ہوتا ہے لیکن اس کے لئے کوئی آغاز اور انجام نہیں ہے، وہی اول ہے اور وہی آخر۔

قرآن کریم کے تمام سوروں اور اس کی آیات میں اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ کہا گیا ہے، اور ہر سورے میں متعدد بار تکرار ہوا ہے، اور تمام واقعیات اور تمام مخلوقات اسی واحد قہار کے اسم گرامی سے منسوب ہیں۔

ہم جس مقدار میں خدا کی مخلوقات اور متعدد عالم کو ایک جگہ ضمیمہ کر کے مطالعہ کریں تو ہم دیکھیں گے:

یہ تمام مجموعہ ایک چھوٹے عالم کی طرح ایک نظام کی پیروی کرتا ہے یہاں تک کہ اگر تمام وسیع وعریض عالم کو جمع کریں اور انسانی علم وسائنس کے جدید وسائل جیسے ٹیلی اسکوپ "Telescop" وغیرہ کے ذریعہ کشف ہونے والی چیزوں کو ملاحظہ کریں تو جو نظام اور قوانین ایک چھوٹے نظام میں دیکھے جاتے ہیں ان ہی کو مشاہدہ کریں گے، اور اگر عالموں کو ایک دوسرے سے جدا کر کے تجزیہ وتحلیل کریں یہاں تک کہ ایک چھوٹے سے مولکل "Molecule" (یعنی کسی چیز کا سب سے چھوٹا جز) کو بھی دیکھیں گے تو ملاحظہ فرمائیں گے کہ اس کا نظام اس عظیم جھان سے کچھ بھی کم نہیں ہے، حالانکہ یہ تمام موجودات ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں۔

---

[۱] توحید مفضل: 39؛ بحارالانوار، ج3، ص57، باب4، حدیث 1-8

[۲] جاء اعرابی الی النبی ﷺ فقال: یا رسول الله ! علمنی من غرائب العلم. قال: ما صنعت فی راس العلم حتی تسال عن غرائبه. قال الرجل: ما راس العلم یا رسول الله؟ قال: معرفة الله حق معرفته. قال الاعرابی: وما معرفة الله حق معرفته؟ قال: تعرفه بلا مثل و لا شبه ولا ند، وانه واحد أحد ظاهر باطن اول آخر لا کفو له ولا نظیر. فذلك حق معرفته.
توحید صدوق: ۲۸۴، حدیث ۵؛ بحارالانوار ج ۳، ص ۲۶۹، باب ۱۰، حدیث ۴.

المختصر یہ کہ تمام عالموں کا مجموعہ ایک موجود ہے، اور اس پر ایک ہی نظام کی حکومت ہے، نیز اس عالم کے تمام اجزاء و ذرات اپنے اختلاف کے باوجود ایک ہی نظام کے مسخر ہیں۔

"وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۔۔۔"۔ [1]

اس دن سارے چہرے خدائے حی و قیوم کے سامنے جھکے ہوں گے۔

اس آیہ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور ان کی تدبیر کرنے والا خداوند عالم ہے۔

"وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ"۔ [2]

اور تمہارا خدا بس ایک ہے۔ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے وہی رحمن بھی ہے اور وہی رحیم بھی۔

فرشتے

قرآن مجید کی تقریباً 90 آیات میں فرشتوں کا ذکر ہوا ہے۔

قرآن کریم نے فرشتوں کے دشمن کو کافر شمار کیا ہے، اور ملائکہ کا انکار کرنے والوں کو گمراہ قرار دیا ہے۔

"مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ"۔ [3]

اور جو بھی اللہ، ملائکہ، مرسلین، جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہوگا، اسے معلوم رہے کہ خدا بھی تمام کافروں کا دشمن ہے۔

"۔۔۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا"۔ [4]

۔۔۔ اور جو شخص اللہ، ملائکہ، آسمانی کتابوں، رسولوں اور روز قیامت کا انکار کرے گا وہ یقینا گمراہی میں بہت دور نکل گیا ہے۔

نہج البلاغہ کے پہلے خطبہ میں حضرت علی علیہ السلام فرشتوں کے سلسلہ میں بیان فرماتے ہیں:

بعض سجدہ میں ہیں تو رکوع کی نوبت نہیں آتی ہے، بعض رکوع میں ہیں تو سر نہیں اٹھاتے، بعض صف باندھے ہوتے ہیں تو اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے، بعض مشغول تسبیح ہیں تو خستہ حال نہیں ہوتے، سب کے سب وہ ہیں کہ ان کی آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور نہ عقلوں پر سہو و نسیان کا، نہ بدن میں سستی پیدا ہوتی ہے اور نہ دماغ میں نسیان کی غفلت۔

ان میں سے بعض کو وحی کا امین بنایا ہے اور رسولوں کی طرف قدرت کی زبان بنایا گیا ہے جو اس کے فیصلوں اور احکام کو برابر لاتے رہتے ہیں، اور کچھ بندوں کے محافظ اور جنت کے دروازوں کے دربان ہیں اور ان میں بعض وہ بھی ہیں جن کے قدم

---

[1] سورۂ طہ، آیت 111

[2] سورۂ بقرہ، آیت 163

[3] سورۂ بقرہ، آیت 98

[4] سورۂ نساء، آیت 136

زمین کے آخری طبقہ میں ثابت ہیں اور گردنیں بلند ترین آسمانوں سے بھی باہر نکلی ہوئی ہیں، ان کی اطراف بدن اقطار عالم سے وسیع تر ہیں اور ان کے کاندھے پایہ ھای عرش اٹھانے کے قابل ہیں، ان کی نگاہیں عرش الٰہی کے سامنے جھکی ہوئی ہیں، اور وہ اس کے نیچے پروں کو سمیٹے ہوتے ہیں، ان کے اور دیگر مخلوقات کے درمیان عزت کے حجاب اور قدرت کے پردے حائل ہیں، وہ اپنے پروردگار کے بارے میں شکل وصورت کا تصور بھی نہیں کرتے ہیں، نہ اس کے حق میں مخلوقات کے صفات جاری کرتے ہیں، وہ نہ اسے مکان میں محدود کرتے ہیں اور نہ اس کی طرف اشباہ ونظائر سے اشارہ کرتے ہیں۔[۱]

جی ہاں، فرشتے بھی عالم غیب کے مصادیق ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید اور روایات میں بیان ہوا ہے، انسانی زندگی سے رابطہ کے پیش نظر خصوصاً نامہ اعمال لکھنے، انسان کے اچھے برے اعمال یا ان کی گفتگو اور زحمتوں کے لکھنے کے لئے معین ہیں، یہی فرشتے ان کی روح قبض کرنے اور اہل جہنم پر عذاب دینے پر بھی مامور ہیں، ملائکہ پر ایمان رکھنے سے انسان کی زندگی پر مثبت آثار پیدا ہوتے ہیں، اور خداوند عالم کی اس نورانی مخلوق پر اعتقاد رکھنا معنوی زیبائیوں میں سے ہے۔

برزخ

موت کے بعد سے روز قیامت تک کی مدت کو قرآنی اصلاح میں برزخ کہا جاتا ہے۔

اس دنیا سے رخصت ہونے والے افراد پہلے برزخ میں وارد ہوتے ہیں، اپنے عقائد واعمال اور اخلاق کی بنا پر ان کی ایک زندگی ہوتی ہے، یہ ایک ایسی زندگی ہے جو نہ دنیا کی طرح ہے اور نہ آخرت کی طرح ہے۔

"حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ"۔ [۲]

یہاں تک کہ جب ان میں کسی کی موت آ گئی تو کہنے لگا کہ پروردگار مجھے پلٹا دے۔ شاید میں اب کوئی نیک عمل انجام دوں۔ ھرگز نہیں یہ ایک بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک عالم برزخ ہے جو قیامت کے دن تک قائم رہنے والا ہے۔

لیکن چونکہ قانون خلقت نہ نیک افراد کو اور نہ برے لوگوں کو دنیا میں واپس پلٹنے کی اجازت دیتا، لہٰذا ان کو اس طرح جواب دیا جائے گا: نہیں نہیں، ھرگز پلٹنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، اور یہی جواب انسان کی زبان بھی جاری ہوگا، لیکن یہ جملہ بے اختیار اور یونہی اس کی زبان پر جاری ہوگا، یہ وہی جملہ ہوگا کہ جب کوئی بدکار انسان یا کوئی قاتل اپنے کئے کی سزا کو دیکھتا ہے تو اس کی زبان پر بھی یہی جملہ ہوتا ہے، لیکن جب سزا ختم ہوجاتی ہے یا بلاء دور ہوجاتی ہے تو وہ انسان پھر وہی پرانے کام شروع

---

[۱] نہج البلاغہ، ترجمہ علامہ جوادی علیہ الرحمہ، ص 31

[۲] سورۂ مومنون، آیت 99-100

کردیتا ہے۔

آیت کے آخر میں ایک چھوٹا سالیکن پُرمعنی اور اسرار آمیز جملہ برزخ کے بارے میں بیان ہوا ہے: اس کے بعد روز قیامت تک کے لئے برزخ موجود ہے۔

دراصل دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی چیز کو برزخ کہتے ہیں، اس کے بعد سے دو چیزوں کے درمیان قرار پانے والی چیز کو برزخ کہا جانے لگا، اسی وجہ سے دنیا وآخرت کے درمیان قرار پانے والے عالم کو عالم برزخ کہا جاتا ہے۔

عالم قبر یا عالم ارواح کے سلسلہ میں منقولہ دلائل موجود ہیں، قرآن مجید کی بہت سی آیات برزخ پر دلالت کرتی ہیں جن میں سے بعض بطور اشارہ اور بعض صراحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں۔

آیہ کریمہ "وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ"، عالم برزخ کے بارے میں واضح ہے۔

جن آیات میں وضاحت کے ساتھ عالم برزخ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے وہ شہداء کے سلسلہ میں نازل ہوئیں ہیں، جیسے:

"وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ"۔ [۱]

اور خبر دار راہ خدا میں قتل ہونے والوں کو مردہ خیال نہ کرنا وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں رزق پا رہے ہیں۔

نہ صرف یہ کہ شہداء کے لئے برزخ موجود ہے بلکہ کفار، فرعون جیسے ظالم وجابر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں برزخ موجود ہے، سورہ مومن کی آیت نمبر 26 میں اس چیز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

"اَلنَّارُ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ ۚ اَدۡخِلُوۡۤا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ"۔ [۲]

وہ جہنم جس کے سامنے ہر صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں اور جب قیامت برپا ہوگی تو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ فرعون والوں کو بدترین عذاب کی منزل میں داخل کردو۔

شیعہ سنی مشہور کتابوں میں بہت سی روایات بیان ہوئی ہیں جن میں عالم برزخ، عالم قبر اور عالم ارواح کے بارے میں مختلف الفاظ وارد ہوتے ہیں، چنانچہ نہج البلاغہ میں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام جنگ صفین کی واپسی پر کوفہ کے اطراف میں ایک قبرستان سے گزرے تو قبروں کی طرف رخ کر کے فرمایا:

اے وحشت ناک گھروں کے رہنے والو! اے ویران مکانات کے باشندو! اور تاریک قبر کے بسنے والو! اے خاک نشینو! اے غربت، وحدت اور وحشت والو! تم ہم سے آگے چلے گئے ہو اور ہم تم سے ملحق ہونے والے ہیں، دیکھو تمہارے

---

[۱] آل عمران، آیت 169

[۲] سورہ غافر (مومن): ۴۶.

مکانات آباد ہو چکے ہیں تمہاری بیویوں کا دوسرا عقد ہو چکا ہے اور تمہارے اموال تقسیم ہو چکے ہیں، یہ تو ہمارے یہاں کی خبر ہے، اب تم بتاؤ کہ تمہارے یہاں کی خبر کیا ہے؟

اس کے بعد اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا: اگر ان ہیں بولنے کی اجازت مل جاتی تو تمہیں صرف یہ پیغام دیتے کہ بہترین زادراہ؛ تقویٰ الٰہی ہے۔ [1]

حضرت امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے:

اِنَّ الْقَبْرَ اِمّا رَوْضَةٌ مِنْ رِياضِ الْجَنَّةِ، اَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النّيرانِ۔ [2]

قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

اَلْبَرْزَخُ الْقَبْرُ، وَهُوَ الثَّوابُ وَالْعِقابُ بَيْنَ الدُّنْيا وَالْآخِرَةُ...وَاللهِ مَانَخافُ عَلَيْكُم اِلاَّ الْبَرْزَخَ۔ [3]

برزخ وہی قبر ہے کہ جہاں دنیا وآخرت کے درمیان عذاب یا ثواب دیا جائے گا، خدا کی قسم، ہم تمہارے بارے میں برزخ سے ڈرتے ہیں۔

راوی نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا: برزخ کیا ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا:

اَلْقَبْرُ مُنْذُ حِينِ مَوْتِهِ اِلىٰ يَوْمِ الْقِيامَةِ۔ [4]

موت سے لے کر روز قیامت تک قبر میں رہنے کا نام ہی برزخ ہے۔

عظیم الشان کتاب کافی میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

فى حُجُراتٍ فِى الْجَنَّةِ يأكُلُونَ مِنْ طَعامِها، وَ يشْرَبُونَ مِنْ شَرابِها، وَيقولُونَ: رَبَّنا اَقِمْ لَنَا السَّاعَةَ،

---

[1] قالؑ: وقد رجع من صفين فاشرف على القوبظاهر الكوفة: يا اهل الديار الموحشة والمحال المقفرة والقوب المظلمة! يا اهل التوبة يا اهل الغربة! يا اهل الوحچة! يا اهل الوحشة! ايتم لنا فرط سابق، ونحن لكم تبع لاحق؛ اما الدور فقد سكنت: واما الازواج فقد نكحت؛ واما الاموال فقد قسمت؛ هذا خبر ما عندنا، فما خبر عند كم؟ ثم التفت الى اصحابه فقال: اما لو اذن لهم فى الكلام لاخبرو كم: ان خير الزاد التقوىٰ.
نہج البلاغہ: ۷۵۸، حکمت ۱۳۰، بحار الانوار ج ۳۲، ص ۶۱۹، باب ۱۲، حدیث ۴۸۸۔

[2] نور الثقلین، ج ۲، ص ۵۳۳۔

[3] نور الثقلین، ج ۲، ص ۵۳۳؛ بحار الانوار ج ۶، ص ۲۱۸، باب ۸، حدیث ۱۲۔

[4] کافی ج ۳، ص ۴۳، باب ماینطق بہ موضع القبر، حدیث ۳؛ نور الثقلین، ج ۲، ص ۵۵۴۔

وَانْجِزْ لَنَا مَا وَعَدْتَنَا[1]۔

مرنے کے بعد مومنین کی ارواح جنت کے حجروں میں رہتی ہے، (وہ لوگ) جنتی غذا کھاتے ہیں، جنت کا پانی پیتے ہیں، اور کہتے ہیں: پالنے والے! جتنا جلدی ہو سکے روز قیامت برپا کردے اور ہم سے کئے ہوتے وعدہ کو وفا فرما۔

عالم برزخ پر عقیدہ کے سلسلہ میں قرآن مجید اور روایات میں بیان موجود ہے، جو معنوی زیبائیوں میں سے ہے، جس پر توجہ رکھنے سے نیک افراد اور بدکار لوگوں کی زندگی پر مفید آثار برآمد ہوتے ہیں اور جس سے انسان تقویٰ، پرہیزگاری اور ظاہر و باطن کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

محشر

روز قیامت اور روز محشر ایک ایسی حقیقت ہے جس کے بارے میں تمام آسمانی کتابوں، انبیاء کرام اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے خبر دی ہے جہاں پر تمام لوگ اپنی نیکی یا بدی کی جزا یا سزا پائیں گے۔

روز قیامت پر اعتقاد رکھنا ایمان کا ایک حصہ ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔

قرآن مجید میں ایک ہزار آیات سے زیادہ اور بہت سی احادیث میں قیامت سے متعلق تفصیلی بیان ہوا ہے:

"رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ"۔ [2]

خدایا! تو تمام انسانوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور اللہ کا وعدہ غلط نہیں ہوتا۔

"فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ"۔ [3]

اس وقت کیا ہوگا جب ہم سب کو اس دن جمع کریں گے جس میں کسی شک اور شبہہ کی گنجائش نہیں ہے اور هر نفس کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر (ذرہ برابر) ظلم نہیں کیا جائے گ۔

"وَلَئِنْ مُتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللهِ تُحْشَرُونَ"۔ [4]

اور تم اپنی موت سے مرو یا قتل ہو جاؤ سب اللہ ہی کی بارگاہ میں حاضر کئے جاؤ گے۔

"...وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ"۔ [5]

...اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

---

[1] کافی ج ۳، ص ۲۴۴، باب آخر فی ارواح المومنین، حدیث ۴؛ بحار الانوار، ج ۶، ص ۲۶۹، باب ۸، حدیث ۱۲۲۔

[2] سورۂ آل عمران، آیت ۹۔

[3] سورۂ آل عمران، آیت 25

[4] سورۂ آل عمران، آیت 158

[5] سورۂ مائدہ، آیت 96

"۔۔۔لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔۔۔"۔ [۱]

۔۔۔وہ تم سب کو قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔۔۔۔

"۔۔۔وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ"۔ [۲]

۔۔۔اور مردوں کو تو خدا ہی اٹھائے گا اور پھر اس کی بارگاہ میں پلٹا دیئے جائیں گے۔

"۔۔۔وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ"۔ [۳]

وہ یقینا تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور رسول بھی دیکھ رہا ہے اس کے بعد تم حاضر وغیب کے عالم خدا کی بارگاہ میں واپس کئے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال سے باخبر کرے گ۔

"ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ"۔ [۴]

پھر اس کے بعد تم سب مرجانے والے ہو۔ پھر اس کے بعد تم روز قیامت دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔

"لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ"۔ [۵]

میں روز قیامت کی قسم کھاتا ہوں۔اور برائیوں پر ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں۔ کیا یہ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کرسکیں گے۔ یقینا ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پور تک درست کرسکیں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جناب جبرئیل حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے او رآنحضرت کو قبرستان بقیع میں لے گئے، آپ کو ایک قبر کے پاس بٹھایا اور اس قبر کے مردہ کو آواز دی کہ بہ اذن الٰہی اٹھ کھڑا ہو، وہ فوراً باہر آ گیا! ایک ایسا شخص جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے قبر سے باہر نکلا در حالیکہ اپنے منہ سے گرد وخاک ہٹاتے ہوتے کہتا تھا: الحمد للہ واللہ اکبر، اس وقت جناب جبرئیل نے اس سے کہا: بہ اذن خدا واپس ہوجا، اس کے بعد پیغمبر اکرم کو ایک دوسری قبر کے پاس لے گئے اور اس سے کہا: حکم خدا سے اٹھ کھڑا ہو، چنانچہ ایک شخص نکلا جس کا چہرہ سیاہ تھا اور کہنے لگا: ھائے افسوس! ھائے ہلاکت وبیچارگی! چنانچہ جناب جبرئیل نے اس سے کہا: حکم خدا سے واپس ہوجا۔ اس کے بعد جناب جبرئیل نے کہا:

---

[۱] سورۂ انعام، آیت 12

[۲] سورۂ انعام، آیت 36

[۳] سورۂ توبہ آیت 94

[۴] سورۂ مؤمنون آیت 15-16

[۵] سورۂ قیامت آیت 1-4

اے محمد! تمام مردے اسی طرح سے روز قیامت محشور ہوں گے۔[۱]

لقمان حکیم اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوتے فرماتے ہیں: اے میرے بیٹے! اگر تمہیں مرنے میں شک ہے تو سونا چھوڑ و لیکن نہیں چھوڑ سکتے، اگر روز قیامت قبر سے اٹھائے جانے میں شک رکھتے ہو تو بیدار رہنا چھوڑ دو لیکن نہیں چھوڑ سکتے، لہٰذا اگر سونے اور جاگنے میں غور وفکر کرو تو یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ تمہارا اختیار کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے، بے شک نیند موت کی طرح ہے اور بیداری اور جاگنا مرنے کے بعد قبر سے اٹھانے کی مانند ہے۔[۲]

بہر حال پورے قرآن کریم میں قیامت اور اس کے صفات کے بارے میں بہت زیادہ تکرار، تاکید اور وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے، صرف بعض مقامات پر استدلال اور برہان بیان ہوا، برخلاف اثبات توحید کے کہ جہاں پر دلیل و برہان کے ساتھ ساتھ خداوندعالم کی قدرت وحکمت کا بیان بھی ہوا ہے، کیونکہ جب انسان توحید خدا کو قبول کرلیتا ہے تو اس کے لئے معاد اور قیامت کا مسئلہ واضح ہوجاتا ہے۔

اسی وجہ سے قرآن مجید میں روز قیامت کی تشریح وتوصیف سے پہلے یا اس کے بعد خدا کی قدرت وتوانائی کے بارے میں بیان ہوا ہے، درحقیقت خداوندعالم کے وجود کے دلائل یقینی طور پر معاد کے دلائل بھی ہیں۔

جہاں پر روز قیامت اور مردوں کے زندہ ہونے پر واضح دلیل بیان ہوئی ہے، وہاں بھی یہی دلیل و برہان قائم کی گئی ہے؛ کیونکہ کوئی بھی یہ نہیں کہتا: قیامت کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ تاکہ گناہوں کے بارے میں فیصلہ ہوسکے، اور نیک افراد اور برے لوگوں کو جزا یا سزا دی جاسکے، اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا بلکہ انکار کرنے والوں کا اعتراض اور اشکال یہ ہوتا ہے کہ کس طرح یہ جسم خاک میں ملنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا؟ اسی وجہ سے خداوندعالم نے واضح طور پر یا دلائل توحید کے ضمن میں روز قیامت کے دلائل سے زیادہ منکرین کے لئے جواب دیئے ہیں تاکہ منکرین سمجھ لیں کہ جس قدرت خدا کے ذریعہ یہ کائنات خلق ہوئی ہے اسی قدرت کے پیش نظر قیامت کوئی مشکل کام نہیں ہے، وہی خالق جس نے شروع میں حیات اور وجود بخشا تو اس کے لئے دوبارہ زندہ کرنا اور دوبارہ حیات دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔[۳]

قرآن مجید نے منکرین، مخالفین اور ملحدین کے اعتراض کو سورہ یٰس میں اس طرح بیان کیا ہے:

---

[۱] 287۔تفسیر قمی ج2،ص253، کیفیۃ نفخ الصور؛ بحارالانوار ج7،ص39، باب3، حدیث8

[۲] عن ابی جعفر علیه السلام قال: كان فيما وعظ به لقمان عليه السلام ابنه أن قال: يا بني! ان تك في شك من الموت فارفع عن نفسك النوم، ولن تستطيع ذلك، وان كنت في شك من البعث فارفع عن نفسك الانتباه، ولن تستطيع ذلك. فانك اذا فكرت في هذا علمت ان نفسك بيد غيرك، وانما النوم بمنزلة الموت، وانما اليقظة بعد النوم بمنزلة البعث بعد الموت۔
قصص راوندی ص ۱۹۰، حدیث ۲۳۹؛ بحارالانوار ۷، ص ۴۲، باب ۳، حدیث ۱۳۔

[۳] تفسیر نوین، ص:19

"اَوَلَمۡ یَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیۡمٌ مُّبِیۡنٌ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلۡقَهٗ ؕ قَالَ مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَهِیَ رَمِیۡمٌ قُلۡ یُحۡیِیۡهَا الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِکُلِّ خَلۡقٍ عَلِیۡمٌ "۔ [1]

توکیا انسان نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا ہے اور وہ یکبارگی ہمارا کھلا ہوا دشمن ہوگیا ہے۔اور ہمارے لئے مثل بیان کرتا ہے اور اپنی خلقت کو بھول گیا ہے کہتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرسکتا ہے۔(اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہی زندہ بھی کرے گا اور وہ ہر مخلوق کا بہتر جاننے والا ہے۔

ان آیات میں پہلے انسان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ تو پہلے تو کچھ نہیں تھا اور ایک نطفہ سے زیادہ ارزش نہیں رکھتا تھا، لہٰذا انسان کو غور وفکر کی دعوت دی جاتی ہے کہ کیا انسان تو نے نہیں دیکھا، تو جہ نہیں کی، غور وفکر نہیں کیا کہ ہم نے تجھے ایک نطفہ سے خلق کیا ہے اور اب اتنا طاقتور، صاحب قدرت اور باشعور ہوگیا کہ اپنے پروردگار سے مقابلہ کے لئے کھڑا ہوگیا اور علی الاعلان اس سے بر سر پیکار ہے؟!

پہلے انسان کو مخاطب کیا گیا ہے، یعنی ہر انسان چاہے کسی مذہب کا ماننے والا ہو یا اس کا علم ودانش کسی بھی حد میں ہو اس حقیقت کو درک کرسکتا ہے۔

اس کے بعد نطفہ کے بارے میں گفتگو کی ہے، (لغت میں نطفہ کے معنی ناچیز اور بے ارزش پانی کے ہیں) تا کہ انسان مغرور نہ ہوجائے لہٰذا تھوڑا بہت اپنی ابتداء کے بارے میں بھی جان لے کہ وہ پہلے کیا تھا؟ اس کے علاوہ صرف یہی ایک ناچیز قطرہ اس کی رشد ونمو کے لئے کافی نہیں تھا بلکہ اس ایک قطرہ میں چھوٹے چھوٹے ہزاروں سلولز تھے جو آنکھوں سے نہیں دیکھے جاسکتے اور یہ زندہ سلولز رحم مادر میں بہت چھوٹے سلولز سے باہم ملے اور انسان ان چھوٹے موجود سے وجود میں آیا ہے۔

اپنے رشد ونمو کی منزل کو یکے بعد دیگرے طے کیا، سورہ مومنون کی ابتدائی آیات نے ان چھ مراحل کی طرف اشارہ کیا ہے: نطفہ، علقہ (مضغہ) ہڈیوں کا ظاہر ہونا، ہڈیوں پر گوشت پیدا ہونا اور آخر میں روح کی پیدائش اور حرکت۔

انسان پیدائش کے وقت ضعیف وناتواں بچہ تھا، اس کے بعد تکامل کے مرحلوں کو تیزی کے ساتھ طے کیا یہاں تک کہ عقلانی اور جسمانی بلوغ تک پہنچ گیا۔

یہ کمزور اور ناتواں بچہ اس قدر طاقتور ہوا کہ خدا کے مدمقابل کھڑا ہوگیا، اس نے اپنی عاقبت کو بالکل ہی بھلا دیا اور خصیم مبین کا واضح مصداق بن گیا۔

انسان کی جہالت کا اندازہ لگائیں کہ ہمارے لئے مثال بیان کرتا ہے اور اپنے زعم ناقص میں داندان شکن دلیل حاصل کرلی ہے، حالانکہ اپنے پہلے وجود کو بھول گیا ہے اور کہتا ہے: ان بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے والا کون ہے؟!

جی ہاں، وہ منکر معاند (دشمن) خصیم مبین (کھلا ہوا دشمن) بغض وکینہ رکھنے والا اور بھول جانے والا، جنگل بیابان سے

---

[1] سورۂ یس آیت 77-79

ایک بوسیدہ ہڈی کو پا لیتا ہے جس ہڈی کے بارے میں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ کس کی ہے؟ اپنی موت پر مرا ہے یا زمان جاھلیت کی جنگ میں دردناک طریقہ سے مارا گیا ہے یا بھوک کی وجہ سے مر گیا ہے؟ بہرحال ہڈی کو پا کر یہ سوچتا تھا کہ قیامت کے انکار پر ایک دندان شکن دلیل مل گئی ہے، غصہ اور خوشحالی کی حالت میں اس ہڈی کو اٹھا کر کہتا ہے: اسی دلیل کے سہارے میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ایسا مقابلہ کروں گا جس کا کوئی جواب نہ دیا جا سکے!

تیزی کے ساتھ چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور فریاد بلند کی: ذرا بتائیے تو سہی کہ اس بوسیدہ ہڈی کو کون دوبارہ لباس حیات پہنا سکتا ہے؟ اس کے بعد اس ہڈی کو مسلتے ہوتے زمین پر ڈال دیا، وہ سوچتا تھا کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اس کو کوئی جواب نہیں بن پائے گا۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے ایک چھوٹے سے جملہ "نسی خلقہ" کے ذریعہ پورا جواب دیدیا، اگرچہ اس کے بعد مزید وضاحت اور دلائل بھی بیان کئے ہیں۔

ارشاد ہوا: اگر تو نے اپنی پیدائش کو نہ بُھلایا ہوتا تو اس طرح کی بے بنیاد دلیل نہ دیتا؛ اے بھولنے والے انسان! ذرا مڑ کر تو دیکھ اور اپنی پیدائش کے بارے میں غور و فکر کر کہ اول خلقت میں کس قدر ذلیل پانی تیرا وجود تھا، ہر روز ایک نئی زندگی کی شروعات تھی، تو ہمیشہ موت و معاد کی حالت میں ہے، لیکن اے بھولنے والے انسان! تو نے سب کچھ بالائے طاق رکھ دیا اور اپنی خلقت کو بھول گیا اور اب پوچھتا ہے کہ کون اس بوسیدہ ہڈی کو دوبارہ زندہ کر سکتا ہے؟ یہ ہڈی جب مکمل طور پر بوسیدہ ہو جائے گی تو خاک بن جائے گی، کیا تو روز اول خاک نہیں تھا؟! فوراً ہی پیغمبر کو حکم ہوتا ہے کہ اس مغرور اور بھولنے والے سے کہہ دو: وہی اس کو دوبارہ زندہ کرے گا جس نے روز اول اس کو پیدا کیا ہے۔ [1]

اگر آج یہ بوسیدہ ہڈی باقی رہ گئی ہے تو پہلے تو یہ ہڈی بھی نہیں تھی یہاں تک کہ مٹی اور خاک بھی نہیں تھی، جی ہاں جس نے اس انسان کو عدم کی وادی سے وجود عطا کیا تو اس کے لئے بوسیدہ ہڈی سے دوبارہ پیدا کرنا بہت آسان ہے۔

اگر تو یہ سوچتا ہے کہ یہ بوسیدہ ہڈیاں خاک ہو کر تمام جگھوں پر پھیل جائیں گی، تو ان ہڈیوں کو کون پہچان سکتا ہے اور کون ان کو مختلف جگہ سے جمع کر سکتا ہے؟ تو اس چیز کا جواب بھی واضح اور روشن ہے کہ وہ تمام مخلوقات سے آگاہ ہے اور اس کی تمام خصوصیات کو جانتا ہے:

"وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ"

اور وہ ہر مخلوق کا بہترین جاننے والا ہے۔

جس کے پاس اس طرح کا علم اور قدرت ہو تو اس کے لئے معاد اور مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

ایک مقناطیس کے ذریعہ مٹی کے نیچے بکھرے ہوتے لوہے کے ذرات کو جمع کیا جا سکتا ہے جبکہ

---

[1] سورۂ یس آیت 79۔ "قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾"

یہ مقناطیس ایک بے جان چیز ہے،تو کیا خداوند عالم انسان کے بکھرے ہوتے ہر ذرہ کوایک اشارہ سے جمع نہیں کرسکتا؟

وہ نہ صرف انسان کی خلقت سے آگاہ ہے بلکہ انسان کی نیتوں اوراس کے اعمال سے بھی آگاہ ہے، انسان کا حساب و کتاب اس کے نزدیک واضح وروشن ہے۔

لہٰذا اس کے اعمال، اعتقادات اورنیتوں کا حساب کرنا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے:

"۔۔۔وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ۔۔۔"۔ [۱]

۔۔۔تم اپنے دل کی باتوں کا اظہار کرو یا ان پر پردہ ڈالو، وہ سب کا محاسبہ کرلے گا۔۔۔۔

اسی وجہ سے جناب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ فرعون (جو معاد کے بارے میں شک کرتا تھا اورصدیوں پرانے لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے اوران کے حساب وکتاب سے تعجب کرتا تھا) سے کہہ دو:

"۔۔۔عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى"۔ [۲]

۔۔۔ان باتوں کا علم میرے پروردگار کے پاس اس کا کتاب میں محفوظ ہے، وہ نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ [۳]

بہرحال روز قیامت، روز محشر اورحساب وکتاب کا مسئلہ غیب کے مصادیق میں سے ہے، جس پر قرآنی آیات اور روایات کی روشنی میں اعتقاد اورایمان رکھنا معنوی اور روحانی زیبائیوں میں سے ہے، جس سے انسان رشد وکمال کے درجات اور صحیح تربیت حاصل کرلیتا ہے، جو انسانی زندگی میں بہت موثر اورثمر بخش نتائج کا حامل ہے۔

حساب

روز قیامت میں تمام انسانوں کے عقائد، اخلاق اوراعمال کا حساب وکتاب ایک ایسی حقیقت ہے جس کو قرآن کریم اور معارف الٰہی نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

یہ بات قابل قبول نہیں ہے کہ نیک افراد صدق وصفا، اعمال صالحہ اوراخلاق حسنہ میں اپنی پوری عمر بسر کریں اوردوسروں کو بھی فیض پہنچائیں، اوران کے مرنے کے بعد ان کے اعمال کی فائل بند ہوجائے اوران کا حساب وکتاب نہ کیا جائے، ان کی زندگی کی کتاب کا دوبارہ مطالعہ نہ کیا جائے اوران کو کوئی جزا یا انعام نہ ملے۔

اسی طرح یہ بات بھی قابل قبول نہیں ہے کہ ناپاک کفار ومشرکین، ملحد اوراہل طاغوت، ظلم وستم، جہالت وغفلت، پستی و ناپاکی، خیانت وظلم اورغارت گری میں اپنی پوری عمر گزارنے والے، لوگوں پر ظلم وستم کریں ان کو اذیت پہنچائیں، بہت سے افراد کو ان کے حق سے محروم کردیں، ان کے مرنے کے بعد ان کے اعمال کی فائل بند کردی جائے، ان کا کوئی حساب وکتاب نہ کیا

---

[۱] سورۂ بقرہ آیت 284

[۲] سورۂ طٰہ آیت 52

[۳] تفسیر نمونہ ج18، ص456

جائے،ان کی زندگی کی کتاب کا دوبارہ مطالعہ نہ کیا جائے اوران کوکیفر کردار تک نہ پہنچایا جائے۔

خداوندعالم کے عدل،حکمت، رحمت اور غضب کا تقاضا ہے کہ ایک روز تمام انسانوں کوجمع کرے، ان کے عقائد اور اعمال کا حساب کرے،اور ہر شخص کواس کے نامہ اعمال کےلحاظ سے جزا یا سزا دے۔

نیک اورصالح افراد کےحساب وکتاب کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

"وَمِنْهُم مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ أُولَٰئِكَ لَهُم نَصِيبٌ مِمَّا كَسَبُوا وَاللهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ"۔ [1]

اور بعض کہتے ہیں کہ پروردگارہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا فرمااورآخرت میں بھی اور ہم کوعذاب سےمحفوظ فرما۔یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کی کمائی کا حصہ ہےاور خدابہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

"ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۚ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ"۔ [2]

پھرسب اپنے مولائے برحق پروردگار کی طرف پلٹا دیئے جاتے ہیں۔۔۔آگاہ ہوجاؤ کہ فیصلہ کاحق صرف اسی کو ہے اور وہ بہت جلدی حساب کرنے والا ہے۔

"فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا"۔ [3]

پھرجس کونامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔اس کا حساب آسان ہوگ۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے آباء و اجداد کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنْ عُمْرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَشَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ كَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ، وَعَنْ حُبِّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ۔ [4]

روز قیامت انسان کے قدم نہیں بڑھیں گےمگر یہ کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے: کس چیز میں اپنی عمر گزاری، جوانی کوکن چیزوں میں گزارا، مال ودولت کہاں سے حاصل کی اور کہاں خرچ کی، نیز محبت اہل بیت (علیہم السلام) کے بارے میں سوال کیا جائے گ۔

بے شک جن مومنین نے اپنی عمر اور جوانی کوعبادت واطاعت میں صرف کیا ہوگا، اورقرآن کے حکم کے مطابق اپنی

---

[1] سورہ بقرہ آیت۲۰۱۔۲۰۲.

[2] سورۂ انعام آیت62

[3] سورۂ انشقاق آیت7۔8

[4] امالی صدوق:39،مجلس10،حدیث9؛ بحارالانوار ج7،ص258،باب11،حدیث1

دولت کو خرچ کیا ہے، اور محبت اہل بیت علیہم السلام میں اپنی عمر گزاری ہے، تو روز قیامت ایسے افراد کا حساب آسان ہوگا، اور حشر کے میدان میں ان کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی، اور ان کا حساب وکتاب بہت جلد ہوجائے گا۔

ایک شخص امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے: اے فرزند رسول! میں آپ کی خدمت میں ایک حاجت رکھتا ہوں، تو امامؑ نے فرمایا: مجھ سے مکّہ میں ملنا، میں مکّہ میں حضرت سے ملا اور اپنی حاجت کے بارے میں کہا تو حضرت نے فرمایا: منیٰ میں مجھ سے ملنا، چنانچہ میں منیٰ میں حضرت سے ملا اور اپنی حاجت کے بارے میں کہا، تو امامؑ نے کہا: کھو کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں ایک ایسے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی اس سے مطلع نہیں ہے، اس گناہ کا بوجھ مجھے مارے ڈال رہا ہے، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تا کہ اس سے نجات مل جائے، اور اس گناہ کے بوجھ سے سبکدوش ہوجاؤں، تو امامؑ نے فرمایا: جب خداوند عالم روز قیامت برپا کرے گا اور اپنے مومن بندوں کا حساب کرے گا تو ان کے تمام گناہوں سے آگاہ کرے گا، پھر اپنی رحمت ومغفرت میں جگہ دے گا اور اپنے بندے کے بخشے گئے گناہوں سے کسی فرشتہ یا رسول کو بھی باخبر نہیں کرے گا! [۱]

مومنین کے حساب کے سلسلے میں ایک بہت اہم روایت علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی گرانقدر کتاب بحار الانوار میں امالی شیخ طوسی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کی ہے، جو واقعاً تعجب خیز اور امیدوار کرنے والی ہے! روایت یوں ہے:

یوقَفُ الْعَبْدَ بَینَ یدَی اللهِ فَیقُولُ :قیسُوا بَینَ نِعَمِی عَلَیهِ وَ بَینَ عَمَلِهِ، فَتَسْتَغْرِقُ النِّعَمُ الْعَمَلَ، فَیقولونَ:قَدِ اسْتَغْرَقَ النِّعَمُ الْعَمَلَ، فَیقُولُ : هَبُوا لَهُ نِعَمِی، وَ قیسُوا بَینَ الْخَیرِ وَ الشَّرِّ مِنْهُ، فَاِنِ اسْتَوَی الْعَمَلانِ اَذْهَبَ اللهُ الشَّرَّ بِالْخَیرِ وَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ، وَاِنْ کانَ لَهُ فَضْلٌ اَعْطاهُ اللهُ بِفَضْلِهِ، وَاِنْ کَانَ عَلَیهِ فَضْلٌ وَهُوَ مِنْ اَهلِ التَّقْویٰ لَمْ یشْرِكْ بِاللهِ تَعالیٰ وَاتَّقَی الشِّرْكَ بِهِ فَهُوَ مِنْ اَهلِ الْمَغْفِرَةِ یغْفِرِ اللهُ لَهُ بِرَحْمَتِهِ اِنْ شاءَ وَ یتَفَضَّلُ عَلَیهِ بِعَفْوِهِ۔ [۲]

بندہ کو خدا کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا اور خدا فرمائے گا: میری نعمتوں اور اس کے اعمال کا موازنہ کرو، چنانچہ جب نعمتیں اس کے تمام اعمال کو چھپالیں گی تو فرشتے عرض کریں گے: پالنے والے! اس کے اعمال پر تیری نعمتیں غالب ہیں، خطاب

---

[۱] عن ابی جعفر علیه السلام قال :قلت له: یا ابن رسول الله ان لی حاجة. فقال: تلقانی بمکة ـ فلقت :یا ابن رسول الله! ان لی حاجة فقال تلقانی بمنی. فقلت :یا ابن رسول الله !ان لی حاجة ـ فقال: هات حاجتك ـ فقلت یا ابن رسول الله !انی اذنبت ذنبا بینی وبین الله لم یطلع علیه احد فعظم علی وأجلك أن أستقبلك به ـ فقال: انه اذا کان یوم القیامة وحاسب الله عبده المؤمن أوقفه علی ذنوبه ذنبا ذنبا، ثم غفر ها له لا یطلع علی ذلك ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا

الزہد: ۹۱، باب ۱۷، حدیث ۲۴۸؛ بحار الانوار ج ۷، ص ۲۵۹، باب ۱۱، حدیث ۱۴۔

[۲] امالی طوسی ص 212، مجلس 8، حدیث 369؛ بحار الانوار ج7، ص 262، باب 11، حدیث 14

ہوگا: میری نعمتوں کو بخش دو، اس کی نیکیوں اور برائیوں کے درمیان موازنہ کرو، اگر اس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوگئیں تو اس کی برائیوں کو نیکیوں کے احترام میں بخش دو، اس کو بہشت میں وارد کردو، اور اگر اس کی نیکیاں زیادہ ہیں تو نیکیوں کی وجہ سے اس کو مزید عطا کردو، اور اگر اس کی برائیاں زیادہ ہیں لیکن اہل تقویٰ ہے اور خدا کے ساتھ شرک نہیں کیا ہے، تو یہ شخص مغفرت کا سزاوار ہے، خداوندعالم اگر چاہے تو اپنی رحمت کے ذریعہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور اپنے عفو وکرم سے اس پر فضل وکرم کرے گا!

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب بحار الانوار میں اصول کافی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: روز قیامت نعمتوں، نیکیوں اور برائیوں کے درمیان مقائسہ کیا جائے گا۔

نعمتوں اور نیکیوں کا آپس میں موازنہ کیا جائے گا، نعمتیں، نیکیوں سے زیادہ ہوں گی، برائیوں کی فائل کی شکست ہوگی، مومن انسان کو حساب کے لئے بلایا جائے گا، اس وقت قرآن کریم بہترین صورت میں اس مومن بندے کے پاس حاضر ہوکر یوں گویا ہوگا: پروردگارا! میں قرآن ہوں اور یہ تیرا مومن بندہ، اس نے میری تلاوت کے لئے زحمتیں اٹھائی ہیں، راتوں میری تلاوت میں مشغول رہا ہے، نماز شب میں اپنی آنکھوں سے آنسو بھائے ہیں، پالنے والے! اس سے راضی ہوجا، اس وقت خدائے عزیز وجبار بندہ مومن سے خطاب فرمائے گا: اپنا داہنا ہاتھ کھول، چنانچہ اس کے داہنے ہاتھ کو اپنی رضوان سے بھر دے گا اور بائیں ہاتھ کو اپنی رحمت سے بھر دے گا، اور پھر اپنے مومن بندہ سے خطاب فرمائے گا: یہ بہشت تیرے لئے مباح ہے، قرآن پڑھتا جا اور بلند وبالا درجات کی طرف بڑھتا جا، چنانچہ انسان جس مقدار میں قرآن کی آیتوں کی تلاوت کرتا رہے گا اسی مقدار میں جنت کے درجات پر فائز ہوتا جائے گا۔[1]

گناہگاروں، بدکاروں، ملحدوں اور بے دین لوگوں کے حساب اوران کے نامہ اعمال کے پڑھے جانے کے سلسلہ میں قرآن مجید اور روایات میں پڑھتے ہیں:

"۔۔۔وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ"۔[2]

۔۔۔اور جو بھی آیات الٰہی کا انکار کرے گا تو خدا بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

---

[1] عن یونس بن عمار، قال: قال ابو عبد اللہ علیہ السلام: ان الدواوین یوم القیامة دیوان فیه النعم ودیوان فیه الحسنات، ودیوان فیه السیئات، فیقابل بین دیوان النعم ودیوان الحسنات، فتسغرق النعم دیوان الحسنات ویبقی دیوان السیئات، فیدعا ابن آدم المؤمن للحساب فیتقدم القرآن أمامه فی احسن صورة فیقول: یارب! أنا القرآن وهذا عبدك المؤمن قد كان یتعب نفسه بتلاوتی، و یطیل لیله بترتیلی، و تفیض عیناه اذا تهجد، فأرضه كما أرضانی، قال: فیقول العزیز الجبار: ابسط یمینك فیملؤها من رضوان الله العزیز الجبار، ویملأ شماله من رحمة الله۔ ثم یقال: هذه الجنة مباحة لك، فاقرأ واصعد۔ فاذا قرأ آیة صعد درجة

کافی ج ۲، ص ۲۰۲، کتاب فضل القرآن، حدیث ۱۲؛ بحار الانوار ج ۷، ص ۲۶۷، باب ۱۱ حدیث ۳۴.

[2] سورۂ آل عمران آیت 19

"۔۔۔الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ"۔ [1]

۔۔۔اور جو اس کی بات کو قبول نہیں کرتے ان ہیں زمین کے سارے خزانے بھی مل جائیں اور اسی قدر اور بھی مل جائے تو یہ بطور فدیہ دے دیں گے لیکن ان کے لئے بدترین حساب ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

"وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا"۔ [2]

اور کتنی ہی بستیاں ایسی ہیں جنھوں نے حکم خدا اور رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے ان کا شدید محاسبہ کرلیا اور ان ہیں بدترین عذاب میں مبتلا کردی۔

"اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ"۔ [3]

مگر منہ پھیر لے اور کافر ہو جائے۔تو خدا اسے بہت بڑے عذاب میں مبتلا کرے گا۔پھر ہمارے ہی طرف ان سب کی بازگشت ہے۔اور ہمارے ہی ذمہ ان سب کا حساب ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام درج ذیل آیہ قرآن "۔۔۔اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا"[4] کے بارے میں فرماتے ہیں:

يُسْأَلُ السَّمْعُ عَمَّا يَسْمَعُ، وَالْبَصَرُ عَمَّا يَطْرِفُ، وَالْفُؤَادُ عَمَّا عَقَدَ عَلَيْهِ۔ [5]

روز قیامت خداوند عالم کانوں سے سنی ہوئی، آنکھوں سے دیکھی گئی اور دل میں پیدا ہونے والی چیزوں کے بارے میں سوال فرمائے گ۔

ایک شخص نے حضرت امام سجاد علیہ السلام سے عرض کیا: اگر کسی مومن کا کوئی حق کافر کے ذمہ باقی رہ گیا ہے تو روز قیامت کافر سے مومن کے نفع میں کیا چیز لی جائے گی، حالانکہ کافر اہل جہنم ہوگا؟ تو امامؑ نے فرمایا: کافر پر حق کے برابر مومن کے گناہوں کو کافر کی گردن پر ڈالدیا جائے گا اور کافر اپنے گناہوں اور اس حق کے گناہوں کے برابر عذاب میں گرفتار ہوگا! [6]

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

ظلم وستم کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ ستم جس کو معاف نہیں کیا جائے، دوسرے وہ ستم جس کو چھوڑا نہیں جائے گا، تیسرے

[1] سورۂ رعد آیت 18

[2] سورۂ طلاق آیت 8

[3] سورۂ غاشیہ آیت 23-26

[4] سورۂ اسراء آیت 36۔(ترجمہ آیت:۔۔۔سماعت، بصارت اور قوت قلب سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا

[5] تفسیر عیاشی ج2، ص292، حدیث75؛ بحار الانوار ج7، ص267، باب 11، حدیث 30

[6] کافی ج8، ص104، حدیث ابی بصیر مع المرأۃ، حدیث79؛ بحار الانوار ج7، ص270، باب 11، حدیث 35

وہ ستم جوبخش دیا جائے گا اور اس کا مطالبہ نہیں ہوگا۔

لیکن وہ ستم جو معاف نہیں ہوگا وہ خدا کے ساتھ شرک کرنا ہے، جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

"إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ۔۔۔"۔ [1]

اللہ اس بات کو معاف نہیں کرسکتا کہ اس کا شریک قرار دیا جائے۔۔۔۔

وہ ستم جوبخش دیا جائے گا، وہ انسان کا اپنے نفس پر ظلم وستم ہوگا جو انسان نے گناھان صغیرہ کے ذریعہ انجام دیا ہوگا۔

لیکن وہ ستم جس کو چھوڑا نہیں جائے گا، وہ دوسروں پر کیا ہوا ظلم ہوگا، یہ ستم چاقو یا تازیانہ سے کیا ہوا ستم نہیں ھوگا بلکہ اس سے (بھی) کمتر اور چھوٹا ظلم ہوگا۔ [2]

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

يوتى يوم القيامة بصاحب الدّين يشكو الوحشة، فإن كانت له حسنات أخذ منه لصاحب الدّين، وقال: وإن لم تكن له حسنات ألقي عليه من سيئات صاحب الدّين۔ [3]

ایک مقروض کو روز قیامت حاضر کیا جائے گا جو خوف ووحشت کی شکایت کرتا ہوگا، تو اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو صاحب قرض کو اس کی نیکیاں دیدی جائیں گی، اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو صاحب قرض کی برائیاں اس کی گردن پر ڈال دی جائیں گی۔

حساب وکتاب اور روز قیامت بندوں کے اعمال کی کتاب کا دوبارہ مطالعہ بھی غیب کے مصادیق میں سے ہے، جس پر عقیدہ رکھنا قرآن وحدیث کی بنا پر ایمان کا جزء ہے اور معنوی زیبائیوں میں سے ہے۔

میزان

انسان کے اعمال کو پرکھنے کی میزان اور ترازو چاہے جس کیفیت کے ساتھ بھی ہو ایک اہم مسئلہ ہے، جس کا ذکر قرآن کریم اور اور احادیث اہل بیت علیہم السلام میں تفصیلی طور پر ہوا ہے، جو روز قیامت کے مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے۔

---

[1] سورۂ نساء آیت 48

[2] الا وان الظلم ثلاثة: فظلم لا يغفر، وظلم لا يترك، وظلم مغفور لا يطلب۔ فأما الظلم الذی لا يغفر: فالشرك بالله۔ قال الله سبحانه "إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ"۔ وأما الظلم الذی يغفر: فظلم العبد نفسه عند بعض الهنات۔ وأما الظلم الذی لا يترك: فظلم العباد بعضهم بعضا القصاص هناك شديد ليس هو جرحا بالمدى ولا ضربا بالسياط ولكنه ما يستصغر ذلك معه
نہج البلاغہ ص ۳۹۶، خطبہ ۱۷۵؛ غرر الحکم ص ۴۵۵، ذم الظلم، حدیث ۱۰۳۸۳؛ بحار الانوار ج ۷، ص ۲۷۱، باب ۱۱، حدیث ۳۲.

[3] علل الشرائع ج 2، ص 528، باب 312، حدیث 6؛ بحار الانوار ج 7، ص 274، باب 11، حدیث 46

"وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ ..."۔ [1]

آج کے دن اعمال کا وزن ایک برحق شئے ہے۔۔۔۔

"وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ..."۔ [2]

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے۔

ہشام بن سالم کہتے ہیں: میں نے اس آیت کے بارے میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ روز قیامت میزان سے کیا مراد ہے؟ تو حضرت نے فرمایا: اس سے مراد انبیاء اور اوصیاء انبیاء علیہم السلام ہے۔ [3]

جی ہاں، روز قیامت میں بندوں کے اعمال، عقائد اور اخلاق کو انبیاء اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے ساتھ تولا جائے گا، اگر انسان کے عقائد، اعمال اور اخلاق انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کے عقائد و اعمال کے ساتھ ہم آہنگ ہوں گے تو ایسا شخص اہل نجات ہے، اور درحقیقت اس کا پلڑا بھاری ہوگا، اور اگر انسان کے اعمال انبیاء و ائمہ علیہم السلام سے ہم آہنگ نہ ہوں گے تو ایسا شخص نجات نہیں پا سکتا، چونکہ اس کا پلڑا ہلکا اور بے وزن ہوگا، قرآن مجید نے ان دونوں مسائل کے بارے میں یوں اشارہ کیا ہے:

"...فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ"۔ [4]

۔۔۔ پھر جن کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہی نجات پانے والے ہیں۔ اور جن کا پلہ ھلکا ہوگیا یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے نفس کو خسارہ میں رکھا کہ وہ ہماری آیت وں پر ظلم کررہے تھے۔

"...وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ"۔ [5]

اور کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہے تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم سب کا حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔

"فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ"۔ [6]

تو اس دن جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔ وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا۔ اور جس کا پلہ ھلکا ہوگا۔ اس کا مرکز ھاویہ ہے۔ اور تم کیا جانو کہ ھاویہ کیا مصیبت ہے۔ یہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

---

[1] سورۂ اعراف آیت 8

[2] سورۂ انبیاء آیت 47

[3] معانی الاخبار ص 31، حدیث 1؛ بحار الانوار ج 7، ص 249، باب 10، حدیث 6

[4] سورۂ اعراف آیت 8-9

[5] سورۂ انبیاء آیت 47

[6] سورۂ قارعہ آیت 6-11

عقائد حقہ، اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ خاص اہمیت سے برخوردار ہیں، عدل الٰہی کی میزان میں ناقابل تصور وزن رکھتے ہیں اور سخت مقامات پر باعث نجات ہیں۔

حضرت امام باقر علیہ السلام اپنے آباء و اجداد کے سلسلے میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حُبّي وَحُبُّ أهل بَيتِي نافِعٌ فِي سَبْعَةِ مَواطِنَ أهْوالُهُنَّ عَظِيمَةٌ، عِنْدَ الْوَفاةِ، وَفِي الْقَبْرِ، وَ عِنْدَ النُّشورِ، وَ عِنْدَ الْكِتابِ، وَعِنْدَ الْحِسابِ، وَ عِنْدَ الْمِيزانِ، وَ عِنْدَ الصِّراطِ۔ [۱]

ہماری اور ہمارے اہل بیت کی محبت سات خطرناک مقامات پر کام آئے گی، موت کے وقت، قبر میں، قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے کے وقت، نامہ اعمال کے وقت، حساب کے وقت، میزان پر، اور پُل صراط پر گزرتے وقت۔

قارئین کرام! ہم جانتے ہیں کہ محب کی محبت محبوب سے کسب آثار کے لئے بہت اہم چیز ہے، جو محبت انسان کے لئے سات مقامات پر کام آنے والی ہے، جو انسان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آنحضرت کے اہل بیت علیہم السلام کی پیروی اور اطاعت کرنے کے لئے آمادہ کرے۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

ما يوضَعُ فِى مِيزانِ امْرِىءٍ يَوْمَ الْقِيامَةِ أَفْضَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ۔ [۲]

روز قیامت انسان کی ترازو میں حسن خلق سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام مامون عباسی کے لئے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

وَتُؤْمِنُ بِعَذابِ الْقَبْرِ، وَمُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْمِيزانِ وَالصِّراطِ۔ [۳]

عذاب قبر، منکر ونکیر اور مرنے کے بعد روز قیامت میں محشور ہونے، میزان اور پُل صراط پر ایمان رکھ۔

میزان کا مسئلہ بھی گزشتہ مسائل کی طرح غیب کے مصادیق میں سے ہے، اور قرآن کریم اور حدیث کی بنا پر اس پر ایمان رکھنا واجب ہے، جس کے انسان کی زندگی میں بہت سے مفید آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

بہشت وجہنم

بہشت متقین کے لئے ہمیشگی اور ابدی مقام ہے، اور جہنم اہل کفر و معصیت کا ہمیشگی مقام ہے، جن کے بارے میں قرآن مجید کی بہت سی آیات اور اسلامی تعلیمات خصوصاً احادیث اہل بیت علیہم السلام میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

---

[۱] امالی صدوق: 10، مجلس 3، حدیث 3؛ خصال ج2، ص360، حدیث 49؛ بحارالانوار ج7، ص248، باب 10، حدیث 2

[۲] کافی ج2، ص99، باب حسن الخلق، حدیث 2؛ بحارالانوار ج7، ص249، باب 10، حدیث 7

[۳] عیون اخبار الرضا ج2، ص125، باب 35، حدیث 1؛ بحارالانوار ج7، ص249، باب 10، حدیث 5

ہمان دونوں کی وضاحت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ، کیونکہ اکثر مومنین مجالس اور دیگر طریقوں سے یا اسلامی کتابوں میں ان دونوں کے بارے میں سن چکے یا پڑھ چکے ہیں۔

جنت ودوزخ پر ایمان رکھنا دینی ضروریات میں سے ہے اوران دونوں پر ایمان نہ رکھنا کفر کے برابر ہے۔

بہشت اپنی تمام تر مادی ومعنوی نعمتوں کے ساتھ نیک اور صالح افراد کی جزا اور جہنم اپنے تمام ظاہری و باطنی عذاب کے ساتھ بدکاروں کے لئے جائے سزا ہے۔

بہشت وجہنم غیب کے مصادیق میں سے ہے، ان دونوں کے بارے میں بیان کرنا صرف اورصرف وحی الٰہی کی ذمہ داری ہے، انسان کا علم جس کے درک کرنے سے قاصر ہے، اسی وجہ سے انسان وحی الٰہی پر توجہ کئے بغیر ان دونوں کے بارے میں اپنا نظریہ بیان نہیں کرسکتا، اگر چہ علم ودانش کے لحاظ سے بلند مقام پر پہنچ چکا ہے۔

خداوند عالم؛ اہل صدق وصداقت اور نیک افراد کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

"قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ"۔ [1]

اللہ نے کہا کہ یہ قیامت کا دن ہے جب صادقین کو ان کا سچ فائدہ پہنچائے گا تو ان کے لئے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ خدا ان سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہوں گے، اور یہی ایک عظیم کامیابی ہے۔

اسی طرح خداوند عالم گناہگاروں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ"۔ [2]

اور جن لوگوں نے برائیاں کمائی ہیں ان کے لئے ہر بُرائی کے بدلے ویسی ہی بُرائی ہے اوران کے چہروں پر گناہوں کی سیاھی بھی ہوگی اوران ہیں عذاب الٰہی سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ ان کے چہرے پر جیسے سیاہ رات کی تاریکی کا پردہ ڈال دیا گیا ہو۔ وہ اہل جہنم ہیں اوراسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جس وقت روز قیامت برپا ہوگی، خداوند عالم ایک منادی کو حکم دے گا کہ اس کی بارگاہ میں یہ اعلان کرے: غریب اور نادار لوگ کہاں ہو؟ بہت سے لوگ جمع ہوجائیں گے، اس وقت خدا فرمائے گا: اے میرے بندو! تو وہ آواز دیں گے: لبیک یا اللہ، اس وقت خدا فرمائے گا: میں نے تم لوگوں کو ذلیل کرنے کے لئے غریب ونادار نہیں بنایا

[1] سورۂ مائدہ آیت 119

[2] سورۂ یونس آیت 27

تھا لیکن اس لئے کہ آج کے دن تمہیں نعمتوں سے مالا مال کردوں، جاؤ اور لوگوں کو تلاش کرو کہ جس نے بھی تمہارے ساتھ نیکی کی ہو، اس کی نیکی میری خوشنودی کے لئے تھی، لہٰذا اس کے عمل کی جزا یہ ہے کہ اس کو بہشت میں داخل کردو۔ [۱]

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی مومن کسی دوسرے مومن کی ضرورت کے وقت حاجت پوری نہ کرے، اپنی طرف سے یا دوسرے کے ذریعہ اس کی مشکل کو آسان نہ کرے تو خداوندعالم روز قیامت اس کے چہرہ کو سیاہ کردے گا، اس کی آنکھیں اندھی ہوجائیں گی اور اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے، اور کہا جائے گا: یہ وہ خیانت کار ہے جس نے خدا و رسول کے ساتھ خیانت کی ہے، اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ اس کو آتش جہنم میں ڈال دو۔ [۲]

حضرت امیر المومنین علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یا علی! جو شخص مجھ سے محبت کا دعویٰ کرے درحالیکہ آپ سے دشمنی رکھتا ہو ایسا شخص جھوٹا ہے، یا علی! جس وقت قیامت برپا ہوگی ایک منادی عرش سے آواز دے گا، علی علیہ السلام کے عاشق اور ان کے شیعہ کہاں ہیں؟ علی کے محب اور دوستدار اور جس کو علی دوست رکھتے ہیں کہاں ہو؟ جن لوگوں نے رضائے الٰہی کے لئے دوستی کی ہے اور ایک دوسرے سے محبت کی ہے، جنھوں نے خدا کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ کرم و بخشش سے کام لیا ہے، وہ لوگ جنھوں نے اپنی ضرورت کے باوجود دوسروں کی حاجت کو پورا کیا ہے، جن لوگوں کی زبان گرمی کے روزہ کی وجہ سے خشک ہوئی ہے، جنھوں نے رات کے اندھیرے میں عبادتیں کی ہیں جبکہ دوسرے لوگ سوئے ہوتے تھے، جن لوگوں نے خوف خدا سے گریہ کیا ہے؟ آج تم لوگوں کے لئے کوئی خوف وہراس نہیں ہے، تم لوگ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ہو، تمہاری آنکھیں منور ہوں، تم اپنی ازواج کے ساتھ خوش وخرم بہشت میں داخل ہوجاؤ۔ [۳]

---

[۱] عن ابی جعفر علیہ السلام قال:اذا کان یوم القیامة امر الله تبارك و تعالی منادیا ینادی بین یدیه: این الفقراء ؟فیقوم عنق من الناس کثیر، فیقول: عبادی۔فیقولون :لبیك ربنا۔فیقول:انی لم افقرکم لهوان بکم علی، ولکن انما اخترکم لمثل هذا الیوم تصفحوا وجوه الناس، فمن صنع الیکم معروفا لم یصنعه الا فی فکافوه عنی بالجنة
کافی ج ۲،ص ۲۶۳، باب فضل فقراء المسلمین، حدیث ۱۵؛ بحارالانوار ج ،ص ۲۰۰، باب ۸، حدیث ۷۸۔

[۲] عن ابی عبدالله علیه السلام قال:ایما مؤمن منع مؤمنا شیئا مما یحتاج الیه وهو یقدر علیه من عنده اومن عند غیره، اقامه الله القیامة مسودا وجهه، مزرقة عیناه، مغلولة یداه الی عنقه، فیقال:هذا الخائن الذین خان الله ورسوله ثم یؤمر به الی النار۔کافی ج2، ص367، باب من منع مؤمنا سیئا، حدیث1؛ بحا الانوار ج7، ص201، باب8، حدیث 84
کافی ج ۲،ص ۳۶۷، باب من منع مومنا سیئا، حدیث ۱؛ بحارالانوار ج ۷،ص ۲۰۱، باب ۸، حدیث ۸۴۔

[۳] عن عبد الله بن الحسین عن أبیه عن جده عن أمیرالمؤمنین علی ابن أبی طالب علیهم السلام قال:قال رسول الله(ص) : یا علی! کذب من زعم أنه یحبنی و یبغضك ۔یا علی!انه اذا کان یوم القیامة نادی مناد من بطنان العرش :أین محبو علی و شیعته؟أین محبوا علی و من یحبه؟أین المتحابون فی الله؟أین المتباذلون فی الله ؟أین المؤثرون علی انفسهم ؟أین الذین جفت ألسنتهم من العطش ؟أین الذین یصلون فی اللیل والناس أین الذین یبکون من خشیة الله؟لا خوف علیکم الیوم ولا؛انتم تحزنون أنتم رفقاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ قروا عینا ادخلوا الجنة أنتم وازواجکم تحبرون
تفسیر فرات ص ۴۰۸، حدیث ۵۴۷؛ بحارالانوار ج ۷،ص ۲۱۱، باب ۸، حدیث ۱۰۹۔

جنت ودوزخ کے بارے میں قرآن مجید کی سیکڑوں آیات اور بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں اورامام صادق علیہ السلام کے فرمان کے مطابق (بہشت وجہنم) اب بھی موجود ہیں اور یہ غیب کے مصادیق میں سے ہیں، جس پر ایمان وعقیدہ رکھنے سے صالح مؤمنین اور بدکاروں کی زندگی پر مثبت آثار ظاہر ہوتے ہیں، کیونکہ طالب بہشت اپنے کوعقائد حقہ، اعمال صالحہ اوراخلاق حسنہ سے آراستہ ہونے کی کوشش کرتا ہےاور جہنم سے ڈرنے والا دردناک عذاب کے باعث خود کو گناہوں سے محفوظ کرتا ہے۔

قارئین کرام! گزشتہ صفحات میں خدا، فرشتوں، برزخ، قیامت، حساب وکتاب، میزان اور بہشت وجہنم کے بارے میں بیان کئے گئے مطالب آیہ "الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ"۔[1] کی تفسیر تھی۔

قرآن کریم اوراحادیث معصومین علیہم السلام پرغور وفکر کرتے ہوتے غیب پر ایمان رکھنا ہر مردوزن کے لئے ممکن ہے،اوران چیزوں پر اعتقادوایمان رکھنا شرعی اور عقلی طور پر واجب ہے، کیونکہ غیب پر ایمان رکھنا دین کے اصول اورضروری دین میں سے ہے،ان عقائد کے بارے میں کسی انسان کوکسی کی تقلید کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، کیونکہ ہرانسان کے دل میں ان چیزوں پر ایمان ہونا ضروری ہے۔

غیب پر ایمان رکھنے سے انسان کو بلند مقامات عطا ہوتے ہیں،غیب پر ایمان رکھنے والا شخص محبوب خدا بن جاتا ہے،اس کے لئے دنیا وآخرت کی نجات کا دروازہ کھل جاتا ہے، اس کے لئے آج اورکل کی سعادت کا راستہ ہموار ہوجاتا ہے، جس سے انسان کوخدا کی عبادت اور پیغمبر وائمہ علیہم السلام کی اطاعت کے لئے طاقت ملتی ہے۔

قرآن مجید نے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات میں غیب پر ایمان رکھنے کے بارے میں تاکید کی ہےاوراس کے بعد نماز و انفاق، آسمانی کتابوں اورقیامت کے دن پر ایمان کے بارے میں بیان کیا ہے جوغیب پر ایمان رکھنے کے آثار ہیں۔

قرآن اوراس سے قبل نازل ہونے والی کتابوں (جن کی تصدیق قرآن کریم نے فرمائی ہے) پر ایمان رکھنا قرآن کریم کی آیات اوراس کی تفسیر میں غور وفکر کے بعد ہی ممکن ہے۔

قرآن کریم کے ایک (چھوٹے سے) سورے جیسے سورہ توحید یا سورہ کوثر کا جواب اگر ممکن ہوتا تو دشمنان اسلام اپنی تمام تر ترقی کے باوجود جواب لے آئے ہوتے، لیکن قیامت تک کسی قوم وملت میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ قرآن کی مثل لے آئے:

"وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ"۔[2]

اگرتمہیں اس کلام کے بارے میں کوئی شک ہے جسے ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہےتو اس جیسا ایک ہی سورہ لے آؤاوراللہ کے علاوہ جتنے تمہارے مددگار ہیں سب کو بلالو اگر تم دعوے اور خیال میں سچے ہو۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 3۔، جولوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں

[2] سورہ بقرہ آیت ۲۳.

"قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا"۔ [۱]

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جنات سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تو بھی نہیں لا سکتے، چاہے سب ایک دوسرے کے مددگار و پشت و پناہ ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

ان دونوں آیات کے پیش نظر قرآن کریم کے خداوند عالم کی طرف نازل ہونے میں ذرہ برابر بھی شک باقی نہیں رہتا، لہٰذا قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب اور دیگر آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنا، کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اسی طرح قرآنی آیات اور دلائل میں غور و فکر کے ذریعہ آخرت پر ایمان حاصل کرنا بھی ایک آسان کام ہے۔

غیب، قرآن کریم، دیگر آسمانی کتب اور آخرت پر ایمان و یقین رکھنا معنوی زیبائیوں میں سے ہے۔

نماز

نماز وہ حقیقت ہے جس سے انسان کے ظاہر و باطن میں مادی اور معنوی طہارت و پاکیزگی پیدا ہوتی ہے، جس سے انسان کا ظاہر و باطن مزین ہو جاتا ہے، اور نمازی کے لئے ایک خاص نورانیت حاصل ہوتی ہے۔

قرآن کریم نے بہت سی آیات میں نماز کی طرف دعوت دی ہے، اور اس کو ایک فریضہ الٰہی کے عنوان سے بیان کیا ہے، نہ صرف یہ کہ نماز کا حکم دیا ہے بلکہ واجبی حکم دیا گیا ہے۔

"وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ"۔ [۲]

اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو کہ جو کچھ اپنے واسطے پہلے بھیج دو گے سب خدا کے یہاں مل جائے گا۔ خدا تمہارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔

قرآن مجید نے بہت سی آیات میں مشکلات کے دور ہونے، سختیوں کے آسان ہونے اور بہت سے نیک کاموں میں امداد ملنے کے لئے نماز اور صبر کی دعوت دی ہے:

"وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ"۔ [۳]

صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو۔ نماز بہت مشکل کام ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو خشوع و خضوع والے ہیں۔

البتہ یہ بات معلوم ہونا چاہئے کہ وہی نماز انسان کو طاقت و بلندی عطا کرتی ہے جس میں فقہی اور معنوی شرائط پائے

---

[۱] سورۂ اسراء آیت 88

[۲] سورۂ بقرہ آیت 110

[۳] سورۂ بقرہ آیت 45

جاتے ہوں، جس نماز میں لباس اور مکان مباح ہو، وضواور غسل کا پانی اور تیمم کی مٹی مباح ہو، جس نماز میں ترتیب اور طمانینہ (یعنی اطمینان) اور وقت کی رعایت کی گئی ہو، جس نماز میں سستی اور بے توجہی نہ پائی جاتی ہو، جس نماز میں نیت پاک ہو اور اس میں اخلاص پایا جاتا ہو، تو اس طرح کی نماز انسان کی مشکلات اور سختیوں میں مددگار ثابت ہوتی ہے، اور پھر انسان کے لئے تمام نیک کام کرنے کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید نے بہت سی آیات میں نماز کو ایمان کی نشانی قرار دیا ہے۔

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ"۔ [1]

صاحبان ایمان درحقیقت وہ لوگ ہیں جن کے سامنے ذکر خدا کیا جائے تو ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو اور اس کی آیات کی تلاوت کی جائے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ لوگ اللہ ہی پر توکل کرتے ہیں۔ وہ لوگ نماز کو قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوتے رزق سے انفاق بھی کرتے ہیں۔

قرآن کریم نے سستی، حالت غنودگی اور حضور قلب میں مانع ہونے والی ہر چیز کو حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا ہے، بلکہ ایسے وقت میں نماز کی ادائیگی چاہی ہے کہ جب خوشی و نشاط، صدق و صفا اور خلوص اور حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھی جا سکے اور تمام ظاہری و باطنی شرائط کا لحاظ کیا جائے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ..."۔ [2]

اے ایمان والو! خبردار نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جانا جب تک یہ ہوش نہ آجائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔۔

قرآن مجید نے اپنے اہل وعیال کو نماز کی دعوت کو اخلاق انبیاء بتایا ہے، اور نمونہ کے طور پر حضرت اسماعیل کی دعوت کو بیان کیا ہے:

"وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا"۔ [3]

اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے تھے اور اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ نماز انسان کو فحشاء و منکر سے روکتی ہے۔ جی ہاں، یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ

---

[1] سورۂ انفال آیت 2-3

[2] سورۂ نساء آیت 43

[3] سورۂ مریم آیت 55

واقعی نماز انسان کو برائیوں سے روک دیتی ہے، اور انسان کے دل و جان میں پاکیزگی بھر دیتی ہے، اعضاء و جوارح کو خدا کی اطاعت کرنے پر آمادہ کر دیتی ہے۔

"۔۔۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۔۔۔"[1]

۔۔۔اور نماز قائم کرو کہ نماز ھر بُرائی اور بدکاری سے روکنے والی ہے۔۔۔۔

قرآن کریم نے بے نمازی، بخیل، اہل باطل اور قیامت کی تکذیب کرنے والوں کو جہنمی قرار دیا ہے:

"قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ[2]

وہ کہیں گے ہم نماز گذار نہیں تھے۔اور مسکین کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے۔لوگوں کے بُرے کاموں میں شامل ہو جایا کرتے تھے۔اور روز قیامت کی تکذیب کیا کرتے تھے۔

قرآن مجید نے حقیقت نماز سے غافل اور ریا کاری کرنے والے نمازی کو دین کا جھٹلانے والا قرار دیا ہے:

"فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ"۔[3]

تو تباھی ہے ان نمازیوں کے لئے۔جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں۔دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں۔

نماز اور اس کے فقہی و معنوی شرائط کے سلسلہ میں بہت سی روایات بھی بیان ہوئی ہیں جن میں چند کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

حضرت امام باقر علیہ السلام ایک روایت کے ضمن میں کچھ چیزوں کی سفارش کرتے ہوتے فرماتے ہیں: اپنی نماز کو بھی سبک نہ سمجھو کیونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری وقت میں فرمایا ہے:

لَيْسَ مِنِّي مَنِ اسْتَخَفَّ بِصَلَاتِهِ لَا يَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ لَا وَاللهِ، لَيْسَ مِنِّي مَنْ شَرِبَ مُسْكِراً لَا يَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ لَا وَاللهِ۔[4]

جو شخص نماز کو سبک سمجھے وہ مجھ سے نہیں ہے، خدا کی قسم حوض کوثر پر میرے پاس ایسا شخص نہیں پہنچ سکتا، اور ایسا شخص بھی مجھ سے نہیں ہے جو شراب پیئے، خدا کی قسم ایسا شخص (بھی) میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچ سکت۔

---

[1] سورۂ عنکبوت آیت 45

[2] سورۂ مدثر آیت 43-46

[3] سورۂ ماعون آیت 4-6

[4] من لا یحضرہ الفقیہ ج1، ص206، باب فرض الصلاۃ، حدیث 617؛ علل الشرائع ج2، ص356، باب 70، حدیث 1؛ بحار الانوار ج80، ص9، باب 6، حدیث 3

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا: پالنے والے! ایسے وقت پر نماز پڑھنے والے کی کیا جزاء ہے؟ تو خطاب ہوا:

أُعْطِيهِ سُؤْلَهُ، وَأُبِيحُهُ جَنَّتِي. [1]

میں اس کے سوالوں کو پورا، ااور اس کے لئے جنت مباح کردوں گ۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

اَحَبُّ الْعِبادِ اِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ رجلٌ صَدوقٌ فِی حَدِیثِهِ مُحافِظٌ عَلیٰ صَلَواتِهِ وَمَا افْتَرَضَ اللهُ عَلَيهِ مَعَ اَداءِ الْاَمانَةِ. [2]

خداوند عالم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اپنی گفتگو میں صداقت سے کام لے، نماز و دیگر عبادتوں کی حفاظت کرے اور امانت ادا کرے۔

ابن مسعود کہتے ہیں: میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: کونسا عمل خداوند عالم کے نزدیک سب سے بہتر ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلاۃُ لِوَقْتِهِ. [3]

نماز کو اس کے وقت پر پڑھن۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُضَيِّعُوا صَلاتَكُمْ فَإِنَّ مَنْ ضَيَّعَ صَلَاتَهُ حُشِرَ مَعَ قَارُونَ وَهامانَ، وَكَانَ حَقّاً عَلَى اللهِ اَنْ يدْخِلَهُ النّارَ مَعَ الْمُنافِقِينَ، فَالْوَيلُ لِمَنْ لَمْ يحافِظْ عَلیٰ صَلَاتِهِ وَاَداءِ سُنَّةِ نَبِيهِ. [4]

اپنی نمازوں کو برباد نہ کرو، بے شک جس نے نماز کو ضایع کیا وہ قارون اور ھامان کے ساتھ محشور ہوگا، اور خداوند عالم اس کو منافقین کے ساتھ جہنم میں ڈال دے گا، پس وائے ہو نماز اور سنت پیغمبر کی حفاظت نہ کرنے والے شخص پر!

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

يعْرَفُ مَنْ يصِفُ الْحَقَّ بِثَلَاثِ خِصالٍ: ينْظُرُ اِلیٰ اَصْحابِهِ مَنْ هُمْ؟ وَاِلیٰ صَلَاتِهِ كَيفَ هِي وَفِي اَي

---

[1] امالی صدوق ص 207، مجلس 37، حدیث 8؛ بحار الانوار ج 80، ص 9، باب 6، حدیث 6

[2] مشکاۃ الانوار، 53، الفصل الرابع عشر فی اداء الامانۃ؛ بحار الانوار ج 80، ص 11، باب 6، حدیث 10

[3] خصال ج 1، ص 163، حدیث 213؛ وسائل الشیعہ ج 4، ص 112، باب 1، حدیث 4651

[4] عیون اخبار الرضا ج 2، ص 31، باب 31، حدیث 46؛ بحار الانوار ج 80، ص 14، باب 6، حدیث 23

وَقۡتٍ يُصَلِّيهَا، فَإِنۡ كَانَ ذَا مَالٍ نُظِرَ اَيۡنَ يَضَعُ مَالَهُ؟۔ [1]

جو شخص حق کی معرفت کا دعویٰ کرے وہ تین خصلتوں کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے، اس کو دیکھا جائے کہ اس کی دوستی کن لوگوں سے ہے، اور اس کی نماز کس طرح کی ہے اور کس وقت پڑھتا ہے، اور اگر مالدار ہے تو اپنی دولت کہاں خرچ کرتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے شیعوں کو تین چیزوں کے ذریعہ پہچانو: نماز کے اوقات پر، کہ کس طرح اس کے معین وقت پر ادا کرتے ہیں، دوسرے رازداری میں کہ کس طرح ہمارے دشمنوں سے اسرار کو چھپاتے ہیں، تیسرے مال و دولت کے سلسلہ میں کہ اپنے دینی بھائیوں سے کس طرح مواسات کرتے ہیں۔ [2]

انفاق

جو کچھ خداوند عالم مومنین کو عطا کرتا ہے وہ اس کو راہ خدا میں خرچ کر دیتے ہیں۔

"۔۔۔وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ"۔ [3]

۔۔۔اور جو کچھ ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔

اہل ایمان لوگوں کی مشکلات دور کرنے کے لئے اپنے مال و دولت، مقام، آبرو، عہدہ اور موقعیت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور خلوص و محبت کے ساتھ خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو کسی ریاکاری اور کسی احسان کے بغیر خرچ کرتے ہیں۔

اہل ایمان کی زکوٰۃ پر توجہ، نماز، روزہ اور حج کی طرح ہوتی ہے، اور مالی واجبات کو نماز کی ادائیگی کی طرح اہمیت دیتے ہیں۔

اہل ایمان زکوٰۃ، انفاق، صدقہ اور مومنین کے مدد کرنے میں ذرہ بھی بخل نہیں کرتے۔

قرآن مجید نے بہت سی آیات میں لوگوں کو انفاق کا حکم دیا ہے اور اس سلسلہ میں اس قدر اہمیت دی ہے کہ راہ خدا میں انفاق نہ کرنے کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالنے کے برابر مانا ہے۔

"وَاَنۡفِقُوۡا فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۛ وَاَحۡسِنُوۡا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ"۔ [4]

اور راہ خدا میں خرچ کرو اور اپنے نفس کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ نیک برتاؤ کرو کہ خدا نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

---

[1] محاسن ج1، ص254، باب30، حدیث281؛ بحار الانوار ج80، ص20، باب6، حدیث36؛ مستدرک الوسائل ج3، ص96، باب1، حدیث3106

[2] عن جعفر بن محمد علیهم السلام قال: امتحنوا شیعتنا عن ثلاث: عن مواقیت الصلوات کیف محافظتهم علیها، وعند اسرارهم کیف حفظهم لها عن عدونا. والی اموالهم کیف مواساتهم لاخوانهم فیها.
خصال ج۱، ص ۱۰۳، حدیث ۶۲؛ وسائل الشیعہ ج ۴، ص ۱۱۲، باب ۱، حدیث ۴۶۵۰.

[3] سورۂ بقرہ آیت3

[4] سورۂ بقرہ آیت195

قرآن مجید نے انفاق نہ کرنے کو انسان کی آخرت خراب ہونے کا باعث بتایا ہے، اور اس کو کفر وظلم کے برابر قرار دیا ہے، نیز یہ اعلان کرتا ہے کہ جن لوگوں نے انفاق میں بخل سے کام لیا وہ روز قیامت اپنا کوئی دوست یا شفیع نہیں پائیں گے۔

"يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" [1]

اے ایمان والو! جو تمہیں رزق دیا گیا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش۔ اور کافرین ہی اصل میں ظالمین ہیں۔

قرآن مجید انفاق کو انسان کے لئے خیر سمجھتا ہے، اور بخل سے محفوظ رہنے کو فلاح وبہبودی کا باعث مانتا ہے۔

"فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"۔ [2]

لہٰذا جہاں تک ممکن ہو اللہ سے ڈرو اور ان کی بات سنو اور اطاعت کرو اور راہ خدا میں خرچ کرو کہ اس میں تمہارے لئے خیر ہے اور جو اپنے ہی نفس کے بخل سے محفوظ ہو جائے وہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔

قرآن مجید راہ خدا میں انفاق کرنے کا اجز وثواب 700 برابر اور اس سے بھی زیادہ شمار کرتا ہے، چنانچہ انفاق کے مسئلہ کو ہماری آنکھوں دیکھی حقیقت سے مثال بیان کی ہے تاکہ اس خدا پسند عمل کے سلسلہ میں لوگوں کا ایمان پختہ ہو جائے:

"مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ"۔ [3]

جو لوگ راہ خدا میں اپنے اموال کو خرچ کرتے ہیں ان کے عمل کی مثال اس دانہ کی ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں اور پھر ہر بالی میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے اضافہ بھی کر دیتا ہے کہ وہ صاحب وسعت بھی ہے اور علیم و دانا بھی۔

شب وروز، ظاہر بظاہر اور مخفی طور پر انفاق کرنا ایک ایسی حقیقت ہے جس پر قرآن کریم نے بہت زور دیا ہے، اور یہ ایک خدا پسند عمل ہے جس کا اجر بھی خداوند عالم عنایت فرماتا ہے، جس کی بدولت انسان کو موت اور قیامت کا خوف نہیں رہتا:

"اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 254

[2] سورہ تغابن آیت 16

[3] سورۂ بقرہ آیت 261

عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ"۔ [1]

جولوگ اپنے اموال کو راہ خدا میں رات میں۔دن میں خاموشی سے اور علی الاعلان خرچ کرتے ہیں ان کے لئے پیش پروردگار اجر بھی ہے اور ان ہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ حزن۔

قرآن مجید نے آیات الٰہی کی تلاوت کرنے،نماز قائم کرنے اور راہ خدا میں خرچ کرنے کو ایسی تجارت قرار دیا ہے جس میں کسی طرح کا کوئی نقصان نہیں اور جس میں فائدہ ہی فائدہ ہے:

"اِنَّ الَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرۡجُوۡنَ تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ"۔ [2]

یقیناً جولوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی ہے اور جو کچھ ہم نے بطور رزق دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خفیہ اور علانیہ خرچ کیا ہے یہ لوگ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں کسی طرح کی تباھی نہیں ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

تمہارے بدن کے تمام اعضاء وجوارح پر زکوٰۃ واجب ہے، بلکہ ہر بال اور عمر کے ہرلمحہ پر زکوٰۃ واجب ہے۔

آنکھ کی زکوٰۃ اور اس کا انفاق یہ ہے کہ دوسروں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھے اور خدا کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرے۔

کان کی زکوٰۃ یہ ہے کہ انسان علم وحکمت، قرآن اور موعظہ ونصیحت کو سنے، اور ان چیزوں کو سنے جن کے ذریعہ دنیا و آخرت کی نجات شامل ہو خصوصاً جھوٹ، غیبت اور تہمت وغیرہ جیسے شیطانی کاموں سے پرہیز کرے۔

زبان کی زکوٰۃ یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ نیکی کرنے، خواب غفلت میں سوئے ہوتے مسلمانوں کو بیدار کرنے اور خداوندعالم کی تسبیح وتھلیل کرنے کے لئے اپنی زبان کھولے۔

ہاتھ کی زکوٰۃ یہ ہے کہ خدا کی عطا کردہ نعمتوں اور مال ودولت کو اس کی راہ خرچ کرے، اس سے ایسے مطالب لکھے جس سے مسلمانوں کی فلاح وبھبودی ہو اور لوگوں کو اطاعت خدا پر آمادہ کرے، اور اپنے ہاتھ کو ظلم وستم اور فساد سے محفوظ رکھے۔

پیروں کی زکوٰۃ یہ ہے کہ راہ خدا میں انہیں، خدا کے حقوق کی ادائیگی میں چلیں، خدا کے مخلص بندوں کی زیارت کے لئے بڑھیں، علمی مجالس میں شرکت کریں، اصلاح معاشرہ اور صلہ رحم کے لئے بڑھیں، اور ایسے کاموں کی طرف انہیں جن سے دین و دنیا کی اصلاح ہوسکے۔

یہ ایسے مسائل ہیں جن کو ایک انسان انجام دے سکتا ہے، اور سبھی اتنی صلاحیت رکھتے ہیں کہ ان تمام چیزوں پر عمل

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 274

[2] سورۂ فاطر آیت 29

کریں، لیکن وہ تجارت جس سے خدا کے مقرب بندوں کے علاوہ کوئی آگاہ نہیں ہے، اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ ہم شمار کریں، صرف ارباب عمل ہی اس سے آگاہ ہیں، اولیاء الٰہی کا شعار زکوٰۃ کامل کے سلسلہ میں دوسروں سے بالکل الگ ہے۔ [۱]

حضرت امام عسکری علیہ السلام قرآن مجید میں بیان ہونے والی آیات میں "وَ آتُوْا الزَّكٰوةَ" کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

مال، آبرو اور قدرت بدن کی زکوٰۃ دینا مراد ہے۔

مال کی نسبت اپنے مومن بھائیوں سے مواسات کرنا مراد ہے۔

آبرو کے سلسلہ میں زکوٰۃ یہ ہے کہ اپنی عزت و آبرو کے ذریعہ اپنے دینی بھائیوں کی مدد کرے اور ان کی مشکلات کو دور کرے۔

طاقت کی زکوٰۃ انسان کا اپنے برادر مومن کی ہر ممکن طریقہ سے مدد کرنا ہے۔

یہ تمام چیزیں یعنی مال، آبرو اور طاقت کی زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پ کے اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کا معتقد رہے، اسی صورت میں خداوند عالم ہمارے اعمال کو پاکیزہ قرار دیتا ہے، اور ان کا چند برابر اجر دیتا ہے کیونکہ یہ عنایت اور توفیق ان حضرات کے لئے ہے جو ولایت محمد و آل محمد (ص) کو قبول کریں اور ان کے دشمنوں سے بیزار رہیں۔ [۲]

حضرت امیر المومنین علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں:

قِرَاءَةُ الْقُرآنِ فِي الصَّلاةِ أَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرآنِ فِي غَيْرِ الصَّلاةِ، وَذِكْرُ اللهِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ، وَالصَّدَقَةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ۔ [۳]

نماز میں قرآن پڑھنا غیر نماز میں پڑھنے سے بہتر ہے، اور زندگی کے تمام حالات میں یاد خدا کرنا صدقہ دینے سے بہتر ہے، اور صدقہ روزہ سے افضل ہے، اور روزہ آتش جہنم کے لئے سپر اور ڈھال ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں:

بے شک جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے اوپر سے نئے لباس نکلتے ہیں، اور اس کے نیچے سے خاکستری رنگ کے گھوڑے نکلتے ہیں، جن پر زین اور لگام ہوتے ہیں، ان گھوڑوں کے پر ہوتے ہیں! وہ پیشاب پاخانہ نہیں کرتے، ان پر اولیاء

---

[۱] مصباح الشریعہ:15، باب الثانی والعشر ون فی الزکاۃ؛ بحارالانوار ج93،ص7، باب1، حدیث1

[۲] قوله عزوجل:" وَآتُوا الزَّكٰوةَ "من المال والجاه وقوة البدن. فمن المال: مواساة اخوانكم المؤمنين؛ ومن الجاه: ايصالهم الى ما يتقا عسو ن عنه لضعفهم عن حوائجهم المترددة في صدورهم؛ وبالقوة: معونة أخ لك قد سقط حماره أو جمله في صحراء أو طريق، وهو يستغيث فلا يغاث تعينه، حتى يحمل عليه متاعه، وتركبه (عليه) وتنهضه حتى تلحقه القافله، وأنت في ذلك كله معتقد لموالاة محمد وآله الطيبين، فان الله يزكى اعمالك ويضاعفها بموالاتك لهم، وبراءتك من اعدائهم.

تفسیر امام حسن عسکری: ۳۶۴، فی مدارۃ النواصب، حدیث ۲۵۴؛ بحارالانوار ج ۹۳،ص ۱۱۴، باب ۱۴، حدیث ۲.

[۳] بصائر الدرجات ص11، حدیث4؛ بحارالانوار ج93،ص114، باب14، حدیث2

الٰہی سوار ہوتے ہیں اور جنت میں جہاں جانا چاہیں جاتے ہیں۔

ان میں سے کم ترین درجہ والے افراد بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے: پالنے والے! کس چیز کی وجہ سے تیرے بندے اس عظیم مرتبہ پر پہنچے ہیں؟ اس وقت خداوند عالم جواب دے گا: نماز شب، روزہ، دشمن سے بے خوف جھاد، اور راہ خدا میں صدقہ دینے میں بخل نہ کرنے کی وجہ سے یہ لوگ اس عظیم مرتبہ پر پہنچے ہیں۔[1]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَلا وَمَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَلَهُ بِوَزْنِ كُلِّ دِرْهَمٍ مِثْلُ جَبَلِ أُحُدٍ مِنْ نَعِيمِ الْجَنَّةِ.[2]

آگاہ ہوجاؤ! کہ جس شخص نے بھی راہ خدا میں صدقہ دیا تو اس کے ہر درہم کے بدلے جنت میں کوہ احد کے برابر نعمتیں ملیں گی۔

حضرت امام صادق علیہ السلام اپنے آباء واجداد کے متعلق حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، وَالدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ، وَاللهُ يُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ.[3]

ہر نیک کام صدقہ ہے، اور ہر خیر کے لئے رہنما ہے جیسے خود اس کا فاعل ہو، خداوند عالم صاحب حزن وملال کی فریاد کو سنتا ہے۔

صدقہ وانفاق کے سلسلہ میں ایک عجیب وغریب واقعہ

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: امام صادق علیہ السلام ایک قافلہ کے ساتھ ایک بیابان سے گزر رہے تھے۔ اہل قافلہ کو خبر دار کیا گیا کہ راستے میں چور بیٹھے ہوتے ہیں۔ اہل قافلہ اس خبر کو سن کر پریشان اور لرزہ براندام ہوگئے۔ اس وقت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: کیا ہوا؟ تو لوگوں نے بتایا کہ ہمارے پاس (بہت) مال ودولت ہے اگر وہ لوٹ گیا تو کیا ہوگا؟! کیا آپ ہمارے مال کو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں تاکہ چور آپ کو دیکھ کر وہ مال آپ سے نہ لوٹیں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کیا خبر شاید وہ ہمیں ھی لوٹنا چاہتے ہوں؟ تو پھر اپنے مال کو میرے حوالے کرکے کیوں ضایع کرنا چاہتے ہو، اس وقت لوگوں نے کہا: تو پھر کیا کریں کیا مال

---

[1] زيد بن علي عن ابيه عن جده عليهم السلام قال: قال أمير المؤمنين علي ابن ابي طالب عليه السلام: ان في الجنة لشجرة يخرج من أعلاها الحلل ومن اسفلها خيل بلق مسرجة ملجمة ذوات أجنحة لا تروث ولا تبول، فيركبها أولياء الله فتطير بهم في الجنة حيث شاء وا. فيقول الذين اسفل منهم: يا ربنا! ما بلغ بعبادك هذه الكرامة؟ فيقول الله جل جلاله: انهم كانوا يقومون الليل ولا ينامون، ويصومون النهار ولا يأكلون ويجاهدون العدوا ولا يجبنون، ويتصدقون ولا يبخلون.

امالی صدوق ص ۲۹۱، مجلس ۴۸، حدیث ۱۴؛ بحار الانوار ج ۹۳، ص ۱۵، باب ۱۴، حدیث ۴.

[2] من لایحضرہ الفقیہ ج4، ص17، باب ذکر جمل من مناھی النبی، حدیث 4968؛ بحار الانوار ج93، ص115، باب 14، حدیث 5

[3] کافی ج4، ص27، باب فضل المعروف، حدیث 4؛ بحار الانوار ج93، ص119، باب 14، حدیث 20

کو زمین میں دفن کر دیا جائے؟ آپ نے فرمایا: نہیں ایسا نہ کرو کیونکہ اس طرح تو مال یونہی برباد ہو جائے گا، ہوسکتا ہے کہ کوئی اس مال کو نکال لے یا پھر دوبارہ تم اس جگہ کو تلاش نہ کر سکو۔ اہل قافلہ نے پھر کہا کہ تو آپ ہی بتائے کیا کریں؟ امامؑ نے فرمایا: اس کو کسی کے پاس امانت رکھ دو، تا کہ وہ اس کی حفاظت کرتا رہے، اور اس میں اضافہ کرتا رہے، اور ایک درہم کو اس دنیا سے بزرگ تر کر دے اور پھر وہ تمہیں واپس لوٹا دے، اور اس مال کو تمہارے ضرورت سے زیادہ عطا کرے!!

سب لوگوں نے کہا: وہ کون ہے؟ تب امامؑ نے فرمایا: وہ ربّ العالمین ہے۔ لوگوں نے کہا: کس طرح اس کے پاس امانت رکھیں؟ تو امامؑ نے فرمایا: غریب اور فقیر لوگوں کو صدقہ دیدو۔ سب نے کہا: ہمارے درمیان کوئی غریب یا فقیر نہیں ہے جس کو صدقہ دیدیں۔ امامؑ نے فرمایا: اس مال کا ایک تھائی حصہ صدقہ کی نیت سے الگ کر لو تا کہ خداوند عالم چوروں کی غارت گری سے محفوظ رکھے، سب نے کہا: ہم نے نیت کر لی۔ اس وقت امامؑ نے فرمایا:

فَأَنْتُمْ فِي أَمَانِ اللهِ فَامْضُوْ۔

پس (اب) تم خدا کی امان میں ہو لہذا راستہ چل پڑو۔

جس وقت قافلہ چل پڑا راستہ میں چوروں کا گروہ سامنے دکھائی دیا، اہل قافلہ ڈرنے لگے۔ امامؑ نے فرمایا: (اب) تم کیوں ڈر رہے ہو؟ تم لوگ تو خدا کی امان میں ہو۔ چور آگے بڑھے اور امامؑ کے ھاتھوں کو چومنے لگے اور کہا: ہم نے کل رات خواب میں رسول اللہ کو دیکھا ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا: کہ تم لوگ اپنے کو آپ کی خدمت میں پیش کرو۔ لہذا اب ہم آپ کی خدمت میں ہیں تا کہ آپ اور آپ کے قافلہ والوں کو چوروں کے شر سے محفوظ رکھیں۔ امامؑ نے فرمایا: تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے جس نے تم لوگوں کے شر کو ہم سے دور کیا ہے وہ دوسرے دشمنوں کے شر کو ہم سے دور کرے گا۔ اہل قافلہ صحیح وسالم شہر میں پہنچ گئے؛ سب نے ایک سوم مال غریبوں میں تقسیم کیا، ان کی تجارت میں بہت زیادہ برکت ہوئی، ہر ایک درہم کے دس درہم بن گئے، سب لوگوں نے تعجب سے کہا: واقعاً کیا برکت ہے؟

امام صادق علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا:

اب جبکہ تمہیں خدا سے معاملہ کرنے کی برکت معلوم ہوگئی ہے تو تم اس پر ہمیشہ عمل کرتے رہنا۔ [1]

امام جواد علیہ السلام کے نام امام رضا علیہ السلام کا ایک اہم خط

بزنطی جو شیعہ دانشور راوی اور امام رضا علیہ السلام کے معتبر اور مطمئن صحابی ہیں، بیان کرتے ہیں: میں نے اس خط کو پڑھا ہے جو امام رضا علیہ السلام نے خراسان سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ بھیجا تھا، جس میں تحریر تھا:

---

[1] عیون اخبار الرضا ج2، ص4، باب 30، حدیث 9؛ وسائل الشیعہ ج9، ص390، باب 10، حدیث 12309؛ بحارالانوار ج93، ص120، باب 14، حدیث 23

مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب آپ بیت الشرف سے باہر نکلتے ہیں اور سواری پر سوار ہوتے ہیں تو خادمین آپ کو چھوٹے دروازے سے باہر نکالتے ہیں، یہ ان کا بخل ہے تا کہ آپ کا خیر دوسروں تک نہ پہنچے، میں بعنوان پدر اور امام تم سے یہ چاہتا ہوں کہ بڑے دروازے سے رفت وآمد کیا کریں، اور رفت وآمد کے وقت اپنے پاس درہم ودینار رکھ لیا کریں تا کہ اگر کسی نے تم سے سوال کیا تو اس کو عطا کردو، اگر تمہارے چچا تم سے سوال کریں تو ان کو پچاس دینار سے کم نہ دینا، اور زیادہ دینے میں خود مختار ہو، اور اگر تمہاری پھوپھیاں تم سے سوال کریں تو 25 درہم سے کم نہیں دیں اگر زیادہ دینا چاہیں تو تمہیں اختیار ہے۔ میری آرزو ہے کہ خدا تم کو بلند مرتبہ پر فائز کرے، لہٰذا راہ خدا میں انفاق کرو، اور خدا کی طرف سے تنگدسی سے نہ ڈرو! [۱]

قارئین کرام! اس حقیقت پر بھی توجہ رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید نے بہت سی آیات میں اس صدقہ سے منع کیا ہے جس میں دوسروں پر منت اور احسان یا اس میں اذیت پائی جاتی ہو، صدقہ وخیرات صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لئے ہونا چاہئے، اور صدقہ لینے والے دوسروں کی منت اور احسان جتانے کی شرمندگی سے محفوظ رہیں، ورنہ تو وہ صدقہ باطل ہوجائے گا اور خدا کی نظر میں اس کا کوئی اجر وثواب نہیں ہوگا۔

"اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ"۔ [۲]

جولوگ راہ خدا میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں اور اس کے بعد احسان نہیں جتاتے اور اذیت بھی نہیں دیتے ان کے لئے پروردگار کے یہاں اجر بھی ہے اور ان کے لئے نہ کوئی خوف ہے نہ حزن۔

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى۔۔۔"۔ [۳]

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو منت گذاری اور اذیت سے برباد نہ کرو۔۔۔۔

بہر حال نماز، انفاق اور معنوی زیبائیوں میں سے جو کچھ بھی خداوند عالم نے انسان کو عطا فرمایا ہے، اور گناہوں سے توبہ واستغفار کے بعد ظاہر وباطن کے اصلاح کرنے کے راستہ ہیں۔

غیب پر ایمان رکھنا، نماز کا قائم کرنا، خداداد نعمتوں میں سے اس کی راہ میں خرچ کرنا، قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں اور آخرت پر یقین وایمان جیسا کہ گزشتہ صفحات میں وضاحت کی گئی ہے؛ یہ تمام ایسے حقائق ہیں کہ جس انسان میں بھی پائے جائیں وہ راہ ہدایت پر ہے اور دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ہے۔

---

[۱] کافی ج4، ص43، باب الانفاق، حدیث5؛ عیون اخبار الرضاج2، ص8، باب30، حدیث20؛ بحار الانوار ج93، ص121، باب14، حدیث24

[۲] سورۂ بقرہ آیت262

[۳] سورۂ بقرہ آیت264

"أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ". [1]

یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت کے حامل ہیں اور فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں۔

بعض اہل تحقیق جیسے راغب اصفہانی کے نزدیک فلاح وبھبودی کے معنی یہ ہیں: فلاح یعنی ایسی زندگی جس میں موت نہ ہو، ایسی عزت جس میں ذلت نہ ہو، ایسا علم جس میں جہالت کا تصور نہ ہو، ایسی ثروت جہاں فقر وتنگدستی نہ ہو، اور یہ فلاح آخرت میں مکمل طریقہ سے ان انسانوں کو نصیب ہوگی جو لوگ غیب ''خدا، فرشتے، برزخ، محشر، حساب، میزان اور جنت ودوزخ'' پر ایمان رکھتے ہوں، نماز قائم کرتے ہوں، زکوٰۃ ادا کرتے ہوں، صدقہ وانفاق کرتے ہوں، قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہوں اور آخرت پر یقین رکھتے ہوں۔

یہ بات بھی معلوم ہونا چاہئے کہ انسان کو بارگاہ الٰہی میں مقبول ہونے کے لئے صرف گناہوں سے توبہ کرنا اور گناہوں سے دوری کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کی آیات کے پیش نظر جن میں سے بعض کو آپ حضرات نے گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا ہے، توبہ کے بعد اپنی حالت، اقوال اور اعمال کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے، یا دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ عمل صالح، اخلاق حسنہ اور معنوی زیبائیوں کی طرف توجہ کے ذریعہ اپنی توبہ کو کامل کرے اور اپنے گزشتہ کی تلافی کرے اور برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے۔

"إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا". [2]

علاوہ اس شخص کے جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل بھی کرے، تو پروردگار اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے تبدیل کردے گا اور خدا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

عمل صالح اور اخلاق حسنہ کے سلسلہ میں جو گناہوں سے توبہ کے بعد ظاہر وباطن کے اصلاح کے اسباب میں سے ہے، قرآن مجید ماں باپ، رشتہ دار، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی اور احسان، تمام لوگوں کے ساتھ نیک گفتار، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، چونکہ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ لازمی حد تک قرآن مجید اور احادیث سے مدد لیتے ہوتے معنوی زیبائیوں کو بیان کریں تاکہ ہماری حالت اور عمل کی اصلاح ہوسکے، کچھ چیزیں گزشتہ صفحات میں بیان ہوچکی ہیں ان کی تکرار کی ضرورت نہیں ہے، صرف ہر آیت کے ذیل میں نئے اور جدید مطلب کی وضاحت کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں، عزیز قارئین! اب آپ قرآن مجید کی روشنی میں اخلاقی واقعیات کی طرف توجہ فرمائیں:

"...لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 5

[2] سورۂ فرقان آیت 70

حُسۡنًا وَّاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۔۔۔"۔ [1]

خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ، قرابتداروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔لوگوں سے اچھی باتیں کرنا۔نماز قائم کرنا۔زکٰوۃ ادا کرنا۔۔۔۔

گزشتہ صفحات میں عبادت خدا اور احکام الٰہی کی فرمانبرداری کے عنوان سے نماز اور انفاق کے سلسلہ میں لازمی حد تک وضاحت کی گئی ہے لہٰذا مذکورہ آیت کے ذریعہ ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی اور احسان، نیز دوسرے لوگوں کے ساتھ نیک گفتار کے سلسلہ میں کچھ چیزیں بیان کرتے ہیں:

ماں باپ کے ساتھ نیکی

قرآن مجید کی متعدد آیات نے تمام لوگوں کو خدا کی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا حکم دیا ہے، اس حکم سے شرعی اور اخلاقی وجوب کی بُو آتی ہے، یہ ایک ایسا حکم ہے جس کی اطاعت خدا کی عین بندگی اور عبادت ہے اور اس کی مخالفت گناہ و معصیت اور روز قیامت کے عذاب کا باعث ہے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہوتا ہے:

"وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ۔۔۔"۔ [2]

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی شئے کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔۔۔۔

ماں باپ کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا ان زحمتوں اور احسان کی تلافی ہے جس کو ان دونوں نے اپنی اولاد کے ساتھ کیا ہے، جنھوں نے پیدائش کے وقت سے اب تک کسی بھی طرح کے احسان اور زحمت سے دریغ نہیں کیا۔

انھوں نے تمام مقامات پر اپنی اولاد کو اپنے اوپر مقدم کیا، ان کے سلسلہ میں ایثار کیا قربانیاں دیں اور اپنی طرف سے درگزر کیا، بلاؤں کے طوفان اور سخت سے سخت حالات میں اولاد کی حفاظت کی، اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہوتے اپنی آغوش میں بٹھایا، اولاد کے چین وسکون کے لئے راتوں جاگتے رہے، اور سخت سے سخت حالات کی تلخیوں کو خوش ہوکر برداشت کیا، اس کی تربیت میں بہت سی مصیبتیں برداشت کیں، اور اپنے خون جگر سے ان کو غذا دی، بہت سی سختیوں اور پریشانیوں کو تحمل کیا تاکہ اولاد کسی مقام پر پہنچ جائے، لہٰذا اب اولاد کی ذمہ داری ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی اور احسان کرکے ان کی زحمتوں کے ایک معمولی سے حصہ کی تلافی کرے۔

" وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ

[1] سورۂ بقرہ آیت 83

[2] سورۂ نساء آیت 36

كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا"۔ [1]

اور آپ کے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ تم سب اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اگر تمہارے سامنے ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو خبردار ان سے اف نہ کہنا اور ان ہیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان سے ہمیشہ شریفانہ گفتگو کرتے رہنا۔اور ان کے لئے خاکساری کے ساتھ اپنے کاندھوں کو جھکا دینا اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ پروردگار ان دونوں پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح کہ انھوں نے بچپن میں مجھے پالا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ ماں باپ کے سلسلہ میں جس احسان کی سفارش ہوئی ہے اس سے کیا مراد ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا: ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ زندگی کرو، ان کو مجبور نہ کرو کہ وہ تم سے کسی چیز کا سوال کریں اگر چہ وہ بے نیاز ہوں، بلکہ ان کے کہنے سے پہلے ہی ان کی ضرورتوں کو پورا کردو، کیا خداوند عالم نے قرآن مجید میں نہیں فرمایا ہے:

"لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔۔۔"۔ [2]

تم نیکی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی محبوب چیزوں میں سے راہ دا میں انفاق نہ کرو۔۔۔۔

ان کو اُف تک نہ کھو، اور ان کو اپنے سے دور نہ کرو، ان کو مایوس نہ کرو، اگر ان کی وجہ سے تم کو کوئی پریشانی ہے بھی تو اس کو برداشت کرو اور اپنی زبان پر کوئی ایسا لفظ نہ لاؤ جس سے وہ ناراحت ہوں، اگر انھوں نے تمہیں مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا یا تم کو مار بھی دیا ہو تو صبر کرو، اور ان سے جدا نہ ہوں، اور ایسی حالت میں ان سے کھو: خداوند عالم تم سے درگزر فرمائے، اور اپنی مغفرت میں جگہ عنایت فرمائے، کہ قول کریم سے مراد یہی ہے، پیار اور محبت بھری نگاھوں سے ان کی طرف دیکھا کرو، مہربانی کی نگاہ کے علاوہ ان کو نہ دیکھو، اپنی آواز کو ان کی آواز سے بلند تر نہ کرو، ان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ اوپر نہ اٹھاؤ، اور ان کے چلتے ہوتے ان سے آگے آگے نہ چلو۔ [3]

حضرت امام صادق علیہ السلام نیکی اور احسان کی وضاحت کرتے ہوتے فرماتے ہیں: اگر خداوند عالم کے نزدیک اُف سے کمتر کوئی لفظ ہوتا تو اولاد کو اپنے ماں باپ کے لئے کہنے سے منع فرماتا۔ نیز اولاد کو یہ بات معلوم ہونا چاہئے کہ عاق کا سب سے کم درجہ ماں باپ کے لئے لفظ اُف کا استعمال کرنا ہے [4]

---

[1] سورۂ اسراء آیت 23-24

[2] سورۂ آل عمران آیت 92

[3] کافی ج2،ص157، باب البر بالوالدین، حدیث1؛ بحارالانوار ج71،ص39، باب2، حدیث3

[4] عن حديد بن حكيم عن ابى عبد الله عليه السلام قال أدنى العقوق أف ولو علم الله عز وجل شيئا أهون منه لنهى عنه

کافی ج۲،ص۳۴۸، باب العقوق، حدیث۱؛ بحارالانوار ج۷۱،ص۵۹، باب۲، حدیث۲۲.

کتاب شریف کافی میں روایت بیان ہوئی ہے کہ ماں باپ کی طرف ترچھی نگاھوں سے دیکھنا (بھی) عاق کا ایک مرحلہ ہے!۔ [1]

ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: اولاد پر باپ کا حق کیا ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا یسَمِّیهِ بِاسْمِهِ، وَلَا یمْشِی بَینَ یدَیهِ، وَلَا یجْلِسُ قَبْلَهُ، وَلَا یسْتَسِبُّ لَهُ۔ [2]

باپ کا نام لے کر نہ پکارے، اس کے آگے نہ چلے، اس کی طرف پیٹھ کر کے نہ بیٹھے اور اپنے برے کاموں کے ذریعہ اپنے بے گناہ باپ کو ذلیل ورسوا نہ کرے۔

ایک روایت میں بیان ہوا ہے: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا: ذلیل ورسوا ہو، اصحاب نے سوال کیا: یا رسول اللہ! آپ کس کے بارے میں فرمارہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: جس کے ماں باپ ضعیف العمر ہوں اور وہ ان کے ساتھ نیکی واحسان نہ کر کے بہشت میں داخل نہ ہو۔ [3]

جناب حذیفہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: میرا باپ مشرکین کی طرف سے میدان جنگ میں آیا ہوا ہے کیا آپ مجھے اس پر حملہ کرنے اور اس کو قتل کرنے کی اجازت دیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، تم یہ کام نہ کرو، کوئی دوسرا اس سے مقابلہ کرے۔ [4]

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

أَفْضَلُ والِدَیكُمْ وَاَحَقُّهُما بِشُكْرِكُمْ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَعَلِی علیہ السلام۔ [5]

تمہارا سب سے بہترین باپ اور تمہارے شکریہ کے سزاوار ترین ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی علیہ السلام ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے:

اَنَا وَ عَلِی اَبَوا هٰذِهِ الْاُمَّةِ، وَلَحَقُّنا عَلَیهِمْ اَعْظَمُ مِنْ حَقِّ اَبَوَی وِلَادَتِهِمْ فَاِنَّا نُنْقِذُهُمْ اِنْ اَطاعونامِنَ النّارِ اِلٰی دارِ الْقَرارِ، وَنُلْحِقُهُمْ مِنَ الْعُبودِیةِ بِخِیارِ الْاَحْرارِ۔ [6]

میں اور علی دونوں اس امت کے باپ ہیں، بے شک ہمارا حق اس باپ سے بھی زیادہ ہے جو اسے دنیا میں لانے کا

---

[1] کافی ج2، ص349، باب العقوق، حدیث7

[2] کافی ج2، ص158، باب البر بالوالدین، حدیث5؛ بحار الانوار ج71، ص45، باب2، حدیث6

[3] تفسیر صافی ج3، ص185، ذیل سورۂ اسراء، آیت24

[4] تفسیر صافی ج3، ص186، ذیل سورۂ اسراء، آیت24

[5] تفسیر امام حسن عسکری ص330، حدیث189، ذیل سورۂ اسراء آیت24؛ بحار الانوار ج23، ص259، باب15، حدیث8

[6] تفسیر صافی ج1، ص150، ذیل سورۂ اسراء آیت83، تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام ص330، حدیث190؛ بحار الانوار ج23، ص259، باب15، حدیث8

سبب بنا، ہم اس امت کو آتش جہنم سے نجات دیتے ہیں اگر ہماری اطاعت کریں، اور ان کو جنت میں پہنچادیں گے اگر ہمارے حکم پر عمل کرے، اور ان کو عبادت کے سلسلہ میں منتخب بندوں سے ملحق کردیں گے۔

رشتہ داروں سے نیکی کرنا

رشتہ داروں سے مراد ماں باپ کے حسبی اور نسبی رشتہ دار مراد ہیں۔

انسان کا چچا، ماموں، پھوپھی، خالہ، اولاد، داماد، بہو اور اولاد کی اولاد رشتہ دار کہلاتے ہیں۔

بھائی، بہن، بھتیجے، بھانجے، داماد اور بھوویں اور ہر وہ شخص جو نسبی یا سببی رشتہ رکھتا ہو انسان کے رشتہ دار حساب ہوتے ہیں۔

ان کے ساتھ صلہ رحم اور نیکی یہ ہے کہ ان سے ملاقات کرے، ان کی مشکلات کو دور کرے اور ان کی حاجتوں کو پورا کرے۔

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم اور نیکی کرنا خداوند عالم کا حکم اور ایک اخلاقی و شرعی ذمہ داری ہے، جس کا اجر ثواب عظیم اور اس کا ترک کرنا عذاب الیم کا باعث ہے۔

قرآن مجید نے پیمان شکنی، قطع تعلق اور زمین پر فتنہ و فساد پھیلانے کو خسارہ اور گھاٹا اٹھانے والوں میں شمار کیا ہے:

"الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ"۔ [1]

جو خدا کے ساتھ مضبوط عہد کرنے کے بعد بھی اسے توڑ دیتے ہیں اور جسے خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقتاً خسارہ والے ہیں۔

رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا ایک غیر شرعی عمل ہے اگر چہ انھوں نے کسی کو رنجیدہ خاطر بھی کیا ہو۔

رشتہ داروں کے یہاں آمد و رفت، ایک خدا پسند عمل اور اخلاق حسنہ کی نشانی ہے۔

اگر چہ انسان کے بعض رشتہ دار دین و دینداری سے دور ہوں اور حق و حقیقت کے مخالف ہوں لیکن اگر ان کی ہدایت کی امید ہو تو ان کی نجات کے لئے قدم اٹھانا چاہئے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے ان کے یہاں رفت و آمد کرنا چاہئے۔

صلہ رحم کے سلسلہ میں بہت سی اہم روایات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے بیان ہوئیں ہیں جن کے حکیمانہ مطالب پر توجہ کرنا ہر مومن پر لازم و واجب ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی اہم روایات صلہ رحم کے سلسلہ میں نقل ہوئی ہیں جو واقعاً بہت ہی اہم ہیں:

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 27

اِنَّ اَعْجَلَ الْخَيْرِ ثَوَاباً صِلَةُ الرَّحِمِ۔ [۱]

بے شک ثواب کی طرف تیزی سے جانے والا کارخیر صلہ رحم ہے۔

صِلَةُ الرَّحِمِ تُهَوِّنُ الْحِسَابَ، وَتَقِي مِيتَةَ السُّوءِ۔ [۲]

صلہ رحم کے ذریعہ روز قیامت میں انسان کا حساب آسان ہوجاتا ہے، اور بُری موت سے محفوظ رہتا ہے۔

صِلُوا اَرْحَامَكُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَوْ بِسَلَامٍ۔ [۳]

دنیا میں صلہ رحم کی رعایت کرو اگر چہ ایک سلام ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو۔

صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَاَحْسِنْ اِلٰى مَنْ اَسَاءَ اِلَيْكَ، وَقُلِ الْحَقَّ وَلَوْ عَلٰى نَفْسِكَ۔ [۴]

جن رشتہ داروں نے تجھ سے قطع تعلق کیا ہے اس کے ساتھ صلہ رحم کرو، اور جس نے تمہارے ساتھ بدی کی ہے اس کے ساتھ نیکی کرو، نیز ہمیشہ سچ بات کھو چاہے تمہارے نقصان میں تمام ہو۔

اِنَّ الرَّجُلَ لَيَصِلُ رَحِمَهُ وَقَدْ بَقِيَ مِنْ عُمُرِهِ ثَلَاثُ سِنِينَ فَيُصَيِّرُهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ثَلَاثِينَ سَنَةً، وَيَقْطَعُهَا وَقَدْ بَقِيَ مِنْ عُمُرِهِ ثَلَاثُونَ سَنَةً فَيُصَيِّرُهَا اللهُ ثَلَاثَ سِنِينَ [۵] ثُمَّ تَلَا: "يَمْحُوا اللهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ"۔ [۶]

بے شک جب انسان صلہ رحم کرتا ہے تو اگر چہ اس کی عمر کے تین سال باقی رہ گئے ہوں تو خداوند عالم اس کی عمر تیس سال بڑھا دیتا ہے، اور جو شخص رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتا ہے اگر چہ اس کی عمر تیس سال باقی رہ گئی ہو تو بھی خداوند عالم اس کی عمر تین سال کر دیتا ہے، اس کے بعد (امامؑ نے) مذکورہ بالا آیت کی تلاوت کی: "خداوند عالم جس چیز کو چاہے مٹا دے اور جس چیز کو چاہے لکھ دے"۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

وَأَكْرِمْ عَشِيرَتَكَ فَإِنَّهُمْ جَنَاحُكَ الَّذِي بِهِ تَطِيرُ، وَاَصْلُكَ الَّذِي اِلَيْهِ تَصِيرُ، وَيَدُكَ الَّذِي بِهَا تَصُولُ۔ [۷]

---

[۱] کافی ج ۲،ص ۱۵۲، باب صلۃ الرحم، حدیث ۱۵؛ بحار الانوار ج ۷۱، ص ۱۲۱، باب ۳ حدیث ۸۳.

[۲] امالی طوسی ص ۴۸۰ مجلس ۱۷، حدیث ۱۰۴۹؛ بحار الانوار ج ۷۱، ص ۹۴، باب ۳، حدیث ۲۱.

[۳] نوادر راوندی ص ۶؛ بحار الانوار ج ۷۱، ص ۱۰۴، باب ۳، حدیث ۶۲.

[۴] کنز الفوائد ج ۲، ص ۳۱، فصل من عیون الحکم؛ بحار الانوار ج ۷۴، ص ۱۷۳، باب ۷، حدیث ۷.

[۵] امالی طوسی ص ۴۸۰ مجلس ۱۷، حدیث ۱۰۴۹؛ بحار الانوار ج ۷۱، ص ۹۳، باب ۳، حدیث ۲۱.

[۶] سورۂ رعد آیت 39

[۷] نہج البلاغہ ص 642، نامہ 31، فی الرأی فی المرأۃ؛ بحار الانوار ج 71، ص 105، باب 3، حدیث 67

اپنے رشتہ داروں کے ساتھ لطف وکرم کرو، وہ تمہارے بال و پر ہیں جن کے ذریعہ تم پرواز کر سکتے ہو، اور وہی تمہاری اصل ہیں کہ ان کی طرف پلٹ جانا ہے، نیز تمہاری طاقت ہیں کہ ان ہیں کے ذریعہ اپنے دشمنوں پر حملہ کر سکتے ہو۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں: جناب موسیٰ علیہ السلام نے خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا:

فَما جَزاءُ مَنْ وَصَلَ رَحِمَهُ قالَ: یا مُوسیٰ اُنْسِیءُ لَهُ اَجَلَهُ، وَاُهَوِّنَ عَلَیْهِ سَکَراتِ الْمَوْتِ۔ [1]

خداوندا! صلہ رحم کرنے والے کی جزا کیا ہے؟ جواب آیا: اس کی موت دیر سے بھیجوں گا، اور اس کے لئے موت کی سختیوں کو آسان کر دوں گ۔

یتیموں پر احسان

قرآن مجید نے تقریباً 18 مقامات پر یتیم سے محبت اور اس کے مال کی حفاظت اور اس کی تربیت وترقی کی سفارش کی ہے۔

"... وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی ط قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ ط وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُکُمْ ط وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَکُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ"۔ [2]

اور یہ لوگ تم سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دو کہ ان کے حال کی اصلاح بہترین بات ہے اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو یہ بھی تمہارے بھائی ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ مصلح کون ہے اور مفسد کون ہے اگر وہ چاہتا تو تمہیں مصیبت میں ڈال دیتا لیکن وہ صاحب عزت بھی ہے اور صاحب حکمت بھی ہے۔

"وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ ص وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِکُمْ ط اِنَّهٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا"۔ [3]

اور یتیموں کو ان کا مال دے دو اور ان کے مال کو اپنے مال سے نہ بدلو اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھا جاؤ کہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا"۔ [4]

جو لوگ ظالمانہ انداز سے یتیموں کا مال کہا جاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب واصل جہنم ہوں گے۔

---

[1] امالی صدوق ص 207، مجلس 37، حدیث 8؛ بحار الانوار ج 66، ص 383، باب 38، حدیث 46

[2] سورہ 7 بقرہ آیت 220

[3] سورۂ نساء آیت 2

[4] سورۂ نساء آیت 10

"۔۔۔وَاَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلۡيَتٰمٰى بِالۡقِسۡطِ ؕ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيۡمًا"۔ [۱]

۔۔۔اوران کمزور بچوں کے بارے میں انصاف کے ساتھ قیام کرواور جوبھی تم کارخیر کروگے خدااس کا بخوبی جاننے والا ہے۔

"وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡيَتِيۡمِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ حَتّٰى يَبۡلُغَ اَشُدَّهٗ۔۔۔"۔ [۲]

اورخبردار مال یتیم کے قریب بھی نہ جانا مگراس طریقہ سے جو بہترین طریقہ ہو یہاں تک کہ وہ توانائی کی عمر تک پہنچ جائیں۔۔۔۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے ہیں:

مَنۡ قَبَضَ يتيماً مِنۡ بَيۡنِ الۡمُسۡلِمِينَ اِلٰى طَعامِهٖ وَشَرابِهٖ، اَدۡخَلَهُ اللّٰهُ الۡجَنَّةَ اَلۡبَتَّةَ اِلا اَنۡ يعۡمَلَ ذَنۡباً لَا يغۡفَرُ۔ [۳]

جوشخص کسی مسلمان یتیم بچہ کی پرورش اورخرچ کی ذمہ داری لے لےتو یقینا خداوندعالم اس پر جنت واجب کردیتا ہے، مگر یہ کہ غیر قابل بخشش گناہ کامرتکب ہوجائے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اِنَّ فِى الۡجَنَّةِ داراً يقالُ لَها دارُ الۡفَرَحِ،لَا يدۡخُلُها اِلاَّ مَنۡ فَرَّحَ يتامَى الۡمُؤۡمِنِينَ۔ [۴]

بے شک جنت میں ایک مکان ہے جس کو دارالفرح (یعنی خوشیوں کا گھر) کہا جاتا ہے،اس میں صرف وہی مومن داخل ہوسکتے ہیں جنھوں نے یتیم مومن بچوں کوخوشحال کیا ہو۔

اَتَى النَّبِى رَجُلٌ يشۡكُو قَسۡوَةَ قَلۡبِهٖ، قالَ: اَتُحِبُّ اَنۡ يلين قَلۡبُكَ وَتُدۡرِكَ حاجَتَكَ؟ اِرۡحَمِ الۡيتيمَ، وَامۡسَحۡ رَأۡسَهُ، وَاَطۡعِمۡهُ مِنۡ طَعامِكَ، يلِنۡ قَلۡبُكَ، وَتُدۡرِكَ حاجَتَكَ۔ [۵]

ایک شخص پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا،اور اپنی سنگدلی کی شکایت کی،آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہوجائے،اور اپنی مراد حاصل کرلو؟ تم یتیم بچوں پر مہربانی کرو،ان کے سر پر دست شفقت پھیرو،ان کو کھانا کھلاؤ،تو تمہارا دل نرم ہوجائے گا اور تمہیں تمہاری مرادیں مل جائیں گی۔

---

[۱] سورۂ نساء آیت 127

[۲] سورۂ انعام آیت 152

[۳] الترغیب ج3،ص347

[۴] کنزالعمال ص6008؛تفسیر معین ص12،

[۵] الترغیب ج3،ص349

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

مَامِنْ مُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ يَضَعُ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِ يَتِيمٍ تَرَحُّماً لَهُ إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مَرَّتْ يَدُهُ عَلَيْهَا حَسَنَةً۔ [1]

جب کوئی مومن کسی یتیم کے سر پر دست نوازش پھیرتا ہے تو خداوند عالم اس کے ہاتھ کے نیچے گزرنے والے ہر بال کے بدلہ نیکی اور حسنہ لکھ دیتا ہے۔

مسکینوں پر احسان کرنا

مسکین یعنی وہ شخص جو زمین گیر اور لاچار ہو گیا ہو، اور تھی دستی اور غربت کا شکار ہو گیا ہو، جس کے لئے درآمد کا کوئی طریقہ باقی نہ رہ گیا ہو۔

ہر مومن پر خدا کی طرف سے ذمہ داری اور وظیفہ ہے کہ اپنے مال سے اس کی مدد کرے، اور اس کی عزت کو محفوظ رکھتے ہوتے اس کی مشکلات کو دور کرنے کوشش کرے۔

قرآن مجید نے مساکین پر توجہ کو واجب قرار دیا ہے، اور ان کی مشکلات کو دور کرنے کو عبادت خدا شمار کیا ہے، کیونکہ خداوند عالم مساکین پر خاص توجہ، اور ان کے چین وسکون کا راستہ ہموار کئے جانے کو پسند کرتا ہے۔

مساکین کی نسبت لاپرواہی کرنا بہت بُرا ہے اور قرآن مجید کے فرمان کے مطابق روز قیامت ایسا شخص عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گا۔

"وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا"۔ [2]

اور دیکھو قرابتداروں، مسکین اور غربت زدہ مسافر کو اس کا حق دے دو اور خبردار اسراف سے کام نہ لین۔

"... وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ..."۔ [3]

...اور محبت خدا میں قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں، غربت زدہ مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں کی آزادی کے لئے مال دے...

"إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

---

[1] ثواب الاعمال ص199، ثواب من مسح یدہ علی رأس یتیم؛ بحار الانوار ج72، ص4، باب31، حدیث9

[2] سورۂ اسراء آیت26

[3] سورۂ بقرہ آیت177

وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ"۔ [۱]

صدقات وخیرات بس فقراء، مساکین اوران کے کام کرنے والے اورجن کی تالیف قلب کی جاتی ہے اورغلاموں کی گردن کی آزادی میں اورقرضداروں کے لئے راہ خدامیں اورغربت زدہ مسافروں کے لئے ہیں یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ خوب جاننے والا ہےاورصاحب حکمت ہے۔

مساکین کی نسبت بےتوجہی اوران کی مددنہ کرنا نہ صرف یہ کہ آخرت کے عذاب کا باعث ہے بلکہ انسان کی زندگی میں بھی اس کے برے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

خداوندعالم نے سورہ ن والقلم آیات 17 تا33 میں ان بھائیوں کی داستان کو بیان کیا ہے جن کو باپ کی میراث میں ایک بہت بڑااور پھل دار باغ ملا، لیکن انھوں نے اپنے باپ کے برخلاف عمل کیا ان کا باپ غریب غرباء کا بہت خیال رکھتا تھا، انھوں نے باپ کی میراث ملتے ہی ایک میٹنگ کی اور یہ طے کیا کہ کل صبح جب باغ کے پھلوں کواتارا جائے گا توکسی بھی غریب ومسکین کی مددنہیں کی جائے گی، اور باغ کے دروازہ کو بند کردیا جائے تا کہ کوئی غریب ومسکین آنے نہ پائے، لیکن ان کی اس شیطانی و پلید فکر کی وجہ سے بحکم خدااسی رات بجلی گری اور پھلوں سے لدے ہوتے تمام باغ کوجلا ڈالا، اوراس سرسبز علاقے میں اس باغ کی ایک مٹھی راکھ کے علاوہ کچھ باقی نہ بچا۔

جیسے ہی وہ لوگ صبح صبح اپنے منصوبہ کے مطابق پھل اتارنے کے لئے باغ میں پہنچے تو باغ کی یہ عجیب وغریب حالت دیکھی تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، اورفریاد بلند کی کہ افسوس!! ہمارے اوپر کہ ہم نے احکام الٰہی اوراس کے حدود سے تجاوز کیااوراہل طغیان وتجاوز ہوگئے۔

قرآن مجید مشکلات نازل ہونے اورفقروتنگدستی میں مبتلا ہونے کا باعث مساکین کی مددنہ کرنے کو بیان کرتا ہے:

"وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ڏ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا تَحٰۗضُّوْنَ عَلٰي طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا"۔ [۲]

اورجب آزمائش کے لئے روزی کوتنگ کردیا تو کہنے لگا کہ میرے پروردگار نے میری توھین کی ہے۔ایسا ھرگز نہیں ہے بلکہ تم یتیموں کا احترام نہیں کرتے ہو۔اورلوگوں کومسکینوں کوکھانا کھانے پرآمادہ نہیں کرتے ہواورمیراث کے مال کواکٹھا کر کے حلال وحرام سب کھاجاتے ہو۔اور مال دنیا کو بہت دوست رکھتے ہو۔

قرآن مجید نے سورہ الحاقہ میں ایک گروہ کے لئے بہت سخت عذاب کے بارے میں بیان کیا ہے جن کے عذاب کے دو سبب بیان کئے ہیں:

---

[۱] سورۂ توبہ آیت 60

[۲] سورۂ فجر آیت16 تا20

1۔خدا پر ایمان نہ رکھنا۔

2۔مساکین کو کھانے کھلانے میں رغبت نہ رکھنا۔

آیات کا ترجمہ اس طرح ہے:

لیکن جس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: اے کاش یہ نامہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا۔اور مجھے اپنا حساب نہ معلوم ہوتا۔اے کاش اس موت ہی نے میرا فیصلہ کر دیا ہوتا۔میرا مال بھی میرے کام نہ آیا۔اور میری حکومت بھی برباد ہوگئی۔اب اسے پکڑو اور گرفتار کرلو۔پھر اسے جہنم میں جھونک دو۔پھر ایک ستر گز کی رسی میں اسے جکڑ لو۔یہ خدائے عظیم پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔اور لوگوں کو مسکینوں کے کھلانے پر آمادہ نہیں کرتا تھا۔تو آج اس کا یہاں کوئی غمخوار نہیں ہے۔اور نہ پیپ کے علاوہ کوئی غذا ہے۔جسے گناہگاروں کے علاوہ کوئی نہیں کھا سکتا۔[1]

قارئین کرام! واقعاً غرباء اور مساکین کی طرف توجہ کرنا اتنا اہم ہے کہ جس سے غفلت کرنے والا خداوند عالم کی نظر میں قابل نفرت ہے اور روز قیامت سخت ترین عذاب کا حقدار ہوگا۔

جناب جبرئیل سے نقل ہوا ہے کہ فرمایا:

اَنامِنَ الدُّنیا اُحِبُّ ثَلاثَۃَ اَشیاءَ:اِرْشادَ الضّالِّ وَاِعانَۃَ الْمَظْلومِ وَمَحَبَّۃَ الْمَساکِینِ۔[2]

میں دنیا کی تین چیزوں کو دوست رکھتا ہوں: راستہ بھٹکے ہوتے کی راہنمائی، مظلوم کی مدد اور مساکین کے ساتھ محبت۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

فَمَنْ واساھُمْ بِحَواشِي مالِہِ وَسَّعَ اللہُ عَلَیہِ جِنانَہُ وَاَنالَہُ غُفْرانَہُ وَرِضْوانَہُ...[3]

جو شخص اپنے پاس جمع ہوتے مال سے مساکین کی مدد اور ان کی پریشانیوں کو دور کرے، تو خداوند عالم اس کے لئے جنت کو وسیع فرما دیتا ہے اور اس کو اپنی رحمت و مغفرت میں داخل کر لیتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص کسی مومن کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے تو روز قیامت اس کی جزا کو کوئی نہیں جان سکتا، نہ مقرب فرشتے اور نہ پیغمبر مرسل، سوائے خداوند عالم کے، کہ صرف وہی اس شخص کے اجر کے بارے میں آگاہ ہے۔

کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلانا باعث مغفرت و بخشش ہے اور اس کے بعد امام صادق علیہ السلام نے اس آیہ شریفہ کی

---

[1] سورۂ حاقہ آیت 25 تا 37

[2] مواعظ العددیہ ص 147

[3] تفسیر امام حسن عسکری ص 345، حدیث 226؛ تفسیر صافی ج 1، ص 151، ذیل سورۂ بقرہ آیت 83؛ بحار الانوار ج 66، ص 344، باب 38

تلاوت فرمائی[۱]:

"اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ"۔ [۲]

یا بھوک کے دن میں کھانا کھلانا۔کسی قرابتدار یتیم کو۔ یا خاکسار مسکین کو۔

نیک گفتار

قرآن مجید کی متعدد آیات زبان کے سلسلہ میں ہونے والی گفتگو، زبان کی عظمت اور گوشت کے اس لوتھڑے کی اہمیت کو بیان کرتی ہے۔

زبان ہی کے ذریعہ انسان دنیا وآخرت میں نجات پاتا ہے یا اسی زبان کے ذریعہ دنیا وآخرت تباہ وبرباد ہوجاتی ہے۔

زبان ہی کے ذریعہ انسان گھر اور معاشرہ میں چین وسکون پیدا کرتا ہے یا اسی زبان کے ذریعہ گھر اور معاشرہ میں تباہی و بربادی پھیلا دیتا ہے۔

زبان ہی یا اصلاح کرنے والی یا فساد برپا کرنے والی ہوتی ہے، اسی زبان سے لوگوں کی عزت وآبرو اور اسرار کو محفوظ کیا جاتا ہے یا دوسروں کی عزت وآبرو کو خاک میں ملا دیا جاتا ہے۔

قرآن کریم تمام انسانوں خصوصاً صاحبان ایمان کو دعوت دیتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ صرف نیک گفتار میں کلام کرو۔

زبان کے سلسلہ میں قرآنی آیات کے علاوہ بہت سی اہم احادیث بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے بیان ہوئی ہیں کہ اگر کتب احادیث میں بیان شدہ تمام احادیث کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ اَصْبَحَتِ الْاَعْضَاءُ كُلُّهَا تَسْتَكْفِی اللِّسَانَ، اَیْ تَقُوْلُ: اِتَّقِ اللهَ فِیْنَا، فَاِنَّكَ اِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا، وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا۔ [۳]

جس وقت انسان صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء وجوارح بھی صبح کرتے ہیں، چنانچہ تمام اعضاء زبان سے کہتے ہیں: ہمارے سلسلہ میں تقویٰ الٰہی کی رعایت کرنا کیونکہ اگر تو راہ مستقیم پر رہے گی تو ہم بھی مستقیم رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے پن میں گرفتار ہوجائیں گے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

[۱] کافی ج2، ص201، باب اطعام المؤمن، حدیث6؛ وسائل الشیعہ ج24، ص309، باب32، حدیث30627

[۲] سورۂ بلد آیت14-16

[۳] محجۃ البیضاء ج5، ص193، کتاب آفات اللسان

اَللِّسانُ میزانُ الْاِنْسانِ۔ [1]

زبان انسان کی میزان (اور ترازو) ہے (یعنی انسان کی شرافت اوراس کی بزرگی یا پستی اس کی زبان سے سمجھی جاتی ہے)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

یعَذِّبُ اللهُ اللِّسانَ بِعَذابٍ لَایعَذِّبُ بِهِ شَیئاً مِنَ الْجَوارِحِ فَیقُولُ: یارَبِّ عَذَّبْتَنِی بِعَذابٍ لَمْ تُعَذِّبْ بِهِ شَیئاً مِنَ الْجَوارِحِ. فَیقالُ لَهُ: خَرَجَتْ مِنْكَ كَلِمَةٌ فَبَلَغَتْ مَشارِقَ الْاَرْضِ وَمَغارِبَها فَسُفِكَ بِهَا الدَّمُ الْحَرامُ، وَانْتُهِبَ بِهِ الْمالُ الْحَرامُ، وَانْتُهِكَ بِهِ الْفَرْجُ الْحَرامُ۔ [2]

خداوندعالم زبان کوایسے عذاب میں مبتلا کرے گا کہ کسی دوسرے حصہ پرایسا عذاب نہیں کرے گا، اس وقت زبان گویا ہوگی: خدایا! تونے مجھے ایسے عذاب میں مبتلا کیا ہے کہ کسی حصہ کوایسا عذاب نہیں کیا ہے، چنانچہ اس سے کہا جائے گا: تجھ سے ایسے الفاظ نکلے ہیں جومشرق ومغرب تک پہنچ گئے ہیں جن کی وجہ سے بے گناہ کا خون بہا، بے گناہ کا مال غارت ہوااور بے گناہ کی آبرو خاک میں مل گئی!

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

كَمْ مِنْ اِنْسانٍ اَهْلَكَهُ لِسانٌ۔ [3]

کتنے لوگ ایسے ہیں جواپنی زبان کی وجہ سے ہلاک ہوجاتے ہیں۔

بہرحال ہمیں شب وروز اپنی زبان کی حفاظت کرنا چاہئے، اوراس کو بولنے کے لئے آزاد نہیں چھوڑ دینا چاہئے، کس جگہ، کس موقع پر، کس کے پاس اورکس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے غور وفکر کرنا ضروری ہے، نیز ہر حال میں خدااور قیامت پر توجہ رکھنا ضروری ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان زبان کے ذریعہ ایسا گناہ کر بیٹھے کہ اس سے توبہ کرنا مشکل اوران کے نقصان کی تلافی کرنا محال ہو۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: مومن اور مخالف سے نیکی اور خوبی کے ساتھ گفتگو کرو، تمہاری گفتگو صرف نیک اور منطقی ہونا چاہئے۔

مومنین سے خنداں پیشانی اورخوش روئی کے ساتھ گفتگو کرنا چاہئے، اور وہ بھی نیکی اور اچھائی سے، اور مخالفوں (غیر شیعہ) سے اس طرح گفتگو کرو کہ ان کے لئے ایمان کے دائرہ میں داخل ہونے کا راستہ ہموار ہوجائے، اور اگر وہ ایمانی دائرے

---

[1] غررالحکم ص209، اللسان میزان، حدیث 4021

[2] کافی ج2، ص115، باب الصمت وحفظ اللسان، حدیث16؛ بحارالانوار ج68 ص304، باب 78، حدیث 80

[3] غررالحکم ص213، حظہ اللسان واھمیتہ، حدیث 4159

میں داخل نہ ہوسکے تو اس سے دوسرے مومنین حفظ وامان میں رہیں، اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: دشمنان خدا کے ساتھ تواضع ومدارات سے پیش آنا، اپنے اور دوسرے مومنین کی طرف سے صدقہ ہے۔ [۱]

حضرت امام باقر علیہ السلام سے آیہ شریفہ ''وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسناً'' کے ذیل میں روایت ہے کہ لوگوں سے اس طرح نیک گفتار کرو جس طرح تم اپنے ساتھ گفتگو کیا جانا پسند کرتے ہو کیونکہ خداوند عالم مومن اور قابل احترام حضرات کی نسبت بدگوئی اور نازیبا الفاظ پسند نہیں کرتا (یعنی مومنین کو برا بھلا کہنے والوں کو دوست نہیں رکھتا) اور باحیا، بردبار، ضعیف اور باتقویٰ لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ [۲]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

كَلامُ ابْنِ آدَمَ كُلُّهُ عَلَيهِ لَا لَهُ إِلاَّ أَمْرٌ بِالْمَعْروفِ، وَنَهْيٍ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ ذِكْرُ اللهِ۔ [۳]

تمام لوگوں کی گفتگو ان کے نقصان میں ہے سوائے امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ذکر خدا کے۔

سورہ بقرہ آیت 83 کے لحاظ سے جس کی شرح گزشتہ صفحات میں بیان ہوچکی ہے ماں باپ، رشتہ داروں اور مساکین کے ساتھ احسان اور تمام لوگوں سے نیک گفتار اور اچھی باتیں معنوی زیبائیوں میں سے ہیں، گناہ خصوصاً گناہ کبیرہ سے توبہ کرنے والے کے لئے اپنی توبہ، عمل اور گفتار کی اصلاح کے لئے اس آیت کے مضمون پر پابندی کرنا ضروری ہے اور اس مذکورہ آیت میں بیان شدہ اہم مسائل پر خوشحالی اور نشاط کے ساتھ عمل کرے تاکہ اس کے اندر موجود تمام برائیاں دُھل جائیں اور اس کے عمل، اخلاق اور گفتار کی اصلاح ہوجائے۔

اخلاص

اخلاص اور خلوص نیت ایک بہت عظیم مسئلہ ہے جس پر قرآن مجید کی آیات اور روایات معصومین علیہم السلام میں بہت زیادہ تازور دیا گیا ہے۔

صرف مخلص افراد ہی کی فکر ونیت، عمل اور اخلاق قابل اہمیت ہے اور صرف وہی لوگ اجر عظیم اور رضوان الٰہی کے مستحق ہوتے ہیں۔

اگر ہماری کوشش، اعمال اور اخلاق امور غیر خدا کے لئے ہوں تو ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اور خدا کے نزدیک اس کا کوئی ثواب نہیں ہے۔

جو شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو قرآن مجید کے فرمان کے مطابق اس کو اپنی حالت اور گفتگو کی اصلاح کرنا

---

[۱] تفسیر صافی ج1، ص152، ذیل سورۂ بقرہ آیت 83؛ بحار الانوار ج72، ص401، باب 87، حدیث 42

[۲] تفسیر عیاشی ج1، ص48، حدیث 63؛ تفسیر صافی ج1، ص152، ذیل سورۂ بقرہ آیت 83؛ بحار الانوار ج71، ص161، باب 10، حدیث 19

[۳] مواعظ العددیہ ص87

چاہئے، اور تمام امور میں خداوندعالم کی پناہ میں چلا جائے، اور اپنے دین اور تمام دینی امور میں خلوص خدا کی رعایت کرے، اور ریاکاری اور خودنمائی سے پرہیز کرے، اپنے دینی فرائض میں صرف اور صرف خدا سے معاملہ کرے، تاکہ اہل ایمان کی همراهی حاصل ہوجائے، اس سلسلہ میں درج ذیل آیہ شریفہ بہت زیادہ قابل توجہ ہے:

"اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا"۔ [۱]

علاوہ ان لوگوں کے کے جوتوبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں اور خدا سے وابستہ ہوجائیں اور دین کو خالص اللہ کے لئے اختیار کریں تو یہ صاحبان ایمان کے ساتھ ہوں گے اور عنقریب اللہ ان صاحبان ایمان کو اجرعظیم عطا کرے گا۔

"اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ۔۔۔"۔ [۲]

آگاہ ہوجاؤ کے خالص بندگی اللہ کے لئے ہے۔۔۔۔

جوشخص ریاکاری، خودنمائی اور شرک کا گرفتار ہوتو بارگاہ خداوندی سے اس کا کوئی سروکار نہیں ہے۔

"۔۔۔فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ"۔ [۳]

۔۔۔لہٰذا آپ (پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکمل اخلاص کے ساتھ خدا کی عبادت کریں۔

جن لوگوں کے اعمال میں اخلاص نہیں ہوتا ان کے اعمال خدا کی نظر میں ھیچ ہوتے ہیں لیکن خلوص کے ساتھ اعمال انجام دینے والوں کے اعمال کا خریدار خداوندمہربان ہے۔

"۔۔۔وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ"۔ [۴]

(اے پیغمبر! بدکار اور مشرکین سے کھو) ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے تمہارے لئے اعمال اور ہم تو صرف خدا کے مخلص بندے ہیں۔

ریاکاری کی وجہ سے عمل باطل ہوجاتا ہے اور اس کی اہمیت ختم ہوجاتی ہے، لیکن اخلاص سے عمل میں اہمیت پیدا ہوتی ہے اور اخلاص کے ذریعہ ہی آخرت میں جزائے خیر اور ثواب ملنے والا ہے۔

توبہ کرنے والے کے لئے اپنی نیت کی اصلاح کرنا اور اپنے ارادہ کو خدا کی مرضی کے تابع قرار دینا لازم وضروری ہے تاکہ توبہ کا درخت ثمر بخش ہوسکے۔

---

[۱] سورۂ نساء آیت 146

[۲] سورۂ زمر آیت 3

[۳] سورۂ زمر آیت 2

[۴] سورۂ بقرہ آیت 139

اخلاص پیدا کرنے کا طریقہ خدا اور قیامت پر توجہ اور اولیاء الٰہی کے حالات پر غور وفکر کرنا ہے، اور انسان اس بات کا معتقد ہو کہ جنت وجہنم کی کلید خدا کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے، اور انسان کی سعادت وشقاوت کا کسی دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاص کے فوائد کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

مَا اَخْلَصَ عَبْدٌ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَرْبَعِينَ صَباحاً اِلّا جَرَتْ يَنابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلٰى لِسانِهِ۔ [1]

جب کوئی بندہ چالیس دن تک خدا کے لئے اخلاص سے کام کرے تو خداوند مہربان اس کی زبان پر حکمت کا چشمہ جاری کر دیتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيَخْشَعُ لَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَيَهابُهُ كُلُّ شَيْءٍ ثُمَّ قالَ: اِذا كانَ مُخْلِصاً لِلّٰهِ اَخافَ اللهُ مِنْهُ كُلَّ شَيْءٍ حَتّٰى هَوامَّ الْاَرْضِ وَسِباعَها وَطَيْرَ السَّماءِ؛ [2]

بے شک مومن انسان کے لئے ہر چیز خاشع وخاضع ہے اور سبھی اس سے خوف زدہ ہیں، اس کے بعد فرمایا: جس وقت مومن انسان خدا کا مخلص بندہ بن جاتا ہے تو خداوند عالم اس کی عظمت اور ھیبت کو تمام چیزوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے، یہاں تک کہ روئے زمین پر وحشی درندے اور آسمان پر اڑنے والے پرندے بھی اس کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

سَبَبُ الْاِخْلاصِ الْيَقِينُ۔ [3]

یقین وایمان کے ذریعہ اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

اَصْلُ الْاِخْلاصِ الْيَأْسُ مِمّا فِي اَيْدِي النّاسِ۔ [4]

اخلاص کی اصل، دوسروں کے پاس موجود تمام چیزوں سے ناامیدی ہے۔

مَنْ رَغِبَ فِيما عِنْدَ اللهِ اَخْلَصَ عَمَلَهُ۔ [5]

جو شخص خداوند عالم کی رحمت ورضوان اور بہشت کا خواہاں ہے اسے اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرنا چاہئے۔

---

[1] عیون اخبار الرضاج 2، ص 69، باب 31، حدیث 321؛ بحار الانوار ج 67، ص 242، باب 54، حدیث 10

[2] جامع الاخبار ص 100، الفصل 56 فی الاخلاص؛ بحار الانوار ج 67، 248، باب 54، حدیث 21

[3] غرر الحکم: 62، فوائد الیقین، حدیث 746

[4] غرر الحکم: 398، الفصل التاسع، حدیث 9249

[5] غرر الحکم: 155، الاخلاص فی العمل، حدیث 2907

صبر

قرآن واحادیث میں صبر وشکیبائی کے سلسلہ میں حکم دیا گیا ہے جو واقعاً ایک الٰھی، اخلاقی اور انسانی مسئلہ ہے، جس کو خداوند عالم پسند کرتا ہے، جو عظیم اجر وثواب کا باعث ہے۔ صبر حافظ دین ہے اور انسان کو حق وحقیقت کی نسبت بے توجہ ہونے سے روکتا ہے، صبر کے ذریعہ انسان کے دل وجان میں طاقت پیدا ہوتی ہے، نیز صبر انسان کو شیاطین (جن وانس) سے حفاظت کرنے والا ہے۔

اگر سخت حوادث وناگوار حالات (جو دین وایمان کو غارت کرنے والے ہیں)، عبادت واطاعت اور گناہ کے وقت صبر سے کام لیا جائے تو انسان یہ سوچتے ہوتے کہ حوادث بھی قواعد الٰہی سے ہم آہنگ ہیں، ان کو برداشت کرلیتا ہے، اور اپنی نجات کے لئے دشمنان خدا سے پناہ نہیں مانگتا، عبادت واطاعت خدا کے وقت اپنے کو بندگی کے مورچہ پر کھڑا ہوکر استقامت کرتا ہے، اور گناہ ومعصیت سے لذت کے وقت لذتوں کو چھوڑنے کی سختی کو برداشت کرتا ہے اور قرآن مجید کے فرمان کے مطابق خداوند عالم کی صلوات ورحمت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

"وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ"۔ [۱]

اور ہم یقیناتمھیں تھوڑے خوف تھوڑی بھوک اور اموال، نفوس اور ثمرات کی کمی سے آزمائیں گے اور اے پیغمبر آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیدیں۔ جو مصیبت پڑنے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی بارگاہ میں واپس جانے والے ہیں۔ کہ ان کے لئے پروردگار کی طرف صلوات اور رحمت ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

"...وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ ۚ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ"۔ [۲]

اور ملائکہ ان کے پاس ہر دروازے سے حاضری دیں گے۔ کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو کہ تم نے صبر کیا ہے اور اب آخرت کا گھر تمہاری بہترین منزل ہے۔

"مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ"۔ [۳]

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب خرچ ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے اور ہمیقینا صبر

---

[۱] سورۂ بقرہ آیت155-157

[۲] سورۂ رعد آیت23-24

[۳] سورۂ نحل آیت96

کرنے والوں کوان کے اعمال سے بہتر جزا عطا کریں گے۔

"أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا..." [1]

یہی وہ لوگ ہیں جن کو دھری جزا دی جائے گی چونکہ انھوں نے صبر کیا ہے۔۔۔۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ وَمَا أُعْطِي عَبْدٌ عَطاءً هُوَ خَيْرٌ وَأَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ. [2]

جو شخص صبر سے کام لے تو خداوندعالم اس کو صبر کی توفیق عطا کرتا ہے، اور جو شخص عفت و پارسائی کو اپناتا ہے تو خداوندعالم اس کو پارسائی تک پہنچا دیتا ہے اور جو شخص خداوندعالم سے بے نیازی طلب کرتا ہے تو خداوندعالم اس کو بے نیاز بنادیا ہے، لیکن بندہ کو صبر سے بہتر اور وسیع تر کوئی چیز عطا نہیں ہوتی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْحَقُّ ثَقِيلٌ، وَقَدْ يُخَفِّفُهُ اللهُ عَلَىٰ أَقْوامٍ طَلَبُوا الْعاقِبَةَ فَصَبَرُوا نُفُوسَهُمْ، وَوَثِقُوا بِصِدْقِ مَوْعُودِ اللهِ لِمَنْ صَبَرُوا، اِحْتَسِبْ فَكُنْ مِنْهُمْ وَاسْتَعِنْ بِاللهِ. [3]

حق کڑوا ہوتا ہے لیکن خداوندعالم اپنی عاقبت کے خواہاں لوگوں کے لئے شیرین بنادیتا ہے، جی ہاں، جولوگ صبر کے سلسلہ میں دیئے گئے وعدہ الٰہی کو سچ مانتے ہیں خدا ان کے لئے حق کو آسان کردیتا ہے، خدا کے لئے نیک کام انجام دو اور حقائق کا حساب کرو جس کے نتیجہ میں تم صبر کرو اور خدا سے مدد طلب کرو۔

نیز آپ کا ہی کا ارشاد ہے:

اِصْبِرْ عَلَىٰ مَرارَةِ الْحَقِّ، وَإِيّاكَ أَنْ تَنْخَدِعَ بِحَلاوَةِ الْباطِلِ. [4]

صبر کے کڑوے پن پر صبر کرو اور باطل کی شیرینی سے فریب نہ کھاؤ۔

ایک شخص نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے کسی مسئلہ کے بارے میں نظرخواہی کی تو امامؑ نے اس شخص کے نظریہ کے برخلاف اپنی رائے کا اظہار فرمایا، اور امام نے اس کے چہرے پر بے توجہی کے آثار دیکھے تو اس سے فرمایا: حق پر صبر کرو، بے شک کسی نے صبر نہیں کیا مگر یہ کہ خداوندعالم نے اس کے بدلے اس سے بہتر چیز عنایت فرمادی۔

---

[1] سورۂ قصص آیت 54

[2] کنزالعمال حدیث 6522

[3] نہج البلاغہ ص 699، نامہ 53؛ تحف العقول ص 142؛ بحارالانوار ج 74، ص 259، باب 10، حدیث 1

[4] غررالحکم: 70، الصبر علی الحق، حدیث 993

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

اَلْجَنَّةُ مَحْفُوفَةٌ بِالْمَكارِهِ وَالصَّبْرِ، فَمَنْ صَبَرَ عَلَى الْمَكارِهِ فِي الدُّنيا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ جَهَنَّمُ مَحْفُوفَةٌ بِاللَّذّاتِ وَالشَّهَواتِ، فَمَنْ اَعْطىٰ نَفْسَهُ لَذَّتَها وَشَهْوَتَها دَخَلَ النّارَ۔ [۱]

(جان لو کہ) جنت پر ناگواری اور صبر کا پہرہ ہے، جس شخص نے دنیا میں ناگواریوں پر صبر کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، اور جہنم پر خوشیوں اور حیوانی خواہشات کا پہرہ ہے چنانچہ جو شخص بھی لذات اور شھوات کے پیچھے گیا تو وہ جہنم میں داخل ہو جائے گ۔

نیز آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے:

اَلصَّبْرُ صَبْرانِ: صَبْرٌ عَلَى الْبَلاءِ حَسَنٌ جَميلٌ، وَأَفْضَلُ الصَّبْرَيْنِ الْوَرَعُ عَنِ الْمَحارِمِ۔ [۲]

صبر کی دو قسمیں ہیں: بلاء و مصیبت پر صبر جو بہتر اور زیبا ہے، لیکن دونوں قسموں میں بہترین صبر اپنے کو گناہوں سے محفوظ رکھنا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ تمام چیزوں میں صبر اس لئے ضروری ہے کہ انسان کا دین، ایمان، عمل اور اخلاق صحیح وسالم رہے، اور انسان کی عاقبت بخیر ہو جائے واقعاً انسان کے لئے کیا بہترین اور خوبصورت زینت ہے۔

گناہوں سے توبہ کرنے والے انسان کو چاہئے کہ مشق وتمرین کے ذریعہ اپنے کو صبر سے مزین کرلے، گناہوں سے پاک رہنے کی کوشش کرے تاکہ ہوائے نفس، شیطانی وسوسہ اور گناہوں کی آلودگی سے ہمیشہ کے لئے آسودہ خاطر رہے کیونکہ صبر کے بغیر توبہ برقرار نہیں رہ سکتی، اور اس کے سلسلہ میں رحمت خدا کا تداوم نہیں ہوتا۔

مال حلال

خداوند مہربان نے اپنی تمام مخلوق کی روزی اپنے اوپر واجب قرار دی ہے خداوند عالم کسی بھی مخلوق کی روزی کو نہیں بھولتا۔

انسان کی روزی پہنچانے کے بہت سے مخصوص طریقے ہیں: منجملہ: میراث، ھبہ، خزانہ مل جانا اور ان سب میں اہم حلال کاروبار ہے۔

حلال کاروبار جیسے زراعت، صنعت، بھیڑ بکریاں چرانا، دستی ہنر، تجارت اور محنت ومزدوری کرنا۔

---

[۱] کافی ج2، ص89، باب الصب، حدیث7؛ بحارالانوار ج68، ص72، باب 62، حدیث4

[۲] کافی ج2، ص91، باب الصبر، حدیث14؛ وسائل الشیعہ ج15، ص237، باب19، حدیث 20371

ناجائز طریقہ سے حاصل ہونے والا مال؛ حرام ہے اوراس سے فائدہ اٹھانا روز قیامت میں دردناک عذاب کا باعث ہے۔

چوری،غصب، رشوت، کم تولنا، غارت گری اور ظلم وستم کے ذریعہ کسی کے مال کو ہڑپ لینا ممنوع ہے اوران کاموں کا کرنے والا رحمت الٰھی سے محروم ہوجاتا ہے۔

قرآن مجید اوراحادیث معصومین علیہم السلام، حلال طریقہ سے مال حاصل کرنے کی تاکید کرتے ہیں، یہاں تک کہ قرآن مجید حکم دیتا ہے کہ پہلے حلال مال کھاؤ اس کے بعد عبادت خدا بجالاؤ:

"یَاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔۔۔"۔ [1]

اے میرے رسولو!تم پاکیزہ غذائیں کھاؤ اورنیک کام کرو۔۔۔۔

ام عبداللہ نے افطار کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک پیالہ دودھ بھجوایا تو آنحضرت نے دودھ لانے والے سے فرمایا: اس دودھ کو لے جاؤ اوراس سے معلوم کرو کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ وہ واپس گیا اورآ کر عرض کیا: یہ دودھ گوسفند کا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا: گوسفند کہاں سے آیا ہے: چنانچہ پیغام آیا: اس کو میں نے اپنے مال سے خریدا ہے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ دودھ نوش فرمایا۔

دوسرے روز ام عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتی ہیں: کل میں نے آپ کے لئے دودھ بھیجا لیکن آپ نے واپس کردیا اورسوال وجواب کے بعد نوش فرمایا، مسئلہ کیا تھا؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے پہلے تمام انبیاءکو حکم دیا گیا ہے کہ صرف پاک اورحلال چیزیں کھائیں اورصرف عمل صالح انجام دو۔ [2]

قرآن مجید نے روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کو حکم دیا کہ پاکیزہ اورحلال رزق کھاؤ اورروزی حاصل کرنے کے لئے شیطان کی پیروی نہ کرو، کیونکہ شیطان ان کو برائی، گناہ اورخدا پر تہمت لگانے کا حکم دیتا ہے۔

"یَاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔ اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ"۔ [3]

اے انسانو! زمین میں جو کچھ بھی حلال وطیب ہے اسے استعمال کرو اور شیطانی اقدامات کا اتباع نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ بس تمہیں بد عملی اور بدکاری کا حکم دیتا ہے اوراس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ خدا کے خلاف جہالت کی باتیں کرتے رہو۔

---

[1] سورۂ مؤمنون آیت 51

[2] الدرالمنثور ج5، ص10

[3] سورۂ بقرہ آیت 168-169

اہل ایمان کو چاہئے کہ مال حاصل کرنے کے لئے اندازہ سے کام لیں، حلال خدا پر قناعت کریں، دوسروں کے مال پر آنکھیں نہ جمائیں، اور اپنے دل وجان سے اس اہم حقیقت پر توجہ رکھیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا ہے:

حُرْمَةُ مالِ الْمُسْلِمِ كَدَمِهِ۔ [1]

مسلمان کا مال اس کے خون کی طرح محترم ہے۔

یعنی جس طرح سے ایک مومن کی جان اور اس کی زندگی کی حفاظت کے لئے کوشش کرتے ہو اسی طرح اس کے مال کی حفاظت کے لئے بھی کوشش کرو، کیونکہ کسی مومن کے مال کو ناحق غارت کرنا اس کا ناحق خون بھانے کی طرح ہے۔

حلال روزی حاصل کرنا اور خداوند عالم کی عطا کردہ روزی پر قناعت کرنا، معنوی زیبائیوں میں سے ہے، بلکہ زیبائی اور نیکیوں سے آراستہ ہونے کے اصول میں سے ہے۔

ہر ایک توبہ کرنے والے پر یہ چیز فوراً واجب اور ضروری ہے کہ وہ اپنے مال کی اصلاح کرے، یعنی اگر کسی دوسرے کا حق اس پر ہے تو اپنی خوشی سے اسے الگ کرکے مالک تک پہنچادے اور زندگی بھر یہ دھیان رکھے کہ صرف حلال لقمہ کھائے، اور حرام مال سے اجتناب کرے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

مَنْ اَكَلَ لُقْمَةً مِنْ حَرامٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاةٌ اَرْبَعِينَ لَيلَةً۔ [2]

جو شخص ایک لقمہ حرام کھائے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے:

اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ الْجَنَّةَ جَسَداً غُذِيَ بِحَرامٍ۔ [3]

خداوند عالم نے حرام غذا کھانے والوں کے بدن پر جنت کو حرام قرار دیا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عجیب حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:

تَرْكُ لُقْمَةِ حَرامٍ اَحَبُّ اِلَى اللهِ مِنْ صَلاةِ اَلْفَي رَكْعَةٍ تَطَوُّعٍ۔ [4]

ایک حرام لقمہ سے اجتناب کرنا خدا کے نزدیک مستحبی دو ہزار رکعت نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

---

[1] تفسیر معین ص25

[2] کنز العمال: 9266

[3] کنز العمال: 9261؛ تفسیر معین ص26

[4] تفسیر معین ص26

تقویٰ

اپنے کو گناہوں اور معصیتوں سے محفوظ رکھنا اور ہلاک کنندہ آفات و بلاؤں سے حفظ کرنا ایک ایسی حقیقت ہے جس کو قرآن کریم اور دینی تعلیمات نے تقویٰ کے عنوان سے یاد کیا ہے۔

تقویٰ اس حالت کا نام ہے جو گناہوں سے اجتناب اور عبادت خدا سے حاصل ہوتی ہے اور تقویٰ دینی اقدار و معنوی زیبائی میں ایک خاص عظمت رکھتا ہے۔

صرف متقی افراد ہی میں ہدایت الٰہی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور جنت بھی صرف اور صرف اہل تقویٰ کے لئے آمادہ کی گئی ہے:

"ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ"۔ [۱]

یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ صاحبان تقویٰ اور پرہیزگار لوگوں کے لئے مجسم ہدایت ہے۔

"وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ"۔ [۲]

اور جس دن جنت پرھیزگاروں سے قریب تر کردی جائے گی۔

"۔۔۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"۔ [۳]

۔۔۔ اور اللہ سے ڈرو شاید تم کامیاب ہوجاؤ۔

"۔۔۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ"۔ [۴]

۔۔۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ سمجھ لو کہ خدا پرھیزگاروں ہی کے ساتھ ہے۔

"۔۔۔ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾"۔ [۵]

۔۔۔ بے شک خدا متقین کو دوست رکھتا ہے۔

"۔۔۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ"۔ [۶]

---

[۱] سورۂ بقرہ آیت 2

[۲] سورۂ شعراء آیت 90

[۳] سورۂ بقرہ آیت 189

[۴] سورۂ بقرہ آیت 194

[۵] سورۂ آل عمران 76

[۶] سورۂ آل عمران 123

۔۔۔لٰہذا اللہ سے ڈرو شاید تم شکر گذار بن جاؤ۔

"۔۔۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ"۔ [۱]

۔۔۔اور اللہ سے ڈرو کہ وہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

"۔۔۔لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ"۔ [۲]

۔۔۔ان کے نیک کام اور متقی افراد کے لئے نھایت درجہ اجر عظیم ہے۔

"۔۔۔إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ"۔ [۳]

۔۔۔خدا صرف صاحبان تقویٰ کے اعمال قبول کرتا ہے۔

"وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ۔۔۔"۔ [۴]

اور صاحبان تقویٰ پر ان کے حساب کی ذمہ داری نہیں ہے۔۔۔۔

"۔۔۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ"۔ [۵]

۔۔۔اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ شاید تم پر رحم کیا جائے۔

"۔۔۔وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ"۔ [۶]

۔۔۔تو اللہ صاحبان تقویٰ کا سرپرست ہے۔

"۔۔۔إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ۔۔۔"۔ [۷]

۔۔۔تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔۔۔۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اہل تقویٰ کے کچھ نشانیاں بیان کی ہیں، منجملہ:

صداقت، ادائے امانت، وفائے عہد، عجز و بخل میں کمی، صلہ رحم، کمزوروں پر رحم، عورتوں سے کم موافقت کرنا، خوبی کرنا، اخلاق حسنہ، بردباری میں وسعت، اس علم پر عمل جس کے ذریعہ خدا کے قریب ہوجائے، اور اس کے بعد فرمایا: خوش نصیب ہیں یہ

---

[۱] سورۂ مائدہ آیت 4

[۲] سورۂ آل عمران 172

[۳] مائدہ آیت 27

[۴] سورۂ انعام آیت 69

[۵] سورۂ حجرات آیت 10

[۶] سورۂ جاثیہ آیت 19

[۷] سورۂ حجرات آیت 13

افراد، کیونکہ ان کی آخرت سعادت بخش نیک اور اچھی ہوگی۔ [1]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَوْ اَنَّ السَّماواتِ وَالْاَرْضَ کانَتا رَتْقاً عَلیٰ عَبْدٍ ثُمَّ اتَّقَی اللهَ لَجَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْهُما فَرَجاً وَمَخْرَجاً۔ [2]

اگر کسی بندہ پر زمین و آسمان کے دروازے بند ہوجائیں، لیکن اگر وہ بندہ تقویٰ الٰہی اختیار کرے تو خدا اس کے لئے زمین وآسمان کے دروازے کھول دیتا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خَصْلَةٌ مَنْ لَزِمَها اَطاعَتْهُ الدُّنْیا وَالْآخِرَةُ وَ رَبِحَ الْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ، قیلَ: وَما هِیَ یا رَسولَ اللهِ؟ قالَ: التَّقْویٰ، مَنْ اَرادَ اَنْ یَکونَ اَعَزَّ النّاسِ فَلْیَتَّقِ اللهِ۔ [3]

ایک خصلت جس شخص میں بھی پائی جائے دنیا و آخرت اس کی اطاعت کرنے لگیں، اور اس کو جنت میں مقام ملے، اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! وہ کونسی خصلت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تقویٰ، جو شخص لوگوں میں سب سے زیادہ قابل احترام ہونا چاہتا ہے، اسے خدا سے تقویٰ اختیار کرنا چاہئے۔

نیکی

قرآن مجید کے فرمان کے مطابق خدا، روز قیامت، ملائکہ، قرآن اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھنا، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، سفر میں بے خرچ ہونے والوں اور سائلین کی مالی مدد کرنا، نیز غلاموں کو آزاد کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، وفائے عہد، سختیوں، بیماریوں اور کارزار میں صبر کرنا، یہ سب نیکی اور تقویٰ کی نشانیاں ہیں۔ [4]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اِنَّ اَسْرَعَ الْخَیْرِ ثَواباً الْبِرُّ، وَاَسْرَعَ الشَّرِّ عِقاباً الْبَغْیُ۔ [5]

بیشک نیکی کا ثواب سب سے جلدی ملتا ہے اور سب سے جلدی عقاب خداوند عالم سے سرپیچی کا پھونچتا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیک افراد کی دس خصلتیں بیان کی ہے:

یُحِبُّ فِی اللهِ وَ یُبْغِضُ فِی اللهِ، وَیُصاحِبُ فِی اللهِ، وَیُفارِقُ فِی اللهِ، وَ یَغْضَبُ فِی اللهِ، وَیَرْضیٰ فِی اللهِ،

---

[1] تفسیر عیاشی ج2، ص213، حدیث50؛ بحار الانوار، ج67، ص282، باب56، حدیث2

[2] عدۃ الداعی ص305، فصل فی خواص متفرقۃ؛ بحار الانوار ج67، ص285، باب56، حدیث8

[3] کنز الفوائد ج2، ص10، فصل من کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؛ بحار الانوار ج67، ص285، باب56، حدیث7

[4] سورۂ بقرہ آیت177

[5] خصال ج1، ص110، حدیث81؛ ثواب الاعمال ص166؛ بحار الانوار ج72، ص273، باب70، حدیث1

وَيَعْمَلُ لِلّٰهِ، وَيَطْلُبُ إِلَيهِ، وَ يَخْشَعُ خَائِفاً مَخُوفاً طَاهِراً مُخْلِصاً مُسْتَحْيِياً مُرَاقِباً، وَيُحْسِنُ فِي اللهِ۔ [1]

کسی سے محبت کرے تو خدا کے لئے، دشمنی کرے تو خدا کے لئے، دوستی کرے تو خدا کے لئے، کسی سے دوری کرے تو خدا کے لئے، غصہ کرے تو خدا کے لئے، کسی سے راضی ہوتو خدا کے لئے، اعمال انجام دے تو خدا کے لئے، خدا سے محبت کرے، اس کے سامنے خشوع کرے اور خوف، طہارت، اخلاص، حیاء اور مراقبت کی حالت میں رہے، نیز خدا کے لئے نیکی کرے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نیکی کے راستے ہیں:

سَخَاءُ النَّفْسِ، وَطِيبُ الْكَلَامِ، وَالصَّبْرُ عَلَى الْأَذَىٰ۔ [2]

راہ خدا میں جان کی بازی لگا دینا، نیک گفتار اور لوگوں کی طرف سے دی جانے والی اذیتوں کے مقابلہ میں صبر کرنا۔

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

أَرْبَعٌ مِنْ كُنُوزِ الْبِرِّ: كِتْمَانُ الْحَاجَةِ، وَ كِتْمَانُ الصَّدَقَةِ، وَ كِتْمَانُ الْوَجَعِ، وَ كِتْمَانُ الْمُصِيبَةِ۔ [3]

نیکیوں کا خزانہ چار چیزیں ہیں: اپنی حاجت کو مخفی رکھنا، چھپا کر صدقہ دینا، اور مشکلات و پریشانیوں کو مخفی رکھنا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ حَسُنَ بِرُّهُ بِإِخْوَانِهِ وَأَهْلِهِ مُدَّ فِي عُمْرِهِ۔ [4]

جس نے اپنے (دینی) بھائیوں کے ساتھ نیکی کی خدا اس کی عمر طولانی کر دیتا ہے۔

غیرت

غیرت اور حمیت، اخلاق حسنہ میں سے ہیں، غیرت کی وجہ سے انسان کی ناموس اور اہل خانہ نامحرموں اور خائنوں کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔

غیرت، انبیاء اور اولیاء الٰہی کے برجستہ صفات میں سے ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

كَانَ إِبْرَاهِيمُ أَبِي غَيُوراً، وَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَأَرْغَمَ اللهُ أَنْفَ مَنْ لَا يَغَارُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ [5]

جناب ابراہیم کے باپ غیور اور صاحب حمیت تھے اور میں ان سے زیادہ غیرت رکھتا ہوں، جو مومن غیرت نہ رکھتا ہوتو

---

[1] تحف العقول ص 21؛ بحار الانوار ج 1، ص 121، باب 4، حدیث 11

[2] محاسن ج 1، ص 6، باب 1 حدیث 14؛ بحار الانوار ج 68، ص 89، باب 62، حدیث 41

[3] تحف العقول ص 295؛ بحار الانوار ج 75، ص 175، باب 22، حدیث 5

[4] تحف العقول ص 387؛ بحار الانوار ج 75، ص 302، باب 25، حدیث 1؛ مستدرک الوسائل ج 12، ص 421، باب 32، حدیث 14498

[5] من لا یحضرہ الفقیہ ج 3، ص 444، باب الغیرۃ، حدیث 4540؛ مکارم اخلاق ص 239؛ بحار الانوار ج 100، ص 248، باب 4، ص 33

خدا اس کو ذلیل کر دیتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اہل کوفہ کو نصیحت کرتے ہوتے بلند آواز میں فرماتے تھے:

أَمَا تَسْتَحْيُونَ وَلَا تَغَارُونَ؟ نِسَاؤُكُمْ يَخْرُجْنَ إِلَى الْأَسْوَاقِ يُزَاحِمْنَ الْعُلُوجَ. [1]

تمہاری حیا کہاں چلی گئی؟! کیا تمہیں غیرت نہیں آتی، تمہاری عورتیں بازاروں میں جاتی ہیں اور نامحرم اور بدمعاش لوگ ان کو پریشان کرتے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ الْجَنَّةَ لَيُوجَدُ رِيحُهَا مِنْ مَسِيرَةِ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ، وَلَا يَجِدُهَا عَاقٌّ وَلَا دَيُّوثٌ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الدَّيُّوثُ؟ قَالَ: الَّذِي تَزْنِي امْرَأَتُهُ وَهُوَ يَعْلَمُ بِهِ. [2]

بے شک جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی دوری سے محسوس کی جاسکتی ہے، لیکن ماں باپ کا عاق کیا ہوا اور دیوث جنت کی بو نہیں سونگ سکتے، سوال ہوا کہ یا رسول اللہ! دیوث کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: دیوث وہ شخص ہے جس کی بیوی زنا کرے اور وہ جانتا ہو لیکن بے توجہی سے کام لے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ غَيُورٌ، يُحِبُّ كُلَّ غَيُورٍ، وَمِنْ غَيْرَتِهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ ظَاهِرَهَا وَبَاطِنَهَا. [3]

بے شک خداوند عالم غیور ہے اور غیرت رکھنے والے ہر شخص کو دوست رکھتا ہے، اس کی غیرت یہ ہے کہ اس نے تمام ظاہری و باطنی گناہوں کو حرام قرار دیا ہے۔

عبرت

حوادث زمانہ سے عبرت حاصل کرنا، گزشتہ اور عصر حاضر کے لوگوں کے حالات سے پند حاصل کرنا عقلمندی کی نشانی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ..." [4]

یقیناً (قرآن میں بیان ہونے والے) ان واقعات میں صاحبان عقل کے لئے سامان عبرت ہے۔۔۔

قرآن مجید، صاحبان عقل و فہم، اہل فکر و بصیرت اور آخر کار تمام ہی انسان کو حکم دیتا ہے کہ رشد و کمال حاصل کرنے اور

---

[1] کافی ج5، ص537، باب الغیرۃ، حدیث6؛ وسائل الشیعہ ج20، ص235، باب132، حدیث25521

[2] من لایحضرہ الفقیہ ج3، ص444، باب الغیرۃ، حدیث4542؛ خصال ج1، ص37، حدیث15؛ بحارالانوار ج76، ص114، باب84، حدیث1

[3] وسایل الشیعہ ج20، ص153، باب77، حدیث25283

[4] سورۂ یوسف آیت111

پلیدی و برائی سے دوری کے لئے تمام چیزوں سے عبرت حاصل کرو:

"...فَاعْتَبِرُوْا يَاُولِي الْاَبْصَارِ"۔ [1]

...اے صاحبان نظر! عبرت حاصل کرو۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

اَفْضَلُ الْعَقْلِ الْاِعْتِبارُ، وَاَفْضَلُ الْحَزْمِ الْاِسْتِظْهارُ، وَاَكْبَرُ الْحُمْقِ الْاِغْتِرارُ۔ [2]

سب سے افضل عقل عبرت حاصل کرنے والی عقل ہے، بہترین دور اندیشی یہ ہے کہ انسان غور وفکر کے ساتھ کسی امر میں مداخلت کرے، اور سب سے بڑی حماقت دنیا سے دھوکہ کھانا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام جاهلوں، گناہگاروں، ستمگروں اور بدمعاشی کرنے والوں کو چیلنج فرماتے ہیں کہ گزشتہ لوگوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرو:

اِنَّ لَكُمْ فِي الْقُرونِ السّالِفَةِ لَعِبْرَةً، اَينَ الْعَمالِقَةُ وَاَبْناءُ الْعِمالِقَةِ؟ اَينَ الْفَراعِنَةُ وَاَبْناءُ الْفِراعِنَةِ؟ اَينَ اَصْحابُ مَدائِنِ الرَّسِّ الَّذِينَ قَتَلُوا النَّبِيينَ، وَاَطْفَأُوا سُنَنَ الْمُرْسَلِينَ، وَاَحْيوا سُنَنَ الْجَبّارِينَ؟! [3]

تمہارے لئے گزشتہ قوموں میں عبرت کا سامان فراہم کیا گیا ہے، کہاں ہیں (شام وحجاز کے) عمالقہ اوران کی اولاد، کہاں ہیں (مصر کے) فراعنہ اوران کی اولاد؟ کہاں ہیں (آذربائیجان کے) اصحاب الرس؟ جنھوں نے انبیاء کوقتل کیا، اور مرسلین کی سنتوں کو خاموش کیا اور جباروں کی سنتوں کو زندہ کیا؟ کہاں گئے اور کیا ہوئے؟!

خیر

قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں دنیا وآخرت میں کام آنے والے مثبت اور مفید کاموں پر خیر کا اطلاق کیا گیا ہے۔

قرآن کی زبان میں خیر کے معنی ثواب آخرت، رحمت الٰهی، مال حلال، نماز جمعہ، آخرت، ایمان، نصیحت پر عمل کرنا، توبہ، تقویٰ اوران ہیں کی طرح دوسری چیزیں ہیں۔

یہ چیزیں انسان کے ظاہر وباطن کی اصلاح کے لئے بہترین راستے ہیں۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَرْبَعٌ مَنْ اُعْطِيهُنَّ فَقَدْ اُعْطِي خَيرَ الدُّنْيا وَالْآخِرَةِ: بَدَناً صابِراً، وَلِساناً ذاكِراً، وَقَلْباً شاكِراً،

---

[1] سورۂ حشر آیت 2

[2] غرر الحکم ص 52، افضل العقل وکمالہ، حدیث 374؛ تفسیر معین ص 545

[3] نہج البلاغہ: 415، خطبہ 181، الوصیة بالتقوی؛ بحار الانوار ج 34، ص 124، باب 31، شرح نہج البلاغہ ج 10، ص 92

وَزَوْجَةٌ صالِحَةٌ۔ [1]

جس شخص کو چار چیزیں مل جائیں اس کو دنیا وآخرت کا خیر مل جاتا ہے: جس کے بدن میں سختیوں اور بلاؤں پر صبر کرنے کی طاقت ہو، جو زبان ذکر خدا میں رطب اللسان رہے، جو دل، شکر خدا کرتا رہے اور مناسب اور شائستہ بیوی۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

جُمِعَ الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي ثَلاثِ خِصالٍ: اَلنَّظَرِ وَالسُّكوتِ وَالْكَلامِ، فَكُلُّ نَظَرٍ لَيسَ فِيهِ اعْتِبارٌ فَهُوَ سَهْوٌ، وَكُلُّ سُكوتٍ لَيسَ فِيهِ فِكْرٌ فَهُوَ غَفْلَةٌ، وَكُلُّ كَلامٍ لَيسَ فِيهِ ذِكْرٌ فَهُوَ لَغْوٌ۔ [2]

تمام نیکی اور خیر تین خصلتوں میں جمع ہیں: نگاہ، سکوت اور قول۔ جس نظر میں عبرت نہیں ہے وہ سھو ہے، جس سکوت اور خاموشی میں غور وفکر نہ ہو وہ غفلت ہے اور ہر وہ کلام جس میں ذکر (خدا) نہ ہو تو لغو وبے ہودہ ہے۔

تحصیل علم

علم، عالم اور متعلم کے سلسلہ میں قرآن مجید اور احادیث میں بہت زیادہ تاکید کی ہے۔

علم: چراغ راہ، حرارت عقل، بینائی وبصیرت، ارزش واقدار اور شرافت وکرامت ہے۔

دنیا اور آخرت میں اہل ایمان کے درجات بلند ہیں لیکن ان سے زیادہ بلند درجات مومن علماء کے ہیں۔

"۔۔۔يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔۔۔"۔ [3]

۔۔۔اور جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو اٹھ جاؤ کہ خدا صاحبان ایمان اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے۔۔۔۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّينِ، فَإِنَّ طَلَبَ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ۔ [4]

علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے، بے شک علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے:

طالِبُ الْعِلْمِ بَيْنَ الْجُهّالِ كَالْحَيِّ بَيْنَ الْأَمْواتِ۔ [5]

---

[1] جعفریات ص230؛ مستدرک الوسائل ج2، ص414، باب 64، حدیث 2338

[2] امالی صدوق ص27، مجلس 8، حدیث 2؛ تحف العقول ص215؛ بحار الانوار ج68، ص275، باب 78، حدیث 2

[3] سورۂ مجادلہ آیت 11

[4] روضۃ الواعظین ج1، ص11، باب الکلام فی ماھیۃ العلوم؛ مشکاۃ الانوار ص135، الفصل الثامن؛ بحار الانوار ج1، ص180، باب 1، حدیث 65

[5] امالی طوسی ص577، مجلس 14، حدیث 1191؛ بحار الانوار ج1، ص181، باب 1، حدیث 71

طالب عالم جاھلوں کی نسبت مردوں کے درمیان زندہ کی طرح ہے۔

حضرت رسول خدا: صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم حاصل کرنے والوں کے لئے فرمایا:

إِذا جاءَ الْمَوْتُ لِطالِبِ الْعِلْمِ وَهُوَ عَلىٰ هٰذِهِ الْحالَةِ ماتَ وَهُوَ شَهِيدٌ۔ [۱]

جب تحصیل علم کے دوران کسی طالب علم کی موت آجائے تو وہ شہید ہوتا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک عجیب وغریب حدیث نقل ہوئی ہے:

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَهُوَ كَالصَّائِمِ نَهارُهُ، الْقائِمِ لَيلُهُ، وَإِنَّ باباً مِنَ الْعِلْمِ يَتَعَلَّمُهُ الرَّجُلُ خَيرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَبو قُبَيسٍ ذَهَباً فَأَنْفَقَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ۔ [۲]

علم حاصل کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو دن میں روزہ رکھے اور رات بھر عبادت کرے، بے شک انسان جب علم کا ایک باب حاصل کرلیتا ہے تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ ابوقبیس نامی پہاڑ کے برابر اس کو سونا مل جائے اور وہ راہ خدا میں خرچ کردے۔

نیز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كانَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ كانَتِ الْجَنَّةُ فِي طَلَبِهِ۔ [۳]

جو شخص علم کا طلب گار ہو تو جنت بھی اس کے طلبگار رہوتی ہے۔

توبہ کرنے والے کو اپنی حالت سنورانے کے لئے اس سے بہتر اور کیا راستہ ہوگا کہ نیکیوں اور برائیوں کو پہچانے اور احکام الٰہی کی معرفت حاصل کرکے ان پر عمل کرے؟

درج ذیل آیہ شریفہ کے پیش نظر انسان دینی معرفت کے بغیر کیا اخلاقی حقائق پر عمل کرسکتا ہے؟

"...ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ..."۔ [۴]

...اور اس کے بعد توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلے...

امید

امید ایک ایسی حقیقت اور حالت ہے کہ جس سے اہل ایمان خصوصاً گناہوں سے توبہ کرنے والوں کے دل میں خداوندعالم کی رحمت ومغفرت کی روشنی پیدا ہوتی ہے۔

---

[۱] ترغیب وترھیب ج1،ص97

[۲] منیۃ المرید ص100، فصل 2؛ بحارالانوار ج1،ص184، باب1، حدیث96

[۳] کنزالعمال ص28862

[۴] سورۂ انعام آیت54

جن لوگوں کا خدا اور آخرت پر یقین ہوتا ہے، اور اپنی استعداد کے مطابق واجبات پر عمل کرتے ہیں اور حرام چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور اپنے اندر غرور، خود پسندی اور انانیت کو جگہ نہیں دیتے، تو ان کو امید رکھنا چاہئے کہ خداوند عالم روز قیامت ان پر توجہ فرمائے گا، اور ان کی مدد کرے گا، اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے گا، ان لوگوں کو خدا کی طرف سے حاصل ہوئی توفیق کے ذریعہ اس عظیم سرمایہ کے باوجود مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہئے، اور یہ جاننا چاہئے کہ قرآن مجید نے ان کے ایمان و عمل صالح کی وجہ سے نجات کی سند دی ان کے نجات کی سند ان کے ایمان اور عمل کے ذریعہ قرآن مجید ہے۔

قرآن مجید نے بہت سی آیات میں عمل صالح اور اخلاق حسنہ رکھنے والے مومنین کو بہشت اور فوز عظیم کی بشارت دی ہے اور خدا کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوسکتا۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [1]

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور راہ خدا میں جہاد کیا وہ رحمت الٰھی کی امید رکھتے ہیں اور خدا بہت بخشنے والا ہے اور مہربان ہے۔

"وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔۔۔"۔ [2]

اے پیغمبر آپ ایمان رکھنے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کو بشارت دیدیں کہ ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔۔۔۔

قرآن مجید میں اس طرح کی بہت سی آیات موجود ہیں، لہٰذا ان تمام مستحکم و مضبوط سندوں کے باوجود کسی مومن کے لئے رحمت خدا سے مایوس ہوجانا سزاوار نہیں ہے، اور اسی طرح قطعی طور پر دی جانے والی بشارت میں شک کرنا بھی سزاوار نہیں ہے۔

جن لوگوں کی ایک مدت عمر گناہوں میں گزری ہے، جنھوں نے اپنے واجبات پر عمل نہیں کیا ہے ان کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ان پر رحمت خدا کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے، خداوند مہربان توبہ قبول کرتا ہے، اور اس حقیقت پر یقین ہونا چاہئے کہ خداوند عالم کی قدرت بے نھایت ہے اور بندوں کے گناہ اگرچہ تمام پہاڑوں، دریاؤں اور ریگزاروں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں ان تمام کو بخش دینا اس کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

"۔۔۔لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"۔ [3]

۔۔۔رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا، اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقینا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 218

[2] سورۂ بقرہ آیت 25

[3] سورۂ زمر آیت 53

توبہ کرنے والے کوتوبہ کے وقت خدا کی رحمت ومغفرت کا امیدوار رہنا چاہئے، کیونکہ رحمت ومغفرت سے مایوسی قرآن مجید کے فرمان کے مطابق کفر ہے۔ [۱]

توبہ کرنے والے کومعلوم ہونا چاہئے کہ اس کی حالت بیمار کا طرح ہے اوراس کی بیماری کے علاج کرنے والا طبیب خدا ہے اورکوئی ایسا مرض نہیں ہے جس کی شفاء خدا کے یہاں نہ ہو۔

رحمت ومغفرت سے مایوسی کے معنی یہ ہیں کہ (نعوذ باللہ) خدا بیمار کا علاج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

بہر حال رحمت خدا کی امید کو ایمان وعمل اور توبہ کا ثمرہ حساب کرے کیونکہ ایمان وعمل اور بغیر توبہ کی امید رکھنا ایک شیطانی صفت ہے جس کوقرآن مجید کی زبان میں امنیہ کہا جاتا ہے۔

"يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا"۔ [۲]

شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے اوران ہیں امیدیں دلاتا ہے اوروہ جو بھی وعدہ کرتا ہے وہ دھوکہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپ مجھے نصیحت فرمایئے، توآپ نے فرمایا:

لَا تَكُنْ مِمَّنْ يَرْجُوالْآخِرَةَ بِغَيْرِ الْعَمَلِ وَيَرَجِّي التَّوْبَةَ بِطولِ الْأَمَلِ، يقولُ فِي الدُّنْيا بِقَوْلِ الزّاهِدِينَ، وَيَعْمَلُ فِيهَا بِعَمَلِ الرّاغِبِينَ۔ [۳]

ان لوگوں میں نہ ہوجانا جوعمل کے بغیر آخرت کی امید رکھتے ہیں اورطولانی امیدوں کی بنا پرتوبہ کوٹال دیتے ہیں، دنیا میں زاہدوں جیسی باتیں کرتے ہیں اورراغبوں جیسا کام کرتے ہیں کچھ مل جاتا ہے توسیر نہیں ہوتے اورنہیں ملتا ہے توقناعت نہیں کرتے۔

نیز آپ ہی کا ارشاد ہے:

تمہاری امید رکھنے والی چیزیں ان چیزوں سے زیادہ ہوجن کی امید نہیں رکھتے، جناب موسیٰ بن عمران آگ کی چنگاری کی امید میں اپنے اہل وعیال کے پاس سے گئے، توکلیم اللہ کے مرتبہ پر فائز ہوگئے اورمنصب نبوت کے ساتھ واپس پلٹے، ملکہ سبا جناب سلیمان اوران کے ملک کودیکھنے کے لئے گئی لیکن جناب سلیمان کے ھاتھوں مسلمان ہوکر پلٹی، فرعون کے جادوگر فرعون سے عزت ومقام حاصل کرنے کے لئے گئے لیکن حقیقی مسلمان ہوکر واپس پلٹے۔ [۴]

---

[۱] سورۂ یوسف آیت 87

[۲] سورۂ نساء آیت 120

[۳] نہج البلاغہ ص795، حکمت 150؛ بحارالانوار ج69، ص199، باب 105، حدیث 30

[۴] عن صادق عن ابائه عن علي عليهم السلام قال: كن لما لا ترجو أرجى منك لما ترجو، فان موسى بن عمران عليه السلام خرج يقتبس لا هله نارا فكلمه الله عز وجل فرجع نبيا وخرجت ملكة سبأ فأسلمت مع سليمان عليه السلام وخرج سحرة فرعون يطلبون العزة لفرعون فرجعوا مؤمنين

من لا یحضرہ الفقیہ ج ۴، ص ۳۹۹، حدیث ۵۸۵۴؛ بحارالانوار ج ۶۸، ص ۱۳۴، باب ۶۳، حدیث ۹۔

چھٹے امامؑ فرماتے ہیں:

لَا يكُونُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِناً حَتّی يكُونَ خائِفاً راجِياً، وَلَا يكُونُ خائِفاً راجِياً حَتّی يكُونَ عامِلاً لِمٰا يخافُ وَيَرْجُو۔ [۱]

مومن اس وقت مومن بنتا ہے جبکہ خوف ورجاء (امید) کی حالت میں رہے، اور خوف ورجاء پیدا نہیں ہوتا مگر جب تک خوف وامید کے لحاظ سے عمل انجام نہ دیا جائے۔

عدالت

قرآن مجید اور احادیث میں بیان ہونے والے اہم مسائل میں سے عدالت بھی ہے، عدل، خداوند عالم کی صفت اور انبیاء واولیاء الٰہی کے خصائص میں سے ہے۔

عادل انسان؛ محبوب خدا، اہل نجات اور زندگی کے لئے پُرنور چراغ ہوتا ہے۔

عدل، اس حقیقت کا نام ہے کہ جس کو نظام کائنات کی وجہ کہا گیا ہے:

بِالْعَدْلِ قامَتِ السَّماواتُ وَالْاَرْضُ۔ [۲]

عدل کے ہی ذریعہ زمین وآسمان قائم ہیں۔

قرآن مجید نے عدالت کے سلسلہ میں بہت سی آیات میں گفتگو کی ہے، اور زندگی کے ہر موڑ پر تمام انسانوں کو عدالت سے کام لینے کا حکم دیا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى۔۔۔"۔ [۳]

بیشک اللہ عدل، احسان اور قرابتداروں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے۔۔۔۔

" اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔۔"۔ [۴]

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچا دو اور جب کوئی فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔۔۔۔

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا

---

[۱] کافی ج2ص71، باب الخوف الرجاء، حدیث11؛ بحار الانوار ج67، ص365، باب59، حدیث9

[۲] عوالی اللئالی ج4، ص102، حدیث150

[۳] سورۂ نحل آیت90

[۴] سورۂ نساء آیت58

تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی...". [1]

اے ایمان والو! خدا کے لئے قیام کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو، اور خبردار کسی قوم کی عداوت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ انصاف ترک کردو۔ انصاف کرو کہ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔۔۔۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

عَدۡلُ ساعَةٍ خَيۡرٌ مِنۡ عِبادَةِ سَبۡعينَ سَنَةً، قِيامٌ لَيۡلُها وَ صِيامٌ نَهارُها، وَجَوۡرُ ساعَةٍ فِي حُكۡمٍ اَشَدُّ عِنۡدَ اللهِ مِنۡ مَعاصِي سِتّينَ سَنَةً. [2]

ایک گھنٹہ عدالت سے کام لینا اس ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے جس میں رات بھر عبادت کی جائے اور دن کو روزہ رکھا جائے، اور ایک گھنٹہ ظلم کرنا خدا کے نزدیک ساٹھ سال کے گناہوں سے زیادہ بُرا ہے!

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

مَنۡ طابَقَ سِرُّهُ عَلانِيَتَهُ، وَوافَقَ فِعۡلُهُ مَقالَتَهُ، فَهُوَ الَّذِي اَدَّى الۡاَمانَةَ وَتَحَقَّقَتۡ عَدالَتُهُ. [3]

جس شخص کا ظاہر و باطن ایک ہو، اور اس کے قول و عمل میں مطابقت پائی جاتی ہو، ایسا ہی شخص امانت ادا کرنے والا ہے اور اس کی عدالت ثابت ہے۔

نیز آپ ہی کا فرمان ہے:

اَلۡعَدۡلُ اَساسٌ بِهِ قِوامُ الۡعالَمِ. [4]

عدالت اس پایہ کا نام ہے جس پر دنیا قائم ہے۔

ایک اور جگہ ہمارے مولا و آقا نے فرمایا:

اَلۡعَدۡلُ رَأۡسُ الۡاِيمانِ، وَجِماعُ الۡاِحۡسانِ، وَاَعۡلىٰ مَراتِبِ الۡاِيمانِ. [5]

عدالت سرچشمہ ایمان، جامع احسان اور ایمان کے بلند درجات میں سے ہے۔

قارئین کرام! گزشتہ صفحات کا خلاصہ یہ ہے: ایمان، نماز، انفاق، آخرت پر یقین، ماں باپ کے ساتھ نیکی، رشتہ داروں کے ساتھ احسان، یتیموں کے ساتھ نیک سلوک، مساکین کا خیال رکھنا، نیک گفتار اپنانا، اخلاص، صبر، مال حلال، تقویٰ، نیکی،

---

[1] سورۂ مائدہ آیت 8

[2] جامع الاخبار ص154، الفصل لسادس عشر؛ مشکاۃ الانوار ص316، الفصل الخامس فی الظلم والحرام؛ بحار الانوار ج72، ص352، باب 81، حدیث 61

[3] غرر الحکم ص211، حدیث 4069

[4] بحار الانوار ج75، ص83، باب 16، حدیث 87

[5] غرر الحکم ص446، مدح العقل، حدیث 10206؛ مستدرک الوسائل ج11، ص319، باب 37، حدیث 13146

غیرت، عبرت، خیر، تحصیل علم، امید اور عدالت کو اپنانا۔

یہ تمام چیزیں بہترین اعمال اور بہترین اخلاق ہیں جو معنوی زیبائیوں سے تعلق رکھتی ہیں، اور گناہوں سے توبہ کے بعد انسانی اصلاح کے بہترین اسباب ہیں۔ ان کے علاوہ نیت، نیکی، حریت، حکمت، قرض الحسنہ، محبت ومودت، انصاف، ولایت، صلح کرانا، وفائے عہد، عفوو بخشش، توکل، تواضع، صدق، خیر خواھی، الفت ومعاشرت، جھاد اکبر، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، زہد، شکر، ذمہ داری، سخاوت اور ان جیسی دوسری چیزیں اصلاح کے اسباب اور معنوی زیبائیوں میں سے ہیں کہ اگر گزشتہ آیات وروایات کی توضیح کے ساتھ بیان کیا جائے تو چند جلدیں کتاب ہوسکتی ہیں، لہٰذا ان چیزوں کی زیادہ تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوتے اپنے عزیز قارئین کو مفصل کتابوں کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں جیسے تفاسیر قرآن، اصول کافی، جامع السعادات، معراج السعادۃ، محجۃ البیضاء، عرفان اسلامی (12 جلدیں تالیف موئف کتاب ہذا) معانی الاخبار، خصال صدوق اور مواعظ العددیہ وغیرہ۔

سیئات اور برائیاں

سیئات اور برائیاں یا گناہان کبیرہ وصغیرہ یا فحشاء ومنکر اس قدر زیادہ ہیں کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں ان کا بیان کرنا اس کتاب کی گنجائش سے باہر ہے۔

کتاب کے اس حصہ میں گزشتہ کی طرح کہ جہاں پر حسنات، نیکی اور معنوی زیبائیوں کی طرف بطور نمونہ توجہ دلائی ہے یہاں پر بھی نمونہ کے طور پر چند مسائل کو بیان کرتے ہیں جن کی تفصیل آپ تفصیلی کتابوں میں ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

معنوی زیبائیوں سے مزین ہونے اور معنوی برائیوں سے دوری اختیار کرنے سے انسان ایک کامل اور رشید موجود میں تبدیل ہوجاتا ہے اور دنیا وآخرت کی سعادت اس کے قدم چومتی ہوئی نظر آتی ہے۔

معنوی زیبائیوں کے ذریعہ رحمت حق نازل ہوتی ہے اور انسان رضوان الٰہی میں داخل ہوجاتا ہے، اسی طرح برائیوں کے انجام دینے سے خداوندعالم ناراض ہوتا ہے جس سے انسان کی شخصیت تباہ وبرباد ہوجاتی ہے، اور ان ہیں کی وجہ سے انسان روز قیامت میں دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔

قرآن مجید کے فرمان کے مطابق روز قیامت حسنات اور نیکیوں کا بدلہ جنت الفردوس ہوگی، اور برائیوں کے بدلے جہنم میں دردناک عذاب ہوگا، دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ حسنات اور نیکیوں کے ذریعہ جنت کی عمارت تعمیر ہوتی ہے اور برائیوں کے ذریعہ جہنم کا کنواں کھودا جاتا ہے۔

آئیں اور اس عمر جیسی فرصت کو غنیمت شمار کریں اور اس اپنی زندگی میں نیکیوں سے مزین ہوں اور برائیوں سے دوری کریں تاکہ ہمیشہ کے عذاب سے محفوظ اور جنت میں خداوندعالم کے دسترخوان سے فیضیاب ہوسکیں۔

جھوٹ

جھوٹ بولنا، بہت ہی ناپسند کام اور شیطانی صفت ہے۔

قرآن مجید کی بہت سی آیات میں جھوٹ کو گناھان کبیرہ میں شمار کیا ہے اور جھوٹ بولنے والے کو مستحق لعنت قرار دیا ہے، اور جھوٹے اور جھٹلانے والوں کو دردناک عذاب کا وعدہ دیا گیا ہے۔

قرآن مجید نے نجران کے عیسائیوں کو جھوٹوں کے عنوان سے یاد کیا اور لعنت خدا کا مستحق قرار دیا ہے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحث وگفتگو کے لئے مدینہ میں آئے تھے، اورآخر کار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مباھلہ ہونا طے پایا۔

جی ہاں، جھوٹ کا گناہ اس قدر سنگین ہے کہ انسان کو لعنت خدا کا مستحق بنا دیتا ہے۔

"۔۔۔ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ"۔ [1]

اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔

خداوند عالم نے قرآن مجید میں جھوٹ اور جھوٹے کو منافقین کے کی صفت سے یاد کیا ہے جو کہ دوزبان رکھتے (یہاں کچھ کہتے ہیں اور منافقین کے ساتھ بیٹھ کر کچھ اور باتیں کرتے ہیں) اور خود خداوند عالم ان کی جھوٹے ہونے کی گواہی دیتا ہے:

"۔۔۔وَاللهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ"۔ [2]

۔۔۔اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دعوی میں جھوٹے ہیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

كَبُرَتْ خِيانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخاكَ حَدِيثاً هُوَلَكَ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ بِهِ كاذِبٌ۔ [3]

اپنے دینی بھائی کے ساتھ سب سے بڑی خیانت اس سے جھوٹ بولنا ہے جبکہ وہ تمہیں سچا مانتا ہو۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

تَحَفَّظُوا مِنَ الْكِذْبِ، فَاِنَّهُ مِن اَدْنَى الْأَخْلاقِ قَدْراً، وَهُوَ نَوْعٌ مِنَ الْفُحْشِ وَضَرْبٌ مِنَ الدَّناءَةِ۔ [4]

اپنے کو جھوٹ سے بچاؤ کیونکہ یہ سب سے پست اخلاقی مرتبہ ہے، جھوٹ ایک برا عمل اور ذلت کی ایک قسم ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

[1] سورۂ آل عمران آیت 61

[2] سورۂ منافقون آیت 1

[3] مجموعہ ورام ج1، ص114، باب الکذب؛ الترغیب ج3، ص596

[4] تحف العقول ص224؛ مشکاۃ الانوار ص180، الفصل الرابع والعشرون فی محاسن الافعال؛ بحار الانوار ج75، ص64، باب16، حدیث157

اَعْظَمُ الْخَطَايَا اللِّسَانُ الْكَذُوبُ۔ [۱]

زبان کی سب سے بڑی خطا جھوٹ کا اپنی حد سے گزر جانا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ كِذْبَةً تَبَاعَدَ الْمَلَكُ مِنْهُ مَسِيرَةَ مِيلٍ مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهِ۔ [۲]

جب انسان ایک جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کی بُری بو کی وجہ سے فرشتہ ایک میل دور ہوجاتا ہے!۔

حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ لِلشَّرِّ اَقْفَالاً وَجَعَلَ مَفَاتِيحَ تِلْكَ الْاَقْفَالِ الشَّرَابَ، وَالْكِذْبُ شَرٌّ مِنَ الشَّرَابِ۔ [۳]

خداوند عالم نے بُرائیوں کے کچھ تالے مقرر کئے ہیں اور ان تالوں کی کنجی شراب ہے اور جھوٹ شراب سے بھی بدتر ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اَلْكِذْبُ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ النِّفَاقِ۔ [۴]

جھوٹ، نفاق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

تہمت

واقعاً کتنی بُری بات ہے کہ انسان کسی پاکدامن مرد یا عورت کو لوگوں کے درمیان ذلیل ورسوا کرے، کتنا بُرا عمل ہے کہ انسان کسی کے سر ایسا گناہ تھوپے جس سے اس کا دامن پاک ہو، اور کس قدر ناپسند ہے کہ انسان ہوا وہوس اور بے ہودہ چیزوں کی بنا پر کسی محترم انسان کو ذلیل ورسوا کرے۔

کسی بے گناہ پر تہمت لگانا، اور پاکدامن انسان کو متہم کرنا بدترین کام ہے۔

"وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَاِثْمًا مُبِينًا"۔ [۵]

اور جو شخص بھی کوئی غلطی یا گناہ کرکے دوسرے بے گناہ کے سر ڈال دیتا ہے وہ بہت بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا ذمہ دار

---

[۱] مستدرک الوسائل ج9، ص85، باب 120، حدیث 10283؛ محجۃ البیضاء ج5، ص243، کتاب آفات اللسان

[۲] شرح نہج البلاغہ ج6، ص357، فصل فی ذم الکذب

[۳] کافی ج2، ص338، باب الکذب، حدیث3؛ بحار الانوار ج69، ص236، باب 114، حدیث3

[۴] مجموعہ ورام ج1، ص113، باب الکذب

[۵] سورۂ نساء آیت 112

ہوتا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ بَهَتَ مُؤْمِناً أَوْ مُؤْمِنَةً قَالَ فِيهِ مَا لَيْسَ فِيهِ أَقَامَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى تَلٍّ مِنْ نَارٍ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَهُ فِيهِ۔ [۱]

جو شخص کسی مومن پر تہمت لگائے یا اس کے بارے میں وہ چیز کہے جو اس میں نہ پائی جاتی ہو، تو ایسے شخص کو خداوند عالم آگ کی ایک بلندی پر کھڑا کرے گا تا کہ وہ اپنے مومن بھائی کی شان میں کہی جانے والی بات کو ثابت کرے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

مَنْ بَاهَتَ مُؤْمِناً أَوْ مُؤْمِنَةً بِمَا لَيْسَ فِيهِمَا، حَبَسَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي طِينَةِ خَبَالٍ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ۔ قُلْتُ: وَمَا طِينَةُ خَبَالٍ؟ قَالَ: صَدِيدٌ يَخْرُجُ مِنْ فُرُوجِ الْمُومِسَاتِ- يَعْنِي الزَّوَانِي۔ [۲]

جو شخص کسی مرد مومن یا مومنہ پر تہمت لگائے اور ان کے بارے میں ایسی بات کہے جو ان میں نہ پائی جاتی ہو، تو خداوند عالم اس کو روز قیامت خبال کی طینت میں مقید کر دے گا تا کہ وہ اپنے کہے کو ثابت کرے،

راوی کہتا ہے: میں نے حضرت سے سوال کیا: طینت خبال کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ خون اور گندگی جو زنا کرنے والوں کی شرمگاہ سے نکلتی ہے!۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْبُهْتَانُ عَلَى الْبَرِيءِ أَثْقَلُ مِنَ الْجِبَالِ الرَّاسِيَاتِ۔ [۳]

کسی پاکدامن مومن پر تہمت لگانا مستحکم ترین پہاڑوں سے بھی زیادہ سنگین و بھاری ہے۔

غیبت

دوسروں کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا پست ترین اور بری صفت ہے۔

جو صفات انسان میں پائے جاتے ہیں لیکن وہ ان کو دوسروں کے سامنے بیان ہونے پر ناراض ہوتا ہو تو اس کو غیبت کہتے ہیں۔

قرآن مجید نے تمام لوگوں کو غیبت سے منع کیا ہے، اور اس کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر شمار کیا ہے:

---

[۱] عیون اخبار الرضا ج2، ص33، باب 31، حدیث 63؛ بحار الانوار ج72، ص194، باب 62، حدیث 5

[۲] معانی الاخبار ص163، باب معنی طینة خبال، حدیث 1؛ بحار الانوار ج72، ص194، باب 62، حدیث 6

[۳] خصال ج2، ص348، حدیث 21؛ بحار الانوار ج75، ص447، باب 33، حدیث 7

"۔۔۔ وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ط اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِہْتُمُوْہُ ط وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔۔۔"۔ [۱]

۔۔۔دوسرے کی غیبت بھی نہ کرو کہ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے یقینا تم اسے بُرا سمجھو گے، تو اللہ سے ڈرو۔۔۔۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا:

یا اباذَرٍّ، اِیاكَ وَالْغیبَۃ۔ فَاِنَّ الْغیبَۃَ اَشَدُّ مِنَ الزِّنا۔ قُلْتُ یا رَسُولَ اللہِ! وَمَا الْغیبَۃُ قالَ: ذِکْرُكَ اَخاكَ بِما یکْرَہُ۔ قُلْتُ: یا رَسُولَ اللہِ! فَاِنْ کانَ فِیہِ ذاكَ الَّذِی یذْکَرُ بِہِ؟ قالَ: اِعْلَمْ اِنَّكَ اِذا ذَکَرْتَہُ بِما لَیسَ فِیہِ بَہَتَّہُ۔ [۲]

اے ابوذر! غیبت سے پرہیز کرو، بے شک غیبت زنا سے بدتر ہے، میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: غیبت کیا ہے؟ تو آنحضرت نے فرمایا: اپنے دینی بھائی کی شان میں ناپسندیدہ الفاظ کہنا۔ میں نے کہا: اس کی پیٹھ پیچھے ایسی بات کہنا جو اس میں پائی جاتی ہو؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: جان لو کہ اگر اس کے بارے میں وہ چیز کھو جو اس میں نہیں پائی جاتی تو وہ تہمت ہے۔

نہ صرف یہ کہ غیبت کرنا حرام ہے بلکہ غیبت کا سننا بھی حرام اور گناہ ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

اَلسّامِعُ لِلْغیبَۃِ کَالْمُغْتابِ۔ [۳]

غیبت کا سننے والا (بھی) غیبت کرنے والے کی طرح ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنِ اغْتیبَ عِنْدَہُ اَخُوہُ الْمُسْلِمُ فَاسْتَطاعَ نَصْرَہُ وَلَمْ ینْصُرْہُ خَذَلَہُ اللہُ فِی الدُّنْیا وَالْآخِرَۃِ۔ [۴]

اگر کوئی شخص کسی کے سامنے اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرے اور وہ اس کا دفاع کرسکتا ہو لیکن دفاع نہ کرے تو خداوند عالم اس کو دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کردے گ۔

استہزاء اور مسخرہ کرنا

دوسرے لوگوں کو ذلیل کرنا اوران کی تحقیر کرنا بہت بُرا کام اور عظیم گناہ ہے۔

---

[۱] سورۂ حجرات آیت 12

[۲] امالی شیخ طوسی ص 537، مجلس یوم الجمعۃ، حدیث 1162؛ بحارالانوار ج74، ص91، باب 4، حدیث 3

[۳] غررالحکم ص 221، سامع الغیبۃ، حدیث 4443؛ تفسیر معین ص 102

[۴] من لایحضر لفقیہ ج ۴، ص ۳۷۲، باب النوادر، حدیث ۵۷۶۲؛ وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۹۱، باب ۱۵۲، حدیث ۱۶۳۳۲۔

کسی انسان کا مسخرہ اور اس کو ذلیل نہ کیا کرو چونکہ اس کا اولیائے خدا اور اس کے خاص بندوں میں سے ہونے کا امکان ہے۔

قرآن مجید نے شدت کے ساتھ ایک دوسرے کا مذاق اڑانے اور مسخرہ کرنے سے منع کیا ہے اور کسی کو ذلیل کرنے کی بھی اجازت نہیں دی ہے۔

" يَاأَيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَيَسْخَرْ قَومٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيرًا مِنْهم وَلاَنِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيرًا مِنْهُن ۔۔۔"۔ [۱]

ایمان والو! خبردار کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے کہ شاید وہ اس سے بہتر ہو اور عورتوں کی بھی کوئی جماعت دوسری جماعت کا مسخرہ نہ کرے شاید وہی عورتیں ان سے بہتر ہوں۔۔۔۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کا مسخرہ کرنے والوں اور مومنین کو ذلیل کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

اِنَّ الْمُسْتَهْزِئِينَ يفْتَحُ لِاَحَدِهِمْ بَابُ الْجَنَّةِ فَيقَالُ:هَلُمَّ، فَيجِیءُ بِكَرْبِهِ وَغَمِّهِ، فَاِذَا جَاءَ اُغْلِقَ دُونَهُ۔ [۲]

مسخرہ کرنے والوں کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: جنت کی طرف آگے بڑھو، جیسے ہی وہ لوگ اپنے غم وغصہ کے عالم میں بہشت کے دروازہ کی طرف بڑھیں گے تو وہ فوراً بند ہوجائے گ۔

جی ہاں، مومنین کا مسخرہ کرنے والوں کا روز قیامت مسخرہ کیا جائے گا اور مومنین کو ذلیل کرنے والوں کو ذلیل کیا جائے گا تاکہ اپنے برے اعمال کا مزہ چکھ سکیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَاتُحْقِرَنَّ اَحداً مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَاِنَّ صَغِيرَهُمْ عِنْدَاللهِ كَبِيرٌ۔ [۳]

کسی بھی مسلمان کا مسخرہ نہ کرو، بے شک ایک چھوٹا مسلمان بھی خدا کے نزدیک بزرگ ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

حَسْبُ ابْنِ آدَمَ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔ [۴]

انسان کی بدی اور شر کے لئے بس یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا مذاق اڑائے۔

---

[۱] سورۂ حجرات آیت 11

[۲] کنزالعمال ص8328

[۳] مجموعہ ورام ج1، ص31، باب الرسوم فی معاشرۃ الناس

[۴] مجموعہ ورام ج2 ص121

جھوٹی قسم کھانا

بعض لوگ اپنے مادی اور خیالی مقاصد تک پہنچنے کے لئے جھوٹی قسم کھاتے ہیں اور خدا کی ذات اقدس کی بے احترامی کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ"۔ [1]

خبردار خدا کو اپنے قسموں کا نشانہ نہ بناؤ کہ قسموں کو نیکی کرنے، تقویٰ اختیار کرنے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے میں مانع بنادو اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علی علیہ السلام سے فرمایا:

لَا تَحْلِفْ بِاللّٰهِ كَاذِباً وَلَا صَادِقاً مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ وَلَا تَجْعَلِ اللّٰهَ عُرْضَةً لِيَمِينِكَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْحَمُ وَلَا يَرْعىٰ مَنْ حَلَفَ بِاسْمِهِ كَاذِب۔ [2]

خداوند عالم کی جھوٹی قسم نہ کھاؤ، اور ضرورت کے بغیر سچی قسم سے بھی اجتناب کرو، خداوند عالم کو اپنی قسم کا ہدف نہ بناؤ، کیونکہ جو شخص خداوند عالم کے نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے خدا اس کو اپنی رحمت سے محروم کردیتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ عَلىٰ يَمِينٍ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ كَاذِبٌ فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ۔ [3]

جو شخص خدا کی قسم کھائے اور جانتا ہو کہ اس کی قسم جھوٹی ہے تو گویا ایسا شخص خداوند عالم سے جنگ کے لئے آمادہ ہے۔

حرام شھوت

انسان جو کچھ بھی اپنے شکم، جنسی لذت اور خیالی لذت کے لئے چاہتا ہے اور وہ رضائے الٰہی کے خلاف ہو تو اس کو حرام شہوت کہا جاتا ہے۔

انسان کو یاد خدا، قیامت پر توجہ رکھنا چاہئے اور انجام گناہ پیش کے نظر اپنے نفس کو ہوا و ہوس اور حرام شھوتوں سے محفوظ رکھنا چاہئے کیونکہ ان چیزوں سے محفوظ رہنے کی جزا جنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 224

[2] تحف العقول ص 13؛ بحار الانوار ج 74، ص 68، باب 3، حدیث 6

[3] کافی ج 7، ص 435، باب الیمین الکاذبۃ، حدیث 1؛ بحار الانوار ج 101، ص 209، باب 1، حدیث 15

"وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى"۔ [1]

اورجس نے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری کا خوف پیدا کیا ہے اوراپنے نفس کو خواہشات سے روکا ہے۔تو جنت اس کا ٹھکانا اور مرکز ہے۔

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

طوبىٰ لِمَنْ تَرَكَ شَهْوَةً حَاضِرَةً لِمَوْعِدٍ لَمْ يَرَهُ۔ [2]

خوش نصیب ہے وہ شخص جو موجودہ لذت کو نہ دیکھے ہوتے وعدہ (جنت) کی وجہ سے ترک کردے!

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

ثَلاثٌ اَخافُهُنَّ بَعْدِي عَلٰى اُمَّتِي: الضَّلالَةُ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ، وَمَضَلّاتُ الْفِتَنِ، وَشَهْوَةُ الْبَطْنِ وَالْفَرْجِ۔ [3]

میں اپنے بعد اپنی امت کے لئے تین چیزوں سے ڈرتا ہوں: معرفت کے بعد گمراہی، گمراہ کرنے والے فتنے، اور شکم و جنسی شھوات۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

عَبْدُ الشَّهْوَةِ اَذَلُّ مِنْ عَبْدِ الرِّقِّ۔ [4]

شہوت کی غلامی، دوسروں کی غلامی سے زیادہ ذلیل ورسوا کرنے والی ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَقُّ ثَقيلٌ مَرٌّ، وَالْباطِلُ خَفيفٌ حُلْوٌ، وَرُبَّ شَهْوَةِ ساعَةٍ تُورِثُ حُزْناً طَوِيلاً۔ [5]

حق ثقیل اور کڑوا ہے اور باطل سبک اور شیرین ہے، بعض اوقات ایک گھڑی کی شہوت سے بہت زیادہ حزن وملال پیدا ہوجاتا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ عَرَضَتْ لَهُ فاحِشَةٌ اَوْ شَهْوَةٌ فَاجْتَنَبَها مِنْ مَخافَةِ اللهِ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ النّارَ، وَآمَنَهُ مِنَ

---

[1] سورۂ نازعات آیت 40-41

[2] خصال ج1،ص2 حدیث 2؛ امالی مفید ص51 مجلس6، حدیث11؛ وسائل الشیعہ ج15،ص210، باب9، حدیث 20299

[3] کافی ج2،ص79، باب العفۃ، حدیث6؛ وسائل الشیعہ ج15،ص249، باب22، حدیث 20417

[4] غرر الحکم ص304، فی الشھوات ذل ورق، حدیث 6965

[5] مکارم الاخلاق ص465، الفصل الخامس؛ بحار الانوار ج74،ص84، باب4، حدیث3

الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ۔ [1]

جس شخص کے لئے گناہ یا لذت کا راستہ ہموار ہو لیکن وہ خوف خدا کی بنا پر اس سے پرہیز کرے تو خداوند عالم اس پر آتش جہنم کو حرام کر دیتا ہے، اور روز قیامت کے عظیم خوف و وحشت سے امان عطا کر دیتا ہے۔

ظلم و ستم

ظلم و ستم اور حقوق الناس پر تجاوز کرنا، دوسروں کو اپنے حقوق تک پہنچنے میں مانع ہونا، یا مومنین کے دلوں میں ناحق اعمال اور بری باتوں کا ڈالنا، قانون شکنی، بدعت گزاری، حقوق کا پامال کرنا، بدمعاشی کرنا وغیرہ یہ سب ظلم و ستم کے مصادیق ہیں۔

قرآن مجید نے ظلم و ستم کرنے والوں کو ہدایت کے قابل نہیں سمجھا ہے۔

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ"۔ [2]

اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹا الزام لگائے جب کہ اسے اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو اور اللہ کبھی ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

قرآن مجید نے ظلم و ستم کو ہلاکت و نابودی کا سبب قرار دیا ہے، اور ظلم و ستم کرنے والے معاشرہ کو بلاء و حوادث کا مستحق قرار دیا ہے۔

"وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ"۔ [3]

اور جب ہمارے نمائندہ فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے اور انھوں نے یہ خبر سنائی کہ ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس بستی کے لوگ بڑے ظالم ہیں۔

قرآن مجید نے ظلم و ستم کرنے والوں کو شفاعت سے محروم قرار دیا ہے اور یہ لوگ قیامت میں بے کسی اور تنہائی کے عالم میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے:

"وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ"۔ [4]

---

[1] من لایحضرہ الفقیہ ج4، ص13، باب ذکر جمل من مناھی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث 4968؛ بحار الانوار ج67، ص378، باب 59، حدیث 25

[2] سورۂ صف آیت 7

[3] سورۂ عنکبوت آیت 31

[4] سورۂ غافر آیت 18

اور پیغمبران ہیں آنے والے دن کے عذاب سے ڈرایئے جب دم گھٹ گھٹ کر دل منہ کے قریب آجائیں گے اور ظالمین کے لئے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ شفاعت کرنے والا جس کی بات سن لی جائے۔

قرآن مجید نے ظلم وستم کرنے والوں کو ہمیشہ کے لئے مستحق عذاب قرار دیا ہے اور ان کے تابع افراد کے لئے آتش جہنم میں جگہ معین کی ہے:

"۔۔۔وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۚ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ"۔ [۱]

''اور پیغمبر انہیں آنے والے دن کے عذاب سے ڈرایئے جب دم گھٹ گھٹ کر دل منہ کے قریب اا٘جائیں گے اور ظالمین کے لئے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ شفاعت کرنے والا جس کی بات سن لی جائے''

قرآن مجید نے ظلم وستم کرنے والوں ہمیشہ کے لئے مستحق عذاب قرار دیا ہے اور ان کے تابع افراد کے لئے آتش جہنم مین جگہ معین کی ہے:

اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾

''گھاٹے والے وہی افراد ہیں جنھوں نے اپنے نفس اور اہل کو قیامت کے دن گھاٹے میں مبتلا کردیا ہے، آگاہ ہوجاؤ کہ ظالموں کو بہرحال دائمی عذاب میں رہنا پڑے گا''۔

آخرکار قرآن مجید نے یہ اعلان کیا ہے کہ خداوندعالم ظالمین کو دوست نہیں رکھتا، اور یہ بات معلوم ہے کہ جس گروہ سے خداوندعالم محبت نہ کرتا ہو تو ایسے لوگ دنیا وآخرت کی بلاؤں میں گرفتار ہوتے ہیں!

"۔۔۔اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ"۔ [۲]

۔۔۔وہ یقینا ظالموں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

بَينَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ سَبْعُ عِقابٍ اَهْوَنُهَا الْمَوْتُ۔ وَقالَ اَنَسٌ: قُلْتُ: يا رَسولَ اللهِ! فَمَا اَصْعَبُها؟ قالَ: اَلْوُقوفُ بَينَ يدَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ اِذْ تَعَلَّقَ الْمَظْلومُونَ بِالظّالِمينَ۔ [۳]

جنت وجہنم کے درمیان سات خطرناک مقام ہیں، جن میں سب سے آسان تر موت کا وقت ہے، انس کہتے ہیں: میں

---

[۱] سورۂ شوریٰ آیت 45

[۲] سورۂ شوریٰ آیت 40

[۳] کنز العمال ص 8862

نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: ان میں سے سخت ترین کونسا مقام ہے؟ تو آنحضرت نے فرمایا: بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہونا کہ جب مظلومین، ظالموں سے اپنے حق لینے کے لئے قیام کریں گے۔

ایک حدیث قدسی میں بیان ہوا ہے:

اِشْتَدَّ غَضَبِی عَلٰی مَنْ ظَلَمَ مَنْ لَا یَجِدُ نَاصِراً غَیْرِی۔ [۱]

میرا غیظ وغضب اس ظالم کی نسبت شدید تر ہے جو ایسے شخص پر ظلم وستم کرے جس کا میرے علاوہ کوئی ناصر ومددگار نہیں ہے۔

حضرت رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے:

اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّہُ ظُلُمَاتُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ [۲]

ظلم وستم سے پرہیز کرو کیونکہ روز قیامت، ظلم وستم کی تاریکی اور ظلمت نمایاں ہوگی۔

نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اَلْعَامِلُ بِالظُّلْمِ وَالْمُعِینُ عَلَیْہِ وَالرَّاضِی بِہٖ شُرَکَاءُ ثَلَاثَۃٌ۔ [۳]

ظلم کرنے والا، ظالم کی مدد کرنے والا اور ظلم پر راضی رہنے والا؛ ہر ایک ظلم میں شریک ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَاللّٰہِ لَوْ اُعْطِیتُ الْاَقَالِیمَ السَّبْعَۃَ بِمَا تَحْتَ اَفْلَاکِہَا عَلٰی اَنْ اَعْصِیَ اللّٰہَ فِی نَمْلَۃٍ اَسْلُبُہَا جُلْبَ شَعِیرَۃٍ مَا فَعَلْتُہُ۔ [۴]

خدا کی قسم، اگر ساتوں اقلیم اور جو کچھ افلاک کے نیچے ہے وہ سب مجھے دیا جائے تاکہ ایک چیونٹی کے منہ میں موجود چھلکا چھین لوں تو میں اس ظلم کا مرتکب نہیں ہوں گا!۔

غیظ وغضب

بلا وجہ غیظ وغضب سے کام لینا، بے جا غصہ ہونا یا اہل وعیال اور رشتہ داروں کی غلطی کی بنا پر یا دینی بھائیوں کی غفلت و جہالت کی وجہ سے غیظ وغضب اختیار کرنا واقعاً ایک شیطانی حالت، ابلیسی منصوبہ اور ناپسند عمل ہے۔

لہٰذا غیظ وغضب اور غصہ سے پرہیز کرنا ہر مسلمان کے لئے لازم وضروری ہے، کیونکہ انسان غیظ وغضب کے عالم میں بہت سے گناہوں کا مرتکب ہوجاتا ہے اور ممکن ہے کہ ایسے اعمال کا مرتکب ہوجائے جس کی تلافی ناممکن اور محال ہو۔

---

[۱] امالی طوسی ص405، مجلس 14، حدیث 908؛ وسائل الشیعہ ج16، ص50، باب 77، حدیث 20955؛ بحار الانوار ج72، ص311، باب 79، حدیث 12

[۲] کافی ج2، ص332، باب الظلم، حدیث 10؛ بحار الانوار ج72، ص330، حدیث 63۔ باب 79

[۳] خصال ج1، ص107، حدیث 72؛ تحف العقول ص216؛ بحار الانوار ج72، ص312، باب 79، حدیث 16

[۴] نہج البلاغہ ص494، خطبہ 215؛ مستدرک الوسائل ج13، ص211، باب 77، حدیث 15140

غیظ وغضب کو پی لینا اور لوگوں کے ساتھ عفو وبخشش سے کام لینا، ان کے ساتھ نیکی کرنا تقویٰ کی نشانی ہے جس سے خداوند عالم کے نزدیک محبوبیت پیدا ہوتی ہے۔

"۔۔۔وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ"۔ [1]

۔۔۔اور یہ لوگ غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْیَجْلِسْ، فَاِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَاِلاَّ فَلْیَضْطَجِعْ۔ [2]

جب تم میں سے کوئی شخص غصہ ہوجائے تو اگر وہ کھڑا ہوا ہے تو بیٹھ جائے، اور اگر بیٹھنے کی حالت میں غصہ ختم ہوجائے تو کیا کہنا ورنہ تو پہلو کے بل لیٹ جائے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین علیہ السلام سے سفارش فرماتے ہیں:

لَا تَغْضَبْ فَاِذَا غَضِبْتَ فَاقْعُدْ، وَ تَفَکَّرْ فِی قُدْرَةِ الرَّبِّ عَلَی الْعِبَادِ وَحِلْمِهِ عَنْهُمْ وَاِذَا قِیلَ لَكَ، اتَّقِ اللّٰهَ فَانْبِذْ غَضَبَكَ، وَارْجِعْ حِلْمَكَ۔ [3]

تم لوگ غصہ نہ کیا کرو، اگر غصہ ہوگئے تو بیٹھ جاؤ، اور بندوں کی نسبت خدا کی قدرت اس کے حلم کے بارے میں غور وفکر کرو، اور اگر اس حال میں تم سے کہا جائے: خدا کا لحاظ رکھو، تو تمہارا غیظ وغضب ختم ہوجائے، اور حلم وبردباری کی طرف پلٹ جاؤ۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

اِیَّاكَ وَالْغَضَبَ، فَاَوَّلُهُ جُنُونٌ، وَآخِرُهُ نَدَمٌ۔ [4]

غیظ وغضب اور غصہ سے پرہیز کرو کیونکہ اس کی ابتداء دیوانہ پن اور انجام پشیمانی ہوتی ہے۔

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ کَظَمَ غَیْظاً وَهُوَ یَقْدِرُ عَلَی اِمْضَائِهِ حَشَا اللّٰهُ قَلْبَهُ اَمْناً وَاِیمَان۔ [5]

جو شخص غیظ وغضب اور غصہ پر قابو پالے جب کہ غیظ وغضب سے کام لینے پر قدرت رکھتا تو خداوند عالم اس کے دل کو

---

[1] سورۂ آل عمران آیت 134

[2] الترغیب ج3، ص450

[3] تحف العقول ص13؛ بحار الانوار ج74، ص68، باب3، حدیث6

[4] غرر الحکم ص303، آثار اُخری للغضب، حدیث6898؛ مستدرک الوسائل ج12، ص12، باب53، حدیث13376

[5] کافی ج2، ص110، باب کظم الغیظ، حدیث7؛ بحار الانوار ج68، ص410، باب93، حدیث24

امن وایمان سے بھر دیتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلْغَضَبُ مِفْتاحُ كُلِّ شَرٍّ۔ [۱]

غیظ وغضب اور غصہ ہر فساد کی جڑ ہے۔

بغض وکینہ

بغض وکینہ رکھنا اور کسی سے شرعی دلیل کے بغیر دشمنی کرنا ممنوع اور حرام ہے۔

بغض وکینہ رکھنے والا اپنے کینہ کو ختم کرنے کے لئے مجبور ہے کہ ظلم وستم کا سہارا لے اور بعض گناہوں کو انجام دے۔

کینہ رکھنے والا دوسروں پر مہربانی نہیں کرتا، اسی وجہ سے قرآن مجید کی آیات اور احادیث معصومین علیہم السلام کی رو سے ایسا شخص دنیا و آخرت میں خدا کی رحمت اور اس کے لطف سے محروم رھتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلْحِقْدُ أَلْأَمُ الْعُيوبِ۔ [۲]

بغض وکینہ، ہر برائی کی جڑ ہے۔

نیز امامؑ ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْحِقْدُ مِنْ طَبايِعِ الْأَشْرارِ۔ [۳]

بغض وکینہ، شریر لوگوں کی فطرت ہوتی ہے۔

نیز آپ ہی کا فرمان ہے:

اَلْحِقْدُ نارٌ كامِنَةٌ لا يُطْفيها اِلّا مَوْتٌ اَوْ ظَفَرٌ۔ [۴]

بغض وکینہ ایک ایسی مخفی آگ ہے جو مرنے سے پہلے یا مدّمقابل پر کامیابی کے بغیر خاموش نہیں ہوتی۔

نیز یہ کلام بھی آپ سے منقول ہے:

اُحْصُدِ الشَّرَّ مِنْ صَدْرِ غَيْرِكَ بِقَلْعِهِ مِنْ صَدْرِكَ۔ [۵]

---

[۱] کافی ج2،ص303، باب الغضب، حدیث3؛ خصال ج1،ص7؛ حدیث22، بحارالانوار ج70،ص266، باب132، حدیث17

[۲] غررالحکم ص299، ذم الحقد، حدیث6763

[۳] غررالحکم ص299، ذم الحقد، حدیث6767

[۴] غررالحکم ص299، ذم الحقد، حدیث6766

[۵] نہج البلاغہ ص801، حکمت178؛ غررالحکم ص106، فی النہی عن الشر، حدیث1911

بغض وکینہ کو اپنے سینہ سے نکال کر دوسروں کے دلوں سے بھی ختم کردو۔

امامؑ نے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

سَبَبُ الْفِتَنِ الْحِقْدُ۔ [1]

بغض وکینہ، فتنہ وفساد کی جڑ ہے۔

نیز امامؑ نے فرمایا:

مَنِ اطَّرَحَ الْحِقْدَ اسْتَرَاحَ قَلْبُهُ وَلُبُّهُ۔ [2]

جو شخص بغض وکینہ کو اپنے دل سے نکال پھینکے تو اس کے دل ودماغ کو سکون ملتا ہے۔

ایک دوسری جگہ امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

لَيْسَ لِحَقُودٍ اِخْوَةٌ۔ [3]

کینہ کرنے والے کے لئے کوئی اخوت (بھائی چارگی) نہیں ہوتی۔

جیسا کہ ہم دعائے ندبہ میں پڑھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں نے جو مصائب آپ کے اہل بیت علیہم السلام پر ڈھائے، اور جتنے فتنہ وفساد برپا ہوتے اور دین ودنیا میں جو انحرافات ایجاد ہوتے کہ جن کی تلافی قیامت تک محال ہے، ان کی وجہ حاسدوں کے دل میں بغض وحسد تھا۔

بخل

بخل اس حالت کا نام ہے جو انسان کو مال، مقام اور عزت کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے مانع ہوتی ہے، انسان کو مشکلات میں گرفتار اور دردمندوں اور کمزوں کی مدد کرنے سے روکنے والی حالت کو بخل کہتے ہیں۔

بخل شیطانی حالت، ابلیسی اخلاق، ناپاک، شریر اور حاسدوں کے اوصاف میں سے ہے۔

بخل اور بخل کرنے والوں کی قرآن مجید نے شدت کے ساتھ مذمت کی ہے، اور روز قیامت بخل کرنے والوں پر دردناک عذاب کی خبر دی ہے۔

" وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَخَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَشَرٌّ لَّهُمْ ط

[1] غرر الحکم ص 299، بغض آثار الحقد، حدیث 6781

[2] غرر الحکم ص 299، ذم الحقد، حدیث 6774

[3] غرر الحکم ص 419، جملۃ من علائم شر الاخوان، حدیث 9602

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ...".[1]

اور خبر دار جو لوگ خدا کے دیئے ہوتے مال میں بخل کرتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہ سوچنا کہ اس بخل میں کچھ بھلائی ہے۔ یہ بہت بُرا ہے اور عنقریب جس مال میں بخل کیا ہے وہ روز قیامت ان کی گردن میں طوق بنا دیا جائے گا۔۔۔۔

"...وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ".[2]

۔۔۔اور جو لوگ سونے چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے، اے پیغمبر آپ ان ہیں دردناک عذاب کی بشارت دیدیں۔ جس دن وہ سونا چاندی آتش جہنم میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور پشت کو داغا جائے گا کہ یہی وہ ذخیرہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا اب اپنے خزانوں اور ذخیروں کا مزہ چکھو۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَقَلُّ النَّاسِ راحَةً الْبَخِيلُ.[3]

لوگوں کے درمیان بخیل سب زیادہ پریشان رہتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

اَلْبُخْلُ جامِعٌ لِمَساوِيءِ الْعُيوبِ، وَهُوَ زِمامٌ يقادُبِهِ اِلىٰ كُلِّ سُوءٍ.[4]

بخل کی وجہ سے تمام بُرائیاں جمع ہوجاتی ہیں، یہی وہ لگام ہے جس کے ذریعہ انسان کو ہر بُرائی کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلْبَخِيلُ مَنْ بَخِلَ بِمَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.[5]

بخیل وہ شخص ہے جو خدا کے واجب کردہ اعمال کو انجام دینے میں بخل سے کام لے۔

---

[1] سورۂ آل عمران آیت 180

[2] سورۂ توبہ آیت 34-35

[3] امالی صدوق ص20، مجلس 6، حدیث 4؛ بحار الانوار ج70، ص300، باب 136، حدیث 2

[4] نہج البلاغہ ص868، حکمت 378؛ بحار الانوار ج70، ص307، باب 136، حدیث 36

[5] کافی ج4، ص45، باب البخل والشح، حدیث 4؛ بحار الانوار ج93، ص16، باب 1، حدیث 36

احتکار (ذخیرہ اندوزی)

احتکار یعنی لوگوں کی ضروری چیزوں مخصوصاً غذائی سامان کو مہنگا بیچنے کی غرض سے جمع کرنا، یہ واقعاً ایک ظلم ہے خصوصاً معاشرہ کے غریب اور کمزور لوگوں پر بہت بڑا ستم ہے۔

احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرنے والا اپنی بے رحمی کی بنا پر اپنے آپ کو دنیا و آخرت میں رحمت خدا سے محروم کر لیتا ہے۔

احتکار (ذخیرہ اندوزی) کے ذریعہ حاصل کئے ہوتے مال کا بیچنا حرام اور ایسے پیسے کا کھانا قرآن مجید کی لحاظ سے قابل مذمت ہے۔

احتکار (ذخیرہ اندوزی) کے ذریعہ حاصل کئے ہوتے ناجائز مال کے سلسلہ میں قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

"وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا"۔ [1]

اور جو ایسا اقدام حدود سے تجاوز اور ظلم کے عنوان سے کرے گا ہم عنقریب اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور اللہ کے لئے یہ کام بہت آسان ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَمَعَ طَعاماً يَتَرَبَّصُ بِهِ الْغَلاءَ اَرْبَعِينَ يوماً فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللهِ وَبَرِئَ اللهُ مِنْهُ۔ [2]

جو شخص بازاری اجناس کو مہنگی ہونے کے لئے چالیس دن تک احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرے تو ایسا شخص خدا سے بیزار اور خدا بھی اس سے بیزار ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنِ احْتَكَرَ طَعاماً اَرْبَعِينَ يوماً وَ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ۔ [3]

جو شخص لوگوں کے کھانے پینے کی چیزوں کو چالیس دن تک احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرے اور پھر رہ خدا میں اس کو صدقہ دے دے، تو اس کا صدقہ قبول نہیں ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللهُ الْاِسْعارَ حَزِنَ، وَاِنْ اَغْلاَهَا اللهُ فَرِحَ۔ [4]

احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرنے والا بُرا آدمی ہے، اگر خداوند عالم اس مال کی قیمت کو کم کر دے تو غمگین ہو جاتا ہے اور

---

[1] سورۂ نساء آیت 30

[2] طب النبی ص 22؛ بحار الانوار ج 59، ص 292، باب 89

[3] کنز العمال ص 9720

[4] کنز العمال ص 9715

اگر مہنگا کردے تو خوش ہوجاتا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

یُحْشَرُ الْحَکَّارُونَ وَقَتَلَةُ الْاَنْفُسِ اِلٰی جَهَنَّمَ فِیْ دَرَجَةٍ۔ [1]

احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرنے والے اور لوگوں کا قتل کرنے والے، جہنم کے ایک درجہ میں رہیں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْاِحْتِکَارُ شِیْمُ الْاَشْرَارِ۔ [2]

احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرنا اشرار اور برے لوگوں کی عادت ہے۔

حبّ دنیا

دنیا کو معقول اور جائز حد تک چاہنا تا کہ انسان ایک پاک وسالم زندگی گزار سکے، تو یہ ایک پسندیدہ امر ہے۔

لیکن اگر انسان میں دنیا کی محبت حرص ولالچ اور ہوا وہوس کی بنا پر ہو اور انسان ہر طریقہ سے مال حاصل کرے، حرام طریقہ سے لذت کی آگ بجھائے تو ایسی دنیا کی محبت نامعقول اور نامشروع ہے جس سے انسان کی آخرت تباہ وبرباد ہوجاتی ہے اور ہمیشہ کے لئے لعنت وعذاب کا مستحق بن جاتا ہے۔

اگر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث معصومین علیہم السلام میں دنیا یا دنیا کی محبت کو مذمت کی ہے تو اس سے ناجائز اور نامشروع کاموں کے ذریعہ مال جمع کرنا اور حرام طریقہ سے جسمانی لذت حاصل کرنا مراد ہے، جو واقعاً ظلم وستم اور خیانت ہے۔

قرآن مجید میں دنیا کے بارے میں اس طرح کے مضامین بیان ہوتے ہیں کہ دنیا متاع غرور ہے، دنیاوی زندگی لھو لعب کے علاوہ کچھ نہیں ہے، دنیا کا مال قلیل ہے، دنیاوی زندگی کی زینت قابل توجہ نہیں ہے وغیرہ وغیرہ، یہ تمام چیزیں اس وقت کے لئے ہیں جب دنیا کی محبت حرص ولالچ اور جہل وغفلت کی بنا پر ہو۔

جی ہاں، دنیا کے چاہنے والے اور دنیا کے عاشق اس دنیا کے لالچ میں اپنی آخرت کو خراب کر لیتے ہیں، اور خدا کا قہر وغضب اور اس کی نفرت خرید لیتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے رضائے الٰہی اور جنت سے محروم ہوجاتے ہیں۔

انسان کا دل، عرش خدا اور حرم الٰہی ہوتا ہے اس کو دنیا کی محبت سے آلودہ ہونے سے محفوظ کیا جائے، کہ یہ محبت طمع ولالچ کا ثمرہ ہے۔

قرآن مجید اور احادیث معصومین علیہم السلام میں بیان شدہ صورت میں ہی دنیا سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

---

[1] کنز العمال ص9739

[2] تفسیر معین ص83

جائز طریقہ سے مال ودولت جمع کی جائے، اس کو زندگی سنوارنے اور راہ خدا میں خرچ کیا جائے۔

چنانچہ دنیا سے ایسا تعلق رکھنا، خداوند عالم پسند کرتا ہے جس سے انسان کی آخرت آباد ہوتی ہے، لیکن دنیا سے نامعقول محبت انسان کے لئے دنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی کا باعث ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُ ما سَكَنَ حُبُّ الدُّنيا قَلْبَ عَبْدٍ إِلّا الْتاطَ فِيها بِثَلاثٍ: شُغُلٍ لا يَنْفَدُ عناؤُهُ وَ فَقْرٍ لا يُدْرَكُ غِناهُ، وَأَمَلٍ لا ينالُ مُنْتَهاهُ۔ [۱]

جس شخص کے دل میں دنیا کی محبت پیدا ہوجاتی ہے وہ تین چیزوں میں مبتلا ہوجاتا ہے: ایسا کام جس کا رنج ختم نہ ہوتا ہو، ایسی غربت جو کبھی ختم نہ ہو، اور ایسی آرزو جو کبھی پوری نہ ہو۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حَرامٌ عَلىٰ كُلِّ قَلْبٍ يحِبُّ الدُّنْيا أَنْ يفارِقَهُ الطَّمَعُ۔ [۲]

جس دل میں دنیا کا عشق پیدا ہوجائے تو اس سے لالچ کبھی دور نہیں ہوسکتا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ أَحَبَّ الدُّنْيا جَمَعَ لِغَيْرِهِ۔ [۳]

دنیا کا عاشق دوسروں کے لئے مال ودولت جمع کرتا ہے۔

کیونکہ دنیا کے عشق کی وجہ سے وہ خرچ بھی نہیں کرتا، اور انسان کا کام صرف مال جمع کرنا، اور اس کو دوسروں کے لئے چھوڑ کر مرجانا ہے!

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

فَمَنْ أَحَبَّها أَوْرَثَتْهُ الْكِبْرَ، وَمَنِ اسْتَحْسَنَها أَوْرَثَتْهُ الْحِرْصَ، وَمَنْ طَلَبَها أَوْرَدَتْهُ الطَّمَعَ، وَمَنْ مَدَحَها أَكَبَّتْهُ الرِّياءُ، وَمَنْ أَرادَها مَكَّنَتْهُ مِنَ الْعُجْبِ، وَمَنِ اطْمَأَنَّ إِلَيها رَكَّبَتْهُ الْغَفْلَةَ۔ [۴]

دنیا کا عاشق ہونے والا شخص غرور وتکبر کا شکار ہوجاتا ہے، اور دنیا کو اچھا ماننے والا لالچ کا شکار ہوجاتا ہے، اور جو شخص دنیا کا طالب ہوجائے وہ طمع کا شکار ہوجاتا ہے، اور جس نے دنیا کی مدح کی وہ ریاکاری کا شکار ہوجاتا ہے، اور جو شخص دنیا سے محبت

---

[۱] أعلام الدین ص345، حدیث38؛ بحارالانوار ج74، ص190، باب7، حدیث38

[۲] مجموعہ ورام ج2، ص121

[۳] بحارالانوار ج75، ص11، تتمہ باب15، حدیث70

[۴] مصباح الشریعۃ ص139، الباب الخامس والستون فی صفت الدنیا؛ بحارالانوار ج70، ص105، باب122، حدیث101

کرے تو وہ خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے، اور جو شخص اس سے مطمئن ہو جائے وہ غفلت کا شکار ہو جاتا ہے۔

خیانت

لفظ خیانت، امانت کے مقابل اور خائن امین کے مقابلہ میں ہے، لہٰذا جو شخص امانات الٰہی اور دوسرے لوگوں کی امانتوں میں ناجائز تصرف کرے نیز اگر کوئی شخص کسی کو امین سمجھتا ہو اور وہ اس کے ساتھ خیانت کرے تو ایسے شخص کو خائن کہا جاتا ہے۔

خیانت بہت ہی ناپسند کام اور شیطانی صفت ہے نیز خیانت، بے دین اور کمزور عقائد رکھنے والوں کی خصوصیت ہے۔

قرآن کریم کی آیات میں خیانت کے بارے میں اشارہ ملتا ہے مثلاً: آنکھوں کی خیانت (نامحرم کو دیکھنا) خود اپنے ذات کے ساتھ خیانت کرنا، (اپنی انسانی شخصیت کو خراب کرنا، اور آخرت کو تباہ و برباد کرنا)، امانت میں خیانت (چاہے الٰہی امانات ہوں جیسے اعضاء و جوارح اور دل و جان کی استعداد اور قابلیت، یا دوسروں کے مال اور اسرار میں خیانت ہو) کاروباری مسائل میں خیانت وغیرہ، نیز قرآن مجید میں اعلان ہوا ہے کہ خداوند عالم خیانت کرنے والے اور ناشکرا انسان کو دوست نہیں رکھتا۔

"وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ"۔ [1]

اور اگر کسی قوم سے کسی خیانت یا بدعہدی کا خطرہ ہے تو آپ بھی ان کے عہد کی طرف پھینک دیں کہ اللہ خیانت کاروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

خداوند عالم چونکہ خیانت سے بہت زیادہ نفرت کرتا ہے اسی وجہ سے مومنین کو خدا و رسول اور امانات میں خیانت سے سخت منع فرماتا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ"۔ [2]

ایمان والو! خدا اور رسول اور اپنی امانتوں کے بارے میں خیانت نہ کرو جب کہ تم جانتے بھی ہو۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَانَ مُسْلِماً فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ۔ [3]

جو شخص کسی مسلمان کے مال یا اس کے اہل و عیال کے ساتھ خیانت کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِفْشَاءُ سِرِّ أَخِيكَ خِيَانَةٌ، فَاجْتَنِبْ ذٰلِكَ۔ [4]

---

[1] سورۂ انفال آیت 58

[2] سورۂ انفال آیت 27

[3] اختصاص، ص 248؛ بحار الانوار ج 72، ص 172، باب 58، حدیث 13

[4] مکارم الاخلاق ص 470، الفصل الخامس؛ بحار الانوار ج 74، ص 90، باب 4، حدیث 3؛ مستدرک الوسائل ج 8، ص 398، باب 59، حدیث 9790

کسی مسلمان برادر کے راز کو فاش کرنا خیانت ہے، لہٰذا اس سے اجتناب کرو۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

لَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ فَتَكُنْ مِثْلَهُ۔ [1]

جس شخص نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہے اس کے ساتھ خیانت نہ کرو، کیونکہ اگر تم نے خیانت کی تو تم بھی اسی کی طرح ہو جاؤ گے۔

نیز آپ ہی کا فرمان ہے:

چار چیزیں جس گھر میں بھی پائی جائیں وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے:

خیانت، چوری، شرابخوری اور زنا۔ [2]

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْمَكْرُ وَالْخَدِيعَةُ وَالْخِيَانَةُ فِي النَّارِ۔ [3]

فریب کاری (کرنے والا)، دھوکہ (دینے والا) اور خیانت (کرنے والا) آتش جہنم میں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلْخِيَانَةُ دَلِيلٌ عَلٰى قِلَّةِ الْوَرَعِ وَعَدَمِ الدِّيَانَةِ۔ [4]

خیانت کرنا، تقویٰ کی قلت اور دیانت نہ ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

يُجْبَلُ الْمُؤْمِنُ عَلٰى كُلِّ طَبِيعَةٍ إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكِذْبَ۔ [5]

مومن ہر فطرت پر پیدا ہو سکتا ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔

شرابخوری

اسلامی تعلیمات کے پیش نظر شراب بنانے والا اور شراب خوری کی بنیاد ڈالنے والا ابلیس ہوتا ہے۔

---

[1] جعفریات ص188، باب فی المعروف والصدقہ؛ مستدرک الوسائل ج15 ص183، باب 71، حدیث 17941

[2] عن الصادق جعفر بن محمد عن ابیه عن ابائه علیهم السلام قال: قال رسول الله ﷺ: اربع لا تدخل بیتا واحدة منهن الا خرب ولم یعمر بالبرکة. الخیانة والسرقة وشرب الخمر والزناء

[3] ثواب الاعمال ص271؛ جعفریات ص171، باب المکر والخیانۃ؛ مستدرک الوسائل ج9 ص80، باب 119، حدیث 10265

[4] غرر الحکم ص460، الخیانۃ، حدیث 10521؛ تفسیر معین ص96

[5] اختصاص ص231؛ بحار الانوار ج72 ص172، باب 58، حدیث 11

ہم نہیں سمجھتے کہ شراب خوری کا ضرر اور نقصان کسی پر مخفی ہو یہاں تک کہ شراب پینے والے پر بھی مخفی نہیں ہے۔

شراب اور ہر مست کرنے والی چیز انسانی عقل وقدرت تفکر پر ایک کاری ضرب لگاتی ہے، اور آہستہ آہستہ انسان نابود ہوجاتا ہے۔

خداوند عالم کی ہر نعمت جو بدن کو خدا کی عبادت اور بندگان خدا کی خدمت کے لئے عطا کی گئی ہے اس قدرت کو شراب یا دوسری مست کرنے والی چیز کے ذریعہ نابود کرنا بہت ہی ناپسند کام اور گناہ عظیم ہے۔

شراب بنانے کے لئے انگور، خرمہ اور دوسری چیزوں کو بیچنا حرام ہے اور ایک ناپسند امر ہے اور یہ خداوند عالم اور انسانیت کے ساتھ مقابلہ ہے۔

شراب بنانا، ادھر ادھر لے جانا، بیچنے میں واسطہ بننا، شراب کے کارخانہ میں کام کرنا اور شراب پینا یہ تمام چیزیں حرام اور موجب غضب الٰہی ہیں اور روز قیامت دردناک عذاب کا باعث ہیں۔

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ"۔ [1]

اے ایمان والو! شراب، جوا، بت، پانسہ یہ سب گندے شیطانی اعمال ہیں لہٰذا ان سے پرہیز کرو تاکہ کامیابی حاصل کر سکو۔ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے بارے میں تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کردے اور تمہیں یادِ خدا اور نماز سے روک دے تو کیا تم واقعاً رک جاؤ گے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

شَارِبُ الْخَمْرِ لَا تُصَدِّقُوْهُ اِذَا حَدَّثَ، وَلَا تُزَوِّجُوْهُ اِذَا خَطَبَ، وَلَا تَعُوْدُوْهُ اِذَا مَرِضَ وَلَا تَحْضُرُوْهُ اِذَا مَاتَ، وَلَا تَأْمَنُوْهُ عَلٰى اَمَانَةٍ۔ [2]

شراب پینے والے کی باتوں کی تصدیق نہ کرو، اور اس سے اپنی بیٹی کی شادی نہ کرو، جب بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت کے لئے نہ جاؤ، اور جب مرجائے تو اس کے جنازہ میں شریک نہ ہو اور اس کو دی ہوئی امانت پر مطمئن نہ ہو۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَخْرُجُ الْخَمَّارُ مِنْ قَبْرِهِ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ۔ [3]

---

[1] سورۂ مائدہ آیت 90-91

[2] وسائل الشیعہ ج25، ص312، باب 11، حدیث 31988؛ بحار الانوار ج76، ص127، باب 86، حدیث 7

[3] تفسیر معین ص123

جس وقت شراب پینے والا روز قیامت قبر سے باہر آئے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا: رحمت خدا سے مایوس۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْخَمْرُ اُمُّ الْفَواحِشِ، وَاَكْبَرُ الْكَبائِرِ۔ [۱]

شراب خوری تمام ہی گناھان کبیرہ کا سرچشمہ ہے۔

نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَعاصِرَ ها وَغارِسَها وَ شارِبَها وَساقِيَهاوَ بائِعَها وَمُشْتَرِيها وَآكِلَ ثَمَنِها وَحامِلَها وَالْمَحْمُولَةَ اِلَيهِ۔ [۲]

خداوندعالم شراب، شراب بنانے والے، شراب بننے والے درختوں کولگانے والے، شراب پینے والے، شراب پلانے والے، شراب خریدنے والے اور شراب بیچنے والے، اس کی تجارت سے حاصل کرنے والے، اس پیسہ کو لے جانے والے، اور (شراب) کو اٹھانے والے، سب پر خداوندعالم نے لعنت کی ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بہت اہم روایت میں فرماتے ہیں:

مَنْ كانَ يؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيومِ الْآخِرِ فَلاَ يجْلِسْ عَلىٰ مائِدَةٍ يشْرَبُ عَلَيها الْخَمْرُ۔ [۳]

جوشخص خدااور روز قیامت پرایمان رکھتا ہے تو اس کے لئے سزاوارنہیں ہے کہ شراب کے دسترخوان بیٹھے۔

مفضل کہتے ہیں: میں نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ خداوندعالم نے مست کرنے والی چیز کو کیوں حرام کیا ہے؟

تو امامؑ نے فرمایا: کیونکہ اس سے فتنہ وفساد اور نقصان ہوتا ہے، شراب خور کے بدن میں رعشہ پیدا ہوجاتا ہے، اس کے دل سے نور ختم ہوجاتا ہے، اس کی مروت ختم ہوجاتی ہے، گناہ کرنے پر جرأت پیدا ہوجاتی ہے، خونریزی کرتا ہے، زناکار ہوجاتا ہے، مستی کی حالت میں اپنے محرم پر تجاوز کرتا ہے، اور اپنی عقل کو گنوادیتا ہے اور اس کی برائیوں اور شر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔! [۴]

---

[۱] کنزالعمال ص13182

[۲] امالی صدوق ص424، مجلس 66، حدیث 1؛ بحارالانوار ج76، ص126، باب 86، حدیث 5

[۳] خصال ج1، ص163، حدیث 215؛ وسائل الشیعہ ج2، ص50، باب 16، حدیث 1450؛ بحارالانوار ج79، ص129

[۴] عن عبد الرحمن بن سالم عن المفضل قال: قلت لأبي عبد الله عليه السلام: لم حرم الله الخمر؟ قال: حرم الله الخمر لفعلها وفسادها لأن مدمن الخمر تورثه الارتعاش، وتذهب بنوره، وتهدم مروته، وتحمله على أن يجترئ على ارتكاب المحارم وسفك الدماء وركوب الزنا ولا يومن اذا سكر ان يثب على حرمه وهو لا يعقل ذلك، ولا يزيد شاربها الا كل شر

گالیاں اور نازیبا الفاظ

لوگوں کو نازیبا الفاظ کہنا اور گالیاں دینا بہت ہی زیادہ بُری بات ہے، جو اخلاق سے دوری کی نشانی ہے، نیز دینداری اور انسانی وقار کے برخلاف ہے۔

قرآن مجید نے مومنین کو سبّ وشتم اور گالیوں کی اجازت دشمنان خدا تک کے لئے نہیں دی ہے، نیز روایت و احادیث میں لوگوں کو حیوانات اور دوسری اشیاء کے بارے میں ناسزا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ..."۔ [1]

اور خبردار تم لوگ ان ہیں بُرا بھلا نہ کھو جن کو یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہیں کہ اس طرح یہ دشمنی میں بغیر سمجھے بوجھے خدا کو بُرا بھلا کہیں گے۔۔۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا النَّاسَ فَتَكْسِبُوا الْعَدَاوَةَ بَيْنَهُمْ۔ [2]

لوگوں کو گالیاں نہ دو، کیونکہ اس سے دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے:

سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ، وَاَكْلُ لَحْمِهِ مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ۔ [3]

مومن کو گالی دینا فسق ہے، اور اس کا قتل کفر ہے اور اس کی غیبت کرنا خدا کی معصیت ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الشَّيْطَانَ، وَتَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ شَرِّهِ۔ [4]

شیطان تک کو گالی نہ دو، صرف شیاطین کے شر سے خدا سے پناہ مانگو۔

نیز فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الرِّيَاحَ، فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ، وَلَا تَسُبُّوا الْجِبَالَ وَلَا السَّاعَاتِ وَلَا الْاَيَّامَ وَلَا اللَّيَالِي فَتَاْثَمُوْا

---

[1] سورۂ انعام آیت 108

[2] کافی ج 2، ص 360۔، باب السباب، حدیث 3؛ بحار الانوار ج 72، ص 163، باب 57، حدیث 34

[3] من لایحضرہ الفقیہ ج 4، ص 418، من الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث 5913؛ ثواب الاعمال ص 240؛ بحار الانوار ج 72، ص 148، باب 57، حدیث 6

[4] کنز العمال ص 2120

وَتَرْجِعُ اِلَیکُمْ۔ [1]

ہوا کو گالی نہ دو کیونکہ یہ خدا کی طرف سے ہے، پہاڑوں، وقت اور روز وشب کے بارے میں ناسزا نہ کھو، چونکہ یہ کام گناہ ہے، اور گناہوں کا نقصان خود تم کو پہنچے گا۔

اسراف (فضول خرچی)

کھانے پینے، لباس، معاشرت ومحبت، دنیاوی عشق اور بخشش وانفاق میں زیادہ روی کرنا اسراف کے مصادیق میں سے ہے، اور اسراف قرآن وحدیث کی نظر میں قابل مذمت اور بُرا عمل ہے۔

اسراف اس قدر بُرا کام ہے کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ اسراف کرنے والے کو خدا دوست نہیں رکھتا۔

"۔۔کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ"۔ [2]

۔۔۔کھاؤ پیؤ مگر اسراف نہ کرو کہ خدا اسراف کرنے والوں دوست نہیں رکھتا ہے۔

اسراف کرنے والا، فضول خرچی کرنے والا اور مال ودولت کو تباہ وبرباد کرنے والا؛ قرآن مجید کی نظر میں اسراف کرنے والا ہے اور اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں:

"اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا"۔ [3]

اسراف کرنے والے شیاطین کے بھائی بند ہیں اور شیطان تو اپنے پروردگار کا بہت بڑا انکار کرنے والا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ مِنَ السَّرَفِ اَنْ تَاْكُلَ كُلَّ مَا اشْتَهَيْتَ۔ [4]

جس ہر چیز کو دل چاہے ان کا کھانا اسراف ہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّ لِلسَّخاءِ مِقْداراً فَاِنْ زادَ عَلَيْهِ فَهُوَ سَرَفٌ۔ [5]

سخاوت کی بھی ایک حد ہے اگر انسان اس حد سے گزر جائے تو اسراف ہے۔

---

[1] علل الشرائع ج2، ص577، باب 383، حدیث 1؛ بحارالانوار ج57، ص9، باب 29، حدیث 8

[2] سورۂ اعراف آیت 31

[3] سورۂ اسراء آیت 27

[4] مجموعہ ورام ج2، ص229

[5] اعلام الدین ص313؛ بحارالانوار ج75، ص377، باب 29، حدیث 3

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَيحَ الْمُسْرِفِ، مَا اَبْعَدَهُ عَنْ صَلَاحِ نَفْسِهٖ وَاسْتِدْرَاكِ اَمْرِهٖ۔ [1]

افسوس ہے اسراف کرنے والے پر کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح کرنے اور اپنی زندگی کو درک کرنے سے کس قدر دور ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

لِلْمُسْرِفِ ثَلَاثُ عَلَامَاتٍ: يَشْتَرِى مَا لَيسَ لَهُ، وَيَلْبِسُ مَا لَيسَ لَهُ، وَيَأْكُلُ مَا لَيسَ لَهُ. [2]

اسراف کرنے والے کی تین نشانیاں ہیں: ایسی چیزیں خریدتا ہے، پہنتا ہے اور کھاتا ہے جو اس کی شان کے مطابق نہیں ہے۔

نیز امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْقَصْدَ اَمْرٌ يحِبُّهُ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ، وَاِنَّ السَّرَفَ يبْغِضُهُ اللّٰهُ، حَتّٰى طَرْحَكَ النَّوَاةَ، فَاِنَّهَا تَصْلُحُ لِشَىءٍ وَحَتّٰى صَبَّكَ فَضْلَ شَرَابِكَ۔ [3]

بے شک میانہ روی ایک ایسی حقیقت ہے جس کو خداوند عالم دوست رکھتا ہے اور اسراف کرنے والے کو دشمن رکھتا ہے، خرمہ کی بوئی جانے والی گٹھلی کو دور پھینک دینا اور اپنی ضرورت سے زیادہ پانی بھانا، اسراف اور فضول خرچی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَاِيَّاهُ وَالْفَسَادَ، فَاِنَّ اِعْطَائَكَ الْمَالَ فِى غَيرِ وَجْهِهٖ تَبْذِيرٌ وَاِسْرَافٌ وَهُوَ يرْفَعُ ذِكْرَ صَاحِبِهٖ فِى النَّاسِ، وَيضَعُهُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ [4]

جو شخص صاحب مال و دولت ہو اس کو فساد سے پرہیز کرنا چاہئے، بے شک اسراف و تبذیر یہ ہے کہ اپنے مال و دولت کو بلاوجہ صرف کرے، اس طرح خرچ کرنا صاحب مال کے نام کو مٹا دیتا ہے، اور ایسا کرنے والا انسان خدا کے نزدیک ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔

ملاوٹ اور دھوکہ بازی کرنا

کسی بھی کام میں دھوکہ بازی کرنا اور بیچنے والی چیزوں میں ملاوٹ کرنا مثلاً عیب دار چیز کو بے عیب بنا کر بیچنا وغیرہ، یا

---

[1] غرر الحکم ص359، الفصل الاول ذم الاسراف، حدیث 8132؛ تفسیر معین ص146

[2] خصال ج1، ص121، حدیث 113؛ بحار الانوار ج69، ص206، باب 106، حدیث 7

[3] کافی ج4، ص52، باب فضل القصد، حدیث 2؛ بحار الانوار ج68، ص346، باب 86، حدیث 10

[4] تحف العقول ص ۱۸۵؛ بحار الانوار ج ۷۵، ص ۹۶، باب ۱۷، حدیث ۲.

اسی طرح کے دوسرے کام غش اور دھوکہ بازی کے مصادیق ہیں۔

ملاوٹ اور دھوکہ بازی کے سلسلہ میں اقتصادی مسائل سے متعلق آیات میں قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے، اسی طرح احادیث میں بھی اس بُرے کام کے سلسلہ میں تفصیل کے ساتھ بیان ملتا ہے۔

بے شک قرآن مجید اور حدیث کی روشنی میں ملاوٹ ایک حرام کام اور لوگوں کے ساتھ خیانت ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ وَلاَ یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اِذا بَاعَ مِنْ اَخِیهِ بَیعاً فِیهِ عَیبٌ اَنْ لاَ یبَیِّنَهُ۔ [1]

مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں، ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے عیب دار مال کو فروخت کرتے وقت اس کے عیب کو نہ بیان کرے اور دوسرے مسلمان کو بیچ دے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَشَّ الْمُسْلِمِینَ حُشِرَ مَعَ الْیهُودِ یوْمَ الْقِیامَةِ،لاَ نَّهُمْ اَغَشُّ النّاسِ لِلْمُسْلِمِینَ۔ [2]

جو شخص مسلمانوں کے ساتھ ملاوٹ اور دھوکہ سے کام لے تو خداوند عالم اس کو روز قیامت یہودی محشور کرے گا کیونکہ دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ خیانت یہودی ہی کرتے ہیں۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ بَاعَ عَیباً لَمْ یبَیِّنْهُ لَمْ یزَلْ فِی مَقْتِ اللهِ،وَلَمْ تَزَلِ الْمَلاَئِکَةُ تَلْعَنُهُ۔ [3]

جو شخص کسی عیب دار چیز کو فروخت کرے لیکن اس کے عیب کو نہ بیان کرے تو ہمیشہ اس پر غضب پروردگار رہوتا رہتا ہے، اور فرشتے ہمیشہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ غَشَّ النّاسَ فِی دِینِهِمْ فَهُوَ مُعانِدٌ لِلّهِ وَ رَسُولِهِ۔ [4]

جو شخص اپنے مومن بھائی کے ساتھ ملاوٹ اور دھوکہ بازی سے کام لے تو ایسا شخص خدا اور رسول کا دشمن ہے۔

نیز حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

---

[1] تفسیر معین ص 374

[2] من لایحضرہ الفقیہ ج 3، ص 273، باب الاحسان وترک الغش فی البیع، حدیث 3987

[3] کنز العمال ص 9501

[4] غرر الحکم ص 86، الدین ھو الملاک، حدیث 1436

إِنَّ أَعْظَمَ الْخِيَانَةِ خِيَانَةُ الْأُمَّةِ، وَأَفْظَعَ الْغِشِّ غِشُّ الْأَئِمَّةِ۔ [۱]

بے شک سب سے بڑی خیانت؛ امت (مسلمہ) کے ساتھ خیانت کرنا ہے اور سب سے بڑی دھوکہ بازی (دینی) رہبروں کے ساتھ دھوکہ بازی ہے۔

ربا (سود)

لوگوں سے سود لینے کی غرض سے قرض دینا، یا کوئی پست چیز دے کر اچھی چیز لینے کی غرض سے معاملہ کرنا جیسے دس کیلو گھٹیا گیھوں، چاول یا خرما دے کر 8 کلو بہترین گیھوں، چاول یا خرما لینا، یہ بھی ربا، سود کے مصداق اور گناھان کبیرہ میں سے ہے، جس کے سلسلہ میں خداوند عالم نے قطعی عذاب کا وعدہ دیا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ..."۔ [۲]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم صاحبان ایمان ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خدا و رسول سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔۔۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

شَرُّ الْمَكَاسِبِ كَسْبُ الرِّبَا۔ [۳]

سب سے بُرا کسب معاش، سود کے ذریعہ کسب معاش ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ أَكَلَ الرِّبَا مَلَأَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بَطْنَهُ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ بِقَدْرِ مَا أَكَلَ، وَإِنِ اكْتَسَبَ مِنْهُ مَالاً لَا يَقْبَلِ اللَّهُ مِنْهُ شَيْئاً مِنْ عَمَلِهِ، وَلَمْ يَزَلْ فِي لَعْنَةِ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ مَا كَانَ عِنْدَهُ قِيرَاطٌ۔ [۴]

جو شخص جس قدر سود خوری کرتا ہے خداوند عالم اسی مقدار میں اس کے پیٹ کو آتش جہنم میں بھر دیتا ہے، اگر انسان رباخوری کے ذریعہ دولت کمائے تو خداوند عالم روز قیامت اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا، اور سود کا ایک پیسہ بھی اس کے پاس ہو تو خداوند عالم اور فرشتہ ہمیشہ اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

[۱] نہج البلاغہ ص605، نامہ 26؛ بحار الانوار ج33، ص528، باب 29، حدیث 719

[۲] سورۂ بقرہ آیت 278-279

[۳] من لایحضرہ الفقیہ ج4، ص377، من الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث 5775؛ وسائل الشیعہ ج18، ص122، باب 1، حدیث 23282

[۴] ثواب الاعمال ص285، عقاب مجمع عقوبات الاعمال؛ بحار الانوار ج73، ص364، باب 67، حدیث 30

دِرْهَمُ رِبًا أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ مِنْ سَبْعِينَ زَنْيَةً بِذَاتِ مَحْرَمٍ فِي بَيْتِ اللهِ الْحَرَامِ.[1]

سود کا ایک پیسہ خدا کے نزدیک اس سے کہیں زیادہ بُرا ہے کہ خانہ خدا میں اپنے محرم (ماں بہن) سے 70 بار زنا کیا ہو۔

نیز امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَعَنَ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ.[2]

خداوند عالم، سود لینے والے، سود دینے والے، سود کے معاملہ کو لکھنے والے اور اس معاملہ پر گواہ ہونے والے پر لعنت کرتا ہے۔

تباہی و ہلاکت کے اسباب

قرآن مجید نے بہت سی آیات میں گزشتہ امتوں کی ہلاکت وتباھی اور ان کے مختلف عذاب کے اسباب وعلل بیان کئے ہیں۔

اگر انسان قرآن مجید کی ان آیات پر غور وفکر کرے جو گزشتہ امتوں کے عذاب کی وجوہات بیان کرتی ہیں تو انسان میں نفسانی کمال پیدا ہوجائیں اور ہلاکت وتباہی سے دور ہوجائے۔

قرآن مجید نے درج ذیل عناوین کو گزشتہ امتوں کی ہلاکت اور ان کے عذاب کے اسباب بتایا ہے:

اپنے نفس پر ظلم، دوسروں پر ظلم، اسراف، حق کا انکار و کفر، فسق، طغیان، غفلت اور جرم۔[3]

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] عوالی اللئالی ج2، ص136، حدیث 374؛ بحار الانوار ج100، ص117، باب 5، حدیث 13

[2] من لا یحضرہ الفقیہ ج4، ص8 باب ذکر جمل من مناهی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث 4968؛ بحار الانوار ج100، ص116، باب 5، حدیث 8

[3] **عناوین کے لحاظ سے:**

"مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾" (آل عمران)

"وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَاۗءَتْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾" (سورۂ یونس)

"مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾" (سورۂ انبیاء)

"ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَاۗءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۹﴾" (سورۂ انبیاء)

"وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾" (سورۂ اسراء)

"فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾" (سورۂ حاقہ)

"ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾" (سورۂ انعام)

"اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾" (سورۂ دخان)

اَمَّا الْمُهْلِكَاتُ: فَشُحٌّ مُطَاعٌ، وَهَوىً مُتَّبَعٌ، وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ۔ [۱]

ہلاک کرنے والی چیزیں یہ ہے: ہمیشہ بخل کرنا، ہوائے نفس کی پیروی کرنا، اور انسان کی خودغرضی۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الدِّيْنَارَ وَالدِّرْهَمَ اَهْلَكَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَهُمَا مُهْلِكَاكُمْ۔ [۲]

بے شک درہم و دینار نے گزشتہ قوموں کو ہلاک کردیا اور یہی چیز تم لوگوں کو بھی ہلاک کرنے والی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

مَنِ اسْتَبَدَّ بِرَأْيِهِ هَلَكَ۔ [۳]

جو شخص اپنی رائے میں استبداد کرے اور قوانین الٰہی اور عاقل لوگوں سے مشورہ نہ کرے تو ہلاک ہوجائے گ۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

هَلَكَ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ قَدْرَهُ۔ [۴]

جو شخص اپنی قدر و منزلت نہ پہچانے اور اپنی موقعیت اور حالت سے آشنا نہ ہو وہ ہلاک ہوجاتا ہے۔

نیز امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

يُهْلِكُ اللهُ سِتّاً بِسِتٍّ: اَلْاُمَرَاءَ بِالْجَوْرِ، وَالْعَرَبَ بِالْعَصَبِيَّةِ، وَالدَّهَاقِيْنَ بِالْكِبْرِ، وَالتُّجَّارَ بِالْخِيَانَةِ، وَاَهْلَ الرُّسْتَاقِ بِالْجَهْلِ، وَالْفُقَهَاءَ بِالْحَسَدِ۔ [۵]

خداوند عالم نے چھ گروہوں کو چھ چیزوں کے ذریعہ ہلاک کیا: حکام کو ظلم و ستم کی وجہ سے، عرب کو تعصب کی وجہ سے، رؤسا کو تکبر کی وجہ سے، تاجروں کو خیانت کی وجہ سے، دیہاتیوں کو جہالت کی وجہ سے اور (علماء و) فقہاء کو حسد کی وجہ سے

تکبر

تکبر، شیطانی صفت، خدا کے مدمقابل قرار دینے والی وجہ اور لوگوں کو ذلیل و خوار سمجھنے والی شئے ہے۔

تکبر چاہے خدا، قرآن انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کی نسبت ہو یا دوسرے لوگوں کی نسبت ہو (جو شاید اس سے بہتر ہوں) تو تکبر کرنے والا شیطانی گروہ اور ابلیس کا ساتھی، خدا کی طرف سے ملعون اور اس کی رحمت سے محروم ہے۔

---

[۱] خصال ج1، ص84، حدیث12؛ بحار الانوار ج67، ص6، باب41، حدیث3

[۲] کافی ج2، ص316، باب حب الدنیا والحرص علیہا، حدیث6؛ مشکاۃ الانوار ص126، الفصل السادس فی الغنی والفقر

[۳] نہج البلاغہ ص799۔ حکمت 161

[۴] غرر الحکم ص233، عرفان القدر، حدیث 4677

[۵] کشف الغمہ ج2 ص206؛ بحار الانوار ج75، ص207، باب23، حدیث67

جیسا کہ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق [1] ابلیس اپنے تکبر اور غرور کی وجہ سے خدا کی بارگاہ سے نکال دیا گیا اور لعنت کا طوق ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی گردن میں ڈال دیا گیا، اسی طرح تکبر کرنے والا شخص اپنے تکبر و غرور کی وجہ سے انسانیت اور مقام آدمیت کو کھو بیٹھتا ہے۔

قرآن مجید نے تکبر کرنے والوں اور تکبر کی عادت رکھنے والوں کو روز قیامت کے دردناک عذاب کا مستحق قرار دیا ہے:

"۔۔۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا"۔ [2]

۔۔۔اور جن لوگوں نے انکار کیا اور تکبر سے کام لیا ہے ان پر دردناک عذاب کرے گا اور ان ہیں خدا کے علاوہ نہ کوئی سرپرست ملے گا اور نہ مددگار۔

قرآن مجید نے تکبر کرنے والوں کو خدا کی محبت سے خارج قرار دیتے ہوتے خدا کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے:

"۔۔۔اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ"۔ [3]

۔۔۔وہ مستکبرین کو ھرگز پسند نہیں کرتا ہے۔

روز قیامت تکبر کرنے والوں کو سختی کے ساتھ حکم دیا جائے کہ جہنم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ۔

"اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ"۔ [4]

اب جہنم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ اور اسی میں ہمیشہ رہو کہ اکڑنے والوں کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِجْتَنِبُوا الْكِبْرَ، فَاِنَّ الْعَبْدَ لَا يزالُ يتَكَبَّرُ حَتّٰى يقُولَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: اُكْتُبُوا عَبْدِي هٰذا فِي الْجَبَّارِينَ۔ [5]

تکبر سے اجتناب کرو، بے شک جب انسان ہمیشہ تکبر سے کام لیتا ہے تو خداوند عالم فرماتا ہے: میرے اس بندے کا نام جباروں میں لکھ دیا جائے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

[1] سورۂ اعراف آیت 13

[2] سورۂ نساء آیت 173

[3] سورۂ نحل آیت 23

[4] سورۂ غافر آیت 76

[5] کنز العمال ص ۷۷۲۹

اِيَاكَ وَالْكِبْرَ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ الذُّنُوبِ، وَأَلْأَمُ الْعُيُوبِ، وَهُوَ حِلْيَةُ إِبْلِيسَ۔ [1]

تکبر سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے اور بہت بُرا عیب ہے، تکبر ابلیس کی زینت ہے۔

نیز امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

عَجِبْتُ لِابْنِ آدَمَ، أَوَّلُهُ نُطْفَةٌ، وَآخِرُهُ جِيفَةٌ، وَهُوَ قَائِمٌ بَيْنَهُمَا وِعَاءٌ لِلْغَائِطِ ثُمَّ يَتَكَبَّرُ۔ [2]

واقعاً انسان پر تعجب ہوتا ہے جس کی ابتداء نطفہ اور جس کا انجام ایک بدبودار مردار ہو یعنی جس کی ابتداء اور انتہا نجاست ہو، لیکن پھر بھی تکبر کرتا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان عام تھا:

إِيَّاكُمْ وَالْكِبْرَ، فَإِنَّ إِبْلِيسَ حَمَلَهُ الْكِبْرُ عَلَى تَرْكِ السُّجُودِ لِآدَمَ۔ [3]

تکبر سے دوری اختیار کرو، کیونکہ اسی تکبر کی وجہ سے شیطان نے حکم خدا کی مخالفت کی اور جناب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کی۔

قارئین کرام! گزشتہ صفحات میں بیان ہونے والے عناوین سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تمام بُرائیاں یہی نہیں ہیں بلکہ یہ تو بُرائیوں کے چند نمونہ تھے جن کی وجہ سے انسان دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا ہوجاتا ہے۔

بعض دوسری معنوی بُرائیوں کا مرتکب انسان سب سے بُرے حیوانوں سے بھی بُرا ہوجاتا ہے، اور روز قیامت انسان کا باطن انسان کی شکل میں ظاہر ہوگا، وہ برائیاں کچھ یوں ہیں: اپنے کو کفار ومشرکین کی شبیہ بنانا، جہالت ونادانی میں باقی رہنا، نسل و اقتصاد میں فساد کرنا، بدعت گزاری، غرور، سستی اور کاہلی، چوری، قتل، حرام چیزوں میں دوسروں کی پیروی کرنا، دوسروں کی نسبت بدگمانی کرنا، خدا سے بدگمانی کرنا، وسوسہ، پستی وذلت میں زندگی بسر کرنا، فتنہ وفساد پھیلانا، چغل خوری، شرک، بے جا تمنا کرنا، جلد بازی کرنا، قساوت قلب، لجاجت اور ہٹ دھرمی، جنگ وجدال کرنا، ناچ گانا، اختلاف کرنا، (غیر دینی) گروہ بنانا، غیظ وغضب اور جدائی، بے جا تعصب، لالچ، لوگوں کے عیوب ڈھونڈنا، حرص، زنا، حسد، ماں باپ، اہل وعیال اور دوسرے لوگوں کے حقوق ضائع کرنا۔

اگر ہم ان تمام عناوین کی قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کرنا چاہیں تو چند جلد کتاب بن جائیں، ان چیزوں کی تفصیل کے سلسلہ قرآنی تفاسیر اور احادیث واخلاق کی مفصل کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

ہم اس فصل کو پوری کتاب میں بیان ہونے والے مطالب کا خلاصہ بیان کرتے ہوتے ختم کرتے ہیں:

---

[1] غرر الحکم ص ۳۰۹، الکبر وذمہ، حدیث ۷۱۲۴؛ تفسیر معین ص ۱۶۸

[2] علل الشرائع ج ۱ ص ۲۷۵، باب ۱۸۴، حدیث ۲؛ وسائل الشیعہ ج ۱، ص ۳۳۴، باب ۱۸، حدیث ۸۸۰؛ بحار الانوار ج ۷۰، ص ۲۳۴، باب ۱۳۰، حدیث ۳۳

[3] ارشاد القلوب ج ۱، ص ۱۲۹، الباب الاربعون فی ذم الحسد

اس کتاب کے ایک حصہ میں خداوند عالم کی مادی اور معنوی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے انسان عبادت و بندگی کی طاقت حاصل کرنے کے لئے فیضیاب ہوتا ہے، نیز اس بات پر بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ خداوند عالم کی مادی اور معنوی نعمتوں کو بے جا اور نامناسب طریقہ پر خرچ کرنا گناہ ومعصیت ہے۔

اس کتاب میں اس بات پر بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ توبہ وانابہ اور خدا کی طرف بازگشت یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کو اس کی معین کردہ راہ میں خرچ کرے، دوسرے الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ توبہ یعنی اپنے گزشتہ پر نادم وپشیمان ہونا اور اپنے گزشتہ کی تلافی اور جبران کرنا ہے، اور آئندہ میں اپنے اصلاح کے لئے کوشش کرنا۔

ایک حصہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان کتنا ہی گناہوں میں آلودہ ہو ایک بیمار کی طرح ہے اور خداوند عالم کی طرف سے اس بیماری کے علاج اور شفاء کے لئے تمام دروازے کھلے ہیں، لہٰذا انسان کو ہرگز ناامید نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس بات پر یقین رکھنا چاہئے کہ خداوند عالم توبہ قبول کرنے والا ہے، اور خداوند عالم کی بے نہایت رحمت وقدرت اور اس کا لطف وکرم آسانی کے ساتھ توبہ کرنے والے گناہگار کے شامل حال ہوجاتا ہے، خداوند عالم انسان کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے، اور اس پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے، توبہ کرنے والے کو چاہئے کہ لوگوں کے مالی حقوق کو ادا کرے اور قرآنی رو سے واجب مالی حقوق کو ادا کرے، قضا شدہ واجبات کی ادائیگی کرے، اور گناہوں کو ترک کرنے کا قطعی فیصلہ کرے، اور اس قطعی فیصلہ پر پابند رہے۔

اس کتاب کے اہم حصہ میں توبہ سے متعلق آیات واحادیث کو بیان کیا گیا اور توبہ کرنے والوں کے واقعات بیان کئے گئے خصوصاً ایسے واقعات جن کو کم لکھا گیا اور سنا گیا ہے، اور آخر میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اصلاح نفس کے چالیس عنوان بیان کئے گئے ہیں۔

حقیر کا نظریہ ہے کہ اگر گناہوں کا مرتکب انسان اس کتاب کا غور سے مطالعہ کرلے یا مجالس یا نماز جمعہ کے خطبوں میں اس کتاب کے مطالب کو بیان کریں اور بعض گناہوں میں ملوث حضرات جو خود توبہ کی طرف مائل ہیں؛ ان سبھی کے لئے یہ کتاب مفید ثابت ہوگی۔ دینی مبلغ کو لوگوں کی ہدایت سے مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہئے، مبلغین عزیز، انبیاء علیہم السلام کی طرح گمراہوں کی نسبت ایک باپ جیسا سلوک کریں، اور گناہگاروں کے ساتھ اپنی اولاد جیسا برتاؤ کرے ان کو پیار ومحبت کے ساتھ سمجھائے، بہت ہی پیار ومحبت اور لطیف انداز میں حلال وحرام کی تعلیم دیں اور انسانی واخلاقی حقائق کی وضاحت کریں اور اسی طرح صبر وحوصلہ کے ساتھ کام کرتے رہیں۔

امام عارفین، مولائے عاشقین اور امیر المومنین علیہ السلام نے تمام مبلغین اور معاشرہ کی اصلاح کرنے والے دلسوز علماء کو ایک پیغام دیا ہے کہ بیمار گناہ کے علاج سے ناامید نہ ہوں۔

گناہگاروں کے ساتھ پیار ومحبت اور لطف وکرم کا رویہ اختیار کریں ان کو دینی حقائق بتائیں اور ان کو نرم لہجہ میں توبہ کے لئے تیار کریں اور اس سلسلہ میں پیش آنے والی زحمتوں کو برداشت کریں، جو واقعاً دنیا وآخرت میں رحمت الٰہی شامل حال ہونے کا

طریقہ ہے۔

ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

أُحِبُّ اَنْ يَرْحَمَنِي رَبِّي، قَالَ: اِرْحَمْ نَفْسَكَ، وَارْحَمْ خَلْقَ اللهِ يَرْحَمْكَ اللهُ.[1]

میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھ پر رحم و کرم کرے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو خود اپنے اوپر اور دوسروں پر رحم کر تو خداوند عالم تجھ پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔

بعض وجوہات کی بنا پر انسان گناہوں میں گرفتار ہو جاتا ہے ان ہیں اپنے سے دور نہیں کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ سخت رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کو ایک بیمار کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے، بیمار کو فطری طور پر مدد کی ضرورت ہوتی ہے اور اپنی نجات کے لئے امداد ہے، واقعاً بیمار قابل ترحم ہوتا ہے، اس کو بلائیں اگر وہ نہ آئے تو ہم خود جائیں، اور اس سے نرم لہجہ میں گفتگو کریں، دنیا وآخرت میں گناہوں کے خطرناک آثار کو بیان کریں، اس کو خدا کے لطف و کرم اور نعمتوں کی یاد دلائیں اور اس بات کی امید رکھنا چاہئے کہ خداوند عالم تمہارے ذریعہ سے اس کو توبہ اور بازگشت کی توفیق عنایت فرمائے گا، کہ اگر کوئی شخص ہمارے ذریعہ سے ہدایت پا گیا اور اپنے گناہوں سے توبہ کر لی تو واقعاً یہ کام ہمارے ہر عمل سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تبلیغ دین کے لئے یمن بھیجا تو مجھ سے فرمایا: کسی سے بھی جنگ نہ کرنا مگر یہ کہ پہلے اس کو اسلام کی دعوت دینا، اور اس کے بعد فرمایا:

وَايْمُ اللهِ لَاَنْ يَهْدِيَ اللهُ عَلَى يَدَيْكَ رَجُلاً خَيْرٌ لَكَ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَغَرَبَتْ.[2]

ذات خدا کی قسم! اگر کوئی شخص تمہارے ذریعہ ہدایت حاصل کر لے تو یہ تمہارے لئے ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج چمکتا ہے۔

آخر میں خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں:

پالنے والے! ہمارے پاس آنسوؤں کے علاوہ کوئی سرمایہ نہیں، سوائے دعا کے کوئی اسلحہ نہیں، اور تیرے علاوہ کسی سے امید نہیں ہے؛ خدایا! ہمیں حقیقی توبہ کی توفیق عنایت فرما!، اور ہمیں تقویٰ و پرہیزگاری اور عبادت و بندگی سے مزین فرمادے، اور ہماری باقی ماندہ عمر کو ظاہری و باطنی گناہوں سے محفوظ فرما، اور ہماری زندگی و موت کو محمد و آل محمد (علیہما السلام) کی زندگی و موت کی طرح قرار دے۔ (آمین یا رب العالمین بحق محمد آل محمد علیہم السلام)

---

[1] کنز العمال ص ۴۱۵۴

[2] کافی ج۵، ص۲۸، باب وصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وامیر المومنین فی السرایا، حدیث ۴؛ بحار الانوار ج۲۱، ص۳۶۱، باب ۳۴، حدیث ۳

فہرست منابع وماخذ

1۔ قرآن کریم

2۔ نہج البلاغہ

3۔ اختصاص، شیخ مفید، کنگرہ شیخ مفید قم 1413ھ ق۔

4۔ ارشاد القلوب، شیخ مفید، کنگرہ شیخ مفید قم 1413ھ ق۔

5۔ اسرار معراج، شیخ علی قرنی گلپائیگانی۔

6۔ اعلام الدین، حسن بن علی دیلمی۔

7۔ اعلام الوری، فضل بن حسن طبرسی۔

8۔ الترغیب، زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری۔

9۔ الدر المنثور، سیوطی۔

10۔ الزھد، احمد بن زیاد۔

11۔ امالی، شیخ صدوق، کتابخانہ اسلامیہ 1362ھ ش۔

12۔ امالی، شیخ طوسی، دار الثقافہ قم 1414ھ ق۔

13۔ امالی، شیخ مفید کنگرہ شیخ مفید قم 1413ھ ق۔

14۔ باز گشت بہ خدا، علی اکبر ناصری۔

15۔ بحار الانوار، علامہ مجلسی، الوفاء بیروت 1404ھ ق۔

16۔ بصائر الدرجات، محمد بن حسن بن فروخ صفار، کتابخانہ آیت اللہ مرعشی نجفی2 قم 1410ھ ق۔

17۔ پیشوای شہیدان، سید رضا صدر۔

18۔ تحف العقول، حسن بن شعبہ بحرانی، جامعہ مدرسین قم 1404ھ ق۔

19۔ تذکرۃ الاولیاء، عطار نیشاپوری۔

20۔ تفسیر امام حسن عسکریؑ۔

21۔ تفسیر برھان، سید ھاشم بحرانی،

22۔ تفسیر صافی، فیض کاشانی، الاعلمی بیروت۔

23۔ تفسیر عیاشی، عیاشی، مکتب العلمیہ الاسلامیہ۔

24۔ توحید مفضل، امام صادقؑ۔

25۔ تفسیر فرات، فرات کوفی۔

26۔ تفسیر قمی، علی بن ابراھیم قمی، الاعلمی بیروت۔

27۔ تفسیر کشف الاسرار، میبدی۔

28۔ تفسیر معین، نور الدین محمد کاشانی۔

29۔ تفسیر نمونہ، مکارم شیرازی، دار الکتب الاسلامیہ۔

30۔ ثواب الاعمال، شیخ صدوق، رضی قم 1364ھ ش۔

31۔ جامع الاخبار، تاج الدین شعیری، انتشارات رضی قم 1363ھ ش۔

32۔ جامع النورین، ملا اسماعیل سبزواری۔

33۔ جاھلیت قرن بیستم، صدر الدین بلاغی۔

34۔ جعفریات، عبداللہ حمیری۔

35۔ حسن یوسف، سید رضا صدر۔

36۔ خرائج، قطب الدین راوندی۔

37۔ خصال، شیخ صدوق، جامعۂ مدرسین قم 1403ھ ق۔

38۔ دعوات، قطب الدین راوندی، مدرسہ امام مھدی (عج) قم 1407ھ۔

39۔ دیوان شمس، مولوی۔

40۔ راز آفرینش انسان، کرسی موریسن۔

41۔ راہ خدا شناسی، فھیمی۔

42۔ رجال، علامہ بحر العلوم۔

43۔ روح البیان، الشیخ اسماعیل حقی البروسوی۔

44۔ روضات الجنات، سید احمد خوانساری۔
45۔ روضۃ الواعظین، محمد بن حسن فتال نیشاپوری، رضی قم۔
46۔ سفینۃ البحار، حاج شیخ عباس قمی۔
47۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید۔
48۔ شرح نہج البلاغہ جعفری، علامہ جعفری۔
49۔ طب النبی، میرزا ابو طالب نائینی۔
50۔ عدۃ الداعی، ابن فہد حلی، دار الکتب الاسلامیہ، 1407ھ ق۔
51۔ علل الشرائع، شیخ صدوق، سید الشہداء قم 1366۔
52۔ علم و زندگی، ترجمہ احمد بیدشك۔
53۔ عنصر شجاعت، حاج میرزا خلیل کمرہ ای۔
54۔ عوالی اللآلی، ابن ابی جمہور احسائی، سید الشہداء قم 1405ھ ق۔
55۔ عیون اخبار الرضا، شیخ صدوق، جہان 1378۔
56۔ غرر الحکم، عبد الواحد بن محمد تمیمی آمدی، دفتر تبلیغات قم 1366۔
57۔ کافی، شیخ کلینی علیہ الرحمہ، دار الکتب الاسلامیہ 1365ھ ش۔
58۔ کشف الغمہ، علی بن عیسیٰ اربلی، مکتبہ بنی ہاشمی تبریز 1381۔
59۔ کنز العمال، علی المتقی الهندی، التراث الاسلامی بیروت 1389ھ ق۔
60۔ کنز الفوائد، ابو الفتح کراجکی، دار الزخائر قم 1410ھ ق۔
61۔ گنجینہ ہای زندگی۔
62۔ مجمع البیان، طبرسی، دار الاحیاء التراث العربی بیروت۔
63۔ مجموعہ ورام، ورام بن ابی فراس، مکتبۃ الفقیہ قم۔
64۔ محاسن، احمد بن محمد بن خالد برقی، دار الکتب الاسلامی قم 1371۔
65۔ محجۃ البیضاء، فیض کاشانی، دفتر انتشارات اسلامی۔
66۔ مستدرك الوسائل، محدث نوری، آل البیت قم 1408ھ ق۔
67۔ مشکاۃ الانوار، ابو الفضل علی طبرسی، حیدریہ، نجف 1385ھ ق۔
68۔ مصباح الشریعہ، امام صادقؑ، الاعلمی للمطبوعات 1400ھق۔

69۔ معانی الاخبار، شیخ صدوق، جامعہ مدرسین قم۔
70۔ مفاتیح الجنان، حاج شیخ عباس قمی۔
71۔ مفردات، راغب اصفہانی، انتشارات ذوی القربیٰ قم 1423ھ ق۔
72۔ مکارم الاخلاق، رضی الدین حسن بن فضل طبرسی، شریف رضی قم۔
73۔ من لا یحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، جامعہ مدرسین قم 1413ھ ق۔
74۔ منہج الصادقین، ملا فتح اللہ کاشانی۔
75۔ منیۃ المرید، شہید ثانی۔
76۔ مواعظ العددیۃ، مشکینی۔
77۔ میزان الحکمہ مترجم محمدی ری شہری، دار الحدیث دوم 1379۔
78۔ نوادر، سید فضل اللہ راوندی، دار الکتاب قم۔
79۔ نور الثقلین۔ شیخ عبد علی بن جمعہ العروسی الحیوزی۔
80۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، آل البیت قم 1409۔